ی لڑکر رومن فاتح قوم جسکے دل مین خیلات وجذبات کا دریا پوری جوش کیساتھ موجزن تھا اپنے دل کے حوصلے پورے کرے
تو زبردست قانون قدرت کے اصول کے بموجب بہت ہی ضروری ہوگیا کہ وہ اٹلی سے اپنا قدم باہر نکالے
اور ان اقوام سے اسکی مٹ بھیڑ ہو جو دنیا مین اپنا ڈنکا بجا رہی تہین - اور چونکہ سسلی بالکل اٹلی ہی کے
قریب تہا اور اٹلی کے ملکی ضرورتون کے لحاظ سے اب اس پر قبضہ کرنا ضروری ہوگیا تہا لہذا بہت جلد رومن
قوم کی توجہ اس طرف مبذول ہوگئی اور اس نے سسلی کا رخ کردیا جس مین جیساکہ ہمنے بیان کردیا ہے
اُسوقت یعنی سنہ ۲۶۵ قبل مسیح مین یونانی اور قرطاجنی مختلف مقامات پر اپنی اپنی حکومت کررہے
تھے اور ان مین وہ باہمی نزاعین اور خانہ جنگیان آئے دن برپا رہتی تہین جو ہمیشہ غیر قوم کے ملک مین داخل
ہونے کا بہت بڑا سبب ہوا کی ہین -

ان باہمی نزاعون اور خانہ جنگیون سے رومن قوم کو اسبات کا پورا موقع مل گیا کہ وہ اپنی خواہشون
کو ہمدردی کے پیرایہ مین ظاہر کرے چنانچہ جسوقت مسّانا والون نے سرقوسا والون اور قرطاجنیون کے متواتر
حملون سے تنگ آکر جن مین سے ہر ایک اس پر اپنی دندان آز تیز کیے ہوئے تہا رومن قوم سے مدد کی
درخواست کی تو اس نے فوراً ایک قوی اور مستعد فوج بظاہر مسّانا والون کی تائید اور اصل مین سسلی
پر قبضہ جمانے کے لیے بہیجدی -

سرقوسا والے اور قرطاجنی دونون اب خواب غفلت سے چونکے اور اپنے اس نئے زبردست
دشمن کے دفعیہ کے لیے اپنی باہمی خانہ جنگیان چند روز کے لیے دور کردین - سرقوسا والون نے قرطاجنیون
سے معاہدہ کیا کہ ہم تمہارے ممالک مقبوضہ پر حملہ نہ کرینگے اور قرطاجنیون نے اسکے معاوضہ مین رومیون

سلہ رومن قوم کے بیان مین اُن کتابون کے علاوہ جنکے نام مین نے پہلے بیان کردئے ہین - زبدۃ الصحائف فی سیاحتہ المعارف
(مولفہ نوفل آفندی طرابلسی) سے بہی مدد لی گئی ہے - ۱۲

معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ

اڈیٹران: حاجی محمد اسمٰعیل خان
مولوی وحید الدین سلیم

جلد اوّل

سن ابتداے یکم جولائی ۹۸ء لغایت یکم جون ۹۹ء

مقام اشاعت

دفتر معارف علیگڈھ

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک للعہ قیمت فی پرچہ نمونہ ۵ر

مطبع مفید عام آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخان صاحب کے چھپا

۹۹ء

فہرست مضامین
جلد اول

معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ

اڈیٹران { حاجی محمد اسمعیل خان
مولوی وحیدالدین سلیم

جلد ۱	یکم جولائی ۱۸۹۸ء	نمبر ۱

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک . . . . للعہ

نمبر شمار	فہرست مضامین		صفحہ
۱	ہمارا میگزین اور اوسکے مضامین	مولوی وحیدالدین سلیم	۱
۲	سرسید احمد خان علیہ الرحمہ اور اونکے کارنامے	حاجی محمدؐ اسمعیل خان	۴
۳	بلنسیہ	مولوی وحیدالدین سلیم	۶
۴	طاعون	حاجی محمدؐ اسمعیل خان	۱۰
۵	ابن جُبیر اور اوسکا سفرنامہ	مولوی وحیدالدین سلیم	۱۲
۶	تعلیمی کانفرنس	حاجی محمدؐ اسمعیل خان	۱۸
۷	آب وہوا کا اثر اخلاق و معاشرت پر . .	مولوی رشید احمد سالم	۱۹
۸	تکوین ارض بموجب طبقات الارض کے	حاجی محمدؐ اسمعیل خان	۲۴
۹	طاعون کی نسبت طبی اور مذہبی ہدایتین	مولوی وحیدالدین سلیم	۲۶
۱۰	سچی شاعری	مولوی وحیدالدین سلیم	۳۰

مقام اشاعت . . . . علی گڈھ ۔ دفتر معارف

مطبع اعجاز محمدی آگرہ مین چھپا

مقاصد اور قواعد

۱ یہ دو جزو کا ماہوار علمی رسالہ جو "معارف" کے نام سے موسوم ہوگا۔ ہر مہینے کی یکم تاریخ کو علیگڈہ سے شائع ہوا کریگا۔

۲ اس رسالہ کا مقصد یہ ہے کہ اسکے ذریعہ سے اردو زبان کے علم ادب کا دائرہ وسیع ہو اور اوسمین ہر قسم کے مضامین لکھے جائیں جنکے اقسام حسب ذیل ہین۔

ا پولٹیکل مضامین جن سے مسلمانون کے حقوق کی حمایت اور اونکی رہنمائی مقصود ہے۔

ب مذہبی اور اخلاقی مضامین۔

ج علمی اور فلسفیانہ مضامین۔

د تاریخی مضامین (خاصکر مسلمانون کی تاریخ کے متعلق)

ہ مشاہیر زمانۂ گذشتہ و حال کی سوانح عمریان۔

و تمام دیگر مضامین جن سے معلومات مین وسعت ہو اور مسلمانون مین روشن ضمیری اور عمدہ تربیت اور تہذیب کی اشاعت ہو۔

۳ یہ ضرور نہین کہ ہر پرچہ مین ہر قسم کے مضامین شامل ہوا کرینگے بلکہ ان اقسام کے مضامین یکے بعد دیگرے شائع کئے جائین گے

۴ بالفعل اس رسالہ کے دو اڈیٹر قرار دیے گئے ہین۔

ا حاجی محمد اسمٰعیل خان۔

ب مولوی وحید الدین سلیم۔

۵ ملک کے مشہور اور اعلیٰ درجہ کے انشا پردازون اور مضمون نگارون کی خدمت مین درخواست کیجاتی ہے کہ وہ اپنے بیش بہا مضامین سے ہماری مدد کرین۔ جن بزرگون کے نام ہمکو معلوم نہین ہین۔ اگر مہربانی سے وہ خود یا اونکے احباب اونکے نام و نشان سے ہمکو مطلع کرینگے تو ہم اونکی خدمت مین بھی درخواست کرینگے کہ وہ بھی اس رسالہ کو اپنی قیمتی تحریرون سے امداد پہنچائین۔ جو حضرات کسی مضمون مین اپنا نام ظاہر کرنا نہین چاہینگے اونکا نام ظاہر نہین کیا جائیگا

۶ اس رسالہ کی قیمت سالانہ مع محصولڈاک (للعہ) ہے جو نقد قیمت بھیجنے یا ویلیو پے ایبل کی درخواست کرنے سے خریدارون کی خدمت مین بھیجا جائیگا۔ رسالہ کے متعلق تمام خط و کتابت مولوی وحید الدین سلیم کے نام ہونی چاہیے۔ اور اون ہی کے نام قیمت آنی چاہیے۔

۷ جو بزرگ اس رسالہ کی خریداری منظور فرمائین اونسے امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنا نام اور ٹائٹل اور پتہ صاف لفظون مین تحریر فرمائینگے۔

۸ جو بزرگ اس رسالہ کو علمی امداد پہونچانا چاہین اون سے التجا کیجاتی ہے کہ جہانتک ممکن ہو مضامین خوشخط اور صاف لکھواکر روانہ کرین تاکہ کوئی تحریر غلط چھپنے نہ پائے۔

۹ بشرط پسند اشتہارات بھی اس رسالہ مین درج ہوا کرینگے اور اشتہارات کے نمونے اور اونکی اُجرت کے قرارداد کے متعلق خطوط مولوی وحید الدین سلیم کے نام آنے چاہیین۔

۱۰ پتہ مولوی وحید الدین سلیم کا (علیگڈہ) دفتر رسالہ معارف ہے۔

ہمارامیگزین اور اُسکے مضامین

اگرچہ اسوقت ملک مین بہت سے رسالے اور میگزین چھپتے اور شایع ہوتے ہین اور اون مین دلچسپ ناول اور دلکش مضامین لکھے جاتے ہین اور اون سے کم وبیش ملک کو فائدہ پہونچتا ہے مگر ہمارے دوست کہتے ہین کہ اب روز بروز اہل ملک کو اس بات کی ضرورت محسوس ہونے لگی ہے کہ جسطرح انگلستان مین مختلف علمی رسالے مثل نائنٹینتھ سنچری۔ کوارٹرلی ریویو۔ اسٹرینڈ میگزین۔ بلیک وڈ میگزین اور ریویو آف ریویوز کے شایع ہوتے ہین۔ کم سے کم ایک علمی رسالہ اوسی پایہ کا اردو زبان مین نکالا جاے جس مین ملک کی ضرورت کے لحاظ سے ہر قسم کے اعلی مضامین اور اعلی خیالات لکھے جائین اور وہ ملک کے بڑے بڑے انشا پردازون اور مضمون نگارون کے زور قلم اور وسعت معلومات کا نمونہ ہو۔ ہم نے اپنے دوستون سے کہا کہ ابھی قوم مین ایسے اعلی مذاق اور اعلی طرز تحریر کے رسالون کی مانگ نہین ہے اور جب تک ڈیمانڈ نہو سپلائی نہین ہوسکتی۔ دوستون نے کہا یہ تمہاری خام خیالی ہے بہت سے دماغ اب تعلیم سے منور ہوگئے ہین بہت سی طبیعتین اعلی مذاق کی پیاسی ہین۔ اب زمانہ بہت تیزی سے ترقی کر رہا ہے اور وہ دن نکل گئے جب کہ قوم مین عام طور پر جہالت چھائی ہوئی تھی۔ وہ اپنی بھلائی اور برائی مین تمیز نہین کرسکتے تھے نہ اونکو لٹریچر کا مذاق تھا نہ تاریخ کا علمی مضامین سمجھنے والے کم تھے۔ اور لکھنے والے تو بہت ہی کم تھے۔ خدا غریق رحمت کرے سر سید مرحوم کو جنہون نے تہذیب الاخلاق نکالا اور قوم کی سوتی ہوئی دماغی اور اخلاقی قابلیتون کو بیدار کیا اردو لٹریچر پہلے ایک قالب تھا جس مین روح نہین تھی۔ مضمون نگار نہین جانتے تھے کہ علمی۔ مذہبی۔ اخلاقی اور فلسفی مضامین کو کن الفاظ مین اور کیونکر ادا کرین سر سید مرحوم نے اردو زبان مین جو نہایت کمزور اور بے مایہ تھی ہر قسم کے مضامین کا دریا بہادیا اور زمانہ آیندہ کے مضمون نگارون اور انشا پردازون کے لئے رستہ صاف کردیا اب ملک مین خدا کے فضل سے بہت سے مضمون نگار موجود ہین جو حقایق اور واقعات کو صفائی اور سادگی سے بیان کرسکتے ہین اور علمی مضامین اور علمی معلومات کو اپنی زبان مین اوسیطرح ادا کرسکتے ہین جیسا کہ ادا کرنے کا حق ہے۔ اسکے سوا قوم مین ایک جم غفیر اون لوگون کا پیدا ہوگیا ہے جو اعلی مضامین اور اعلی خیالات کی قدر کرتے ہین اور وہ منتظر رہتے ہین کہ اون کے مذاق کو پورا کرنے والا اور اونکی طبیعت کی پیاس بجھانیوالا کوئی میگزین نکلے اور وہ اوسکے خریدار ہون۔

ہمنے کہا یہ سچ ہے کہ سر سید مرحوم نے اردو زبان اور لٹریچر مین جان ڈالدی ہے اور اب اوس مین انگریزی کی طرح ہر قسم کے مضامین کے ادا کرنے کی قابلیت ہے اور شاید اعلی مضامین اور پاکیزہ خیالات کو اردو مین صفائی اور سادگی سے ادا کرنے والے بھی موجود ہون مگر اس کا کیا ثبوت ہے کہ ملک مین ایسے قدر شناس بھی موجود ہین جو ایسے رسالون کی سرپرستی کرین یا اونکو خرید کر پڑہین۔ اکثر تو یہی سننے مین آتا ہے کہ اخبار یا رسالہ نکالنے والون کے دوالے نکل گئے ہین۔ اور اخبار یا رسالہ کو تیار کرنے چھاپنے اور شایع کرنے مین جو لاگت آئی تھی وہ بھی وصول نہین ہوئی۔

دوستون نے کہا ہان بعض اخبارون اور رسالون کا یہی حال ہوا مگر آپ نے غور نہین کیا کہ اسکے اسباب کیا ہین۔ پہلا سبب تو یہ ہے کہ جو لوگ اخبار یا رسالہ نکالتے ہین پہلے اوس کا اشتہار بڑے دہوم دہام سے چھاپتے ہین اور اوس مین بہت سے وعدے کرتے ہین کہ ہم اردو زبان کو معراج کمال پر پہونچادینگے اور اوسکو ایسے اعلی اور پاکیزہ خیالات اور مضامین سے بھردینگے جو آجتک زبان مین نہین آئے۔ رسالہ یا اخبار کے ایک آدہ نمبر کے بعد لوگون کو معلوم ہوجاتا ہے کہ اوس کا مالک یا ایڈیٹر یا تو خود اس قابل نہین ہے کہ اوس کو پبلک کے مذاق کے موافق تیار کرسکے یا اوسکے پاس مضمون نگارون کا ایسا اسٹاف موجود نہین ہے جو محنت اور قابلیت سے مضامین لکھین اور وہ مضامین قابل مطالعہ ہون اور اون سے قوم کی دماغ کو ترقی ہو۔ آداب و اخلاق کی اصلاح ہو۔ لٹریچر مین زور اور وسعت پیدا ہو اسلئے رسالون اور اخبارون کے دیکھنے والے رفتہ رفتہ بیدل ہوجاتے ہین اور سمجھنے لگتے ہین کہ ہم نے اون کو خرید کر مفت روپیہ برباد کیا اور اون مضامین کو پڑہکر جو اون اخبارون یا رسالون مین چھپتے ہین اپنی حالت پر غور کرتے ہین تو پاتے ہین کہ نہ اونکے دماغ مین ترقی ہوئی۔ نہ اونکی معلومات کا دایرہ وسیع ہوا۔ نہ اونکو اپنی اخلاق و معاشرت کی برائیان اور اپنی رایون اور طبیعتون کی کمزوریان معلوم ہوئین جس سے وہ اپنی اصلاح کرسکتے۔ وہ تو جیسے تھے ویسے ہی

ہمارا میگزین اور اوسکے مضامین

رہی ہے۔ اونکی گرد سے ضرور کچھ نکل گیا۔ مگر آیا کچھ نہیں۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اکثر اخبارون یا رسالون مین ایک ہی قسم کے مضامین چھپتے ہین جن کو پڑہتے پڑہتے طبیعت اوکتا جاتی ہے۔ اگر ہر نمبر مین مختلف قسم کے مضامین ہون اور وہ متعدد مضمون نگارون کی طرز تحریر اور طرز بیان کا نمونہ ہون اور ان مین مختلف مذاق کی باتین ہون اور ہر مضمون کے لکھنے مین مضمون نگار نے کچھ محنت اور دماغ سوزی بھی کی ہو تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ پڑہنے والون کا جی اکتا جاے اور اوسکی معلومات مین وسعت۔ دماغ مین روشنی۔ طبیعت مین فرحت اور تازگی حاصل نہو تیسرا سبب یہ ہے کہ جو لوگ اخبارون یا رسالون کو اچھی طرح پبلک کے مذاق کے موافق تیار کر سکتے ہین اور عمدہ اور پاکیزہ طرز تحریر مین اپنے دماغ کے زور اور طبیعت کی جولانیان دکہا سکتے ہین وہ کاغذ کا سیاہ کرنا تو خوب جانتے ہین مگر ایڈورٹائزمنٹ یعنی اپنے رسالہ کو جو محنت اور لیاقت سے تیار کیا گیا ہے ملک مین پہیلانے اور شایع کرنے کے اصول سے نا واقف ہین۔ یورپ مین جہان آج تجارت کا فن نصف النہار پر ہے تاجرون کی کامیابی اور ترقی دو چیزون مین منحصر ہے۔ اول یہہ کہ تجارت کے لئے جو چیزین تیار کی جاتی ہین اون کی عمدہ اور اعلی اور پبلک کے مذاق کے موافق تیار کرنے مین روپیہ صرف کرتے ہین دوسرے یہ کہ جسقدر لاگت اون چیزون کے تیار کرنے مین آتی ہے قریب قریب اسیقدر رقم اون چیزون کے مشتہر کرنے مین صرف کرتے ہین کیونکہ وہ چیزین جن لوگون کے مذاق کی ہین اور جن کو وہ مطلوب اور مرغوب ہین وہ ایک شہر یا ایک ضلع مین نہیں رہتے۔ بلکہ شاید ہر ضلع یا ہر شہر مین چند آدمی اوس مذاق کے ہون اور جب تک اون چیزون کا اشتہار مختلف ضلعون اور شہرون مین کثرت کے ساتھ شایع نہ کیا جاے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ اوس مذاق کے آدمی وقتاً فوقتاً مل جاین اور سوداگر کا مال تھوڑا تھوڑا ہاتھون ہاتھ نکل جائے۔ اسی خیال سے جو لوگ اس اصول سے واقف ہین وہ اپنی چیزون کے نمونے اور اشتہار بیشمار آدمیون کو روانہ کرتے ہین اور جو خرچ چیزون کے تیار کرنے اور مشتہر کرنے مین ہو اوس کو برداشت کرتے ہین۔ پھر رفتہ رفتہ اون کو کل لاگت وصول ہو جاتی ہے۔ آپ بھی اگر ان اسباب پر غور کرین اور ان اصولون پر عمل کرین تو کیا تعجب ہے کہ آپ کو کامیابی ہو اور ہم تو جانتے ہین کہ ضرور کامیابی ہوگی۔

ہمنے کہا اس مین شک نہیں ہے کہ یہی اسباب ہین جن کا لحاظ نہ کرنے سے اکثر اخبارون یا رسالون کو بند کرنا پڑا ہے۔ مگر یورپ کی جو مثال آپنے دی وہ ہندوستان پر صادق نہیں آتی کیونکہ وہان جو اخبار یا رسالے نکلتے ہین اونکے مضامین لکھنے اور تیار کرنے والے جدا ہین۔ چھاپنے والے جدا۔ شایع اور مشتہر کرنے والے جدا۔ یہان مصنف کو یہ سب کام اپنے آپ کرنے ہوتے ہین اگر وہ مضامین کے عمدہ اور پاکیزہ بنانے مین محنت کرے تو اسکو شایع اور مشتہر کرنیکی تدبیرون پر غور کرنیکے لیے وقت نہین ملتا۔ اگر شایع اور مشتہر کرنیکی فکر کرے تو عمدہ اور پاکیزہ مضامین نہین لکھہ سکتا۔ اوس کو اکثر آپ ہی مسودہ لکھنا پڑتا ہے۔ آپ ہی اوسکی اصلاح کرتا ہے۔ آپ ہی اوس مسودہ کو صاف کرتا ہے۔ پھر آپ ہی اوس کی کاپیان اور پروف صحیح کرتا ہے۔ دماغی اور مالی قوت کو صرف کرنے کے بعد آپ ہی اشتہار لکھتا اور مختلف اخبارون کو بھیجتا ہے۔ کبھی کبھی اوس کو اپنی تصنیف پر آپ ہی ریویو کرنا پڑتا ہے اور پھر ڈاک پر خریداری کی درخواستون کا منتظر رہتا ہے۔ اور جب درخواستین آجاتی ہین تو آپ ہی پیکٹ بناتا ہے اور ایڈریس چپکاتا اور ڈاک مین روانہ کرتا ہے۔ اتنے مختلف کام جب ایک ہی شخص کو کرنے ہون تو اوس کو نفع کی امید کیونکر ہو سکتی ہے اور وہ اپنے دماغ سے کیونکر اچھی طرح کام لے سکتا ہے۔ اور کس طرح تجارت کے اون عمدہ اصولون سے متمتع ہو سکتا ہے جو یورپ مین جاری ہین۔

دوستون نے کہا یہ باتین تو کام نہ کرنے کی ہین۔ آپ پہلے کچھ کرکے دکھائین اور پھر ملک کی ناقدر دانی کی شکایت کرین تو بجا ہے۔ فرض کرو کہ آپ نے محنت اور لیاقت سے مضامین لکھے اور رسالہ تیار ہوا اور ڈاک مین اوسکے نمونے مختلف لوگون کو روانہ کیے گئے اور آپنے رسالہ کے تیار کرنے اور چھپوانے اور پہیلانے کا خرچ بھی برداشت کیا اور اسپر ایک برس یا چند مہینے گذر گئے اور ملک سے کوئی صدا خریداری کی نہیں آئی تو اوس وقت آپکا یہہ کہنا صحیح ہو جائیگا کہ ملک مین اعلی مذاق نہیں ہے اور عمدہ چیزون کی مانگ نہیں ہو اور ایسے علمی رسالون کے نکالنے کا وقت نہیں آیا جنکی ضرورت ہمنے بیان کی ہے۔ کیا

آپکے ایسے دوست نہین ہین جو آپ کو رسالہ کے عمدہ بنانے مین مدد دین یا ایسی بزرگ قوم مین موجود نہین ہین جو اس رسالہ کی سرپرستی کرین اور اوسکی اشاعت کی تکلیف آپ کو نہ اوٹھانے دین۔ یا ایسے قدردان نہین ہین جو آپ بہی رسالہ کو خریدین اور اپنے دوستون کو بہی اوس کا خریدار بنائین۔ آپ مانین یا نہ مانین مگر ہم تو یہی کہے جائینگے کہ آپ ایک دفعہ ضرور تجربہ کرین۔ اور دیکہین تو کیا ہوتا ہے۔ مگر خدا کیلئے ایسا نکرنا کہ اشتہار دیکر بیٹہہ جاؤ۔ اور رسالہ جاری نہ کرو ورنہ ملک مین ہمیشہ کے لیئے بے اعتباری ہو جائیگی۔ قوم کی اصلاح کرنا کوئی آسان کام نہین ہے۔ دل اور دماغ اور وقت بہی صرف کرنا پڑیگا۔ بہت سے روپیہ پر بہی پانی پہر جائیگا۔ مگر استقلال عجیب چیز ہے۔ کر دا ور کئے جاؤ۔ ایکدن ضرور کامیاب ہوگے اور جو کچہ خرچ کیا ہے اوسکو معہ سود کے وصول کر لوگے۔

دوستون کے مجبور کرنے پر آخر کار ہمنے ارادہ کر دیا کہ جو ہو سو ہو ایک دفعہ ضرور اپنے دوستون کو ٹٹولنا چاہیئے۔ کہ اون مین کتنے ہین جو رسالے مین عمدہ مضامین لکہکر ہمکو مدد دینگے۔ اور کتنے ہین جو آپ اس رسالہ کو خریدین گے اور اوسکے لیئے بہت سے خریدار پیدا کرین گے۔ اور کتنے بزرگ اور مخدوم ہین جو اس رسالہ کی سرپرستی کرین گے۔ اور اوسکو مالی یا قلمی امداد پہونچا کر ہمکو ممنون احسان کرین گے۔ ہم سے تو جہان تک ہوسکیگا اس رسالہ کی عمدہ اور شائستہ اور قابل مطالعہ بنانے مین کوئی دقیقہ محنت یا صرف زر کا اوٹھا نرکہین گے۔

اب ہم بتانا چاہتے ہین کہ اس رسالہ مین کیا ہوگا۔ اور اوسمین کس قسم کے مضامین لکہے جائین گے۔

(اول) اس رسالہ مین جہانتک ممکن ہے زور اور آزادی اور متانت کے ساتہ مسلمانون کے ملکی حقوق کی حمایت مین آرٹکل لکہے جائینگے اور مسلمانون کو بتایا جائیگا کہ اسوقت سرسید مرحوم کے بعد جو بزرگ مسلمانون کے لیڈر ہین اون کی۔ اسے قوم کی پولیٹکل معاملات پر کیا ہے۔ ان مضامین مین ہمیشہ یہ امر ملحوظ رہیگا کہ اون کے لکہنے سے قوم کی بہلائی۔ ملک کی بہبودی اور گورنمنٹ کی وفاداری اور نمک حلالی مقصود ہے۔ اور اسکے ذریعہ سے کوشش کیجائیگی کہ جو غلط خیالات گورنمنٹ کے پالسی کی نسبت ملک اور قوم مین پہیل جائین یا ملک اور قوم کی نسبت گورنمنٹ کو بدگمانیان ہون اونکو حرف غلط کی طرح مٹایا جائے۔ اس لحاظ سے یہہ رسالہ ملک کا حامی۔ قوم کا رہنما اور گورنمنٹ کا وفادار دوست ہوگا۔

(دوم) اس مین مسلمانون کے اخلاق، رسم ورواج اور طرز معاشرت کی اصلاح کے لیئے دلچسپ اور موثر خیالات درج کئے جائین گے تاکہ قوم کی اندرونی طبیعت مین جو خرابیان اور بیماریان ہین وہ رفتہ رفتہ دور ہون اور اون مین اعلیٰ تربیت اور شائستگی کا خیال پیدا ہو اور ہماری قوم ایک مہذب اور تربیت یافتہ قوم بن جاسے۔

(سوم) اس مین مسلمانون کے مذہب۔ علوم و فنون۔ تاریخ اور لٹریچر پر پرزور اور مفید مضامین لکہے جائین گے۔ یہہ مضامین بالکل اوریجنل ہونگے۔ مگر اون کے لکہنے مین عربی زبان کے قدیم اور جدید کتابون سے مدد لی جائیگی۔

(چہارم) تاریخ اسلام مین جو بزرگ نامور ہوے ہین سلاطین ہون یا وزراء، علما ہون، یا شعراء، حکیم ہون، یا ادیب کسی درجہ کے ہون اور اونکی شہرت کسی وجہ سے ہوئی ہو اونکی سوانح عمریان نہایت دلچسپ طریقہ سے لکہی جائین گی اور حتی الوسع کوشش کی جائیگی کہ ان کی زندگی کے واقعات یا اخلاق و عادات کا کوئی پہلو نہ چہوٹے ان مضامین کے لیئے ہمارے پاس عربی تاریخین موجود ہین جن کے نام تبلانے مین طول ہوگا۔ اسیطرح بہت سی کتابین ترکی مین مثل قاموس الاعلام۔ الحقائق اسلاف اور اسامی کے ہین جن سے ان مضامین کے لکہنے مین مدد لی جائیگی۔

(پنجم) ہندوستان مین جو بزرگ زمانہ حال مین شہرت پا چکے ہین اونکی سوانح عمریون کا سلسلہ بہی تیار ہو گیا ہے جس کا علی گڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ مین مشتہر کرنا شروع کیا گیا تہا اس خاص سلسلہ سے مقصود یہ ہے کہ ہندوستان کے نہایت لایق اور مشہور لوگون کی یا جنہون نے اس صدی مین شہرت اور نام آوری حاصل کی ایک جامع تاریخ اردو زبان مین مرتب ہو جائے اور وہ ہمارے زمانہ کے نوجوانون اور آیندہ نسلون کے لیئے ایک عمدہ رہنما لیاقت اور شہرت حاصل کرنے مین ہو۔

(ششم) اس مین بلاد اسلامیہ مثل قسطنطنیہ۔ قرطبہ۔ غرناطہ۔ بغداد۔ دمشق۔ وغیرہ کے متعلق تاریخی مضامین

لکھے جائین گے جن کے پڑہنے سے مسلمانون کا قدیم اور جدید تمدن معلوم ہوگا۔

(ہفتم) عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ اور انگریزی زبانون مین جو اخبار اور رسالے چھپتے اور شایع ہوتے ہین اون مین سے عمدہ مضامین جو ہماری قوم کے لئے مفید ہون ترجمہ کئے جائین گے۔ اور ترجمہ ہمیشہ مطلب خیز ہوگا جس سے پڑہنے والون کا جی نہ اوکتا ی۔ بلکہ انکو یہی محسوس ہوگا کہ اون مضامین کو اصلی زبان مین پڑہ رہے ہین۔

(ہشتم) اردو زبان مین جو علمی تاریخی اور لٹریری تصنیفات چھپکر تیار ہون اونپر ریویو کیا جاےگا اور اون کی اصلی حقیقت سے قوم کو مطلع کیا جائیگا۔ تاکہ ملک مین عمدہ تصنیفات کی خریداری اور مطالعہ کا شوق پیدا ہو۔

(نہم) ہر قسم کے عمدہ اور اعلیٰ مضامین جو ہمارے مقاصد کے دائرہ کے اندر ہون اور جو ملک کے اہل قلم اور انشاپرداز ہمکو عنایت کرینگے اس رسالہ مین شکریہ کے ساتھ چھاپے جائین گے۔

(دہم) مہذب ملکون کی ایجادون اور علمی تحقیقاتون اور دنیا کے اسلام کے دلچسپ حالات سے قوم کو مطلع کیا جائیگا۔

یہ ضرور نہین ہے کہ اس رسالہ کے ہر نمبر مین ہر قسم کے مضامین ہون جو ہم بیان کر چکے ہین مگر یہ ضروری ہے کہ اسی قسم کے مضامین آیندہ یکے بعد دیگرے درج کئے جائین گے۔

ہمکو اپنی قوم اور ملک کی خدمت کے لئے جو کچھ کرنا ہے وہ کرینگے مگر ہمکو امید ہے کہ ہمارے بزرگ مخدوم اور ہمارے مہربان دوست بھی وہی کرینگے جو اون کو کرنا چاہیے۔ بعض بزرگ اپنی عنایت اور بزرگانہ شفقت سے ہماری اس ناچیز پرچہ کی سرپرستی قبول کرین گے اور اوسکو مالی اور قلمی اعانت پہونچائین گے بعض دوست اس پرچہ کے خریدارون کی تعداد بڑہائین گے۔ اور اسطرح ہمکو ممنون عنایت کرین گے۔ بعض عنایت فرما اوس مین عمدہ مضامین لکھنے اور قوم اور ملک کو فائدہ پہونچانے مین کوشش کرینگے۔ ہمکو یقین ہے کہ ہماری محنت سرسبز ہوگی۔ اور ہماری خدمت قوم کے حق مین مفید ہوگی اور ہمارے بہت سے بزرگ دوست ہمکو ہر قسم کی مدد پہونچائین گے۔ اور ہم اون کی عنایتون اور مہربانیون کا شکریہ دل وجان سے ادا کرین گے۔

(وحید الدین سلیم)

سر سید احمد خان بہادر رحمۃ اللہ علیہ اور اون کے کارنامے

اگر انسان بنظر غور کارخانہ عالم کو دیکھے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدای تعالیٰ و تقدس مالک کارخانہ قدرت نے کیسی کیسی عجیب وغریب اور نصیحت آمیز پردے اپنے تتق غیب مین رکھے ہین۔ سر سید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کا پبلک کے روبرو آنا اور اپنے بیان وتحریرات سے ہندوستان مین ایک ہلچل سی ڈالنا اس تماشاگاہ دنیا مین کوئی کم عجیب بات نہ تھی۔ ایک ایسے شخص کا انگریزی تعلیم اور علوم مغربی کی حمایت کرنا جو انگریزی زبان سے ناواقف ہو اور جسنے صرف مشرقی مدرسہ مین تعلیم پائی ہو ضرور قابل غور اہل بصیرت کے واسطے ہے۔ سید مرحوم کی ہمت اور اولوالعزمی اور اپنے ارادون پر استقلال سے قایم رہنا اور یہہ جو کامیابی اونکو حاصل ہوئی اوس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ قادر مطلق ہر گروہ مین ایسے آدمی اب بھی پیدا کیا کرتا ہے کہ وہ اگر اب سے دو چار ہزار برس اول پیدا ہوتے تو اون کی پرستش کرنیوالے اسوقت تک موجود ہوتے۔ جو مخالفت اونکی اون کامون اور بیانون کی جن مین سے بہت سون مین بلاشبہ وہ غلطی پر تھے اوسوقت سے لیکر جب سے کہ اونہون نے اپنے آپ کو بطور لیڈر اور رہنما کے پیش کیا اونکے مرتے دم تک ہوئی اور پھر جو ناکامیابی اس ایک قسم کی مخالفت کرنے والون کو برابر اور علی الاتصال ہوتی رہی یا وہ تھک کر عاجز اور خاموش ہوتے گئے وہ ایک زندہ نمونہ اس بات کا ہمارے واسطے تھا کہ سلیقہ اور ارادہ اگر ملجائین یعنے کسی کام کے کرنے یا نکرنے کیواسطے یہ دونون صفتین جمع ہو جائین یا جمع کر لی جائین تو انسان بالضرور اون مقاصد مین بھی کامیاب ہو سکتا ہے جو حقیقت مین عمدہ اور صحیح نہ ہون۔ بلاشبہ سچائی کسی شی کی یا خوبی کسی کام کی اوس شے اور کام کے واسطے نہایت زبردست قوت سے مددگار ہو سکتی ہے۔ لیکن دنیا مین

صرف اڑ پکڑ لینا یعنے کسی خواہش کو پوری کرنے پر جم جانا اور اوسکے پیچھے لگے رہنا بھی ایک ایسی خاصیت ہے جو ہمیشہ نہین تو اکثر ضرور سچائی اور خوبی پر غالب آسکتی ہے۔ اور اگر غالب نہین آسکتی تو سچائی اور خوبی دونون کی دونون عاجزی سے "ضد" "اڑ" اور "استقلال" کا منھہ دیکھتی رہجاتی ہین۔ اس زمانہ مین بہت زندہ مثالین مرحوم و مغفور سید صاحب کی دوران زندگی مین ہم سب نے خوب دیکھین۔ اور یہہ خدائی تماشاگاہ یا تھیٹر کا نہایت ہی نصیحت آمیز سین تہا جو ختم ہو گیا۔

اب جو دوسرا پردہ اوٹھایا گیا ہے اور جو نیا تماشا دکھایا جا رہا ہے اگرچہ وہ اور بھی مشکل کا ہے مگر اپنی نیرنگی اور عجائبات مین پہلے سے کم نہین ہے یعنے وہ شخص جو اپنی زندگی مین بہت ہی سختی سے مطعون کیا جاتا تہا۔ جبکہ ہمکو چہوڑ کر چلا گیا ہے تو ہم اوسکو تلاش کر رہے ہین اور اوسکے واسطے رو رہے ہین۔ ہندوستان کے قصبات اور شہرون مین جسطرح مرحوم و مغفور سید کی پر درد وفات کے اوپر اظہار رنج و ملال کیا گیا ہے غالبًا اس صدی کے اندر تو کسی کیواسطے ہوا نہ ہوگا۔ اور نہ آیندہ ہونے کی توقع ہے کوئی اخبار یا رسالہ اوٹھالو، اور خوبی یہ ہے کہ چاہے موافق کا ہو یا مخالف کا اون مین سے کوئی بہی ایسا نہین ہے جو اس معزز بزرگ کی رحلت پر افسوس نکرتا ہو۔ بیشک یہ سچ ہے کہ مسلمانون کی عام ناقابلیتی اور اون مین قحط الرجال ہونے سے سید مرحوم کی دائمی جدائی کے غم کو مصیبت کے شکل مین نمودار کر دیا ہے لیکن اس مین بہی شبہہ نہین ہے کہ اگر ہم مین اونکی ٹہیک قائم مقامی کے قابل دوسرے بہی اور ہوتے تو بہی یہ چلا جانیوالا ایسا تہا جسکی جدائی کو اوس کی قوم بغیر واویلا کے قبول کر لیتی۔ ہم بہت سے ایسے حکیمون، فلاسفرون اور پیشوایان مذہب کی تاریخی حالات سے واقف ہین جن کی بے قدری اونکی زندگی مین رہی اور اونکی عزت اونکے مرجانے کے بعد ہوئی۔ مگر ہمنے سید احمد خان رحمت اللہ علیہ کو اپنی آنکھون سے دیکھا کہ اون کی قوم نے جسقدر زندگی مین اونکو برا کہا تہا اوس سے بہت زیادہ اب اونہین کیواسطے سوگ کر رہے ہین۔ اگر ہم مذہبی نگاہ سے دیکھین تو ہم سب اپنے آپ کو گنہگار پائینگے اور بیشک سید مرحوم بہی اس سے مستثنی نہین ہو سکتے

لیکن جس مالک کے ہم بندے ہین اور جسکی توحید ذات و صفات کے ہم دل سے اقرار کرنیوالے ہین اور جو اپنے عام بندون کے ساتہہ نہایت مرحمت اور شفقت سے معاملہ کرتا ہے اوسکی ذات پاک سے قطعی امید ہے کہ اوسنے اپنے ایک ایسے بندہ کو جسکو کروڑون مسلمان اپنا محسن تصور کرتے ہین اور جسکی مغفرت کے خواہان ہین عفو اور معافی کا فرمان عطا فرمایا ہوگا

سید مرحوم نے دنیا کے روبرو اپنے آپ کو بطور ایک مدبر ملک بطور ایک رہنماے تعلیم اور بطور ایک مذہبی اور اخلاقی پیشوا کے پیش کیا۔ اور کوئی شبہہ نہین کہ ان تینون پیشون مین اونہون نے ایسے نمایان کام کئے جو کوئی انسان کر سکتا ہے لیکن ہمنے جو اونکی زندگی مین کہا وہی اب کہین گے کہ جو بہت بڑی خدمت سید صاحب نے اپنی قوم کی کی وہ بطور ایک مذہبی رہنما کے کی ہم اسوقت یہ کہنا نہین چاہتے کہ اونکے مسائل یا استخراج مسائل کی اصول کو کوئی مانے یا نہ ہم اس بات کی تنقید کرنا چاہتے ہین کہ اون کے عقائد ٹہیک تہے یا نہ تہے بلکہ ہم جس بنا پر اونکے مذہبی خدمت کو سب سے زیادہ مفید کام تصور کر سکتے ہین یہ ہے کہ تعلیم اور انگریزی تعلیم ایک ایسی شے ہے کہ جس کو ایک نہ ایک دن مسلمانون کو مجبورًا قبول کرنا پڑتا۔ اور اس مشن کے واسطے سید مرحوم کے دماغ کی بہت ضرورت نہ تہی لیکن مذہبی خیالات مین، اس اعتقاد کی وجہ سے کہ اوس مین گفتگو کرنے کی گنجایش ہی نہین اور ہمکو صرف تقلیدی مذہب اختیار کرنا چاہئیے اور اوسکی طوعًا یا کرہًا اطاعت کرنی چاہئیے۔ ایک ایسی جمودت پیدا ہو گئی تہی جسکے سبب سے مسلمان پست ہمت ہو گئے تہے اور اونکی پست ہمتی کی وجہ سے مذہب اسلام پر مخالف گروہ طعنہ زنی کرنے لگا تہا اور یہہ کہا جاتا تہا کہ مذہب محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) معوذ باللہ فی نفسہ ایسا ہی مذہب ہے جس مین فلسفہ کی دخل کی گنجایش نہین ہے۔ پس جس شخص نے ایسے سکون کو توڑا اوسنے حقیقت مین بہت بڑا کام کیا۔ اسکے سوا ہمارے علماے مذہب جس طرح ملک پر حکومت کر رہے تہے وہ ایسا طریقہ تہا کہ اوس سے مسلمانون کی وہ فیلنگ دبتی جاتی تہی جس سے کوئی قوم ایک آزاد قوم بن سکتی ہے اور اہل اسلام محض تقلیدی خیالات کے،

نہ حقیقت مین مذہب اسلام کے تابع اور پابند ہوگئے تھے اور یہ ایک ایسی مدقوقانہ حالت مسلمانونکی تھی اجس ست بخار تو بہت محسوس نہ ہوتا ہو مگر آدمی گھلتا چلا جاتا ہو۔پس کوئی شبہہ نہین ہے کہ سید مرحوم نے جو قدم اس میدان مین بڑہایا وہ نہایت مصیب تہا اور گر سید مرحوم نے بعض مسائل یا بالفرض کل مسائل کے اجتہاد مین غلطی کی ہو مگر اس سبب سے نہ صرف عام اہل اسلام بلکہ خود علماء کرام بھی اکاہلی کی زندگی چھوڑنے او تحقیق کے میدان مین قدم رکہنے پر مائل اور مجبور ہوگئے اور اس سے ہندوستان کے مسلمان تقلید کی اوس پہانسی ست جو اونکے دم کو نکالے دینے کے قریب تھی نجات پاگئے۔

انگریزی تعلیم کی طرف رغبت دلانا یا انگریزی گورمنٹ کی خوبیون کو تسلیم کرانا ایسے مسایل ہین کہ اوس مین کسی پیشوا کی بہت ضرورت نہین ہے پیٹ اور آرام خود بخود ان مسایل کو تسلیم کرا کر مانین گے۔لیکن تقلید کی قید ابدی سے چھڑانا اور اوس مین کوشش کرنا ایک بہت بڑی بات ہے اور جو اس مین کامیاب ہو جاے وہ تمام تر مدایح اور تعریفون کا مستحق ہے اور علی الخصوص جبکہ تقلیدی آزار مذہب کی صورت مین نمودار ہو جاے تو اوس سے خود نکلنا یا دوسرون کا نجات دینا حد سے زائد سخت کام ہے اور بہت بڑا ریفارم ہے جو سر سید مرحوم نے کیا، گو کہ لوگ ڈر کے مارے زبان سے نہ نکالتے ہون لیکن کوئی شبہہ نہین ہے کہ صرف دوزخ، جنت کی قیصون و غظون کو سجدون مین سنتے سنتے لوگ تنگ ہوگئے تھے اور گو یہ تنگی کسی پر ظاہر نہ ہوتی ہو لیکن اس مین شک نہین کہ اونہین چند اعمال کی تکمیل ہی جن کی کرنے یا نہ کرنے پر جنت کا ملنا اور دوزخ سے بچنا، جناب مولوی صاحب نے ارشاد کیا تھا، دن رات لگے رہتے تھے اور اسطرح عملاً دنیا کے اور کاروبار سے معطل محض ہو گئی تھے لیکن سید مرحوم نے اس بھنور سے کشتی کو نکالنے کی کوشش کی اور کوئی انکار نہین کر سکتا کہ جو عالی خیالی، وسیع النظری، اب مسلمانون کو اور علماے اہل اسلام کو حاصل ہے وہ اب سے تیس برس اول ہرگز نہ تھی اور یہ بات مرحوم و مغفور سر سید احمد خان رحمت اللہ علیہ کی اوس ریفارم کی وجہ سے حاصل ہوئی جو اونہون نے مسایل مذہبی کی تنقید اور تحقیق پیش شروع کیا

(اسمعیل)

بلنسیہ

بلنسیہ جس کو آجکل یورپ کے نقشون مین والنشیا VALENCIA لکھتے ہین، اسپین کا مشہور شہر ہے جو اوسکے مشرق مین سمندر سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے وادی الکبیر جو اسپین کا مشہور دریا ہے اور جس پر پانچ پل بندے ہین۔اس کی شمال مین لہرین مارتا ہوا سمندر مین جا ملتا ہے۔دریا کا منظر نہایت عجیب ہے۔اوس کے دونون کنارون پر سبز درخت جھوم رہے ہین۔ دریا کا نیلگون پانی اون کے درمیان سے گذرتا ہے۔ بلنسیہ اسپین کے دارالحکومت شہر مدرڈ سے جس کو مسلمانون کے عہد حکومت مین مجریط کہتے تھے ۱۹۰ میل کے فاصلہ پر جنوب مشرق مین آباد ہے۔شہر کے گرد ایک فصیل ہے جو ۳۰ فٹ بلند اور ۱۰ فٹ چوڑی ہے اور اوس مین آٹھ دروازے ہین جن سے شہر مین داخل ہوتے ہین۔شہر کے باہر کی عمارتین خوشنما اور منظر دلکشا ہے۔ مگر اندر کے مکانات اونچے اور تاریک ہین۔بازار تنگ اور گھن مین دو۔تنگ سڑکین پیچ وخم کے ساتھ چلی جاتی ہین آجکل اس شہر مین شیشے لوہے اور ریشم اور کتان کی صنعت جاری ہے۔اور ریشم۔شراب۔انگور اور زعفران کی تجارت ہوتی ہے۔نارنگیان تو اس کثرت سے ہوتی ہین کہ ایک فصل مین اونکے ۱۶۳ جہاز دوسرے ملکون کو روانہ ہوتے ہین ہر سال تین ہزار جہاز اس بندرگاہ مین آتے ہین۔سلہ

بلنسیہ نہایت قدیم شہر ہے۔جس کو ادیستانہ قوم نے آباد کیا تہا۔ اگرچہ پومپیئی نے اوس کو ویران کر دیا تھا مگر کچھ عرصہ کے بعد از سر نو آباد ہوا مسلمانون نے ۷۱۳ء مین جب اوس کو فتح کیا تو اوسپر قوم گاتھ حکمران تھی۔

سلہ چیمبرس جیوگرافکل ڈکشنری

۹۴۲ھ میں عیسائیون نے اس شہر پر حملہ کیا اور وہ مسلمانون کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ملثمین کی فوج نے دوبارہ اوس کو پامال کیا مگر ۶۳۳ھ میں اسپین کے عیسائی حکمران اوسپر ہمیشہ کے لئے قابض ہو گئے[۱]

مسلمانون کے عہد حکومت مین بلنسیہ ایک صوبہ تھا اور اوس کا دار الحکومت شہر بلنسیہ نہایت آباد پر رونق شاندار اور فضل و کمال کا مرکز تھا۔ تاریخ جغرافیہ اور ادب اور رجال کی کتابون کے ہزارون صفحے اولٹ جاو ہر جگہہ بلنسیہ کے باغون سیرگاہون اور عمارتون اور وہان کے علما اور شعرا کے تذکرے پاؤ گے۔

آجکل کیطرح اوس زمانہ مین بھی شہر کا بیرونی حصہ نہایت پر فضا اور آباد تھا اور سمندر کی سطح پر آفتاب کے چمکنے سے یہ حصہ نہایت منور تھا۔ مگر اوس کا اندرونی حصہ صفائی کے نہ ہونے سے تنگ و تاریک تھا۔ اور اوس مین پسّوون اور مچھرون کی کثرت تھی۔ اور ہر طرف کوڑیون کے ڈھیر نظر آتے تھے چنانچہ غرناطہ کا ایک مشہور شاعر ابو جعفر بن مسعدہ کہتا ہے۔

ہی الفردوس فی الدنیا جمالا بسکانہا لکن بہا البعوض

یعنے بلنسیہ اپنے جمال اور لطافت کے لحاظ سے رہنے والون کے لیے دنیا مین بہشت ہے مگر اوس مین مچھرون کی مصیبت ہے۔ ایک اور شاعر کہتا ہے۔

رقص البراغیث فیہا علی غناء البعوض

یعنے بلنسیہ مین مچھر گیت گاتے ہین اور پسو ناچتے ہین[۲]

اندلس کا ایک اور شاعر ابن سمیر کہتا ہے۔

بلنسیۃ بلدۃ جنۃ وفیہا عیوب متی تختبر
فمن رحبہا زہر کلہ وداخلہا برک من قذر

یعنے بلنسیہ بہشت ہے اور اگر جا کر دیکھو تو اس مین کچھ عیب بھی ہین۔ باہر کا حصہ تو پھولون سے چھایا ہوا ہے مگر اندر کثافت کے حوض ہین[۳]

اوس زمانہ مین بلنسیہ کے باہر باغات کی کثرت تھی۔ ہر طرف سبزہ زار لہلہاتے اور چشمے لہراتے تھے۔ اس حصہ مین رصافہ اور منیۃ المنصور دو نہایت مشہور سیرگاہ تھے اون کے درمیان سے نہرین گذرتی تھین۔ اور نہرون پر پل تھے۔ جہان تک نظر کام کرتی تھی زعفران کے سنہری کھیت۔ یا نارنگیون کے ہرے بھرے درخت نظر آتے تھے۔ ایک مورخ نے لکھا ہے کہ بلنسیہ رصافہ اور پل کے اعتبار سے رونق اور لطافت مین بغداد کے ساتھ ہمسری کرتا تھا۔ اور سبزہ زارون اور باغون اور چشمونکی کثرت سے مطیب الاندلس یعنے اسپین کا سیرگاہ کہلاتا تھا[۱]

اسپین کے شاعرون نے بلنسیہ کے شاندار منظر کی تصویر اپنے اشعار مین کھینچی ہے۔ مگر جن کو عربی زبان کی شاعری کا مذاق نہین ہے وہ اشعار کی اصلی آب و تاب اور لطافت سے محروم رہین گے اسلیے ہم اونکے مضمون پر اکتفا کرتے ہین۔

بلنسیہ کا شاعر ابن زقاق کہتا ہے "انصاف کی بات تو یہ ہے کہ بلنسیہ اپنی خوبیون کے لحاظ سے تمام شہرون پر سبقت لے گیا ہے۔ میرے اس دعوے کی دلیل خود بلنسیہ ہے جس کا جمال آنکھون کے سامنے جلوہ گر ہے۔ اوس کو خدا نے حسن کا خلعت پہنایا ہے۔ اور اوسپر دریا اور سمندر نقش و نگار ہین۔"

بلنسیہ کا تاجدار مروان کہتا ہے "بلنسیہ ایک نوجوان معشوق ہے اور سندس سبز کا لباس اوسکے زیب بدن ہے اگر تم اوس کے پاس جاؤ تو وہ اپنے تئین پھولون اور شگوفون مین چھپا لیتا ہے۔"

بلنسیہ مین کبھی کبھی قحط ہو جاتا تھا اور سرحد کے عیسائی آئے دن اوسپر حملے کرتے تھے۔

ابو الحسن بن حریق اس بات کا اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے "بلنسیہ ہر قسم کے حسن کا مرکز ہے اور یہ بات مشرق و مغرب مین مسلم ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اوس مین قحط کی آفت برپا ہوتی ہے اور تلوارون اور برچھیون کا مینھہ برستا ہے تو اوس سے کہدو کہ بلنسیہ بہشت تو ہے مگر قحط اور جنگ کی دو مصیبتون کی اوٹ مین ہے۔"

[۱] دائرۃ المعارف [۲] نفح الطیب جلد اول صفحہ ۱۱۰

[۳] معجم البلدان (بلنسیہ)

[۱] نفح الطیب جلد اول صفحات ۱۰۷ و ۱۱۰۰ و ۱۱۱ و جلد دوم صفحہ ۹ ۱۴

ابن زقاق اپنے وطن کی تعریف اسطرح کرتا ہے "بلنسیہ بہشت برین ہے۔ اوس مین انگور کی بیلین جُھک پڑی ہین۔ اور رحیق اور سلسبیل کے چشمے جاری ہین اور آب حیات کا چشمہ تو رات دن بہتا ہے"

بلنسیہ کا شاعر علی بن احمد رصافہ کے جلسون کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے "اوٹھو اور جام کو گردش مین لاؤ۔ تمام باغ شگوفون کا ریشمی لباس پہنے ہوے ہین جن کو موسم بہار کے بادلون نے تیار کیا ہے۔ مجلس محبوب کے چہرے سے جو چودھوین رات کے چاند کے مانند ہے آسمان کیطرح چمک اوٹھی ہے۔ آفتاب نے اپنا پیراہن زعفرانی کر لیا۔ اور زمین کا سبز لباس شبنم سے تر ہو گیا۔ نہر کہکشان کے مانند ہے جسکے گرد یاران ہم مشرب چمکتے ستارون کے مانند ہین"[1]

آجکل کی طرح اوس زمانہ مین بھی ریشم کے کیڑے یہان پرورش کئے جاتے تھے۔ اور اون کو سوداگر یہان سے دور دور تک لے جاتے تھے۔ ایک خاص قسم کا کپڑا بھی یہان تیار ہوتا تھا جو نسیج بلنسی کے نام سے مشہور تھا اور شمالی افریقہ مین بہت فروخت ہوتا تھا[2]

بلنسیہ تاریخ مین علم وفضل کے اعتبار سے بہت نامور رہے اور اوس مین بیشمار شعرا اور علما ہو گذرے ہین۔ یہان کے مسلمان عام طور پر مذہب کے سچے اعتقاد کے پکے۔ دوستی کے پورے فیاض۔ مہمان نواز اور علم دوست تھے اس موقع پر ہم ایک مجمل فہرست ان علما اور شاعرون کی درج کرتے ہین جو بلنسیہ کی مردم خیز زمین سے پیدا ہوے[3]

نام	ولادت و وفات	کیفیت
سعد الخیر	المتوفی ۵۴۱ھ	حدیث کی تلاش مین چین تک سفر کیا بغداد مین امام ابو حامد غزالی سے فقہ حاصل کی۔ ادب ابو زکریا تبریزی سے سیکھا۔ ابن عساکر۔ ابن سمعانی۔ ابو موسیٰ المدینی علامہ ابو الفرج بن جوزی جو فن حدیث کے امام ہین اونہین کے شاگرد تھے۔ بغداد مین امام احمد بن حنبل کے پہلو مین دفن کئے گئے۔
ابو المطرف بن عمیرہ	(۵۸۰ھ ۔ ۶۵۸ھ)	مشہور محدث ہین۔ ادب اور انشا مین خاص ملکہ تھا۔ سلاطین بنو حفص اور موحدین کو اندلس کی تباہی پر امداد کی طلب کے لئے جو فصیح و بلیغ عریضے مسلمانون نے بھیجے وہ اونہین کے قلم سے نکلے تھے۔ مختلف مقامات مین قاضی رہے۔ علامہ ابن جوزی کے طریقہ پر وعظ کہتے تھے۔ اون کی تصنیفات یہ ہین۔ تاریخ جزیرہ میورقہ (مجورکا) اختصار تاریخ ابن صاحب الصلوٰۃ وغیرہ۔
ابو احمد جعفر الخزاعی	المتوفی ۶۲۴ھ	مشہور محدث اور فقیہ ہین۔
ابو عبد اللہ بن یعیش	۔	محدث
ابو العباس بن امیہ		شاعر
ابن محرز	(۵۶۹ھ ۔ ۶۵۵ھ)	حدیث اور فقہ کے بہت بڑے عالم اور ادیب اور شاعر تھے۔
ابن جحاف	۔	شاعر
ثابت الخثعمی	المتوفی ۵۴۵ھ	شاعر فقیہ۔
ابو جعفر بن عبد الولی	۔	شاعر

[1] یہ اشعار معجم البلدان اور نفح الطیب کے مختلف مقامات سے لئے گئے ہین [2] نفح الطیب جلد اول صفحہ ۹۰ وجلد دوم صفحہ ۹۴ [3] یہ فہرست نفح الطیب کے مختلف مقامات سے ماخوذ ہے

نام	ولادت ووفات	کیفیت
ابوالحکم	•	شاعر
ابن عمّاز	•	شاعر۔ فقیہ۔ تونس مین عہدۂ قضا پر ممتاز تھے۔
ابن معلس	المتوفی ۵۴۲ھ	شاعر۔ لغوی۔ ادیب۔ مصر مین جا رہے تھے۔
ابن ہاجر	(۵۲۰ھ-۵۹۸ھ)	قاری۔ محدث۔ ۵۷۱ھ سے ۵۹۶ھ تک حدیث کی تلاش مین مشرق کا سفر کرتے رہے۔ تجارت کرتے تھے۔
ابن جبیر	(۵۴۰ھ-۶۱۴ھ)	تین دفعہ حدیث کی تلاش مین مشرق کا سفر کیا۔ محدث۔ شاعر۔ ادیب۔ انکا مفصل حال اس پرچہ مین اور آیندہ پرچون مین ملیگا۔
ابن عبدون	•	شاعر
علی بن احمد	•	شاعر
ابن ہذیل	(۵۱۷ھ-۵۸۳ھ)	لغت اور حدیث کے نامور عالم تھے۔ ایک مدت تک مشرق کا سفر کرتے رہے
ابن سعد الخیر	•	مشہور بدیہ گو شاعر۔
رصافی	•	نہایت لطیف گو شاعر۔

بلنسیہ جو مسلمانون کے عہد حکومت مین بطور ایک صوبہ کے تھا اوس مین بہت سے قصبے اور قریے آباد تھے۔ جن مین سب سے مشہور قصبہ شاطبہ ہے جو خصوصیت کے ساتھ قرأت اور حدیث کا درس گاہ تھا۔ اور منظر کی لطافت اور خوبی کے لحاظ سے بھی بے نظیر تھا۔ یہان کا کاغذ تمام اندلس مین مشہور تھا اور دور دور تک جاتا تھا۔ ۶۴۵ھ مین مسلمانون کے ہاتھ سے نکل گیا۔[۱]

ذیل مین ایک مختصر فہرست اون مشہور علما اور ادبا کی دیجاتی ہے جو اس قصبہ مین پیدا ہوئے۔[۲]

نام	ولادت ووفات	کیفیت
رضی الدین	(۶۰۱ھ-۶۸۴ھ)	فن لغت کے مشہور اور مسلّم استاد تھے۔ ابوحیان جو فن لغت اور نحو مین امام مانے گئے ہین اونہین کے شاگرد تھے۔
ابن عات	ولادت ۵۴۲ھ	صحاح جوہری کی شرح کئی جلدون مین لکھی۔ علم کی تلاش مین مشرق کا سفر کیا حدیث کے نہایت مشہور عالم تھے۔ ۶۰۹ھ مین جنگ عقاب مین شریک ہوئے۔ اور میدان سے غائب ہو گئے۔
ابن خیّاز	المتوفی ۶۱۵ھ	محدث
ابوالحسن بن عبدالولی	•	محدث
ابن لبّت	المتوفی ۶۴۰ھ	محدث القاہرہ مین حدیث کا درس دیتے تھے۔
ابن سراقہ	(۵۹۲ھ-۶۶۲ھ)	شاطبہ کے علما اور مشائخ صوفیہ مین سے ہین حدیث کی تلاش مین مشرق کا سفر کیا۔

[۱] نفح الطیب جلد اول صفحہ ۱۰۳ جلد دوم صفحہ ۷۶۷ [۲] نفح الطیب کے مختلف مقامات سے ماخوذ ہے۔

نام	ولادت و وفات	کیفیت
ابن یعقوب الخزرجی	.	قاضی بجایہ - قضاۃ اور علما کے خاندان سے ہین - اصول فقہ اور عربیت مین کامل تھے -
ابن ثعلبہ	المتوفی سنہ ۵۶۲ھ	محدث - حدیث کے لیے مشرق کا سفر کیا -
امام شاطبی	(۵۳۸ھ - ۵۹۰ھ)	محدث - فقیہ - نحوی اور فن قرارت کے امام ہین - حرز الامانی اور عقیلہ اونکے دو منظوم رسالے فن قراءت مین ہین جو نہایت مقبول ہوے ہین - اور آجتک قاری اونکو حفظ کرتے ہین - سنہ ۵۷۲ھ مین مصر کا سفر کیا - قاضی فاضل کے مدرسہ فاضلیہ مین درس دیا - جو القاہرہ مین ہے اور وہین مدفون ہوے -
ابن حبان	.	شاعر نحوی - دمشق کے مدرسہ اقبالیہ مین درس دیتے تھے - سلطان صلاح الدین کی مدح مین قصائد لکھے -
ابن ابی الربیع	(۵۵۵ھ - ۶۲۷ھ)	قاری محدث اور صاحب تصنیف تھے -
ابن سعادہ	(۴۹۶ھ - ۵۶۵ھ)	قاضی شاطبہ - حدیث تفسیر فقہ - لغت - ادب اور علم کلام کے عالم تھے سنہ ۵۲۰ھ مین مشرق کے سفر کو نکلے -

متعقد بلنسیہ کے مضافات مین ایک قریہ تھا - طارق بن یعیش المتوفی سنہ ۵۴۹ھ یہین کا نامور فقیہ اور شاعر تھا -

بطرنہ بھی ایک قریہ تھا جہان عیسائیون اور مسلمانون مین مشہور معرکہ جنگ برپا ہوا - ابن خزاز اسی قریہ کا مشہور شاعر اور المریہ کے فرمانروا ابن صمادح کا مداح تھا -

اسی نواح مین ایک اور قریہ تھا جو قسیطلہ کے نام سے موسوم تھا اس قریہ مین کثرت سے علما اور شعرا پیدا ہوے -

اندہ بھی اسکے پہاڑون مین لوہے کی کانین ہین بلنسیہ کے مضافات مین شامل تھا - ابو جعفر احمد بن حسن القضاعی المتوفی سنہ ۵۹۵ھ جو اندلس کے مشہور سیاح ابن جبیر کے ساتھ ہمسفر رہے تھے اسی قصبہ کے محدث تھے اور اون کو حدیث کے سوا ادب اور فن طب مین بھی کمال حاصل تھا - غرناطہ کے گورنر عثمان بن عبد المومن نے اونکو اپنا سکرٹری بنا لیا تھا -

جزیرہ شقر جو سنہ ۶۳۹ھ مین مسلمانون کے ہاتھ سے نکل گیا بلنسیہ کے ساتھ حلقۂ انتظام مین شامل تھا - ابن عاصف (المتوفی سنہ ۶۳۹ھ) اسی جزیرہ کے عالم تھے جنہون نے حدیث کیلیے مشرق کا سفر کیا - اور القاہرہ مین وفات پائی -

(وحید الدین سلیم)

طاعون

لایف کی انشور کرنے والی یعنے زندگی کا بیمہ کرنے والی کمپنیون کو ایک خاص تجربہ اس بات کا ہو جاتا ہے کہ کس قسم کی عادات و خصایل یا حالات و موسم اور طرز زندگی وغیرہ سے انسانی عمر بڑہ یا گھٹ سکتی ہے اور کن کن چیزون کا اثر حیات پر ہوا کرتا ہے - لہذا جو نتایج وہ ان امور پر قرار دیتے ہین وہ ضرور اس لایق ہوتے ہین کہ اونپر ایک حد تک بھروسا کیا جاے چنانچہ اس لحاظ سے ہم اون بعض باتون کو اپنے رسالہ کے ناظرین کی توجہ کے واسطے لکھتے ہین جو بمبئی کی اورینٹل لایف انشورنس کمپنی کی سالانہ رپورٹ مین ہماری نظر سے گزری ہین - اوسکے ڈائرکٹر اور پریزیڈنٹ جلسہ آنریبل مسٹر نفضل بہائی وسرام نے اپنی اوس اسپیچ مین جس مین پچھلے سال کی کارروائی پر ریویو کیا ہے یہی کہا ...... ہیجرون کو طاعون سے جو تجربہ ہوا ہے اوس سے کچھ پریشانی نہین ہونی چاہیئے اس سے کہ اس بلا سے اتنی اموات نہین

ہوئی ہین جن کا خوف تہا۔ اسکی وجہ بلاشک یہ ہے کہ یہ وبا خاصکر کے دگر قطعی طور پر نہین) غریبون اور اون لوگون مین زیادہ تہی جو اپنی زندگی کا بیمہ نہین کراتے (یعنے بوجہ غریبی اور تنگدستی بیمہ کرانے کی طرف متوجہ نہین ہوسکتے)...... اسی جلسہ مین مسٹر میکلاکلن اسلیسٹر منیجر کارخانہ نے اپنی اسپیچ مین یہ بیان کیا........ گو اب وبا کم ہے مگر یہ سخت آفت تہی۔ لیکن ہم لوگون مین وہ شخص نہین ہین جو خاص اس بلا کے پنجہ مین تہے۔ چند ہفتون سے وبا کم ہورہی ہے اور اگر حکام حفظ صحت کی طرف توجہ فرمائین تو ملک کا یہ حصہ بہت جلد ان تکالیف اور مصیبتون سے چھوٹ جائے گا۔ جو دو برس سے برابر لوگون پر تہین جب مین نے کلکتہ مین اخیر مہینے کی ۲۸ کو پالیسی ہولڈرز کی خدمت مین لکچر دیا تہا تو کہا کہ گورنمنٹ کو چہوڑ کر مین بحیثیت اورینٹل لائف آفس کے سکرٹری ہونیکے صحت کیطرف اس وجہ سے زیادہ متوجہ ہون کہ ساڑہے چہ کروڑ روپیہ صرف بمبئی کی حفظ صحت پر مبنی ہی اور تمام ہندوستان کی صحت سے میرا ایسا تعلق ہے جو اور کو نہین ہوسکتا۔ بمبئی کی حفظ صحت کا انتظام چند ایسے یورپین اور ہندوستانی کارپوریشن کے ممبرون کے ہاتھ مین دیدیا جائے جو قابلیت اور ذہانت کی وجہ سے منتخب کئے گئے ہون اور جن کو ہر طرح سے آزادی اور مدد ملسکتی ہو تو اس سے بہتر طریقہ قابل اطمینان کام کرنیکا اور کوئی نہین ہے۔ مجھکو بمبئی کی حفظ صحت سے حال ہی مین تعلق نہین ہوا ہے بلکہ ۳۲ برس سے میرے پیش نظر ہے اور زندگی کے بیمہ کا جزو لازم ہے۔ وبا سے چند ماہ قبل اس پریزیڈنسی کے ایک نہایت اعلی افسر سے اور مجھسے گفتگو ہوئی اور مین نے پیشین گوئی کی تہی کہ اوس حالت کے اعتبار سے جو موجود ہے ایک نہ ایک دن وبا ضرور پہیلیگی۔

ہم کو یقین کرلینا چاہئے کہ ہماری موجودہ مصیبت اون لوگون کے واسطے ایک اچہی تنبیہ ہے جو صرف بمبئی ہی کے حفظ صحت کے ذمہ دار نہین ہین بلکہ دیگر مشرقی شہرون سے تعلق رکہتے ہین۔ جو اصلاح مین نے ایک بڑے مشرقی شہر کے انتظام کے واسطے تجویز کی ہے اور یورپین حفظ صحت کی بموجب ہے اگر اوس پر عملدرآمد ہوا تو مجکو یقین ہے کہ یورپین اور ہندوستانی زندگیان بہت جلد انگریزی سطح پر بیمہ ہونے لگین گی.......

ان کیٹشنون سے ہمنے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ زندگی کے بیمہ کرنیوالے تجربہ کارون کے نزدیک یہ امر تسلیم کیا گیا ہے کہ طاعون کا مرض اونچے درجہ والون مین نسبت نیچے کے درجہ والون کے یعنے آسودہ اشخاص مین نسبت محتاج لوگون کے کم ہوتا ہے اور نیز صفائی شہر و مکانات کی اوسکے راسے مین باعث انسداد وبا کے ہے۔ اسکے بعد اس کارخانہ سے ایک شمار اون اشخاص کے بیان کی ہے جنکا اس سال مین بیمہ کیا گیا یا جن کو زر بیمہ ادا کیا گیا اوس فہرست سے ذیل کے اعداد ہم لکھتے ہین۔

١٨٩٧ء مین ۳۵۹۰ بیمہ کرانیوالے اشخاص تہے جن مین سے ۴۸ نے وفات پائی اور اون کا زر بیمہ ادا کیا گیا۔ منجملہ ان ۴۸ کی صرف ۱۲ اشخاص طاعون سے مرے۔ اب اونکی تفصیل اسطرح پر ہے۔

یورپین اور یوریشین ۳۰۴ تہے جن مین سے کوئی بہی وبا سے نہین مرا۔ اور ہندو ۲۶۹ تہے ان مین سے ۷ وبا سے مرے یعنے بحساب کسور اعشاریہ فیصدی ۲.۶ اور مسلمان ۲۰ تہے ان مین سے وبا سے مرا صرف ایک یعنے پانچ فیصدی پارسی تہے ۲۳۲ اون مین سے مرے وبا سے ۴ یعنے پچیس فیصدی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب سے زائد پارسی مرے ہین اور سب سے کم یورپین اور یوریشین یعنی اونمین سے کوئی بہی نہین مرا۔

یہان پر غور کرنا ضرور ہے کہ بحساب فیصدی تعداد اموات کی سب قومون مین مساوی کیون نہین ہے۔ انگریزونکے طرق معاشرت جیسی صفائی سے ہے وہ اس لایق نہین کہ یہان پر اوس کو دہرایا جائے۔ اور کوئی شبہہ نہین ہے کہ اسی وجہ سے اون مین طاعون کا اثر بہت ہی کم ہوا ہوگا۔ بلکہ مذکورہ بالا تعداد کی بنا پر کہنا چاہئے کہ مطلق نہین ہوا۔ اوس کے بعد اہل ہنود کا نمبر ہے یعنے اونکین سے بہی صرف ڈہائی فیصدی کے قریب اموات

واقع ہوئیں یعنے ۶، ۱۲ اسکے بابت مین اوس گفتگو کا خلاصہ بیان کرون گا جو مجھسے اور پروفیسر منکن سے اب سے چار پانچ مہینے اول ہوئی تھی اونہون نے کہا تھا وہ کہ تم جانتے ہو کہ نسبت اون اموات کے جو انگلینڈ مین اُن زمانہ مین ہوئین جبکہ پچھلی صدی مین وہان پر وبا نمودار ہوئی تھی۔ بمبئی مین موتین کم کیون واقع ہوئین" جسکی تشریح خود صاحب موصوف نے یہ کی کہ اس کا سبب یہ ہے کہ بمبئی کے اہل ہنود اپنے مذہبی فرائض کے ادا کرنے کی غرض سے نہا یا زیادہ کرتے ہین اور یہ باعث اون کے جسم کی صفائی کا ہوا کرتا ہے۔ بہ نسبت انگلینڈ کے غریب لوگون کے۔ علی الخصوص اب سے دو ایک صدی اول تو وہ لوگ یعنے انگلینڈ کے غربا ہفتون نہین نہاتے تھے۔ اسی گفتگو مین پروفیسر ہنکن نے مجھسے فرمایا تھا کہ لوگ پارسیون کی زیادتی اموات سے تعجب کرتے ہین۔ کیونکہ لوگون کا خیال تھا کہ پارسی بہ نسبت بمبئی کے دیگر باشندون کے بظاہر زیادہ صاف رہتے ہین۔ لیکن اصل حال یہ ہے کہ پارسیون کے گھر اندر سے بہت ستھرے نہین ہوتے اور خاص وجہ وبا سے مرنے کی اون کے اون کے واسطے یہ ہے کہ اون مین دستور ہے کہ ایک گھر کے سب لوگ ایک کمرہ مین سویا کرتے ہین۔ اور اسوجہ سے اون کے مکانون کی ہوا ہمیشہ خراب ہوتی ہے اور اوس مین تنفس کے سبب سے اون کے خون صاف نہین ہوتے۔

(اسمعیل)

ابن جبیر
اور
اوس کا سفرنامہ

مذہب اسلام سیر و سیاحت کی تاکید کرتا ہے قرآن و حدیث مین بار بار دنیا کے ملکون مین سفر کرنے اور عجائبات قدرت کے مشاہدہ کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے۔ جناب امیر علیہ السلام کے وہ اشعار اکثر لوگون کو یاد ہونگے جن مین اُنہون نے فرمایا ہے کہ "اگر ناموری اور بزرگی تلاش کرنی ہے تو وطن سے پردیس مین نکل جاؤ اور سفر کرو کیونکہ سفر کرنے مین پانچ فائدے ہین۔ رنج و ملال کافور ہوتا ہے۔ روزی حاصل ہوتی ہے۔ علم کو ترقی ہوتی ہے۔ اخلاق سدہرتے ہین۔ بزرگون کی صحبت نصیب ہوتی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ سفر مین ذلت اور تکلیف ہے، جنگلون کا طے کرنا اور مصیبتون کا جھیلنا ہے، تو اوس سے کہدو کہ جوان آدمی کے لئے حاسدون اور بدگویون کے مجمع مین ذلت کے ساتھ قیام کرنے سے مرجانا بہتر ہے۔[1]"

مسلمانون کو قدیم سے سیر و سیاحت کا چسکا تھا اور اون کے سفر کے اغراض بھی مختلف تھے ایک گروہ تجارت کی غرض سے نکلا اور دور و دراز ملکون مین پھیل گیا۔ ایک گروہ نئے ملکون کو فتح کرنے اوٹھا اور مشرق سے مغرب تک کھوند ڈالا۔ ایک گروہ علما کا تھا جنہون نے حدیث کی تلاش مین اسپین سے عراق اور عراق سے اسپین تک سفر کیا۔ بہت سے ایسے تھے جو حج کے بہانہ سے گھر سے نکلے ہوئے اور حرمین کی زیارت سے فارغ ہوکر جدہر کو منہہ اوٹھا دور تک نکل گئے۔ ان سیاحون کی تعداد بتانی مشکل ہے۔ علامہ مقری نے اپنی تاریخ نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب مین بطور نمونہ کے (۲۷) شخصون کے حالات بیان کئے ہین۔ جنہون نے مشرق سے اندلس کا سفر کیا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس تعداد مین چار مسلمان عورتین بھی شریک ہین۔ اسکے سوا (۳۰۵) اشخاص وہ ہین جنہون نے اندلس سے مشرق کا سفر کیا۔ انمین علما، شعرا، ادبا، محدثین، فقہا، سپہ سالار اور ہر طبقہ کے مسلمان شامل ہین اس سے اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ کس جوش اور کثرت کے ساتھ ہر ملک کے مسلمان اطراف دنیا مین سفر کرتے تھے۔ اگرچہ مسلمان سیاحون کے حالات لکھنا ہمارے موضوع سے خارج ہے مگر ہم اس موقع پر اون بعض مشہور سیاحون کے نام گنواتے ہین جنہون نے سیر و سیاحت

[1] مجانی الادب جلد دوم صفحہ ۲۴۴

کے بعد ملکون کے جغرافیے یا سفرنامے قلمبند کئے اور ان جغرافیون یا سفرنامون کی نسبت بعض مفید اطلاعین درج کرتے ہین۔

یعقوبی جو ابن واضح کے نام سے مشہور ہے اور جو سنہ ۲۷۸ھ کے قریب ہوا ہے۔ اوس کی کتاب البلدان سنہ ۱۸۶۱ء مین لیڈن مین چھاپی گئی ہے۔ اس کتاب کا ایک حصہ جو افریقہ شمالی کے متعلق ہے سنہ ۱۸۶۰ء مین پروفیسر دی جویہ کے اہتمام سے لیڈن مین علیحدہ طبع ہوا ہے۔

ابن خرداذبہ جسنے سنہ ۳۰۰ھ مین وفات پائی۔ اوسکی کتاب المسالک الممالک سنہ ۱۸۸۹ء پروفیسر دی جویہ کے اہتمام سے لیڈن مین چھاپی گئی ہے۔ اس کتاب مین مقامات کے فاصلے بیان کئے ہوئے ہین۔

ہمدانی المتوفی سنہ ۳۳۴ھ کا جغرافیہ جزیرۃ العرب کے نام سے سنہ ۱۸۹۱ء لیڈن مین چھاپا گیا ہے پروفیسر ڈیورڈ ہانیرخ مولر نے جو جرمن کا مشہور عالم ہے اس کتاب کے مختلف نسخون کا مقابلہ کرکے نہایت صحت کے ساتھ مع حواشی و انڈکس کے دو جلدون مین چھپوایا ہے۔ اس جغرافیہ مین عرب کے قبائل۔ اونکے مقامات بود و باش۔ اور عرب کے مختلف حصون کی زمین۔ آب و ہوا۔ نباتات۔ معدنیات پر مفصل بحث کی ہے سب سے عجیب بات جو اس کتاب مین ہے وہ یہ ہے۔ کہ مصنف نے یمن کی اون کتابون اور نوشتون کا ذکر کیا ہے جو مسند یعنے یمانی حروف مین کھودی گئی ہین۔

ابو اسحاق اصطخری جغرافیہ کا مشہور عالم ہے جس نے سنہ ۳۴۰ ہجری مین ہندوستان سے بحر اوقیانوس تک سفر کیا۔ اور بلاد اسلامیہ کی مفصل حالات قلمبند کئے جغرافیہ مین اوس کی عمدہ تصنیف کتاب الاقالیم ہے جو اب تک نہین چھپی۔ مگر اوسکی دوسری کتاب مسالک الممالک سنہ ۱۸۷۰ء مین لیڈن مین چھپ چکی ہے۔

مسعودی المتوفی سنہ ۳۴۶ھ مشہور مورخ اور جغرافیہ نویس ہے۔ اس نے سنہ ۳۰۰ ہجری کے بعد عین عالم شباب مین سیر و سیاحت شروع کی اور ملک فارس۔ ہندوستان۔ تبت۔ جزیرہ سیلون۔ چین کا چین کے آس پاس کے ملکون اور عرب کے جنوبی اضلاع۔ ملک شام۔ سلطنت روم۔ اور سوڈان اور افریقہ کے بعض خطون مین سفر کیا۔ اور آخیر عمر مین وہ کبھی ملک شام مین قیام کرتا تھا کبھی ملک مصر مین۔ عباسی خلیفہ المطیع للہ کے عہد حکومت مین اوسنے جغرافیہ اور تاریخ پر کتابین لکھنی شروع کین۔ اس کی سب سے وسیع اور جامع کتاب اخبار الزمان ہے جو آجتک نہین چھپی۔ مگر اسکی کتاب مروج الذہب بولاق مین سنہ ۱۲۸۳ھ مین دو جلدون مین اور پیرس مین سنہ ۱۸۶۱ء اور سنہ ۱۸۷۷ء کے درمیان پروفیسر باربیہ دی مینار د اور پروفیسر پاوٹ دی کورتایل کے اہتمام سے مع فرانسیسی ترجمہ کے ۹ جلدون مین چھاپی گئی ہے۔ اہل یورپ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ کتاب نوین صدی عیسوی کے مشرقی تمدن اور تاریخ اور جغرافیہ کی معلومات کے لئے ایک جامع انسائیکلو پیڈیا ہے۔ اوس مین تینون برّ اعظم کی اور خاصکر افریقہ۔ ہندوستان اور وسط ایشیا کی تاریخ اور جغرافیہ پر نہایت مفصل بحث کی گئی ہے۔ اوسکی ایک اور تصنیف کتاب التنبیہ والاشراف کے نام سے سنہ ۱۸۹۴ء مین پروفیسر دی جویہ کے اہتمام سے چھاپی گئی ہے جو مشرقی جغرافیہ کے سلسلہ مین شامل ہے۔

ابن حوقل جو سنہ ۳۶۶ ہجری کے قریب تھا موصل کا سوداگر اور مشہور سیاح ہے جس نے سنہ ۳۳۱ ہجری سے سنہ ۳۵۹ ہجری تک سیر و سیاحت کی۔ وہ بغداد سے اوٹھا اور تمام بلاد اسلامیہ اور ملک بربر کا سفر کیا۔ اور عراق اور فارس اور اسپین مین پھرتا رہا۔ اسکے سفرنامہ کا نام المسالک والممالک والمفاوز والمہالک ہے جسکے چند اجزا۔ بون اور لیڈن مین سنہ ۱۸۷۱ء مین چھاپے گئے ہین۔ فرینچ اور انگریزی مین اس کتاب کا ترجمہ بھی ہوگیا ہے۔

علامہ بشاری جو سنہ ۳۷۵ ہجری کے قریب تھا ایک نہایت نامور مسلمان سیاح ہے جسکے سفرنامہ کا نام احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم ہے۔ اس کتاب مین بلاد اسلامیہ کا جغرافیہ

نہایت تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ اور پروفیسر دی خویہ کے
اہتمام سے ۱۸۷۰ء اور ۱۸۹۴ء کے درمیان لیڈن مین
چہاپی گئی ہے۔

البیرونی جسنے پانچوین صدی ہجری کے وسط مین وفات
پائی ریاضی اور تاریخ اور جغرافیہ کا مشہور عالم ہے۔ اوسنے
ہندوستان کا سفر کیا اور ہندوون کے علوم فنون اور
ادبیات اور ہندوستان کے حالات پر ایک بسیط جامع
کتاب لکہی جسکا نام کتاب الہند ہے اور جو پروفیسر زاخاؤ
کے اہتمام سے ۱۸۸۸ء مین لندن مین چہاپی گئی ہے۔

ابو عبید اللہ البکری (المتوفی ۴۸۷ ہجری) پانچوین صدی
ہجری کا جغرافیہ دان عالم ہے جسکی کتاب معجم ما استعجم
گاٹنجن مین پروفیسر وسٹنفیلڈ کے اہتمام سے ۱۸۷۶ء مین
دو جلدون مین چہاپی گئی ہے۔ ایک کتاب افریقہ شمالی کے
جغرافیہ پر ہے جو الجزائر مین پروفیسر دی سیلان کی نگرانی مین
۱۸۵۷ء مین طبع ہوئی۔ غالبًا اسکا نام المسالک والممالک ہے

ادریسی جو ۵۴۹ ہجری کے قریب تہا اسنے عالم طفولیت
مین قرطبہ کا سفر کیا۔ پہر تمام اندلس اور شمالی افریقہ اور
ایشیاے کوچک مین سیاحت کی جزیرہ سسلی کے فرمانروا
روجرس ثانی نے جو علما کے ساتہہ فیاضی اور قدرشناسی سے
پیش آتا تہا اوس کو اپنے دربار مین طلب کیا اور اوسنے
وہین بیٹہکر ایک کتاب جغرافیہ مین تصنیف کی جو ۵۴۹ھ مین
تمام ہوئی۔ اس مین افریقہ اور اسپین کا مفصل جغرافیہ اور
مقامات کے فاصلے بیان کئے گئے ہین۔ یہہ کتاب پروفیسر
دوزی اور پروفیسر دخویہ کے اہتمام سے مع فرانسیسی ترجمہ
کے ۱۸۶۶ء مین لیڈن مین چہاپی گئی ہے۔ اور اسکا نام نزہت المشتاق ہے
اسکی ایک اور کتاب ملک اٹلی کے جغرافیہ پر ہے جو پروفیسر آماری کے
اہتمام سے روم مین ۱۸۸۳ء مین طبع ہوئی ہے اسکا
اٹالین کا ترجمہ بہی ہے۔ ایک اور کتاب فلسطین اور ملک شام
کے جغرافیہ پر ہے جو بون مین ۱۸۸۵ء مین چہاپی گئی ہے

یاقوت حموی (المتوفی ۶۲۶ھ) ایک یونانی غلام تہا جو
بچپن مین شہر بغداد مین ایک سوداگر کے ہاتہہ فروخت کیا گیا۔
اوسنے یاقوت کی تعلیم و تربیت مین کوشش کی اور سوداگری
کی تقریب سے اوس کو مختلف ملکون مین لے گیا ۵۹۱ھ مین
یاقوت اپنے آقا سے جدا ہوا اور بذات خود تجارت مین مشغول ہوا
۶۱۰ ہجری مین اوسنے ایک بڑے سفر کا ارادہ کیا ۶۱۷ھ
مین جب وہ ترکستان کے قریب پہونچا تو مغلون اور ترکون
کی غارتگری اور حملون سے ڈرا اور آگے نہ جا سکا۔ اثناء سفر مین
اسنے تین سال تک مرو کے عظیم الشان کتب خانون کی سیر کی
اور اپنی معلومات مین اضافہ کیا۔ اسکی جامع اور بسیط جغرافی
تصنیف کا نام معجم البلدان ہے جو ۱۸۶۶ء اور ۱۸۷۳ء کے
درمیان لیپزک مین ۶ جلدون مین چہاپی گئی ہے۔ اسکی دوسری
کتاب جو مشترک کے نام سے مشہور ہے ۱۸۴۶ء مین گاٹنجن
مین طبع ہوئی ہے۔

مرحسی مشہور سیاح اور مورخ ہے جو ۶۵۲ ہجری کے
قریب ہوا ہے۔ اسنے ۵۹۳ھ مین مشرق سے مغرب کا
سفر کیا اور بیت المقدس کی زیارت سے فارغ ہو کر مصر مین
گیا۔ اسکندریہ سے جہاز مین سوار ہوا اور بحر روم کو طے کر کے مراکو
مین داخل ہوا جہان یعقوب المنصور حکمران تہا اور اوس
ملک مین مرابطین کی حکومت تہی۔ غالبًا اس نے اندلس مین
بہی سفر کیا ہے۔ اس کا سفرنامہ جو رحلۃ الخسری کے نام سے
مشہور ہے ابتک نہین چہپا۔ اسکی ایک کتاب المسالک
والممالک ہے جس مین اوسنے ملکون اور شہرون کے باہمی فاصلے
بتاے ہین۔ یہہ کتاب بہی ابتک نہین چہپی۔

ابن سعید المتوفی ۶۷۳ھ اندلس کا مشہور ادیب
اور سیاح ہے جسنے مصر عراق۔ الجزیرہ اور شام کا سفر
کیا اور ایک سفرنامہ مرتب کیا جس کا نام النفحۃ المسکیہ ہے
اور وہ ابتک چہپکر شایع نہین ہوا۔

عبدری جس نے ۶۸۸ ہجری مین حج کے
ارادہ سے سفر کیا اور افریقہ کے شمال مین ہوتا
ہوا اسکندریہ پہونچا۔ یہان سے [illegible] کی راہ مکہ مین
آیا۔ پہر مدینہ اور بیت المقدس کی زیارت سے
فارغ ہو کر اسکندریہ ہوتا ہوا اپنے وطن مغرب کو

واپس گیا۔ اوس کا سفرنامہ لیڈن کے کتب خانہ مین قلمی موجود ہے۔ اور اس قابل ہے کہ چھاپ کر شایع کیا جاے۔

ابو الفدا نہایت مشہور مورخ اور جغرافیہ نویس ہے جسنے سنہ ۷۳۲ ہجری مین وفات پائی۔ اسکی کتاب تقویم البلدان سنہ ۱۸۳۷ء اور سنہ ۱۸۴۰ء کے درمیان پیرس مین مع ترجمہ فرانسیسی دو جلدون مین طبع ہوئی ہے اور ڈرسڈن مین سنہ ۱۸۴۳ء اور سنہ ۱۸۴۵ء کے درمیان چھاپی گئی ہے۔ اسکی ایک کتاب مصر کے جغرافیہ پر ہے۔ جو گاٹنجن مین سنہ ۱۷۷۶ء مین پروفیسر میکائیل کے اہتمام سے چھپی ہے

ابن الوردی (المتوفی سنہ ۷۴۹ھ) نے ایک کتاب جغرافیہ مین لکھی ہے جسکا نام خریدۃ العجائب وفریدۃ الغرائب ہے اور جو سنہ ۱۸۲۳ء مین پروفیسر ہیلاندر کے اہتمام سے سویڈن مین چھاپی گئی ہے۔ اسکی ساتھ لاطینی کا ترجمہ بہی شامل ہے۔ اسی سال مین یہی کتاب سنہ ۱۸۳۵ء اور سنہ ۱۸۳۹ء کے درمیان پروفیسر تورنبرگ کے اہتمام سے دوسری دفعہ دو جلدون مین چھاپی گئی ہے۔ اس کتاب مین افریقہ۔ عرب اور ملک شام کے متعلق بہت سے جغرافی معلومات ہین اور اسکے ساتھ ایک عام نقشہ بہی ہے جو اب تک پیرس کے شاہی کتب خانہ مین محفوظ ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ فرنچ زبان مین کیا گیا ہے۔

البلوی جس کا نام خالد بن عیسی اور کنیت ابو البقا ہے اسنے سنہ ۷۳۶ ہجری مین قنتوریہ (اندلس) سے ٹونس کا سفر کیا۔ وہان سے جہاز مین سوار ہو کر اسکندریہ مین پہونچا۔ پہر القاہرہ کو دیکھکر بیت المقدس کو روانہ ہوا۔ پہر عرب مین داخل ہوا۔ اسکے سفرنامہ کا نام تاج المفرق فی تحلیۃ المشرق ہے۔ اور اوسکا قلمی نسخہ گوتھا (جرمن) کے کتب خانہ مین موجود ہے۔

ابن بطوطہ (المتوفی سنہ ۷۷۹ھ) افریقہ کا مشہور سیاح ہے جو سنہ ۷۲۵ ہجری مین سفر کو نکلا۔ اور عراق۔ مصر۔ شام۔ یمن۔ ہندوستان۔ چین۔ تاتار۔ سوڈان اور اندلس کی سیر و سیاحت کی۔ اسکے سفرنامہ کا نام تحفۃ النظار فی غرائب الامصار وعجائب الاسفار ہے جسکو ابن جزی نے مرتب کیا اور جو پروفیسر دیفرمری اور پروفیسر سنگوینتی کے اہتمام سے مع فرنچ ترجمہ کے پیرس مین سنہ ۱۸۵۳ء اور سنہ ۱۸۵۸ء کے درمیان ۴ جلدون مین چھپکر شائع ہوا۔ یورپ کی اکثر زبانون مین اس سفرنامہ کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

اس مختصر نوٹ کے بعد اب ہم ابن جبیر کا حال بیان کرتے ہین اور اوسکے سفر کے مختصر حالات قلمبند کرتے ہین۔

ابن جبیر کا نام محمد اور کنیت ابو الحسین ہے۔ وزیر لسان الدین ابن الخطیب نے الاحاطہ باخبار غرناطہ مین اسکا نسب اسطرح بیان کیا ہے۔ محمد بن احمد بن جبیر بن سعید بن جبیر بن سعید بن جبیر بن محمد بن عبد السلام بن جبیر الکنانی۔ مگر علامہ مقریزی نے مصر کی تاریخ المتقفی مین یہ سلسلہ درج کیا ہے۔ محمد بن احمد بن جبیر بن محمد بن جبیر بن سعید بن جبیر بن سعید بن جبیر بن سعید بن جبیر بن محمد بن مروان بن عبد السلام بن مروان بن عبد السلام بن جبیر الکنانی۔ پہلے سلسلہ سے ابن جبیر عبد السلام بن جبیر الکنانی کی نوین پشت مین اور دوسرے سلسلہ سے سولہوین پشت مین قرار پاتا ہے۔ بہرحال یہ امر مسلم ہے کہ وہ اوسی عبد السلام بن جبیر الکنانی کی اولاد مین ہے جو اوس کے آبا و اجداد مین سب سے پہلے ملک اندلس مین داخل ہوا تہا۔ لسان الدین ابن الخطیب نے عبد السلام کی نسبت تصریح کی ہے کہ وہ سنہ ۱۲۳ ہجری مین بلج بن بشر القشیری کی فوج کے ساتھ جو بنو امیہ کی طرف سے اندلس کا گورنر تہا، اسپین مین آیا اور شذونہ مین اوترا۔ اندلس کے فتح ہونیکی بعد عرب کے بہت سے قبائل اطراف ملک مین پہیل گئے تہے۔ ابن حزم نے لکہا ہے کہ قبیلہ بنو کنانہ کے اکثر لوگ طلیطلہ اور اوسکی نواح مین آکر آباد ہوے تہے۔ اون مین سے قاضی ابو الولید اور وزیر ابو جعفر اور ابن جبیر اس قبیلہ کے مشہور اعیان اور علما مین شمار ہوتے ہین۔[1]

[1] نفح الطیب مطبوعہ یورپ جلد اول صفحہ ۱۰۵

ابن حزم کے بیان سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ ابن جبیر کے اسلاف بھی طلیطلہ یا اوس کے نواح مین کبھی آباد ہوے تھے۔ اس لیئے ہم ابن خطیب کی روایت کو تسلیم کرتے ہین۔ ابن جبیر کو بعض مورخون نے بلنسی الاصل لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس کی ولادت بلنسیہ مین ہوئی تھی۔ اور مقریزی نے تو صاف یہ لکھدیا ہے کہ وہ بلنسیہ مین پیدا ہوا تھا اس کے ساتھہ ہی مقریزی نے اور دوسرے مورخون نے بالاتفاق اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ابن جبیر نے اپنے باپ احمد بن جبیر سے فن حدیث شاطبہ مین حاصل کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جبیر کے بزرگ پہلے شذونہ مین پھر بلنسیہ مین اور پھر شاطبہ مین آباد ہوے۔ شاطبہ صوبہ بلنسیہ کا ایک شہر ہے جو بلنسیہ کے جنوب مغرب مین واقع ہے۔ ابن جبیر کے باپ احمد بن جبیر نے بلنسیہ کو چھوڑکر اسی شہر مین سکونت اختیار کی تھی اور یہان کے رئیسون اور عالمون مین شمار ہوتا تھا۔ [1]

ابن جبیر کی ولادت بلنسیہ مین جو اسپین کے مشرق مین سمندر کے کنارے پر واقع ہے ۵۴۰ھ مین ہوئی۔ اور جب اس کا باپ بلنسیہ کو چھوڑکر شاطبہ مین آیا تو اوس کو اپنے ساتھہ لے آیا ہوگا۔ ابن جبیر نے اس شہر مین فن حدیث اپنے باپ سے حاصل کیا۔ اوس وقت شاطبہ زیبائی اور خوشنمائی اور آب وہوا کی لطافت کے لحاظ سے مشہور تھا۔ ایک شاعر کہتا ہے [2]

نعم مُلقی الرحل شاطبۃ	لفتی طالت بہ الرِحَلْ
بلدۃٌ اوقاتها سَحَرٌ	وصبًا فی ذیلہ بَلَلْ
ونسیمٌ عَرْفُہ أرِجٌ	ورِیاضٌ غصنها ثَمِلٌ
ووجوہٌ کلّها غُرَرٌ	وکلامٌ کلّہ مَثَلٌ

[1] نفح الطیب مطبوعہ یورپ جلد اول صفحہ ۹۷۷

[2] نفح الطیب مطبوعہ یورپ جلد اول صفحہ ۱۱۴

یعنے جوان آدمی کے ٹھہرنے کے لیئے جسکو سفر کرتے مدت گذر گئی ہو شاطبہ نہایت عمدہ مقام ہے وہ ایک ایسا شہر ہے جس مین ہر وقت صبح کا وقت ہوتا ہے اور صبا کا دامن تر رہتا ہے نسیم خوشبو آمیز چلتی ہے اور باغون مین درختون کی شاخین مستانہ جھومتی ہین۔ تمام لوگون کے چہرے چمکتے ہین اور اون کی بات بات ضرب المثل ہے۔

باوجود اسکے ابن جبیر نے غرناطہ مین رہنا پسند کیا۔ اور اوس کو شاطبہ پر ترجیح دی۔ کیونکہ اوس وقت غرناطہ علم وفضل کا مرکز تھا اور اوس مین بڑے بڑے علما وفضلا رہتے تھے۔ اور منظر کی خوبی اور خوشنمائی کے لحاظ سے تو شاطبہ کو اوس سے کچھہ نسبت نہین تھی۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے [1]

غرناطۃ مالها نظیر	ما مصرُ ما الشامُ ما العراق
ما هی الا العروس تجلی	وتلک بالجملۃ الصداق

یعنے غرناطہ کے ساتھہ کوئی ہمسری کا دعوی نہین کرسکتا۔ نہ مصر، نہ شام، نہ عراق۔ وہ ایک دلہن ہے جو منظر عام مین جلوہ افروز ہے اور یہ تمام ملک اوس کی رونمائی کی نذر ہین۔

غالبًا یہین رہکر اوس نے قرارت۔ حدیث۔ فقہ۔ ادب اور شاعری مین کمال پیدا کیا۔ فن قرارت ابو الحسن بن ابی العیش، عربیت اور ادب ابو الحجاج بن یسعون سے، حدیث اور فقہ ابو عبد اللہ بن عروس اور ابو عبد اللہ الاصیلی سے حاصل کی۔ شاعری اور انشا پردازی مین اوس کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ اور اسی بنیاد پر وہ غرناطہ کے گورنر ابو سعید عثمان بن عبد المومن کا سکرٹری ہوگیا تھا۔ پھر ایک خاص سبب سے جس کو ہم آگے چلکر بیان کرین گے۔ ملازمت کو ترک کیا اور حج کا ارادہ کیا وزیر لسان الدین بن الخطیب نے لکھا ہے کہ اوسکی اور اوسکے چند معصر ادیبون اور انشا پردازون کے درمیان جو خط وکتابت ہوئی اوس سے

[1] نفح الطیب مطبوعہ یورپ جلد اول صفحہ ۹۴

اسکی کمال انشا پردازی اور شاعری کا ہمکو اقرار کرنا پڑتا ہے۔

ابن جبیر کو شاعری اور انشا پردازی کے علاوہ حدیث میں جو توغل تھا، اوس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اونکر اس فن کی تکمیل کے لئے ہزاروں میل خشکی اور تری کا سفر کیا ہم اسکے شیوخ اور تلامذہ کے نام آگے چلکر گنوائینگے۔

یہاں صرف یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اوس کو فلسفہ اور طبعیات سے نفرت تھی۔ چنانچہ ہم اس مقام پر اوسکے چند اشعار اس مضمون کے نقل کرتے ہین۔ سلہ

قد ظهرت فی عصرنا فرقة ظهورها شؤم علی العصر
لا تقتدی فی الدین الا بما سن ابن سینا و ابو نصر

یعنے ہمارے زمانہ میں ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو زمانہ کے لئے منحوس ہے۔ اس فرقہ کے لوگ دین میں ابن سینا اور ابو نصر فارابی کے سوا کسی کی بات نہیں مانتے۔

ضلت بافعالها الشنیعاء طائفة عن هدی الشریعه
لیست تری للاله حکما تفعل شیئا سوی الطبیعه

یعنے ایک گروہ ہے جو اپنی بدکاریوں کے سبب سے شریعت کی سیدہی راہ سے بہٹک گیا ہے۔ اس گروہ کے لوگ طبیعت یعنے نیچر کے سوا کسی فاعل حکیم کے قائل نہیں ہین جو دنیا مین ذرا بھی دخل دیسکے۔

اسمین شک نہین کہ ابن جبیر کو فلسفہ و طبعیات سے جو نفرت تھی اوس کا باعث یہہ تہا کہ اوس زمانہ مین افریقیہ کے شمال اور اندلس کے شرق مین مرابطین کی حکومت پہیل گئی تھی اور اون کو فلسفہ اور طبعیات کے پڑہنے والون سے خاص عداوت تھی۔ منصور اور مامون جو اس خاندان کے نامور فرمانروا ہوے، اونہون نے ڈہونڈ ڈہونڈ کر فلسفیون اور حکیمون کو قتل کیا یا قید کیا جلا وطن کر دیا۔ اوس زمانہ سے ملک اندلس سے فلسفہ اور اہل فلسفہ کا نام و نشان مٹ گیا۔ اور جو لوگ بچے کھچے رہگئے وہ اسکی خفیہ تعلیم دیتے تہے مگر یہہ جرأت کرنی بھی خطرناک تھی۔ اسلئے عام طور پر فقہ و حدیث اور ادب کا چرچا باقی رہگیا تہا۔

سلہ نفح الطیب مطبوعہ یورپ جلد اول صفحہ ۱۷

اس کی شادی وزیر ابو جعفر الوقشی کی بیٹی عاتکہ سے ہوئی جسکی کنیت ام المجد تھی وہ اپنی بیوی کے ساتھہ نہایت محبت سے پیش آتا تہا۔ اور جب سبتہ مین جو شمالی افریقیہ کا بندرگاہ ہے اوس نے وفات پائی تو ابن جبیر کے دل پر نہایت صدمہ ہوا، اور اوسنے کئی مرثیے لکھے پھر حج کے ارادہ سے مکہ کو چلا گیا مصر مین پہونچکر اوسنے ابن الخطیب کو جو سبتہ مین قاضی ہوکر آیا تہا یہہ اشعار لکھے سلہ

بسبتة لی سکن فی الثری ؛ و خل کریم الیها اتی
فلو استطیع رکبت الهوا ؛ فزرت بها الحی و المیتا

یعنے سبتہ مین میرا ایک دوست زمین مین دفن ہے اور ایک بزرگ دوست اُس مین آیا ہے اگر میرا قابو چلتا تو ہوا پر سوار ہوتا اور سبتہ مین ایک زندہ اور ایک مردہ کی زیارت کرتا

ابن جبیر جسطرح اپنے گہر والون کے ساتھہ محبت سے پیش آتا تہا اوسیطرح، وہ اپنے دوستون کے ساتھہ اخلاق اور مروت کا برتاؤ کرتا تہا۔ اور اونکی مطلب براری سے خوش ہوتا تہا۔ علامہ مقری نے نفح الطیب مین مصنف کتاب ملتمس کی زبانی یہہ روایت بیان کی ہے کہ میری بڑی آرزو تھی کہ غرناطہ کا قاضی ابو محمد عبد المنعم مجھے اپنے دامادی مین قبول کرے۔ مین نے ابن جبیر سے سفارش کرائی اور شادی ہو گئی۔ مگر چند روز کے بعد مجھہ مین اور میری بیوی مین ایسی ناچاقی ہوئی کہ مین طلاق دینے پر مجبور ہوا مین نے اس کام کے لئے بہی ابن جبیر کو تکلیف دی کہ وہ قاضی سے کہہ سنکر میری نجات کرا دین۔ ابن جبیر نے کہا میری غرض تم دونون کی نکاح سے سوای اس کی کچہہ نہ تھی کہ مین تمہاری رضامندی حاصل کرون اور اب تم دونون مین جدائی کرانا بھی نہین چاہتا لیکن چونکہ تم اسی مین خوش ہو اسلئے مین اس کام مین بہی کوشش کرونگا۔ یہہ کہکر وہ گہر سے باہر نکلے اور قاضی سے کہہ سنکر فیصلہ کرا دیا مین نے دونون دفعہ ابن جبیر کے چہرہ پر غور کیا تو اوسپر کوئی علامت احسان جتانے یا ناگوار گذرنے کی نہین پائی۔ اس کام سے فراغت پاکر وہ میرے مکان پر آئے اور دروازہ کہٹکہٹایا مین نے دروازہ کہولدیا۔

سلہ نفح الطیب مطبوعہ یورپ جلد اول صفحہ ۹۳ ؎

وہ گھر مین چلے آئے اور ایک تھیلی جس مین سو دینار تھے میرے سامنے رکھدی اور کہا بہائی اس شادی کا باعث مین ہی ہوا تہا اور مجھکو ذرا بھی شک نہین ہے کہ اس شادی مین تمکو اتنے ہی مال کا خسارہ ہوا ہوگا جتنا کہ اس تھیلی مین ہے - اگر تم اس کو قبول کرو تو میری خوشی کا باعث ہوگا مینے کہا جناب مین آپ اس بات کے کہنے مین ذرا شرم نہین کرونگا کہ اگر مین اس روپیہ کو قبول کرتا ہون تو مجھکو اندیشہ ہے کہ یہہ بھی اسیطرح برباد ہو جائیگا جسطرح مین نے اپنے باپ کا ترکہ جوانی مین غارت کیا - مین نے صاف صاف کہدیا اور مجکو یقین ہے کہ اسکے بعد آپ اصرار نہین کرینگے ابن جبیر میری بات سنکر مسکرائے اور یہہ کہکر اوٹھ کہڑے ہوئے کہ تمہین احسان سے بچنے کے لئے اچھا حیلہ ہاتھ آیا۔[1]

تعلیمی کانفرنس

(وحید الدین سلیم)

یعنے

محمڈن انگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس

اِس سال مین بزرگان و زندہ دلان پنجاب نے ازراہ عنایت اس بات کو منظور فرمایا ہے کہ مذکورہ بالا کانفرنس کا اجلاس لاہور مین منعقد کیا جائے - اگر خدا تعالی کو منظور ہے اور طاعون ملعون کی تردد سے اپر انڈیا کے صوبے محفوظ رہے تو ہر طرح امید ہی کہ یہہ جلسہ ہو سکیگا اور ہوا تو غالبًا اچھا ہوگا - اور توقع کرنی چاہیئے کہ جلسہ ایسی خوبی سے ہوگا جس سے آیندہ کیواسطے اس مجمع کی یادین جم جائینگے -

افسوس ہے کہ مسلمان جسطرح اس صدی کی تمام نعمتون سے کم حصہ پایا ہے اوسیطرح پر اس مین بھی اونکو کافی بہرہ نہین ملا ہے کہ پبلک کام کسطریقہ پر انجام دینے چاہئین یا کس طرح پر انجام دئے جا سکتے ہین اور یہی وجہ ہے کہ ایجوکیشنل کانفرنس سے اسوقت تک وہ فائدہ حاصل نہین ہوا جو حاصل ہونا چاہیئے تہا -

مسلمانون کی حالت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اون مین اس کی حس تو ضرور پیدا ہوگئی ہے کہ موجودہ رنگ ڈہنگ قابل اطمینان نہین ہے - لیکن پہر کیا کیا جائے اور کیونکر کیا جائے ابھی تک اونکی سمجھ مین نہین آیا ہے -

مسلمان یعنی مافی الضمیر کو اسوقت مین اسطرح پر اظہار کیا کرتے ہین کہ ہمارے لیڈر اور رہنما کچھہ نہین کرتے اور اسوجہ سے وہ اون لوگون پر طعن کرنے لگتے ہین جن کو اونہون نے لیڈر سمجہا تہا یا جنہون نے اپنے آپ کو بطور لیڈر کے پبلک مین پیش کیا تہا - بلاشبہہ ایسی پیشوا جو کام نکرین ضرور چشم نمائی اور اعتراض سننے کے مستحق ہین لیکن پبلک کا جو فرض ہے وہ صرف یہی نہین ہے کہ ملامت کرکے خاموش ہو جائین اور اون کی فروگزاشتون کو خدا کی روبرو فیصل ہو جانے پر چہوڑ دین - کیونکہ ایسے دل کم ہین اور بہت کم ہین بلکہ سچ یہہ ہے کہ بالکل نہین ہین کہ جو خداوند تعالی کے انتقام کے خوف سے اثر پذیر ہوتے ہون اور جور و زجر کی باز پرس سے حقیقت مین خایف رہتے ہون - پس جبکہ سیاہ قلبی کا ہماری یہہ حال ہے تو کوئی عقل کی بات نہین ہے کہ کوئی دوسرا طریقہ اپنے حصول مقصد کا اختیار نہ کیا جائے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ اپنا کام ایسے لیڈرون ، پیشواؤن ، اور رہنماؤن کے ہاتھہ سے صاف نکال لینا چاہیئے - اور اپنا کام خود آپ کرنا چاہیئے - اسی کا نام انگریزی مین سیلف ہیلپ ہے اور یہی سیلف رسپکٹ ہے اور بلاشبہہ یہی خصلت وہ ہے کہ جس قوم مین موجود ہوگی اوس قوم کو ترقی کی اونچے زینے تک پہنچا دیگی - اب ہمکو غلامی کے میدان سے نکلنا چاہیئے - اور آزادی کے ہرے بہرے سبزہ زارون اور چمنستانون کی سیر کرنا چاہیئے اور اس طرح دلون کو خوشی اور آنکھون کو تازگی پہنچانا چاہیئے -

شاید ہمپر یہ اعتراض ہوگا کہ پیشوا یا لیڈر کا ہونا ضرور ہے کیونکہ اگر دس آدمی ایسے ہون کہ دسون کے دسون اپنے خیالون کے پابند ہون تو ایسا کوئی کام انجام نہین پا سکیگا جو صرف متفقہ کوششون سے انجام پا سکتا ہے - اور ضرور یہ اعتراض صحیح ہے لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ ہماری غرض آزادی سے یہ نہین کہ تم کسیکا

[1] نفح الطیب مطبوعہ یورپ جلد دوم صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱

کہنا نہ مانو، ضرور کام اوسیطرح کرنا پڑیگا جسطرح کام کا قاعدہ ہے یعنے قاعدہ کلیہ کے موافق کسی کی پیشوائی ضرور قبول کرنا چاہیے تاکہ بے ترتیبی واقع نہو۔ لیکن یہ نہیں ہونا چاہیے کہ صرف نعلون کی چمک یا لباس کی جھلک سے تم اپنی آنکھیں بند کرلو اور سلام پر سلام اوس کو کرنا شروع کرو۔ کیونکہ یہی تو غلامی ہے جس سے ہمکو نکلنا چاہیے بلکہ صرف اوس کی متابعت کرو جو واقع مین قوم کا خیرخواہ خادم ہو اور اوس کی پیروی بھی صرف اوسی وقت تک کرنا چاہیے جب تک کہ وہ ایسا رہے اور جو لوگ ایسے نہ ہون یا ایسے نرہین اون سے کہدو کہ ہم تمہارا کہنا نہین سنین گے۔

چونکہ ہمنے یہ مضمون کانفرنس پر شروع کیا ہے اسواسطے ہم اس کو پھیلانا نہین چاہتے۔ اور اسوقت مین اس دائرہ کو صرف کانفرنس کے اوپر محدود کرینگے۔ ہماری راے یہ ہے کہ اول تو بعد ازین کانفرنسون مین قصیدہ خوانی بالکل بند ہوجانی چاہیے جس سے لیڈرون کو جھوٹی تعریفین سننے اور پبلک مین جھوٹ بولنے اور جھوٹی تعریفین کرنے کی عادت پیدا ہوتی ہے اور یہ دونون بدترین خصائل ہین۔ اور مقدمہ گمراہی ہین اگر درحقیقت لیڈر تعریف کئے جانے کے مستحق ہین تو اوسکے واسطے اخبار موجود ہین۔ یا اپنے پرائیوٹ جلسونمین اون کا تذکرہ نیکی سے کرنا چاہیے جو اصلی معیار کسیکی بزرگی کا ہے۔ مونہہ پر تعریف کرنا بسا اوقات مستقل مزاجون کے پاؤن کو بھی ڈگمگا دیتا ہے اور اون کو فرعون بنا دیتا ہے۔ اور اوس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ممدوح رفتہ رفتہ اپنی ہستی سے غافل ہوجاتا ہے اور قومی خدمت کی خاصیت اوس سے جاتی رہتی ہے۔

دوم تمام اون لوگون کو جو کچھ کہنا چاہتے ہین لفاظی سے اجتناب کرنا چاہیے یعنے اصل مقصد بیان کرنے پر اکتفا کرنا چاہیے۔ بے شبہہ فصاحت بیان بہت اچھی چیز ہے لیکن اوسی وقت تک جب تک کہ اوس کا کچھہ ماحصل بھی ہو اور معیار اوسکا یہ ہے کہ اوس کا اثر دونیر باقی رہے۔ اور جو اسپیچین محض الفاظ کے آگے پیچھے کرنی یا گھٹانی بڑھانی سے بنائی جاتی ہین اون کا اثر مجلس مین تو ضرور اسقدر ہوتا ہے کہ لوگ ہنسنے لگتے ہین یا رونے لگتے ہین لیکن یہ تاثیر اوسکے ختم ہونے سے اول دلون سے جاتی رہتی ہے۔ اور آنسو پونچھکر حصہ ملنے کی توقع مین ادہر اودہر دیکھنے لگتے ہین۔ علاوہ برین کانفرنس کے جلسون کی واسطے اوسکی روک تھام اسوجہہ سے بھی ہونا ضرور ہے تاکہ لوگ بجای الفاظ کے کثرت کیطرف متوجہ ہونے کے حالات پر اصلی بحث کرنے پر زیادہ مایل ہون۔

سوم جب کوئی رزولیوشن پیش ہوا ہو جہانتک ممکن ہو ہر ایک سے راے لینا چاہیے۔ اور اگر اختلاف آرا ہو تو باقاعدہ ووٹون کا شمار ہونا چاہیے۔

چہارم ہر ایک تجویز پیش کرنیوالے کو اول سے خود بھی خوب سمجھہ لینا چاہیے کہ یہ تجویز واجب العمل بھی ہے یا نہین یہ ہونا نہین چاہیے کہ تجویزون کے انبار لگائے جائین اور کاغذات کانفرنس کو گودام بنایا جائے۔

ہم چاہتے ہین کہ اس سال کے جلسہ مین ذیل کے سوالون پر عملی نظر سے غور کرنا چاہیے اور اونکو فیصل کرنا چاہیے۔

(۱) کیا ایسا طریقہ ہے جس سے اس کانفرنس کے مقاصد کی تعمیل کی اور رائج جا سکتی ہے؟

(۲) کیا وہ طریقہ ہے جسکے ذریعہ سے غریب مسلمانون کی اولاد کو تعلیم دلائی جاسکتی ہے۔؟

(۳) کیا وہ طریقہ ہے جس سے آسودہ مسلمانون کو اپنی اولاد کی تعلیم دلانے پر توجہ دلائی جاسکتی ہے؟

ہمکو امید ہے کہ یہ جلسہ آزادی راے اور عملی کام کا نمونہ ہوگا اور یہ امید بندھاریگا کہ مسلمان ابھی زندہ ہین۔

(اسمٰعیل)

آب وہوا کا اثر اخلاق اور معاشرت پر

علامہ ابن خلدون مغربی (۷۳۲ھ - ۸۰۸ھ) مسلمانون مین سب سے پہلا شخص ہے جسنے فلسفہ تاریخ کی بنیاد ڈالی۔ اور جزئی واقعات سے نتایج کلیہ کا استخراج کیا

اس سے پیشتر مورخین صرف واقعات کے انبار لگا دیتے تھے اور اون کی ترتیب و تنسیق کے لئے اسوقت تک مفید اور کار آمد اصول قرار نہین دیئے گئے تھے۔ علامۂ موصوف نے تاریخ کو فلسفہ کا لباس پہنایا اور تاریخ نویسی کے اصول کو نہایت تحقیق اور تنقید کے ساتھ ضبط کیا۔ واقعات کے پرکھنے کے لئے قابل قدر اصول ایجاد کئے۔ تہذیب، شایستگی اور قومون اور سلطنتون کے عروج و زوال پر صرف اپنے دماغ کے زور سے بالکل (اوریجنل و طبع آزاد) مضامین لکھے۔

جہانتک ہمین معلوم ہے اوس سے پہلے مسلمانون اور اور دنیا کی دوسری قومون مین کوئی شخص ایسا نہین ہوا۔ جسنے فلسفۂ تاریخ پر کچھہ لکھا ہو۔ اگر بالفرض مسلمانون کے سوا دنیا کی کسی قوم یا ملک مین اس سے بیشتر کوئی اس فن کا موجد گذرا ہے تو بھی ہم یقیناً کہہ سکتے ہین کہ علامہ ابن خلدون نے اوسکی تصنیفات سے فائدہ نہین اوٹھایا۔ کیونکہ یہ شخص محض عربی نژاد اور عربی النسل تھا۔ اور اپنی مادری زبان کے سوا کوئی دوسری کلاسیکل (قدیم علمی) زبان نہین جانتا تھا۔

مسٹر بکل اور مانشیور گیزو۔ اور ڈریپر وغیرہ زمانہ حال کے یورپین مصنفون نے جو تمدن کی تاریخ پر کتابین لکھی ہین اونسے بیشک یہ فن بہت اعلی درجہ پر ترقی کرکے ایک مستقل علم نبگیا ہے لیکن چونکہ اس زمانہ مین سائنس اور فلسفہ نے بے حد ترقی کرلیا ہے اور دنیا کی معلومات کا دائرہ بے انتہا وسیع ہو گیا ہے اسلئے فلسفۂ تاریخ کا ترقی کرنا کچھہ حیرت انگیز بات نہین ہے لیکن علامۂ موصوف کے زمانہ مین نہ تو سائنس اور فلسفہ کو کچھہ ترقی ہوئی تھی نہ سیاحون کی معلومات کا ذخیرہ موجود تھا البتہ گذشتہ سلطنتون اور قومون کے واقعات جن کو گذشتہ زمانہ کے مورخ قلمبند کرگئے تھے بے ترتیبی اور پریشانی کی حالت مین موجود تھی۔ ایسے تنزل اور انحطاط کے زمانہ مین ایسے عظیم الشان علم کی بنیاد پڑنا درحقیقت ایک حیرت انگیز بات ہے۔ اور جبکہ دیکھا جاتا ہے کہ اوسوقت اس فن کا کوئی ناقص نمونہ بھی موجود نہ تھا تو علامۂ موصوف کی قابلیت اور جودت اور عالی دماغی کا زیادہ تر حیرت کے ساتھہ اقرار کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ اوس زمانہ مین دنیا کی معلومات کا دائرہ بہت تنگ تھا اور اوس کا جغرافیہ بھی بالکل ابتدائی حالت مین تھا اسوجہ سے علامۂ موصوف نے تہذیب اور شایستگی پر جو مضامین لکھے ہین اون مین کسیقدر مسامحات اور فروگذاشتین بھی واقع ہوگئی ہین مگر ان سے مصنف کے کمال علی درجہ مین کچھہ بھی فرق نہین آسکتا۔ یہہ فروگذاشتین ایسی ہین جو کم و بیش ہر ایک موجد علم و فن سے ہوتی ہین۔ علامۂ موصوف نے جو اپنی تاریخ کے مشہور مقدمہ مین باشندون کی اخلاق، عادات اور تمدن پر آب و ہوا کی تاثیر کے متعلق نہایت نفیس اور دلچسپ بحثین لکھی ہین ہم اون کو پہلے بجنسہ ترجمہ کرکے لکھتے ہین۔ پھر ہم اوسپر اپنی رائے بھی ظاہر کرین گے۔

علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے تیسرے مقدمہ مین لکھا ہے کہ زمین کا آباد حصہ جسپر سمندر چھایا ہوا نہین ہے وہ کرہ زمین کے درمیان ہے۔ کیونکہ جنوب مین سخت گرمی اور شمال مین شدت کی سردی پڑتی ہے۔ اسی بنا پر لوگون نے خیال کیا ہے کہ شمال اور جنوب کی سردی و گرمی بتدریج کم ہوتے ہوتے وسط کے حصہ تک معتدل ہوگئی ہے۔ اسی سبب سے چوتھی اقلیم سب سے زیادہ آباد ہے۔ اور تیسری اقلیم اور پانچوین اقلیم کا کچھہ حصہ اعتدال کے قریب ہے۔ اور جو حصے ان اقلیمون کے قریب ہین اون کا بھی یہی حال ہے۔ دوسری اور چھٹی اقلیم اعتدال سے دور ہین۔ اور پہلی اور ساتوین اقلیم تو اعتدال سے بہت ہی دور ہین۔ اسلئے علوم و فنون عمارات۔ لباس۔ خوراک۔ میوے اور حیوانات اور تمام قدرتی چیزین جو درمیان کے ان تین اقلیمون مین پیدا ہوتی ہین خصوصیت کے ساتھہ معتدل ہین اور اون کے باشندے جسم، رنگ، اخلاق، اور مذہب یہانتک کہ پیغمبری کے لحاظ سے بھی تمام اقلیمون کے باشندون سے زیادہ معتدل ہین۔ ہمکو ابتک معلوم نہین ہے کہ جنوبی یا شمالی ملکون مین کوئی نبی ہوا ہو۔ اگر یہہ سچ ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ

پیغمبر خلقت اور عادات کے لحاظ سے نوع بشر کی کامل ترین قوم مین پیدا ہوتے ہین۔ خدا نے قرآن مجید مین فرمایا ہے۔ تم ایک عمدہ ترین قوم ہو جو لوگون کے ہدایت کے لیے پیدا کیئے گئے ہو۔ اور یہہ اسلیئے فرمایا کہ انبیا جو کچہہ خدا کے پاس سے پیغام لاتے ہین اوس کو اون ولایتون کے باشندے بسبب اپنی فطری اعتدال کی جلد قبول کر لیتے ہین۔ تم ان ولایتون کے باشندون کو مکان اور پوشش اور غذا اور صنعت و حرفت کے لحاظ سے نہایت توسط اور اعتدال کے درجہ پر پاؤگے۔ وہ بلند اور سنگین مکانات نہایت صنعت اور گلکاری کے ساتہہ بناتے ہین۔ اور ضروری آلات اور سامان کی اصلاح اور ترقی مین سرگرم رہتے ہین اور اون کو کمال کے درجہ تک پہونچاتے ہین۔ اُن کے لئے اونہین کی سرزمین مین سونے، چاندی، لوہے، تانبے، سیسے، اور ٹین کی کانین موجود ہین۔ وہ لین دین مین سونے اور چاندی کا استعمال کرتے ہین اور عموماً اون کے حالات جادۂ اعتدال سے دور ہونے نہین پاتے۔

ان اقلیمون کے باشندے وہ ہین جن مین ذیل کے ملکون کے رہنے والے شامل ہین۔

مغرب یعنے مغربی افریقہ۔ شام۔ حجاز۔ یمن۔ عراق عرب عراق عجم۔ ہندوستان۔ چین۔ اور اسی ذیل مین رومی یونانی۔ اسپین کے باشندے اور اہل فرنگ اور گالیشیا کے رہنے والے اور اون کے سوا جو لوگ ان معتدل ولایتون کے قریب رہتے ہین شامل ہین۔ اسی سبب سے عراق اور شام اِن تمام ملکون مین سب سے زیادہ معتدل ہین۔ کیونکہ وہ تمام اطراف کے درمیان واقع ہین۔ مگر پہلی۔ دوسری چھٹی اور ساتوین اقلیمون کے باشندے اپنے تمام حالات مین پایۂ اعتدال سے گرے ہوے ہین اونکے رہنے کے مکانات مٹی اور نرکل کے ہوتے ہین اون کی خوراک جوار باجرا اور معمولی گہاس پات ہے اونکی پوشش درختون کے پتے ہین۔ جن کو وہ اپنے بدن پر جوڑ لیتے ہین یا جانورون کی کہالین ہین جنکو وہ بدن پر لپیٹ لیتے ہین اور اکثر کے بدن پر کوئی پوشش نہین ہوتی۔ اونکی سرزمین کے میوے اور کہانے پینے کی چیزین عجیب الخلقت اور بدگوارہ ہین۔ اون کا لین دین چاندی اور سونے کے سکون مین نہین ہوتا بلکہ وہ تانبے یا لوہے یا چمڑے کو بطور سکہ کے لین دین مین استعمال کرتے ہین اون کی عادتین بے زبان جانورونکی عادتون سے ملتی جلتی ہین۔ یہانتک کہ سوڈان کے باشندون کی نسبت جو پہلی اقلیم کے رہنے والے ہین سنا گیا ہے کہ وہ غارون اور جنگلون مین رہتے ہین۔ اور صرف گہاس پات پر گذارہ کرتے ہین۔ ہمساۓ کو پسند نہین کرتے اور بالکل وحشی ہین ایک دوسرے کو کہا جاتے ہین۔ اور یہی حال قوم صقالبہ کا ہے (جن کو انگریزی تاریخون مین اسکلاوونین لکہا ہے) اس کا باعث یہ ہے کہ اعتدال نہونے کے سبب سے اون کے طبایع اور عادات کی کیفیت بے زبان جانورون کی حالت سے ملتی جلتی ہے اور وہ اوسیقدر انسانیت سے دور ہین۔ یہی حال اون کے مذہب اور عقائد کا ہے نہ وہ نبوت کو جانتے ہین۔ نہ کسی شریعت کو مانتے ہین مگر اون مین جو قومین معتدل اقلیمون کے قریب ہین اور وہ بہت کم ہین ضرور کسی مذہب کے پیرو ہین۔ اسکی مثال حبشی ہین جو جزیرہ نماۓ یمن کے قریب رہتے ہین اور جو اسلام سے پہلے اور ظہور اسلام کے بعد سے اب تک عیسائیت کے معتقد رہے ہین۔ اور یہی حال مالی اور کوکو اور تکرور کے باشندون کا ہے جو سرزمین مغرب سے قریب رہتے ہین اور اس زمانہ مین مسلمان ہین۔ مورخون کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساتوین صدی ہجری مین مسلمان ہوے تھے۔ یہی حال صقلابیون اور اہل فرنگ۔ اور ترکون کا ہے جو شمال مین آباد ہین اور مذہب عیسوی کے ماننے والے ہین۔

انکے سوا جنوب اور شمال مین جو غیر معتدل ولایتین ہین وہ انکے باشندون مین نہ کوئی مذہب ہے، نہ علم ہے۔ اونکے تمام حالات بہایم کے حالات سے ملتے جلتے اور انسانونکے حالات سے دور ہین۔ ہمارا یہ قول پر یہ اعتراض نہین ہوسکتا کہ پہلی اور دوسری اقلیم مین جو یہہ ملک شامل ہین

حجاز یمن حضرموت ۔ احقاف ۔ اور یمامہ ۔ ان ملکون کے باشندون پر یہ قول صادق نہین آتا کیونکہ جزیرۂ عرب کے گرد تین طرف سمندر چھایا ہوا ہے اور سمندر کے رطوبت کا اثر ہوا مین دوڑ گیا ہے اور اس سبب سے گرمی اور خشکی کی کیفیت کم ہو گئی ہے اور کسیقدر اعتدال حاصل ہو گیا ہے۔

بعض علمار انسانے جو کائنات کے طبیعت کا علم نہین رکھتی یہ خیال کیا ہے کہ سوڈان کے باشندے حام ابن نوح کی نسل سے ہین اور اونکی سیاہ رنگ کی خصوصیت اوس دعا کے اثر سے ہے جو حضرت نوح نے اپنے بیٹے حام کی نسبت کی تھی ۔ اوسی اثر کے سبب سے حام کی تمام نسل کا رنگ سیاہ ہو گیا ہے اور اون کی گردنون مین غلامی کا طوق پڑ گیا ہے ۔ افسوس ہے کہ وہ اس قسم کی کہانیان جو محض قصہ گویون کی خرافات ہین نقل کرتے ہین حالانکہ حضرت نوح کی دعا جو حام کی نسبت تھی اوس کا ذکر توریت مین ہے اور سیاہ فام ہو جانیکا اوس مین بالکل ذکر نہین ہے ۔ بلکہ اوس دعا کا مطلب تو یہ تھا کہ حضرت نوح کے بیٹے حام کی نسل اوسکے بھائیون کی نسل کے غلام رہین ۔ اہل سوڈان کی سیاہ رنگ کو حام کیطرف منسوب کرنا اوس ناواقفیت کے سبب سے ہے جو گرمی اور سردی کی حقیقت اور ... مین اور حیوانات مین اوس کی تاثیر نہ جاننے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے ۔ حالانکہ یہی رنگ پہلی اور دوسری اقلیم کے تمام باشندون پر چھایا ہوا ہے ۔ کیونکہ جنوب کی سخت ترین گرمی کے سبب سے اونکے ملک کی ہوا کا مزاج بدلا ہوا ہے آفتاب سال بھر مین دو دفعہ جلد جلد اونکے سر پر آتا ہے ۔ آفتاب کے سمت الراس پر رہنے کا یہہ زمانہ اوس ملک کی فصلون اور موسمون پر اپنا عام اثر کرتا ہے اور اسی سبب سے وہان روشنی بڑھ گئی ہے اور گرمی کی شدت ہو گئی ہے اور اسی گرمی کی شدت سے اونکی بدن کالے پڑ جاتے ہین ۔

ان دونون ولایتون کے مقابل شمال مین ساتوین اور چھٹی اقلیم ہے جہان کے باشندے ہوا کی نہایت سرد ہونے کے سبب سے گورے رنگ کے ہوتے ہین کیونکہ آفتاب افق پر ہمیشہ اونکی آنکھ کے سامنے رہتا ہے اور سمت الراس پر یا سمت الراس کے قریب نہین آتا ۔ اس سبب سے ہر فصل مین گرمی کم اور سردی زیادہ ہوتی ہے اور وہان کے باشندونکا رنگ عموماً گورا ہوتا ہے اور اونکے بال تک اڑ جاتے ہین اور سردی کی شدت کی وجہ سے اونکی آنکھین نیلگون اور بال گلابی رنگ کے ہوتے ہین اور بدن پر داغ پڑ جاتے ہین اور چونکہ پانچوین اور چوتھی اور تیسری اقلیمین تمام اقالیم کے درمیان متوسط ہین اسلیئے اونکو اعتدال کا بڑا حصہ میسر آیا ہے اور چوتھی اقلیم بالکل متوسط اور ٹھیک بیچ بیچ مین ہے اسلیئے اونکا اعتدال تمام اقالیم کی نسبت اکمل ہے اور اسی لیئے اسکے باشندے اپنی خلقت اور عادات اور اخلاق مین زیادہ تر معتدل ہین جیسا کہ اونکی اقلیم کی آب وہوا کا اقتضا ہے مگر اسکے دونون طرف جو پانچوین اور تیسری اقلیمین واقع ہین اگرچہ اعتدال کے لحاظ سے اسکے ہم پلہ نہین ہو سکتین کیونکہ انمین سے ایک جنوب کے گرم خط کے طرف مائل ہے اور دوسری شمال کی سرد جانب کو جھکی ہوئی ہے مگر تاہم انکا میلان اور انحراف زیادہ نہین ہے البتہ انکی علاوہ جو چار اقلیمین ہین وہ جسقدر اعتدال سے منحرف ہین اوسیقدر اونکے باشندے اپنی فطرت اور اخلاق اور عادات مین اعتدال سے منحرف ہین ۔ پس اول اور دوسری اقلیم مین گرمی اور سیاہ رنگ غالب ہے اور چھٹی اور ساتوین پر سردی اور گورا پن چھایا ہوا ہے ۔

پہلی اور دوسری اقلیم کے جنوب کے باشندے حبشی یا زنگی یا سوڈان کے نام سے موسوم ہوتے ہین ۔ اگرچہ حبشیون سے خاص وہ باشندے مراد ہوتے ہین جو یمن اور مکہ کی محاذات مین رہتے ہین ۔ اور زنگیون کا اطلاق صرف اون لوگون پر ہوتا ہے جو بحر ہند کے مقابل مین سکونت رکھتے ہین لیکن یہ سب نام اون اقوام کے لیئے مترادف طور پر بولے جاتے ہین جو نسلاً ... سیاہ فام ہین مگر اسسے یہ نہین سمجھنا چاہیئے کہ حام یا کسی اور سیاہ فام آدمی کیطرف منسوب ہونیکی وجہ سے انکے یہ نام رکھی گئے ہین ۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ جنوب کے سیاہ فام باشندے جب چوتھی یا ساتوین اقلیم مین سکونت پذیر ہو جاتے ہین ۔ تو تدریجاً اونکی آیندہ نسلین گورے رنگ کی ہو جاتی ہین اور اسیطرح اسکے برعکس جب چوتھی یا ساتوین اقلیم کے باشندے جنوب مین اقامت گزین ہو جاتے ہین ۔ تو رفتہ رفتہ اونکی آیندہ نسلین ویسی ہی سیاہ فام ہو جاتی ہین ۔ یہہ اس امر کی دلیل ہے کہ باشندون کا رنگ ملک کی ہوا کے تابع ہوتا ہے ۔ اس

مسئلہ کو ابن سینا نے اپنے طبی ارجوزہ مین بیان کیا ہے۔
٥ بالزنج حرّ غیّر الاجساد ٭ حتی کسا جلودہا سوادا ٭٭ والصقلب اکتسبت البیاضا ٭ حتی عدت جلودہا بیاضا
شمال کے باشندون مین ترک۔ صقالبہ، طغرغز، خزر، لان اور اکثر افرنج، اور یاجوج ماجوج وغیرہ متفرق نسلین ہین اور اون کے مختلف نام ہین لیکن اون کا کوئی نام بہی ایسا نہین ہے جو انکے گورے رنگ کی مناسبت سے دکہا گیا ہو کیونکہ نام رکھنے والے گورے رنگ کے تہے اور اونکے نزدیک یہہ رنگ بالکل معمولی اور اعتیادی تہا جس مین کسی قسم کی ندرت اور غرابت نہین تہی۔ اسلئے کوئی وجہ نہ تہی کہ اس مناسبت سے کوئی نام وضع کیا جاتا۔ تمنون معتدل اقلیمون کے باشندے خلقت اور عادات اخلاق اور تمام قدرتی حالات مین اعتدال کے درجہ پر ہین۔ کیونکہ اون کا طریق زندگی۔ مکانات سکونت۔ علوم وفنون اور طرز حکومت شایستگی اور تہذیب کی حالت پر پہونچگیا ہے۔ اون مین اعتدال کی تمام چیزین یعنے نبوت ورسالت۔ سلطنت وحکومت۔ قانون وشریعت۔ علوم وفنون شہر اور قصبے۔ مکان اور عمارتین۔ ذہن کی جودت۔ اور اعلے درجہ کے پیشے موجود ہین۔ اور اُن اقالیم کے باشندے جن کے حالات سے ہم واقف ہوسے ہین یہہ ہین عرب اہل فارس۔ رومی۔ یونانی۔ بنی اسرئیل۔ اہل ہند اور چینی۔

علمار انساب نے جب اقوام کے رنگون اور شکلون اور عادتون مین اختلاف دیکہا تو اس اختلاف کا باعث نسب کو قرار دیا۔ پس اونہون نے جنوب کے باشندون کو حام کی نسل مین رکہا اور اونیر سیاہ رنگ چسپان کرنے کے لئے ایک لغو اور بے اصل قصہ تصنیف کیا اور اکثر یا تمام شمال کے باشندون کو یافث کی اولاد مین شمار کیا۔ اور اکثر معتدل اقوام کو جو علوم وفنون مذہب شریعت اور سیاست وسلطنت مین اعلی درجہ رکہتی تہین۔ اونکو سام کی نسل مین داخل کیا۔ علمار مذکور کا یہہ خیال اگرچہ واقعہ کے مطابق ہو لیکن اسکی بنیاد عام قیاس پر نہین ہوسکتی بلکہ اس صورت مین صرف واقعات کا اظہار ہوگا۔ نہ یہ کہ اہل جنوب کو سودان اور حبشان اس وجہ سے کہتے ہین کہ وہ حام کی اولاد مین ہین جو سیاہ فام تہا۔ انکو محض اس خیال نے غلطی مین ڈالا کہ اقوام مین صرف انساب ہی کے ذریعہ سے امتیاز ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ کسی نسل یا قوم مین کبہی تو نسب کے ذریعہ سے تمیز ہوتی ہے جیسے عرب۔ بنی اسرائیل۔ اور فرس مین اور کبہی سمت کی وجہ سے جیسے۔ زنج حبشی۔ صقالبہ اور سودان مین اور کبہی اخلاق وعادات اور نسب کے ذریعہ سے جیسے عرب مین اور کبہی انکے علاوہ دیگر حالات اور خصوصیات کی وجہ سے تمیز ہوتی ہے پس کسی جنوبی یا شمالی قوم کی نسبت مذہب یا رنگ یا کسی اور علامت کے مناسبت یا مشابہت کی وجہ سے عام طور پر یہہ کہدینا کہ یہ فلان شخص کی نسل مین ہے ایک غلطی ہے جو کائنات کے طبائع اور دنیا کی مختلف اطراف سے ناواقفی کے باعث پیدا ہوئی ہے حالانکہ یہ سب ایسی چیزین ہین جو ہمیشہ ایک حال پر باقی نہین رہتین۔ اور آیندہ نسلون مین بدلتی رہتی ہین اور یہ خدا کی عادت ہے جو مخلوقات مین جاری ہے اور خدا کی عادت ہرگز نہین بدل سکتی"

اسکے بعد علامہ ابن خلدون نے اپنی کتاب کے چوتہے مقدمہ مین لکہا ہے کہ "حبشیون کے اخلاق وعادات مین ہمنے عام طور پر چہچہورا پن کم عقلی اور بے انتہا خوشی دیکہی ہے وہ ہر جگہہ ناچ رنگ مین ڈوبے رہتے ہین اور ہر ایک ملک مین جہان وہ رہتے ہین حماقت کے ساتہہ مشہور ہین۔ اس کا اصلی سبب جو حکمت مین اپنے مقام پر بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ سرور اور خوشی روح حیوانی کے انتشار سے پیدا ہوتی ہے اور غم اسکے برعکس اسکے انقباض کے سبب سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ حرارت ہوا اور بخارات کو پہیلا نے والی اور تحلیل کرکے اونکی مقدار کو بڑہا دینے والی ہے اسی وجہ سے جو شخص نشے مین متوالا ہوتا ہے اوسکو فرحت اور سرور کی ایسی کیفیت محسوس ہوتی ہے جسکو وہ کسیطرح بیان نہین کرسکتا۔ اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شراب کی حدت حرارت غریزی کے ساتہہ ملکر اوس کو ہیجان مین لاتی ہے جسکے بخارات روح مین شامل ہوکر قلب مین داخل ہوتے ہین۔ اور روح مین

شامل ہو کر قلب مین داخل ہوتے ہین اور روح مین انتشار پیدا ہوکر سرور کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اسیطرح حمام کرنیوالون کو ہم دیکھتے ہین کہ جب وہ حمام کی ہوا مین سانس لیتے ہین اور ہوا کی گرمی اون کی روح مین اثر کرکے اوس کو گرم کر دیتی ہے تو اونپر فرحت طاری ہوتی ہے۔ اور بہت سے آدمی خوشی اور نشاط کے عالم مین گا اٹھتے ہین اور چونکہ حبشی گرم اقلیم کے رہنے والے ہین اور حرارت خلقی طور پر اونکے مزاج پر غالب ہے تو اسی نسبت سے اونکی روح مین بھی حرارت ہونی چاہئے۔ اسلئے اونکی روح حیوانی چوتھی اقلیم کی باشندون کی روح حیوانی کی نسبت زیادہ گرم ہوتی ہے اور اسیوجہ سے اوس مین بہت انتشار پیدا ہوتا ہے اور بہت جلد سرور کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اسکے بعد ہی وہ بہت جلد نادانی اور کم عقلی کی باتونپر اوتر آتے ہین اسلئے قریب قریب اون لوگون کی حالت ہے جو سمندر کے آس پاس رہتے ہین کیونکہ انکی شہرون کی ہوا بہت ہی گرم ہوتی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ سمندر کی سطح سے آفتاب کی کرنین اوچٹ کر اون شہرون کی ہوا مین منعکس ہوتی ہین۔ اور سرد پہاڑون یا پہاڑی ملکون کے رہنے والون کی نسبت خوشی اور نشاط کی کیفیت جو حرارت کو لازم ہے اونپر بہت زیادہ طاری ہوتی ہے اور تیسری اقلیم کے جزیرون مین جو لوگ آباد ہین اونکی حالت مین بھی ایسا ہی تغیر پایا جاتا ہے۔ کیونکہ وہان بھی ہوا گرم ہوتی ہے اور وہ جزیرے جنوب کیطرف پہاڑون اور سرسبز و شاداب زمینون سے بہت فاصلہ پر واقع ہین۔ مصریون کی حالت پر غور کرو۔ چونکہ مصر جزائر مذکور کے عرض بلد پر یا اوسکے قریب واقع ہے اسلئے وہان کے باشندونپر کسقدر خوشی اور نادانی اور ناعاقبت اندیشی چھائی ہوئی ہے حتی کہ وہ اپنے لئے ایک مہینے کی خوراک بھی مہیا نہین رکھتے اور عام طور پر سب چیزین بازار سے خرید کر کھاتے ہین۔ اور چونکہ فاس اور مغربی ممالک مین سے جن مین مصر کے برخلاف کثرت سے سرد پہاڑ ہین وہان کے باشندون کو دیکھو ہر وقت غم کی سی حالت مین سرنگون رہتے ہین اور عاقبت اندیشی کی یہ کیفیت ہے کہ ہر شخص برسون کی خوراک کا غلہ اپنے گھر مین بھر لیتا ہے اور پھر بھی اس خیال سے کہ جمع کیا ہوا ذخیرہ کہین ٹھہر نہ جاے روزانہ بازار سے خرید کر کھاتا ہے۔ اگر تم ملکون اور شہرون کی تلاش اور جستجو کروگے تو تمکو اون کے باشندون کے اخلاق مین اونکے آب و ہوا کا اثر ضرور محسوس ہوگا۔

مسعودی نے حبشیون کی نادانی اور کم عقلی اور کثرت سرور کی وجہ بیان کرنی چاہی۔ لیکن سوا اسکے کوئی وجہ نہین بتا سکا۔ کہ یعقوب ابن اسحق کندی اور جالینوس نے کہا ہے کہ حبشیون کے دماغ کمزور ہوتے ہین اور اسوجہ سے اون کی عقلین ناقص ہوتی ہین۔ مگر یہ ایک مہمل قول ہے جسکی کوئی دلیل نہین بیان کی گئی۔

(باقی آیندہ) (رشید احمد سالم)

تکوین ارض

بموجب علم جیالوجی کے

(خلاصۃً ماخوذ از تاریخ مرآت العبر مصنفہ سعید پاشا۔ م ۔ ن)

جیالوجی کے معنی ہین (علم طبقات ارضی) یعنے وہ علم جو کرہ زمین کی بناوٹ پر غور و فکر کرنے سے حاصل ہوا ہے۔

زمانہ قدیم کے فلاسفر مین یہ امر تو زیر بحث تھا کہ زمین کے اندر کون کون مادے ہین لیکن اسکے متعلق کوئی ایسی تحقیقات نہین کیگئی تھی جس سے کوئی مادی ثبوت حاصل ہوسکتا۔ گیارہوین صدی کے اخیر مین ایک کتاب بزرگ لونیر الیسی لکھی گئی جس مین یہ بیان کیا گیا کہ غارون اور گڑھون کے ملاحظہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سطح سمندر سے زمین کی اونچی ہونے کا باعث زلزلے ہوتے ہین۔

گریٹ برٹن کے رہنے والے (ولیم وڈورڈ) نامی ایک ذی رتبہ شخص نے اپنے زمانہ مین اس امر مین بہت شہرت حاصل کی اور اوسنے یہ ملاحظہ کرکے کہ وہ خطوط جو زمین کی بناوٹ مین زیر زمین نکلتی ہین اون خطوط کی متوازی واقع ہوتے ہین جو پہاڑون کی ترکیب مین پائی جاتی ہین، آخرکار ۱۶۹۵ء مین اس قسم کے پتھرون اور مٹیون کو جنسے زمین کی بناوٹ کا حال معلوم ہوتا ہو ایک جگہہ جمع کیا اور اس کو کیمبرج یونیورسٹی کے نام پر وقف کر دیا۔ اوسکے بعد سے ابتک اس علم نے یورپ مین بہت ترقی کی ہے اور روز بروز آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

علم جیولوجی کی عالمون نے پیدایش زمین کی ابتدا حرارت

مرکزی سے قراردی ہے۔ جبکہ معادن کے نکالنے کے واسطے زمین کو کھودنا شروع کیا گیا تو رفتہ رفتہ ثابت ہوا کہ زمین کے اندر ہر (۳۳) گز کی گہراؤ پر گرمی کا ایک درجہ بڑہتا جاتا ہے اور جبکہ اس مسئلہ کو از روئے فن حساب دیکھا جاتا ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اگر زمین کو تین ہزار تین گز کی گہرائی تک کھودا جاسکے تو وہان پر ایک ہزار درجہ کی گرمی ہوگی اور یہ گرمی اتنی ہے کہ معدنی مادے جسقدر وہان پر ہون گے سب کے سب آتشین سیال کی صورت مین ہونگے چونکہ یہ قیاس کیا گیا ہے کہ زمین کے چھلکے کی موٹائی (۶۳۶۶) گز ہے اسواسطے ضرور ہے کہ اوس کے اندر جو گرمی ہوگی وہ دو لاکھ ڈگری کے قریب ہوگی۔ اور یہ گرمی اسقدر ہے کہ کوئی جسم وہان پر ایسا نہ ہوگا کہ جو بہتی ہوئی آگ کی صورت مین نہو۔ اس بڑے آتشی سیال کو جس کو ہم سورج کہتے ہین اگر دیکھا جاسے تو معلوم ہوتا ہے کہ خلاق مطلق نے اسکے مشتعل سطح کے اندر ایسا مادہ پیدا کرنا شروع کر دیا ہے جس کو جیالوجسٹ چھلکے کے نام سے تعبیر کرتے ہین۔ اور علم ہیئت والے اون کو داغ کہتے ہین۔ اور یہی نمونہ ابتدائی پیدائش زمین کا بھی ہے یعنے علماے جیالوجی کہتے ہین کہ زمین اور تمام اور سیارسے اور اقمار ایک زمانہ مین سورج کے شعلون مین سے جدا شدہ الگ الگ شعلے تھے اور یہ شعلے اپنی جسامت و مقدار کے موافق خاص جذبات کے تابع ہوکر اپنی اپنی دائرون مین گھومنے لگے اور لاکھون۔ کروڑون برس اس حالت مین رہتے رہتے اور اپنے اطراف کی سردی اور ظلمت سے اون کا بیرونی سطح سے ملتے ملتے کثافت اور برودت قبول کرنے لگا اور اون کے گردن پر چھلکا پیدا ہونے لگا اور پھر وہ بڑہتے بڑہتے کرۂ آتشین کے گرد محیط ہوگیا۔

جبکہ اسطرح کروڑون اور لاکھون برس کے اندر انڈے کے چھلکے کے مانند ایک تہ شعلۂ جوالہ کے چارون طرف ہوگئی تو پھر رفتہ رفتہ وہ دبیز ہوتی گئی اور اندرونی حرارت کی قوت و زور یا ہوا کو کی وجہ سے غار۔ گڑہے۔ یا پہاڑ اور اونہار سطح زمین کو ناہموار بناتے رہے۔ اور جبکہ اور مدتہاے بے شمار کے اندر اس چھلکے کی حرارت اسقدر کم ہوگئی کہ جو بخیرات اوس کے چارون طرف پیدا ہوتی تہین وہ پانی کی صورت مین قایم رہنے لگین تو اس چھلکے کے غار و نشیب اوس سے بہرنے لگے اور کرہ زمین پہ پانی نمودار ہوگیا۔ اور اس دور کو جیالوجی والے پہلا دور کہتے ہین۔

دوسرا دور۔ جبکہ آہستہ آہستہ زمین کی دبازت بڑہتی رہی اور اوسکی حرارت اور کم ہوتی رہی اور ایک خاص درجہ پر اوس کی حالت آگئی تو پانی مین کیڑے مکوڑے پیدا ہونے لگے اور زمین پر سبزہ زاری کی علامتین نمودار ہوئین۔ لیکن اس دوسرے دور مین بھی زمین کی اندرونی حالت حد اعتدال پر نہین آئی تھی اور بہت کثرت سے آتش فشانی ہوتی تھی اور اندرونی مشتعل مادے روے زمین پر آتے جاتے رہتے تھے اور چونکہ زمین کا چھلکا بہت مضبوط نہین ہوا تہا اسواسطے اندرونی زورون اور دباؤن کے اثر سے زمین پر نشیب و فراز جلد جلد پیدا ہوتے رہتے تھے۔ چنانچہ بہت سے پہاڑ اوسی وقت کی تغیرات کا نتیجہ ہین معدنی کوئلہ اس دوسرے دور مین پیدا ہوا ہے۔ اس دور مین کیڑے مکوڑے اور جھینگر بے حد و حساب اقسام کے پیدا ہوے لیکن چونکہ زمین کی حالت سکون مین نتھی اور روز روز انقلابات عظیم اس کی شکل و ہیئت مین پیدا ہوتے رہتے تھے اور کثافت اطراف کم ہوتی جاتی تھی اس سبب سے اوس دور کی تمام حیوانی اور نباتی پیداوارین ضایع ہوتی رہین اسواسطے انکی نسل کا کوئی بقیہ اسوقت نہین ہے۔

تیسرا دور۔ تیسرا دور اوس کو کہتے ہین جبکہ زمین کے چھلکے کی دبازت اور زیادہ ہوگئی اور بیرونی کثافت کم ہوجانے سے سورج کی شعاعین اوسکی سطح پر زائد پڑنے لگین اور اندرونی حرارت بھی کسی قدر حد اعتدال پر آگئی۔ اس زمانہ مین مچھلیون کی کچھ سادہ بناوٹ کی اقسام پیدا ہوگئی تہین اور نیز زمین پر کچھ حشرات الارض رینگنے لگے تھے۔ لیکن زمین کے اندرونی آگ کی قوت و جوش کے سبب سے پھر بہت کچھ انقلاب شکل و خاصیت زمین مین ہوا اور یہ تمام مخلوق تلف و ضایع ہوگئی اور اوس کی نسل بھی اسوقت موجود نہین ہے سواے اسکے کہ مردہ حالت مین اون کی کچھ اجسام

پائے جاتے ہین۔

چوتھا دور۔ چوتھا زمانہ یا دور یا دس دور کو کہتے ہین جس مین انسان پیدا ہوا ہے۔ انسان جس زمانہ مین پیدا ہوا ہے یہ وہ زمانہ ہے جبکہ زمین کی حالت باعتبار حرارت کے بہت معتدل ہوگئی تھی اور معدنیات کے گلنے اور پگھلنے کی وجہ سے جو مضر اور ناگوار گیسین پھیلی ہوئی تھین وہ کم ہوگئی تھین۔ اور زمین کا چھلکا بھی موٹا ہوگیا تھا۔

بنی آدم کے ظاہر ہونے کے بعد جو طوفان آیا ہے جس کو طوفان نوح کہتے ہین اوس کا آنا دلائل قویہ سے ثابت ہے علماے یورپ مین اس بات پر اختلاف ہے کہ انسان کو زمین پر پیدا ہوے کس قدر زمانہ ہوا ہے۔ بعضون کا خیال ہے کہ انسان کو زمین پر پیدا ہوے ابھی دس ہزار برس نہین گزرے ہین اور بعض کہتے ہین کہ لاکھون برس انسان کی آفرینش کو گذر چکے ہین۔ جو لوگ کہ انسان کو لاکھون برس سے موجود ہونے کے قائل ہین اون کے دلائل بہت قوی نہین ہین۔ اور اون کا مدار بیان صرف اسپر ہے کہ بعض غارون مین انسانون کی ہڈیان ایسے حیوانون کی ہڈیون کے ساتھ ملی جلی ملتی ہین جواب سے لاکھون برس اول تھے اور یہ دلیل کوئی قوی دلیل نہین ہے۔

ماہران فن حیاتیات نے انسان کے ظہور و پیدایش کے زمانہ کو، انسان کی ہیکل اور ہڈیون کے بقیون کے ملنے اور انسانی صنعت وحرفت کے نمونون کے پاے جانے پر قرار دیا ہے۔ اور اوس کے چار حصے کئے ہین۔

انسان کے ڈھانچ اور ہڈیان۔ زمانۂ قدیم کے انسانی ڈھانچون مین سے ایک ڈھانچ آئلی اور فرانس کے مابین ایک مقام پر ایک غار کے اندر ملا ہے جسکا قد چھ فٹ ہے۔ اوس کی پیشانی کا زاویہ پچاسی درجہ کا چوڑا ہے [illegible] کے چارون طرف سیپ کے ٹکڑے ملے ہین جس مین سوراخ کئے گئے ہین۔ اور اوس کے قریب سنگ مرمر کے اس قسم کے ٹکڑے پاے جاتے ہین جن کو برچھی کے پھل کی صورت پر بنایا گیا ہے۔ اسی ڈھانچ کے ساتھ اوس جنس کی ہاتھی کی

کچھ ہڈیان بھی ملین جن کو "ماموت" کہتے ہین اسی طرح کا ایک ڈھانچ ایک اور غار مین ملا ہے جس کو "تندرسل" کہتے ہین۔ ان دونون ڈھانچون کو اس علم کے علما مین سے، دلایل) اور (ہکسلی) کہتے ہین کہ یہ سب سے پرانے ہین، لیکن کوئی قاطع دلیل اون کے پاس نہین ہے۔

الغرض اسوقت تک یہ بات طے نہین ہوئی ہے کہ روے زمین پر انسان کو پیدا ہوئے کسقدر زمانہ گزرا ہے۔

(اسمیں)

طاعون کی نسبت مذہبی اور طبی ہدایتین

علامہ ابن قیم (۶۹۱ھ - ۷۵۱ھ) نے جو بلند پایہ محدث ہین ایک بے نظیر کتاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر لکھی ہے۔ اوس کتاب کا نام زاد المعاد فی ہدی خیر العباد ہے۔ اور ۱۲۹۸ھ مین کانپور کے مشہور مطبع نظامی مین دو جلدون مین چھاپی گئی ہے اس کتاب کی دوسری جلد مین علامہ ابن قیم نے جہان طب کی پر مفصل بحثین کی ہین اون مین ایک بحث طاعون پر بھی ہے ہم اس بحث کا خلاصہ مع اپنی راے کے ناظرین کے مطالعہ کے لیے اس مقام پر درج کرتے ہین۔

وہ لکھتے ہین کہ "سعد بن ابی وقاص نے جو مشہور صحابی ہین اسامہ ابن زید سے دریافت کیا کہ تمنے طاعون کے باب مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے؟ اسامہ نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہہ فرماتے سنا ہے کہ طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر اور تمسے پہلے لوگون پر بھیجا گیا تھا۔ اگر تمکو اس بات کی خبر ہو کہ کسی سرزمین مین طاعون ہے تو وہان داخل نہ ہونا۔ اور اگر اوسی جگہہ جہان تم رہتے ہو طاعون پھیل جاے تو وہان سے نکل کر نہ بھاگنا۔"

اس حدیث سے جو علامۂ ابن قیم نے اپنی کتاب مین درج کی ہے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ طاعون ظہور اسلام سے پہلے گذشتہ اقوام مین، خاص کر بنی اسرائیل مین نازل ہوئی تھی۔ یہہ ایک تاریخی واقعہ ہے جسکی تصدیق مین کوئی

شبہہ نہین ہے اور اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ طاعون نہایت قدیم دبا ہے جو دنیا کے مختلف ملکون اور قومون پر حملہ آور ہوتی رہی ہے۔ دوسری بات جو اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے وہ بھی نہایت ٹھیک اور درست ہے۔ ہمارے زمانہ مین بھی جبکہ بدقسمتی سے ہندوستان کے مختلف اطراف مین یہ وبا پھیل گئی ہے۔ حفظان صحت کے علما اور گورنمنٹ کے طبی افسر اس بات کی کوشش کر رہے ہین کہ یہ وبا دوسرے مقامات مین جہان اب تک اوس کا قدم نہین گیا پھیلنے نہ پاے۔ اسکے لئے جو تدبیر سب سے عمدہ اختیار کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ طاعون زدہ شہرون کے باشندون کو ان شہرون سے نکلنے نہین دیتے تاکہ ان مقامات مین جہان وبا نہین ہے یہ بیماری ظہور کرنے نہ پائے۔ وبا زدہ شہرون مین بھی صحیح و سالم شہر کے باشندون کو داخل ہونے سے رد کا جاتا ہے۔ یہہ تدبیر جو طاعون کے انسداد کے لئے دانایان فرنگ نے علم طب اور حفظان صحت کے درجۂ کمال پر پہونچنے کے زمانہ مین اختیار کی ہے مذہب اسلام نے اوسپر عمل کرنے کی مسلمانون کو تاکید کی ہے اور اس بنا پر گورنمنٹ کی سختیان اور تدبیرین جو عین مذہب اسلام کی ہدایت کے موافق ہین کسی حالت مین قابل اعتراض نہین ہین۔ بلکہ ہر طرح تحسین اور شکریہ کے قابل ہین۔

علامہ ابن قیم کے زمانہ مین فن طب کو زوال اور انحطاط ہونا شروع ہو گیا تھا۔ اس زمانہ مین فن طب کی تصنیفات کا مدار زیادہ تر قدما کی تقلید پر تھا۔ اکثر مصنفین قدما کی تصنیفون کا خلاصہ کرتے تھے یا اونپر شرحین لکھتے تھے۔ اس لحاظ سے علامہ ابن قیم نے اپنے زمانہ کے اطبا کی جو رائین طاعون کے باب مین لکھی ہین وہ درحقیقت قدما کی رائین ہین۔ اور طب یونانی نے اخیر درجہ پر پہونچکر جو کچھ طاعون کے نسبت بتایا ہے اور جسپر یونانی اطبا نے ہمارے زمانہ تک کچھ اضافہ نہین کیا اوس کا نمونہ علامہ ابن قیم کی ذیل کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہین کہ "طاعون ایک خراب ورم ہے جس مین نہایت تکلیف دہ سوزش ہوتی ہے۔ اکثر اوس کے آس پاس کی جگہہ سیاہ یا سبز یا ملگجے رنگ کی ہوتی ہے۔ اور وہ بہت جلد انتہا پر پہونچکر زخم ہو جاتا ہے۔ یہہ ورم اکثر تین مقامات پر ہوتا ہے۔ بغل مین۔ کان کے پیچھے۔ ناک کی نوک پر۔ انکے سوا اوس جگہہ پر بھی نکل آتا ہے جہان نرم گوشت ہو۔"

اسکے بعد لکھتے ہین کہ "حضرت عایشہؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم طعن کے لفظ سے تو واقف ہین مگر طاعون کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ طاعون اونٹ کی گلٹیون کیطرح ایک گلٹی ہے جو پیٹ مین اور بغل مین نکل آتی ہے"

اسکے بعد وہ پھر اطبا کی رائے درج کرتے ہین اور لکھتے ہین کہ "جب پھوڑا نرم گوشت کی جگھون مین یا بغل مین یا کان کے پیچھے یا ناک کے سرے پر نکل آئے اور خراب قسم کا ہو تو اوسکو طاعون کہتے ہین۔ اوسکے نکلنے کا سبب یہ ہے کہ جب خون خراب ہوتا ہے اور اوس مین عفونت پائی جاتی ہے تو وہ ایک زہریلے مادہ مین تبدیل ہو جاتا ہے جس سے وہ عضو جس مین کہ وہ خون ہے اور اوس کے قریب کے اعضا بگڑنے لگتے ہین کبھی خون اور پیپ ٹپکنے لگتی ہے اور دل کی حالت ردی ہونے لگتی ہے۔ قے اور خفقان اور غشی کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ طاعون کا لفظ اگرچہ ہر ایسے ورم پر بولا جاتا ہے جس سے دل کی حالت ردی ہو جاے اور ہلاکت کے نوبت پہونچ جاے مگر وہ خاصکر ایسے ورم کے لئے ہے جو گلٹیون مین پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس ورم کے ردی ہونے کے سبب سواے اون اعضا کے جو قدرتی طور پر کمزور ہین اوس کا اثر کسی اور عضو پر نہین ہوتا۔ سب سے زیادہ مہلک وہ ورم ہے جو بغل مین اور کان کے پیچھے پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ مقام اعضاے رئیسہ سے قریب ہین۔ سرخ رنگ کا ورم ہو یا زرد رنگ کا دونون مین ہلاکت کا اندیشہ نہین ہے مگر سیاہ رنگ کا ورم بغیر ہلاک کئے نہین رہتا۔"

یہہ آخری رائے ہے جو یونانی اطبا نے طاعون کی نسبت لکھی ہے اور اس مین طاعون کے نکلنے کے مقامات اوسکی علامات اور انجام اور اسباب پر بحث کی گئی ہے۔ اس رای کا زمانۂ حال کے اطبا کی رائے سے مقابلہ کیا جاے تو کچھ یونہی سا

فرق معلوم ہوتا ہے۔ طاعون کا جو سبب خون کا فاسد اور متعفن ہونا اور زہریلے مادہ مین تبدیل ہوجانا بیان کیا گیا ہے وہ درحقیقت ایک اور سبب کا مسبب ہے یعنے ہوا مین عفونت اور سمیت کی پہیل جانیکا جسکو علامہ ابن قیم نے اسطرح بیان کیا ہے کہ وہ ہوا کے مادہ کا فاسد ہوجانا وبا کے پیدا ہونے کا باعث ہے اور ہوا کے مادہ کے فاسد ہوجانے کا سبب یہہ ہے کہ عفونت اور سمیت کی کوئی کیفیت سال بہر مین کسی وقت اوسپر طاری ہوجاتے یہہ وبا اکثر گرمی کے آخری دنون مین اور خریف مین پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ گرمی کے موسم مین تیز اور تند اور خراب دہوئین ہوا مین کثرت سے شامل ہوجاتے ہین۔ اور گرمی سے انکے خون مین تحلیل ہونے نہین پاتے۔ خریف مین ہماری گرد کی ہوا سرد ہوتی ہے اور وہ اُن بخارات اور زہریلے مادون کو چہوڑتی ہے جو گرمی کے دنون مین تحلیل ہوجایا کرتے تہے۔ اور وہ بخارات اور زہریلے مادے ہمارے آس پاس کی ہوا مین گہٹ کر رہجاتے ہین پہر اون کو گرمی پہونچتی ہے اور اون مین تعفن پیدا ہوتا ہے اور اون سے زہریلے اور متعفن امراض پیدا ہوتے ہین۔ خاصکر جو بدن زہریلے مادون کے قبول کرنے کے لیے تیار رہتے ہین اور نرم اور کم حرکت ہوتے ہین وہ اون مادون کو چوس لیتے ہین۔ اور اونکی ہلاکت کی نوبت پہونچتی ہے۔ سب سے عمدہ موسم ربیع کا ہے۔ بقراط نے کہا ہے کہ خریف مین شدید امراض پیدا ہوتے ہین مگر ربیع کا موسم تمام موسمون مین صحت کے لحاظ سے عمدہ ہے اور ان دنون مین موتین بہی کم ہوتی ہین۔ ایک حدیث مین بیان ہوا ہے کہ جب نجم طلوع کرتا ہے تو ہر شہر سے آفت ٹل جاتی ہے۔ نجم سے مراد ثریا ہے یا نباتات ہین جس سے ربیع کا موسم مراد ہے اور اس موسم مین بیماریان دور ہوجاتی ہین"۔

اس کے بعد علامہ ابن قیم اس بات کی وجہ بیان کرتے ہین کہ حدیث مین طاعون زدہ شہرون مین جانے اور طاعون زدہ شہرون سے بہاگنے کی کیون ممانعت کی گئی ہے۔ وہ لکہتے ہین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دو نصیحتین کی ہین۔ ایک یہ کہ وہ طاعون زدہ شہرون مین نہ جائین۔ دوسرے یہ کہ طاعون زدہ شہرون سے نہ بہاگین۔ دونون حالتون مین طاعون سے بچنے کی یہ عمدہ تدبیر ہے۔ طاعون زدہ شہرون مین جانا تو اسلئے خطرناک ہے کہ اگر کوئی مسلمان ایسے مقام پر جائے تو وہ ایک بلا کے مُنہہ مین جاتا ہے۔ اور جہان اوسکا زور اور شدت ہے وہان دانستہ قدم رکہتا ہے اور اپنی جان کو ہلاک کرنے کے درپے ہوتا ہے۔ اور یہہ شرع اور عقل کے بالکل خلاف ہے۔ بلکہ یون کہنا چاہیئے کہ طاعون زدہ شہرون سے دور رہنے اور بچنے کی نصیحت جو حدیث مین ہے وہ خدا کی طرف سے ایک عمدہ تدبیر اس وبا سے بچنے کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایسے مقامات اور ایسی آب وہوا سے دور رہین جس سے تکلیف پہونچنے کا اندیشہ ہو۔ طاعون زدہ شہرون سے بہاگنے کی جو ممانعت کی گئی ہے اس سے دو مطلب ہین۔ پہلا مطلب تو یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون کو خدا پر توکل کرنے اور اوسکے حکمون پر راضی ہونے اور صبر کرنے کی نصیحت کی ہے۔ دوسرا مطلب وہ ہے جو فن طب کے پیشواؤن نے بیان کیا ہے کہ جو شخص وبا سے بچنا چاہتا ہے اوسکو لازم ہے کہ اپنے بدن سے فضول رطوبتون کو نکالے اور غذا کو تحلیل کرے اور ایسی تدبیر کرے جس سے خشکی کی کیفیت طاری ہو۔ مگر ورزش جسمانی سے اور حمام مین نہانے سے پرہیز کرے کیونکہ بدن کسیوقت فضول مادون سے خالی نہین ہوتا جو اندر چہپے رہتے ہین۔ ورزش کرنے اور حمام مین نہانے سے وہ مادے بہڑک اوٹہتے ہین اور عمدہ کیموس مین شامل ہوجاتے ہین اور اس سے سخت اور شدید بیماری کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اسلئے طاعون کے زمانہ مین آرام اور سکون اختیار کرنا اور فاسد خلطون کی ہیجان کو روکنا ہر شخص پر واجب ہے۔ وبا کے مقامات سے بہاگنے اور وہان سے دوسری جگہہ سفر کرنے مین شدید حرکت کرنی پڑتی ہے اور یہہ حرکت نہایت نقصان پہونچاتی ہے۔ یہہ قول متاخرین مین سے بہت بڑے طبیب کا ہے اور اس سے وہ طبی فائدہ جو حدیث نبوی مین ہے اور جسم اور قلب کا جو علاج اور جو اصلاح اوس مین بتائی گئی ہے صاف طور پر ظاہر ہوجاتی ہے"۔

زمانۂ حال کے اطبا بہی یہی نصیحت کرتے ہین کہ جہان وبا پہیل جائے وہان کے لوگ بہاگ کر باہر نہ جائین اور باہر

لوگ وہان نہ آنے پائین۔ اگرچہ بعض اطبا طاعون کو متعدی امراض مین شمار نہین کرتے مگر اکثر طبیبون اور ڈاکٹرون کا گروہ اس بات پر متفق ہے کہ وہ متعدی ہے۔ متعدی امراض سے بچنے کے لیے جو تدبیرین طب یونانی اور زمانۂ حال کی طب نے دریافت کی ہین وہ نہایت اختصار اور عمدگی کے ساتھ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم مین موجود ہین۔ آجکل کے اطبا بھی طاعون کے زمانہ مین ضعیف حرکت کرنے اور ورزش جسمانی مین اسطرح مشغول ہونے سے منع کرتے ہین جس سے بدن مین تکان پیدا ہو۔ حمام مین نہانا بھی ایک تکان پیدا کرنے والی محنت ہے اور اس سے بچنا بھی لازم ہے۔

اسکے بعد علامہ ابن قیم لکھتے ہین کہ طاعون زدہ شہرون مین جانے سے منع کرنے مین چند حکمتین ہین (اول) یہہ کہ تکلیف دہ اسباب سے دور رہنا اور کنارہ کشی کرنا لازم ہے (دوم) یہہ کہ تندرستی کا قایم رکھنا ضروری ہے جس سے معاش اور معاد دونون کی درستی ہوتی ہے۔ (سوم) یہ کہ اوس ہوا مین جو متغیر اور فاسد ہو گئی ہو سانس لینا نہین چاہیے تاکہ بیمار نہ ہون (چہارم) یہ کہ جو لوگ طاعون کے بیماری مین مبتلا ہون اون کے پاس جانا نہین چاہیے کیونکہ اون کے پاس جانے سے اس قسم کی بیماری مین مبتلا ہو جانیکا خطرہ ہے۔ چنانچہ سنن ابی داؤد مین ایک مرفوع روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیمارون کے پاس جانا اور وبا کا سامنا کرنا ہلاکت کا باعث ہے (پنجم) یہہ کہ فال اور چھوت پر اعتقاد رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ جو لوگ فال لیتے ہین یا جنکو امراض کے چھوت پر اعتقاد ہے اکثر وہی خطرہ مین مبتلا ہوتے ہین اور بیمار ہوتے ہین غرضکہ طاعون زدہ شہرون مین جانے سے منع کرنا طاعون سے بچنے اور دور رہنے اور ہلاکت کے اسباب سے کنارہ کشی کرنے کی عمدہ نصیحت ہے۔ رہا طاعون زدہ شہرون سے بھاگنے کی ممانعت کرنا اوس سے مقصود یہہ ہے کہ لوگ خدا پر بھروسا کرین اور قسمت کے فیصلہ پر راضی رہین۔ اس بنا پر پہلی نصیحت تعلیم اور تادیب کے طور پر ہے۔ اور دوسری نصیحت رضا و تسلیم کی ہدایت کے طور پر ہے۔

اسکے بعد علامہ ابن قیم ایک تاریخی واقعہ بیان کرتے ہین جو طاعون کے متعلق ہے اور وہ یہہ ہے کہ جب حضرت عمر ملک شام مین تشریف لے گئے تو حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور اون مسلمانون نے جو لشکر اسلام مین شامل تھے اون کو خبر دی کہ ملک شام مین وبا پھیل گئی ہے۔ حضرت عمر نے ابن عباس کو ارشاد کیا کہ مہاجرین کو میرے پاس بلا لاؤ۔ جب مہاجرین حضرت عمر کے پاس جمع ہو گئے تو اونہون نے طاعون کے بابمین اون سے مشورہ کیا بعض مہاجرین نے کہا کہ آپ جس کام کے لیے تشریف لائے ہین اوس کو چھوڑ کر جانا ہمارے نزدیک مناسب نہین ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ کے ساتھ اصحاب رسول اللہ اور دیگر مسلمان ہین۔ ہماری رای مین یہ مناسب نہین ہے کہ آپ اون کو وبا مین مبتلا ہونے کا موقع دین۔ اسکے بعد مہاجرین مجلس سے اوٹھ گئے اور مشورہ کیلئے انصار بلائے گئے۔ اونکی بھی وہی رای ہوئی جو مہاجرین کی تھی۔ انصار بھی راے دیکر چلے گئے۔ اور قریش کے بڑے بڑے سردار بلائے گئے۔ اونہون نے بالاتفاق یہ رای دی کہ آپ سب مسلمانون کو لیکر یہان سے کوچ کر جائین۔ اور اون کو وبا سے ہلاک نہ ہونے دین۔ حضرت عمر نے اس رای کو پسند کیا اور دوسرے دن صبح کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ جب کوچ کرنے کا وقت آیا تو حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے کہا۔ امیر المومنین! کیا آپ خدا کی تقدیر سے بھاگتے ہین۔ حضرت عمر نے فرمایا کاش یہ بات تمہارے سوا مین اور کی زبان سے سنتا۔ ہان یہ سچ ہے کہ ہم خدا کی تقدیر سے بھاگتے ہین مگر خدا کی تقدیر ہی کی طرف جا رہے ہین کیا تم خیال نہیں کرتے کہ اگر تمہارے پاس اونٹ ہون اور تم اون کو چرانے کے لیے کسی وادی مین لے جاؤ اور اوس وادی کے دو حصے ہون۔ ایک خشک اور بے آب۔ دوسرا سر سبز و شاداب۔ اس حالت مین اگر تم اونٹون کو خشک اور بے آب زمین مین چراؤ تو یہ بھی خدا کی تقدیر ہے اور اگر اونکو سرسبز و شاداب زمین مین چرنے کے لئے چھوڑ دو تو یہ بھی خدا ہی کی تقدیر ہے۔ دونون حالتون مین تقدیر الٰہی سے چارہ اور گریز نہین ہے۔ عبدالرحمن بن عوف جو جلیل القدر صحابی ہین اس گفتگو کے وقت

وہان موجود نہین تہے اور کسی کام کو چلے گئے تہے جب واپس آکر تو اونہون نے کہا کہین نے اس باب مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث اپنے کانون سے سنی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ اگر تمکو معلوم ہو کہ وبا کسی شہر مین پہیل گئی ہے تو وہان داخل نہ ہونا اور وبا کا سامنا نہ کرنا - اور اگر اوسی جگہہ جہان تم ہو وبا ظہور کرے تو وہان سے بہاگنا بہی نہین ۔"

اس مین شک نہین ہے کہ جو نصیحتین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے اور اس تاریخی واقعہ سے نکلتی ہین وہ نہایت عمدہ اور نہایت مفید ہین - اور اونپر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے قرآن مجید مین اگرچہ طاعون کا ذکر نہین ہے، یکسی اور بیماری سے بچنے کی تدبیر بیان کی گئی ہے۔ مگر اوس مین ایک ایسا عمدہ اصول ہے جس سے ہم طاعون سے اور طاعون کی مثل دیگر ہلاکت کے اسباب سے بچ سکتے ہین اور وہ اصول اس مختصر آیت مین ہے کہ "لا تلقوا بایدیکم الی التهلکة" یعنے اے مسلمانو تم اپنے تئین آپ ہلاکت مین نہ ڈالو - یہہ اصول حفظان صحت کے تمام قوانین پر مشتمل ہے اور وہ تمام قاعدے حفظان صحت کے جو قدیم اور جدید طب کے ماہرون نے اپنی تصنیفات مین درج کئے ہین گویا اس مختصر اصول کے متن پر حاشیے ہین - پس ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اس اصول کو اپنا دستورالعمل بنائے اور اپنے بزرگون کے طرز عمل کو پیش نظر رکہے - اور جان بوجہکر اپنے تئین طاعون مین یا اور کسی ہلاکت کے خطرہ مین مبتلا نہ ہونے دے - اور جو عادل اور دور اندیش اور مہربان گورمنٹ جیسی کہ ہماری برٹش گورمنٹ ہے، حفظان صحت کے لیئے احکام نافذ کرے اور اپنی رعیت کی جان اور تندرستی کے بچانے اور محفوظ رکہنے کے لئے طبی قاعدے جاری کرے تو اوس کا شکریہ ادا کرنا اور اوسکے مدبرانہ احکام اور عاقلانہ تدبیرون سے فائدہ اوٹہانا اور اونکو اون احکام اور تدبیرون کے جاری کرنے مین مدد دینا رعیت پر فرض ہے

اگرچہ طاعون کے متعلق جو نصیحتین پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بزرگان اسلام سے لی گئی ہین اور جو تاریخی واقعات اوسکے متعلق تاریخ کی کتابون مین پائے جاتے ہین اور جو علامات و اسباب اور علاج یونانی اطبائے طب کی کتابون مین درج کئے ہین اون سب پر ایک بسیط آرٹکل لکہا جا سکتا ہے۔ مگر ہم اسوقت اسی قدر اقتباس پر اکتفا کرتے ہین کیونکہ علامہ ابن قیم کی کتاب حدیث کی ایک نہایت مستند اور معتبر کتاب ہے - اور اس مین طاعون کے باب مین جو کچہہ لکہا ہے وہ مذہبی اور طبی نصیحتون کا نہایت عمدہ لُبّ لباب ہے۔

(وحید الدین سلیم)

سچی شاعری

مولانا روم فرماتے ہین سہ شاعری جزویست از پیغمبری مگر یہہ وہ شاعری نہین ہے جس مین انسان کے دل کی اور اوسکے خیالات اور عادات اور جذبات کی ہو بہو تصویر نہین کہینچی گئی - بلکہ وہ شاعری ہے جو انسان کی زندگی مین رہنمائی کرتی ہے - اوسکے اندرونی ہولناک جذبات کا خاکا اوڑاتی ہے - اور اون سے نفرت دلاتی ہے - عمدہ اخلاق اور شائستہ عادات کی تعلیم دیتی ہے - اور ہر وقت انسان کی اصلاح پر آمادہ رہتی ہے - یہی کام پیغمبرون کا ہے جو بنی آدم کے اصلاح کے لیئے دنیا مین آئے اور دنیا کو امن و امان - صلح کل - ہمدردی کی ہدایت کر گئے - اس لحاظ سے اگر ایسی شاعری کو پیغمبری کا جُز بتایا جائے تو بالکل صحیح ہے اور اس مین ذرا بہی شک نہین کہ سچی شاعری دنیا اور اہل دنیا کے پاس نبوت کا پیغام لاتی ہے اور اون کے اخلاق اور جذبات کو راہ راست پر لگاتی ہے۔

ہماری موجودہ شاعری جو اردو زبان مین نظم کی بنیاد پڑنے کے وقت سے آجتک ایک ہی حالت پر ہے اور اوس مین سوائے ایک آدہ بزرگون کے کسی نے تبدیلی اور اصلاح کا نام نہین لیا ہے - نہایت بُری اور معرا از حقیقت ہے

دور ہے۔ کیا فائدہ ہے اس بات کے بیان کرنے سے کہ ممدوح کا مکان آسمان سے باتین کرتا ہے۔ یا اوس کی بنیاد تحت الثری مین ہے؟ کیا مطلب ہے اس بات کے کہنے سے کہ اوس کا گھوڑا فرشتون کے ساتھ ہم پرواز ہے یا اوس کی تلوار بجلی پر کاٹ کرتی ہے۔ کیا ضرورت ہے اس تعریف کی کہ تصور آسمان کی نو کرسیون پر چڑھکر ممدوح کی رکاب کو چومتا ہے۔ کیا حاجت ہے اس اپج کی کہ ممدوح کی ہیبت سے وہ دشمن جو ابھی رحم مادر مین ہین دو ٹکڑے ہوی جاتے ہین۔ یہہ مثال اون فضول اور خارج از حقیقت مبالغون کی ہے جو ہمارے شعرا اپنے قصاید مین لاتے ہین۔ غزلون پر غور کرو تو اونکی حالت قصائد سے بھی ابتر ہے۔ اون مین اکثر ایسے بھدے اور فحش اور ناپاک جذبات کی تصویر کھینچی جاتی ہے جو سننے والون کے دل پر بُرا اثر ڈالتے ہین اور اون کو دین و دنیا سے گمراہ کر دیتے ہین۔ اسیطرح جس صنف کا خیال کر دیا تو اوس مین فضول مبالغے ہونگے یا مضر اور قابل نفرت خیالات ہونگے۔ زبان عمدہ۔ محاورات پاکیزہ۔ الفاظ ڈہلے ہوے مگر معانی نفرت انگیز یا حیرت خیز ہین۔

عرب کی قدیم شاعری مین اکثر فطرت کے حالات بیان کئے جاتے تھے مگر شاعر جب اپنے خاص ناگفتہ بہ واقعات کو سچائی کے ساتھہ بلکہ فخر کے ساتھہ بیان کرتا تھا تو سننے والون کے دلونپر اوس کا بُرا اثر ہوتا تھا اور وہ بھی اخلاق کے دائرہ سے باہر نکلنے اور بیجا آزادی کے ساتھہ زندگی بسر کرنے کو افتخار کا باعث خیال کرتے تھے۔ اس مین شک نہین ہے کہ ظہور اسلام کے بعد عرب کی شاعری مین جو انقلاب ہوا وہ اخلاق کے لحاظ سے تو عمدہ تھا مگر اوس مین زور اور اثر باقی نہین رہا تھا۔ اسکے بعد جب عباسیون کا دورہ دورہ ہوا تو شاعری اس لحاظ سے نہایت پست درجہ پر پہونچگئی کہ الفاظ کے طمطراق اور شان و شوکت کے ساتھہ ایسے مضامین باندہے جانے لگے جو مبالغہ اور خوشامد سے لبریز تھے اور اون مین واقعیت اور آزادی کا جوہر نہین پایا جاتا۔

عرب کی شاعری کے اوسی دور مین ایرانیون کی شاعری کا طلوع ہوا۔ اس مین شک نہین کہ فارسی زبان کے بڑے بڑے شاعرون کے کلام مین تصوف اور اخلاق کا عنصر موجود ہے مگر اکثر شعرا الفاظ کی چمک دمک اور تخیل کی بھول بھلیان مین رہگئے اور شاعری کا مفید پہلو اون کے ہاتھ سے نکل گیا۔

فارسی زبان بہ نسبت عرب کی زبان کے نہایت محدود تھی اور اسمین الفاظ کی تعداد بھی کم تھی مگر خیالات کے ادا کرنے کے لئے انہین الفاظ کے سیکڑون بلکہ ہزارون ترکیبین نکل آئین۔ بیشک اس طریقہ سے زبان مین وسعت اور رنگینی پیدا ہوگئی مگر خیالات کا عمدہ اور پاکیزہ ہونا اور چیز ہے جس سے اکثر فارس کے شعرا محروم رہے۔

فارسی شاعری کے اخیر دور مین جو اسکے انحطاط کا زمانہ تھا اُردو شاعری نے جنم لیا اور وہ بالکل اوسی کے سانچے مین ڈہالی گئی یہی سبب تھا کہ اردو زبان کے شاعرون نے جب آنکہہ کھولکر دیکھا تو اون کے گرد و پیش مدح و ذم حسن و عشق کے وہی نمونے موجود تھے جو ایران کی سرزمین سے لائے گئے تھے۔

ہمکو اس موقع پر نہ شاعری کی حقیقت بیان کرنی ہے نہ اوسکی تاریخ لکھنی مقصود ہے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم اس بات کو ظاہر کر دین کہ سچی شاعری سے جسکی بنیاد حقیقت اور واقعیت پر رکھی جاتی ہے اور جس مین اخلاق کے مفید پہلو دکھائے جاتے ہین اور مضر اور ناپاک جذبات کا خاکا اوڑایا جاتا ہے۔ دنیا مین نہایت اعلی درجہ کی اصلاحات ہوتی ہے اور اوس سے سوسائٹی کی حالت دن بدن ترقی کرتی ہے اور قوم اور ملک کو فائدہ پہونچتا ہے۔ برخلاف اسکے جو شعرا مبالغون اور فضول گوئیون اور نفس کی بیجا اومنگون کے اظہار مین مشغول رہتے ہین۔ وہ دنیا کے لئے نہایت خوفناک درندے ہین۔ وہ لوگون کو شہد مین زہر ملاکر چٹاتے ہین۔ اور انسان کے پردہ مین شیطان نظر آتے ہین۔ خدا ہماری قوم کو ایسے شاعرون سے اور انکی ایسی شاعری سے نجات دے۔

اعلی درجہ کے شاعر جو اخلاق کو نظم کے دلفریب سانچے مین ڈہالتے ہین اور پیغمبری کا ایک فرض ادا کرتے ہین اور دنیا کے لٹریچر کو اپنی نصیحتون اور ہدایتون سے مالامال کرتے ہین اور سوسائٹی کو

حسن معاشرت کی تعلیم دیتے ہین وہ زندگی مین بہی فائدہ رسانی کرتے ہین اور مرنے کے بعد بہی ان کا فیض جاری رہتا ہے اون کا نام ابدالآباد تک زندہ ہے اور اون کا کام ہمیشہ قابل تحسین و آفرین ہے —

یورپ کا شاعر کیٹس اپنی ایک نظم مین ایسے شاعرون کی روحون سے خطاب کرتا ہے۔ اور کہتا ہے "اے انسان کے جذبات اور انبساط کے مطربو! تم اپنی پاک روحین اس دنیا مین چہوڑ گئے ہو۔ کیا تم آسمان پر بہی روحین رکہتے ہو اور اسطرح ایک ہی وقت مین دو عالمون مین زندہ ہو۔ ہان وہ روحین جو عرش پر ہین آفتاب اور ماہتاب کے گردون سے مخاطب رہتی ہین اور آسمانی چشمون کی حیرت انگیز شور سے ہم صدا ہین۔ وہ بہشت کے درختون کی ہلکی سرسراہٹ سے سرگوشیان کرتے ہین۔ اور جنت کے سبزہ زارون مین جن کے نازک درختون کی کونپلون کو ڈائنا[1] کے ہرنون کے نوجوان اور خوبصورت بچے چر رہے ہین آرام سے پاؤن پہیلائے بیٹہے ہین۔ درخت اپنے پہولون سے اونپر سایہ کرتے ہین۔ گلاب کے پودے پہبک رہے ہین اور انکی خوشبو دور تک نرم ہوا کے جہونکون مین بہ رہی ہے۔ درختون پر پرند چہچہاتے ہین جو دنیا کے پرندون کیطرح بیعقل اور خیال کے پتلے نہین ہین بلکہ اونکے گلے سے الہامی راگ نکلتے ہین اور وہ آسمان کے گہرے اسرار بیان کرتے ہین اور قدرت کے دلفریب واقعات سناتے ہین۔ تم آسمان پر زندہ ہو اور زمین پر بہی زندہ ہو۔ تم جو اپنی پاک اور معصوم روحین اس زمین پر چہوڑ گئے ہو وہ ہمکو تمہاری تلاش کا رستہ بتاتی ہین جہان سے گذر کر تم خوشی اور مسرت کی دنیا مین پہونچگئے ہو۔ وہان نیند ہے نہ تہکن ہے۔ دنیا مین تمہاری روحین فانی انسان کو برابر ہدایت کرتی ہین۔ اور ان کی ہفت روزہ زندگی کو۔ اونکی تکلیفون اور اون کی خوشیون کو۔ اون کی الفتون اور اون کی نفرتون کو۔ اونکی عزت اور اونکی غیرت کو اونکی کمزوری اور اون کی قوت کو ظاہر کر رہی ہین۔ اور آسمان پر بسنے والو! تم ہر روز ہمکو عقل کی باتین سکہاتے ہو اگرچہ تم بہت دور جا بسے ہو"

(وحیدالدین سلیم)

[1] چاند کی دیوی۔

معذرت

افسوس ہے کہ اخبارون مین جو اشتہار "معارف" کا دیا گیا تہا اوس مین ہمنے وعدہ کیا تہا کہ پہلا پرچہ یکم جون کو شایع کرینگے۔ مگر ہماری ناتجربہ کاری کے سبب سے جو ابتدائی مشکلات ہمکو پیش آئین اونہون نے مجبور کیا کہ اشاعت کی تاریخ یکم جون کی جگہہ یکم جولائی قرار دیجائے۔ ہم ناظرین سے معافی کی التجا کرتے ہین اور وعدہ کرتے ہین کہ انشاء اللہ آیندہ سے ہر مہینے کی یکم تاریخ کو پرچہ شائع ہوا کرے گا۔

اڈیٹران معارف

معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ

اڈیٹران - حاجی محمد اسمعیل خان و مولوی وحید الدین سلیم

جلد ۱	یکم اگست سنہ ۱۸۹۸ء	نمبر ۲

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک - - - - - - - - - - - - - للعہ

(مقام اشاعت علیگڈہ دفتر معارف)

مطبع مفید عام آگرہ مین باہتمام محمد قادر علیخان صوفی چھپا

مقاصد اور قواعد

۱ یہ دو جزو کا ماہوار علمی رسالہ جو "معارف" کے نام سے موسوم ہوگا۔ ہر مہینے کی یکم تاریخ کو علیگڈہ سے شائع ہوا کرے گا۔

۲ اس رسالہ کا مقصد یہ ہے کہ اسکے ذریعے سے اردو زبان کے علم ادب کا دائرہ وسیع ہو اور اوسمین ہر قسم کے مضامین لکھے جائین جنکی اقسام حسب ذیل ہین:

ا پولیٹکل مضامین جن سے مسلمانون کے حقوق کی حمایت اور اونکی رہنمائی مقصود ہے۔

ب مذہبی اور اخلاقی مضامین۔

ج علمی اور فلسفیانہ مضامین۔

د تاریخی مضامین (خاصکر مسلمانون کی تاریخ کے متعلق)۔

ہ مشاہیر زمانہ گذشتہ وحال کی سوانح عمریان۔

و تمام دیگر مضامین جن سے معلومات مین وسعت ہو اور مسلمانون مین روشن ضمیری اور عمدہ تربیت اور تہذیب کی اشاعت ہو۔

۳ یہ ضرور نہین کہ ہر پرچہ مین ہر قسم کے مضامین شامل ہوا کرینگے بلکہ ان اقسام کے مضامین یکے بعد دیگرے شایع کیے جائین گے۔

۴ بالفعل اس رسالہ کے دو اڈیٹر قرار دئے گیے ہین۔

ا حاجی محمد اسمعیل خان۔

ب مولوی وحید الدین سلیم۔

۵ ملک کے مشہور اور اعلی درجہ کے انشاپردازون اور مضمون نگارون کی خدمت مین درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنے بیش بہا مضامین سے ہماری مدد کرین۔ جن بزرگون کے نام ہمکو معلوم نہین ہین۔ اگر مہربانی سے وہ خود یا اونکے احباب اون کے نام ونشان سے ہمکو مطلع کرینگے تو ہم اونکی خدمت مین بہی درخواست کرینگے کہ وہ بھی اس رسالہ کو اپنی قیمتی تحریرون سے امداد پہنچائین۔ جو حضرات کسی مضمون مین اپنا نام ظاہر کرنا نہین چاہینگے اونکا نام ظاہر نہین کیا جائیگا۔

۶ اس رسالہ کی قیمت سالانہ مع محصولڈاک (للعہ) ہے جو نقد قیمت بھیجنے یا ویلیو پےایبل کی درخواست کرنے سے خریدارون کی خدمت مین بہیجا جائیگا۔ ششماہی سے کم کی درخواست نامنظور ہوگی۔ نمونہ کے پرچہ کے لیے پانچ آنہ کے ٹکٹ آنے ضرور ہین۔ قیمت ہر حال مین پیشگی نقد یا بطور ویلیو کے وصول کی جائے۔ اور قیمت رسالہ کی کسی حال مین کم نہین ہو سکتی۔ رسالہ کے متعلق تمام خط وکتابت مولوی وحید الدین سلیم کے نام ہونی چاہیئے۔ اور اون ہی کے نام قیمت آنی چاہیئے۔

۷ جو بزرگ اس رسالہ کی خریداری منظور فرمائین اون سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنا نام اور ٹائیٹل اور پتہ صاف لفظون مین تحریر فرمائینگے۔

۸ جو بزرگ اس رسالہ کو علمی امداد پہونچانا چاہین اون سے التجا کی جاتی ہے کہ جہانتک ممکن ہو مضامین خوشخط اور صاف لکھوا کر روانہ کرین تاکہ کوئی تحریر غلط چھپنے نہ پائے۔

۹ بشرط پسند اشتہارات بہی اس رسالہ مین درج ہوا کرینگے اور اشتہارات کے نمونے اور اونکی اجرت کے قرارداد کے متعلق خطوط مولوی وحید الدین سلیم کے نام آنے چاہئین۔

۱۰ پتہ مولوی وحید الدین سلیم کا (علی گڈہ) دفتر رسالہ معارف ہے۔

اسپین

چونکہ اسپین کے حالات مسلمانون کے واسطے فی نفسہ دلچسپ ہین اور نیز اسوجہ سے کہ آجکل اوس لڑائی سے جو مابین اوسکے اور جزائر متحدہ امیریکا کے ہو رہی ہے اسپین کے ملکی حالات بیان کرنا بے فائدہ نہ ہونگے۔

اسپین اصل مین اوس جزیرہ نما کا نام ہے جو یورپ کے غرب جنوبی مین واقع ہے مگر زمانہ حال مین وہ دو حصون پر منقسم سمجھا جاتا ہے جسکے مغربی حصہ کو پرتگال کہتے ہین اور جنوبی حصہ کو اسپین کہتے ہین۔ اس تمام جزیرہ نما کو زمانہ قدیم مین (آیبریا) کہتے تھے لیکن یونانیون کے عروج کے زمانہ مین اسکا نام (سپانیا) ہوگیا کیونکہ اونکی زبان مین (ہسپرنیا) کے معنی مغرب کے ہین۔ اور اسپریا سے رفتہ رفتہ (اسپانیا) بنگیا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ (آیبریا) کا لفظ اصل مین (ایبردیا) تھا جسکے معنے باسک (وسکی) قوم کی زبان مین مغرب کے ہین۔

حدود مساحت اور موقع۔ اسپین اور پرتگال دونون ملا کر ایک مربع الشکل جزیرہ نما کی صورت مین واقع ہوگئے ہین۔ اس جزیرہ نما کا شمال مشرقی حصہ ملک فرانس سے ملا ہوا ہے اور ان دونون ملکون کے درمیان مین (پرنیز) نامی سلسلہ جبال حایل ہے ما باقی سب اطراف مین پانی اور سمندر ہے۔ جنوبی سمت اوسکی بر افریقہ کے متصل ہے اور صرف ایسی ایک آبنا جسکا عرض (۱۶ کیلومیٹر ہے)[ف۱] اوسکے اور بر افریقا کے مابین واقع ہوئی ہے۔

اس جزیرہ نما کا طول اعظم شرق سے غرب کو (۱۰۲۰) کیلومیٹر ہے اور مساحت سطحی اوسکی (۴۹۵۶۲۵) کیلومیٹر ہے۔ اسمین سے ملک پرتگال کی مساحت قریب (۹۰۰۰۰) کیلومیٹر کے ہے یعنے قریب ایک چھٹے حصہ کے پرتگیزون کے ملک مین داخل ہے اور پانچ چھٹا حصہ اُس کا اسپین کے قبضہ مین ہے۔ اگر اسمین جزیرہ کناری شامل کر لیا جاوے تو سلطنت اسپین باعتبار اپنی وسعت کے یورپ کی سلطنتون مین سے چھٹے درجہ کی شمار ہوتی ہے صرف روس۔ سویڈن۔ ناروے۔ آسٹریا۔ جرمن اور فرانس کی سلطنتون سے چھوٹی ہے۔ اور سب سے بڑی ہے۔

شکل طبعی۔ ملک اسپین ایک بلند زمین پر واقع ہوا ہے اور اوسکے اندر پہاڑون کے کئے سلسلے ہین جنکے سبب سے ایک حصہ ملک دوسرے حصہ ملک سے جدا ہوتا ہے اور اونکے درمیان مین وادیان ہین۔ اسکی چارون سمتین بہت ڈہلوان ہین اور ندی نالے جو اسکی بلندیون سے نکلتے ہین وہ نہایت گہرے گہرے ہین۔ اس تمام جزیرہ نما کی بلندی کا اوسط (۷۰۰) گز ہے اور سویڈن کے سوا تمام یورپ سے یہ ملک بلند اور اونچا ہے۔

اسکے پہاڑون مین سب سے اونچا پرنیز پہاڑ کا سلسلہ ہے جو اسپین اور فرانس کے درمیان مین حد طبعی ہے۔ یہ سلسلہ فرانس کی طرف سے دیوار کی مانند اونچا ہوگیا ہے لیکن اسپین کی سمت مین اوس سے ایسی چھوٹی چھوٹی شاخین نکلتی ہین جنکی وجہ سے یہ تمام سلسلہ مثل ایک پہاڑ کے نہین معلوم ہوتا بلکہ جدا جدا پہاڑون کے ہونیکا اسپر احتمال ہوتا ہے ان چھوٹے پہاڑون کا نام مالاڈیٹا ہے اور یہ سب اسپین کے ملک ہی مین داخل ہین۔ سب سے اونچی چوٹی انکی (نتو) نامی ہے جو (۳۴۴۰) گز سطح سمندر سے بلند ہے۔ ایک دوسری چوٹی کا نام (روزٹو) ہے اور جو (۳۳۶۷) گز اونچی ہے اور یہ چوٹی باعتبار منظر کے سب سے زاید لطیف اور دلکش ہے۔

انکے سوا اور بہی مشہور مشہور چوٹیان ہین۔ پہاڑون کی پستی اور بلندی کی مناسبت سے بارش کے درجے بہی مختلف رہتے ہین جن حصون مین بارش زیادہ ہوتی ہے اونمین چشمون اور ندی نالون کی کثرت ہے۔ لیکن بعض مقامات مثل افریقا کے خشک اور بے آب ہین۔ سب سے بڑا دریا اوسمین ٹیگس نامی ہے جسکا طول (۹۵۰) کیلومیٹر ہے اور یہ اسپین کے وسط مین پیدا ہوا ہے اور مغرب کی سمت کو بہتا ہوا ملک پرتگال مین ہوکر گذرتا ہے اور شہر لزبن کے سامنے بحر اٹلانٹک مین گرتا ہے۔ منجملہ دریاؤن کے ایک دریا اور ہے

ف۱ کیلومیٹر ایک طولانی پیمانہ ہے جو (۳۲۸۰) فٹ دو انچ کے برابر ہوتا ہے اور انگریزی میل (۵۲۸۰) فٹ کے برابر ہوتا ہے۔

جسکا نام گواڈیانہ ہے اور یہ وسطا اسپین کے مشرق جنوبی سمت سے جاری ہوکر پرتگال کی سرحد سے متصل ہوتا ہے تو وہان سے جنوب کی سمت کو پھر جاتا ہے اور یہ بحر محیط مین گرنے تک ان دونون سلطنتون کے مابین حد فاصل کا کام دیتا ہے۔ جبکہ گواڈل کیور مین یہ گرتا ہے تو ایک بہت بڑے حصہ ملک مین کشتی رانی اسمین ہوتی ہے اور (اشبیلیہ) کی تجارت کو اس سے بہت مدد ملتی ہے (چینل) نامی ندی جسکا عرب شاعرون کے اشعار مین بہت تذکرہ ہے اسی دریا گواڈیانہ کا ایک شعبہ ہے۔

آب وہوا عام طور سے اس جزیرہ نماکی ہوا معتدل شمار ہوتی ہے لیکن پہاڑون کی بلندی اور زمین کے نشیب وفراز کے اعتبار کر گرمی سردی مختلف ہے۔ گواڈل کیور مین اوسط درجہ گرمی کا سینٹی گریڈ کے حساب سے (۲۰) رہتا ہے لیکن اوسکی بلندیون مین پہاڑون کا شدید موسم ہوتا ہے اور پہاڑون کی بعض چوٹیان دائمی صورت سے برف سے ڈھکی رہتی ہین۔ مینہ بھی مختلف مقدار سے ملک مین برستا ہے یعنی پرینیز پہاڑ سلسلہ کے شمالی سمت مین بہت زیادہ بارش ہوتی ہے اور چند پست میدان خشک بے آب رہتے ہین۔ بحر سفید کے کنارہ کے متصل حصہ ملک مین کسی قدر بارش ہوتی ہے۔

پیداوار وحیوانات ملک اسپین باعتبار اپنی بناوٹ کے جس طرح پر مختلف ہے اوسی طرح باعتبار پیداوار کے بھی اوسمین اختلاف ہے وسطا اسپین مین گیہون کا پیداوار خوب ہوتا ہے اور (بلنسیہ) کے نواح مین چانول کی زراعت ہوتی ہے (مرسیہ) اور (اندلس) کی سلطنت نارنگیان بہت مشہور ہین اور زیتون کا تیل یہان پر بہت پیدا ہوتا ہے اور پسندیدہ ہے۔ گنے بھی پیدا ہوتے ہین اس ملک مین ملایم اون والی بھیڑین جنکو (مرنیو) کہتے ہین بہت ہین اور یہان کی چراگاہین ان بھیڑون کی پرورش اور پیداوار کیواسطے بہت موزون ہین گالیشیا اور استرا مدورا ضلعون کی گائین اور گھوڑے بھی مشہور ہین یہ گھوڑے عربی گھوڑون کی نسل کے بقیہ

ہین۔ باعتبار معدنیات کے اسپین کا ملک عام یورپ سے زیادہ زرخیز ہے۔ لوہے۔ چاندی۔ سونے۔ سیسے کی کانین جابجا ہین۔ اگرچہ رومیون اور عربون کے زمانون مین ان معدنیات سے بہت کچھ حاصل کیا گیا مگر تاہم اسپین والون کی بےپروائی اور آلات وسامان نقل کی قلت کی وجہ سے اب بھی کانین بھری پڑی ہین

اقوام۔ زبانین ملک اسپین کے باشندون کی تعداد (۱۷۲۲۶۲۵۴) ہے اور یہ سب کے سب اسپینش جنس سے ہین اور سب کا مذہب کیتھلک ہے۔ اس ملک کی عام زبان فرنچ۔ اور اطالین زبانون کی مانند (لیٹن) سے نکلی ہوئی زبان ہے۔ لیکن جو جو قومین اس ملک مین حکمران رہی ہین اون سب زبانون کے الفاظ اسمین ملے جلے پائے جاتے ہین۔ البتہ اس جزیرہ نما کے شرق شمالی حصہ مین کیٹلونیا (بلنسیہ) کے اطراف مین کیٹلونین زبان بولی جاتی ہے یہ اسپینش زبان سے بھی جداگانہ ہے اور اوس زبان سے متشابہ ہے جو کہ جنوبی فرانس کی بول چال مین ہے اور بسکو زبان بھی بہرا ڈھنگ رکھتی ہین لیکن مدرسون اور یونیورسٹیون کے ذریعہ سے یہان پر سرکاری زبان اسپینش روز بروز زیادہ رایج ہوتی جاتی ہے۔

شہر اور قصبے اس ملک کے شہر اور قصبے تاریخی طور پر بہت مشہور ہین ان مین سے بعضون نے اہل اسلام کی حکومت کے زمانہ مین بہت ترقی کی تھی لیکن عربون کے نکالدیے جانے کے بعد وہ خرابہ خرابہ زار ہوگئے۔ مثلاً شہر کارڈوا جسمین دس لاکھ کے قریب آدمی تھے اب صرف ایک چھوٹا سا قصبہ اونچاس ہزار کی آبادی کا رہگیا ہے اس زمانہ مین پاے تخت اسپین کا (میڈرڈ) ہے اور اسکی آبادی (۳۸۸۰۰۰) آدمیون کی ہے (میڈرڈ) کے بعد (بارسلونا) شہر کا درجہ ہے جسمین (۲۴۳۰۰۰) کی آبادی ہے (بلنسیہ) مین (۱۴۰۰۰۰) اشبیلیہ مین (۱۳۰۰۰۰) آدمی رہتے ہین۔ انکے سوا گرنیڈا (مرسیہ) (کیڈز) سارا گوسا (مالہ) شہرون مین پچاس پچاس ہزار سے زیادہ آدمی آباد ہین ان کے سوا کوئی اور ایسا قصبہ نہین ہے جسمین پچاس ہزار کی آبادی ہو۔

آمدنی وغیرہ سلطنت اسپین کی آمدنی (۸۵۰۰۰۰۰۰۰)

فرانک کی ہے اور اسی قدر خرچ بہی ہے سلطنت پر (٦٢٢٤٠٠٠٠) فرانک کا قومی قرضہ ہے۔ اسکا لشکر بہت جری اور جفاکش ہے لیکن افسران لشکر کافی مقدار کے موجود نہین ہین حالت امن مین فوج کی تعداد ایک لاکھ رہتی ہے اور لڑائی کے زمانہ مین تین لاکھ تک ہوسکتی ہے۔ اسپین سے پانچوان حصہ فوج کا نوآبادیون مین رہتا ہے اور باقی ملک مین۔ قوت بحری مین اسکے (١٢٧) آگ بوٹ ٨ جہاز شامل تھے اور (١٣٥) چہوٹے جہازات ہین جنگی آگ بوٹون پر ٤٩٢ توپین ہین۔

مکاتب، صنایع وتجارت۔ ملک اسپین ترقی وشایستگی مین اور سلطنتہاے یورپ سے بہت پیچہے ہے۔ لیکن زمانہ حال مین تعلیم مین بہت کوشش ہورہی ہے۔ سب سے آخری مردم شماری کے وقت اسپین (١٠) یونیورسٹیان (١٢) پرائیویٹ کالجز (٢١) صنعت وحرفت سکہانی کی اسکولز (٦) جنگی کالج اور (٢٩٠٣٨) پرایمری اسکولز تہے۔ مینوسپلیٹون کا پانچوان حصہ تعلیم مین صرف کیا جاتا ہے اور کل خرچ تعلیم کے واسطے وہان کی گورنمنٹ سالانہ (٢٦٠٠٠٠٠) فرانک کرتی ہے۔ کل ملک مین (٤٨) پبلک لائبریریان ہین۔

صنعت وحرفت مین بہی یہ ملک بہت پیچہے ہے۔ صرف روئی اون اور ریشم کے کچہ کپڑے بنے جاتے ہین یا صابون اور چمڑی کا کچہ کام ہوتا ہے۔ مگر یہ تمام دستکاری اسقدر کم مقدار مین ہوتی ہے کہ ملک کے واسطے بہی کافی نہین ہوتی البتہ حصول دولت کا ذریعہ پیداوار زمین اور حیوانات اور معادن ہین۔ گیہون وغیرہ غلہ۔ شراب زیتون۔ خشک انگور اور اور میوہ جات باہر کو جاتے ہین۔ نتیجہ تجارت یہ ہے کہ درآمد بہ نسبت برآمد کے ایک پانچوان حصہ زاید ہے۔ لیکن گورنمنٹ اسپین کی ترغیب وتحریص سے اور نیز اہالی ملک کی کوششون سے اب کلین اور کارخانہ جات روز بروز بڑہتے جاتے ہین اور درآمد وبرآمد کا فرق گہٹتا جاتا ہے۔

اہل اسپین کی ملکیت مین (١٩٠٢) تجارتی جہازات ہین جنمین سے (٤٢٩) آگ بوٹ ہین۔ ریلین بہی بڑہ رہی ہین۔ اور قریب قریب سب بڑے شہر ریل کے ذریعہ سے مل گئے ہین (پرنیز) پہاڑ کے دونون کنارون سے ریل کا سلسلہ گذر کر یورپ کی ریلون سے ملگیا ہے۔ آب پاشی اور نیز تجارت کی سہولت کے واسطے قدرتی دریاؤن سے نہرین نکالی گئی ہین ان تمام ذرایع سے ملکی دولت ترقی کررہی ہے اور تجارت بڑہتی جاتی ہے۔

نوآبادیان قبل ازین اسپین ایک بڑی سلطنت یورپ مین تہی امریکا کے بہت سے مقامات پر اسپینش قوم نے قبضہ کرلیا تہا لیکن ضعف سلطنت کے سبب سے یہ نوآبادیان خودمختار ہوگئین۔ اسی طرح سے ایشیا اور افریقا کی نوآبادیان ہاتھ سے نکلتی گئین اور اب صرف چندرہ گئی ہین۔ اقصاے غرب اور برافریقا مین چند چہوٹی چہوٹی جگہین رہی ہین ۔ امریکا کے قرب مین (کیوبا) (پورٹ ریکو) چین کے دریا مین (فلپاین) بحر محیط کبیر مین (کیرولینا) (پالاوس) (ماریانہ) جزایر ہین اور ان سب نوآبادیون کا رقبہ (٤٢٩١٢٠) کیلومیٹر ہے اور آبادی انمین (٨٠٢٣٣٠٠) آدمیون کی ہے۔

احوال تاریخی جزیرہ نماء اسپین جسمین پرتگال بہی شامل ہے اوس زمانہ مین جب سے کہ علم تاریخ کی بنا پڑی ہے (ایبیر) کے نام سے مشہور تہا اور وجہ اس نام کی یہ تہی کہ اسپین جو قوم آباد تہی اوسکا نام (ایبریا) تہا (ایبریا) قوم آرین نسل سے نہین تہی بلکہ یورپ کے اصلی باشندون مین سے تہی ۔ اگرچہ ابتدا مین نیل تمام یورپ مین پہیلی ہوئی تہی۔ لیکن جبکہ آرین لوگون نے یورپ پر حملہ اور تسلط کیا تو یہ لوگ (پرنیز) سلسلہ جبال سے گذر کر اس جزیرہ نما مین جمع ہوگئے اور رہ پڑے تہے۔ یہ ایک جنگجو قوم تہی لیکن اسپین کے جنوبی سمت کے باشندون نے کچہ صنعت وحرفت پر توجہ کی تہی۔ ان لوگون کی عمارتین بڑے بڑے پتہرون سے بنے ہوئی تہین جنکے کہنڈر جابجا پائے جاتے ہین۔ اس ملک مین معادن کی وجہ سے اہل فنیشیا اور دیونانی اسکے شرقی اور جنوبی کنارون پر آمد ورفت رکہتے تہے جہان پر اونہون نے اپنی اپنی

آبادیان بھی قایم کی تھین اور قصبے اور دیہات بنا لیے تھے - انکے بعد (کارتھیج والے) داخل ہوئے اور اوس حصہ ملک کے معادن سے جسکو (اندلس) کہتے ہین فائدہ حاصل کرنے لگے - ان مین سے (ہملکار) اور (ہنیبل) باپ بیٹون نے بہت برسون کی سخت محنت وکوشش سے اسپین کا کچھ ملک اپنے قبضہ مین کر لیا اور (ایبر) قوم کو اپنا مطیع بنا لیا - بالآخر (ہنیبل) اون یونانیون کا جو مشرقی وجنوبی سواحل پر آباد ہو گئے تھے اسوجہ سے تعرض کرنے لگا کہ یہ لوگ (روما والون) کے تحت حمایت تھے اور ان کے ذریعہ سے (روما) کی سلطنت کا رعب جزیرہ نما اسپین مین بڑھتا جاتا تھا لیکن کارتھیج والے سخت وشدید لڑائیون کے بعد رومیون کے ہاتھ سے مغلوب ہو گیے اور اب جدید لشکر اونکا اسپین مین داخل ہوا - اگرچہ (ایبر) قوم نے اس فوج کا دل توڑ کر مقابلہ کیا مگر ۱۴۹ء قبل سن عیسوی کی جنگ کے بعد (روما) کی سلطنت کا قبضہ قطعی جزیرہ نما پر ہو گیا اور (ایبر) قوم کے کچھ لوگ شمالی کوہستان مین جا کر پناہ گزین ہوے جہان پر ابتک اونکی نسلین موجود ہین اور اپنے اجداد کی زبان بولتی ہین اور اس زمانہ مین ان لوگون کو (باسک) کہتے ہین -

رومیون نے اس ملک کو نہایت مفید اور کارآمد سمجھا اور اپنے ملک کے بہت سے آدمی لا کر آباد کیے اور وہان کے دیسی باشندون کو بھی ملایمت اور حسن معاملہ کے ذریعہ سے یہانتک اپنی طرف متوجہ کر لیا کہ علاوہ وسکی قوم کے لوگون کے سب ملک نے رفتہ رفتہ اپنی زبان ونسل کو فراموش کر دیا اور کل ملک مین (لیٹن) زبان کا تسلط ہو گیا - سن عیسوی کی پہلی صدی مین دین عیسوی اس ملک مین داخل ہوا اور یورپ مین سب سے اول اسی ملک مین یہ دین پہیل گیا -

جبکہ رومیون کی سلطنت کمزور ہو گئی تو اون شمالی وحشی اقوام مین سے جنہون نے یورپ پر یورش کی اسپین مین بھی داخل ہو گیے ازانجملہ (وندل) نامی قوم کے کچھ لوگ ایک حصہ ملک مین آباد ہوے جسکے سبب سے اوس قطعہ کا نام (وندلیشیا) ہو گیا اور عربون کے زمانہ مین اوسکا نام (اندلس) ہو گیا اور پھر رفتہ رفتہ تمام اسپین کے ملک کو (اندلس) کہنے لگے - (وندل) قوم کے بعد ایک اور قوم (وزیگاتھ) نامی نے جنوبی فرانس کے ساتھ تمام ملک اسپین پر قبضہ کر لیا مگر جبکہ فرانس سے یہ لوگ نکال دیے گیے تو اونہون نے وسط اسپین مین شہر (ٹولیڈو) یعنی (طلیطلہ) کو اپنا مرکز قرار دے لیا اور ایک مستقل سلطنت اونکی قایم ہو گئی -

سنہ ۹۲ ہجری مین ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت مین موسی بن نصیر کے حکم سے طارق بن زیاد ملک اسپین کی فتح پر جبکہ متوجہ ہوا تو وہ (وزیگاتھ) قوم کی حکومت کا زمانہ تھا (الفونسو) اونکے بادشاہ کے مارے جانے کے بعد (موسی بن نصیر) بذات خاص داخل ہوا اور تھوڑے عرصہ مین اسپین اور پرتگال کے ملک کو یعنی تمام (ایبریا) کو معہ فرانس کے جنوبی حصہ کے فتح کر لیا - جبکہ خلافت بنی امیہ سے بنی عباس مین منتقل ہوئی تو بنی امیہ مین سے (عبدالرحمن) نامی ایک شخص خفیہ طور سے دیار مغرب مین چلا آیا اور سنہ ۱۳۹ ہجری مین ملک اسپین مین داخل ہو گیا اور وہان پر ایک مستقل سلطنت کی اوس نے بنا ڈالی اور (کارڈوا) کو دار الحکومت قرار دیا - اس خاندان کی (۲۸۴) برس حکومت اس جزیرہ نما مین رہی اور ملک (ایبریا) نے باعتبار آبادی اور شایستگی کے بہت ہی کچھ ترقی کی - اور وہی روشنی علم وفضل کی جو اس عہد مین یہان پر تو فگن ہوئی تھی - یورپ کی تاریکی اور جہالت کے مٹا دینے کا باعث ہوئی - آخرکار یہ مسلمان دولتمندی کے نتیجہ یعنی عیش وسرور کے سبب سے جبکہ وہ آرام طلب اور کاہل ہو گیے تو سلطنت کمزور ہو گئی اور طوائف الملوکی پیدا ہو گئی اور آخرکار ملک اونکے قبضہ سے نکل گیا -

مسلمانون کی تسلط ختم ہو جانے کے بعد (الفونسو) مقتول بادشاہ کے خاندان نے لوگ اور قوم (وزیگاتھ) کے اور بہت سے سردار اسپین کے منتہای شمال مین واقع (آسٹوریا) نامی پہاڑون مین جا رہے تھے اور یہان پر ایک چھوٹی سی سلطنت انہون نے قایم کر رکھی تھی لیکن مسلمان بادشاہ ان لوگون کو بطور ایک لٹیرون کے گروہ کے سمجھتے رہے تھے اور کچھ پروا اونکی نکرتے تھے - لیکن جبکہ

بنی امیہ کی قوت گھٹی اور چھوٹی چھوٹی حکومتین اور بے قاعدہ حکومتین قایم ہوگئین اور آپسمین لڑتے جھگڑنے لگین تو ان لوگون نے سر اوٹھایا اور زور پکڑا اور ایک سلطنت کی بنا ڈالی جسکا نام (لیون) کی بادشاہت رکھا۔ ان کے سوا (نوار) اور (اراگون) کے نام سے چھوٹی چھوٹی عیسائی سلطنتین پیدا ہوگئین اور ان بادشاہتون اور اہل اسلام کی طوایف الملوکیون مین (۵۶) برس خونریزی ہوتی رہی اور وسط ملک مین اہل اسپین کی قوت بڑہتی رہی اور یہ حال سنہ ۴۸۹ ہجری تک رہا۔ اب آکر ملوک طوایف مین سے کارڈوا کے بادشاہ کی درخواست پر سلطنت (مرابطین) کا حکمران (یوسف بن تاشفین) اپنی فوج کثیر سے اسپین مین داخل ہوا اور اوس نے عیسائیون کی تمام جدید پیدا شدہ حکومتون کو مغلوب کر کے اور اونکا تسلط ملک پر سے ہٹا کے اسلامی سرکش ریاستون پر متوجہ ہوا اور ایک ایک کر کے سبکو مطیع کر لیا اور ایک بڑی بادشاہت کی بنیاد ڈالدی (مرابطین) کی سلطنت ۶۱ برس ہی لیکن اسپین کے متمدن عرب ان سخت مزاج بدوی بادشاہون کے احکام کی برداشت نہین کر سکے اور اندرونی فساد ملک مین پیدا ہوگیا اور عیسائیون کو پہر موقع خروج کرنے کا حاصل ہوا۔ اس عرصہ مین پرتگیزون نے ایک سلطنت قایم کرلی تہی اور وسط اسپین مین اوسکی قوت اور اقتدار بڑہتا جاتا تھا۔ لیکن افریقا کے موحدین بادشاہون نے اسپین کے اسلامی ملک پر سنہ ۵۴۱ھ مین تسلط کر لیا اور انکی حکومت (۱۲۷) برس یعنی سنہ ۶۶۸ھ تک رہی۔ اسکے بعد کچھ ملک (فاس) اور (مراکو) کے بادشاہون کے قبضہ مین آگیا اور کچھ ملک مین از سر نو خودسر حکمران پیدا ہوگئے اور اب عیسائیون کی چھوٹی چھوٹی حکومتون نے بہت قوت اور طاقت حاصل کر لی اور سوائے جنوبی اسپین کے سب ملک اونکے قبضے و تصرف مین آگیا۔ جنوب مین بنی احمر کی بادشاہت باقی رہگئی جسکا پایۂ تخت (گرینیڈا) تھا۔

عیسائیون کی حکومتین باہمی رشتہ کی قرابت پیدا کر لیے جانے کے سبب سے متحد ہونے لگین اور آخرکار (کاسٹیل) کی ملکہ (ازابلا) اور (اراگون) کے بادشاہ (فرڈینینڈ) کے باہم عقد نکاح ہوجانے اور ان دونون سلطنتون کے ملجانے سے بڑی قوت اونکو حاصل ہوگئی اور سنہ ۸۹۸ھ مین گرینیڈا کو بھی ان لوگون نے فتح کر لیا اور اسکے بعد مسلمانون کی حکومت اس جزیرہ نما مین باقی نہین رہی۔ ان جنگ و جدلون کے بعد کرسٹوفر کولمبس نے اسپین کے بیڑے جہازات کے ذریعہ دریا کا سفر کیا اور براعظم امریکا کی وسط اور جنوبی ملکون مین اسپین کا جھنڈا نصب کر دیا۔ مذکورہ بالا (ازابلا) اور (فرڈینینڈ) کے جانشین (ناپولی) کے دور سلطنت مین (بلجیا) (سارڈنیا) وغیرہ بہت سے مقامات سلطنت اسپین مین شامل ہوگئے اور اسکو اسقدر اقتدار حاصل ہوا کہ یورپ کے اول درجہ کی سلطنت شمار کی جانے لگی۔ اس عہد حکومت مین راہبون کو بہت اقتدار حاصل تہا جنکے متعصب گروہ کی ایک سوسائٹی (انکویزیشن) نے لاکھون اہل اسلام اور یہودیون کو کہ جو مسلمانون کے زمانہ مین پناہ گزین اور آباد ہوگئے تھے، طرح طرح کی تکلیفون سے ملک سے نکل جانے پر مجبور کیا اور جو نہین گئے اونکو قتل و ہلاک کر ڈالا اور ملک ویران ہوگیا اسکے سوا اس متعصب گروہ کے بیجا دباؤ اور زیادتی سے ملک مین امن و امان رہنے نہین پایا اور باہر کے لوگون کی یورش کے واسطے اسپین میدان کارزار بنگیا۔ سنہ ۱۸۰۸ عیسوی مین (بونا پارٹ) نے لشکر کشی کی اور جنگ عظیم کے بعد غالب ہوکر اپنے بھائی (جوزف) کو وہان کا بادشاہ بنادیا۔ لیکن تاہم امن و عافیت ملک مین نہین ہوئی اور سنہ ۱۸۶۹ عیسوی مین اور اوسکے بعد کچھ مدت تک بجائے شخصی سلطنت کے جمہوریت قایم کیے جانے کی کوشش ہوتی رہی اور آخرکار سنہ ۱۸۷۳ مین جمہوری سلطنت کا اعلان ہوگیا لیکن سنہ ۱۸۷۵ مین پہر شخصی ہوگئی اور (دوسرا الفونسو) بادشاہ تسلیم کر لیا گیا۔ اب اسی خاندان مین حکومت ہے موجودہ بادشاہ نابالغ ہے اور اوسکی مان نیابتاً حکومت کرتی ہے۔ فقط

اسمٰعیل

ابن جبیر اور اُس کا سفرنامہ

(سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو رسالہ نمبر (۱) جلد ۵ صفحہ ۱۸)

ابن الخطیب نے غرناطہ کی تاریخ مین ابن جبیر کے شیوخ اور اساتذہ کی فہرست دی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے زمانے کے بڑے بڑے محدثون - ادیبون اور فقیہون سے تعلیم پائی تہی - یہ تمام علما اندلس سے عراق تک پہیلے ہوئے تہے اور اپنے اپنے فن مین اجتہاد کا منصب رکہتے تہے - چنانچہ ایک مختصر فہرست ان علما کی اس مقام پر دیجاتی ہے -

نمبر شمار	نام	کیفیت
۱	احمد بن جبیر الکنانی - -	ابن جبیر کا باپ جو محدث اور فقیہ تہا
۲	ابو الحسن بن ابی العیش	
۳	ابو عبداللہ بن عروس - -	
۴	ابن الاصیلی - - - -	
۵	ابو الحجاج بن یسعون - -	ادب کا مشہور عالم تہا -
۶	ابو عبداللہ بن عیسی التمیمی -	سبتہ کا مشہور محدث تہا -
۷	ابو الولید بن سبکہ - - -	
۸	ابو ابراہیم بن اسحاق الغسانی	تونس کا نامور عالم تہا -
۹	ابو حفص عمر المیانجی - -	مکہ مین حدیث کا درس دیا کرتا تہا -
۱۰	ابو جعفر احمد بن علی القرطبی -	
۱۱	ابو الحجاج یوسف بن احمد البغدادی	
۱۲	صدر الدین خجندی - - -	مشہور واعظ جو بغداد اور اصفہان مین شافعیون کا سرگروہ خیال کیا جاتا تہا -
۱۳	جمال الدین بن الجوزی - -	مشہور واعظ جو بغداد مین حنبلیون کا پیشوا تہا -
۱۴	ابو الحسن احمد بن حمزہ - -	دمشق کا مشہور عالم تہا -
۱۵	ابو سعید بن ابی عصرونی -	محدث
۱۶	ابو الطاہر برکات الخشوعی	محدث
۱۷	ابو القاسم بن عساکر	محدث
۱۸	عماد الدین بن حامد الاصفہانی	عماد کاتب اسی عالم کی نسل سے تہا
۱۹	ابو الولید اسمعیل بن ابراہیم	
۲۰	حسین بن ہبتہ اللہ الربعی	
۲۱	عبدالرحمن صوفی - -	
۲۲	ابو البرکات حیان بن عبدالعزیز -	حران مین علم کلام کا بڑا عالم تہا -

ابن جبیر جب مشرق کے سفر سے واپس آیا تو اوس نے اندلس مین حدیث کا درس دینا شروع کیا - اس ملک کے بہت سے علما اُسکے حلقۂ درس مین شریک اور اُسکے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے اندلس کے علاوہ مصر اور شمال افریقیہ مین بہی جہان اُس نے مختلف اوقات مین قیام کیا اُسکے بہت سے شاگردون نے فقہ اور حدیث مین اُس سے تعلیم پائی - ابن الخطیب نے اُسکے شاگردون کی بہی ایک مختصر فہرست دی ہے جو یہان درج کی جاتی ہے -

(۱) ابو اسحق بن مہیب - - (۲) ابو تمام بن اسمعیل - - -
(۳) ابو الحسن بن عبداللہ البجائے (۴) ابو الحسن شاری - - -
(۵) ابو سلیمان بن حوط اللہ - - (۶) ابو ذکریا - - - - -
(۷) ابو بکر یحیی بن ابی الغصن - (۸) ابو عبداللہ بن حسن - -
(۹) ابو العباس بن عبدالمومن الشریشی (۱۰) ابو محمد بن تامتیت - -
(۱۱) ابن محمد الموروری - - - (۱۲) ابو عمرو بن سالم - - -
(۱۳) عثمان بن سفیان التمیمی - - (۱۴) رشید الدین بن عطاء اللہ
(۱۵) رشید الدین بن عطار - - (۱۶) فخر القضاۃ ابن حباب - -
(۱۷) جمال القضاۃ ابن فخر القضاۃ

مذکورہ بالا علما مین سے جنہون نے ابن جبیر سے تعلیم پائی ابو العباس بن عبدالمومن ایک مشہور ادیب ہے جس نے مقامات حریری کی نہایت لطیف شرح لکہی ہے اور جو آجکل بہت متداول ہے - رشید الدین بن عطار نے اسکندریہ مین - رشید الدین بن عطار فخر القضاۃ اور جمال القضاۃ نے مصر مین ابن جبیر سے حدیث کا درس لیا - اور اس ملک کے شیوخ حدیث مین شمار ہونے لگے - علامہ مقریزی نے مصر کی تاریخ مین ابو محمد المنذری

اور ابو الحسین یحیی بن علی القرشی کو بھی جو مصر کے حفاظ حدیث مین شمار کیے گیے ہین ابن جبیر کی تلامذہ کی فہرست مین داخل کیا ہے۔

ابن جبیر کی تصنیفات جو ابن خطیب نے گنوائی ہین انکی تعداد بہت قلیل ہے۔ تمام مورخون کے نزدیک وہ حدیث۔ فقہ۔ ادب اور انشا پردازی مین کامل تہا مگر اسکی تصنیفات مین حدیث اور فقہ کی کوئی کتاب نظر نہین آتی۔ ادب مین ایک اُس کا دیوان ہے جو حجم مین ابو تمام طائی کے دیوان کے برابر ہے۔ ایک چھوٹا سا رسالہ منظوم ہے جس کا نام نتیجۃ وجد الجوانح ہے۔ اس رسالہ مین ابن جبیر نے وہ مرثیے درج کیے ہین جو اُس نے اپنی بیوی ام المجد کے مرنے پر لکہے تہے۔ ایک اور رسالہ نظم الجمان کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس مین وہ اشعار درج کیے ہین جو اس کے قلم سے وقتاً فوقتاً اہل زمانہ کی شکایت مین نکلے ہین۔ ابن الخطیب اور علامہ مقری نے اسکے بہت سے اشعار نقل کیے ہین۔ اُن مین سے ایک قصیدہ وہ ہے جو اس نے مدینہ منورہ کی قریب پہونچکر لکہا ہے اور اسمین نہایت جوش و خروش سے اپنی اُس مذہبی فیلنگ کو ظاہر کیا ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے دیکھنے سے ہر مسلمان کے دل مین پیدا ہوتی ہے۔ ایک قصیدہ سلطان صلاح الدین کی مدح مین ہے جس مین ابن جبیر نے اُن عاملون کی شکایت کی ہے جو اسکندریہ کے کسٹم مین حاجیون سے جبراً محصول لیتے تہے۔ یہ دونون قصیدے خاصکر اوسکی نظمون مین مشہور ہین۔ اسیطرح ایک قصیدہ ہے جس مین اُس نے ابن شکر کی شکایت کی ہے جو حجاز مین غریب الوطن حاجیون سے ٹیکس وصول کرتا تھا۔

متفرق اشعار اور قصاید کے علاوہ ابن الخطیب نے اسکے بہت سے اور نصیحت آمیز فقرے نقل کیے ہین۔ مگر وہ فقرے بہ نسبت پند و نصایح کے زیادہ تر سجع۔ تجنیس خطی اور دیگر صنایع و بدایع پر مبنی ہین۔

سواے سفرنامہ کے نثر کی کوئی کتاب ابن جبیر کی تصنیفات مین نہین ہے۔ سفرنامہ کی نسبت اختلاف ہے۔ ابن الخطیب نے ابن جبیر کے شاگرد ابو الحسن غفاری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سفرنامہ اسکی تصنیفات مین سے نہین ہے۔ جو مضامین سفرنامہ مین درج ہین اُنکو ایک شاگرد نے سنکر موجودہ ترتیب دی ہے۔ مگر ہمارے نزدیک ابن الخطیب کی یہ روایت صحیح نہین ہے۔ جسطرح ابن بطوطہ کے سفرنامہ کو ابن جزی نے مرتب کیا اور اُسکے قراین خود ابن بطوطہ کے سفرنامہ مین موجود ہین اسطرح کوئی اندرونی شہادت ابن جبیر کے سفرنامہ مین ایسی نہین ہے جس سے یہ کہا جاسکے کہ ابن جبیر کے کسی شاگرد نے اُسکی زبانی روایتون کو مرتب کیا ہوگا۔

ابن الخطیب نے لکہا ہے کہ ابن جبیر نے مشرق کے تین سفر کیے۔ پہلے سفر مین وہ آٹھوین شوال ۵۷۸ھ ہجری کو اپنے وطن سے جدا ہوا۔ اس سفر مین ابو جعفر بن حسان اُسکا رفیق تہا۔ بائیسوین محرم ۵۸۱ھ ہجری کو وہ اپنے وطن مین واپس آیا۔ اس سفر مین وہ مشرق کے بڑے بڑے عالمون سے ملا اور اُن سے استفادہ حاصل کیا پہر ایک سفرنامہ مرتب کیا جس مین سفر کے تمام واقعات اور شہرون کے اور عجیب و غریب حالات بیان کیے ہین۔ دوسرا سفر ۹ ربیع الاول ۵۸۵ھ ہجری کو شروع کیا اور یہ وہ زمانہ ہے جبکہ سلطان صلاح الدین بیت المقدس کو فتح کر چکا تہا اور اُسکی خبر چاردانگ عالم مین پہیل گئی تہی۔ ۱۳ شعبان ۵۸۷ھ ہجری کو اس سفر سے واپس آیا۔ اور غرناطہ۔ مالقہ۔ سبتہ اور فاس مین یکے بعد دیگرے قیام کیا اور ان مقامات مین رہکر حدیث کا درس جاری کیا۔ پہلے دو سفرون کا آغاز غرناطہ سے ہوا تہا۔ مگر تیسرا سفر سبتہ سے شروع کیا۔ اس سفر کا باعث یہ تہا کہ اُس زمانہ مین اُسکی بیوی ام المجد کا سبتہ مین انتقال ہو گیا تہا جس سے وہ نہایت درجہ کی محبت رکہتا تہا۔ ام المجد کے مرنے سے اسکو اس قدر صدمہ ہوا کہ سبتہ مین ایکدن ٹہرنا بہی ناگوار ہونے لگا اسی وحشت اور بیقراری کے عالم مین اس نے مکہ کے حج کا ارادہ کر دیا مکہ مین بہت دن تک قیام کر کے بیت المقدس کو روانہ ہوا۔ اُسکے بعد مصر کا رخ کیا اور اسکندریہ مین ٹہر کر حدیث کا درس دینے لگا۔ یہان ۲۷ شعبان ۶۱۴ھ ہجری کو اُس نے سفر آخرت اختیار کیا۔

ابن جبیر کے سفرنامہ کو جو رحلہ ابن جبیر کے نام سے مشہور ہے ولیم رائٹ نے جو انگلستان مین ایک عالم مشرقیات ہے ۱۸۵۲ء مین

اڈٹ کیا اور لیڈن مین چھپوایا ہے۔ تمام یورپ مین اس سفرنامہ کا کامل قلمی نسخہ لیڈن یونیورسٹی کے کتب خانہ مین موجود ہے۔ اسکوریال کے کتب خانہ مین جو نسخہ موجود ہے وہ درحقیقت اس سفرنامہ کا خلاصہ ہے۔ لیڈن کے نسخہ مین جغرافیہ کے نام جابجا مشکوک اور غلط ہین۔ اسلیئے سفرنامہ کے فاضل اڈیٹر نے اسکو عبدری۔ بلوی۔ ابن بطوطہ کے سفرنامون سے جن مین اس سفرنامہ کی بہت سی عبارتین اقتباس کی گئی ہین مقابلہ کیا عبدری کے سفرنامہ مین مکہ اور مدینہ کے حالات ابن جبیر کے سفرنامہ سے ماخوذ ہین۔ بلوی نے مکہ اور مدینہ کے علاوہ اسکندریہ اور قاہرہ کے حالات بھی ابن جبیر کے سفرنامہ سے لیے ہین اور مضمون کی ترتیب بھی بدل دی ہے مگر باوجود کمی وبیشی اور ترتیب بدلنے کے ابن جبیر کی جھلک پائی جاتی ہے۔ ابن بطوطہ کے سفرنامہ مین حلب اور دمشق کے حالات ابن جبیر سے مستعار لیے گئے ہین۔ سفرنامون کے علاوہ اور کتابین بھی ہین جن مین سفرنامہ ابن جبیر سے اقتباس کیا گیا ہے۔ علامہ مقریزی نے عیذاب اور اخمیم کے حالات مین مدد لی ہے۔ الفاسی نے شفاء الغرام مین اور الشریشی نے مقامات حریری کی شرح مین بعض عبارتین ابن جبیر کے سفرنامہ سے نقل کی ہین۔

علامہ مقری نے ابن رقیق کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ابن جبیر جس زمانہ مین غرناطہ کے گورنر عثمان بن عبدالمومن کا سکرٹری تھا ایک دفعہ اُسکے دربار مین بلایا گیا تاکہ اُسکی طرف سے ایک فرمان تحریر کرے ابن جبیر جب دربار مین پہونچا تو عثمان شراب پینے مین مشغول تھا۔ اُس نے چاہا کہ ابن جبیر کو بھی اس لطف مین شریک کرے۔ اس خیال سے اُس نے ایک جام بھر کر ابن جبیر کی طرف سرکایا۔ ابن جبیر نے اس صحبت سے مکدر ہوکر کہا جناب مین نے آج تک شراب نہین پی۔ عثمان نے خدا کی قسم کھاکر کہا کہ ابتو ایک نہین بلکہ سات جام شراب کے پینے پڑینگے۔ آخرکار ابن جبیر نے اُسکی ضد اور اصرار سے مجبور ہوکر شراب کے سات جام بھر بھر کر پیئے۔ عثمان نے وہی جام سات دفعہ اشرفیون سے بھر کر اُسکے دامن مین اُلٹ دیا۔ مکان پر آکر ابن جبیر نے مصمم ارادہ کیا کہ اس گناہ کے کفارہ مین کعبہ کا حج کرے۔ اس نے عثمان سے یہ کہکر کہ مین نے اس سال حج کرنیکی سخت قسم کھائی ہے۔ سفر کی اجازت لی۔ اپنی جائداد کو فروخت کیا اور اُس سے زاد راہ حاصل کیا عثمان نے جو اشرفیان بطور انعام کے دی تھین وہ سب خیرات کردین۔[۵۱]

سفر کی تحریک پیدا ہونے کا یہ باعث تھا جو علامہ مقری نے بیان کیا ہے۔ مگر اسمین شک نہین ہے کہ اس سفر سے ابن جبیر کو حج کرنا اور اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرنا ہی مقصود نہ تھا۔ بلکہ اسکو مشرق کے بڑے بڑے مشہور عالمون کی صحبت سے مستفیض ہونے ملکون اور شہرون کی عجیب وغریب حالات کے مشاہدہ کرنے کا شوق تھا جو اس نے حج کے بہانہ سے پورا کیا۔ اس سفر مین اس نے ایک اپنے ہم خیال دوست کو ساتھ لیا تھا جس کا نام ابو جعفر احمد بن حسان تھا اور جو اندلس کے بلنسیہ کا باشندہ تھا۔ ابو جعفر کو بھی ابن جبیر کی طرح حدیث کی تکمیل اور مشرق کے مشہور علما کی ملاقات کا شوق تھا دونون نے ایک ساتھ حج کیا اور مشرق کے نامور علما ابو سعید بن عصرون ابوالقاسم بن عساکر اور ابوالطاہر خشوعی کے حلقۂ درس مین شریک ہوکر فن حدیث کی تکمیل کی اور دونون نے سفر سے واپس آکر اندلس مین حدیث کا درس دیا۔ ابو جعفر فن طب مین بھی ماہر تھا۔ اس نے ۵۹۸ھ ہجری مین جبکہ وہ زندگی کے پچاس منزلین طے کرچکا تھا مراکش مین رحلت کی۔

ابن جبیر نے آٹھوین شوال ۵۷۸ھ ہجری کو اپنا سفر آغاز کیا اور بائیسوین محرم ۵۸۱ھ ہجری کو واپس آیا۔ اس حساب سے سفر کی مدت دو برس ساڑھے تین مہینے ہوتی ہے۔ وہ اپنے وطن غرناطہ سے جیان ہوکر استجہ اور ارکش سے گذرتا ہوا جزیرہ طریف پہونچا۔ یہان سے جہاز مین سوار ہوکر آبنائے جبل الطارق کو عبور کیا۔ اور قصر مصمودہ ہوتا ہوا سبتہ مین پہونچا جو افریقہ شمالی کا مشہور بندرگاہ ہے۔ سبتہ سے سوار ہوکر اندلس کے کنارے کنارے جزیرہ یابسہ (ایویکا) اور جزیرہ میورقہ (مجورکا) ہوتا ہوا جزیرہ منورقہ (منورکا) مین پہونچا۔

[۵۱] نفح الطیب مطبوعہ یورپ جلد اول صفحہ ۷۱۷۔

پھر اُسکا جہاز سردانیہ (سارڈینیا) صقلیہ (سسلی) اور اقریطش (کریٹ) کے پاس سے گذرتا ہوا اسکندریہ مین لنگر انداز ہوا - اسکندریہ سے وہ دمنہور اور قلیوب کو دیکھتا ہوا القاہرہ پہونچا - یہان سے وہ منفلوط - اسیوط - اخمیم اور قوص وغیرہ مقامات سے گذر کر بندرگاہ عیذاب مین آیا - عیذاب سے جدہ تک بحر قلزم کو کشتی مین بیٹھکر طے کیا - جدہ سے خشکی کی راہ مکہ اور مدینہ مین پہونچا - پھر کعبہ کے حج اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت سے فارغ ہوکر رحبہ - قادسیہ - کوفہ اور حلّہ وغیرہ مشہور مقامات کی سیر کرتا ہوا بغداد مین داخل ہوا - اُسکے بعد دمشق تک وہ جن مشہور مقامات سے علی الترتیب گذرا اُنکے نام یہ ہین - تکریت - موصل - نصیبین - دنیصر - حرّان - منبج - حلب - قنسرین - حماہ - حمص - دمشق کی سیر سے فارغ ہوکر وہ بندرگاہ عکہ مین پہونچا جو بحیرہ شام کے ساحل پر واقع ہے - یہان سے وہ جہاز مین سوار ہوا اور جزایر رانیہ - اقریطش (کریٹ) ہوتا ہوا جزیرہ صقلیہ (سسلی) کے بندرگاہ مسینا مین داخل ہوا - جزیرہ سسلی کے مشہور مقامات شفلودی - ثرمہ - بلرم (پلرمو) اور اطرابنش کو دیکھکر وہ پھر جہاز مین سوار ہوا - اور جزیرہ سردانیہ (سارڈینیا) اور جزیرہ یابسہ (ایویکا) سے گذر کر قرطاجنہ (کارتھجنا) مین جو اسپین کی مشرق مین ایک مشہور بندرگاہ ہے اپنا بحری سفر ختم کیا - یہان سے خشکی کی راہ مرسیہ - لورقہ اور وادی آش ہوتا ہوا غرناطہ مین واپس آیا - یہ اُسکی بحری اور بری سفر کے مقامات کا ایک مختصر خاکا ہے - اگر ان مقامات پر ایک خط کھینچا جاے تو سفر کی کل مسافت نو ہزار میل سے زیادہ ہوتی ہے - اُس نے خشکی مین اونٹون پر سفر کیا - دریاے نیل اور بحیرہ قلزم کو کشتی پر اور بحیرہ روم کو جہاز پر طے کیا - علاوہ ان صعوبتون کے جو اسکو ریگستانون اور بیابانون سے گذرنے مین جھیلنی پڑین کئی بار اُس کا جہاز سمندر کے خوفناک طوفانون مین گھر گیا تھا اور قریب تھا کہ وہ اور اسکے ساتھی موت کے پنجہ مین گرفتار ہون - مگر اس تمام سفر مین اُسکی استقلال مین ذرا فرق نہین آیا اور اُس نے دل مین جو ارادہ ٹھان لیا تھا اُسکو پورا کرکے رہا - بلکہ اس سفر کے ختم ہونے کے بعد اُس نے دو سفر اور کئے - اور اسیقدر یا اس سے کم و بیش دور دراز مسافت طے کی -

سب سے بڑی مسافت جو اس نے جہاز پر طے کی تھی وہ بحیرہ روم کی تھی جسکو آجکل میڈیٹرے نین سی کے نام سے موسوم کرتے ہین - اس سمندر مین اسپین سے اسکندریہ اور عکہ تک جو جہاز چلتے تھے اُن پر اکثر جنیوا کے ملّاح اور جہازران ہوتے تھے جو یقیناً فن جہازرانی مین نہایت ماہر تھے - جہازون کی رفتار سمندر کی حرکت اور سکون کی حالت مین مختلف تھی - بعض دفعہ دو رات اور ایکدن مین (۵۰۰) میل تک جاتے تھے - بعض دفعہ اس سے کم مسافت طے کرتے تھے - جہازرانی کی جو اصطلاحین ابن جبیر کے سفرنامہ مین ہین اُن مین سے اکثر یورپ کی زبانون سے معرب ہوئی ہین - سمندر کی پیمایش اور جہاز کی رفتار کے لیے جسطرح آجکل ناٹ کا لفظ مستعمل ہے - مسلمانون کے نزدیک اُس زمانہ مین (۱۰۰) میل کا ایک پیمانہ تھا جسکو مجری کہتے تھے -

جہازرانی کی اصطلاحون کے علاوہ سفرنامہ مین جابجا انگریزی مہینون کے نام معرب کئے گیے ہین اور اسلامی مہینون کے ساتھ انگریزی مہینون کی تاریخ بھی مذکور ہے - اُن معرب نامون کی فہرست مع اصلی نامون کے اس مقام پر درج کی جاتی ہے -

اصلی نام	معرب نام	اصلی نام	معرب نام
۱- جنوری =	ینیر	۷- جولائی =	یولیہ
۲- فروری =	فبریر	۸- اگست =	اغوشت
۳- مارچ =	مارس	۹- سپٹمبر =	شتنبر
۴- اپریل =	ابریل	۱۰- اکتوبر =	اکتوبر
۵- مئی =	مایہ	۱۱- نومبر =	نونبر
۶- جون =	یونیہ	۱۲- دسمبر =	دجنبر

غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ ابن جبیر کے زمانہ مین اندلس کے مسلمان عیسائیون کے ساتھ ان معاہدات اور معاملات کے سبب سے جو انکو پیش آتے رہتے تھے اپنی تحریرون مین اسلامی تاریخون کے ساتھ عیسوی تاریخون کا استعمال کرنے لگے تھے -

ابن جبیر نے بلاد اسلام کی سیر و سیاحت کی اور عیسائی ملکون کی سرحد کو چھوتا ہوا گذر گیا۔ مگر اُن ملکون مین داخل نہین ہوا۔ اس کا باعث دریافت کرنے کے لیے ہمکو اسبات پر غور کرنا ہے کہ اُس وقت دنیاے اسلام کی کیا حالت تھی۔ یورپ اور ایشیا کے تاریخی نقشون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ مین اسپین کی جنوب مین مرابطین کی حکومت تھی جو رقبہ مین تمام جزیرہ نماے اسپین کے ایک تہائی حصہ کے برابر تھی۔ اسکے شمال مین عیسائیون کی پانچ سلطنتین نوار۔ اراگون۔ کاسٹیل۔ لیون۔ اور پرتگال قایم تھین جن کے درمیان اکثر لڑائیان رہتی تھین اور جو مجموعی لحاظ سے اسپین کے دو تہائی حصہ پر قابض تھین۔ عیسائی رفتہ رفتہ جنوب کی طرف بڑھ رہے تھے اور مسلمانون کے سرحد پر آئے دن حملہ کرتے تھے۔ مرابطین کی حکومت شمالی افریقہ مین بہ نسبت اسپین کے زیادہ تر مستحکم تھی مصر مین صلاح الدین خاندان فاطمیہ کا چراغ گل کر چکا تھا اور ملک شام مین جسکے بندرگاہون پر یورپ کی عیسائی قومین حملہ کرتی تھین صلیبی لڑائیون مین مصروف تھا۔ بغداد مین خلافت عباسیہ قایم تھی جو آہستہ آہستہ زوال پذیر تھی۔ ایشیا کوچک کے ایک حصہ پر عیسائیون کا قبضہ تھا۔ بحیرہ روم کے جزائر مین سے۔ کورسکا سارڈینیا سسلی۔ کریٹ اور سائپرس مسلمانون کے ہاتھ سے نکل چکے تھے جو ملک مسلمانون کے ہاتھ مین رہگئے تھے اُن پر آئے دن غنیم کے تاخت کرنیکا خوف رہتا تھا۔ وہ سارڈینیا مین سُن چکا تھا کہ عیسائی مسلمانون کے ملکون پر حملہ کرکے مردون اور عورتون کو گرفتار کرتے اور اس جزیرہ کے بازارون مین فروخت کرتے ہین۔ وہ یہ بھی سن چکا تھا کہ شام کے بندرگاہون پر جو عیسائی حملہ کرتے ہین وہ بھی مسلمان اسیرون کے ساتھ بیرحمی سے پیش آتے ہین۔ غرضکہ عیسائیون اور مسلمانون مین اُس وقت جو تعصب کی آگ بھڑک رہی تھی اُسکے شعلے بلند ہوتے ہوئے ابن جبیر دیکھ چکا تھا اور نہین چاہتا تھا کہ عیسائی ملکون کا سفر کرکے اپنے تئین خطرہ مین مبتلا کرے یا اُن ملکون مین جو حالت مسلمان قیدیون کی تھی اُسکو دیکھکر رنج و غم مین گرفتار ہو۔ چنانچہ ایک مقام پر وہ لکھتا ہے الحذر الحذر من دخول بلادھم (النصاریٰ) ومن الفجائع التی یعاینھا من حل بلادھم اسریٰ المسلمین یرسفون فی القیود ویصرفون فی الخدمة الشاقة تصریف العبید والاسیرات المسلمات کذالک فی اسوقھم خلاخیل الحدید فتنفطر لھم الافئدة ولا یغنی الاشفاق عنھم شیئاً۔ اس زمانہ مین یہ ازادی و بہبودی اور امن و آسایش کہان تھی جو آجکل انگلش حکومت کے سایہ مین مسلمانون کو حاصل ہے۔

ابن جبیر کے سفرنامہ پر ایک عام نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت اندلس کے انشاپردازون اور ادیبون کا جو عام طرز تحریر تھا اُس کو واقعات کے بیان کرنے مین ابن جبیر بہت کم استعمال کرتا ہے۔ مگر مدح یا قدح یا دل جوش و خروش کے موقع پر وہ اُسی طرح مسجع اور مرصع فقرے لکھتا ہے جو اُس زمانہ مین مقبول تھے چشم دید واقعات کے علاوہ جہان کہین وہ افواہی یا سماعی باتون کو تحریر کرتا ہے اور جو اسکے نزدیک غیر معتبر ہوتی ہین اُنکو قیل یقال اور زعم کے الفاظ کے ساتھ لکھتا ہے یا اللہ اعلم بحقیقتہ۔ اللہ یعلم الغیب اور اسی قسم کے اور جملے لکھ جاتا ہے۔ بلاد اسلامیہ مین وہ جہان جہان گنتا ہے مدرسون۔ شفاخانون۔ مہمانسراون مسجدون اور محتاج خانون خانقاہون اور مزارون کی تلاش کرتا ہے۔ اور مسلمان حکمرانون کی حکومت کی عام حالت کا نقشہ کھینچتا ہے۔ عمال کی بیجا جبر و تعدی کو جہان کہین ہو صاف صاف لفظون مین بیان کرتا ہے۔ رعیت کے خیالات جو اُس وقت کے حکمرانون کی نسبت تھے اُنکو ٹٹول کر لکھتا ہے۔ مسلمانون اور غیر قومون کے تعلقات پر بھی اُسکی نظر دوڑتی ہے۔ ہر شہر مین جو عجیب عمارت اسکو دکھائی دیتی ہے اُسکی اصلی کیفیت تحریر کرتا ہے اس زمانہ کے جن جن مشہور علما و فضلا سے وہ ملا اُنکے حالات قلمبند کرتا ہے۔ پُر فضا اور خوش نما مقامات کو دیکھکر وہ لوٹ جاتا ہے اور جو کیفیت اِسکے دل پر طاری ہوتی ہے اُسکا سمان عجیب الفاظ مین باندھتا ہے۔ مسلمانون کی شان و شوکت اور ترقی دیکھکر خوش

ہوتا ہے۔ اور جہان کہین وہ ذلت یا تنزل کی حالت مین ہون انکے ساتھ ہمدردی کرتا ہے اور دلی جوش سے اُنکے لیے دعا کرتا ہے۔ جن شہرون سے وہ گذرتا ہے۔ اگر وہ دشمنون کے قبضہ مین آگئے ہون تو حسرت بھرے الفاظ مین اُنکی گذشتہ حالت کو یاد کرتا ہے اور پکار اُٹھتا ہے کہ کاش مسلمان اُنکو پھر فتح کرتے۔ کاش اُن مین اذان کی آواز پھر گونجتی۔ وہ وطن اور قوم کی محبت مین ڈوبا ہوا ہے۔ اور اس کا یہ جوش کہین کہین پھوٹ پڑتا ہے اُس زمانہ کی حالت کا اقتضا ہے ہر مسلمان اور ہر عیسائی کی یہی کیفیت تہی غرضکہ اُس کا سفرنامہ اگرچہ مختصر ہے مگر نہایت دلچسپ ہے۔

ابن جبیر کے سفر کے مفصل حالات کا لکھنا اس موقع پر ضروری نہین ہے مگر ہم اس مین سے بعض دلچسپ حالات کو انتخاب کرتے ہین اور سفرنامہ کے مضامین کا ایک اجمالی خاکا کھینچتے ہین مکہ اور مدینہ خاصکر دمشق کی جامع اموی کے حالات اُس نے نہایت تفصیل سے لکھے ہین جو اس جامعیت کے ساتھ کہین اور نہین مل سکتے مگر ہم اُن حالات کو کسی اور موقع کے لیے چھوڑ دیتے ہین۔

اسکندریہ پہونچکر وہ لکھتا ہے کہ یہان جہاز سے اُترتے ہی سب مسافرون کی تلاشی لی گئی۔ اُنکے نام۔ اُنکی سکونت اور اُنکے حلیے لکھے گیے۔ ہر ایک سے جبراً زکوۃ وصول کی گئی۔ کسی نے یہ نہین پوچھا کہ مسافرون کے مال پر پورا سال گذر چکا ہے یا نہین اکثر مسافر تو ایسے تھے جو حج کی نیت سے زادراہ کے سوا کچھ بھی ساتھ لیکر نہین چلے تھے۔ میرے دوست احمد بن حسان کو جہاز کے اسباب اور مغرب کے حالات پوچھنے کے لیے جہاز سے اُتار لیا پہلے اُسکو حاکم اسکندریہ کے حضور مین۔ پہر قاضی کے پاس پہر محصول کے دفتر مین پہر بعض اہل دربار کے پاس لے گئے۔ ہر جگہ اُس سے بہت سے سوالات کیے گئے۔ وہ جو کچھ کہتا گیا بجنسہٖ وہی لکھا گیا۔ اِسکے بعد اُسکو تو چھوڑ دیا۔ مگر جہاز کے مسافرون کو جہاز سے مال و اسباب اُتارنے کا حکم دیا گیا۔ سمندر کے کنارے بہت سے قلی موجود تھے جو تمام اسباب اُٹھا کر محصول کے دفتر مین لیگئے۔ یہان ایک ایک کا حال پوچھا گیا۔ تمام اسباب ذرا ذرا کرکے حاضر کیا گیا۔ اُس وقت کچہری آدمیون سے کچا کچ بھری تہی۔ تمام اسباب کی تلاشی لیگئی۔ لوگ عجیب کشمکش مین تھے۔ ایک ایک کی کمر ٹٹولی گئی کہ شاید کوئی چیز چھپائی ہو۔ ہر ایک کو قسمین دی گئین کہ موجودہ اسباب کے سوا کچھ اور مال تو نہین ہے۔ اسی کشمکش مین بہت سا اسباب گم ہوگیا۔ اسقدر ذلت اور رسوائی کے بعد ہم نے نجات پائی۔ اسکے بعد ابن جبیر لکھتا ہے کہ غالباً سلطان صلاح الدین کو یہ حال معلوم نہین ہے۔ اگر اسکو معلوم ہوتا تو وہ انصاف اور مہربانی سے جو اسکی مشہور خصلتین ہین اسکا تدارک کرتا۔ ہم نے اس سلطان کی حکومت مین سوائے اس واقعہ کے جو عاملون کے جبر و تعدی کا نتیجہ ہے کوئی بات شکایت کی نہین پائی۔

اسکندریہ کی نسبت ابن جبیر لکھتا ہے کہ سب سے پہلی چیز جو نظر کے سامنے آتی ہے وہ اِس شہر کی خوشنمائی اور عمارات کی وسعت ہے ہم نے آج تک کوئی شہر نہین دیکھا جسکی سڑکین اُس سے زیادہ وسیع ہون۔ جسکی عمارتین اس سے زیادہ بلند ہون اور جو اس سے زیادہ قدیم اور شاندار ہو۔ اِسکے بازار نہایت پُر رونق ہین۔ سب سے عجیب بات جو اس شہر مین ہے وہ یہ ہے کہ اسمین عمارتین زمین کی اوپر بھی ہین اور اندر بھی۔ دونون قسم کی عمارتین نہایت مضبوط اور قدیم ہین۔ دریائے نیل کا پانی زمین دوز عمارتون اور کوچون مین پہونچتا ہے۔ ایک کنوان دوسرے کنوئین سے ملا ہوا ہے اور ایک سے دوسرے کو مدد پہونچتی ہے۔ یہان پردیسیون کے لیے جو دور دراز مسافت طے کرکے آتے ہین گذارہ کے لیے وظیفہ۔ ٹہرنے کے لیے مکانات۔ تعلیم کے لیے مدرسے۔ نہانے کے لیے حمام۔ علاج کے لیے ایک شفاخانہ ہے۔ شفاخانہ مین شاہی طبیب مقرر ہین جو پردیسیون کی مزاج پرسی اور خبرگیری کرتے ہین۔ طبیبون کے ماتحت بہت سے ملازم ہین جو بیمار پردیسیون کے لیے دوا اور غذا تیار کرتے ہین۔ اسکے سوا جو پردیسی علاج کے لیے شفاخانہ مین آنا پسند نہ کرین انکے لیے خاص ملازم رکھے گیے ہین جو اُنکے حالات دریافت کرکے شاہی طبیبون کو خبر کرتے ہین اور وہ اُنکے علاج پر توجہ کرتے ہین۔ مغرب کے مسافرون پر سلطان کی خاص توجہ مبذول ہے اُنکو ہر روز کہانا تقسیم ہوتا ہے۔

اسکندریہ مین رات کو بھی کاروبار جاری رہتا ہے اور یہ عجیب بات ہے۔ یہان تمام شہرون سے زیادہ مسجدین ہین۔ بعض نے بارہ ہزار اور بعض نے آٹھ ہزار مسجدون کا اندازہ کیا ہے ہر ایک مسجد مین سلطان کی طرف سے ایک امام مقرر ہے جو پانچ دینا یا اس سے کم و بیش تنخواہ پاتا ہے۔

القاہرہ پہونچکر اہل بیت۔ صحابہ۔ تابعین۔ تبع تابعین علما اور اولیا کے مزارات کا ذکر کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ یہان سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک چاندی کے ایک صندوق مین دفن کیا گیا ہے۔ اسپر نہایت عالیشان اور خوشنما عمارت بنائی گئی ہے۔ اسکی عمارت مین جو پتھر لگے ہوئے ہین انپر عجیب گلکاری کی گئی ہے۔ دیوارین قسم قسم کے ریشمی غلافون سے چھپائی گئی ہین۔ گنگا جمنی قندیلین روشن ہین یہان لوگ کثرت سے آتے ہین نہایت ادب سے قبر کو چومتے ہین۔ غلاف کو چھوتے ہین۔ قبر کے گرد طواف کرتے ہین۔ اس مقدس مزار کا واسطہ دیکر خدا سے دعا کرتے ہین اور اس درد سے روتے ہین کہ کلیجے پھٹ جائین اور پتھر پگھل جائین۔

اسکے بعد ابن جبیر نے امام شافعی کے مزار کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ مزار بھی نہایت شاندار اور وسیع ہے۔ اسکے مقابل ایک مدرسہ تعمیر کیا گیا ہے جو اس ملک مین وسعت اور رونق کے لحاظ سے ایک بے نظیر عمارت ہے۔ اگر کوئی شخص اس مدرسہ کو پھر کر دیکھے تو وہ ایک مستقل شہر دکھائی دیتا ہے۔ اسکے ساتھ ایک حمام اور بہت سے ضروری مکانات ہین۔ مزار پر آج تک تعمیر جاری ہے۔ اور اسپر بیشمار روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ شیخ نجم الدین خبوشانی نے جو مصر کے ایک مشہور عالم ہین نجات خود اس مزار کی عمارت کا اہتمام اپنے ذمہ لیا ہے۔ سلطان صلاح الدین نے شیخ کو اجازت دی ہے کہ جتنا روپیہ اسکی تعمیر کے لیے درکار ہو سلطان کے خزانہ سے منگالین اور کوئی دقیقہ اس عمارت کے شاندار اور پر رونق بنانے مین باقی نہ چھوڑین۔

قرافہ کے مشہور مزارت کا ذکر کرنے کے بعد وہ لکھتا ہے کہ قرافہ مین اس سرے سے اس سرے تک مزار اور مسجدین ہی نظر آتی ہین۔ ان مین پردیسی۔ علما۔ صلحا اور فقرا آکر ٹھہرتے ہین ہر مزار کا خرچ سلطان کی طرف سے جاری ہے۔ یہی حال قاہرہ کے مدارس کا ہے۔ ہم کو تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ ان پر دو ہزار دینار ماہوار خرچ ہوتے ہین۔ عمرو بن عاص کی مسجد کی روزآنہ آمدنی تیس دینار ہے جو مسجد کی ضروریات اسکے خادمون۔ مجاورون۔ اماموں اور قاریون مین خرچ ہوتی ہے۔ قاہرہ مین چار مسجدین نہایت عالیشان ہین۔ ایک مسجد مین خطبہ ہوتا ہے۔ خطیب اہل سنت کے طریقہ پر امہات مومنین۔ صحابہ تابعین اور آنحضرت کے چچاؤن حضرت حمزہ اور حضرت عباس کو دعا مین شامل کرتا ہے۔ اور وعظ ایسے دردناک طریقہ سے کہتا ہے کہ سخت سے سخت دل نرم ہو جاتے ہین اور آنکھون سے بے اختیار آنسو نکل پڑتے ہین وہ خطبہ کے وقت عباسیون کی رسم کے بموجب سیاہ لباس پہنتا ہے۔ سیاہ چادر پر سیاہی مائل طیلسان ہوتی ہے جسکو مغرب مین احرام کہتے ہین۔ سر پر سیاہ عمامہ اور کمر مین تلوار لٹکتی ہے۔ منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی منبر پر زور سے تلوار کی ایک ضرب لگاتا ہے تاکہ اسکی آواز سنکر تمام حاضرین خاموش ہو جائین۔ اسیطرح دوسری اور تیسری سیڑھی پر چڑھکر تلوار کی ضربین لگاتا ہے۔ تلوار کی تیسری ضرب مین ہر طرف سناٹا ہو جاتا ہے خطیب دائین اور بائین طرف منھہ پھیر کر تمام حاضرین کو سلام کرتا ہے۔ اس وقت منبر پر خطیب کے دونون طرف دو سیاہ علم برپا ہوتے ہین۔ خطبہ کے انجام ہونے پر وہ سب سے اوّل عباسی خلیفہ الناصر لدین اللہ کے لیے۔ پھر اُسکی خلافت کے زندہ کرنے والے سلطان صلاح الدین کے لیے۔ پھر اُسکے بھائی اور ولی عہد ابوبکر سیف الدین کے لیے دعا کرتا ہے۔

القاہرہ مین ایک سلطانی شفاخانہ ہے جو وسعت اور شان کے لحاظ سے ایک عالیشان محل دکھائی دیتا ہے۔ سلطان کی طرف سے ایک افسر اس شفاخانہ کا اہتمام کرتا ہے جو فن طب مین

ابن جبیر کا سفرنامہ

پوری دستگاہ رکھتا ہے۔ اِسکے پاس دواؤن اور بوٹیون کے خزانے ہین۔ وہ دواؤن کی مقدار خوراک سے واقف ہے اور اُنکے انواع و اقسام کو خوب پہچانتا ہے۔ شفاخانہ مین متعدد کمرے ہین جن مین بیمارون کے لیے بہت سے پلنگ تیار ہین اور اُن پر بستر بچھے ہوئے ہین۔ افسر شفاخانہ کے ماتحت بہت سے ملازم ہین جو صبح شام بیمارون کی خبرگیری کرتے ہین اور اُنکے لیے مناسب دوائین اور غذائین مہیا کرتے ہین۔ اس مکان کے مقابل ایک اور مکان ہے جہان بیمار عورتین رکھی جاتی ہین اُنکے علاج اور تیمارداری کے لیے جدا نوکر ہین۔ ان مکانون کے قریب ایک اور وسیع عمارت ہے جسمین بہت سے کمرے اور ہر کمرے کے دروازہ پر لوہے کی جالیان ہین۔ یہ پاگلخانہ ہے جہان ہر قسم کے دیوانے رکھے جاتے ہین۔ پاگلخانہ کے انتظام کے لیے جدا افسر اور ملازم ہین جو اُنکے حالات دریافت کرتے رہتے ہین اور اُنکے مناسب دوائین اور غذائین مہیا کرتے ہین سلطان ان سب کا حال پوچھتا رہتا ہے اور برابر تاکید کرتا ہے کہ اُن کا انتظام درست رہے۔ یہان ایک اور شفاخانہ ہے جو حُسن انتظام کے لحاظ سے بالکل ایسا ہی ہے۔

اِسکے بعد ابن جبیر جامع ابن طولون کے حال مین لکھتا ہے کہ یہ مسجد قدیم اور خوشنما عمارتون مین شامل ہے۔ اُس مین سلطان کے حکم سے مغرب کے باشندے اُتارے اور ٹھہرائے جاتے ہین اُنکے لیے سلطان کی طرف سے ماہوار وظیفہ مقرر ہے۔ مغاربہ کے مقدمات مصر کا کوئی قاضی یا حاکم نہین سُن سکتا۔ اُنھون نے سلطان کی اجازت سے ایک حاکم اپنے درمیان سے انتخاب کر لیا ہے۔ اور وہی اُنکے مقدمات فیصل کرتا ہے۔ غرضکہ اس ملک مین کوئی جامع۔ کوئی مسجد۔ کوئی مزار۔ کوئی غریب خانہ اور کوئی مدرسہ ایسا نہین ہے جسپر سلطان کی توجہ مبذول نہ ہو اور جس مین وہ زر کثیر خرچ نہ کرتا ہو۔ اُنکے سوا بہت سے قرآن مجید کے مکتب ہین جن مین سلطان کی طرف سے حافظون کو تنخواہ ملتی ہے اور وہ غریبون اور یتیمون کو قرآن کی تعلیم دیتے ہین۔

اخمیم کے ذکر مین لکھتا ہے کہ یہ قدیم شہر ہے جو دریاے نیل کے مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ اس شہر مین قبطیون کی قدیم یادگارین اور عمارتین ہین۔ اسکے مشرق مین ایک عالیشان مندر ہے جس کا طول (۲۲۰) گز عرض (۱۶۰) گز ہے۔ اسمین چالیس ستون ہین۔ ہر ستون کا دور (۵۰) بالشت ہے۔ ہر دو ستونون کے درمیان (۴۰) بالشت کا فاصلہ ہے۔ اُن پر رنگ برنگ کی مینارکاری کی گئی ہے۔ اور سر سے پاؤن تک نقش و نگار بنے ہین۔ چھت پتھرون کی ہے جن کا جوڑ کہین سے معلوم نہین ہوتا۔ اسپر نادر تصویرین اور عجیب رنگ آمیزی ہے۔ مندر کے ہر ایک دالان مین قسم قسم کی تصویرین ہین۔ کہین پرندون کی تصویرین ہین جو بازو کھولکر اُڑ جاتے ہین۔ کہین خوشرو اور حسین آدمیون کی تصویرین ہین جن مین سے ہر ایک کی وضع جدا ہے۔ کسی کے ہاتھ مین مورت ہے۔ کوئی ہتیار سنبھالتا ہے۔ کسی کے ہاتھ پر جانور بیٹھا ہے۔ کوئی پیالہ ہاتھ مین لیے ہے کوئی ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے۔ غرضکہ اُنکی تمام شکلین اور اُنکے تمام انداز بیان نہین ہوسکتے۔ اس مندر کے اندر۔ باہر۔ اوپر۔ نیچے ہر طرف تصویرین ہی تصویرین ہین اور ہر ایک کی شکل اور ہر ایک کی وضع نرالی ہے۔ بعض تصویرین ہولناک ہین اور انسانون کی شکل پر نہین ہین۔ اُنکو دیکھکر انسان پر دہشت طاری ہوتی ہے یا عبرت اور حیرت مین ڈوب جاتا ہے۔ تمام مندر مین تل رکھنے کی جگہ نہین ہے جہان کوئی تصویر یا نقش یا پیکانی حروف نہ ہون جنکے سمجھنے سے انسان کی عقل عاجز ہے۔[۵۱]

[۵۱] یہ نقوش اور تصویرین جو اخمیم کے مندرین اور اہرام مصری پر کندہ ہین درحقیقت حروف ہین جو مصر مین نہایت قدیم زمانہ مین جاری تھے اور جنکو آجکل ہیروگلیفکس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہمارے مخدوم شمس العلما مولانا شبلی نعمانی نے اپنے ایک مضمون مین لکھا ہے کہ "ذوالنون مصری اور اُنکے سوا اور مسلمانون نے اس خط کو پڑھ کر سمجھ لیا تھا۔ لیکن اگر مقریزی کی عبارت پر غور کیا جائے تو اس سے یہ استدلال نہین ہوسکتا۔ ذوالنون مصری نے جو مطلب بعض نوشتون کا بتایا ہے اُسمین نصیحت اور عبرت کی باتین شامل ہین۔ اس قسم کی بہت سی روایتین ہمارے قصہ کہانیون مین ہین کہ قدیم یادگارون کو دیکھکر صوفیون

(ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ)

ایک مقام پر ابن جبیر لکھتا ہے کہ یہ بات سلطان صلاح الدین کی یادگار رہیگی کہ اُس نے وہ ٹیکس جو عبیدیین کے عہد حکومت مین حاجیون سے جبراً وصول کیا جاتا تھا موقوف کر دیا ہے۔ اس زمانہ مین حاجیون پر طرح طرح کا ظلم و ستم ہوتا تھا۔ بعض حاجیون کے پاس زادراہ کے سوا کچھ نہین ہوتا تھا۔ جب وہ بندرگاہ عیذاب مین پہونچتے تھے تو ان سے فی کس ساڑھے سات دینار ٹیکس طلب کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی نہ دیسکتا تو اسکو طرح طرح کے عذاب مین مبتلا کرتے تھے جسکے سننے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور جسکے بیان کرنے سے شرم آتی ہے۔ جب عیذاب سے چلکر جدہ مین پہونچتے تھے تو اُن حاجیون کو جنکے نام پر ٹیکس کا وصول نہ ہونا پایا جاتا تھا انکو پہلے سے بھی زیادہ عذاب مین مبتلا کرتے تھے۔ سلطان نے اس ہولناک دستور کو موقوف کر دیا ہے اور اس ٹیکس کے معاوضہ مین جو بدّو حاجیون سے وصول کرتے تھے غلّہ وغیرہ مقرر کر دیا ہے۔ پس جو مسلمان۔ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ بیت اللہ کا حج کرنا اسلام کے ارکان خمسہ مین سے ایک رکن ہے آسپر فرض ہے کہ وہ کسی مقام پر اور دنیا کے کسی گوشہ مین ہو سلطان کے لیے دعاے خیر کرے۔ اس سلطان سے پہلے تو مصر مین یہ حال تھا کہ ہر ایک چیز پر چھوٹی ہو یا بڑی۔ بیچی جاسے یا مول لی جاسے یہان تک کہ دریاے نیل کے پانی پر بھی ٹیکس لیا جاتا تھا۔ سلطان نے اِن تمام بدعتون کو مٹا دیا ہے۔ اور تمام ملک مین انصاف اور امن و امان پھیلا دیا ہے۔

ایک جگہ لکھتا ہے کہ اخمیم۔ قوص اور منیہ ابن الخصیب مین جو دریاے نیل کے کنارے پر آباد ہین حاجیون اور مسافرون کی کشتیون کی تلاشی لی جاتی ہے اور سوداگرون کی کمرین ٹٹولی جاتی ہین کہ شاید کہین سے کوئی درہم یا دینار نکل پڑے اور قرآن مجید کی قسمین دیجاتی ہین۔ اور یہ وہی جبراً زکوۃ وصول کرنے کی رسم ہے جسکی نسبت پوچھا نہین جاتا کہ مال پر پورا سال گذرا ہے یا نہین اور جسکا اسکندریہ کے ذکر مین ذکر آچکا ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ سلطان صلاح الدین اس جبر و تعدی سے واقف نہین ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳) اور خداشناسون نے نصیحت آمیز جملے بیان کیے ہین۔ اُن کا یہ کہنا کہ اس دیوار پر یا اس مکان کی پیشانی پر یہ مضمون لکھا ہوا ہے بعینہ یہ کہنا ہے کہ یہ دیوار یا یہ مکان یا یہ یادگار زبان حال سے یہ نصیحت کرتی ہے۔ اس سے یہ استدلال کرنا کہ درحقیقت اُن کتبون یا نوشتون کا وہی مضمون تھا جو انھون نے بیان کیا یا وہ اس خط کو پڑھ سکتے تھے ہمارے نزدیک صحیح نہین ہے۔ ایک روایت ابوزید بلخی کی ہے کہ اہرام کے ایک نوشتہ کا عربی مین ترجمہ کیا گیا۔ جسکا مطلب یہ تھا کہ یہ دو مینار اسوقت بناسے گئے جبکہ نسر واقع برج سرطان مین تھا۔ اسپر حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ اُس وقت سے ہجرت نبوی تک (۲۰۰۰۰) سال شمسی گذر چکے تھے۔ یہ بھی ایک مصنوعی قصہ ہے جسپر کوئی مورخ اعتبار نہین کر سکتا۔ سلطان محمود غزنوی نے جب سومنات کے مندر کو فتح کیا تو ایک کتبہ نہایت قدیم حروف مین مندر سے دستیاب ہوا تھا دربار کے علما نے اسکو پڑھکر کہا کہ اس سے مندر کی تاریخ معلوم ہوتی ہے اور مدت کے اندازہ کرنے کو سالون کی تعداد اسقدر بیان کی گئی جو مراتب اعداد سے خارج تھی۔ اس قصہ کو پڑھکر بھی کوئی مورخ استدلال نہین کر سکتا کہ دربار کے علما اُن قدیم حروف کو پہچانتے تھے۔ تیسری روایت جو مقریزی نے بیان کی ہے اُسکا سب سے اول راوی مصر کا ایک عجمی شخص ہے جسنے کہا کہ ہم نے اپنی قدیم کتابون مین دیکھا ہے کہ دیمانی ہرمیس مین ایک قبر کھودی گئی جسمین ایک لاش کفن مین لپٹی ہوئی تھی اسکے سینہ پر ایک کاغذ کپڑے مین لپٹا ہوا تھا۔ کاغذ کو نکالا تو اسکے خط کو کوئی نہ پہچان سکا۔ نہ مطلب بتا سکا۔ آخرکار دیر قلمون کے ایک راہب نے اس خط کو پڑھا اور اسکا مطلب بتایا۔ اس روایت سے تو کسیطرح بھی یہ استدلال نہین ہو سکتا کہ مسلمان نہایت قدیم قبطی خط یا ہیروگلیفکس حروف کو پڑھ سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ صدی عیسوی تک اس خط کے پڑھنے اور سمجھنے پر کسی قوم نے توجہ نہین کی نپولین اول نے جب مصر پر حملہ کیا تو فرانسیسیون کو ایک پتھر رشید کے نواح مین ملا جسپر سب سے اول ہیروگلیفکس حروف مین کچھ عبارت کندہ تھی۔ اسکے نیچے وہی عبارت قبطی حروف مین اور پھر یونانی حروف مین منقوش تھی۔ یہ پتھر فرانسیسیون کی علمی انجمن کو جو قاہرہ مین تھا نذر کیا گیا۔ جب انگریزون نے نپولین کی فوج کو شکست دی تو یہ پتھر انکے ہاتھ لگا اور برٹش میوزیم مین رکھا گیا۔ آخرکار یورپ کے علما نے نہایت دقت اور محنت سے اس نوشتہ کو پڑھا اور اُس کا مطلب سمجھا۔ اب تو سیکڑون کتابین قدیم قبطی زبان اور اُسکے خط پر لکھی گئی ہین۔ اور وہ عقدے حل ہو گئے ہین جو زمانہ دراز سے مالاینحل سمجھے گئے تھے۔

(د ۔ الدین سلیم)

اگر اسکو معلوم ہوتا تو وہ اس دستور کو جاری رکھنا پسند نکرتا اور جو لوگ جبراً ٹیکس وصول کرتے ہین اونسے جہاد کرتا۔ اونسے جہاد کرنا اس لیے واجب ہے کہ وہ اُن غریب الوطنون کے ساتھ جو بیت اللہ کو جاتے ہین جور و تعدی اور بدمعاملگی کے ساتھ پیش آتے ہین۔ سب سے زیادہ ہولناک واقعہ جو ہم نے دیکھا وہ یہ ہے کہ ایک طرف سے یکایک ٹیکس لینے والونکا ایک تندخو گروہ ٹوٹ پڑتا ہے اور لمبے لمبے برچھے ہاتھ مین لیے کشتیون پر چڑھ جاتا ہے۔ پھر وہ اسباب کے تھیلون اور گٹھریون مین برچھے چبھو چبھو کر دیکھتے ہین کہ اُن مین کوئی جنس یا روپیہ تو چھپا ہوا نہین ہے۔ اسقدر کھود کھود کر دریافت کرنا تو کیا۔ خدا نے تو تجسس کرنے سے بھی منع کیا ہے خدا اس سلطان کے ہاتھ سے اِن ظالمون سے انتقام لے۔

(باقی آیندہ) وحیدالدین سلیم

ہندون اور مسلمانون کا اتفاق

ہندون اور مسلمانون کے اتفاق و اتحاد مین جو ترقی گذشتہ سال سے ہو رہی ہے اوس سے جسقدر خوشی ہوتی ہے اوسی قدر تعجب بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ پارسال سے پہلے کسیکو بھی گمان نہ ہوسکتا تھا کہ یہ دونون رقیب قومین ایسی گرمجوشی کے ساتھ ایک دوسرے کے تیوہارون مین شریک ہوکر بغلگیر ہون گی اگرچہ بعض لوگ اس ملاپ کو عارضی خیال کرتے ہین اور بڑی شبہ افسوس کی بات ہوگی اگر یہ خیال صحیح نکلے۔ لیکن تاہم صلح و صلاح ایسی چیز ہے کہ جب تک وہ رہے غنیمت ہے اور اگر خدا کو ہندوستان کے دن اچھے کرنے ہین تو کیا عجب ہے کہ اس قسم کے شبہ والون کے قیاس کے خلاف یہ ثابت ہو جاے کہ یہ اتحاد دائمی تھا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جو نفاق چند سالون مین مابین ہندوؤن اور مسلمانون کے تھا وہ کسی طرح بھی مفید نہ تھا اور اوس سے ترقی تعلیم کے چہرہ پر ایک بدنما داغ پیدا ہوگیا تھا کیونکہ خوف کیا جاتا تھا کہ نئی تعلیم نے اوس اتحاد کو کم کر دیا ہے جو قبل ازین ان دونون فرقون مین تھا اور گو اس اعتراض کی اصلیت تھی یا نہ تھی لیکن بادی النظر مین تو ایسا ہی تسلیم کرنا پڑتا تھا۔ اور کیا عجب ہے کہ اب وقت اُس کا آگیا ہو کہ یہ اعتراض بالکل رفع ہو جائے اور گو آگ و پانی مل نہ سکین مگر بھاپ سے کام لیا جاسکے۔ اتحاد اور اتفاق کا جسقدر تعلق علم اخلاق سے ہے اوسکا رتبہ سراب سے زائد نہین ہے کہ دور سے تو پیاسون کو پانی معلوم ہوتا ہے مگر پاس جاکر وہ دریاے ریگ ثابت ہوتا ہے کیونکہ جو الفاظ و فقرات اس علم کے مدونون نے جمع کیے ہین وہ حقیقت مین انسانی فطرت اور اوسکے نیچر کے مطابق نہین ہین، کیا کوئی یقین کرسکتا ہے کہ ایک کلّہ پر تھپڑ مارنے والے کے روبرو کوئی دوسرا کلہ بھی خوشی سے کر دیگا؟ ہان البتہ ایک ایسی حالت ہے جو حسن معاشرت اور خوش معاملگی کے اصول پر عمل کرنے سے پیدا ہوسکتی ہے اور جس حالت کو اتحاد اور اتفاق کے الفاظ سے تعبیر کرنا گو ازروے علم اخلاق جائز نہ ہو مگر عملاً صحیح اور درست ہے یعنی ایک کو دوسرے کے ستانے سے اسوجہ سے پرہیز کرنا چاہیے کہ وہ خود ستایا نہ جاے اور ایک کو دوسرے کے ساتھ اسوجہ سے رعایت کرنی چاہیے کہ اوسکے ساتھ بھی رعایت کیجاے۔ بس اگر ہندون اور مسلمانون نے اس اصول کو اپنا پیشوا بنا لیا ہے تو ضرور یہ دونون فریق لایق مبارکباد اور ستایش کے ہین۔ ہم دیکھتے ہین کہ ہمارے ہندو بھائی بعض رسوم یا مذہبی خیالون مین مسلمانون سے رعایت چاہتے ہین۔ نیز ہم دیکھتے ہین کہ ہزارہا مسلمان بچے ایسے ہین جنکو دنیا اور مغربی تعلیم حاصل کرنا اور دلانا چاہتے ہین مگر یقینی افلاس اونکو خون کے آنسو رلا رہا ہے۔ پس کیا اچھا ہو اگر آسودہ بھائی مفلس بھائیون کی تعلیم کا کچھ مستقل بندوبست کردین اور اس طرح سے مسلمانون کو بعض چیزون کے ترک کرنے پر بالطبع مائل بنالین ہمارا خیال یہ ہے کہ اگر یہی طرح کا کچھ سمجھوتہ ہوسکتا ہے تو ضرور اس اتحاد کو قوت اور دوام حاصل ہوگی اور اگر خدانخواستہ چند سال کے بعد پھر جاہلون نے جہالت کی تو ملک اور زیادہ بدنام ہوگا کیونکہ صاف کہا جائیگا کہ یہ ایک پولیٹکل اتفاق تھا جو حفظ صحت کے عاقلانہ اصول کو مدنظر رکھ کر کیا گیا

کیا گیا تھا اور جو حقیقت مین ملک کے واسطے تحت بدنامی ہے
اور اوس سے مخالفت کرنا ہمارا فرض ہے۔ (اسمعیل)

آزادی اخبارون کی

جولائی کے مہینہ سے چونکہ ضابطہ جدید فوجداری کا عملدرآمد شروع
ہوا ہے اسوجہ سے بعض اخبارون مین اونکی آزادی پر از سرنو کچھ مضامین
لکھے جارہے ہین اور اس بات پر لعن وطعن کی جارہی ہے
کہ اخبارون کی آزادی چھین لیگئی۔

ہم ہمیشہ سے آزادی اور بالخصوص اخبارون کی آزادی کے
طرفدار ہین لیکن چونکہ ہماری راے مین ہر ایک امر مین انصاف ہونا
اور نفس معاملہ پر غور کرکے اوسپر راے دینا چاہیئے اسواسطے ہم
اون قیود کو جو ضابطہ فوجداری اور مجموعۂ تعزیرات کی ترمیم سے اخبارنویسی
کے متعلق ہوگیے ہین بیجا نہین کہسکتے۔ کیونکہ جسطرح رعایا کے حقوق گورنمنٹ
پر ہین اوسی طرح گورنمنٹ کے کچھ حقوق بہی رعایا پر ہین اور اگر گورنمنٹ
رعایا کے حقوق ادا نکرنے پر قابل الزام ہوسکتی ہے تو رعیت
بہی گورنمنٹ کے حقوق کی پروا نکرنے سے لایق مواخذہ
ہوسکتی ہے۔ جو کیشنز اخبارون کی تحریرات کے عدالتون
مین پچہلے سال مین پیش ہوئے اور نیز بعض اخبارون کی
دوسری تحریرون پر اگر انصاف اور دیانتداری سے اور
ازروے قوانین انصاف وسیاست مدن نظر ڈالی جائے
توکون ہے کہ جو یہ کہہ سکتا ہے کہ اخبارون کی پچہلی تحریرین علاج
کے لایق نتہین وہ دو باتینٹ جو واضعان قانون نے اختیار
کیے تہے کہ ایک تو ان مضامین سے گورنمنٹ کی نسبت مخالفانہ
خیالات رعایا مین پہیلتے ہین اور ایک رعایا کے مختلف فرقون
مین باہم رنجش ہوتی ہے، وہ دونون ایسے ہین کہ ہر ایک
انصاف پسند شخص کے واسطے اونکے تسلیم کیے بغیر چارہ نہین
ہے۔ یعنی بالضرور اکثر اخبارون کی تحریرین ایسے ہی نتایج کے
پیدا کرنے والی تہین جو ترمیم قوانین کے پیش کرنے والون نے

سمجہی تہین ہمکو اس بات کے تسلیم کرنے مین کوئی پس وپیش نہین
کرنا چاہیے کہ جو کچھ اخبارون نے لکہا تہا وہ نیک نیتی سے لکہا
یعنی اوسمین کچھ بدنیتی شامل نہ تہی۔ مگر اوسی کے ساتھ مین ہم کو
یہ بہی تسلیم کرنا ضرور پڑے گا کہ اگر بدنیتی نہ تھی تو بدتمیزی ضرور
تھی اور آزادی کو بے محل اور بہونڈ طریقہ سے استعمال کیا گیا تھا
اور بلاشبہ کوئی نادان اور بے سلیقہ شخص یا پاگل اور مجنون
اسکا مستحق نہین ہے کہ اوسکی روک تہام کے واسطے کچھ انتظام
نہ کیا جاے۔ یہ حال تو ایسے اخبارات کا ہے جو بڑے بڑے
لایق لوگون اور ذی علم و دولت مند اشخاص کے ہاتھ مین ہین اب
رہے وہ اخبارات جو اُردو مین چہاپے جاتے ہین وہ تو ابہی
بہت دیر مین اوس میدان مین جانے کی امیدداری کرسکتے ہین
جسکو آزادی کا سبزہ زار کہا جاتا ہے۔ کیونکہ نہ اونکی مالی حالت
درست ہے نہ اونکے مضامین نگار واقف کار اور فارغ البال ہین۔

ہماری راے اس سبجکٹ پر یہ ہے کہ اس کے متعلق
اب مباحثون کو فروگزاشت کردینا چاہیے اور اپنے آپ کو آیندہ
کے واسطے ایسا بنانا چاہیئے کہ جو الزام اونپر لگگے گئے ہین وہ پہر
نہ لگاے جائین اور جو بے اعتباری اخبارون کی ہوگئی ہے
وہ جاتی رہے اور اعتبار پیدا ہوجاے۔ آیندہ مضامین کا طرز
ایسا ہونا چاہیئے کہ گورنمنٹ اور اہل ملک کے مابین اتحاد اور اتفاق
مین ترقی ہو اور ملک کی سرسبزی اور بہبودی بڑہے۔ گورنمنٹ
کے کامون پر بذریعہ اخبارات کے نکتہ چینی کا کرنا اگرچہ ایک
حدتک مفید ہوسکتا ہے۔ لیکن ایسا کرتے وقت ملک کی
خصوصیات پر بہی لحاظ کرنا ایک ضروری فرض اخبارنویسی کا ہے
ہندوستان ابہی بالکل بچہ باعتبار اپنی تعلیم کے ہے اوسکی اور انگلینڈ
یا یورپ کی سیاسی قوانین یکسان نہین ہوسکتے اور بہت سی
باتین جو وہان جایز ہین یہان پر قطعاً ناجایز ہونا چاہئین۔ اور اگر
ایسا ہو تو کوئی شخص اوس عمل پر اعتراض کرنے کا واجبی حق نہین
رکہتا ہے۔ جو گورنمنٹ نے اخبارون کے حق مین اختیار کیا ہے۔
ہمارے ملک مین علی الخصوص مسلمانون مین سوشیل اور مذہبی اصلاح

اور علمی ترغیب کی بہت ضرورت ہے اور اگر اخبارات اسطرف کامل توجہ کرین تو وہ اپنے ملک کو بہ نسبت پولٹیکل امور پر بحث کرنے کے بہت زیادہ نفع پہنچا سکتے ہین۔ غرض یہ ہے کہ اخبارون کی آزادی پر نکتہ چینی کرنیکا نہ تو یہ موزون وقت ہے اور نہ اسکی ضرورت ہے۔ ہم اسکی مخالف نہین ہین کہ گورنمنٹ سے ہم اپنی خواہشات کو نہ عرض کرین لیکن ہر ایک درخواست کے وقت اس کا اندازہ ضرور کرنا چاہیے کہ اوسمین وزن کتنا ہے اور پھر ضرورت اور حاجت پر بھی خیال کر لینا ضرور ہے۔ اس سے زاید بلکہ سب سے زاید بہتر بات یہ ہے کہ ہم اپنی حالتون کو درست کرنے کی طرف توجہ کرین اور اپنے آپ کو سویلایزڈ بنائین کیونکہ آیندہ ویسے ہی قوانین نافذ ہونگے جیسی ہماری حالت ہوگی۔ اگر ہم اچھے ہونگے تو عمدہ اور آسان قوانین ہمارے اوپر حکومت کرینگے اور اگر ہم ایسے نہین ہونگے تو سخت قوانین کا نافذ کرنا ایک لازمی کام قانون ساز محکمہ کا ہوگا۔ آزادی کا لفظ جیسا دل خوش کن لفظ ہے ویسا حقیقت مین نہین ہے آزادی کے چارون طرف ایک دیوار بنی ہوئی ہے جس سے تجاوز کرنے سے ہمیشہ ضرر پہنچا کرتا ہے اور وہ دیوار یہ ہے کہ دوسرون کو نقصان نہ پہنچنے پاسے یعنی انسان ہر ایک فعل یا ترک فعل کا مختار ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اوس سے دوسرون کے حقوق پر دست درازی نہ ہوتی ہو اگر اسکا لحاظ نہین رکھا جاتا ہے تو آزادی خطرناک ہو جاتی ہے۔ جو لوگ نکتہ چینی یہ کہکر کرتے ہین کہ ہم اپنے ملک کے حقوق کی حمایت کرتے ہین وہ اوسوقت غلطی کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہین جبکہ گورنمنٹ کے حقوق سے چشم پوشی کرنے لگتے ہین ملک کی بہتری اس مین ہے کہ اون سب ذرات مین آپسمین اتحاد اور ارتباط رہے جس سے ملک اسوقت بنا ہوا ہے اور اون ذرات مین انگریز بھی شامل ہین پس جب تک کہ ان سب ذرات کے ملے جلے رہنے اور رکھنے کا خیال مد نظر نہین رکھا جائیگا ملک کی خیر خواہی ہرگز نہین ہے۔ نکتہ چینی کرنے مین صرف نیک نیتی کی ضرورت نہین ہے بلکہ مقتضائے وقت پر بھی خیال رکھنا شرط ہے۔ بلاشبہ بہت سی اشخاص یہ کہکر اپنا دامن چھڑانے کی کوشش کرتے ہین کہ ہم نے نیک نیتی سے یہ نکتہ چینی کی تھی لیکن ایسے لوگون کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ہر ایک کام کو سلیقہ اور عقل سے کرنے کے بھی ذمہ دار ہین۔ بچے بہت سے کام جو خالص نیک نیتی سے کرتے ہین مگر وہ پھر بھی اسی بنا پر کہاتے ہین کہ انہون نے حماقت کی تھی اور صرف یہی نہین ہے بلکہ ایسے مربی اور بزرگ جو بچون کے نامناسب افعال سے چشم پوشی کرتے ہون قابل الزام تصور کیے جاتے ہین۔ پس ہرگز گورنمنٹ لایق شکایت نہین ہے اگر ہماری ضرر رسان نادانیون پر ہمکو تنبیہ کرے۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ (اسمعیل)

سکہ ہندوستان کا مسئلہ

اندنون کوئی اخبار ایسا نہین ہے جسمین کچھ نہ کچھ معاملات سکہ کے متعلق کوئی خبر یا مضمون نہ ہوتا ہو مگر بوجہ پارہ پارہ ہونے کے ناظرین کو اوسکے سمجھنے مین دقت و دشواری پیش آتی ہے اور اسی لیے اکثر ناظرین اخبار اس مسئلہ کے مضمون کو نظر انداز کر جاتے ہین۔ اس مضمون کے لکھنے سے ہمارا مقصود صرف اسیقدر ہے کہ جو صاحب اسکو بغور ملاحظہ فرمادینگے اونکو جو اجنبیت کہ اس مسئلہ سے ہے وہ جاتی رہیگی اور مسئلہ مذکورہ بالا کے مضامین کو اخبارون مین وہ دلچسپی سے پڑھ سکین گے۔

یہ امر کہ سکہ کیا چیز ہے اور سکہ کے لیے چاندی اور سونا کیون مخصوص کیا گیا علم سیاست مدن کی کتابون مین دیکھنا چاہیے ہمارے اغراض کے لیے صرف اسقدر جاننا کافی ہے کہ دنیا کے مختلف مہذب اقوام مین انہین دونون معدنیات مین سے کسی ایک کا سکہ جاری ہے ممالک یورپ مین بیشتر (سونے) کا اور ممالک ایشیا مین بیشتر (چاندی) کا۔

جب تک کہ سکہ کی ضرورت اندرون ملک کے اغراض تک محدود ہوتی ہے اور ممالک غیر سے کوئی تعلق کسی قسم کا نہین ہوتا کسی شخص کو اس امر کا خیال بھی نہین ہوتا کہ جو سکہ ملک مین جاری ہے

اوسکی قیمت کیا ہو کیونکہ وہ خود اشیا کی قیمت کا معیار ہوتا ہی۔ لیکن جب ممالک غیر سے تعلقات پیدا ہوتے ہین خواہ وہ تجارتی ہون یا حکومتی اوسوقت اس امر کو دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہی کہ اپنے اور اوس غیر ملک کے سکہ کی قیمت مین کیا تفاوت ہے اگر دونون کے سکہ کی نوعیت ایک ہے تو صرف وزن کے تفاوت سے بہت آسانی کے ساتھ قیمت کا تفاوت معلوم ہوجاویگا اور ایک دفعہ کی تحقیقات کافی ہو گی اور معاملات مین کوئی پیچیدگی و دشواری لاحق نہ ہوگی لیکن اگر نوعیت مختلف ہے تو دونون سکون کی قیمت جانچنی پڑیگی اور مبادلہ کا نرخ بہ لحاظ تفاوت قیمت کے گہٹتا بڑہتا رہیگا اختلاف نوعیت کی حالت مین یہی تفاوت تمام پیچیدگیون اور دشواریون کی جڑ ہے اور اسیوجہ سے اخبارون مین روزانہ ولایت کی ہنڈویات کا نرخ مشتہر کیا جاتا ہے بوجہ عدم تعین نرخ اور روزانہ چڑہاو اوتار کے بجز اون بنکون کے جو ایسے مبادلہ کا کام کوتی ہین ہر قسم کے سوداگرون اور کاربارپون کو سخت تردد لاحق رہتا ہے اور کوئی شخص یقین کے ساتھ اپنے منافع یا آمدنی کا تعین نہین کرسکتا اور اسوجہ سے بہت سے ارادے محض دایرہ خیال سے آگے قدم نہین نکالتے اگر نرخ معین ہو اور روز کے چڑہاو اوتار کا خطرہ جاتا رہے تو بہت سے ایسے کام جاری ہوجاوین جو دونون ملکون کو فائدہ پہونچاوین۔

اسموقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سلسلہ تعلقات ممالک غیر مدت ہاے دراز سے جاری ہے پس حال ہی کے زمانہ مین کیون یہ خطرہ زیادہ ہوگیا ہے اور تمام مہذب دنیا مین اس مسئلہ کی بابت کیون اسقدر شور وغل مچا ہوا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بیماری ۱۸۷۳ء کے بعد سے شروع ہوئی ہے اور جب تک مرض کی قوت کم تہی بجز ماہرین کے کسی شخص کو یہ بیماری محسوس نہ ہوئی لیکن جون جون مرض بڑہتا گیا اوسکا احساس غیر ماہرین کو بہی ہونے لگا حتی کہ اب اکثر اشخاص اس مرض کے وجود کو تسلیم کرتے ہین مگر طریق علاج مین رائین مختلف ہین اور مثل اختلاف دیگر معاملات کے ہر ایک راے والا اپنی راے کو صحیح اور دوسرے کی راے کو غلط جانتا ہے اور اس قیل وقال مین جو باضابطہ طور پر ۱۸۸۸ء سے ہو رہی ہے مرض بڑہتا ہی جاتا ہے اور حالت خطرناک ہوتی جاتی ہے اور اگر جلد علاج معقول نہوا تو جو نتیجہ ہوگا وہ محتاج بیان نہین ہے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ خاص ہندوستان کے متعلق جو معاملہ انگلستان مین اندنون پیش ہے وہ کس قدر پیچیدہ نازک اور سنگین ہے جسکا اثر ہندوستان کے سب بڑے چہوٹے اور اگلے اور پچھلے معاملات پر پڑے گا یہ امر ناظرین کو معلوم ہے کہ انگلستان نے ہندوستان کو باوجود ایک حکومت مین ہونے کے سکہ نوعیت کے اعتبار سے غیر ملک سمجھا جاتا ہے اور ایک جگہ کا سکہ دوسری جگہ سکہ نہین ہے اور یہ کہ انگلستان مین (سونے) کا سکہ جاری ہے جسکو پونڈ اسٹرلنگ کہتے ہین اور ہندوستان مین (چاندی) کا سکہ یہی روپیہ جسمین جاری ملکہ معظمہ کا چہرہ منقوش ہے جاری تھا لیکن ناظرین کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ جون ۱۸۹۳ء کے بعد سے اب کوئی سکہ ہندوستان مین جاری نہین ہے جو روپیہ کہ لوگون کے ہاتھون مین گردش کررہا ہے وہ حقیقت مین سکہ نہین ہے گو قانوناً سکہ کا کام انجام دے رہا ہے۔

قبل اس بیان کرنے کے کہ گورنمنٹ ہند کی سکہ کے معاملہ مین کیا خواہش ہے مختصر طور پر اوس مرض کے شروع ہونے اور بڑہنے کی کیفیت کا جاننا جسکا ذکر اوپر ہوچکا ہے مناسب ہے ۱۸۷۳ء سے پیشتر بجز انگلستان کے جہان کہ ۱۸۱۶ء سے (سونے) کا سکہ جاری ہوگیا تہا تمام دیگر ممالک یورپ مین (سونے) اور (چاندی) دونون کا سکہ جاری تھا اور دونون کی قیمت مین ایک معین اور مناسب تفاوت تہا جس سے ہمیشہ سونے کی قیمت چاندی کے ساتھ پندرہ گونہ کے اوپر اور سولہ گونہ کے اندر تہی اسوجہ سے سونے کے سکہ والے ملک کو چاندی کے سکہ والے ملک کے ساتھ معاملات مین کوئی پیچیدگی اور دشواری نہ تھی نہ منافع اور آمدنی کے تخمینہ مین کوئی خطرہ تھا اور ۱۸۷۳ء سے پیشتر عموماً ایک پونڈ اسٹرلنگ کی قیمت دس روپیہ تہی لیکن جب جرمنی کو فرانس سے تاوان جنگ مین بہت سا سونا ہاتھ آگیا تو ۱۸۷۳ء مین چاندی کا سکہ موقوف کرکے سونے کا سکہ

وہان جاری کر دیا گیا اور جسقدر سکہ جات چاندی کے موجود تھے وہ گلا کر بصورت چاندی بازار مین فروخت کے لیے پیش کیے گئے دفعتاً بازار مین کثیر المقدار چاندی کے آجانے سے اوسکی قیمت گھٹ گئی اور سکہ بنانے کی غرض سے سونے کی مانگ جو زیادہ ہو گئی تو اوسکے قیمت بڑھ گئی اور مرض شروع ہو گیا جرمنی کے اس طریق عمل سے دیگر سلطنت ہاے یورپ کو بھی مجبوراً اوسی راستہ پر چلنا پڑا جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ جسقدر سالانہ چاندی سکون کے بنانے مین صرف ہو تی تھی وہ بازار مین پڑی رہنے لگی اور بازار مین جسقدر سونا موجود تھا اور آتا گیا وہ سکہ بنانے کے لیے فوراً فروخت ہوا کیا اور سونے کی قیمت چاندی کے ساتھ کبھی کبھی تیس گونہ تک پہونچ گئی اور اب بھی ستائیس اٹھائیس گونہ کے قریب ہے جو دو فریق معالج اوپر بیان ہوئے ہین اونمین سے ایک فریق کا خیال یہ ہے کہ قیمت کا یہ تفاوت صرف بوجہ قلت پیداوار سونے اور کثرت پیداوار چاندی کے ہے جن مین انسان کو کچھ دخل نہین ہے دوسرے فریق کی طرف سے اسکا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اگرچہ زمانہ حال مین چاندی کی پیداوار زیادہ ہو گئی ہے لیکن (سونے) کی پیداوار مین بھی افزایش ہوئی ہے اور جو قلیل تفاوت دونون کی پیداوار مین ہے اوسکا ہرگز کچھ اثر نہ ہوتا اگر چاندی کا سکہ موقوف کر کے سونے کا سکہ جاری نہ کیا جاتا۔

ہندوستان کے متعلق انگلستان مین جو مصارف ہوتے ہین وہ پونڈ اسٹرلنگ) مین معین ہوتے ہین اسی لیے چاندی کی قیمت ارزان ہونے کے سبب سے۔ اب ایک پونڈ اسٹرلنگ کی قیمت مین بجاے دس روپیہ کے سولہ روپیہ دینے پڑتے ہین پس اگر یہ فرض کیا جاوے کہ ہندوستان سے انگلستان کو بیس ملین پونڈ اسٹرلنگ ملنے چاہئین تو بجاے بیس کروڑ روپیہ کے جو کہ بردے حساب سابق دینے پڑتے بتیس کروڑ روپیہ دینے پڑتے ہین اور یہ بارہ کروڑ روپیہ بٹہ مبادلہ کے نام سے خسارہ مین قایم کیے جاتے ہین چنانچہ اسی اصول پر اون انگریزون نے جو ہندوستان مین ملازم ہین گورنمنٹ سے لڑ جھگڑ کر بقدر معاوضہ کمی نرخ کے اپنی تنخواہ مین اضافہ کرا لیا ہے۔

اسی دقت کے رفع کرنے کی غرض سے گورنمنٹ ہند نے جون ۱۸۹۳ء سے ٹکسال مین روپیہ کا ڈھالنا موقوف کر دیا تاکہ روپیہ کی قلت ہو اور سوداگران یورپ مجبوراً اوسکی قیمت زیادہ دین۔ چنانچہ یہ نتیجہ کسی قدر حاصل ہوا مگر چاندی کا ایک بہت بڑا خرچ اور کم ہو گیا اور چاندی زیادہ ارزان ہو گئی گورنمنٹ ہند کا مقصود یہ ہے کہ ہندوستان مین بھی سونے کا سکہ جاری ہو جاوے اور وہ پیچیدگیان اور دشواریان جو اوپر بیان ہوئی ہین رفع ہو جاوین لیکن بعضون کے نزدیک اسکا پہلا اور فوری نتیجہ یہ ہوگا کہ سونے کی ضرورت و خواہش اور بڑھ جاویگی اور وہ نہ درگران ہو جاوے گا اور یہ کہ بقدر ضرورت دستیاب نہ ہوگا اور اگر دستیاب ہوگا تو بہت گران جسکا خرچ گورنمنٹ ہند برداشت نہ کر سکیگی گورنمنٹ ہند نے فی الحال جو تجویز انگلستان مین اس مدعا کے حاصل کرنیکے لیے پیش کی ہے وہ ناظرین کو معلوم ہے مگر وہ ایک ایسی تجویز ہے جس سے نہ تو انگلستان کے سوداگر راضی ہین اور نہ ہندوستان کے وجہ ناراضی کی ناظرین کے ذہن مین مضامین مذکورہ بالا پر غور کرنے سے آگئی ہوگی۔ پہلے یعنی یہ کہ سونے کی زیادہ گرانی اور چاندی کی زیادہ ارزانی علاوہ اسکے اور بہت پیچیدگیان واقع ہونگی جنکی تفصیل سے مضمون کو طوالت ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس مرض کا نسخہ جو گورنمنٹ ہند نے تجویز کیا ہے وہ بالفعل پارلیمنٹ کی ایک کمیٹی کے سپرد ہے جسمین ماہرین فن و تجربہ کار شامل ہین وہ کمیٹی تحقیقات کر رہی ہے کوئی یہ شور و غل مچا رہے ہین کہ نسخہ مجوزہ سے بجاے ازالہ مرض کے اوسمین دیگر اقسام کے مرض کی زیادتی ہوگی لیکن ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ ایک ایسی کمیٹی کے ہاتھ مین ہے جسکے پریذیڈنٹ سر ہنری فولر صاحب ہین جو سابق مین وزیر ہند رہ چکے ہین اور امید ہے کہ بعد تحقیقات کامل نہایت غور و فکر کے ساتھ کوئی ایسا نسخہ تجویز ہوگا جو مرض کی بنیاد کو کھو دے گا۔

راقم ع - م

مصر کا نہایت قدیم خط

(ہیروگلیفکس)
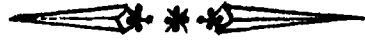
مصر بہت قدیم زمانے مین تہذیب اور شایستگی کا مرکز تھا اوسکے علوم و فنون ترقی کے اعلیٰ درجہ پر پہونچے ہوئے تھے یہان تک کہ یونان کے باشندے بہی علم و حکمت کی تحصیل و تکمیل کی غرض سے یہان آئے تھے۔ سلاطین کے بہت سے خاندان تھے جنہون نے نہایت قدیم زمانے مین عظمت اور شان و شوکت کے ساتھ وادی نیل پر سلطنت کی اگرچہ اونکے ذکر سے تاریخ کے صفحات خالی ہین اور ساتوین صدی قبل مسیح سے پہلے کے حالات تاریکی مین ہین مگر اونکی شاندار یادگارین مصر کے میدانون اور سرسبز وادیون مین ہر طرف پھیلی ہوئی ہین مصر کے ایک مورخ نے ان قدیم یادگارون کا سین اسطرح کھینچا ہے دیکھو وہ پرانے کہنڈر ہین جو مردہ اور بے حس و حرکت معلوم ہوتے ہین اور زمانے کی فرسودگی اور انقلاب اور آگ پانی اور ہوا کے طوفانون سے دبکر نہین رہے اور سینہ تانے کھڑے ہوئے ہین۔ سنو اور کان لگا کر سنو وہ کیسی فصیح زبان سے بولتے ہین اور کیسی بلند آواز سے پکارتے ہین اور اپنے بانیون کی عظمت اور اونکی شان و شوکت یاد دلاتے ہین۔ وہ اونکی تاریخ ہی نہین بتاتے بلکہ اونکے رسم و رواج، اونکے اخلاق، اونکی شایستگی، اونکی بلند ہمتی، اونکے اقتدار اور جبروت کے نقشے ہماری آنکھون کے سامنے کھینچتے ہین جنہون نے اون یادگارون پر اپنی نشانیان اور تصویرین بنائین اور اب وہ ایسی کتابین ہین جو نقشون اور تصویرون سے آراستہ ہین نہ آگ اونکو جلا سکتی ہے، نہ دیمک اونکو چاٹ سکتی ہے۔ دیکھو یہ عظیم الشان مندر اور بلند مینار اور ہولناک مورتین ہین۔ دیکھو یہ اونکے مقبرے ہین یہ اہرام ہین، یہ ابو الہول ہے نہین نہین یہ تو مردہ اور بوسیدہ لاشین ہین جو نہ زبان سے بولتی ہین، نہ کانون سے سن سکتی ہین پھر بہی اونکی بولی زندون کو حیرت مین ڈالتی ہے۔ وہ بقائے نام اور شہرت دوام کے جویا تھے اسی دہن مین یہ لوہا لاٹ اور لاجنب عمارتین جو آسمان سے باتین کرتی ہین بنائین تاکہ وہ بہی اونکے ساتھ رہتی دنیا تک رہین اور اگلون کے افسانے پچھلون کو سنائین۔"

انہین قدیم عمارتون اور یادگارون پر ایسی عجیب و غریب تصویرین اور نقوش کھدے ہوئے ہین جنکو دیکھکر سیاح حیرت مین ڈوب جاتے ہین اور سمجھ مین نہین آتا کہ ان عجیب و غریب نقوش سے نقاشون کا کیا مطلب تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ بہت قدیم زمانے کے حروف ہین جو مصر مین جاری تھے جنہین قدیم سلاطین کی فتوحات کندہ کی گئی ہین اہل یورپ اس خط کو ہیروگلیفکس[۱] کے نام سے موسوم کرتے ہین۔ جب رومیون نے وادی نیل پر اپنا تسلط کیا تو یہ قدیم خط مصر والون کو فراموش ہو چکا تھا اور اوسکی جگہ قبطی حروف استعمال کئے جاتے تھے۔ رومیون نے اس خط کے پڑھنے پر توجہ نہین کی اور اکثر فاتح مفتوح قومون کی زبان سے ایسا ہی سلوک کرتے ہین اسی سبب سے یہ خط گذشتہ صدی کے آخر تک یعنی فرانسیسیون کی فوج کشی کے زمانہ تک نہین پڑھا گیا اور نہ سمجھا گیا یہانتک کہ ایک فرانسیسی عالم نے اس خط کے بعض اشارون کو حل کیا اوسکے بعد بہت سے علما کی توجہ اوسپر مبذول ہوئی اور وہ اوسکو اچھی طرح پڑھنے اور سمجھنے لگے قدیم مصری کاغذون اور پتھرون کے نوشتے ایک ایک کرکے سب پڑھ لیے گئے انہون نے تاریخ کی بہت بڑی خدمت کی اور اوسکا وہ مدد پہونچائی اب ہم اس موقع پر بیان کرتے ہین کہ یہ نہایت قدیم اور عجیب و غریب خط کیونکر پڑھا گیا اور علما نے

[۱] مصر کے کاہنون کا خط جو دو قسم کا ہوتا تھا۔ پہلی قسم کا خط رموز و اشارات سے مرکب تھا جو آوازون کو ظاہر نہین کرتا تھا بلکہ اس سے خیالات کو تعبیر کیا جاتا تھا مثلاً شترمرغ کی تصویر سے سچائی مراد لیجاتی تھی۔ اس خط کو آئیڈوگراف کہتے ہین۔ دوسری قسم کا خط جو فونٹک کہلاتا ہے الفاظ کے سلیبل (مقاطع) یا حروف اور اونکی آوازون کو بتاتا تھا مثلاً چیل کی تصویر سے الف مراد ہوتا تھا۔ ہیروگلیفکس دو یونانی لفظون سے مرکب ہے جنمین سے ایک کے معنی مقدس اور ایک کے معنی پتھر پر کھودنے کے ہین دسلم

کیونکر ان رمزون اور اشارون کو حل کیا۔

سنہ ۱۷۹۹ء مین نپولین اول نے جب مصر پر حملہ کیا تو اوسکے ایک فوجی ملازم کو شہر رشید کے نواح مین ایک سیاہ اور بے ڈول پتھر ملا اس پتھر کی صرف ایک سطح صاف اور ہموار تھی اوسپر نہایت قدیم مصری خط (ہیروگلیفکس) مین کچھہ عبارت لکھی ہوئی تھی اوسکے نیچے جدید قبطی زبان مین دوسری عبارت کندہ تھی اور اوسکے نیچے قدیم یونانی زبان مین تیسری عبارت کھدی ہوئی تھے۔ شخص مذکور نے اس پتھر کو فرانسیسیون کی علمی سوسائٹی مین جو قاہرہ مین تھی ہدیۃً پیش کیا لیکن جب جنرل ہچنسن نے نپولین کی فوج پر فتح حاصل کی تو یہ پتھر انگریزون کے ہاتھہ لگا اور لندن کے برٹش میوزیم مین بھیجدیا گیا اور اب تک وہین ہے اور مصر کے قدیم یادگارون کے درمیان ایک صندوق کے اندر حفاظت کے ساتھہ رکھا ہوا ہے اس پتھہ کا طول ۳ فیٹ ۲-انچ اور عرض ۲ فیٹ ۵-انچ ہے۔

سنہ ۱۸۰۲ء مین آثار قدیمہ کی ایک سوسائٹی نے اس پتھہ کا نقشہ چھاپکر تمام علما کو تقسیم کیا تاکہ وہ ان حروف کے پڑہنے کی کوشش کرین علما نے یونانی خط کو آسانی سے پڑہ لیا اوس عبارت کا مطلب یہ تھا کہ شہر منف کے کاہنون نے سنہ ۱۹۴ [illegible] یہ نوشتہ بطور شکریہ احسانات بطلیموس ابیفانیس بادشاہ کے لکھا اور اسکی ایک ایک نقل اوس بادشاہ کی مورت کے پہلو مین سب پہلے دوسرے اور تیسرے طبقہ کے ہر ایک مندر مین رکہوا دی ہے۔

اسکے بعد علما کے گروہ نے جنکا سرگروہ ایک فرنچ عالم دہ ساسی تھا اوس خط کے پڑہنے کا ارادہ کیا جو یونانی خط سے اوپر لکھا ہوا تھا اور جو دیموتیقی کہلاتا ہے اونکی کوشش کا صرف یہی نتیجہ نکلا کہ یونانی عبارت مین جو نام تھے اونکے مقابل جدید قبطی عبارت مین جو دیموتیقی خط مین لکھے ہوئے تھے نامون کی جگہ معین ہو گئی پھر ڈاکٹر اکربلاد نے جو سویڈن کا باشندہ تھا جدید قبطی عبارت کے بعض نام پڑھ لیے مگر اب تک یہ جرات کسیکو نہوئی کہ ہیروگلیفکس حروف کے اشارون کو حل کرے۔

سنہ ۱۸۱۸ء مین ایک فرنچ عالم نے جسکا نام دفرنسوا چمپولین تھا جدید قبطی زبان اور مصر کے قدیم جغرافیے اور اون تمام تحریرون کے پڑہنے کے بعد جنکو متقدمین نے مصر یا مصر والون کی نسبت لکھا تھا اس خط کے پڑہنے اور حل کرنے مین کوشش کی۔ بلزونی جو اٹلی کا ایک باشندہ تھا اوسنے مصر کی ایک لاٹ پر یونانی اور قدیم قبطی عبارت ایک ساتھہ لکھی ہوئی دیکھی اور دونون عبارتون کی نقل اُتار کر یورپ مین بھیجی۔ جب چمپولین نے اوسکو دیکھا تو اوسنے قیاس کیا کہ یونانی عبارت قدیم قبطی عبارت کا ترجمہ ہے اوسنے یونانی اور قدیم قبطی عبارتون مین نامون کو تلاش کیا اور اونکا مقابلہ کیا تو بعض قدیم قبطی حروف (ہیروگلیفکس) اس طریقے سے پہچان لیے گئے۔ اسکو قدیم قبطی عبارت مین بہت سے ایسے نقوش دکھائی دیے جو اوس عبارت مین بار بار آتے تھے اور جنکے گرد بیضوی حلقے کھنچے ہوئے تھے۔ اوسنے دیکھا کہ یونانی عبارت مین بطلیموس کا نام بار بار آتا ہے۔ اس سے اوسنے یہ نتیجہ نکالا کہ ہیروگلیفکس حروف مین جو نقوش اس قسم کے ہین وہ بطلیموس کا نام ہے جب اوسنے بطلیموس کا نام یونانی خط مین لکھا ہوا رشید کے پتھر پر بھی پایا اور اوسکے مقابل ہیروگلیفکس تحریر مین ویسے ہی نقوش دیکھے جنکے گرد بیضوی حلقہ کھنچا ہوا تھا تو اوسکو اور بھی یقین ہو گیا اس خیال کے بموجب اوسنے قیاس کیا کہ سب سے پہلی شکل جو بیضوی حلقہ مین ہے وہ بطلیموس کا پہلا حرف یعنی ب ہے اور دوسری شکل دوسرا حرف یعنی ط ہے علیٰ ہذا القیاس اوسنے یونانی عبارت مین کلیوبیطرا کا نام پڑہا اور اوسکے مقابل بھی قدیم مصری عبارت مین بیضوی حلقہ سے گھرے ہوئے نقوش پائے اُس نے اپنے دل مین کہا کہ اگر پہلا بطلیموس ہے تو یہ ضرور کلیوبیطرا ہے اوسنے جدید قبطی زبان سے جو قدیم قبطی زبان کی یادگار ہے مقابلہ کرنا شروع کیا اور اپنے سامنے دونون شکلین جنکو اوسنے بطلیموس اور کلیوبیطرا خیال کیا تھا رکھہ لین اور جو حرف دونون

مصر کا قدیم خط

نامون مین مثل ط ل اور ب کے ایک جیسی تھے اونکا مقابلہ کیا تو اوسکو معلوم ہوا کہ دونون نامون مین جس جس موقع پر وہ حروف آئے ہین اونکی شکل بالکل ملتی جلتی ہے ہم اس موقع پر قدیم مصری خط مین کلیوبطرا اور بطلیموس کے نام لکھتے ہین۔

(کلیوبطرا)

(بطلیموس)

کلیوبطرا کے نام کا پہلا حرف گھٹنے کی شکل کا ہے اور گھٹنے کا نام قبطی زبان مین کاف سے شروع ہوتا ہے اسلیے یہ حرف کاف ہے دوسرا حرف شیر کی شکل کا ہے اور شیر کا نام اوس زبان مین لام سے شروع ہوتا ہے اسلیے یہ حرف لام ہے۔ یہ حرف بطلیموس کے نام مین چوتھا ہے کیونکہ تیسرا حرف بمنزلہ حرکت کے ہے۔ تیسرا حرف کلیوبطرا کے نام کا نیئے کی شکل کا ہے اور یہ بطلیموس کے نام کا چھٹا اور ساتوان حرف ہے اسلیے یہ حرف (ا) یا (ی) ہے اور نے کا نام قبطی زبان مین الف سے شروع ہوتا ہے چوتھا حرف گرہ کی شکل کا ہے اور یہ حرف واو ہے۔ پانچوان حرف کلیوبطرا کے نام کا بطلیموس کے پہلے حرف کے مشابہ ہے پس یہ حرف (ب) ہے۔ چھٹا حرف گدھ کی شکل کا ہے اور گدھ کا نام قبطی زبان مین الف سے شروع ہوتا ہے اسلئے یہ حرف (ا) ہے ساتوان حرف ہاتھ کی شکل کا ہے اور ہاتھ کا نام قبطی زبان مین (ط) سے شروع ہوتا ہے اسلیے یہ حرف (ط) ہے آٹھوان حرف موہنہ کی شکل کا ہے اور موہنہ کا نام قبطی زبان مین (ر) سے شروع ہوتا ہے اسلیے یہ حرف (ر) ہے نوان حرف مذکور ہوچکا ہے دسوان حرف بطلیموس کے نام کا دوسرا حرف ہے اسلیے وہ (ط) یا (ت) ہے گیارہوین حرف کے مقابل یونانی مین کوئی حرف نہین ہے۔ بعد مین تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ حرف ایک علامت ہے جو مونث اسمون کے آخر مین لگائی جاتی ہے بطلیموس کے نام مین دو حرف ہین۔ یعنی پانچوان اور آٹھوان جو کلیوبطرا کے نام مین نہین آئے اسلیے انمین سے پہلا میم اور دوسرا سین ہے۔ اس طریقے سے چمپولین نے قدیم مصری زبان کے حروف تہجی پہچان لئے اور مصر کے بہت سے قدیم نوشتے نو برس کے عرصے مین نہایت کاوش اور محنت سے پڑہ ڈالے۔ ہیروگلیفکس حروف کی تحریر ایک قسم کی نہین ہے اوسکی بعض شکلین حرف ہین اور بعض کلمے ہین اور یہ تمام شکلین تعداد مین سینکڑون ہین۔

اس طریقے سے تو اس خط کے صرف الفاظ پڑہے گیے مگر معنی قبطی زبان کے ساتھ مقابلہ کرنے سے معلوم ہوسکے یا اون نقوش کے دیکھنے سے جنکو مصر کے قدیم باشندے اونکے مشابہ چیزون پر دلالت کرنے کے لیے استعمال کرتے تھے مثلاً مرد کی صورت سے مرد مراد ہوتا تھا اور اسیطرح دوسری صورتون سے اونکی مشابہ چیزین تعبیر کی جاتی تہین[۵۱]۔

چمپولین کے بعد یورپ کے بہت سے علما یکے بعد دیگرے اُن قدیم نوشتون کو پڑہتے اور حل کرتے رہے جو ہیروگلیفکس حروف مین لکھے ہوئے تھے اور مصر کے پرانے کھنڈرون سے وقتاً فوقتاً دستیاب ہوئے تھے۔ آجکل انگریزی۔ فرانسیسی اور خاصکر جرمن زبان مین اس قدیم زبان اور اسکے عجیب وغریب

---

[۵۱] تاریخ مصر الحدیث مصنفہ جرجی زیدان جلد اول صفحہ ۱۳۔

خط کے سیکھنے کے لیے مصر کی نہایت قدیم تاریخ کا ایک بڑا ذخیرہ تیار کر لیا ہے - اس ذخیرہ کو اجپٹالوجی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے -

(رشید احمد سالم)

مادیت اور مذہب

یہ کہا جاتا ہے کہ سائنس اور مذہب آپس میں دو حریف ہیں - اور انمین ہمیشہ سے جنگ و جدل برپا رہا ہے - سائنس والے اپنی تھیوریون کو ثابت کرنے مین کوشش کرتے رہے ہین اور انکو تجربہ اور مشاہدہ کی کسوٹی پر کستے رہے ہین - مذہب والے اپنے اصولون اور مسئلون کو سائنس والون کے مقابلہ مین عقلی دلائل سے مدلل کرتے رہے ہین - ہر مذہب جدا ہے اسلیے ہر مذہب کا علم کلام ہی جدا ہے - چنانچہ عیسائیون کا علم کلام مسلمانون کے علم کلام سے نہین ملتا - ہمکو اس مقام پر کسی خاص مذہب کی تائید یا ترجیح منظور نہین ہے - بلکہ ایسے مسئلہ پر بحث کرنی ہے جو ہر مذہب مین مشترک ہے اور جسکے بغیر کوئی مذہب مذہب نہین رہ سکتا - سب سے پہلے ہر مذہب والے کا فرض ہے کہ اس مسئلہ کے جو سب سے اہم اور سب سے ضروری جز اسکے مذہب کا ہے سائنس کے مقابلہ مین حمایت کرے -

وہ ضروری اور اہم مسئلہ خدا کے وجود کا ہے - جسکو تحقیق کرنا ہر مذہب والے پر خواہ وہ عیسائی ہو یا یہودی یا ہندو ہو یا مسلمان یا کسی مذہب کا ماننے والا ہو فرض ہے - اس صدی مین یورپ مین میٹریلزم یعنی مادیت کا بہت زور ہو چلا ہے - اور اس سے مراد یہ ہے کہ مادہ نہ پیدا ہو سکتا ہے، نہ فنا ہو سکتا ہے - وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا - دنیا کے تمام واقعات اور حادثات کی بنیاد مادہ پر ہے اور وہی ان سب کی علت ہے - مادہ کی طرح اسکی قوتین بھی نہ بڑھ سکتی ہین، نہ گھٹ سکتی ہین نہ کوئی ان کو فنا کر سکتا ہے، نہ پیدا کر سکتا ہے - زندگی - روح - ادراک اور عقلی اور باطنی خواص جو انسان مین موجود ہین یہ سب مادہ کے کرشمے ہین جس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا کی اس دنیا کو ضرورت نہین ہے - مادہ مین جو انتظام اور ترتیب موجود ہے وہ خود بخود پیدا ہو گئی ہے اسپر کوئی حکومت نہین کرتا، نہ کوئی غیر مادی چیز اسکو منتظم اور مرتب رکھتی ہے - اس خیال نے جو نیچرل سائنس کی تعلیم کا نتیجہ ہے - تمام مذہبون مین زلزلہ پیدا کر دیا ہے - اور ہر ایک مذہب کے عالم اس خیال کی مدافعت کو اٹھ کھڑے ہوئے ہین - اور انہون نے اس خیال کی تردید مین بہت سی عالمانہ مضامین لکھے ہین - چنانچہ کنٹمپریری ریویو مین ایک عیسائی عالم نے جو طبیعات سے واقف ہے اور جس کا نام جسٹس فرائی ہے ایک مضمون مادیت اور مذہب کے عنوان سے چھپوایا تھا ہم اس مضمون کا خلاصہ اس رسالہ کے لیے اردو زبان مین تحریر کرتے ہین -

چونکہ ہندوستان مین بھی روز بروز سائنس کی تعلیم پھیلتی جاتی ہے اور اس سے جو خیالات لازمی طور پر پیدا ہونگے ان کا اندیشہ ہر مذہب کے ماننے والون کو ہے اسلیے غالباً اس مضمون کا مطالعہ کرنا حامیان مذہب کے لیے مفید ہوگا - اور وہ مضمون یہ ہے -

دنیا مین مذہب کا بہت بڑا حریف مادہ رہا ہے - مادہ بجائے خود نہین - بلکہ یہ عقیدہ کہ صرف مادہ ہی دنیا کی ہر چیز اور ہر واقعہ کی علت ہے اور وہی ان واقعات کی توجیہ کر سکتا ہے - اور جو چیزین کہ ہم دیکھتے ہین یا اب تک ہمین معلوم ہوئی ہین وہ مادہ نے بلا مدد غیرے بنائی ہین اس عقیدہ کو مادیت یا میٹریلزم کہتے ہین جیسا کہ مین کہہ چکا ہون یہ عقیدہ ہمیشہ سے مذہب کا حریف رہا ہے اور اب بھی ہے - دنیا کے مشہور مذاہب گو کیسے ہی مختلف ہون تاہم چند بڑے بڑے اصول ہین جن مین وہ متفق ہین - مثلاً ہر اک مذہب مین عموماً روح کو مانتے ہین - کسی نہ کسی شکل مین جزا و سزا کو مانتے ہین اور سب سے بڑھکر یہ کہ خدا کو مانتے ہین - مادیت یا دہریت ان سب سے منکر ہے - نہ وہاں خدا کا اقرار ہے، نہ جزا و سزا کا یونان قدیم کا ایک فلاسفر ڈی مقراطیس

اس خیال کا بانی مانا جاتا ہے۔ اور اُسوقت سے لیکر آجتک اسکے پیرو ناپید نہین ہوئے۔ بلکہ شاید کسی زمانہ مین اتنے زیادہ نہین ہوئے جتنے کہ آجکل ہین۔ لیکن تاہم مین امید کرتا ہون کہ کوئی صاحب اس بات کا دعوے نکرینگے کہ چونکہ یہ خیال بہت پھیلا ہوا ہے اسلیئے صحیح بھی ہے۔

ہر زمانہ مین مادیت کا اثر کچھہ لوگون پر کیون رہا ہے؟ اس سوال کا جواب پورا نہین تو بہت کچھہ میرے نزدیک یہ ہے کہ آجکل کی طرح پہلے بھی ہر سوچنے والے شخص کو یہ اندیشہ بنی رہی ہے کہ کوئی ایسی تھیوری ایجاد کی جاوے جو دنیا کے ہر واقعہ اور ہر معلول کی توجیہہ کرسکے اور مادہ سے بڑھکر بظاہر کوئی اور ایسی شئے نہین ہے۔ مگر مادیت کا زور آجکل ایک اور وجہ سے بھی ہے تحقیقات جدیدہ سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ مادہ کسی شکل مین تبدیل کر دیا جائے لیکن نہ وہ گھٹایا جا سکتا ہے نہ بڑھایا۔ نہ پیدا کیا جا سکتا ہے نہ ضائع۔ ایک اور تعجب انگیز بات ثابت ہوئی ہے کہ قوت بھی مثل مادہ کے اشکال مختلفہ مین تبدیل کیجا سکتی ہے لیکن وہ بھی نہ پیدا کی جا سکتی ہے نہ ضائع۔ سب مین بڑی بات یہ ہے کہ اس زمانہ مین مسئلہ سالمات نے بڑی ترقی کی ہے اور اگرچہ مسئلہ ذرات[۵۱] اس سے بھی بعد کا ہے لیکن اس خیال کو تقویت دینے مین اسنے بھی کچھہ کم مدد نہین دی۔ غرضکہ ان تمام انکشافات اور تحقیقاتون سے مادیت کا خیال زور پکڑتا گیا۔

مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا اصل مین یہ تھیوریز ثابت کرتی ہین کہ مادہ ہر چیز کی علت ہے اور دنیا کی ہر اک چیز کی اصلیت بتلانے کے لیئے کافی ہے۔

ہم مادہ کو اُسکے ابتدائی اور بسیط اور ہیولانی حالت شکل مین نہین دیکھہ سکتے نہ ہم دنیا مین جتنی چیزین ہین اُنکو یہ بتا سکتے ہین کہ وہ اپنی پہلی اور اصلی حالت مین کیا شکل رکھتی تہین اور جب مادہ کا یہ حال ہے تو روح کی کیفیت بیان کرنی تو اور بھی مشکل ہے۔

ہمارے سامنے چند پیچیدہ نتایج ہین۔ اور ان پیچیدہ نتایج سے ہم اُنکے علل تک پہنچنا چاہتے ہین کیونکہ ظاہر ہے کہ ہم طریقہ معکوس اختیار نہین کرسکتے کہ اسباب سے نتایج پر پہنچین۔ ہمین اس بات کے دریافت کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ موجودات عالم مین مادہ کو کہانتک دخل ہے اور دونون کا ایک دوسرے سے کہانتک تعلق ہے۔ کیونکہ اگر کسی معلول مین یہ ثابت کر دیا جاوے کہ اُسمین مادہ کا تعلق نہین ہے تو ظاہر ہے کہ یہ بھی ثابت ہے گیا کہ مادہ اُسکا باعث نہین ہوا۔ علاوہ اسکے اگر کسی واقعہ یا معلول مین مادہ کا تعلق ہو بھی تاہم یہ نہین کہا جا سکتا کہ اُس کی علت محض مادہ ہی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ منجملہ اس واقعہ کے تمام علل کے ایک علت مادہ ہو اور باقی کوئی اور چیز۔ مثلاً کوئی پارلیمنٹ کا ایکٹ بغیر ہاوس آف کامنس کی منظوری کے جاری نہین ہو سکتا لیکن صرف اسکی ہی منظوری کافی نہین ہے۔ بلکہ ہاوس آف لارڈس اور ملکہ کی منظوری بھی ضروری ہے۔ اسیطرح کوئی بیج نہین اُگ سکتا جب تک کہ اُس مین پالن[۵۱] نہ ہو اسلیئے پالن ایک ضروری علت بیج کے اُگنے کی ہے۔ مگر علت تام نہین ہے کیونکہ کوئی بیج موجود نہین رہ سکتا جب تک کہ اسمین اودیول[۵۲] موجود نہ ہو۔ یورینس جس مدار پر حرکت کرتا ہے اُسکی توجیہہ کے لیے سورج کی قوت کافی نہین ہے بلکہ اسمین نیپچون کی قوت بھی جو زمانہ حال مین دریافت ہوئی ہے شامل ہونی چاہیئے

کوئی معلوم واقعہ ہو اور اُسکے دو اسباب ا اور ب بھی معلوم ہون لیکن یہ نہ معلوم ہو کہ آیا یہ اسباب اس نتیجے کے لیئے کافی ہین تو ہمکو یہ دریافت کرنا چاہیئے کہ ان دونون علتون مین سے ہر ایک کے کیا کیا نتایج ہین اور اگر اُن دونون کے نتایج اُس واقعہ کے برابر ہون۔ تو ہم اس بات کے ماننے کی وجہ رکھتے ہین کہ صرف یہ دو علتین ا اور ب اُس واقعہ کے لیے کافی ہین۔ لیکن اگر ایسا نہین ہے تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ علاوہ ان دونون علتون کے کسی ایک یا کئی اور علتون کو تلاش کرنا چاہیئے۔

۵۱ مسئلہ سالمات و ذرات کیا ہے۔ اسکی تشریح آگے چلکے کی گئی ہے۔

۵۱ پالن ایک قسم کا قدرتی سفوف ہے جسمین تولید کی خاصیت ہے اور جو ہر بیج مین موجود ہے

۵۲ اودیول بیج کی نہایت بسیط اور ابتدائی حالت جسکے بغیر بیج کی نشو و نما ناممکن ہے۔

ہم کل دنیا کو ایک واقعہ قرار دین گے اور منجملہ اسکے علل کے ہم مادہ کو بھی معہ اسکی تمام قابلیتون اور خاصیتون کے لینگے اور پھر یہ دیکھینگے کہ آیا وہ اس واقعہ کے پیدا کرنے مین پورا اترتا ہے یا نہین۔ اگر ہماری تحقیقات کا نتیجہ اثبات مین ہو تو ہمین یہ ماننا پڑے گا کہ باعث تکوین عالم صرف مادہ ہی ہے۔ اور اگر نفی مین تو ہم اپنے اصول تحقیقات کے مطابق یہ کہہ سکین گے کہ صرف مادہ ہی علت نہین ہے بلکہ کوئی اور شے بھی ہے۔

ایک اور تحقیقات جو ہمین اسی سلسلہ مین کرنی چاہیے وہ یہ ہے کہ مادہ کی حقیقت کیا ہے۔ کیا وہ خود موجود رہنے اور دوسری شے کے بنانے پر قادر ہے۔ یا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ مادہ کے کوئی اور شے بھی ہے جو اوسکی باعث ہوئی ہے۔

اب ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ دنیا کے مختلف واقعات جن پر ہم مذکورہ بالا تحقیقات جاری کر سکتے ہین کیا کیا ہین۔ غالباً ذیل کی تفصیل قریب قریب ٹھیک کی ہوگی۔

(۱) قوت جسکا اظہار حرکت کیمیاے کشش اور اتصال ذری سے ہوتا ہے۔

(۲) حیات۔ حیوانی اور نباتی۔

(۳) نفس ناطقہ۔

(۴) شعور۔

(۵) اخلاقی خیالات اور جذبات مثلاً خیال فرض۔ محبت۔ رحم وغیرہ ہمارا پہلا سوال یہ ہے کہ آیا کبھی ہم ان چیزون کو یا انمین سے کسی کو ایسا بے تعلق پاتے ہین کہ یہ کہا جا سکے کہ مادہ اسکی علت نہین ہے یا اسکی علتون مین سے نہین ہے۔ قوت اور حیات کے متعلق تو فوراً جواب دیا جا سکتا ہے کہ جہانتک انسان کا علم ہے وہ ایسی قوت اور حیات کا جسمین مادہ کا لگاؤ نہو خیال بھی نہین کر سکتا۔ لیکن مائنڈ (نفس ناطقہ) پر ایسی قطعی راے نہین دی جا سکتی۔ اسپر اختلاف آرا ہے۔ ایک اسکول کا تو یہ خیال ہے کہ مائنڈ مادہ سے جدا ہے۔ دوسرے کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ مادہ سے علیحدہ نہین۔ بلکہ دماغ کا نتیجہ ہے۔

پھر یہ بھی کہا گیا ہے اور میرے نزدیک یہ ٹھیک بھی ہے کہ اعصاب جسمانی مائنڈ کے محکوم ہین۔ کیونکہ کوئی ایسی حالت نہین دیکھی گئی کہ مائنڈ مین حرکت ہو اور اُسکا اثر اعصاب پر نہ پڑا ہو اخیر بھی ایسا اثر کہ جو کہ کبھی معلوم ہوتا ہے بلاشک شعور یعنی ایک مائنڈ کا اثر دوسرے مائنڈ پر بظاہر بغیر مادہ کے معلوم ہوتا ہے اور بلاشبہ اخلاقی جذبات ہمین ایسے حدود مین لیجاتے ہین جہان مادہ کا کوئی تعلق نہین معلوم ہوتا۔ لیکن جب ہم یہ خیال کرتے ہین کہ مائنڈ کا کوئی کام بغیر اِسکے کہ اعصاب پر اُسکا اثر ہو نہین ہو سکتا مثلاً ہمین اگر غم ہے تو آنکھون مین آنسو ہین۔ غصہ ہے تو جسم کانپ رہا ہے۔ صدمہ ہے تو دلمین درد ہے۔ شرم ہے تو رخسارون پر سرخی ہے۔ غرضکہ جب ان باتون پر خیال کرتے ہین تو ہمین قبول کرنا پڑتا ہے کہ کبھی مائنڈ ایسی جگہ نہین دیکھا گیا کہ اوسکا کبھی نہ جدا ہونیوالا رفیق مادہ بھی ہمراہ نہو۔

مادہ کے ماننے والے لوگون کی ساری قوت اسی مین ہے یعنی یہ کہ ہر حالت مین اور ہر جگہ مادہ کا اثر کسی نکسی شکل مین موجود ہے اور اسی وجہ سے یہ دعویٰ ہو سکتا ہے کہ ہر اک چیز کے وجود کے لیے اول مادہ کا وجود ضروری ہے لیکن جیسا کہ مین اوپر بیان کر چکا ہون اس دعوے سے یہ لازم نہین آتا کہ صرف مادہ ہی علت ہے اور کوئی چیز اسمین شریک نہین۔

لہذا اب مین یہ تحقیقات کرنی چاہتا ہون کہ آیا موجودات عالم مین علاوہ مادہ کے کوئی اور چیز بھی شامل ہے۔ لیکن قبل اسکے کہ مین اس تحقیقات کو شروع کرون مجھکو ایک امر کا ذکر کرنا چاہیے خواہ اُس سے بعض ناظرین کو ہنسی آئے اور وہ یہ ہے کہ ہمین اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ خود مادہ کا وجود قطعی طور پر ثابت نہین ہوا ہے اور ہمکو مادہ کا احساس بذریعہ مائنڈ کے ہوتا ہے۔ یہ خیال ایک بڑے مشہور محقق مابعد الطبیعیات بارکلی کی تحقیقات کا نتیجہ ہے اور گو مین اسکے زیادہ تفصیل نہ دونگا تاہم بہتر ہوگا اگر ناظرین اس تھیوری کو بھی خیال مین

رکہین۔ اسیلیے اِسے چہوڑکر مین پہر اُس عام شاہراہ پر پڑتا ہون یعنی یہ کہ مادہ کا وجود ہے اور وہ بہت سی چیزون کا باعث ہے مین پہر اُس سوال کو دُہراتا ہون کہ اگر یہ مان بہی لیا جاوے کہ ہر اک چیز مین مادہ کا ہونا ضروری ہے لیکن کیا محض مادہ کا موجود ہونا اِس بات کے تسلیم کرنے کے لیے کافی ہے کہ وہی اصلی علت ہو۔

ہم جب کسی چیز یا کسی اصطلاح کا نام لین تو اول ہمین یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ ہم اُسکی ماہیت جانتے ہین اور محض عامیانہ طور پر اُسے استعمال نہین کرتے۔ اِس بنا پر ہمین مادہ کی بہی تعریف کرنی چاہیئے۔

مادہ کی کوئی معقول تعریف ابتک میری نظر سے نہین گذری تاہم جو اُسکی تعریف علمی طور پر کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اُسکی خاصیتین بیان کردی جاتی ہین اور یہ کافی تعریف خیال کی جاتی ہے۔

اس تعریف کے مطابق مادہ وہ ہے جسمین ذیل کی خاصیتین ہون۔

(اول) عدم تداخل

(دوم) وسعت (پہیلنے کی قوت)

(سوم) مرونت (لچک)

لیکن کم سے کم میرا اِس تعریف سے اطمینان نہین ہوا۔ میرا اعتراض یہ ہے کہ ہم ایک ایسی شے سے جسکی تعریف یہ کی گئی ہے کہ اسمین وسعت ہے۔ عدم تداخل ہے۔ شعور کیسے حاصل کرسکتے ہین۔ حیات نمو۔ پرورش۔ توالد و تناسل یہ سب خاصیتین صرف ایسی شے سے کیونکر حاصل ہوسکتی ہین جسمین متذکرہ بالا صفات ہین۔ اور کچہ نہین۔ پس صاف ظاہر ہے کہ ہم اگر مادہ کو دنیا مین ہر اک چیز کی علت ٹہیرانا چاہتے ہین تو اُسکی تعریف کو زیادہ وسیع کرنا چاہیے اور حقیقت بہی یہی ہے کہ جدید سائنس اُسکی تعریف اُس سے زیادہ وسعت کے ساتہ کرتا ہے جیسے کہ پہلے کیجاتی تہی اور اس موقع پر مسئلہ ذرات و سالمات سے مدد پہونچتی ہے جسکی اسوقت تشریح کرنی چاہیئے۔

پُرانے زمانہ سے مادہ کی تین حالتین مانی جاتی ہین۔ جمادی سیالی اور گیس (حالت غازی) یہ ظاہر ہے کہ مادہ کی کسی تہیوری سے ہمین اطمینان نہین ہو سکتا اگر اِن مختلف حالتون کی تشریح نہ کی جائے۔ اور اُسکی تشریح یہ ہے کہ مادہ مشتمل ہے مالی کیولز (ذرات) پر۔ مالیکیول سب سے چہوٹا جسم مادہ کا ہے جسمین مادہ کی ساری خاصیتین موجود ہون مالی کیولز کا تعلق ایک دوسرے سے مالی کیولر فورسس (قوت ذری) کہلاتا ہے۔

یہ بہی مانا جاتا ہے کہ ہر اک مالی کیول (ذرہ) مشتمل ہے چند حصون پر جنہین سالمات (ایٹمز) کہتے ہین اور اُن کا تعلق کیمیکل فورسس (قوت کیمیائی) کہلاتا ہے[1]۔

سالمات اور ذرات کیا ہین؟ اسکو کوئی نہین بتا سکتا کیونکہ کسی انسان کی آنکہ نے نہ سالمات کو دیکہا ہے نہ ذرات کو۔ اور یہ محض استنباط کی ہوئی چیزین ہین جیسی روح اور جان نیز یہ مانا جاتا ہے کہ ہر اک ذرہ مین خاص قوتین اور خاصیتین ہین اور وہ حسب ذیل ہین۔

(۱) قوت اتصال یا کشش ذری یہ قوت ذرات کو ملاتی ہے یہ قوت زیادہ ہوتی ہے جب کہ ذرات ایک دوسرے سے قریب آجاتے ہین اور کم ہوتی جاتی ہے جون جون کہ وہ دور ہوتے جاتے ہین اس قوت کا اثر جمادی حالت مین زیادہ ہوتا ہے گویا یہی قوت اِسے اس حالت مین رکہنے کی باعث ہے۔ سیالی حالت مین یہ قوت بہت کم ہوتی ہے اور گیس کی حالت مین بالکل نہین ہوتی۔

(۲) یہ بہی خیال کیا جاتا ہے کہ ذرات ہمیشہ حرکت مین رہتے ہین اور مادہ کی جمادی۔ سیالی اور غازی شکلین اُنکی حرکتون کے مختلف نتائج ہین۔

(۳) ہر اک ذرہ مین دو مختلف حرکتین ہوتی ہین۔ ایک تو پورے ذرہ کی اور ایک خود اُسکے جسم کے اندر کی۔ یعنی ذرہ کے ایک حصہ کی حرکت دوسرے حصہ کی طرف۔ جس سے پورے

---

[1] پانی آکسیجن اور ہیڈروجن سے ملکر بنا ہے۔ پانی کی ہر ایک مالیکیول (ذرہ) مین آکسیجن کا ایک ایٹم (سالمہ) اور ہیڈروجن کے دو ایٹمز (سالمات) ہوتے ہین۔

ذرہ مین فرق نہین آتا۔
(۴) ہر اک شے کے ذرات جسامت مین برابر ہوتے ہین۔
ذرات کی اِن چار خاصیتون سے ذیل کے چار نتائج پیدا ہوتے ہین:-
(ا) ایک ہی شے کے ذرات بالکل یکسان ہوتے ہین
مگر دوسری شے کے ذرات سے نہین ملتے۔
(ب) مختلف اشیا کے ذرات جسامت مین مختلف ہوتے
ہین۔
(ج) ایک ہی شے کے ذرات کی اندرونی حرکتین بھی
قدرتی وقفون کے لحاظ سے ان ذرون کے ساتھ مطابق ہوتی ہین۔
(د) کسی ایک طریقہ سے جہانتک معلوم ہوا ہے ذرات
مین کسی طرح کی تبدیلی نہین ہوسکتی۔
جہانتک طبیعیات کے مصنفین کی کتابین مین نے دیکھین
ہین انمین کہین مادہ کی معقول تعریف نہین ملی لیکن مین خیال
کرتا ہون کہ مندرجہ بالا بیان تقریباً صحیح اختصار مسئلہ ذرات کا ہے
آجکل کے نہایت مشہور طبیعی دان اس تھیوری پر یقین رکھتے ہین
لیکن بعض نہایت قابل لوگ ایسے بھی ہین جنہون نے ابتک
اسے نہین مانا۔ اور میرا بھی یہ خیال ہے کہ یہ تھیوری اس
حد تک نہین ثابت ہوئی کہ سائنس کے حقائق مین شمار کیجائے
تاہم میرے نزدیک یہ اصلیت کے قریب قریب پہنچ گئی ہے۔
اس بات کو مانکر کہ یہ تھیوری ٹھیک ہے پہلا اثر جو دل پر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ کیسا عجیب اور
مکمل اور پیچیدہ انتظام ہے۔ گویا مادہ کا اک گودام ہے جسمین چھوٹی سے چھوٹی شے نہایت
انتظام سے استعمال کے لیے رکھی ہوئی ہے۔ یہی ذخیرہ ہے جسکو دنیا کے بنانے
والے نے استعمال کیا ہے۔ مجھے یقیناً ان سب سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ انپر ایک مائنڈ ہے جسنے یہ پیچیدہ اور مکمل انتظام کیا ہے
یہان اُس سادگی اور بے انتظامی کا توکہین پتہ بھی نہین جسنے
بہت سون کو مادیت کی طرف مائل کیا ہے۔
ہم ایک قدم اور پیچھے ہٹتے ہین اور اُن ذرون مین سے ایک
ذرہ کو لیتے ہین۔ جس سے چھوٹی کوئی اور ایسی چیز نہین ہے
جسمین مادہ کی تمام خاصیتین موجود ہون۔ ہر ذرہ یا تو مفرد ہے
جیسے آکسیجن کا ذرّہ یا مرکب ہے جیسے پانی کا ذرہ۔ جو ہائڈروجن
کے دو سالمات اور آکسیجن کے ایک سالمہ سے بنتا ہے۔ دوسری
حالت مین ہم ذرہ کو ایک ایسی شے پاتے ہین جو نہایت
ہوشیاری اور کاریگری سے دو چیزون کو ملا کے بنائی گئی ہے
کیونکہ کسٹری کی تعلیم کے مطابق ساٹھ سے ستر تک عناصر ہین اور غالباً اس سے بھی زیادہ
ان سب کی یہ خاصیتین ہین کہ خاص خاص عناصر ہی ملجائین گے لیکن خاص شرطون کے ساتھ مگر
دوسرے عنصر و نسے کسی حالت مین نہ ملین گے۔ یہان پھر ہم دیکھتے ہین کہ کیسی
کاریگری اور صناعی صرف کی گئی ہے۔ گویا اس گودام مین ساٹھ
ستر قسم کی مختلف چیزین وزن کرکے اور خاصیتون کے
مطابق علیحدہ علیحدہ پارسل بنا کے رکھی گئی ہین۔ اسوقت ہمنے
نیچر کے کارخانے کی سیر کرلی۔ ہم اُس گودام مین گیے جہان
ذرات طیار رکھے ہین اسلیے کہ اُس سے دنیا کی ہر اک شے جسے
ہم دیکھتے ہین بنائی جاسکے۔ ہم دوسرے گودام مین بھی گئے۔
جہان عنصر رکھے ہوئے ہین تاکہ ذرات بنین۔ ہمنے یہ سب
دیکھا لیکن ناظرین خود خیال کرلینگے کہ ہمین کوئی ایسی جگہہ نہ ملی
جہان کسی بنانے والے ہاتھ اور پہلے سے سوچنے والے دماغ
اور مائنڈ کا پتہ نہ چلتا ہو۔ ہمین کوئی ایسی سادی شے نہ ملی
جس پر اس بات کا اطلاق ہوسکے کہ یہ ہے بنیاد ہر چیز کی۔ ہر جگہہ
ہمین قانون کے ماتحت ہونا۔ نہایت پیچیدہ ہونا۔ منتظم ہونا۔
بنا بنایا ہونا۔ نظر آیا۔ سب مین پہلی شکل مادہ کی دیکھنے سے بھی
یہی معلوم ہوا کہ کوئی مائنڈ ہے جو اس سے بھی پہلے کا ہے۔
سر جان ایف ڈبلیو ہرشل نے ایک کتاب لکھی ہے جسکا
نام ہے "نیچرل فلاسفی کیونکر پڑھنی چاہیے" اسمین ایک
مقام ہے (جس سے کہ مین نے گذشتہ دلائل اخذ کیے ہین)
اور جو با وجودیکہ محض مسئلہ سالمات کے متعلق ہے تاہم مین اسے
بغیر نقل کیے نہین رہ سکتا۔ وہ لکھتے ہین کہ جب ہم بہت سی
متحد الشکل چیزون کو دیکھتے ہین تو ہم یہ خیال کرتے ہین کہ انکی مشابہت
خود بخود پیدا ہو گئی ہے۔ ایک دستہ فوج کا بالکل ایک سی وردی
پہنے ہو۔ اور ایک سی قواعد کر رہا ہو تو ہم یہ خیال نہین کرسکتے

کہ اپنے آپ ایسا ہوگیا - ہمین اسمین بہی شبہ ہوتاہے کہ انہین اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی قابلیت ہے بہی یا نہین جب تک کہ وہ قواعد کرنہ چکین اور ہر اک اپنے دل کے مطابق کام کرنے مین مشغول نہوجائے - ہم یہ نتیجہ اُس وقت اخذ کرتے ہین جبکہ دو آدمی یکسان ہون اور ایک ہی طرح کے کام کرین یہہ جانیکہ اتنی چیزین ایک ہی شکل کی اور ایک ہی سا کام کرنے والی ہون جنکا اندازہ وہم وخیال سے باہر ہے - اگر ہم غلطی پر نہین ہین تو ان انکشافات سے یہ خیال کہ مادہ کا اپنے آپ وجود ہوا اور ہمیشہ رہیگا بالکل باد رہوا ہوجاتا ہے - کیونکہ اُن تحقیقاتون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سالمات بنائی ہوئی چیزین ہین اور کسی کی ماتحت ہین "

مادہ کی اسقدر تشریح کے بعد ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا متذکرہ بالا صفتون سے موصوف مادہ اس قابل ہے کہ دنیا کے ہر واقعہ اور ہر شے کی اصلیت بتانے کے لیے کافی ہو -

بیشک ایسا مادہ اُن تمام چیزون کی اصلیت بتانے کے لیے کافی ہے جنکی تحقیقات مین علمائے طبیعیات وکمسٹری مصروف ہین اور یہ بہی صرف اسلیے کہ علماے طبیعی نے ذرات مین کل وہ خاصیتین فرض کرلی ہین جو انہون نے ذرات کے کسی ڈہیر یعنی مادہ کے بڑے جسم مین دیکھین - کیونکہ وہ ذرات کو تو دیکھ ہی نہین سکتے مگر علاوہ اِن مادی علوم کے اور علوم ہین جو دیگر حقائق سے بحث کرتے ہین اور جنمین مادہ کام نہین دیسکتا اور جنمین مسئلہ ذرات وسالمات سے کچھ فایدہ نہین پہنچتا - مثلاً کیا ذرات کی تہیوری اس پیچیدہ مسئلہ پر کچھ روشنی ڈالتی ہے کہ حیات کیا چیز ہے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کسی شے مین خواہ نباتی ہو یا حیوانی نہ زندگی اور نہ بڑہنے سے انقباض کی خاصیت نہین ہوسکتی جب تک کہ اُسمین ایک خاص چیز نہو جسے پروٹوپلازم کہتے ہین - لیکن باوجودیکہ پروٹوپلازم کے کیمیائی اجزا اچہی طرح سے معلوم ہین اور آدمی انہین ہاتھ سے جوڑ سکتا ... تاہم نہ پروٹوپلازم بن سکتا ہے نہ زندگی پیدا ہوسکتی ہے حیات ایک ایسی چیز ہے جسکا پتہ مسئلہ ذرات سے نہین چل سکتا چاہے منطقی طور پر تحقیقات کرین یا تجربہ کے طور پر -

ہم ذرات کو کسی طرح لین اور انہین کسی طرح سے ملائین - لیکن زندگی پیدا نہین ہوسکتی اور جب ہم زندگی ذرات سے پیدا نہین کرسکتے تو مائنڈ کا پیدا کرنا تو اور بہی مشکل ہے - اگرچہ بہت سے لوگون نے اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مائنڈ بہی مادہ ہی کا نتیجہ ہے لیکن ابہی تک میرے علم مین کوئی کامیاب نہین ہوا -

غرضکہ مادہ جیسی کہ اُسکی تعریف کی گئی ہے دنیا کے وجود کی اصل نہین ثابت ہوا -

بلاشبہ مادیت کا ماننے والا مجہے یہان روکیگا اور کہیگا کہ تم نے جو مادہ کی تعریف بیان کی ہے گو وہ تحقیقات جدیدہ کے مطابق ٹہیک ہے لیکن سائنس روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے - اُسکی ترقی کے ساتھ ہماری تعریف بہی وسیع ہوتی جائیگی یہان تک کہ مادہ قادر ہوجائیگا اُن چیزون کی اصلیت بیان کرنے پر جو اُسکے احاطہ سے باہر ہین -

لیکن مین اُسے یہ جواب دونگا کہ "بہتر ہے - خدا ایسا کرے" لیکن جون جون آپکی تعریف وسیع ہوتی جائیگی میری یہ بحث بھی بڑہتی جائیگی کہ مادہ ثابت کرتا ہے ایک ایسے مائنڈ کو جسکا وجود اُس سے پہلے ہوا ہے - ہر جگہہ اور ہر موقع پر تم اِس دقت سے بچ نہین سکتے - ہر جگہہ اور ہر موقع پر تمہین ایک ایسی چیز کے آثار نظر آئینگے جو مادی نہین ہے یہ ٹہیک ہے کہ وہ غیر مادی چیز ہم ایسی جگہہ نہین پاتے جہان مادہ نہو - مگر ہمین خیال رکہنا چاہیئے کہ ہمارے مشاہدات صرف اسی دنیا تک محدود ہین - کیسی صریح غلطی ہے کہ صرف اس دنیا کے مشاہدہ پر ہم یہ حکم عام لگادیتے ہین کہ جہان مادہ نہین وہان غیر مادی چیز بہی نہین ہوسکتی ہمین اس بات کے اشارے ملتے ہین کہ یہ غیر مادی چیز - عقل رکہتی ہے - مائنڈ رکہتی ہے - اور ہمین اس بات کے بہی اشارے خود اپنے شعور سے ملتے ہین کہ مائنڈ بالاتر ہے اپنے ساتھی مادہ سے

غرضکہ مادہ جسکا اظہار مسکہ ذرات سے ہوتا ہے اس بات کا
ثبوت مہیا کرتا ہے کہ کوئی غیر مادی شے جو اس سے پہلے کی ہے
وہ اسپر حکمران ہے۔ منتظم ہے۔ اور یہان آکر بلحاظ اُس چیز کی
عظمت اور بلند پایگی کے مادہ اپنی جگہ چھوڑ دیتا ہے۔ اور مائنڈ
اس جگہ متمکن ہوتا ہے۔

(جے۔ ایف۔ سجّاد)

طاعون

مسئلہ طاعون ہندوستان کے واسطے آجکل ایسا ضرور ہے
کہ جسپر بار بار بحث کرنا مناسب ہے اور اوسکے مختلف
پہلوؤن پر توجہ کرنا لازم ہے۔

طبابت و ڈاکٹری طاعون پر غور کرنے کے وقت طبابت اور ڈاکٹری
کو نظر انداز کر دینا چاہیے کیونکہ ڈاکٹر لوگ خود معترف ہین کہ اونکے
یہان اس مرض کا خاص اور ایسا علاج بیان نہین کیا گیا ہے
جسپر اعتماد اور بہروسہ کیا جا سکے۔ رہے طبیب اونکے دعوؤن کا
کوئی ثبوت نہین ہے۔

یونانی طبابت ایسا بے جوڑ فن نہین ہے جسکی حقارت کی
جاے بلکہ جسقدر اُسپر غور اور خوض کیا جاتا ہے یا اوسکا تجربہ اور
امتحان کیا جاتا ہے اوسی قدر اوسکا پلہ ڈاکٹری کے پلہ کے برابر
معلوم ہوتا ہے بلاشبہ علم تشریح اور معدنی ادویات سے معالجہ
کرنے مین فن طب فن ڈاکٹری سے بہت پیچھے ہے لیکن جو کچھ
بیان نباتات کے خواص اور امراض کی تشخیص کا کیا گیا ہے اور
جتنے معالجات لکھے گیے ہین وہ عمدہ تحقیقات اور تجربے کے
نتیجہ پر ضرور مبنی ہین اگر عمدہ اور تازہ دوائین میسر آسکین اور تعلیم یافتہ
طبیب مہیا ہو جائین تو یونانی طبابت بڑی قوت سے ڈاکٹری کا
مقابلہ کر سکتی ہے اور بہت سی حالتون مین اوس سے جدوجہد
ہو کر چل سکتی ہے۔ یہ سب کچھ سہی مگر جدید تحقیقاتون کے قبول
کرنے کے واسطے اوسکو بھی ویسی ہی فیاضی ظاہر کرنی لازم ہے
جسطرح ڈاکٹری ظاہر کر رہی ہے۔

یہان اس بات کا لحاظ بھی کر لینا چاہیے کہ گو ہمارے طبیب
طاعون کے علاج پر اپنی قدرت ظاہر کرین لیکن طب کی کتابین
ہماری راے مین اپنا عجز بھی بیان کرتی ہین یعنی وہ اس مرض
کو سخت خطرناک بتاتی ہین اور یہی صلاح دیتی ہین کہ جہانتک
ممکن ہو محل و مقام وبا سے دور رہو اور چلے جاؤ۔ غرض ان
اسباب سے ہماری راے یہ ہے کہ ہم لوگون کو ڈاکٹری اور
طبابت دونون پر کافی بہروسا نہین کرنا چاہیے اور نئے اختراعات
کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

طاعون کیا ہے؟ زمانہ حال مین بذریعہ خوردبین کے ایسی مخلوق
دیکھی گئی ہے جو آنکھ سے نظر نہین آسکتی اور اسوجہ سے جب تک
خوردبین ایجاد نہین ہوئی تھی اوسکا علم کسی کو نہ تھا۔ اس مخلوق کا
نام (مایکروب) یا خوردبینی مخلوق رکھا گیا ہے۔

ابتک یہ امر زیر بحث ہے کہ یہ مخلوق حیوانی ہے یا نباتی۔
نباتی ہونے کا خیال اسوجہ سے کہ حیوانی آلات ہضم انکے ابتک
تحقیق نہین ہوئے ہین اور حیوانی ہونے کا خیال اسوجہ سے ہے
کہ انمین سے بعض متحرک پائے جاتے ہین۔ چنانچہ خود راقم نے
بمقام آگرہ پروفیسر ہینکن کے کیمیاوی امتحان خانہ مین ہیضہ کے
کیڑے ایک ہزار گنی قوت والی خوردبین سے ایسی تیزی سے
متحرک اور چلتے ہوئے دیکھے جنپر نظر نہین قایم ہوتی تھی۔

قصہ کوتاہ بعض امراض کے مریضون کے خون مین بھی خاص
خاص قسم کے مایکروب دیکھے گئے اور چونکہ اوس مرض کے
ہر ایک بیمار کے خون مین وہی ضرر دینے والی مخلوق پائی گئی اسلیے
قیاس کیا گیا کہ باعث اس مرض کا یہی خوردبینی مخلوق ہے۔
اب اسکا امتحان اس طرح پر کیا گیا کہ مایکروبون کو دوسرے زندہ
حیوانات کے خون مین پہنچایا گیا تو وہ حیوانات اوس مرض مین مبتلا
ہو گیے اور اسکے بعد کوئی شبہ نہین رہا کہ یہی مخلوق باعث ان
امراض کی ہے۔ اب یہان پر یہ بیان کرنا ضرور ہے کہ طاعون کے
مریضون کے خون مین بھی اسی قسم کی ایک مخلوق پائی جاتی ہے

اگر اسکو ایک ہزار درجہ کی قوت والی خوردبین سے دیکھا جائے تو تل کی برابر نظر آتی ہے اور شکل بھی اوسکی مثل تل کے ہی لیکن تل کی اندر (ڈورو) یا (ڈنبل) کی شکل معلوم ہوتی ہے

اسطرح سے راقم نے خود اوسکو بذریعہ خوردبین کے دیکھا ہے لیکن طاعون کے مایکروب یا تو غیر متحرک ہین یا نہایت بطی الحرکت ہین کسی مرض کا مایکروب جب انسان کے خون مین ملجاتا ہے تو وہان پر وہ توالد و تناسل شروع کردیتا ہے اور اوسکی پیدائیش اور بڑہنے کا حساب اسطرح لگایا جاتا ہے کہ مثلاً ہیضہ کے مایکروب ہر آدہے گھنٹے مین ایک سے دو ہوجاتے ہین اور اسطرح سے جبکہ مقدار کثیر کسی مرض کی مایکروبون کی جسم مین ہوجاتی ہے تو اونکی زہریلی خاصیت سے وہی مرض پیدا ہوجاتا ہے جسکے مایکروب وہ تھے

پاسٹیور ازم اس قسم کے امراض تحقیق ہوجانے پر اس فن کے ماہرون نے یہ علاج نکالا جسکو کہ ہم ٹیکا لگانا اور انگریزی مین (انا کیولیشن) کہتے ہین اور چونکہ اس طرز علاج مین مانشیر پاسٹیور نے جو فرانس کا ایک عالم تھا بہت شہرت حاصل کی اور نئی نئی باتین نکالین اسواسطے اس طریقہ علاج یا فن کا نام پاسٹیور ازم پڑگیا اور روز بروز اوسکی شہرت ہوتی جاتی ہے اصول یہ ہے کہ جب اس قسم کے کسی مادہ کو خاص خاص تدبیرون کے ذریعہ سے جسم انسان مین پہنچا دیا جائے تو اوسکے بعد اوس شخص کے خون مین ایسی خاصیت پیدا ہوجاتی ہے کہ اگر بعد ازان اصلی مادہ یا مایکروب کسی طرح اوس کے خون مین ملجائین تو وہ مرجاتے ہین اور نشو و نما نہین کرنے پاتے۔

طاعون کا ٹیکا چند گزشتہ سالون سے طاعون کے مرض کے علاج کا بھی اس اصول سے بندوبست شروع ہوا ہے اور ۱۸۹۶ء سے جب سے کہ یہ مرض بمبئی مین شروع ہوا بہت کچھ اس کا تجربہ ہوا ہے اور اب ٹیکا لگانے کے دو طریقے ظاہر ہوگئے ہین ایک تو وہ جو ڈاکٹر ہیفکن کا ٹیکا کہلاتا ہے اور دوسرا ڈاکٹر پرسین کا ٹیکا ہے۔ ان دونون مین سے ڈاکٹر ہیفکن کے ٹیکے کی روز بروز شہرت بڑہتی جاتی ہے اور اوسکے نتایج جو مشتہر ہورہے ہین اونسے تشفی ہوتی جاتی ہے ڈاکٹر پرسین کے ٹیکے کے نتایج ابتک اس قدر معلوم نہین ہوسکے ہین جنپر کوئی خاص راے قایم کیجاسکے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ دونون ڈاکٹرون کے اصول متحد ہین لیکن ظاہر مین فرق یہ ہے کہ ڈاکٹر ہیفکن کے ٹیکے کے بعد بخار آتا ہے اور کم سے کم اوسکا یعنی ٹیکے کا اثر ایک سال تک رہتا ہے ڈاکٹر پرسین کے ٹیکے کے بعد کسی قسم کا بخار نہین آتا نہ کچھ اور تکلیف ہوتی ہے لیکن اثر اوس کا صرف ایک مہینہ تک رہتا ہے۔ ہمکو زیادہ تر حال ڈاکٹر ہیفکن کے ٹیکے کا معلوم ہوسکا ہے جسکو ہم بیان کرینگے۔

جسقدر ٹیکے ہیفکن صاحب کے اصول کے بموجب بمبئی وغیرہ بڑے شہرون مین لگائے گیے اگرچہ اونکے نتایج وقتاً فوقتاً شایع ہوئے ہین لیکن بڑے شہرون مین بوجہ کثرت آبادی کے خوب تحقیقات نہین ہوسکی ۱۸۹۷ء مین پرتگیزون کی عملداری مین (لوور ڈاماون) نام ایک قصبہ مین جسکی آبادی (۱۰۹۰۰) تھی جب طاعون کا مرض شروع ہوا تو پروفیسر ہیفکن خود وہان گیے اور ٹیکے کا کام شروع کیا گیا جس کا یہ نتیجہ ہوا۔

اس قصبہ مین بوڑہے بچے عورت اور مرد ملاکر (۳۰۶) پارسی تھے اون مین (۲۷۷) اشخاص نے ٹیکا لگوایا اور (۲۹) نے نہین لگوایا منجملہ (۲۰۶) ٹیکا لگے ہوئے لوگون کے (۸) کو طاعون ہوا مگر ایک اون مین سے مرا اور سات بچ گیے اور منجملہ (۲۹) بے ٹیکے والون کے چار کو طاعون ہوا اور چارون مرگیے۔ نتیجہ ازروے حساب کے یہ نکلا کہ ٹیکا لگائے ہوئے پارسیون مین اموات ہوئین بحساب کسور اعشاریہ (۰٫۳۶) اور بے ٹیکا لگائے ہوئے پارسیون مین اموات ہوئین بحساب اعشاریہ (۱۳٫۸)

یہ تو خاص پارسیون کی قوم کا حال تھا عام حالت یہ ہوئی کہ مذکورہ بالا (لوور ڈاماون) کی (۱۰۹۰۰) آدمیون کی آبادی مین سے قبل پہنچنے ڈاکٹر ہیفکن کے (۶۷۰) مرچکے تھے (۲۰۰۰) فرار ہوگیے تھے اور (۸۲۳۰) باقی رہ گئے تھے جن مین سے (۲۱۹۷) کے ٹیکا لگایا گیا باقی (۶۰۳۳) بے ٹیکے کے رہے اب ٹیکا لگوانے

والون مین سے (۳۶) مرے اور بے ٹیکے والون مین سے (۱۴۸۲) مرے۔ نتیجہ اسکا ازروے حساب کے یہ ہوا کہ جن لوگون کے ٹیکا لگایا گیا تھا اونمین اموات بحساب اعشاریہ (۱۶۹) اور جنکے ٹیکا نہین لگایا گیا اونمین اموات ہوئین بحساب اعشاریہ (۲۴۶) پس کوئی شک نہین ہے کہ ٹیکے کے بعد بہت بڑی ذمہ داری طاعون سے بچنے کی ہو جاتی ہے (واضح ہو کہ مذکورہ بالا نتائج دو مہینہ چار روز کام کرنے کے ہین) یہ ٹیکا ہر ایک عمر والے آدمی کے لگایا جا سکتا ہے بوڑہا ہو، جوان ہو، بچہ ہو، عورت ہو، مرد ہو، کوئی ہو۔ ٹیکا لگنے کے بعد سے (۲۴) گھنٹہ کے اندر بخار آتا ہے۔ اکثر اوسکا درجہ (۱۰۲) ہوتا ہے لیکن کبھی (۱۰۵) تک بھی ہو جاتا ہے۔ بخار کے ساتھ گلٹیان وغیرہ جو علامتین طاعون کی ہین نمودار ہو جاتی ہین لیکن (۴) دن مین یہ سب علامتین جاتی رہتی ہین اور انسان اچھا ہو جاتا ہے۔ اگر ٹیکا لگانے کے بعد بخار آسکے تو اوس حالت مین یہ مرض متعدی نہین ہوتا یعنی دوسرون کو نہین لگتا اسوجہ سے ایسے مریضون سے بچے رہنے کی ضرورت نہین ہے۔

نتیجہ غرضکہ ہم اپنے رسالہ کے پڑہنے والون سے سفارش کرینگے کہ وہ ضرور ڈاکٹر ہیفکن کے ٹیکے کے ذریعہ سے اپنے آپکو محفوظ کرلین۔ مفصلات مین جو صاحب اپنے سول سرجن سے کہین گے وہ اونکے واسطے ٹیکے کا انتظام کردے گا اور اسکے لیمف مہیا کرلیگا۔

(اسمعیل)

تعلیم اور پالیٹکس

جو لوگ یہ چاہتے ہین کہ مسلمانون کو پولیٹکل اقتدار مین واجبی حصہ ملے اونکا پہلا کام یہ ہے کہ وہ سب سے اول اپنا خیال مسلمانون کی ترقی تعلیم کی طرف رجوع کرین اور مسلمانون مین انگریزی زبان کو بہت زیادہ رواج دینے کی فکر کرین۔ کیونکہ مسلمان انگریزی تعلیم مین اس قدر کم حصہ یاب ہین کہ اونکی آیندہ کی حالت کی طرف سے صریح خوف معلوم ہوتا ہے۔ گوکہ سرسید مرحوم و مغفور کی کوششون یا زمانہ کی مجبوریون کے سبب سے مسلمانون کے اوس تعصب مین کمی واقع ہوئی ہے جو اونکو انگریزی پڑہنے کی طرف سے تھا لیکن جو کچھ اونکو کرنا چاہیے ابتک اوسکا عشر عشیر بھی نہین کیا جاتا ہے۔ آجکل ہر ایک امر کے ثبوت کے واسطے اعداد کے جمع کرنے کا خیال بہت ہے اور ضرورتہ مفید اور قابل اطمینان طریقہ ہے لیکن ہم اپنے مضمون کے پڑہنے والون سے درخواست کرینگے کہ وہ مسلمانون کی تعلیم کا اندازہ اسطرح کرین کہ اپنے واقف کار مسلمانون کی نسبت غور کرین کہ اون مین یا اون کی اولاد مین کس قدر اشخاص ایسے ہین جو تعلیم یافتہ یا زیر تعلیم ہین اور اسطرح چند اشخاص پر نظر ڈالنے سے ہر ایک شخص خود دیکھ لیگا کہ کیسی کمی اہل اسلام مین اون لوگون کی ہے جنکو علم انگریزی حاصل ہوا ہو۔ بلاشبہ ہم اس بات کو ماننے مین تامل نہین کرینگے کہ افلاس نے مسلمانون کو ایسا گھیر لیا ہے کہ اسکی وجہ سے بہت سے بچے نعمت تعلیم سے محروم رہ جاتے ہین لیکن ہم مسلمانون کی کم شوقی کے ثبوت مین اون حضرات پر غور کرنے کی طرف توجہ کرنے کی درخواست کرینگے جو اپنی اولاد کو تعلیم دلا سکتے ہین مگر دلاتے نہین اب اگر تم یہ کہو کہ آسودہ اشخاص ہر قوم کے ایسے ہی ہوتے ہین کہ وہ اپنے بچون کو تعلیم دلانے کی طرف عموماً متوجہ نہین ہوتے تو ہم کہینگے کہ اونکو بھی چھوڑ دو لیکن اونکی نسبت کیا کہتے ہو جو نہ تو مال و اموال سے فارغ البال ہین، نہ تہیدستی سے پریشان ہین بلکہ متوسط الاحوال مسلمان بھی تو قابل معافی نہین ہین کیونکہ یہ بھی تو انہین دونون گروہون کی مانند تعلیم و تعلم کی طرف سے بےخبر ہین غرض کہ کوئی گروہ اہل اسلام کا ایسا نہین ہے جو حصول علم سے محروم نہ ہو۔

آپ یہ نہ کہین کہ پولیٹکل امور پر بحث کرنے اور تعلیم کے سلسلہ سے نسبت کیا ہے۔ کیونکہ اگر ہم امور ملک داری مین حصہ لینا چاہتے

ہین تو ہمارے واسطے لازم ہے کہ ہم اس قابل اپنے آپ کو بنائین کہ ہمارے خیالات سے ہمارے حکام اور حکام کے خیالات سے ہم متاثر ہوسکین اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے جبکہ حاکم و محکوم کی تعلیم مین یکسانی ہوگی اور زبان ایک ہوگی۔ یہ ہرگز کسی کو نہین کہنا چاہیے کہ اس لحاظ سے صرف چند حکام رسی اشخاص کو انگریزی پڑہنا کافی ہوسکتا ہے کیونکہ اب زمانہ حکام رسی اشخاص کی حکومت کا نہین رہا ہے بلکہ عدالت اور آزادی کا زمانہ ہے جسکی وجہ سے ہر ایک شخص کو اس قابل بننا چاہیے کہ اپنا مافی الضمیر خود حکام سے عرض کرسکے اور اپنی ضروریات پر حاکمون کو توجہ دلاسکے۔ ہمکو چاہیے کہ ہم گورنمنٹ کو ایسے اشخاص کی تلاش سے مستغنی کردین جنکو وہ اپنے نزدیک ہمارا ریپریزینٹیٹو جانتی ہو۔ علاوہ برین ملک مین امن وامان ہونے کے واسطے کل ملک کا یکسان خیال ہونا نہایت لازمی امر ہے۔ اور یکسان خیال بغیر ایک سی تعلیم کے نہین ہوسکتا۔ اب مشرقی علوم کی حکومت ہندوستان مین نہین ہے بلکہ انگریزی زبان حکمران ہے اور اوسنے ایسی قوت ہندوستان مین حاصل کرلی ہے کہ ایک گروہ کثیر نے اوسکو مثل اپنی مادری۔ علمی اور حکومت کی زبان کے اختیار کرلیا ہے اور ایک خاص مقبولیت اوسکو حاصل ہوگئی ہے۔

پس لازم ہے کہ باقی ماندہ اشخاص بہی اِسکے سایہ عاطفت مین آجائین اور کل ملک اسطرح یکہم خیال ہوجاے اور جب کبہی ایسا ہوجائیگا اوسوقت حاکم و محکوم کے تفرقون مین غالبًا بہت کمی واقع ہوجائیگی کیونکہ یکسانی خیالات اونکو زیادہ تر قریب کردیگی اور جو دقتین کہ پبلک کو اپنی ضروریات کی گوشس گزار کرنے مین ہین وہ جاتی رہین گی۔ مسلمانون مین انگریزی زبان کی قحط کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ اونکے ہاتھ مین انگریزی زبان مین اخبارات موجود نہین ہین۔ اگرچہ مسلمان اڈیٹرون کی بہی بہت کمی ہے مگر زیادہ تر کمی اونکے پڑھنے والون کی ہے جنکے وجود کے بغیر کوئی اخبار جاری نہین رہ سکتا ہے۔ اخبارات انگریزی کی کمی پولٹیکل نظر سے کوئی چہوٹی بات نہین ہے بلکہ بہت بڑا ضرر کسی قوم کو اُس زمانہ مین پہنچتا ہے جبکہ اوسکے ہاتھ مین کوئی اخبار نہ ہو کیونکہ اخبار ہی ایک ذریعہ پبلک اوپینین کے اظہار کا ہے۔ پریس کی بڑی قوت انگریزی اصول حکومت مین ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ اس قوت سے ہم مسلمان محروم نہین ہین اور یہ محرومی صرف اسوجہ سے ہے کہ ہم مین انگریزی تعلیم نہین ہے۔ پس کیا آپ یقین نہین کرینگے کہ پولٹیکل اقتدار حاصل کرنے کے واسطے مسلمانون کو انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ (اسمعیل)
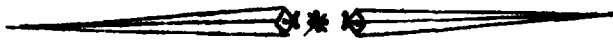
ضروری التماس

چونکہ ہم اپنے اس رسالہ کے زیادہ تر مفید اور دلچسپ بنانے کے بہت آرزومند ہین اسواسطے اسکے خریدارون اور ناظرین کے نہایت ممنون ہونگے اگر وہ ہمکو اسکی اصلاح کے متعلق اپنے خیالات سے آگاہ فرمائین۔

مسلمانون کا افلاس

ذیل کے سوال کے متعلق ہر مسلمان کو غور کرنا چاہیئے اگر ہمارے پاس خطوط آئینگے تو ہم اونکو بجنسہ یا بطور خلاصہ کے اِس رسالہ مین وقتاً فوقتاً چھاپتے رہین گے۔

" مسلمانان ہند کی قومی افلاس کے اسباب کیا ہین؟ اور اونکے افلاس کو دور کرنے کی تدبیرین کیا ہین؟ "

معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ

ایڈیٹران - حاجی محمد اسمعیل خان و مولوی وحید الدین سلیم

جلد ۱	یکم ستمبر ۱۸۹۸ء	نمبر ۳

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک - - - - - - - - - - - - - للعہ

(مقام اشاعت علی گڈھ دفتر معارف)

مطبع مفید عام آگرہ مین باہتمام محمد قادر علیخان صوفی چھپا

مقاصد اور قواعد

۱ یہ دو جزو کا ماہوار علمی رسالہ جو "معارف" کے نام سے موسوم ہوگا ہر مہینے کی یکم تاریخ کو علیگڈھ سے شایع ہوا کرے گا۔

۲ اس رسالہ کا مقصد یہ ہے کہ اسکے ذریعہ سے اُردو زبان کے علم ادب کا دائرہ وسیع ہو اور اوسمین ہر قسم کے مضامین لکھے جائین جنکے اقسام حسب ذیل ہین۔

ا پولیٹیکل مضامین جن سے مسلمانون کے حقوق کی حمایت اور اونکی رہنمائی مقصود ہے۔

ب مذہبی اور اخلاقی مضامین۔

ج علمی اور فلسفیانہ مضامین۔

د تاریخی مضامین (خاصکر مسلمانون کی تاریخ کے متعلق)

ہ مشاہیر زمانہ گذشتہ و حال کی سوانح عمریان۔

و تمام دیگر مضامین جن سے معلومات مین وسعت ہو اور مسلمانون مین روشن ضمیری اور عمدہ تربیت اور تہذیب کی اشاعت ہو۔

۳ یہ ضرور نہین کہ ہر پرچہ مین ہر قسم کے مضامین شامل ہوا کرینگے بلکہ ان اقسام کے مضامین یکے بعد دیگرے شایع کیے جائینگے۔

۴ بالفعل اس رسالہ کے دو اڈیٹر قرار دے گیے ہین۔

ا حاجی محمد اسمعیل خان۔

ب مولوی وحید الدین سلیم۔

۵ ملک کے مشہور اور اعلیٰ درجہ کے انشاپردازون اور مضمون نگارون کی خدمت مین درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنے بیش بہا مضامین سے ہماری مدد کرین جن بزرگون کے نام ہمکو معلوم نہین ہین۔ اگر مہربانی سے وہ خود یا اون کے احباب اون کے نام ونشان سے ہمکو مطلع کرینگے تو ہم اونکی خدمت مین بھی درخواست کرینگے کہ وہ بھی اس رسالہ کو اپنی قیمتی تحریرون سے امداد پہنچائین جو حضرات کسی مضمون مین اپنا نام ظاہر کرنا نہین چاہینگے اونکا نام ظاہر نہین کیا جائیگا۔

۶ اس رسالہ کی قیمت سالانہ مع محصول ڈاک (للعہ) ہے جو نقد قیمت بھیجنے یا ویلیو پی ایبل کی درخواست کرنے سے خریدارون کی خدمت مین بھیجا جائیگا۔ ششماہی سے کم کی درخواست نامنظور ہوگی۔ نمونہ کے پرچہ کے لیے پانچ آنہ کے ٹکٹ آنے ضرور ہین۔ قیمت ہر حال مین پیشگی نقد یا بطور ویلیو کے وصول کی جائیگی اور قیمت رسالہ کی کسی حال مین کم نہین ہو سکتی۔ رسالہ کے متعلق تمام خط و کتابت مولوی وحید الدین سلیم کے نام ہونی چاہیے اور اون ہی کے نام قیمت آنی چاہیے۔

۷ جو بزرگ اس رسالہ کی خریداری منظور فرمائین اون سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنا نام اور ٹائیٹل اور پتہ صاف لفظون مین تحریر فرمائینگے۔

۸ جو بزرگ اس رسالہ کو علمی امداد پہونچانا چاہین اون سے التجا کی جاتی ہے کہ جہانتک ممکن ہو مضامین خوشخط اور صاف لکھوا کر روانہ کرین تاکہ کوئی تحریر غلط چھپنے نہ پائے۔

۹ بشرط پسند اشتہارات بھی اس رسالہ مین درج ہوا کرینگے اور اشتہارات کے نمونے اور اونکی اجرت کے قرارداد کے متعلق خطوط مولوی وحید الدین سلیم کے نام آنے چاہئین۔

۱۰ پتہ مولوی وحید الدین سلیم کا (علیگڈھ) دفتر رسالہ معارف ہے

معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ

جلد ۱ | یکم ستمبر ۱۸۹۸ء | نمبر ۳

آب وہوا کا اثر اخلاق اور معاشرت پر

(سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو رسالہ نمبر ۱ صفحہ ۲۴ جلد ۱)

اسکے بعد ابن خلدون اپنی کتاب کے پانچوین مقدمہ مین لکہتا ہے کہ تمام معتدل اقالیم ایسی نہین ہین جنمین عام طور پر سبزی اور شادابی ہو اور وہان کے تمام باشندے فراغت کے ساتھہ سامان معیشت رکہتے ہون بلکہ اون مین بعض حصے ایسے ہین جنمین زمین کی لطافت اور اعتدال اور تمدن اور شایستگی کی ترقی کی وجہ سے وہان کے باشندون کو غلہ اور میوہ افراط سے میسر آتا ہے اور بعض ایسی چٹیل اور بنجر زمینین ہین جن مین نہ کہین کہیتی ہوتی ہے اور نہ گہاس پات اگتی ہے اور وہان کے باشندے نہایت تنگی اور سختی کیساتھہ زندگی بسر کرتے ہین جیسے حجاز اور جنوبی یمن کے باشندے اور قبیلہ صنہاجہ کے لوگ جو ملثمین کے نام سے مشہور ہین اور جو بربر اور سودان کے درمیان کی ریتلی زمینون اور مغربی افریقہ کے صحراؤن مین آباد ہین کہ اونکی غذا دودہ اور گوشت پر منحصر ہے اور اونکے پاس غلہ وغیرہ کہانے پینے کی چیزین بہت کم ہین اور جیسے عرب کے وہ باشندے جو جنگلون بیابانون مین پہرتے رہتے ہین۔ ان لوگون کو آس پاس کی پہاڑیون سے غلہ وغیرہ کہانے پینے کی چیزین کبہی کبہی سردار قبیلہ کے ماتحت رہکر مل جاتی ہین۔ اور چونکہ وہ آسودہ اور دولتمند نہین ہوتے اسلیے سد رمق کی برابر یا اس سے کم بہی خوراک نہین پاتے۔ خوش حالی اور فارغ البالی کا تو کیا ذکر ہے اور اکثر دودہ پر گذر کرتے ہین اور یہ بجاے غلون کے اونکے لیے ایک نعم البدل ہے اور باوجود اس سختی اور تنگ عیشی کے چٹیل میدانون کے باشندے جسمانی اور اخلاقی خوبیون کے لحاظ سے اون سبز پہاڑیون کے رہنے والون سے اچہے ہوتے ہین جو فراغت کے ساتھہ زندگی بسر کرتے ہین اور اونکے رنگ زیادہ صاف اور جسم پاکیزہ اور شکلین خوشنما اور اخلاق معتدل اور ذہن معلومات اور عقلیات مین

زیادہ روشن ہوتے ہین۔ یہ باتین تجربہ سے اونکی ہر نسل مین
صاف طور پر معلوم ہوتی ہین۔ دیکھو اہل عرب اور اہل بربر کے
مابین اور ملتمین اور پہاڑی باشندون کے درمیان کسقدر
فرق ہے۔ بظاہر اسکا سبب یہ ہے کہ غذاؤن کی کثرت اور انکی
رطوبتون کی وجہ سے اجسام مین ناقص فضلات کثرت سے
پیدا ہوتے ہین اور اُنکے سبب سے فاسد اور متعفن اخلاط
زیادہ تر پیدا ہوتے ہین اور جسم بیڈول اور بدقوارہ ہوجاتے
ہین اور گوشت کی زیادتی سے اونکے رنگ مکدر اور صورتین بدنما
ہوتی ہین اور جب کثیف بخارات معدے سے اُٹھکر دماغ
مین چڑھ جاتے ہین اور ذہنی اور فکری قوتون پر رطوبتین چھا جاتی
ہین۔ تو اس سے کند ذہنی پیدا ہوتی ہے اور مزاج کے اعتدال
مین فرق آجاتا ہے۔

چٹیل میدانون اور خشک زمینون کے ہرن۔ شتر مرغ
جنگلی گائے۔ زرافہ جنگلی گدہے وغیرہ جانورون کو سبز
شاداب پہاڑی زمینون کے انہین جیسے جانورون سے مقابلہ
کرو تو جلد کی لطافت جسم کی خوبصورتی صورت کی خوشنمائی اعضا
کے تناسب اور عقل حیوانی کی تیزی کے لحاظ سے اون مین
بہت فرق پاؤگے مثلاً جنگلی ہرن کو پالتو بھیڑون سے اور
زرافہ کو شہری اونٹون سے اور جنگلی گدہون اور گایون کو پالتو
گدہون اور گایون سے مقابلہ کرو تو ان مین صاف طور پر فرق
نظر آئیگا اور اسکا باعث یہ ہے کہ پہاڑی زمینون کی سرسبزی
روئیدگی فضلے اور فاسد اخلاط پیدا کر کے وہان کے جانورون پر
اپنا اثر دوڑاتی ہے اور چٹیل میدانون کے جانورون کو غذا کا
کم میسر آنا انکے جسم اور شکل کے لئے نہایت لطیف اور خوشنما بنا دیتا
ہے انسانون کے حالات کو بھی اسی پر قیاس کرو ہمکو معلوم
ہوتا ہے کہ اون ملکون کے باشندے جہان سبزی اور
شادابی ہے اور کھیتی کثرت سے ہوتی ہے اور دودہ اور میوے
اور کھانے پینے کی چیزین افراط کے ساتھہ ملتی ہین اکثر کند ذہن
اور بدقوارہ ہوجاتے ہین۔ یہی حال بربر کے باشندون کا ہے
جو غلے اور کھانے پینے کی چیزون مین ڈوبے ہوئے ہین اور
اونکے مقابلہ مین قصر مصمودہ۔ غمارہ اور سوس کے باشندے
ہین جنکی زندگی سختی اور تنگی کے ساتھہ بسر ہوتی ہے اور جو یا
باجرے پر گذر کرتے ہین تم اونکو بہ نسبت اہل بربر کے زیادہ ذہین
اور زیادہ خوبصورت پاؤگے۔ یہی حال مغربی افریقہ کے باشندون
کا ہے جنکے پاس افراط کے ساتھہ کھانے پینے کی چیزین ہین
بمقابلہ اندلس کے باشندون کے جنکو گھی میسر نہین آتا اور
جنکی زندگی اکثر جوار باجرے پر بسر ہوتی ہے مگر اندلس کے
باشندے بہ نسبت مغربی افریقہ کے باشندون کے زیادہ ذہین
اور پھرتیلے ہین اور تعلیم کے قبول کرنیکا مادہ اون مین اس درجہ
پر موجود ہے جو اونکے سوا اورون مین نہین پایا جاتا اور یہی حال
مغربی افریقہ مین دیہات کے باشندون کا ہے بمقابلہ شہری
باشندون کے کیونکہ شہرون کے رہنے والے اگرچہ دیہات کے
رہنے والون کی طرح فارغ البالی اور آسودگی کے ساتھہ زندگی
بسر کرتے ہین مگر وہ غذاؤن کو پکا کر اونکی اصلاح کر لیتے ہین اور
اون مین طرح طرح کے مصالح شامل کر کے اونکو لطیف بنا لیتے ہین
اور غذاؤنکی کثافت دور ہوجاتی ہے اور اُنکا قوام رقیق ہوجاتا ہے اور اون کی
عام غذا مرغی یا بکری کا گوشت ہے اور گھی کے بے مزہ ہونے کے سبب سے
وہ اوسکی مداومت نہین کرتے اسلیے اونکی غذاؤن مین رطوبتین
کم ہوجاتی ہین اور وہ ناقص فضلے جو مرطوب غذاؤن سے
انسان کے بدن مین پیدا ہوجاتے ہین نہین ہوتی۔ یہی باعث ہے

کہ شہر والون کے بدن بہ نسبت صحرائیون کے جنکی زندگی وحشیانہ طور پر گذرتی ہے زیادہ لطیف ہوتے ہین اسی طرح صحرانشین لوگ جو بہوک کے عادی ہوجاتے ہین اونکے بدن مین نہ کثیف فضلے ہوتے ہین نہ لطیف ۔

ملک کی سرسبزی کا اثر انسان کے بدن مین اور اوسکے تمام حالات مین ظاہر ہوتا ہے یہان تک کہ مذہب اور عبادت بھی اس اثر سے بچے ہوئے نہین تمام اون لوگون کو جو شہری ہون یا صحرائی اور سختی کے ساتھہ زندگی بسر کرتے ہین اور بہوک کی تکلیف اٹہاکر دنیا کی لذتون سے کنارہ کشی کرتے ہین بہ نسبت سرسبزی اور عیش مین زندگی بسر کرنے والون کے زیادہ عابد اور دیندار پاؤگے بلکہ شہرون اور قصبون مین بسبب سنگدلی اور متواتر غفلت کے جو گوشت اور گیہون وغیرہ عمدہ غذاؤن سے پیدا ہوجاتی ہے دیندار آدمی کم ملینگے، عابدون اور زاہدون کا ہونا اس لیے اوس گروہ کے ساتھہ مخصوص ہے جو صحرانشین ہین اور غذا کے لحاظ سے سختی مین زندگی بسر کرتے ہین اور اسیطرح ایک ہی شہر کے رہنے والون کی حالت مین عیش یا سختی کی زندگی کے اختلاف سے فرق پایا جاتا ہے اور اسی طرح جو لوگ عیش مین زندگی بسر کرتے ہین اور دنیا کی لذتون مین غرق رہتے ہین شہری ہون یا صحرائی جب اونپر قحط نازل ہوتا ہے اور اونکو بہوک کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے تو وہ اکثر اورون کی نسبت جلد ہلاک ہوتے ہین جیسے بربر کے باشندے اور فاس اور مصر کے رہنے والے لیکن یہ حال اہل عرب کا جو چٹیل میدانون اور صحراؤن مین رہتے ہین نہین ہے نہ نخلستان کے رہنے والون کا جنکی زندگی کہجور پر منحصر ہے نہ افریقہ کے باشندونکا جو اس زمانہ تک جو اور روغن زیتون پر بسر کرتے ہین نہ اسپین والون کا جنکی غذا عام طور پر

جوار باجرہ اور روغن زیتون ہے اگرچہ اون پر قحط نازل ہو اور اونکو بہوک کی متواتر تکلیف اٹھانی پڑے تاہم اونکا وہ حال نہین ہوتا جو بربر کے باشندون اور فاس اور مصر کے رہنے والون کا ہوتا ہے اور نہ وہ بہوک کے سبب سے جلد ہلاک ہوتے ہین اسکا سبب یہ ہے کہ جو لوگ عیش کی زندگی مین ڈوبے ہوئے ہین اور اونکے عمدہ اور لطیف غذاؤن اور خاصکر گھی کے عادی ہین اونکے امعا مین ایک خاص رطوبت پیدا ہوجاتی ہے جو اصلی رطوبت سے بہت زیادہ ہوتی ہے اسلیے جب کبھی عمدہ غذاؤن کے نہ ملنے سے ناگوار اور غیر مانوس غذاؤن کے استعمال کرنیکی خلاف عادت نوبت آجاتی ہے تو اونکی آنتون مین بہت جلد خشکی دوڑجاتی ہے اور وہ سکڑنے لگتی ہین کیونکہ آنتین نہایت کمزور اعضا ہین اسلیے وہ بہت جلد بیمار ہوتی اور یکایک ہلاک ہوجاتی ہین پس قحط اور بہوک سے مرنے والون کی موت پیٹ بھر کر کہانیکے پہلی عادت سے وقوع مین آتی ہے نہ اوس بہوک سے جو اب پیدا ہوئی ہے مگر جو لوگ گھی اور عمدہ غذاؤن کے استعمال کے کم عادی ہین اونکی اصلی رطوبت اپنی حالت پر رہتی ہے اور اوسمین کوئی زیادتی نہین ہونے پاتی اور اونمین ہر قسم کی طبعی غذاؤن کی قابلیت باقی رہتی ہے نہ اونکی آنتون مین غذا کے بدلنے سے خشکی دوڑتی ہے نہ کوئی اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے اس لیے وہ اکثر اوس ہلاکت سے بچ جاتے ہین جو کہانے پینے کی کثرت کرنے والون اور عیش کے ساتھہ زندگی بسر کرنے والون کو پیش آجاتی ہے ان تمام واقعات کی بنیاد یہ ہے کہ غذاؤن کے ساتھہ مانوس ہونا یا اونکا چھوڑدینا بالکل عادت پر مبنی ہے جو شخص کسی خاص غذا کی عادت ڈالتا ہے اور اوسکا کہانا اوسکو موافق

آجاتا ہے تو وہ اوس غذا کا عادی ہوجاتا ہے اور اوس غذا کے نہ ملنے یا اوسکے بدلنے مین بیماری پیدا ہوتی ہے اور یہ عادت اوسیوقت تک ہوسکتی ہے جبکہ کہانے پینے کی چیزون مین غذائیت ہو اور وہ چیزین معدنی اور نباتی زہرون کی قسم سے نہون اور اعتدال سے زیادہ منحرف نہون برخلاف اسکے جن چیزون مین غذائیت موجود ہے اور مرغوب بھی ہوسکتی ہین اون غذاؤن کی عادت ہوجاتی ہے مثلاً کوئی شخص گیہون کی روٹی کی جگہ دودہ اور سبز ترکاری پر گذر کرنے کی عادت ڈالے تو اوسکی بھی غذا ہوجائیگی اور غلہ وغیرہ کی اوسکو حاجت نہ رہیگی اسیطرح جو شخص بہوک پر صبر کرنے اور کہانا نہ کہانے کی عادت ڈالے جیساکہ ریاضت کرنے والون کا حال سنا جاتا ہے تو اسکی بھی عادت ہوجاتی ہے۔ ہمنے اس باب مین ایسی عجیب عجیب باتین عابدون اور زاہدون کی نسبت سنی ہین کہ ناواقف آدمی انکار کرینگے اور اسکا سبب سوائے عادت کے کچہہ نہین ہے کیونکہ انسان کا نفس جب کسی چیز سے مالوف ہوجاتا ہے تو وہی چیز اوسکی جبلت اور طبیعت ہوجاتی ہے اور نفس کے حالات اکثر بدلتے رہتے ہین جب کبھی وہ آہستہ آہستہ اون اور ریاضت کے ساتھہ بہوک کی عادت ڈالتا ہے تو اوسکی یہ عادت بمنزلہ طبیعت کے ہوجاتی ہے۔ اطباء کا یہ خیال کہ بہوک مہلک ہے صرف اوسی حالت مین صحیح ہوسکتا ہے جبکہ ایک دم سے بالکل غذا ترک کردی جائے اور نفس کو یک لخت اس پر مجبور کیا جائے کیونکہ اس حالت مین آنتون مین ایک دم سے خراش پیدا ہوجاتی ہے اور مہلک بیماری لاحق ہوجاتی ہے مگر جبکہ غذا کو رفتہ رفتہ کم کیا جاوے جیساکہ عابد زاہد لوگ کرتے ہین تو ہلاکت کی نوبت نہین پہونچتی اور رفتہ رفتہ عادت ڈالنا نہایت ضروری ہے یہان تک کہ اگر اصلی حالت کی طرف آنا اور پہلی غذا کی مقدار پر طبیعت کو لانا چاہین تو دفعتہً ایسا کرنے مین ہلاکت کا خوف ہے پس جسطرح کہ غذا رفتہ رفتہ کم کیجا سکتی ہے ویسے ہی بتدریج زیادہ ہوسکتی ہے۔ ہمنے ایسے شخصون کو دیکھا ہے جو چالیس دن متواتر یا اس سے زیادہ دنون تک بہوک پر صبر کرتے ہین۔ سلطان ابوالحسن کے دربار مین جزیرۃ الخضرا اور رندہ کی رہنے والی دو عورتین پیش کی گئی تہین جنہون نے کئی برس سے کچہہ نہین کہایا تہا اونکا بہت چرچا تہا اور آزمایش بھی کی گئی تو اونکا حال صحیح نکلا اونکی برابر یہی حالت رہی یہان تک کہ وہ مرگئین۔ اور ہم نے اپنی ملاقاتیون مین سے ایک آدمی ایسا دیکھا ہے جو صرف بکری کے دودہ پر زندگی بسر کرتا تہا اور دنکو کسی وقت یا افطار کے وقت بکری کے تہن کو چوس لیتا تہا اور یہی اوسکی غذا تھی اور پندرہ برس تک اوسکی یہی حالت رہی اور اس بات کا کسیطرح انکار نہین ہوسکتا۔

بہوکا رہنا یا غذا کی تقلیل کرنا اون لوگون کے لیے جو اس کا تحمل کرسکین بہ نسبت کثرت غذا کے بدن کا زیادہ اصلاح کرنے والا ہے اور اوس سے جسمون اور دماغون مین صفائی اور درستی پیدا ہوتی ہے۔ اون نتایج پر غور کرو جو غذاؤن سے انسان کے بدن مین پیدا ہوتے ہین ہم نے بڑے بڑے جسیم حیوانات کے گوشت پر بسر کرنے والون کو دیکھا ہے کہ اونکی نسلین بھی اون حیوانات کی طرح جسیم اور فربہ ہوجاتی ہین اور یہ حال صحرائیون اور شہریون مین برابر دیکھا جاتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ اونٹ کے دودہ اور گوشت پر بسر کرتے ہین اونمین اونٹ کی باربرداری کی خاصیت اور جفاکشی کی عادت پیدا ہوجاتی ہے اور اونٹ کی آنتون کی طرح اونکی آنتین بھی موٹی اور طاقتور ہوجاتی ہین

نہ اون مین کسی قسم کا ضعف پیدا ہوتا ہے اور نہ اونکو اورون کی طرح مختلف غذاؤن سے نقصان پہونچتا ہے۔ اسہال کے لیے وہ زہریلی بوٹیان مثل دریاس اور فرفیون اور غیر مطبوخ حنظل کے بے تکلف استعمال کرتے ہین اور اونکی آنتون کو اس سے کچھہ نقصان نہین پہونچتا۔ شہر کے لوگ جنکی آنتین لطیف غذاؤن کے کہانے سے کمزور ہو گئی ہین اگر ان دواؤن کا استعمال کرین تو اونکی سمیت سے فوراً ہلاک ہوجائین غذاؤن کی جو تاثیر بدن پر ہوتی ہے اوسکو اہل زراعت اور تجربہ کار لوگون نے بیان کیا ہے کہ اگر کسی مرغی کو اونٹ کی مینگنیون مین دانہ پکا کر کہلا دیا جاوے اور اوس سے انڈے لیکر مرغی کو اوسپر بٹہایا جاوے تو بچے بہت بڑے پیدا ہونگے اور بعض وقت اسکی بھی حاجت نہین ہوتی بلکہ اون انڈون کے ساتھہ جنپر مرغی کو بٹہایا جاتا ہے اونٹ کی مینگنیان ڈالدینے سے بھی وہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے اور اسکی بہت سی مثالین ہین جب بدنون مین غذاون کی یہ تاثیر دیکھی جاتی ہے تو اس مین کچھہ شک نہین ہے کہ بھوک کی تاثیر بھی اجسام پر ہوتی ہے کیونکہ تاثیر کرنے یا نکرنے مین دو متضاد چیزین برابر ہوتی ہین بھوک کی تاثیر یہ ہے کہ جو فاسد اور مخلوط فضلے اور رطوبتین جسم اور عقل کو نقصان پہونچاتے ہین اون سے جسم بالکل پاک صاف ہوجاتا ہے اسی طرح غذا بھی بدن کے نشو ونما مین اپنا اثر دکھلاتی ہے ؂

ابن خلدون کا مضمون اسمقام پر تمام ہوچکا جسکو آب ہوا کی تاثیر کے متعلق اوس نے اپنی کتاب کے تین مقدمون مین بیان کیا ہے۔ اب ہمکو غور کرنا ہے کہ جن امور پر اس مضمون مین بحث کی گئی ہے وہ زمانۂ حال کے خیالات اور علمی مسایل سے کہان تک موافق ہین۔

سب سے پہلی جو بات ابن خلدون نے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ کرۂ زمین کے جنوب مین شدت کی گرمی اور شمال مین شدت کی سردی ہے حالانکہ آجکل کا طالب علم جو جغرافیہ کا مبتدی ہو وہ بھی اس بات کو غلط بتائیگا اور بیان کریگا کہ کرۂ زمین کے دونون قطبون پر یعنی اوسکے شمال اور جنوب دونون طرفون مین شدت کی سردی ہوتی ہے اور گرمی کی شدت خط استوا پر یا اوسکے شمال اور جنوب مین منطقۂ حارہ مین محدود ہے۔ ابن خلدون کا یہ قول بھی کہ کرۂ زمین کے وسط مین جو حصہ ہے وہ نہایت معتدل اور نہایت آباد ہے۔ زمانۂ حال کے جغرافیہ کی رو سے تسلیم نہین کیا جائیگا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابن خلدون کے زمانہ تک دنیا کا جسقدر حصہ قدما کو معلوم تہا اوسکے لحاظ سے علامۂ موصوف کا یہ بیان بالکل درست ہے۔ زمانۂ قدیم مین دنیا کا صرف وہ حصہ معلوم تہا جو خط استوا سے لیکر منتہائے شمال تک چلا گیا ہے اور خط استوا سے نیچے کی طرف نوع انسان کی آبادی کا اونکو بالکل علم نہ تہا اور نہ کبھی اونکو جنوبی سرزمین مین تحقیقات کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ غالباً اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ گرمی شمال کی سمت سے بتدریج بڑہتے بڑہتے خط استوا کے محاذات مین پہونچکر شدت کے انتہائی مرتبہ مین پہنچ گئی ہے اس لیے قدما نے خیال کیا کہ اسی تناسب کے ساتھہ جنوبی سمت مین بھی گرمی کی شدت ترقی کرتی چلی گئی ہے۔ پس خط استوا کے نیچے انسان کا پیدا ہونا اور زندہ رہنا محالات سے ہے۔ اس غلط خیال نے اونکو دہوکے مین ڈالکر جنوبی سرزمین کی تحقیقات اور جستجو سے باز رکہا اور اونکی تمام ہمتین صدیون تک دنیائے معلوم کے حالات اور کیفیات کی تحقیق

آب وہوا کا اثر اخلاق اور معاشرت پر

اور تفتیش مین مصروف رہین انھون نے دنیاے معلوم کو جو خط استواسے منتہاے شمال تک تھی سات حصون مین تقسیم کرکے ہرایک حصہ کو اقلیم کے نام سے موسوم کیا۔ یہ تقسیم اون فرضی خطوط کے ذریعہ سے کی گئی جو خط استوا سے لیکر اوسکے متوازی برابر فاصلہ پر شمال تک فرض کیے گیے تھے اسلیے رقبہ کے اعتبار سے اقلیمین اوپر کیطرف درجہ بدرجہ کم ہوتی جاتی ہین حتی کہ ساتوین اقلیم کا رقبہ بہت ہی کم رہجاتا ہے۔

کرۂ زمین کی قدیم جغرافی تقسیم کو اگر زمانۂ حال کی تقسیم کے ساتھہ تطبیق دیجاے تو ساتوین اور چھٹی اقلیم اور پانچوین اقلیم کا کچھہ حصہ منطقۂ باردۂ شمالیہ مین واقع ہوتا ہے اور پہلی اور دوسری اقلیم اور تیسری اقلیم کا کچھہ حصہ منطقۂ حارہ مین واقع ہوتا ہے اور چوتھی اقلیم اور تیسری اور پانچوین اقلیم کا کچھہ کچھہ حصہ منطقۂ معتدلہ مین رہجاتا ہے۔ غرضکہ ساتوین اقلیم جسطرح سردی کے انتہائی مرتبہ مین ہے اسی طرح پہلی اقلیم گرمی کے آخری درجہ مین واقع ہے۔ اس اعتبار سے علامۂ موصوف کا یہ بیان کہ کرۂ زمین کے جنوب مین شدت کی گرمی اور شمال مین شدت کی سردی ہوتی ہے اور یہ گرمی سردی بتدریج کم ہوتے ہوتے وسط مین اعتدال کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے بالکل ٹھیک اور نہایت درست ہے۔ اور اسی اعتبار سے چوتھی اقلیم تمام اقالیم کی نسبت زیادہ تر معتدل ہے کیونکہ وہ منطقۂ معتدلہ کے بالکل وسط مین واقع ہے اور اسی لحاظ سے پانچوین اور تیسری اقلیمین بھی اعتدال کے قریب ہین اسلیے کہ اونکے کچھہ کچھہ حصے منطقۂ معتدلہ مین واقع ہین۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ مین تیسری چوتھی اور پانچوین اقلیم کے

ممالک جسطرح تمدن اور شایستگی کے مرکز تھے اسیطرح مذہب اور پیغمبری کے لحاظ سے بھی باقی ممالک کی نسبت ممتاز تھے اسلیے وہ معتدل مانے گیے اور چوتھی اقلیم مین خاصکر عراق اور شام زیادہ تر معتدل تسلیم کیے گیے ہین۔ اس خصوصیت کی وجہ غالباً یہ معلوم ہوتی ہے کہ عراق اور شام سالہاسال تک امویہ اور عباسیہ خلافتون کے مرکز رہے ہین جو اپنے زمانے کی تمام سلطنتون مین تمدن اور شایستگی کی معیار مانی جاتی تہین علاوہ ازین شام کے ملک مین بیشمار پیغمبر پیدا ہوے۔ ان وجوہ سے کہا گیا کہ عراق اور شام چوتھی اقلیم کے باقی ممالک کی نسبت زیادہ تر معتدل ہین۔

علامۂ ابن خلدون کا دعوی ہے کہ چوتھی اقلیم زیادہ معتدل اور آباد ہے اور تیسری اور پانچوین اقلیمین اعتدال کے قریب ہین اسلیے اون کے علوم وفنون لباس خوراک حیوانات ونباتات اور تمام قدرتی چیزین خصوصیت کے ساتھہ معتدل ہین۔ اور اونکے باشندے جسم، رنگ، اخلاق اور مذہب کے لحاظ سے تمام اقالیم کے باشندون کی نسبت زیادہ تر معتدل المزاج ہین،، اور اسکا باعث آب وہوا کی تاثیر کو قرار دیتا ہے زمانہ حال کے علماے تمدن نے آب وہوا کی تاثیر کے علاوہ اسکے اور بھی اسباب قرار دیئے ہین اور اگر غور سے دیکھا جاے تو ابن خلدون نے بھی محض آب وہوا کو تمدن کی ترقی کا باعث نہین ٹھیرایا ہے چنانچہ اوس نے یمن کے تمدن کی نسبت جو باوجود معتدل اقلیم مین نہ ہونے کے اعتدال کے ساتھہ موصوف ہے دیگر مقامی اسباب بھی بیان کیے ہین پس اگرچہ ابن خلدون دیگر اسباب کی تفصیل اسقدر نہین کرسکا جسقدر زمانہ حال کے علماے تمدن نے کی ہے مگر زمانہ حال کے علماے تمدن کی راے اور

ابن خلدون کی راے کا نتیجہ بالکل ایک ہے کیونکہ جن معتدل ممالک پر ابن خلدون نے متوازی خطوط کھینچے ہین اور جو اسکے نزدیک تمدن کے مرکز ہین وہ حسب ذیل ہین۔ اندلس۔ روم یونان۔ شمالی افریقہ۔ مصر۔ شام۔ عراق۔ عرب کا بالائی حصہ ایران۔ ہندوستان شمالی۔ چین وغیرہ ان ممالک کی تاریخ خاصکر جہان مسلمانون نے حکومت کی ابن خلدون کو بالتفصیل معلوم تھی اور انہین ملکون کی تاریخ سے جو استقرا اوس نے کیا اوس سے یہ اصول قایم ہوگیا کہ جو ملک ان معتدل حدود کے درمیان ہے وہ تمدن کا مرکز ہے یا ہونا چاہئے۔ ابخیال کرو اون ملکون کو جنکی تاریخ اوس زمانہ مین ابن خلدون کو معلوم نہ تھی کیونکہ عربی زبان مین غیر ملکون اور قومون کی تاریخ کا سرمایہ فراہم نہین ہوا تھا اور وہ عربی زبان کے سوا کسی اور ملک کی زبان سے واقف نہ تھا۔ ایسے ملکون پر بھی ابن خلدون کا اصول بالکل صادق آتا ہے اور وہ ملک یہ ہین۔ اٹلی۔ جرمن فرانس۔ آسٹریا۔ جاپان۔ شمالی امریکہ (اضلاع متحدہ) یہ تمام ملک اگرچہ اوس زمانے مین مہذب اور متمدن نہ تھے بلکہ بعض ممالک اُسوقت تک معلوم بھی نہوے تھے لیکن تاہم ابن خلدون کا قایم کیا ہوا اصول اُن پر بھی بالکل صادق آتا ہے اس لیے ہم کہسکتے ہین کہ اگرچہ ابن خلدون اور زمانۂ حال کے علماے تمدن کے اصولون مین کسیقدر فرق ہے لیکن اونکے نتیجہ مین اسوقت تک بالکل فرق نہین آیا۔ کیونکہ اوسکے اصول کے موافق جو ملک معتدل اقلیم یا اوسکے قرب وجوار مین واقع ہین وہ کسی نہ کسی زمانے مین مہذب اور متمدن شمار کیے گیے ہین یا آیندہ کبھی نہ کبھی اُن مین تہذیب وشایستگی طلوع کریگی اسکے سوا دنیا کے تمام ممالک۔ حتی کہ منطقۂ معتدلہ جنوبیہ کے ملک بھی نہ کسی زمانے مین مہذب اور شایستہ ہوے نہ اب ہین۔ ان وجوہ پر غور کرنے سے سخت حیرت اور استعجاب پیدا ہوتا ہے کہ ابن خلدون جو ایسے زمانے مین پیدا ہوا جو مسلمانون کی حکومت اور لٹریچر کے انحطاط کا زمانہ تھا۔ نہ اوس وقت دنیا کی معلومات کا دائرہ وسیع تھا اور نہ واقعات کو سائینس کی کسوٹی پر کسنے کا دستور تھا ایسا جامع مانع اصول قایم کرگیا جو باوجود بیشمار تبدیلیون کے آج تک صحیح ہے اور جو بلحاظ اپنی صحت کے علماے تمدن کے اون اصولون سے ٹکراتا ہے جو سائنس اور دیگر علوم فنون کی بے انتہا ترقیون کے زمانے مین قایم ہوے ہین۔

علماء انساب نے جو حبشیون اور سودانیون کے سیاہ فام ہونے کے وجوہات بیان کیے ہین کہ وہ حضرت نوح کے بیٹے حام کی نسل مین ہین اور اونکے سیاہ رنگ کی خصوصیت اوس دعا کے اثر سے ہے جو حضرت نوح علیہ السلام نے حام کے حق مین کی تھی علامہ ابن خلدون اپنی کتاب کے تیسرے مقدمہ مین انکو نقل کرکے نہایت پرزور اور قطعی دلائل کے ساتھہ اس خیال کی تردید کرتا ہے۔ درحقیقت علامۂ موصوف کی یہ راے بھی قابل قدر ہے اور ہمارے قوم کے مورخین مین وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے جھوٹے قصون اور باطل اوہام کو چھوڑکر قدرتی واقعات کے اصلی اسباب دریافت کرنے کی بنیاد ڈالی ورنہ اسوقت تک ہمارے مورخ واقعات کی تعلیل مین لغو قصون اور جھوٹی کہانیون اور بیہودہ خرافات کے نقل کردینے کے سوا اصلی اسباب کی تلاش کے بالکل عادی نہ تھے۔

اسکے بعد علامۂ ابن خلدون نے چوتھے مقدمہ مین گرمی سردی کی مختلف اور متضاد تاثیرات کو بیان کیا ہے اور

حبشیون کی کم عقلی چھچھورا پن، ناچ رنگ کا چہل کودنا عاقبت اندیشی کا سبب گرمی کو قرار دیا ہے اور طبی اصول سے اسکو ثابت کیا ہے اور اسکی برخلاف فاس کے رہنے والون کی تفکر اور دوراندیشی کو اوس ملک کی سردی کی طرف منسوب کیا ہے غرضکہ اس بیان مین اوس نے واقعات کی تعلیل سائینس سے کی ہے اور مسائل طبیہ سے اپنے کلام کو مدلل کیا ہے جس کا غالباً اسوقت تک مورخون مین رواج نہ تھا۔

اسکے بعد علامہ ابن خلدون اپنی کتاب کے پانچوین مقدمہ مین معتدل اقالیم کے ممالک کو سرسبزی اور شادابی اور غلے کی پیداوار کے لحاظ سے دو قسمون مین منقسم کرتا ہے اور اونکے باشندون کے جسمون، صورتون، شکلون، اخلاق، عادات، معتقدات و دیگر حالات مین اُن ملکون کی مختلف آب وہوا کی تاثیرات کا بیان وضاحت کے ساتھہ کرتا ہے اور اس ضمن مین وہ بھوک اور سیری کی متضاد تاثیرون کو بیان کرتے ہوئے اطبا کے قول پر اعتراض کرتا ہے جو بھوک کو مہلک خیال کرتے ہین۔ علامۂ موصوف نے اس مقام پر لکہا ہے کہ بھوک صرف اوسی حالت مین مہلک تسلیم کیجا سکتی ہے کہ یک لخت نفس کو اوسپہ مجبور کیا جاوے اور ایکدم سے غذا بالکل ترک کردی جاوے لیکن اگر رفتہ رفتہ کم کر کے غذا کو بالکل ترک کیا جاوے جیسا کہ عابد و زاہد لوگ کرتے ہین تو ہلاکت کی نوبت نہین آتی۔ اپنے اس قول کے ثبوت مین اوس نے چند اشخاص کی حالت اپنی چشم دید بیان کی ہے کہ انہون نے چالیس دن تک مطلق کچھہ نہین کھایا تھا۔ اسکے علاوہ جزیرۃ الخضرا اور رُندہ کی رہنے والی دو عورتون کا حال لکھا ہے جو سلطان ابو الحسن کے دربار مین پیش کی گئی تھین جنہون نے کئی برس سے کچھہ نہ کھایا تھا۔ مگر ہم ابن خلدون سے اسباب مین اختلاف کرتے ہین۔ چالیس دن تک غذا نہ کھانا اور زندہ رہنا اگرچہ غیر معمولی بات ہو مگر ایسا امر نہین ہے جو کبھی واقع نہ ہوا ہو یا واقع نہ ہوتا ہو بلکہ ہم نے اپنی آنکھہ سے ایسے اشخاص بھی دیکھے ہین جنہون نے پچاس ساٹھہ دن تک غذا نہین کھائی اور جو نہایت ضعف اور نقاہت اور تعطل کی حالت مین اس عرصہ تک زندہ رہے۔ مگر یہ واقعہ کہ کئی برس تک غذا ترک کر کے اگرچہ وہ بتدریج ہی کیون نہ ہو انسان زندہ رہ سکتا ہے کسی طرح تسلیم کرنے کے قابل نہین ہے اور اسکے برخلاف بیشمار طبی شہادتین موجود ہین۔

اخیر مین ہم یہ بات کہنے سے باز نہین رہ سکتے کہ اگرچہ ابن خلدون نے ایسا زمانہ پایا جبکہ طب کے سوا کوئی سائنس قابل اعتماد نہین تھا جس پر تاریخ کو منطبق کیا جاتا مگر چند مسامحتون اور فروگذاشتون کے سوا اُس کا کوئی مضمون اور کوئی خیال ایسا نہین ہے جسکو اس علمی زمانہ مین تسلیم کرنا دشوار ہو۔ جزئیات مضمون سے بھی قطع نظر کرو اور اس عنوان پر غور کرو جو اُس نے اس مضمون کا لکھا ہے۔ اور اُس اصول پر غور کرو جو اُس نے اس عنوان کے تحت مین بیان کیا ہے۔ یہ عنوان اور یہ اصول ایک مورخ کے ذہن مین گذرنا اور اُسپر علمی بحث کرنا گو اس زمانہ کی عجائبات مین سے نہ ہو مگر ابن خلدون کے زمانہ کے لحاظ سے ضرور تعجب خیز ہے۔ دونون زمانون مین فرق یہ ہے کہ ابن خلدون جیسا شخص اگر اپنے زمانہ کو موجودہ زمانہ سے بدل سکتا اور اس زمانہ کے علوم و فنون سے تمتع پا سکتا تو وہ آجکل بکل یا گیزو یا ڈریپر یا کسی اور نام سے پکارا جاتا۔ نہ ابن خلدون کے نام سے۔ پس بہ نسبت اسکے کہ ہم اس مضمون کو

گہری نکتہ چینی کی نظر سے دیکھین بھی لازم ہے کہ ہم اسکو خوشی اور حیرت سے مطالعہ کرین - فقط

(رشید احمد سالم)

ابن جبیر اور اُسکا سفر نامہ

(سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو رسالہ نمبر ۲ جلد ا صفحہ ۴۳)

حجاز کے بدو جس طرح آجکل حاجیون کو لوٹتے اور ستاتے ہین اور اُنکے برخلاف کوئی حکومت چون و چرا نہین کرسکتی بلکہ اُنکی بی اعتدالیون اور دست درازیون کو ادب اور تحمل کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ابن جبیر کے زمانہ مین بھی اُن کا یہی حال تھا - ابن جبیر نے لکھا ہے کہ حجاز کے اکثر باشندے مختلف گروہون اور فرقون کے ہین - ایک فرقہ کا مذہب دوسرے فرقہ کے مذہب سے نہین ملتا مگر درحقیقت اُن کا دین و مذہب کچھہ بھی نہین ہے - وہ حاجیون کے ساتھہ جو سلوک کرتے ہین کوئی مسلمان مذہب اسلام کی رو سے غیر مذہب والون کے ساتھہ نہین کرسکتا - وہ اُنکو اپنی آمدنی کا ذریعہ سمجھکر بیدریغ لوٹتے ہین - حاجی جب تک اپنے وطن کو واپس آئین اُن سے طرح طرح کے تاوان اور محصول لیے جاتے ہین - اگر ان اطراف مین سلطان صلاح الدین کا وجود نہ ہوتا تو مسلمانون کو وہ وہ ظلم برداشت کرنے پڑتے جنکی کوئی حد نہین تھی - سلطان نے حاجیون پر سے تمام ٹیکس اُٹھا دئے ہین اور مکہ کے لیے جو آجکل مکہ کا امیر ہے (۲۰۰۰) دینار[1] اور (۲۰۰۰) اردب[1] غلہ مقرر کردیا ہے

اگر اس وظیفہ کے پہونچنے مین دیر ہوتی ہے تو یہ امیر حاجیون کو ڈراتا اور دھمکاتا ہے - جب ہم جدہ مین تھے تو اُسکا یہ حکم حاجیون کے پاس پہونچا تھا کہ تمام حاجی آپس مین ایک دوسرے کے ضامن ہوجائین اور حرم شریف مین داخل ہون - اگر سلطان کی طرف سے وظیفہ پہونچ گیا تو خیر ورنہ کُل روپیہ حاجیون سے وصول کیا جائیگا - یہ الفاظ ہین جو امیر کے مُنہ سے نکلے سُبحان اللہ کیا خدا کی شان ہے - گویا کہ وہ بیت اللہ کو اپنی میراث سمجھتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کرایہ پر دیتا ہے - اگر اس زمانہ مین سلطان صلاح الدین ملک شام مین یورپ کے عیسائیون کے ساتھہ جہاد کرنے مین مشغول نہ ہوتا تو یہ الفاظ اُسکی زبان سے نہ نکلتے - فی الحقیقت حجاز تمام ملکون سے زیادہ اس بات کا مستحق ہے کہ تلوار اُسکو پاک صاف کرے اور خدا کی راہ مین خون بہا کر اوسی لال لال پانی سے اُسکی نجاستون اور ناپاکیون کو دھویا جائے کیونکہ حجاز کے باشندون (بدو) نے اسلام کی زنجیر کو توڑ ڈالا ہے - وہ اُن مسلمانون کی جان اور مال کو حلال سمجھتے ہین جو صدہا کوس سے کعبہ کی زیارت کو آتے ہین - اندلس کے جو علما فتویٰ دیتے ہین کہ اس صورت مین حج کا فرض مسلمانون سے ساقط ہوجاتا ہے اُن کا فتویٰ نہایت صحیح اور درست ہے کیونکہ حاجیون پر وہ ظلم و ستم ہوتا ہے جس پر خدا راضی نہین ہے - ایسی خطرناک حالت مین جو مسلمان حج کا ارادہ کرے وہ اپنے تئین خطرہ مین ڈالتا ہے اور حج کی اجازت امن و امان کے زمانہ مین دی گئی ہے -

[1] دینار پانچ روپیہ کے برابر ہوتا ہے - اردب ایک پیمانہ ہے جو وزن مین ایک من چوبیس سیر کا ہوتا ہے - اس حساب سے کل رقم (۱۰۰۰۰) روپیہ اور کل غلہ (۳۲۰۰۰) من کے برابر ہوتا ہے - یہ حساب اہل حجاز کے پیمانہ کے موافق ہے - عراق مین اردب دو من ۱۶ سیر کا ہوتا ہے جسکی رو سے کل غلہ (۴۸۰۰) من ہوتا ہے - اسکے علاوہ سلطان نے امیر مکہ کو مصر اور یمن مین کئی جاگیرین دی تھین جنکی آمدنی ہر سال مکہ مین پہونچتی تھی -

آجکل بیت اللہ اُن لوگون کے ہاتھ مین ہے جو اسکو اپنی جاگیر سمجھتے ہین اور حرام روزی پر بسر کرتے ہین۔ اُنھون نے بیت اللہ کو اپنی آمدنی کا ذریعہ ٹھیرایا ہے اور وہ حاجیون سے جبراً طرح طرح کے تاوان اور محصول لیتے ہین اور اُنکی ذلت اور حقارت مین کوئی دقیقہ باقی نہین چھوڑتے۔ کاش ان تمام ظالمانہ بدعتون کو موحدین کی تلوارین ملیا میٹ کردین۔ موحدین مذہب اسلام کے حامی۔ خدا کے حرم کو دشمنون سے محفوظ رکھنے والے۔ دین الٰہی کی آواز کو بلند کرنے والے۔ نہایت راستباز اور نہایت غیرتمند ہین۔ ہر ایک مسلمان کو یقین کرلینا چاہیئے کہ اسلام بلاد مغرب کے سوا کہین نہین ہے کیونکہ مغرب کے باشندے نہایت روشن اور معتدل طریقہ پر ہین۔ اگر اُن سے قطع نظر کی جاے تو مشرقی ملکون مین بدعتون، گمراہیون اور فرقہ پرستیون کے سوا کچھہ نہین ہے۔ موحدین کے سوا اور لوگون مین نہ انصاف ہے، نہ حق ہے، نہ دینداری ہے۔ موحدین سب سے اخیر عادل امام ہین۔ اُنکے سوا اس زمانہ کے تمام حکام مذہب اسلام کے برخلاف مسلمان سوداگرون سے ذمیون کی طرح عُشر لیتے ہین اور حیلہ اور فریب سے اُنکا مال لوٹتے ہین اور اُن پر وہ وہ ظلم کرتے ہین جو کبھی نہین سُنے گئے سلطان صلاح الدین اِن ملکون مین ایک مستثنیٰ فرمانروا ہے جو عدل و انصاف کا حامی ہے اور جسکی خوبیان اس سفرنامہ مین بار بار بیان ہوچکی ہین۔ کاش اُسکو ایسے ہی حق پرست عمال بھی ہاتھہ آتے جیسا کہ وہ خود ہے"

جو الفاظ ابن جبیر نے حجاز اور اہل حجاز کی نسبت لکھے وہ شاید بعض لوگون کو ناگوار ہونگے مگر خیال کرو اُس پرجوش مذہبی فیلنگ کو جو بیشمار غریب الوطن مسلمانون کو ہزارون کوس سے کھینچکر بیت اللہ مین لیجاتی ہے۔ ہر مسلمان جو اسلام پر چلتا ہے یقین رکھتا ہے ہر نماز کے بعد دعا کرتا ہے کہ ساری عمر مین کم سے کم ایک دفعہ بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہو۔ کعبہ کا طواف کرے۔ حجر اسود کو بوسہ دے۔ زمزم کے پانی سے اپنا حلق تر کرے۔ اُن مقامات کو دیکھکر اپنا ایمان تازہ کرے جہان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا وعظ کیا، جہان اسلام کی روشنی طلوع ہوئی اور جہان سے اُنھون نے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی۔ پھر کعبۃ اللہ کے حج سے فارغ ہوکر دوسرے کعبہ کا احرام باندھے یعنی روضۂ مبارک کی زیارت سے اپنے مذہبی جذبات کو زندہ کرے۔ اُسکی سب سے اخیر اور سب سے بڑی آرزو یہ ہوتی ہے اگر خدا موت دے تو مدینہ مین اور اُسکی ہڈیان بھی وہین دفن ہون۔ جب مسلمان حج کے ارادہ سے جہاز پر سوار ہوتے ہین تو اونکا دل ہزارون اُمنگون سے اور اُنکا سینہ بے انتہا جوش و خروش سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ یہ بھی پروا نہین کرتے کہ اُنکے ساتھہ کافی زادراہ ہے یا نہین۔ سمندر مین طوفان پر طوفان آتے ہین۔ مگر اُنکے دلی جوش کو نہین دبا سکتے۔ لیکن جب خدا خدا کرکے وہ عرب کی سرزمین پر قدم رکھتے ہین تو وہ دیکھتے ہین کہ قدم قدم پر بدوون کا پہرہ ہے جنکو نہ ان غریب الوطن مسلمانون کے ننگ و ناموس کی پروا ہے، نہ خدا اور رسول کا ڈر ہے۔ ہر ایک بدو مال کا دشمن۔ خون کا پیاسا دکھائی دیتا ہے کسی کے دل مین نہ مروت ہے، نہ آنکھون مین حیا۔ خیال کرو اُس وقت ہر مسلمان کے دل پر کیا گزرتی ہے اور وہ کسقدر رنج اور کسقدر مایوسی سے گھر جاتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ ہزارون کوس کے سفر مین جو امیدین اور اُمنگین اُسکے دل مین موجزن رہی ہین اب اُن کا اس سے پہلے ہی خاتمہ ہوا چاہتا ہے کہ وہ کعبکی ہم یا رسول اللہ

کے روضۂ مبارک کی زیارت سے مشرف ہو- اس مین کچھ شک نہین کہ اُس وقت سب سے پہلا خیال جو ہر مسلمان کے دل مین پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کاش خدا کی زمین ان سرکشون اور سنگدلون سے پاک ہوجائے جو خدا اور خدا کے بندون کے درمیان حایل ہین- جنکے سبب سے خدا کا فرض جو بندون کی گردن پر ہے ساقط ہوجاتا ہے جو رسول کی امت کو رسول کے آستانہ تک پہونچنے نہین دیتے جو انکی تمام عمر کی آرزوون اور اُمیدون کو خاک مین ملا دیتے ہین- یہی خیال تھا جس نے ابن جبیر کے مُنہ سے یہ الفاظ نکلوائے اور اُسکے دل کو پاش پاش کیا اسکے ساتھ بہت سے مسلمان اندلس اور مراکو کے تھے جو حج کے ارادہ سے نکلے تھے اور جن مین سے اکثر کے پاس زاد راہ کے سوا کچھ نہین تھا- اسکندریہ- قوص- اخمیم- منیۃ الخصیب عیذاب اور جدہ مین جو تشدد اُن کے ساتھ ہوا اور جس بیدردی اور سنگدلی اور بیمروتی سے اُن سے جبراً محصول لیا گیا جو زکوٰۃ کے بہانہ سے تھا اور جو تفتیش اور باز پرس حکام کے سامنے کی گئی اور جو ذلت اور تحقیر عام طور پر اُن بیکس اور غریب مسلمانون کی ہوئی ان تمام واقعات نے ابن جبیر کے دل پر گہرا اثر کیا تھا اور انہین واقعات کے سبب سے وہ یہ عام الفاظ لکھنے پر مجبور ہوا کہ لا اسلام الا ببلاد المغرب لانہم علی جادۃ واضحۃ لا عوج لہا الا عند الموحدین حجاز اور اہل حجاز کی نسبت خصوصیت کے ساتھ جو رائے اس نے قایم کی اسکا باعث وہی مذہبی پر جوش خیال تھا جس کا ہم اشارہ کر چکے ہین- علاوہ ازین ابن جبیر کا حدیث اور فقہ مین جو بلند پایہ تھا اُسکے سبب سے اُسکا فرض تھا کہ وہ حق بات کو نہایت آزادی سے بلا خوف لومۃ لایم بیان کرے گو کہ اُس سے عوام مین کیسی ہی ناراضی پھیلتی ہو- بیباکی اور آزادی کے ساتھ حق گوئی کرنا علمائے اسلام کا خاص جوہر تھا جو اس زمانہ کے علما مین نہین رہا

جس وقت ابن جبیر مکہ مین پہونچا تو اس نے دیکھا کہ ہر مغرب کی نماز کے بعد موذن زمزم کی چھت پر چڑھتا ہے اور سب سے پہلے عباسی خلیفہ الناصر لدین اللہ کے لیے پھر مکثر امیر مکہ کے لیے پھر سلطان صلاح الدین کے لیے دعا کرتا ہے- سلطان کا نام لیتے ہی ہر طرف سے آمین کی صدا بلند ہوتی ہے- سلطان کے بعد یمن کے گورنرون کے لیے جو سلطان کی طرف سے مقرر ہو کر آتے ہین- پھر تمام مسلمانون حاجیون اور مسافرون کے لیے دعا کرتا ہے- ابن جبیر نے مکہ کے حالات اسقدر تفصیل سے لکھے ہین کہ اُنمین سے کچھ انتخاب کرنا اس مضمون کو طول دینا ہے مگر ایک بات قابل ذکر ہے- اُس نے لکھا ہے کہ قبۂ عباسیہ مین جو کتب خانہ ہے اس مین ایک لمبا چوڑا صندوق ہے اُس مین ایک قدیم نسخہ قرآن مجید کا ہے جو کاتب وحی زید ابن ثابت کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اٹھارہ برس بعد لکھا گیا ہے اُسکے بہت سے ورق گم ہوگئے ہین- جو ورق باقی رہگئے ہین اُنکو نہایت احتیاط سے لکڑی کی دفتیون کے درمیان رکھا ہے- اور کنارون پر پیتل کے قفل جڑ دیئے گئے ہین- ہم نے اُسکی زیارت کی نہایت ادب سے اسکو بوسہ دیا- مکہ کے باشندے قحط یا مصیبت کے زمانہ مین اُسکو نکالتے ہین اور اُسکے گرد جمع ہوکر روتے اور دعا مانگتے ہین- ابن جبیر نے مدینہ مین پہونچکر مسجد نبوی مین بھی ایک نسخہ مصحف عثمانی کا دیکھا تھا جو اُن چار صحفون مین سے ایک تھا جنکو حضرت عثمان نے اطراف ملک مین بھیجا تھا- اور جو نہایت احتیاط سے مقفل رکھا ہوا تھا-

حلہ مین پہونچکر ابن جبیر لکھتا ہے کہ یہ قدیم وضع کا شہر دریائے فرات کے کنارہ پر آباد ہے - اسمین نہایت شاندار اور پُر رونق بازار ہین شہر کے اندر اور باہر کھجورون کے بیشمار جھنڈ ہین - دریا پر کشتیون کا ایک عظیم الشان پل ہے جو لوہے کی موٹی موٹی زنجیرون سے وابستہ ہین - یہ پل خلیفہ کے حکم سے حاجیون کے لیے بنایا گیا ہے جو اس سے پہلے کشتیون مین بیٹھکر دریا سے پار ہوتے تھے - حلہ سے بغداد تک دریا کے دونون طرف آبادی ہے - اسکے دائین اور بائین طرف نہایت وسیع اور دلکشا سبزہ زار ہین جن مین فرات کی شاخین لہراتی ہوئی نکل گئی ہین - اور جہان تک نظر کام کرتی ہے انسان اس منظر کو دیکھکر عالم نشاط مین ڈوب جاتا ہے حلہ سے چلکر ہم قنطرہ مین پہونچے جو دریائے فرات کی ایک نہر پر واقع ہے - یہ نہایت سرسبز و شاداب ہے - اس مین ہر طرف پانی کی جدولین بہتی ہین اور میوے کے درخت جھوم رہے ہین اس سے آگے بڑھے تو زریران مین پہونچے جو منظر کی لطافت، سبزہ زارون کی وسعت - باغون کی کثرت کے لحاظ سے تمام دنیا کے قریون سے زیادہ شاندار اور خوشنما ہے - اُسکی خوشنمائی اور خوبصورتی کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا کہ اسکے مشرق مین دجلہ بہتا ہے اور مغرب مین فرات - دونون کے درمیان پہلو بہ پہلو ہری بھری کھیتیان - آباد قریے - وسیع اور سرسبز میدان ہین - زریران کی مشرق مین ایوان کسری ہے اس سے آگے مداین کے کھنڈر ہین - ہم نے ایوان کی بلند عمارت ایک میل کے فاصلہ سے دیکھی جسکے بعض حصے ابتک باقی ہین اور جو دور سے نہایت سفید اور درخشان معلوم ہوتے ہین - اسکے بعد ابن جبیر لکھتا ہے کہ ہم نے سُنا تھا کہ بغداد کی ہوا انسان کے دل مین سرور پیدا کرتی ہے اور خوشی کے جذبات کو اکساتی اور زندہ کرتی ہے - وہان ہر شخص بیفکری اور زندہ دلی سے اچھلتا اور کودتا نظر آتا ہے اگرچہ وہ کیسا ہی غریب الوطن ہو - ہم ابھی زریران ہی مین تھے جو بغداد سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے کہ اسکی ہوا کھانے اور اسکا پانی پینے سے باوجود مسافری کی غربت کے ہمارے دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی - خوشی خود بخود فوارہ کی طرح دل مین جوش مارنے لگی - دوستون کے جلسے اور جوانی کے ہنگامے سب یاد آگیے جب اس شہر کی آب و ہوا سے مسافرون اور غریب الوطنون کا یہ حال ہوتا ہے تو یہان کے باشندون کا کیا حال ہوگا جو دور دراز ملکون سے چلکر اپنے وطن کو واپس آتے اور دوستون اور عزیزون سے ملتے ہین -

بغداد کے باشندون کی نسبت ابن جبیر لکھتا ہے کہ یہان کے رہنے والے عام طور پر جھوٹی تواضع اور غرور مین مبتلا ہین - اجنبی ملک کے باشندون کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین - ادنی درجہ کے لوگون کے ساتھ ناک بھون چڑھا کر بات کرتے ہین - اپنے سوا اورون کا ذکر سنکر خفا ہوتے ہین ہر شخص یہی خیال کرتا ہے کہ اسکے شہر کے مقابلہ مین تمام دنیا پست ہے وہ اپنے شہر کے سوا کسی شہر کو اچھا نہین سمجھتے گویا اُنکے نزدیک خدا کی زمین پر نہ اُنکے سوا کوئی مخلوق ہے نہ انکے شہر کے سوا کوئی شہر ہے - اُنکی چال بھی غرور کی چال ہے اکثر لوگ اُدھار پر گذارہ کرتے ہین - سودا بیچنے والے عام طور پر سودا کم تولتے ہین اور اسکو عیب نہین سمجھتے شاید سورۂ تطفیف اُنھی کی شان مین نازل ہوئی ہے یا یہ لوگ حضرت شعیب کی امت کی یادگار ہین - اُن پر خدا کی یہ رحمت ضرور ہے

کہ بغداد مین نہایت مشہور محدث اور فقیہ اور فصیح البیان
واعظ موجود ہین جو ہمیشہ وعظ و نصیحت کرتے ہین اور اُنکے
دلون کو نرماتے اور اُنکو اُنکے افعال پر شرماتے ہین۔ شاید یہی
سبب ہے کہ خدا اُنکے گناہون سے درگذر کرتا اور اُنکی بدکاریون
سے چشم پوشی کرتا ہے اور اُن کے ملک پر کوئی بلا نازل
نہین ہوتی۔ یہان وعظ کا عجیب طریقہ ہے سب سے پہلے
ہم وعظ کی جس مجلس مین شریک ہوے وہ مدرسۂ نظامیہ
مین جمعہ کے روز نماز عصر کے بعد منعقد ہوئی تھی شیخ امام رضی الدین
قزوینی جو گروہ شافعیہ کے پیشوا خیال کیے جاتے ہین اور
جو مدرسۂ نظامیہ مین درس دیتے ہین منبر پر چڑھے ہے۔ اُنکے
سامنے چند کرسیان بچھی تھین اُن پر قاریون نے بیٹھکر قرآن
مجید کی آیتین ایک ساتھ ملکر نہایت خوش الحانی سے پڑھین
قرارت کے تمام ہونے کے بعد امام نے نہایت وقار اور متانت
سے وعظ کہنا شروع کیا اور حدیث اور تفسیر کے بہت سے
نکات بیان کیے۔ اثنائے وعظ مین لوگون نے کاغذ کے
پرچون پر سوالات لکھکر اُنکی طرف پھینکے۔ اُنہون نے تمام
پرچون کو سمیٹ کر ہاتھ مین لیا اور نمبروار ہر ایک سوال کا جواب
دیتا اور اُس پرچہ کو جسپر وہ سوال لکھا ہوا تھا نیچے ڈالنا شروع
کیا۔ یہان تک کہ شام ہو گئی اور مجلس تمام ہوئی۔

شنبہ کے روز ہم امام جمال الدین بن علی الجوزی کی
مجلس وعظ مین شریک ہوئے جو دجلہ کے مشرقی ساحل پر
شاہی محلات کے قریب ہر شنبہ کی صبح کو منعقد ہوتی ہے۔
امام ممدوح حنبلیون کے پیشوا اور نہایت نامور عالم ہین۔ وہ
فن وعظ کے میدان کے شہسوار۔ فصاحت اور بلاغت
مین ممتاز اور نظم و نثر مین قادر الکلام سمجھے جاتے ہین۔ وہ
جب وعظ کے منبر پر بیٹھتے ہین تو اُنکے سامنے بیس سے زیادہ
قاری صف باندھکر کھڑے ہوتے ہین اُن مین سے دو یا تین
قاری قرآن کی ایک آیت کو نہایت خوش الحانی سے پڑھتے
ہین۔ انکے بعد اتنے ہی قاری کسی دوسری آیت کو پڑھکر سناتے ہین
غرضکہ دو دو تین تین قاری ملکر نوبت بنوبت قرآن کی مختلف
سورتون سے آیتین لیکر پڑھتے ہین۔ یہ آیتین عموماً اسقدر
متشابہ اور مختلف مقامات سے لی جاتی ہین کہ اگر کوئی ترتیب
وار اُنکو یاد رکھنا چاہے تو اُن کا یاد رکھنا ناممکن ہے۔ قرارت
کے تمام ہونے کے بعد امام جمال الدین بن جوزی نہایت فصیح
و بلیغ خطبہ پڑھتے ہین اور خطبہ مین ترتیب وار ان تمام آیتون
کے ابتدائی الفاظ کو جو قاریون نے پڑھکر سنائی تھین بطور
اقتباس کے شامل کرتے ہین۔ اس کمال کے ساتھ فی البدیہ
خطبہ پڑھنا در حقیقت نہایت حیرت انگیز ہے۔ خطبہ کے بعد
نہایت پر تاثیر وعظ کرتے ہین جس سے تمام مجلس گرما جاتی ہے
حاضرین مین سے بہت سے لوگ پروانون کی طرح امام صاحب
پر ٹوٹ پڑتے ہین اور اُنکے سامنے گناہون کا اقرار اور توبہ
کا اظہار کرتے ہین۔ امام صاحب اُنکی پیشانی کے بال اپنے ہاتھ
سے کترتے ہین اور اُنکے سر پر ہاتھ رکھکر اُنکے لیے دعا کرتے ہین
وعظ کے اثنا مین سوالات کے پرچے ہر طرف سے برستے ہین
اور وہ ہر پرچہ کا نہایت تیزی سے فوراً جواب دیتے ہین۔ پنجشنبہ
کی صبح کو اُن کا وعظ قصر خلافت مین ہوا جس مین خود خلیفہ
اور خلیفہ کی والدہ اور حرم کی بہت سی بیگمات شریک تھین
اس مجلس مین خاص و عام کو شریک ہونے کی اجازت ہے
اور وہ ہر پنجشنبہ کو شاہی محل مین منعقد ہوا کرتی ہے جب امام
صاحب اس مجلس مین داخل ہوئے تو اُنہون نے آداب

ابن جبیر کا سفرنامہ

مجلس کے لحاظ سے طیلسان سر سے لٹکا وی۔ قاریون نے جو اُنکے سامنے کرسیون پر بیٹھے تھے نہایت خوش الحانی سے قرآن کی آیتین پڑھنی شروع کین یہ کل نو آیتین تھین جو مختلف سورتون سے لی گئی تھین۔ امام صاحب نے قرات کے بعد جو خطبہ شروع کیا اُس مین اقتباس کے طور پر ان آیتون کے ابتدائی الفاظ ترتیب وار شامل تھے سب سے عجیب بات جو اِس فی البدیہ خطبہ مین تھی وہ یہ تھی کہ اُسکے تمام نقرے مسجع تھے جو ایک ہی قافیہ پر تمام ہوتے تھے اور قافیہ اُس آیت کے اخیر لفظ کے موافق تھا جو ترتیب کے لحاظ سے سب سے آخر پڑہی گئی تھی خطبہ کے بعد امام صاحب نے خلیفہ اور خلیفہ کی والدہ کے لیے دعا کی۔ پھر وعظ کہنا شروع کیا اور وعظ مین دوبارہ ترتیب وار اُن آیتون کو شامل کیا جو قاریون نے اُنکے سامنے پڑہی تھین۔ وعظ کے درمیان بعض بعض موقع پر نہایت سوز وگداز سے پُردرد اشعار پڑہتے جاتے تھے۔ اُنکی خوش بیانی اور شعرخوانی سے مجلس کا رنگ بدل گیا بہت سے لوگ زار زار روتے تھے۔ بہت سے بیتاب ہوکر فرش پر لوٹتے تھے۔ اِس سے پہلے ہمارے خیال مین بھی نہین آیا تھا کہ دنیا مین کوئی شخص ایسا خوش بیان اور قادر الکلام ہو سکتا ہے جو لوگون کے دلون پر اسقدر قابو رکھتا ہو۔ ہم اس مجلس کے بعد بغداد مین بہت سے واعظون کے مجلسون مین شریک ہوئے جو اس فن مین عام طور پر مغرب کے واعظون سے زیادہ مہارت رکھتے تھے۔ مکہ اور مدینہ مین بھی ہم نے کئی بار وعظ سنا۔ مگر کوئی واعظ امام جمال الدین علی بن جوزی سے اس فن مین ہمسری کا دعوی نہین کر سکتا۔

بغداد کی نسبت ابن جبیر بیان کرتا ہے کہ وہ دجلہ کے مشرق اور مغرب مین آباد ہے۔ مشرقی شہر کی عمارت جدید ہے۔ مغربی شہر پہلے بہت آباد تھا مگر اب ویران ہو گیا ہے۔ باوجود ویرانی کے اب بھی اُس مین سترہ محلے ہین۔ ہر محلہ وسعت کے لحاظ سے ایک مستقل شہر معلوم ہوتا ہے۔ قرافہ کا محلہ جو سب سے بڑا ہے دجلہ کے کنارہ پر ہے اُس مین بیشمار کشتیان جاری ہین اور رات دن مرد و عورت کا ہجوم رہتا ہے۔ یہان لوگون کی کثرت آمد و رفت کے سبب سے دریا پر دو پل ہین ایک پل قصر خلافت کے قریب اور ایک اُس سے اوپر ہے۔ کشتیون کی آمدورفت بھی کسی وقت بند نہین ہوتی۔ شارع اور باب البصرہ محلون کے درمیان ایک محلہ سوق المارستان کے نام سے مشہور ہے اس مین بغداد کا مشہور شفاخانہ ہے جو دجلہ کے کنارہ پر ہے ہفتہ مین دو روز دوشنبہ اور پنجشنبہ کو شاہی اطبا اُس کا معاینہ کرتے ہین۔ اور بیمارون کا حال دیکھکر جو چیز اُنکے لیے درکار ہو اُسکے تیار کرنے کا حکم دیتے ہین۔ شفاخانہ کے بہت سے ملازم ہین جو اطبا کی ہدایت کے موافق بیمارون کے لیے دوا اور غذا تیار کرتے ہین۔ یہ شفاخانہ ایک عالیشان محل ہے اس مین بہت سے کمرے اور مکانات ہین۔ اور اُن مین شاہی محلات کے تمام ضروری سامان موجود ہین شفاخانہ کے اندر ایک نہر دجلہ سے کاٹ کر لائی گئی ہے۔ شہر کا مشرقی حصہ آجکل دار الخلافہ ہے شاہی محلات اُس کے ایک چوتھائی حصہ پر محیط ہین۔ تمام عباسی شاہزادے انہین محلات مین نظربند ہین اور اُنکے وظیفے مقرر ہین۔ خلیفہ کی ملک مین ان عمارات کا سب سے بڑا حصہ ہے جس مین بلند منظر شاندار محل ہے سبز و شاداب باغات ہین۔ آجکل دربار خلافت مین کوئی وزیر نہین ہے خلیفہ کا ایک خادم ہے جو نایب وزیر

کہلاتا ہے۔ اسکے پاس خلافت کی جاگیرون کا رجسٹر ہے
اُسکے سامنے بہت سی کتابین رکھی رہتی ہین اور وہی احکام
جاری کرتا ہے۔ ایک افسر تمام عباسی محلات پر اور ایک
امین تمام شاہی حرم پر ہے جو نہایت معتبر اور قدیم ملازم ہے
اور جو صاحب مجد الدین کے نام سے مشہور ہے۔ عہدہ کے
لحاظ سے اُس کا لقب اُستاد الدار ہے۔ خلیفہ کے بعد خطبے مین
اُسی کے لیے دعا کی جاتی ہے۔ مجد الدین شاہی حرم کی
حفاظت او نگہبانی اور اپنے فرایض کے پورا کرنے مین رات
دن مصروف رہتا ہے اور بہت کم باہر نکلتا ہے۔ آجکل
حکومت کا جاہ و جلال حبشی خواجہ سراؤن اور غلامون مین
نظر آتا ہے۔ انمین سے ایک کا نام خالص ہے جو تمام فوجون
کا سپہ سالار ہے۔ ہم نے ایکدن اُسکی سواری کا جلوس دیکھا
جو نہایت تجمل سے نکلا تھا۔ اسکے آگے اور پیچھے ترکی اور
دیلمی قومون کے فوجی افسر تھے۔ اُسکے گرد پچاس نوجوان ننگی
تلوارین علم کیے جاتے تھے۔ دجلہ کے کنارہ پر اس نوجوان
سپہ سالار کے بھی محلات ہین۔ خلیفہ کبھی کبھی شکار کے لیے
جنگل مین جاتا ہے اور کبھی کشتی مین بیٹھکر دجلہ کی سیر کرتا ہے
اگرچہ اُسکا جلوس بہت ہی سادہ ہوتا ہے تاکہ لوگ اُسکو
نہ پہچانین مگر اکثر لوگ اُسکو پہچان جاتے ہین وہ اپنی رعایا سے
محبت رکھتا ہے اور رعایا بھی اُسکو محبوب سمجھتی ہے کیونکہ
اُسکے عہد حکومت مین عام آسودگی۔ انصاف اور امن وامان
قایم ہے۔ ادنیٰ اور اعلیٰ سب اُسکو دعا دیتے ہین ہم نے
بھی شنبہ کے روز ماہ صفر کی تیرہوین تاریخ ۵۸۰ھ کو خلیفہ
کی زیارت کی۔ اس کا نام ابو العباس احمد الناصر لدین اللہ[۵۱]
ہے وہ المستضی بنور اللہ کا بیٹا اور المستنجد باللہ کا پوتا ہے
اسکا سلسلہ نسب المقتدر باللہ تک پہونچتا ہے جب ہم نے
اُسکو دیکھا تو وہ کشتی مین سوار تھا اور شہر کے مغربی حصہ سے
اُترکر مشرقی حصہ کو قصر خلافت کی طرف جا رہا تھا۔ وہ عمر کے
لحاظ سے جوان معلوم ہوتا ہے۔ غالباً اسکی عمر پچیس سال
کی ہوگی۔ ڈاڑھی چھوٹی اور سرخ رنگ کی اور چہرہ خوبصورت

---

۵۱ الناصر لدین اللہ کی ولادت ۵۵۳ھ مین ہوئی تھی اس لیے جب ابن جبیر نے بغداد مین قدم رکھا اُسوقت اسکی عمر (۲۷) برس کی ہوگی پچیس سال کی عمر جو ابن جبیر نے بیان کی ہے وہ تخمینی ہے۔ یہ خلیفہ جو ۵۷۵ھ مین تخت پر بیٹھا اور ۶۲۲ھ مین فوت ہوا۔ علم وسیاست مین نامور ہوا ہے۔ اُس زمانہ کے مشہور محدثون نے اسکو حدیث کے درس کی اجازت دی تھی اور بہت سے محدثون نے اُس سے اجازت پائی تھی اسکی سیاست کا تو یہ حال تھا کہ اُس وقت روے زمین کے تمام بادشاہ اُسکی ہیبت سے کانپتے تھے۔ وہ مخالف بادشاہون کو دوست بناتا اور دوستون کو لڑا دیتا تھا۔ اُسکے جاسوس تمام ملکون مین پھیلے ہوئے تھے۔ اس نے بہت سی فتوحات حاصل کین۔ اندلس سے چین تک اُس کا خطبہ پڑھا گیا۔ معتصم باللہ کی بعد عباسیون کی سلطنت کا رعب داب کم ہوگیا تھا۔ اُس نے سلطنت کو از سر نو قوت دی مگر اوسکے مرنے کے بعد پھر کمزور ہوگئی۔ اسی کے عہد حکومت مین سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو فتح کیا۔ مامون کے زمانہ سے کعبہ پر سفید غلاف چڑھایا جاتا تھا اُس نے اول سبز رنگ کا پھر سیاہ رنگ کا غلاف چڑھایا اور ابتک اسی رنگ کا غلاف چڑھایا جاتا ہے۔

(وحید الدین سلیم)

ابن جبیر کا سفر نامہ

رنگ گورا اور قد معتدل ہے۔ سفید رنگ کی قبا پہنے ہوئے
ہے جس پر سنہری بیل بوٹے ہین سر پر زرنگار ٹوپی ہے جسکے گرد
نہایت قیمتی سمور کا حلقہ ہے۔ اتوار کے روز بھی ہم نے شاہی
جلوس دیکھا۔

اسکے بعد ابن جبیر لکھتا ہے کہ بغداد کے مشرقی حصہ
مین پر رونق بازار ہین اور آبادی اس کثرت سے ہے کہ شمار
مین نہین آسکتی۔ اس مین تین مسجدین ہین جن مین جمعہ کی
نماز ہوتی ہے۔ جامع خلیفہ سب سے بڑی مسجد ہے جو محل
شاہی سے قریب ہے۔ اسمین وضو کرنے کے لیے بڑے
بڑے سقاوے ہین۔ بغداد کی کل مسجدین جن مین جمعہ کی
نماز ہوتی ہے گیارہ ہین۔ حمامون کی تو کوئی گنتی نہین ہے
شہر کے ایک رئیس نے مجھہ سے بیان کیا تھا کہ شہر کے
مشرقی اور مغربی دونون حصون کے درمیان دو ہزار حمام ہین
اکثر حمامون کی دیوار پر قیر لگا کر گھوٹ دیا ہے۔ جو دور سے
دیکھنے والون کو سیاہ چمکیلا پتھر نظر آتا ہے۔ قیر کا چشمہ بصرہ اور
کوفہ کے درمیان ہے۔ شہر کی تمام مسجدون کا اندازہ کرنا
محالات سے ہے۔ مدرسے مشرقی حصہ مین ہین جنکی تعداد
(۳۰) ہے ہر مدرسہ کی عمارت عظمت اور لطافت کے لحاظ
عالیشان محلات پر سبقت لے گئی ہے۔ سب سے بڑا اور
سب سے مشہور مدرسہ نظامیہ ہے جس کی بنیاد نظام الملک
نے ڈالی تھی اور جسکی سنہ ۵۰۴ھ مین دوبارہ مرمت کی گئی
ان مدرسون پر بڑی بڑی جاگیرین وقف کی گئی ہین جنکی آمدنی
مدرسون اور طالب علمون پر خرچ ہوتی ہے۔ اس ملک کو
مدرسون اور شفاخانون کے لحاظ سے خاص فخر اور خاص عزت حاصل
ہے جس شخص نے سب سے پہلے مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور
جنہون نے اسکی تقلید سے فیاضی دکھائی اور مدرسے
تعمیر کیے خدا ان سب پر اپنی رحمت نازل کرے۔

دمشق کا ذکر ابن جبیر نے ان الفاظ مین کیا ہے "دمشق
مشرق کی بہشت ہے۔ اس پر بلاد اسلام کا خاتمہ ہے۔ وہ
دنیا کے شہرون مین ایک دلہن ہے جو حسن وجمال کے
تخت پر جلوہ گر ہے اور میوون کے زیور اور سبزہ کے لباس
سے آراستہ ہے۔ ہر طرف گنجان درختون کا سایہ ہے

۵۷ بغداد اور دمشق کے سوا جس کا ذکر عنقریب آتا ہے جن مقامات
مین ابن جبیر نے مدرسے اور شفاخانے بتائے ہین انکے نام ذیل
مین درج کیے جاتے ہین۔

۱۔ موصل۔ مجاہد الدین کا مشہور شفاخانہ اور دیگر شفاخانے۔
۲۔ نصیبین۔ دو مدرسے اور ایک شفاخانہ۔
۳۔ دنیسر۔ یہان ایک مدرسہ کی تعمیر جاری تھی۔ جسکے قریب
حمام اور گرداگرد باغات تھے۔
۴۔ راس العین۔ یہان ایک مدرسہ ویران پڑا تھا جسکے تین طرف
نہر جاری تھی اور اسکے ساتھ ایک حمام تھا۔
۵۔ حران۔ ایک مدرسہ اور دو شفاخانے۔
۶۔ حلب۔ یہان ایک نہایت مشہور مدرسہ حنفیون کا تھا جسکی نسبت ابن جبیر نے
لکھا ہے کہ ہم نے جتنے مدرسے آجتک دیکھے ان مین سب سے زیادہ عجیب
اور شاندار ہے اسکے جنوبی دیوار مین دروازے اور دریچے کھلے ہوئے ہین
بورڈنگ ہوس کے کمرون پر انگورون کی بیلین چھائی ہوئی ہین جس طالب
علم کا جی چاہتا ہاتھہ بڑھا کر توڑے اور کھائے۔ اس مدرسہ کے سوا یہان
چار یا پانچ مدرسے اور تھے اور ایک عالیشان شفاخانہ بھی تھا۔
۷۔ حماہ۔ تین مدرسے اور ایک شفاخانہ۔
۸۔ حمص۔ ایک مدرسہ اور متعدد شفاخانے۔

ابن جبیر کا سفرنامہ

آب رواں کے چشمے جاری ہین۔ پانی کی پتلی پتلی نالیان سانپون کی طرح لہراتی چلی جاتی ہین۔ دلکشا باغات ہین۔ جنکے دیکھنے سے آنکھون مین نور اور دل مین سرور پیدا ہوتا ہے۔ ہوا کے جھونکے دماغون کو معطر کرتے گزر جاتی ہین۔ وہ سیر کرنیوالون کو زبان حال سے پکارتے ہین "آؤ حسن کی منزل اور خوابگاہ مین" زمین پانی کی کثرت سے تنگ آگئی ہے اور پیاسی ہونے کی آرزو کرتی ہے۔ پتھر کی سخت چٹانین پکارتی ہین "آؤ لبیک کر آؤ یہ ہے ٹھنڈے پانے کا چشمہ پینے اور ہاتھ مونھہ دہونے کے لیے" دمشق کے چارون طرف باغ ہین جیسے چاند کے گرد ہالہ یا پہول کے گرد شگوفہ۔ مشرق مین غوطہ کا سبزہ زار ہے جو حد بصر تک پھیلا ہوا ہے۔ چارون طرف جہان تک نظر دوڑاؤ سبزی اور شادابی معلوم ہوتی ہے۔ سچ کہتے ہین کہ اگر جنت زمین پر ہے تو وہ دمشق ہے اور آسمان پر ہے تو بھی اسی کے مقابل ہے"

جامع اموی جو دمشق کی نہایت مشہور مسجد ہے اُسکا مفصل ذکر لکھنے کے بعد ابن جبیر نے لکھا ہے کہ یہان مسجدون مدرسون اور خانقاہون پر سلطان وقت کی طرف سے بہت سی جاگیرین وقف ہین اگر کوئی اس قسم کی نئی عمارت بنائے تو اُسپر سلطان کی طرف سے کسی زمین یا باغ یا مکان کی آمدنی وقف ہو جاتی ہے بہت سے امیر آدمی خاصکر عورتین اپنے خرچ سے اس قسم کی عمارتین تیار کراتی ہین اور اُسکی تعمیر پر بیدریغ روپیہ صرف کرتی ہین۔ اور اپنی ذاتی جائدادین اُن پر وقف کر ڈالتی ہین۔ یہان قدیم اور جدید دو شفاخانے ہین۔ جدید شفاخانہ نہایت پُر رونق اور عالیشان ہے۔ اوسکا یومیہ

خرچ (۱۵) دینار ہے اسمین بہت سے ملازم ہین جنکے پاس متعدد رجسٹر ہین۔ رجسٹرون مین بیمارون کے نام لکھے جاتے ہین اور اونکی دوا اور غذا پر ہر روز جو کچھہ صرف ہوتا ہے وہ بھی درج کیا جاتا ہے۔ شاہی اطبا ہر روز صبح کیوقت شفاخانہ مین آتے اور بیمارونکا ملاحظہ کرتے ہین اور اُن کے حسب حال دوا اور غذا تیار کرنے کا حکم دیتے ہین۔ قدیم شفاخانہ بھی اسی طریقہ پر ہے مگر رونق اس سے کم ہے۔ یہان پاگلون اور دیوانون کا بھی خاص طریقہ سے علاج ہوتا ہے۔ شفاخانون کے علاوہ اس شہر مین بیس مدرسے ہین۔ نور الدین کا مدرسہ جسمین اُسکی قبر بھی ہے دنیا بھر مین نہایت خوشنما اور شاندار ہے۔ وہ ایک عالیشان محل ہے جس مین پانی کی چادر گرتی ہے اور پانی ایک نہر سے گزر کر ایک بڑی تالاب مین گرتا ہے جو مدرسہ کے صحن مین ہے اس منظر کو دیکھکر ہر شخص تعجب کرتا ہے اور نور الدین کے لیے دعائے خیر کرتا ہے۔ یہ شفاخانے اور مدرسے مسلمانون کے لیے سرمایۂ فخر و ناز ہین۔

اسکے بعد ابن جبیر نے لکھا ہے کہ یہان خانقاہین بھی کثرت سے ہین اور اونمین صوفی اور عابد و زاہد لوگ رہتے ہین خانقاہین کیا ہین۔ زرنگار محل ہین جنکے درمیان سے پانی کی نہرین بہ نکلی ہین۔ صوفی لوگ اس ملک مین بمنزلہ پادشاہون کے ہین جو دنیا کی دولت اور معیشت کے لحاظ سے نہایت آسودہ اور فارغ البال ہین۔ اُنکو دنیا اور آخرت کی نعمتین اسی دنیا مین مل گئی ہین۔ وہ اسی دنیا مین جنت کے محلون مین رہتے اور اطمینان سے عبادت کرتے اور سماع کی مجلسون مین شریک ہوتے ہین۔ اُن کا طریقۂ زندگی عجیب ہے۔ اس سے آگے چلکر لکھتا ہے کہ نور الدین۔ اہل مغرب

ابن جبیر کا سفرنامہ

کے ساتھ نہایت فیاضی سے پیش آتا تھا۔ یمن کا ایک گروہ
جامع اموی مین رہتا ہے۔ اُس نے جو جائداد وقف کی ہے اُسکی آمدنی حسن انتظام کے ساتھ (۵۰۰) دینار
سالانہ ہوسکتی ہے۔ نورالدین نے قرآن مجید اور حدیث
کے درس کے لیے بیشمار مکان وقف کیے ہین اور جو لوگ
علم کی تلاش مین نکلتے ہین اُنکے لیے بہت سی آسانیان
پیدا کردی ہین۔ اگر اندلس کے نوجوان علم کی تحصیل کے لیے
اس ملک مین آئین تو اُنکے لیے بہت کافی سامان ہے۔
اور مشرق کا دروازہ اُنکے لیے کھلا ہوا ہے۔ اس ملک کے
باشندے نہایت فیاض اور مہمان نواز ہین حاجیون کی خاطر
یہان بہت تعظیم ہوتی ہے۔ اس سال یعنی ۵۸۰ھ مین
دمشق کے حاجیون کا قافلہ جس مین اہل مغرب بھی شریک
تھے جب حج سے فارغ ہوکر واپس آیا۔ تو اون کی پیشوائی
کو عورت اور مرد سب شہر سے باہر نکل پڑے۔ ایک ایک
شخص حاجیون سے ہاتھ ملاتا اور اُنکے ہاتھ چومتا تھا۔ جو حاجی
غریب اور کم مایہ تھے اُنکی تواضع روپیہ اور کھانے سے کی جاتی
تھی۔ بہت سی عورتین تھین جو حاجیون کو اس غرض سے روٹی
دیتی تھین کہ وہ اسکو دانت سے کاٹ کر بطور تبرک کے
واپس دیدین۔ اس تبرک کے معاوضہ مین حاجیون کو روپیہ
ملتا تھا۔ جب ہم بغداد مین پہونچے تھے تو ہمکو بھی ایسا ہی
واقعہ پیش آیا تھا۔

ابن جبیر نے خاص ملک شام کا ایک عجیب واقعہ بیان
کیا ہے کہ مسلمانون اور عیسائیون کے درمیان جب فتنہ
کی آگ مشتعل ہوتی ہے اور معرکہ کارزار گرم ہوتا ہے۔ تو
مسلمانون اور عیسائیون کے قافلے ایک دوسرے کی
ملک سے بغیر روک ٹوک کے گذر جاتے ہین۔ اس وقت
یعنی ماہ جمادی الاول ۵۸۰ھ ہجری مین سلطان صلاح الدین
فوج لیکر قلعہ کرک کے محاصرہ کے لیے نکلا ہے جو عیسائیون کا
نہایت مشہور اور مضبوط قلعہ ہے اور جو حجاز کے رستہ مین ہے
اور مسلمانون کی آمد و رفت مین حایل ہوسکتا ہے۔ اسکے اور
بیت المقدس کے درمیان ایک دن کی راہ ہے اور اسکے
متعلق (۴۰۰) قریے ہین جنکی آبادی مسلسل ہے۔ سلطان
اس قلعہ کے محاصرہ مین مشغول ہے اور مصر کے قافلے عیسائیون
کے درمیان سے گذر کر دمشق تک آتے ہین اور
مسلمان دمشق سے عکہ تک جاتے ہین عیسائی سوداگرون
کو بھی کوئی نہین روکتا مسلمان سوداگر جب عیسائیون کی ملک
سے گزرتے ہین تو اُن سے ایک خاص محصول لیا جاتا ہے
عیسائی سوداگر بھی جب مسلمانون کے ملک مین آتے ہین تو وہ بھی محصول ادا کرتے ہین
یہان دونون گروہون مین اتفاق ہے اور تمام حالات مین
اعتدال کا برتاؤ ہے جنگ کرنیوالے جنگ مین مشغول ہوتے
ہین۔ باقی لوگ امن و امان سے رہتے ہین۔ اور ملک اُسکا
ہوجاتا ہے جو لڑائی مین فتح پائے۔ اس ملک کے باشندون
کا یہی عام طریقہ ہے۔ اگر مسلمان حاکمون کے درمیان بھی
لڑائی برپا ہو تو اسی طریقہ پر عمل کیا جاتا ہے۔ رعایا اور سوداگرون
سے کوئی تعرض نہین کرتا۔ غرضکہ جنگ ہو یا صلح ہر حال مین
امن و امان قایم رہتا ہے۔ یہ حالت جو اس ملک کی ہے نہایت
عجیب ہے۔ [۵۱]

۵۱ عیسائیون اور مسلمانون کی یہ حالت بلحاظ قیام تجارت کے
تھی۔ ورنہ لڑائی کے قیدیون کے ساتھ عیسائی ملکون مین جو برتاؤ
کیا جاتا تھا وہ ناگفتہ بہ ہے۔

ایک مقام پر سلطان صلاح الدین کی نسبت لکھا ہے کہ دمشق کے ایک عالم نے جو سلطان کے درباریون مین سے ہے علما کی ایک مجلس مین سلطان کی تین خصلتین بیان کین اس نے کہا کہ سلطان نے ایک مجرم کا گناہ معاف کر کے کہا تھا کہ یہ بات کہ مین کسی کی خطا معاف کرون اور اُسپر لوگ میری رائے کو خطا سے منسوب کرین، اس سے بہتر ہے کہ مین اُسکو سزا دون اور لوگ میری رائے کو عین صواب خیال کرین - یہ غایت درجہ کا حلم ہے جو احنف[1] کے حلم سے ملتا جلتا ہے ایک مرتبہ سلطان کے دربار مین اشعار پڑہے جاتے تھے اور زمانۂ سلف کے بڑے بڑے فیاض لوگون اور سخی بادشاہون کا ذکر ہو رہا تھا سلطان نے کہا خدا کی قسم اگر مین سائل کو تمام دنیا دے ڈالون تو بھی بھی سمجھون گا کہ مین نے اُسکے ساتھہ کوئی بڑا سلوک نہین کیا - اور اگر ساری دولت جو میرے خزانہ مین ہے اُسکو بخشدون تو بھی اُس سائل کی ذلتِ سوال کا معاوضہ ادا نہین ہوگا جس نے میرے آگے ہاتہہ پھیلایا - فیاضی کا یہ درجہ ہارون رشید یا جعفر برمکی کی فیاضی سے پہلو مارتا ہے - ایک دفعہ سلطان کے ایک مقرب غلام نے ایک شتربان کی شکایت پیش کی سلطان نے شکایت سنکر کہا کہ مین تیرے لیے اور تمام مسلمانون کے لیے عنقریب ایک قاضی مقرر کرون گا جو شرع کے بموجب فیصلہ کریگا - شرع کا حکم خاص و عام سب کے لیے واجب التسلیم ہے - مین شرع کا غلام ہون - تجھکو بھی اُس کے فیصلہ کے سامنے گردن جھکانی ہوگی خواہ وہ فیصلہ تیرے موافق ہو یا مخالف - یہ انصاف کا طریقہ حضرت عمرؓ کے طریقہ سے مشابہ ہے - سلطان مین فی الواقع یہ تینون خصلتین موجود ہین اور اُسکی فضیلت کے لیے یہی کافی دلیل ہے -

ابن جبیر نے جہان ملک شام کی لڑائیون مین مسلمانون کے قید ہونے کا ذکر لکھا ہے وہان مغرب کے مسلمانون کا بھی ذکر کیا ہے جو عیسائیون کے پنجہ مین گرفتار ہو جاتے تھے وہ لکھتا ہے کہ یہ خدا کی عنایت اور مہربانی ہے کہ ملک شام مین جو مسلمان وصیت کرتا ہے اپنے مال کی نسبت یہی قرار دیتا ہے کہ اُس سے خاصکر مغرب کے مسلمان قیدیون کو چھڑایا جائے کیونکہ اُنکا ملک یہان سے بہت دور ہے - اور سوائے خدا کے یہان کوئی اُن کا مددگار اور حامی نہین ہے - اس ملک کے تمام فرمانروا اور دولتمند مسلمان مرد ہون یا عورتین اپنا مال عموماً اس کار خیر مین صرف کرتے ہین - نور الدین شہید بیمار ہوا تو اُس نے منت مانی تھی کہ اگر مین نے اس بیماری سے نجات پائی تو (۱۲۰۰۰) دینار مغربی مسلمانون کی رہائی پر خرچ کرون گا - صحت پانے کے بعد اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا مگر جو مسلمان اُسکے روپیہ سے قید سے چھڑائے گئے اُن مین چند ایسے بھی تھے جو مغرب کے رہنے والے نہین تھے بلکہ اُسی کی عملداری مین شہر حماہ مین رہتے تھے اُس نے حکم دیا کہ یہ لوگ واپس کیے جائین اور اُنکے بدلے مین مغرب کے مسلمان قیدی چھڑائے جائین - حماہ کے مسلمانون کو اُنکے گھر والے اور ہمسایے فدیہ دیکر چھڑا لینگے - مگر مغرب کے مسلمان غریب الوطن ہین جنکا کوئی دوست یا عزیز یہان نہین ہے - اسکے علاوہ دمشق مین دو نہایت دولتمند مسلمان

[1] احنف بن قیس مشہور تابعی ہین جنکا حلم ضرب المثل ہے ابو تمام طائی عباسی خلیفہ معتصم باللہ کی مدح مین کہتا ہے اقدام عمرو فی سماحۃ حاتم - فی حلم احنف فی ذکاء ایاس -

سوداگر ہین جو یہان کے امیرون اور رئیسون مین شمار ہوتے ہین
ایک کا نام نصر بن قوام ہے۔ دوسرے کا نام ابوالدریاقوت ہے
ملک شام کے ساحل کی تمام تجارت انھین کے قبضہ مین ہے
اور اُنکے سوا کسی کی پرسش نہین ہے۔ اُنکے بہت سے ایجنٹ
ہین۔ اور اُنکے مال تجارت کے قافلے برابر آتے جاتے رہتے
ہین۔ تجارت اور امارت مین اُن کا درجہ بہت بلند ہے اور مسلمان
اور عیسائی امیرون کی نگاہ مین اُنکی بڑی عزت ہے۔ یہ دونون
امیر بھی مغربی مسلمانون کو قید سے چھڑانے پر اپنا روپیہ اور
اُن لوگون کا روپیہ صرف کرتے ہین جو اُنکو وصیت کر جاتے ہین
اکثر دولتمند مسلمان اُنہین کو اپنا وصی کرتے ہین کیونکہ وہ نہایت امین
اور معتبر مشہور ہین۔ جو مغربی مسلمان عیسائیون کی قید سے
چھوٹتا ہے، وہ اُنہین کی بدولت نجات پاتا ہے۔ یہ دونون
امیر ایک مدت سے اس کار خیر مین کوشش کر رہے ہین اور
بیدریغ روپیہ صرف کر رہے ہین۔ خدا اُنکو جزائے خیر دے۔

جزیرۂ صقلیہ (سسلی) کے حال مین لکھا ہے کہ یہان
کا فرمانروا غلیام (ولیم) ہے جو مسلمانون کو نوکر رکھتا ہے اور
خواجہ سراؤن کو اپنی خدمت مین رکھنا پسند کرتا ہے۔ یہان
کے تمام مسلمان خوف سے اپنے عقیدہ کو چھپاتے ہین۔ ولیم
کو مسلمانون پر بڑا اعتماد ہے۔ وہ اُن سے تمام ضروری کامون
مین مدد لیتا ہے۔ یہان تک کہ اُسکے باورچیخانہ کا داروغہ بھی
مسلمان ہے۔ بہت سے حبشی مسلمان غلام اسکی خدمت مین
رہتے ہین۔ اُن پر اُنہین مین سے ایک افسر ہے۔ خواجہ سرا ہی
اُسکے مصاحب اور وزیر ہین اور وہی اُسکے درباری اور ارکان
دولت ہین۔ اوسکی سلطنت کا جاہ و جلال اور زیب و زینت اُنہین سے
ہے۔ وہ نہایت فاخرہ لباس پہنتے اور اصیل گھوڑون پر سوار ہوتے
ہین۔ عیسائی فرمانرواؤن مین حکومت اور جاہ و ثروت کے
لحاظ سے ولیم کا کوئی ہمسر نہین ہے۔ عیش پرستی، وضع آئین،
ترتیب قوانین، عہدون اور منصبون کی تقسیم، شاہانہ عظمت اور
تجمل کے اظہار مین وہ مسلمان بادشاہون سے مشابہ ہے
طبیبون اور نجومیون کی بہت قدر کرتا ہے سب سے عجیب
بات یہ ہے کہ وہ عربی زبان مین لکھنا پڑھنا جانتا ہے۔ اسکے
محل مین جسقدر کنیزین ہین سب مسلمان ہین۔ اگر کوئی عیسائی کنیز محل مین آجاتی
ہے تو وہ اسکو بھی مسلمان کر لیتی ہین۔ اس جزیرہ مین اکثر
زلزلے آیا کرتے ہین۔ زلزلے کے وقت جب وہ محل مین
داخل ہوتا ہے تو محل کی کنیزون اور غلامون کو خدا اور رسول
کا ذکر کرتے دیکھتا ہے۔ وہ اکثر ولیم کو دیکھکر دہشت سے کانپ
جاتے ہین۔ ولیم اُنکی تسلی کے لیے کہتا ہے کہ تم جس دین کو
مانتے ہو اُسی کے موافق خدا کا ذکر کرو۔ خواجہ سرا اور غلام جو
اُسکے ارکان دولت شمار کیے جاتے ہین سب کے سب
پکے مسلمان ہین جو روزے رکھتے ہین۔ صدقہ دیتے ہین
قیدیون کو اپنے مال سے فدیہ دیکر آزاد کراتے ہین۔ اپنی قوم
کے بچون کو پالتے ہین اور اُنکی شادی کرتے ہین۔ مسینا مین
ایک مسلمان خواجہ سرا جسکا نام عبدالمسیح تھا اور جو اُنہین سردار
خیال کیا جاتا تھا ہم سے ملا۔ اور بہت تپاک سے ملا۔ اُس نے
ایک دفعہ اپنے مصاحبون کو اپنے آس پاس سے ہٹا کر
خلوت کی اور اپنے دل کا راز ہم سے بیان کیا۔ سب سے
پہلے اس نے مکہ اور مدینہ اور بیت المقدس کے حالات
ہم سے پوچھے جب ہم نے ان مقدس مقامات کا حال
بیان کرنا شروع کیا تو وہ نہایت شوق اور بیچینی ظاہر کرتا تھا۔
اس نے مکہ اور مدینہ کا تبرک ہم سے طلب کیا۔ اور کہا کہ تم

خدا کی عنایت سے جس ملک مین ہو کھلم کھلا مسلمان ہو اور
جو کام کرنا چاہو آزادی سے کر سکتے ہو۔ مگر ہماری حالت یہ ہے
کہ ہم اپنے عقیدہ کو چھپاتے اور اپنی جان کا خوف کرتے
ہین۔ ہم اسلام کے فرایض چھپکر بجالاتے ہین۔ غلامی کا طوق
ہماری گردن مین ہے۔ ہماری دوڑ بس نہین تک ہے کہ تم
جیسے حاجیون سے ملکر برکت حاصل کرین۔ اور دعائے
خیر چاہین اور مقامات مقدسہ سے جو تبرک تم لاتے ہو اُنہی
کو لیکر خوش ہون اور اُس سے اپنے ایمان کو تازہ کرین اور اپنے
کفن مین رکھنے کی وصیت کر جائین۔ جزیرۂ صقلیہ (سسلی) کے
مسلمانون کا یہ حال سنکر ہم پر نہایت رقت طاری ہوئی۔
ان مسلمانون کا ایک اور عجیب حال ہے کہ اگر وہ آقا کی
خدمت مین ہون اور نماز کا وقت آجائے تو کسی بہانہ سے
مجلس سے اُٹھ جاتے ہین اور نماز پڑھ لیتے ہین۔ یہ مسلمان
درحقیقت اپنے کامون۔ ارادون اور مسلمانون کے ساتھ دلی
ہمدردی رکھنے کے سبب سے رات دن جہاد مین مشغول
رہتے ہین۔

ابن جبیر نے جزیرۂ سسلی کے جو حالات چشم دید بیان کیے
ہین اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین اگرچہ اس جزیرہ
کی حکومت عیسائیون کے ہاتھ مین تھی مگر اُسکے اطراف مین
بہت سے مسلمان آباد تھے۔ جابجا اُن کی مسجدین۔ قرآن
خوانی کے مکتب۔ تجارتی بازار اور قدیم یادگارین دکھائی دیتی تھین
اُسکے قدیم تمدن کا اثر یہان تک سرایت کر گیا تھا کہ اکثر عیسائی
عورتین مسلمان عورتون کا لباس اور زیور پہنتی تھین۔ مگر اس جزیرہ
کے مسلمانون کی نسبت ایک افسوسناک حال بھی ہے جو
ابن جبیر نے بیان کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ یہان کے مسلمانون کو
بدقسمتی سے ایسے واقعات پیش آتے ہین جن سے وہ عیسائی
ہونے کو مسلمان رہنے پر ترجیح دیتے ہین۔ ابن حجر نے جو جزیرہ
کے مسلمان فرمانروائون کی اولاد مین ہے اور اس جزیرہ کے
مسلمانون کا پیشوا مانا جاتا ہے ہم سے کہا کہ یہان کے مسلمانون
کی ناگفتہ بہ حالت ہے۔ مین تو چاہتا ہون کہ کوئی سوداگر مجکو
اور میرے خاندان کو غلام بناکر بیچ ڈالے۔ اور اس ذریعہ سے
مین مسلمانون کے ملک مین پہونچ جاؤن۔ خیال کرو کہ باوجود اس
بڑے عہدہ اور منصب کے جو اسکو حاصل تھا اور اہل و عیال کا
بوجھ اُسکی گردن پر تھا۔ وہ آرزو کرتا تھا کہ ملک سے جلاوطن
ہوکر کہین اور جا بسے۔ وائے برحال اُن مسلمانون کے
جو اس سے بہت کم درجہ کے ہین۔ ہر مسلمان پر واجب ہے
کہ اُنکی نجات کے لیے دعا کرے۔ ہم اُسکی شرافت کی فیاضی
مہمان نوازی اور شیرین کلامی کو یاد کرتے اور روتے ہین جب تک ہم
یہان رہے اُسکی نیکیان اور فیاضیان دیکھتے رہے۔ وہ غریب
حاجیون کے لیے کرایہ اور زاد راہ کا سامان کر دیتا ہے۔ اس
جزیرہ پر یہ ایک عظیم الشان مصیبت ہے کہ اگر باپ اپنے
بیٹے پر خفا ہو یا شوہر اپنی بیوی پر یا ماں اپنی لڑکی پر تو وہ گرجے
مین جاکر عیسائی ہو جاتے اور اصطباغ لے لیتے ہین۔ اسکے
بعد نہ باپ اپنے بیٹے کو پاسکتا ہے نہ ماں اپنی بیٹی کو۔
نہ شوہر اپنی بیوی کو۔ یہی سبب ہے کہ ماں باپ اپنی اولاد
کی اور شوہر اپنی بیویون کی حد سے زیادہ خوشامد کرتے ہین تاکہ
یہ دن انکو پیش نہ آئے۔ دانشمند مسلمان عام طور پر ڈرتے
ہین کہ مبادا اس جزیرہ کے مسلمان جزیرہ اقریطش (کریٹ) کے
مسلمانون کی طرح سب کے سب عیسائی ہو جائین عیسائیون
کی نگاہ مین ابن حجر کی بہت بڑی وقعت اور عزت ہے وہ

خیال کرتے ہین کہ اگر وہ اکیلا عیسائی ہو جائے تو اس جزیرہ مین کوئی مسلمان ایسا نہین رہیگا جو اپنے مذہب کو خیرباد نہ کہے اطرابنش کے ایک مسلمان رئیس نے ہم سے التجا کی تھی کہ اگر ہم مین سے کوئی شخص راضی ہو تو وہ اپنی جوان لڑکی کا نکاح اُس سے کر دے یا کم سے کم ہم اسکی لڑکی کو شہر سے نکال لیجائین اور کسی اور شہر مین جا کر اسکی شادی جس سے چاہین کر دین۔ خیال کرو کہ یہان کے مسلمان اسدرجہ تک مجبور اور پریشان ہین کہ اپنی مذہبی آزادی کو قایم نہین رکھہ سکتے۔ یہ ابن جبیر کے سفرنامہ کے بعض واقعات ہین جو بطور نمونہ کے انتخاب کیے گیے ہین تاکہ ہر شخص کو سفرنامہ پر رائے دینے کا موقع ملے اور ہم اسی پر بس کرتے ہین۔

(وحید الدین سلیم)

وقت بھی ایک دولت ہے

مسلمانون کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ مُسرف ہین اور بلاشبہ اکثر مسلمانون مین یہ عیب ہے۔ لیکن اگر اسراف سے مراد درہم و دینار کو بیدردی سے خرچ کرنا ہے تو وہ اسقدر افسوسناک نہین ہے جیسا کہ وقت کو بیدردی سے ضایع کرنا۔ ہم دیکھتے ہین کہ ہم بہت سی باتون مین بخیل ہین۔ مثلاً ہمدردی۔ محبت۔ شکرگذاری اعتدال۔ ادائے حقوق۔ فرائض انسانی۔ اور ان مین ہم بخیل ہی نہین ہین بلکہ بخیل ترین۔ مگر وقت کے صرف کرنے مین تو ہمارا اسراف ایسا بڑھا ہوا ہے کہ دنیا مین مشکل سے اوسکی نظیر مل سکتی ہے وقت کو بیجا طور پر برباد کرنے سے ہم دنیا مین شرمندگی اور ذلت اور عاقبت مین خدا کے عذاب اور لعنت کے مستوجب ہوتے ہین۔

دولت جب کسی کے پاس کم ہوتی ہے تو ہر شخص اوسکے صرف کرنے مین احتیاط کرتا ہے مگر وقت باوجودیکہ ایسی دولت ہے کہ نہایت کم اور ناپائدار ہے اور اسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ حباب ہے یا سراب ہے۔ بادل کا سایہ ہے یا خواب و خیال ہے تاہم بعض انسانون کے نزدیک وہ ایک ایسا خزانہ ہے کہ اُسکو کتنا ہی خرچ کرو کبھی خالی نہوگا یا ایسا پائدار اور مستحکم ہے کہ اوس مین کچھہ خلل نہ آویگا۔ ہمکو اس سمجھہ پر نہایت حیرت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک چیز دنیا مین ایسی ہے کہ اوسکی تلافی ہوسکتی ہے۔ لیکن وقت ایک ایسی چیز ہے کہ اوس کا بدلا نہین ہوسکتا ہ

گر نباشد جامۂ اطلس ترا ۔۔۔ کہنہ دلقے ساتر تن بس ترا
ور مزعفر نبود و ت باقند و مشک ۔۔۔ خوش بود دوغ و پیاز و نان خشک
ور نباشد مشربہ از زر ناب ۔۔۔ با کف خود میتوانی خورد آب
ور نباشد مرکب زرین لگام ۔۔۔ میتوان زد ہم بپائے خویش گام
ور نباشد ور باش از پیش و پس ۔۔۔ دور باش نفرت خلق از تو بس
ور نباشد خانہائے زرنگار ۔۔۔ میتوان بردن بسر در کنج غار
ہر چہ بینی در جہان دارد عوض ۔۔۔ وز عوض گردد ترا حاصل غرض
بے عوض دانی چہ باشد در جہان ۔۔۔ عمر باشد عمر قدر آن بدان

صوفیہ فرماتے ہین ”الوقت سیف قاطع“ حکما کہتے ہین کہ زمانہ سیال ہے کسی آن اوسکو سکون نہین، خدا ڈراتا ہے کہ تم کہین رہو موت تمکو نہ چھوڑیگی۔ وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ ہر ایک کام کا ایک وقت ہے مگر کوئی انسان موت کا وقت نہین جانتا۔ انبیاء کرام ہمیشہ یہی نصیحت کرتے رہے کہ وقت سے ہوشیار رہو وقت کی خبر رکھو، وقت کو برباد نکرو، وقت کو غیر مفید باتون مین صرف نکرو گھڑی گھڑی لحظہ لحظہ کا تمہین حساب دینا ہوگا۔ تمام حکما، علما، دانشمند بھی نصیحت کرتے آئے کہ وقت کی قدر کرو اور اوسے

ضایع نہ ہونے دو۔ تاریخ بھی ہمکو بھی سبق دیتی ہے صدیون کا تجربہ بھی ہمکو بھی سکھاتا ہے اور باوجود اسکے حیرت اور نہایت حیرت ہے کہ ہماری سمجھ مین یہاتنک نہین آیا کہ وقت کیسی قیمتی چیز ہے۔ کیسی بڑی ذمہ داری ہے جو اسکے سبب سے ہم پر عاید ہوتی ہے اور وہ خدا کی کیسی بڑی امانت ہے۔ کیونکہ اگر ذرا بھی ہمین اسکی قدر ہوتی تو ہم اوسکے برباد کرنے مین ایسی جلدی نکرتے اور اس بے پروائی اور بے خبری سے اوسے یون ضایع نکرتے۔ مگر ہم کو وقت کی قدر کیون نہین ہے اور کیون وہ ضایع کیا جاتا ہے؟ افسوس ہے کہ اسکے اسباب پر کم غور کیا جاتا ہے اور اوسکی اصلاح بھی نہین کیجاتی۔ بظاہر وقت کی بربادی کے یہ اسباب ہین ایک یہ کہ لڑکپن سے بچون کو اوسکی قدر و قیمت بتائی نہین جاتی، نہ اونکو وقت کا عمدہ طور سے استعمال کرنا سکھایا جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ ایسی صحبت نہین پاتے جہان اونکو عمدہ نمونہ ملے اور اسی وجہ سے اونکو وقت کی پابندی کی عادت نہین ہوتی اور اسی لیے وہ دین اور دنیا کے کام کے نہین رہتے۔ ایک زمانہ تھا کہ جو لوگ خانقاہ مین رہتے یا مساجد مین تعلیم پاتے تھے، وہ اوقات کے پابند رہتے تھے اور عمدہ نمونہ دیکھکر عمدہ عادت اختیار کرتے تھے مگر اب کہین نہ اس کا نام ہے نہ نشان ہم اپنے بچون کو علم کی مختلف شاخون کی تعلیم دلاتے ہین اور اُن پر ہر طرح کے علوم و فنون کے دروازے کھولتے ہین۔ ہم اونکو ادب اور انشا کے چمنون کی سیر کراتے ہین اور اُنکو نظم و نثر کے مرقع دکھاتے ہین لیکن یہ بات اُنکو نہین سکھاتے کہ وہ وقت کو کس طرح صرف کرین اور اوس مین کفایت شعاری کسطرح برتین۔ منٹ اور لحظہ تو اُنکے لیے کوئی چیز نہین یہ تو یون ہی پھینک دیے جاتے ہین۔ اور تمام بچے بچپن سے وقت کو مفت برباد کرنے کے عادی ہوجاتے ہین۔

ایک اور دھوکا ہے جو انسان کو وقت کے ضایع کرنے کی شرم اور افسوس سے بچاتا رہتا ہے اور وہ لفظ "کل" ہے جسکے لیے کہا گیا ہے کہ انسان کی زبان مین کوئی لفظ ایسا نہین ہے جو کل کے لفظ کی طرح اتنے گناہون۔ اتنی حماقتون، اتنی وعدہ خلافیون، اتنی خشک امیدون، اتنی غفلتون اور بے پروائیون، اتنی برباد ہونے والی زندگیون کے لیے جواب دہ ہو۔ کیونکہ آنے والی کل یعنی فردا نہین آتی ہمیشہ آج یعنی امروز یا گذری ہوئی کل یعنی دیروز ہوتا ہے۔ پچھلی کل کو ہم کبھی واپس نہین بلا سکتے نہ اوسکو آج مین مستغرق کر سکتے ہین۔ وقت جب ایکدفعہ مرگیا تو اوسکو پڑا رہنے دو۔ اب اوسکے ساتھ اور کچھ کرنا نہین ہے سوا اسکے کہ اوسکی قبر پر ایک آنسو بہا دو اور آج کیطرف لوٹ آؤ مگر لوگ اس طرف نہین پلٹتے اور عملاً کبھی فردا کو امروز نہین ہونے دیتے ؎

ہر شبے گویم کہ فردا ترک این سودا کنم	باز چون فردا شود امروز را فردا کنم

مسلمان فردا کے ایک اور معنی سمجھتے ہین۔ یعنی فردائے قیامت، اور یہ نہایت سچ ہے۔ اسلیے کہ اُنکے نزدیک قیامت تک جسکو وہ فردا کہتے ہین کوئی دوسری کل آنیوالی نہین ہے مگر افسوس وہ نہین سمجھتے کہ اونکے حصہ کی قیامت تو آگئی قیامت کو کیا ہوگا؟ یہی ہوگا کہ اعمال تولے جاوینگے۔ برے بھلے افعال کی نسبت فیصلہ ہوگا اگر غور کرو تو ہر دن ہمارے لیے فیصلہ کا دن ہے۔ ہر لمحہ جو گذرتا ہے وہ ہمکو اپنی ترازو مین تولتا ہے اور ہم اپنے اعمال کی سزا پا رہے ہین۔

یہ بھی ہم نہین سمجھتے کہ جو کام ہم کرتے ہین وہ کام وقت مین اسطرح کندہ ہوجاتا ہے جس طرح نشان پتھر مین اور وہ ان حرفون سے بھی زیادہ پایدار ہوتے ہین جو مصر کی مینارون

پر نقش ہین۔کیونکہ وہ بھی ایک روز بوسیدہ ہو نگے مگر ہماری زندگی کا کوئی بیکار لمحہ بھی ایسا نہین ہے جو زمانہ کے اوس دفتر مین نہ لکھا جاتا ہو جو ہمیشہ قایم رہے گا اور اس ازلی وابدی لوح پر سے اوس کا نشان نہ مٹے گا۔

گذرے ہوئے وقت کا افسوس کرنا فضول ہے۔ایک شاعر نے کہا ہے گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہین۔عربی کی مثل ہے لات حین مناص ہندی زبان کی کہاوت ہے "اب پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیان چگ گیین کھیت" فارسی مثل گو کہتا ہے "مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد" موت پر اتنا افسوس نہین ہوتا جتنا کہ وقت کے فوت پر۔دوزخی خدا سے بھی کہین گے کہ تو ہمین ایک بار دنیا مین پھر بھیجدے گذشتہ باتون پر کسکو خیال نہین آتا اور کون نہین چاہتا کہ کاش جب ہم چاہتے گذشتہ زمانہ مین واپس چلے جاتے اور اوسمین زندگی بسر کرتے۔کیسا افسوس ہوتا ہے یہ خیال کرکے کہ کاش وہ وقت پھر آجاوے کہ جب ہم سے وہ جرم ہوا تھا۔اور ہم نے یہ غلطی کی تھی۔کاش وہ وقت آجاوے کہ موت نے ہمارے عزیز دوست کو ہم سے جدا نکیا تھا۔کاش وہ وقت واپس آجاوے کہ اپنے دل کی محبت کا اظہار جو اوسوقت نکیا تھا وہ اب کرین۔کاش ہم اپنی زندگی پھر شروع کرین اور اپنے تجربہ سے فائدہ اٹھائین ؎

افسوس کہ ما پیر جہان دیدہ نبودیم	روزیکہ رسیدیم بایام جوانی

مگر نہین یہ نہین ہو سکتا۔گذرے ہوئے وقت کو تم نہین پا سکتے اور اس سیال چیز کو جس کا نام لمحہ ہے تم پکڑ نہین سکتے۔وہ آنے سے پہلے تمہارے ہاتھ مین ہے مگر اوس کا ٹھہرانا اور روکنا تمہارے ہاتھ مین نہین۔وہ سایہ کی طرح آتا ہے اور نکل جاتا ہے مگر ان ہمارے کامون کو اپنے ساتھ لیجاتا ہے۔نہ اوس لمحہ کو پھر ہم پا سکتے ہین۔نہ اوسکے آہنی پنجہ سے ہمارے گرفتار کام چھوٹ سکتے ہین جو کچھ ہوا وہ ہمیشہ کے لیے ہو گیا۔ہر کام برا ہو یا بھلا اوسکی مہر لگ جاتی ہے نہ پشیمانی فائدہ کرتی ہے نہ گریہ وزاری۔

وقت جب تک نہین آتا اوسکی گرفت آسان ہے مگر جاتے ہی وہ ایسا سخت ہو جاتا ہے کہ کوئی چیز اوس سے زیادہ سخت نہین ہوتی۔وہ ایک ایسا بیرحم اور بیدرد ہے کہ معافی کا نام نہین جانتا کیسی ہی خوفناک بلا ہو کیسی ہی مہیب مصیبت ہو۔کیسی ہی سخت اور صعب مجبوری ہو۔وقت کی اس بیدرد گرفت کے مقابل سب ہیچ ہے۔یہ ایسی گرفت ہے جو کبھی نہین پسیجتی اور جو کچھ اوسکے پنجہ مین آگیا پھر اوسے نہین چھوڑتی۔

گئے گذرے وقت پر افسوس کرنا اور اوس رنج مین بیٹھا رہنا یہ دوسرے طور سے کام کیوقت کا ضایع کرنا ہے۔اوس بدنصیب کی حالت افسوس کے لایق ہے جس نے دن کا ایک گھنٹہ فضول ضایع کیا۔اور باقی (۲۳) گھنٹون مین اوسکو واپس لانیکی بے سود کوشش یا اوس کے واپس نہ لانے پر بیفایدہ افسوس کرتا رہا۔بھلا اس سے کیا ہوتا ہے۔وہ تو ایسا ہی چلا گیا جیسے فراعنۂ مصر کی سلطنت۔بوڑہون کی جوانی۔موسم بہار کا شباب یہ بات بہت آسان ہے کہ نینوا اور بابل کے مسمار شدہ محل پھر ویسے ہی بنا دیے جاوین مگر یہ آسان نہین ہے کہ گذری ہوی ساعت پھر حاصل کیجائے۔

وقت مین چند چیزین ہین جو لحاظ کے لایق ہین۔ایک وقت کی کمی۔دوسرے وقت کا برا استعمال۔تیسرے اوسکی

پابندی پچھوتھی ہو سکی تلافی۔

وقت کی کمی بہت سی باتون کے نکرنیکی وجہ قرار دیجاتی ہے۔ بہت سے لوگ دنیا مین ایسے ہین جنکو اگر وقت ملے تو وہ حب انسانی اور ہمدردی مین سب پر سبقت لیجاوین بیمارون کی خدمت مفلسون کی مدد یتیمون کی تسلی۔ بیواؤن کی خبرگیری کرین۔ اگر وقت ملے تو وہ علم مین بوعلی اور فارابی ہوجاوین شاعری مین سعدی اور نظامی سے گوے سبقت لیجاوین مگر وقت کی کمی او نهین یہ سب کام نہین کرنے دیتی۔

وقت اگرچہ نہایت چھوٹا اور تنگ ہوتا ہے مگر بعض آدمی او سے کھینچکر بہت لمبا اور بڑا کر لیتے ہین کہ دن کی ایک ساعت ایک آدمی کے لیے بہت کم ہوتی ہے اور دوسرے کے لیے بہت۔ یعنی بعض آدمی بعضون کی نسبت بہت زیادہ کام کر لیتے ہین۔ اگر کوئی لمحہ ایسا ہو جسمین طبیعت کسی کام مین لگ جائے اور کوئی چیز دل پر کھل جاے یا کوئی مشکل مسئلہ حل ہوجاے یا یاد الٰہی مین گذرے یا کوئی قومی کام بن پڑے یا کوئی ایسا عمل ظہور مین آوے جس سے بنی نوع انسان کو فائدہ ہو۔ تو وہ ایک لمحہ اُس سالہا سال کی زندگی سے زیادہ ہے جو بیکار یا فضول کامون مین گذری ہو۔ اسی واسطے وقت کا خیال رکھنا چاہیے اور وقت کا فرض ادا کرنا فرض ہے۔ وقت کے فرض ادا کرنیکا مطلب یہی ہے کہ جب وہ گذرے۔ ہاہو اوسکو عمدہ خیالات۔ پاک جذبات۔ نیک افعال پسندیدہ اشغال سے خالی نجانے دین اور اس لیے کہ کسی نہ کسی گھڑی مین کوئی کام ایسا بن جاے جو دین یا دنیا کے کام آوے ہمیشہ عمدہ خیالات اور عمدہ کامون کا کرنا لازم ہے۔ ایسے کام اوسیوقت ہوتے ہین جبکہ آدمی ہمیشہ وقت کا خیال رکھے۔ جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہے۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات الا فتعرضوا لھا۔ کام ایسا ہونا چاہیے کہ جب ہم پیچھے نظر ڈالین تو خوشی حاصل ہو نہ کہ افسوس کا ایک لمحہ جسمین انسان اپنے اوپر غالب آوے ایک اچھا کام جو وہ حقیقت مین کرے ایک فیاضی کا عمل جو سچے دل سے ہو بلکہ نیک کام کرنیکی ایک کوشش جو سچے دل سے کیجاے اوس زمانہ کی مہر لگ جاتی ہے جو ابد تک قایم رہے گی۔ جسے نہ زمانہ کی کوئی طاقت توڑ سکتی ہے نہ جہنم کی آگ اوسکی لاکھہ کو پگھلا سکے گی۔

نہ پچھلے زمانہ پر افسوس کرو۔ نہ کل کا اندیشہ۔ اسوقت جو کچھ کرنا ہے وہ کرو۔ یہی وقت غنیمت ہے ؎

اندیشۂ دور و زنمی باید کرد	روزیکہ نیا مدست در وزیکہ گذشت

اگر وقت کی قدر ہے اور وقت کے ضایع ہونے پر سچا افسوس ہے تو اس بات کی شہادت کہ ہم دل سے اُسکی قدر کرتے ہین اور اُسکے برباد ہونے کا ہمکو غم ہے یہی ہے کہ یہی ندامت ہمکو ایسا حوصلہ اور جوش کام کے شروع کرنیکا دلاوے جس سے ہماری پچھلی زندگی کا معاوضہ ہوجاے۔

لیکن اگر ہم وقت کی قدر کرتے ہین تو ہمکو اوس حکیم کا قول یاد رکھنا چاہیے جس نے کہا ہے کہ جو کچھ ہمکو کرنا ہے اوسکے لیے بہتر وقت ہے بشرطیکہ ہر کام اپنی پوری طاقت سے کیا جاے اور نہایت استقلال اور ہمت سے شروع کیا جائے اضطراب۔ مایوسی اور نامناسب جلدی نہ کیجاے اور جو ایک کام ہم سے ہو سکے اوس ایک کا کرنا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ ناقص طور سے بہت سے کام کیے جایئن۔ ہمکو ہر کام کی خوبی اور کیفیت پر نظر رکھنی چاہیے نہ مقدار اور کمیت پر ؎

شایستہ بدست آر کہ بینندہ درین شہر	شایستگی کجنس چہ لبسیار چہ کم را

نوجوانو! دلکو تازہ اور زندہ اور اُسکو امیدون اور جوش سے بھرا ہوا رکھو تم ضرور کامیاب ہوگے۔ استقلال اور محنت سے کام کرو۔ احتیاط اور ہمت کو اپنے سامنے رکھو کامیاب ہوگے۔

اون دو زندگیون مین جنکی مدت عمر مساوی فرض کیجاے اگر ایک ضایع ہوئی ہے اور دوسری سے کام لیا گیا ہے بہت فرق ہے۔ ایک تو ایسی گذری جس کا نہ کوئی مقصد تھا نہ غایت دوسری باقاعدہ ایک تو محبت سے خیال سے اور عمل سے خالی تھی۔ دوسری عظیم الشان خیالون اور ارادون سے بھری ہوئی۔ ایک زندگی کھانے۔ سونے۔ اور بے عقلی کے مشاغل مین بسر ہوئی۔ اور دوسری نہایت محنت وکوشش اور مفید کامون مین بھی دو قسم کی زندگیان ہین جن مین سے ایک تو انسان کو انسان بناتی ہی۔ دوسری اُسکو بہایم کی درجہ مین لے جاتی ہی۔ ایک انسان کے قوا کو زندہ۔ اعضا کو ترو تازہ۔ روح کو بشاش کرتی ہو دوسری اوسپر سستی غفلت کاہلی اور بے پروائی کا الزام لگاتی ہے۔ ایک دولت پیدا کرتی ہے، علم کا دائرہ وسیع کرتی ہے کو دوسری افلاس پھیلاتی ہے، جہالت کا بول بالا کرتی ہے۔

ہمکو افسوس ہے کہ ہمارے ملک مین اکثر لوگون کی زندگی بیکار اور فضول کامون مین گذرتی ہے۔ بہت کم ہین جو وقت کی قدر جانتے ہین اور بہت ہی کم ہین جو وقت کو عمدہ مشاغل اور مفید کامون مین صرف کرتے ہین۔ ایک اکیلا شخص اگر کام کرنے پر آجاے تو پہاڑون کو کاٹ کر پھینک سکتا ہو دریاؤن کے رخ بدل سکتا ہے مگر وہ اپنی قوت سے غافل ہے، وقت کی قیمت سے بے خبر ہے۔ وحشی اور ناشایستہ ملکون مین جہان انسانون کی زندگی خاموشی اور سناٹے مین گذرتی ہے خدا کی بیشمار دولت زمین کے نیچے دبی پڑی ہے۔ شایستہ اور مہذب ملکون مین جہان وقت کا کوئی لمحہ بیکار نہین جاتا۔ قدرت کے بڑے بڑے عقدے حل ہوگئے ہین اور نیچر کی قوت ابل پڑی ہے۔ میرے عزیز ہموطنو اگر تمہاری زندگی ایسی ہی ہے جیسی کہ وحشی قومون کی تو وہ زندگی نہین بلکہ موت ہے جسطرح زمانہ مُردون پر ہزار دن گردشین کرجاتا ہے اور وہ کروٹ نہین بدلتے۔ اسی طرح مُردہ دل قوم پر کیسے ہی انقلاب آئین اُنکی زندگی مین کوئی حرکت معلوم نہین ہوتی۔ آؤ زندگی کے میدان مین آؤ اور مُردہ دلی کو رخصت کرو۔ (محسن الملک)

جدید کتابون پر ریویو

(۱) تذکرۂ امیر

تذکرۂ امیر کے نام سے ایک کتاب مطبع خادم العلوم لاہور سے شایع ہوئی ہے جسکی قیمت معہ محصول ڈاک ویلیو پی ایبل دو روپیہ بارہ آنہ ہین اسکو منشی محبوب عالم صاحب مالک و ایڈیٹر پیسہ اخبار نے جمع کیا ہو اور یہ کتاب اوس سلسلہ کی پہلی کتاب ہے جسکو منشی صاحب موصوف نے زمانہ حال کے الو العزم مسلمانون کے تذکرات کے نام سے موسوم کیا ہے۔

تذکرۂ امیر ۴۴۲ صفحہ کی کتاب ہے اور اوسمین متعدد تصویرین اور نقشے شامل کیے گئے ہین جنمین سے بعض تصویرین اچھی نہین ہین اور اگر وہ چکنے اور دبیز کاغذ پر چھپتین تو بہت خوشنما ہوجاتین۔ کتاب مذکور معمولی کاغذ اور معمولی خط و اہتمام سے چھاپی گئی ہے اور یہ وہی مسلک ہے جسکو

منشی **محبوب عالم** صاحب ہمیشہ اپنے کارخانہ کی مطبوعات میں مدنظر رکھتے ہین ۔ اگرچہ ایسے طریقے سے کتاب کے مضامین کی عظمت کسی قدر بادی النظر مین کم ہو جاتی ہے لیکن عام پسند ہونی اور ہندوستانیون کی ناقدردانی یا کم بضاعتی کی وجہ سے یہ ایک مجبوری کی بات ہے کہ جہانتک ممکن ہو سکے کتابون اور اخبارون پر روپیہ کم خرچ کیا جاوے ۔ تاکہ ارزان ہین پرانے تاریخی واقعات کو لوٹ پوٹ کر بار بار بیان کرنے سے اس وقت یہ بات زیادہ تر مفید اور کارآمد ہے کہ زمانہ حال کے لوگون کے حالات بیان کیے جائین جیساکہ تذکرۂ امیر مین کیا گیا ہے کیونکہ اردو لیٹریچر اس سے بہت خالی ہے ہم لوگ عالمگیر اور تیمور کے حالات سے بہ نسبت سلطان عبدالحمید کے حالات کے زیادہ واقف ہین جسکا سبب یہی ہے کہ جدید اشخاص کے حالات کے جمع کرنے کی محنت لوگ برداشت کرنا نہین چاہتے ۔

تذکرۂ امیر کی تالیف مین یہ خوبی اور ہے کہ وہ ترجمہ کسی انگریزی کتاب کا نہین ہے اور ایک ہندوستانی مصنف کے خیالات کا جلوہ اوس سے معلوم ہو سکتا ہے ۔ اگرچہ ہم ترجمون کی بے عزتی نہین کرنا چاہتے لیکن یہ بات زیادہ تر مفید ہے کہ ایک بات مختلف ذہنون اور خیالون کے ذریعہ سے ہمکو معلوم ہو سکے ۔

تذکرۂ امیر ایک دلچسپ کتاب ہے جس سے بہت کچھ روشنی ضیاء الملت والدین امیر **عبدالرحمن خان** والی امیر کابل کے حالات پر پڑتی ہے نیز اسکے مطالعہ سے ایشیا کی اوس ڈسپاٹک اور خود مختارانہ طرز حکومت کی ہیبت تصویر آنکھون کے سامنے پھر جاتی ہے جو انگریزی حکومت کے آنے سے اول ہندوستان مین ہو گی اسکے بعد ہم خداوند تعالیٰ کی بے انتہا عنایت و مہربانی کا شکریہ ادا کرتے ہین کہ اوس نے ہمکو ایک قانونی سلطنت کے ظل حمایت و عافیت مین پیدا کیا اور رکھا ہے ۔ والحمد للہ علی ذالک ۔

اگرچہ منشی **محبوب عالم** صاحب نے اس تذکرہ کے درمیانی حصہ مین اُن اعتراضون کو جو امیر صاحب کی طرز سیاست پر ہو سکتے ہین عمدہ پیرایہ مین رفع کرنیکی کوشش کی ہے یعنی بیان کیا ہے کہ اوس ملک کی حالت اسی کی مقتضی ہے لیکن تاہم جو خوف اور نفرت کہ انڈیپنڈنٹ اور ایشیائی حکومتون سے دل مین پیدا ہو چکی ہے وہ اس مدافعت یا ڈفنس سے نہین جاتی اور انگریزون کی عاقلانہ اور عادلانہ طرز حکومت کے حق مین بے اختیار دعائے خیر مونھہ سے نکلجاتی ہے ۔

تذکرۂ امیر کے صفحہ ۶۸ مین جناب امیر صاحب کے ہات کی لکھی ہوئی ایک عبارت کی نقل چھاپی گئی ہے جسکے دیکھنے سے مسرت ہوتی ہے کیونکہ کہان ہم کو اور کہان ضیاء الملت اور اونکے ہات کی تحریر ۔ غرض کہ اُمید ہے کہ یہ اڈیشن بہت جلد فروخت ہو جائیگا اور ہم اپنے ریویو کے ناظرین سے ضرور سفارش کرینگے کہ وہ اس تذکرہ کو خرید کر ملاحظہ کرین تاکہ اونکو زمانہ کے حالات سے واقفیت حاصل ہو اور مصنف کتاب کو اپنی محنت کا صلہ ملے اور آگے کو دوسرا کام کرنیکی ہمت بند ہے ۔

(ا ـ س)

(۲) ترکون کے حالات پر نئی کتابین

مولوی محمد انشاء اللہ اڈیٹر اخبار وکیل امرتسر نے ایک سلسلہ تصنیفات ترکون کے حالات پر تیار کیا ہے جنمین سے حسب ذیل کتابین ہماری نظر سے گذری ہین (۱) تاریخ خاندان عثمانیہ حصہ اول (۲) محاربات بلونا حصہ اول (۳) بست سالہ عہد حکومت سلطان عبد الحمید خان (۴) واقعات روم (۵) ٹرکی کی موجودہ حالت اور اسکی باجگزار ریاستین (۶) مفروضہ مظالم آرمینا انمین سے نمبر (۲) و (۳) و (۴) کی کتابین انگریزی سے ترجمہ کی گئی ہین - باقی کتابین خود مصنف نے لکھی ہین - مگر کوئی کتاب ان مین سے ایسی نہین ہے جو محض تالیف یا ترجمہ ہو - اُن کتابون کے نام اُنکے مضامین پر دلالت کرتے ہین مصنف نے اس سلسلہ کو تیار کر کے ترکون کی تاریخی ملکی، علمی، تمدنی اور ہر قسم کے حالات کو آئینہ کر دیا ہے - ہر کتاب کے متن کے ساتھ نہایت دلچسپ اور مفید حاشیے اضافہ کیے گیے ہین - تصویرین اور نقشے بھی جا بجا دے گیے ہین جن سے ان کتابون کا مضمون واضح تر ہو جاتا ہے ہمکو امید ہے کہ بہت جلد یہ مفید سلسلہ جو ابھی ناتمام ہے تمام ہو جائیگا اور مصنف کی لیاقت اور معلومات کی وسعت پر گواہی دیگا - اور جلد تر مقبول عالم ہو جائیگا ہم مصنف کی محنت کی دل سے داد دیتے ہین ان کتابون کی قیمت ترتیب وار یہ ہے (۱) عـلـہ (۲) عـہ (۳) ۸ـہ - (۴) ۱۲ـہ (۵) عـہ (۶) عـہ

(د - س)

(۳) اُردو زبان کی نئی گرامر

اردو زبان جو یوماً فیوماً ترقی کرتی جاتی ہے کسقدر افسوس کی بات ہے کہ اسکی کوئی مکمل ڈکشنری اور کوئی مکمل گرامر اب تک تیار نہین ہوئی - انگریزی مین اب سے بہت پہلے اس زبان کی متعدد گرامرین اور ڈکشنریان لکھی جا چکی ہین مگر خود اُردو زبان مین اس کی لغات اور صرف و نحو کی کتابین قابل اطمینان طور پر نہین لکھی گئین - اُردو صرف و نحو کے چھوٹے چھوٹے رسالے جو اب تک لکھے گیے ہین انمین بڑا نقص یہ تھا کہ وہ فارسی صرف و نحو کی طرح عربی کے سانچے مین ڈہالے گیے تھے - حالانکہ اردو اور فارسی دونون زبانین آرین خاندان کی ہین اور عربی سامی خاندان کی - ایک خاندان السنہ کی خصوصیات دوسرے خاندان السنہ کی خصوصیات سے بالکل جدا اور متضاد ہین مولوی محمد اسمعیل صاحب مدرس فارسی نارمل اسکول آگرہ کی یہ کوشش نہایت تحسین و آفرین کے قابل ہے کہ انھون نے اس ضرورت کو محسوس کر کے آرین زبانون کے اصول پر اُردو صرف و نحو کو مرتب کرنا شروع کیا ہے اس مین شک نہین ہے کہ اردو گرامر کا تمام ڈہچر ترمیم کرنے کے قابل ہے - اس ضرورت کو عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے مگر آج تک ترمیم کا خیال کسی کو نہین آیا - مصنف نے سب سے پہلے اس رستہ مین قدم رکھا ہے - اس لیے اُنکی کوشش اور محنت اور بھی زیادہ قابل تعریف ہے مصنف نے قواعد اُردو کا جو سلسلہ تیار کیا ہے اسکے چار حصے ہونگے -

(۱) اس سلسلہ کے دو حصے منجملہ چار حصون کے شایع ہوئے
ہین حصہ اول کی قیمت ار۶ پائی اور حصہ دوم کی ۲ر ہے
قیمت واجبی اور چھپائی صاف اور خوشخط ہے۔

(۲) پہلے حصے مین جو ۴۴ صفحون پر ختم ہوا ہے کلمات کی
تقسیم۔ انکی تعریفین اور گردان ہے۔ اور کسیقدر نحو کا بیان
ہے جس مین جملہ کے اجزاے اصلیہ اور اسکی بناوٹ
کا مختصر حال درج ہے۔

(۳) دوسرے حصے مین جو ۸۰ صفحون پر تمام ہوا ہے
صرف و نحو کا بیان زیادہ شرح و بسط کے ساتھہ لکھا ہے
علاوہ برین شروع مین علم ہجا کا ضروری بیان بھی دیا ہے

(۴) مصنف نے مسائل کے بیان کرنے مین
Analytical Method کو مدنظر رکھا ہے
یعنی مثالون سے استقرا کے طور پر قواعد کلیہ کا استخراج
کیا ہے حقیقت مین مبتدیون کے لیے اس سے
بہتر طریقہ نہین ہو سکتا۔ بچون کو بغیر تمثیل اور تصورات
کے کسی اصلاح کا تبانا انکی قوت حافظہ کے لیے سخت
مضر ہے۔

(۵) تمام کتاب کی عبارت صاف اور سلیس اور تعریفین
آسان ہین۔ مبتدی آسانی کے ساتھہ سمجھہ کر یاد کر سکتے ہین

(۶) مثالون کے ذریعہ سے جو تعریف یا مسئلہ استنباط
کیا گیا ہے۔ اسکو جلی قلم سے چھاپا ہے۔ اس سے
طلبہ کو حفظ کرنے اور حفظ رکھنے مین مدد ملے گی۔

(۷) ہر بات کی مثالین کثرت کے ساتھہ لکھی ہین اور
ساتھہ ساتھہ مشقین بھی دی ہین تاکہ طالب علم کو آموختہ
ذہن نشین ہوتا رہے۔

(۸) دونون کتابون مین التزام کیا گیا ہے کہ ہر بیان کے
لیے ایک علحدہ پیراگراف ہو اور اُسپر نمبر بھی لگا دیے ہین
اس سے کسی خاص بیان ماقبل یا مابعد کا حوالہ دینے مین
سہولت ہوگی۔

(۹) دوسرے حصے مین انگریزی پارسنگ کی طرز پر مشق
تعریف کا نمونہ دیا ہے۔ اور اوسکے قواعد منضبط کر کے
بہت سی مثالین لکھی ہین تاکہ طلبہ نمونہ کے موافق انکو
حل کر کے مشق حاصل کرین۔ یہ بیان (جو کل صرف کا لب لباب
ہے) نہایت ضروری ہے مگر آج تک جتنی اُردو گرامرین
لکھی گئی ہین۔ ان مین اس سے بحث ہی نہین کی گئی۔
مصنف نے اس کمی کو پورا کر دیا۔ اور نہایت خوبی کے ساتھہ

(۱۰) نحو کے بیان مین جملے کی پرانی تقسیم اسمیہ و فعلیہ اور
خبریہ۔ انشائیہ کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ اور ترکیب مین
انگریزی Analysis کے اصول کو مدنظر رکھا ہے

(۱۱) اکثر جدید اصطلاحین تجویز کی گئی ہین۔ مثلاً کلمات
مستقل۔ کلمات غیر مستقل۔ صلۂ فعل۔ اسم عام۔ اسم خاص
قرینۂ فعل۔ طور فعل۔ صفت فاعل۔ صفت مفعول
حرف نشا۔ فعل الحاقی۔ بعض اصطلاحات بالکل ٹھیک
اور چسپان ہین۔ مگر بعض بے جوڑ اور غیر چسپان معلوم
ہوتی ہین۔ یقین ہے کہ بعض لائق و فائق حضرات ان سے
بہتر الفاظ سجھا کرین گے جیسا کہ مصنف کا منشا ہے

(۱۲) کلمات کو اول مستقل اور غیر مستقل دو قسمون مین
منقسم کیا ہے۔ اسکے بعد مستقل کلمات کی پانچ قسمین
کی ہین۔ اسم۔ ضمیر۔ صفت۔ فعل۔ صلۂ فعل۔ اس تقسیم
سے۔ اسم عام نہین رہا۔ یعنی ضمیر اور صفت اسم کی تعریف

سے علیحدہ ہو گئی - جنکا شمول اسم کذیل مین (کم سے کم اردو زبان مین) غلطی پہنچا ہے - اسیواسطے اسم کی پرانی تعریف کو بالکل بدل دیا ہے - کلمات غیر مستقل (حروف) کو چار قسمون مین منقسم کیا ہے قید - ربط - عطف - نشا - فعل کی تعریف سے بھی زمانہ کی قید اٹھا دی گئی ہے - اس لیے مصدر بھی فعل ہی مین داخل ہوگیا - مختلف کلمات کی شناخت اور سہولت حفظ کے لیے یہ تقسیم نہایت مناسب اور انگریزی کے مطابق ہے -

(۱۳) فعل اور حرف کا بیان اس کتاب مین نئی طرز کا ہے حقیقت مین (جیسا کہ مصنف نے دیباچہ مین لکھا ہے) حرف کا بیان اب تک باقاعدہ طور پر مرتب نہین ہوا تھا فعل کی بحث مین اُسکی پرانی تقسیم یعنی ماضی - مضارع (حال و مستقبل) امر نہی اور ماضی کی چھٔون قسمون کو بھی ترک کیا ہے - اس کی جگہہ فعل کی اصلی صورتین پانچ قرار دی ہین - مصدر - امر - مضارع - ناتمام - تمام ناتمام اور تمام کی تقسیم مین ماضی وغیرہ کی کل قسمین آگئی ہین (یہ تقسیم انگریزی کے مطابق ہے اور گو ہمارے خیال مین اُردو گرامر کے لیے چندان ضروری نہ ہو) تاہم اگلی تقسیم سے کسی قدر بہتر ہے -

غرضکہ اس کتاب کے دونون حصون مین گرامر کے جو اصول قایم کیے گیے ہین وہ سب سے پہلی کوشش کا نمونہ ہے - کسی زبان کی گرامر ہو ایک دم مین تیار نہین ہو سکتی تاوقتیکہ بہت سے مصنفین اسپر توجہ نہ کرین اور مدت تک باہم مباحثہ اور نکتہ چینی نہ ہو - اس لیے پبلک کو بجائے بے جا نکتہ چینی کرنیکے اس جانفشانی کی داد دینی چاہیئے - اور واجبی نکتہ چینی سے مصنف کو مدد دینی چاہیئے آخر مین ہم مصنف کی اس محنت کا شکریہ ادا کرتے ہین - (رغ ح)

فارسی زبان کی فلالوجی

سخندان پارس

فلالوجی یا علم اللسان وہ علم ہے جسکے ذریعہ سے زبان کے نہایت ابتدائی مادے معلوم ہوتے ہین جن سے تمام الفاظ کی ساخت ہوتی ہے - یہ ابتدائی مادے منزلہ عناصر کے ہین جنسے کائنات کی تمام چیزین مرکب ہوتی ہین - علم اللسان بالمقابلہ بتاتا ہے کہ ایک زبان کے ابتدائی مادے دوسری زبان کے ابتدائی مادون سے ملتے جلتے ہین یا نہین پہلی صورت مین وہ دونون زبانون کو ایک خاندان کی زبانین قرار دیتا ہے - دوسری صورت مین مختلف خاندانون کی - علم اللسان بالمقابلہ کے ماہرون نے دنیا کی زبانون کو تین بڑے خاندانون مین تقسیم کیا ہے وہ یہ ہین (۱) ایرانی (۲) سامی (۳) تورانی فارسی سنسکرت - لاطینی - یونانی پہلے خاندان کی زبانین ہین - عربی - عبرانی - قبطی - کلدانی دوسرے خاندان کی - ترکی تیسرے خاندان کی - علم اللسان بالمقابلہ پر سوائے جرمن اور فرنچ کے دیگر زبانون مین بہت کم کتابین لکھی گئی ہین - اردو مین تو یہ علم بالکل نیا اور اجنبی ہے - پروفیسر محمد حسین آزاد ستے جنکی آب حیات نیرنگ خیال وغیرہ کتابین بہت مقبول ہین اس علم پر

ایک کتاب سخندان پارس کے نام سے لکھی تھی اور اُس
مین فارسی اور سنسکرت زبانون کے الفاظ کا مقابلہ کر کے
یہ ثابت کیا تھا کہ یہ دونون زبانین ایک ہی خاندان کی ہین
بوجہ افسوسناک دماغی مرض کے جو پروفیسر ممدوح پر طاری
ہوا تھا یہ کتاب چھپنے سے رہگئی تھی ہمکو نہایت خوشی ہے
کہ مولوی سید ممتاز علی مالک مطبع رفاہ عام
نے اس کتاب کو چھپوایا ہے فی الحقیقت یہ کتاب اس علم پر سب سے
پہلی کتاب ہے جو اُردو زبان مین لکھی گئی ہے طرز تحریر پروفیسر ممدوح کا
جسقدر دلچسپ ہے اُس سے سب لوگ آگاہ ہین مگر علمی
مسائل کو خاصکر ایک نئی اور اجنبی علم کے مسائل کو اس طرز
مین لکھنا نہایت مشکل کام تھا۔ تاہم یہ کہنا کچھ بھی مبالغہ
نہین ہے کہ پروفیسر ممدوح نے اس علم کے مسائل کو پانی
کر کے بہادیا ہے اور ایسے دلکش اور دلربا الفاظ مین مطالب
کو ادا کیا ہے کہ اس سے ناول کا مزا آتا ہے۔ فارسی اور سنسکرت
کے ہزارون الفاظ ہین جن کا رشتہ اس کتاب مین ثابت
کیا گیا ہے۔ سنسکرت کے الفاظ ناگری اور اُردو خط مین
لکھے گیے ہین۔ نہایت تفصیل سے وہ قواعد بیان
کیے گیے ہین جنکے لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ فلان الفاظ
فلان زبان اور فلان خاندان کے ہین۔ یہ کتاب ۱۲۴ صفحہ
کی ہے اور لکھائی چھپائی اور مضامین کے لحاظ سے
قابل دید ہے۔ قیمت ۱۰ (و۔س)

(۵) دافع طاعون

یہ رسالہ طاعون کی ماہیت اور علاج پر ڈاکٹر ایچ فضل احمد
طبی افسر بی۔ اے دنشا ہاسپٹل کیاماڑی (کراچی) کی
تصنیف سے ہے جو نہایت سلیقہ سے لکھا گیا ہے اور
ہر ایک ضروری پہلو پر بحث کی گئی ہے ہم مصنف کی اس
مفید محنت کی دل سے قدر کرتے ہین۔ (و۔س)

(۶) رفیق نوجوانان

ایک چھوٹا سا رسالہ (۶۰) صفحہ کا ہے جسکو منشی احمد حسین
صاحب مدرس اسلامیہ اسکول راولپنڈی نے تصنیف کیا ہے
اسمین (۷۴) چھوٹے چھوٹے مضامین ہین جو اسکولون کے
طالب علمون کے لیے مفید ہین اور انکی اخلاقی تربیت
اور تہذیب کے لیے لکھے گیے ہین۔ قیمت ۱۶ر (و۔س)

(۷) رسالہ حقیقت و اصلیت جہاد

یہ بھی ایک چھوٹا رسالہ مولوی غلام نبی صاحب رئیس امرتسر
کی تصنیف سے ہے جس مین اس امر پر دلچسپ بحث کی گئی
ہے کہ عیسائی علما کے اقوال کے موافق مذہب اسلام
مین جہاد سے یہ مطلب نہین ہے کہ تیر و شمشیر دین کی اشاعت
کی جائے۔ قیمت ۲ر (و۔س)

(۸) طاعون اور اُس کا علاج

یہ رسالہ جسکا مضمون اسکے نام سے ظاہر ہے حکیم ڈاکٹر
غلام نبی صاحب (زبدۃ الحکما) کی تصنیف ہے۔ اور
اسمین بھی طاعون کی نسبت نہایت مفید ہدایتین درج
ہین ہمکو امید ہے کہ اس رسالہ کو بھی قبول عام حاصل ہوگا۔
(و۔س)

(۹) گنجینۂ طب ممتازیہ

فقیر ممتازیہ ڈاکٹر سید غلام حسین صاحب نے جنکی
طبی تصنیفات عام فہم اور عام پسند ہوتی ہین ایک کتاب
گنجینۂ طب ممتازیہ کے نام سے لکھی ہے اس کتاب کے
۱۵۲ صفحات ہین اور وہ چار حصون مین تقسیم کی گئی ہے
پہلے حصہ مین دواؤن کا تاریخی حال - دواؤن کے حاصل
کرنے اور رکھنے اور استعمال سے پہلے اُنکے درست کرنے
کا بیان ہے - پھر کشتون کا حال اور اُن کا طریقۂ استعمال
بیان کیا ہے - پھر اُن دواؤن اور غذاؤن کا ذکر کیا ہے
جنکو باہم ملانا علم طب کی رو سے بالکل ممنوع ہے - دوسرے
حصہ مین دواؤن کے خواص اور فوائد اور انکی مقدار خوراک
کا بیدک - طب یونانی اور ڈاکٹرون تینون طریقون کے
موافق بیان کیا ہے - تیسرے حصہ مین جو نہایت
مفید اور مہتم بالشان حصہ اس کتاب کا ہے - مفرد
دواؤن سے مختلف بیماریون کا علاج بتایا ہے - پھر اسی
حصہ مین علاج کے دیگر طریقون کا مختصر بیان ہے مثلاً
ہیڈروپیتھی (پانی سے علاج کرنا) - لیکٹوپیتھی (دودھ سے
علاج کرنا) - میکانکل ٹریٹمنٹ (ترکیبی علاج) ہومیوپیتھک
(علاج بالمثل) - کروموپیتھی (رنگون سے علاج کرنا) میوزیکپیتھی
(راگ سے علاج کرنا) - الکٹروتھیپی (بجلی سے علاج کرنا) -
وغیرہ - چوتھے حصہ مین چار فہرستین دواؤن کے
نام کی ہین - جنمین سے ایک فہرست مین اردو نامون کے
بالمقابل سنسکرت نام - دوسرے مین عربی نام تیسرے
مین فارسی نام چوتھے مین انگریزی نام ہین -

یہ کتاب فی الحقیقت ڈاکٹرون - حکیمون - بیدون اور
عام لوگون کے لیے جو اس فن کے شایق ہون نہایت
مفید ہے - قیمت ۱؎ روپیہ ہے - اور ڈاکٹر صاحب ممدوح
سے درخواست کرنے پر ریواڑی ملسکتی ہے ہم مصنف
کی اس مفید عام کوشش کی دل سے داد دیتے ہین
اور امید کرتے ہین کہ وہ ہمیشہ اپنی معلومات طبی سے
تمام ملک کی خدمت کرتے رہینگے - (و - س)

سید مرحوم کی وفات حسرت آیات

کی نئی تاریخ

قرآن مجید سے

سید مرحوم کی وفات پر جسقدر مختلف نظمین اور تاریخین ملک
کے شاعرون اور تاریخ گویون نے لکھی ہین - اُس سے اس
بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ملک مین انکا نام اور انکا کام کسقدر
عظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے - قرآن مجید سے لاہور کے
ایک طالب علم نے اب سے پہلے ایک تاریخ عجیب وغریب
نکالی تھی - اور اُس کا اخبارون مین مدت تک بڑا چرچا رہا تھا
وہ آیت تھی "انی متوفیك ورافعك الی ومطهرك"
اب ہمارے ایک دوست نے قرآن مجید سے ایک اور عمدہ
تاریخ نکالی ہے - جو نہایت عمدہ اور واقعہ کے مناسب اور
بی کم وکاست سنہ وفات کے موافق ہے - وہ آیت
شریف یہ ہے - للمتقین جنات النعیم

۱۳۱۵ھ

ہم اپنے دوست کو اس عمدہ تاریخ پر مبارکباد دیتے ہین -

(ا - س)

تاریخ عرب

موسیو سیدیو فرانسیسی

موسیو سیدیو Sedillot جو فرانس کا مشہور عالم ہے اس نے عرب کی تاریخ اور مسلمانون کے تمدن پر ایک مختصر مگر نہایت دلچسپ اور مفید کتاب لکھی ہے۔ زمانہ حال کے تمام مصنفین یورپ اس کتاب کا حوالہ اپنی تصنیفات مین دیتے ہین۔ یکم اکتوبر سے رسالہ "معارف" مین اس کتاب کا ترجمہ چھاپنا شروع کیا جائیگا۔ یقین ہے کہ حضرات ناظرین اس کتاب کو دلچسپی سے مطالعہ کرینگے۔

وحید الدین سلیم اڈیٹر "معارف"

ضروری التماس

چونکہ ہم اپنے اس رسالہ کے زیادہ تر مفید اور دلچسپ بنانے کے بہت آرزومند ہین اسواسطے اسکے خریدارون اور ناظرین کے نہایت ممنون ہونگے اگر وہ ہمکو اسکی اصلاح کے متعلق اپنے خیالات سے آگاہ فرمائین۔

مسلمانون کا افلاس

ذیل کے سوال کے متعلق جسپر ہر مسلمان کو غور کرنا چاہیے اگر ہمارے پاس خطوط آئینگے تو ہم اونکو بجنسہ یا بطور خلاصہ کے اس رسالہ مین وقتاً فوقتاً چھاپتے رہین گے۔

"مسلمانان ہند کے قومی افلاس کے اسباب کیا ہین؟ اور اونکے افلاس کو دور کرنے کی تدبیرین کیا ہین؟"

تصنیفات حاجی محمد اسمعیل خان صاحب

جو دفتر معارف سے مل سکتی ہین

گذشتہ اور موجودہ زمانے کے مسلمان

اس کتاب مین نہایت دلچسپ طور پر اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ زمانۂ گذشتہ کے مسلمانون نے کس وجہ سے ترقی کی اور زمانۂ حال کے مسلمانون نے کس وجہ سے تنزل کیا۔ اسمین عہد نبوت کے تاریخی واقعات بطور استدلال کے پیش کیے گیے ہین۔ قیمت ۵ر

جوش مذہبی

اس کتاب مین اس بات پر بحث کی گئی ہے کہ مذہبی جذبہ جو ہر مسلمان مین موجود ہونا چاہیے اُس سے زمانہ گذشتہ کے مسلمانون نے کیا کام لیا تھا اور زمانہ حال کے مسلمانون نے اُس سے کیا کام لیا۔ اور بتایا ہے کیونکر اس عمدہ قوت سے عمدہ کام لیے جا سکتے ہین۔ اسمین بھی قرن اول کے بہت سے دلچسپ تاریخی واقعات درج کیے گیے ہین۔ قیمت ۷ر

مجموعہ مضامین سوشیل

(۱۴) مضامین جو زمانہ حال کے مسلمانون کی اصلاح معاشرت اور تہذیب اخلاق کے متعلق وقتاً فوقتاً لکھے گیے ہین۔ قیمت ۴ر

فلاح دارین

(۲۶) مضامین جو مسلمان طالب علمون کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم و تربیت کے لیے لکھے گیے ہین۔ اسی غرض سے یہ کتاب نہایت جلی اور واضح خط مین دبیز کاغذ پر چھاپی گئی ہے اور اس قابل ہے کہ مسلمان بچون کے درس مین داخل کی جاے۔ قیمت ۴ر

محصول ڈاک ہر حالت مین ذمہ خریدار ہے۔

معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ

اڈیٹران: حاجی محمد اسمٰعیل خان و مولوی وحید الدین سلیم

جلد ۱	یکم نومبر سنہ ۱۸۹۸ع	نمبر ۵

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک للعہ	قیمت فی پرچہ ۵/

(مقام اشاعت علیگڑھ دفتر معارف)

مطبع مفید عام اگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخان چھپا

مقاصد اور قواعد

۱- یہ دو جزو کا ماہوار علمی رسالہ جو "معارف" کے نام سے موسوم ہوگا ہر مہینے کی یکم تاریخ کو علیگڈھ سے شایع ہوا کریگا

۲- اس رسالہ کا مقصد یہ ہے کہ اسکے ذریعہ سے اُردو زبان کے علم ادب کا دائرہ وسیع ہو اور اوس مین ہر قسم کے علمی فلسفی اخلاقی - مذہبی - تمدنی اور تاریخی مضامین لکھے جائین انگریزی عربی - اور ترکی زبانون کی نایاب کتابون اور اخبارون اور رسالون سے ہر قسم کے مفید دلچسپ اور پاکیزہ مضامین ترجمہ کیے جائین تاکہ مسلمانون مین روشن ضمیری عمدہ تربیت اور تہذیب کی اشاعت ہو-

۳- یہ ضرور نہین کہ ہر پرچہ مین ہر قسم کے مضامین شامل ہوا کرینگے بلکہ ان اقسام کے مضامین یکے بعد دیگرے شایع کیے جائینگے-

۴- بالفعل اس رسالہ کے دو اڈیٹر قرار دیے گئے ہین-

ا حاجی محمد اسمعیل خان-

ب مولوی وحید الدین سلیم-

۵- ملک کے مشہور او باعلی درجہ کے انشا پردازون اور مضمون نگارون کی خدمت مین درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنے بیش بہا مضامین سے ہماری مدد کرین - جن بزرگون کے نام ہمکو معلوم نہین ہین - اگر مہربانی سے وہ خود یا اون کے احباب اون کے نام و نشان سے ہمکو مطلع کرینگے تو ہم اونکی خدمت مین بھی درخواست کرینگے کہ وہ بھی اس رسالہ کو اپنی قیمتی تحریرون سے امداد پہنچائین جو حضرات کسی مضمون مین اپنا نام ظاہر کرنا نہین چاہینگے اونکا نام ظاہر نہین کیا جائیگا-

۶- اس رسالہ کی قیمت سالانہ مع محصول ڈاک (للعہ) ہے جو نقد قیمت بھیجنے یا ویلیو پی ایبل کی درخواست کرنے سے خریدارون کی خدمت مین بھیجا جائیگا - ششماہی سے کم کی درخواست نامنظور ہوگی - نمونہ کے پرچہ کے لیے پانچ آنہ کے ٹکٹ آنے ضرور ہین - قیمت ہر حال مین پیشگی نقد یا بطور ویلیو کے وصول کی جائیگی اور قیمت رسالہ کی کسی حال مین کم نہین ہو سکتی - رسالہ کے متعلق تمام خط و کتابت مولوی وحید الدین سلیم کے نام ہونی چاہیے اور اون ہی کے نام قیمت آنی چاہیے - جواب طلب امور کے لیے آدہ آنہ کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا ضروری ہے -

۷- جو بزرگ اس رسالہ کی خریداری منظور فرمائین اون سے اُمید کی جاتی ہے کہ وہ اپنا نام اور ٹائیٹل اور پتہ صاف لفظون مین تحریر فرمائینگے-

۸- حضرات خریداران معارف سے اُمید ہے کہ اپنے پتہ کی تبدیلی سے وقتاً فوقتاً دفتر معارف کو مطلع فرماتے رہینگے

۹- اگر کوئی پرچہ ڈاک مین گم ہو جائے تو تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر اطلاع دینے پر مل سکیگا ورنہ قیمت بھیجکر طلب فرمائین-

۱۰- جو حضرات مضامین واسطے درج رسالہ مرحمت فرمائین وہ خوشخط و صاف لکھکر بھیجین تاکہ طبع مین آسانی ہو اور کوئی غلطی نرہجائے -

۱۱- پتہ مولوی وحید الدین سلیم کا } علیگڈھ دفتر رسالہ معارف ہے

معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ

جلد ۱ | یکم نومبر ۱۸۹۸ء | نمبر ۵

مریخ کی سیر

[۵۱] دوربین مین سنہ ۱۶۱۰ء سے آجتک یعنی جب سے یہ ایجاد ہوئی بہت سی ترقیان عمل مین آئین - اور خصوصاً آج کل جو کچھہ تکمیل اس آلہ مین ہوئی اس سے سائنس کو بہت مدد ملی ہے بہت سے اجرام فلکی نئے مشاہدہ مین آئے اور بہت سے ایسے کوائف علم ہیئت کے متعلق معلوم ہوئے جن سے اُمید ہے کہ آیندہ دنیا کو بیشمار فواید بہم پہنچنے کی سبیلین دستیاب ہونگی -

منجملہ اُن عجائبات اور نئے حالات کے جو اس آلہ کی امداد سے علماء مغرب کو معلوم ہوئے ہین - مریخ ستارہ پر جاندار مخلوق کے وجود کا علم ہے - کئی برس سے علمای ہیئت اس ستارہ کا مطالعہ کر رہے ہین - اور مختلف ممالک یورپ نیز امریکہ کے علمای ہیئت کے مشاہدے مطابق ہو رہے ہین - اس ستارہ کے متعلق جو کچھہ علم ابتک سائنس کی روشنی مین بنی آدم کو حاصل ہوا ہے - اس سے مریخ کی آب وہوا - وہان کے باشندون اور دیگر کوائف کے متعلق نتایج اخذ کرنا کچھہ مشکل نہین - چنانچہ اسی وثوق پر ہم عالم تصور مین اس ستارہ کی اسوقت کامل سیر کر سکتے ہین - البتہ یہ خیال رکھنا چاہئے کہ جو کچھہ نتایج ہم اسوقت نکال سکتے ہین وہ صرف ہمارے اس وقت تک کے مشاہدات پر مبنی ہین - جن مین سے اگرچہ اکثر ایسے بھی ہین - جنکو ہم بطور امور واقعی تسلیم کر سکتے ہین مگر عام طور پر کُل کی نسبت ابھی ہم قطعی فیصلہ نہین دے سکتے نہ کوئی بالکل یقینی نتیجہ اخذ کر سکتے ہین -

مثلاً یہ قطعی یقینی ہے کہ مریخی سال ہمارے سال سے دگنا ہے - اور اس مین ۶۸۶ دن ۲۳ گھنٹے ۳۰ منٹ اور ۴۱ سکنڈ ہین - اور اسکی صحت مین کسی طرح شک نہین ہو سکتا ماسوا اسکے مریخ پر رات اور دن کا وقفہ یا اس ستارہ کا اپنے محور کے گرد پھرنے کا عرصہ ۲۴ گھنٹے ۳۷ منٹ اور

[۵۱] ہمکو نہایت افسوس ہے کہ منشی نواز ش علیخان رئیس امرتسر نے جنکا مضمون "مریخ کی سیر" اس رسالہ مین چھاپا گیا ہے اور جنکا ایک اور مضمون "ہوا مین اڑنا" کے عنوان سے آیندہ صحیح ہوگا - اور جو وقتاً فوقتاً مختلف رسالون اور اخبارون مین مضامین لکھتے رہے ہین - ۲۵ ستمبر ۱۸۹۸ء کو بوقت آٹھہ بجے شام کے بعارضہ سرطان انتقا

$\frac{65}{100}$ ۲۲ سکنڈ ہے۔ چونکہ اسکی محوری گردش کا میلان ۲۴ درجہ ۵۲ دقیقہ ہے۔ اس لیے اس ستارہ کے موسمون کی سختی و نرمی ہماری زمین کی طرح ہی ہے۔ مزید بران دوربین سے صاف دیکھا گیا ہے کہ اس ستارہ پر قطبین کا برف گرمی مین بالکل پگھل جاتا ہے اور سردی مین پھر جمع ہوجاتا ہے۔

اس ستارہ کے جغرافیہ کا بھی ہمکو قطعی علم ہے۔ اور جسطرح ہمکو اسکے دن رات موسمون کے تغیر و تبدل کا صحیح معلوم ہے۔ اسی طرح علماے یورپ نے متواتر اور غائر مشاہدون سے اس ستارہ کے کل براعظمون۔ اُس کے سمندرون اُس کے جزیرون۔ اُس کی راسون۔ اُس کے بڑے بڑے دریاؤن کے ماخذون۔ اور اُس کی نہرون غرض ہر ایک شے کے متعلق جغرافیہ کے نقشے تیار کرلیے ہین اور اصل یہ ہے کہ ایک چیز بھی مریخ کے جغرافیہ سے متعلق ایسی باقی نہین ہے۔ جس پر مغرب کے علماے ہیئت نے مطالعہ مین منہمک ہوکر آنکھون مین رات نہ بسر کی ہو۔

اس کے علاوہ کرۂ مریخ کے سطح پر کشش ثقل۔ اور اسکی جسامت کا حال بخوبی معلوم ہوگیا ہے۔ اور بھی دو بڑی اہم چیزین ہین جن سے اس کرہ کے جاندار متاثر ہین۔ کل کرۂ مریخ کا قطر ہمارے کرۂ ارض کے قطر سے تقریباً نصف ہے یعنی ۴۲۸۱ میل۔ مگر اسکا وزن ہمارے کرۂ ارض کے وزن کا صرف ۱۰۵ ہزارواں ($\frac{105}{1000}$) ہے۔ جن اجزاء سے مریخ مرکب ہے انکی جسامت اور کثافت ہمارے کرۂ ارض کے اجزاء ترکیبی سے بہت کم ہے یعنی اُن مین وہی نسبت ہے جو ۷۱ کو ۱۰۰ سے ہے۔ اب اگر ہم اس کثافت کا پانی کی کثافت سے مقابلہ کرین۔ تو ہم کو معلوم ہوگا کہ ہماری زمین کی اوسط کثافت اسکے پانی سے ساڑھے پانچ گنی (۵،۵) ہے۔ یا بالفاظ دیگر ہمارے کرۂ ارض کا وزن اپنے ہم جسامت کرۂ آب سے ساڑھے پانچ گنا ہے۔ لیکن مریخ اپنے ہم جسامت کرۂ آبی سے پورا چار گنا بھی وزن مین نہین ہے یعنی صرف ۹۱ء۳ گنا ہے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ اس کے اجزای ترکیبی بہ نسبت ہمارے کرۂ ارض کے اجزای ترکیبی کے ہلکے ہین۔

کرۂ مریخ کے سطح پر سطح ارض کی نسبت کشش ثقل کمزور ہے یعنی اُن مین ۶ء۳۷ اور ۱۰۰ کی نسبت ہے یا اسکی تشریح اسطرح آسانی سے ہوسکتی ہے کہ اگر دو سو من وزن کی کوئی چیز اس کرۂ ارض سے ہم مریخ پر لے جائین تو وہان اسکا وزن صرف تقریباً ڈیڑھ سو من نکلیگا۔ یا جس آدمی کا وزن اس زمین پر دو من ہو۔ اُسکا وزن سطح مریخ پر صرف ڈیڑھ من رہجائیگا یہ بدیہی امر ہین۔ جو ریاضی سے ہر طرح ثابت ہین۔ اور جن سے تصور یا قیاس کو کچھ سروکار نہین۔

ہماری زمین آفتاب کے قریب ہے۔ مریخ آفتاب سے بہت دور ہے یعنی آفتاب سے ہماری زمین اور مریخ کے فاصلہ مین ۱۰۰ اور ۱۵۲ کی نسبت ہے۔ یعنی مریخ آفتاب سے ۱۴۰۰۰۰۰۰۰ (۱۴ کرور) میل دور ہے اور ہماری زمین صرف ۹۳۰۰۰۰۰۰ (۹ کرور تیس لاکھ) میل۔ لہذا آفتاب سے جسقدر حرارت مریخ کو ملتی ہے۔ وہ اُس مقدار کا نصف ہے جو زمین کو حاصل ہوتی ہے۔ یعنی جسقدر حرارت ہمارا کرۂ ارض آفتاب سے حاصل کرتا ہے۔ مریخ کو اسکا $\frac{1}{2}$ حصہ آفتاب سے بہم پہونچتا ہے۔

لہذا اغلب قیاس بھی ہوسکتا ہے کہ مریخ کی سطح پر اوسط حرارت سطح ارض کی اوسط حرارت سے کم ہے۔ بدینوجہ

کہ اول تو نظام شمسی سے کرہ مریخ کو ہم سے نصف کے
قریب حرارت ملتی ہے۔ دوم مریخ کی ہوا بہ نسبت ہماری ہوا
کے کم ہلکی ہے۔ یعنی کرۂ ارض کی ہوا کی نسبت زیادہ رقیق ہے
علاوہ ازین چونکہ کشش ثقل بہ نسبت سطح ارض کے سطح
مریخ پر بقدر (۷۶ء۳) کے کم ہے۔ اس لیے کل اجسام
کا وزن اسی نسبت سے بمقابلہ سطح زمین کے مریخ کی سطح
پر کم ہے ہوا بھی اسی قاعدہ کی پابند ہے۔ چنانچہ کرۂ مریخ
کی سطح پر مقیاس الموسم مین پارہ ۔ ۲۸ء۱۱ انچ تک ٹھہر سکتا ہے
حالانکہ کرۂ ارض کی سطح پر پورے تیس انچ پر ٹھہرتا ہے اور
یہ دباؤ ہوا کا اتنا ہی جتنا ہمکو کسی غبارہ مین ۲۶۲۵۰ فٹ کی بلندی
پر ملتا ہے۔ اور اسقدر بلندی دنیا کے بڑے سے بڑے
بلند پہاڑ کے برابر ہے۔ کوہستان الپس کی چوٹی پر
مقیاس الموسم پر دباؤ صرف ۱۶ء۶۹ انچہ ہوتا ہے۔

ایک اور ثبوت کرۂ مریخ کی سطح پر ہوا کے رقیق ہونے
کا یہ ہے کہ وہان مطلع بالکل صاف رہتا ہے اور ہوا کبھی
غلیظ یا کثیف نہین ہوتی۔ شاذ و نادر ہی بادل پیدا ہوتے
ہین یا بخارات مین انجماد ہوتا ہے۔ اس قسم کی ہوا حرارت
آفتابی کو ہماری ہوا کی طرح خوبی اور خوش اسلوبی سے قبول
کر کے قایم نہین رکھ سکتی۔ بلکہ اس سے حرارت نہایت
آسانی سے منتشر اور تحلیل ہو جاتی ہے۔

لہذا اغلب ہے کہ کرۂ مریخی پر حرارت بہ نسبت کرۂ
ارض کے کم ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ خیال رہے کہ ہم یقینی
طور پر یہ نہین کہہ سکتے۔ کیونکہ اگر مریخی ہوا کی ترکیب مین صرف
چند ایک خفیف سے تغیر بھی ہون تو ایسے قوانین قدرت
اسپر حاوی ہو سکتے ہین کہ حرارت آفتابی کو وہ بھی کسی قدر آسانی
سے قبول کر سکے اور اسکو برقرار رکھے بخارات آبی ایسی
حرارت مین بہ نسبت خشک ہوا کے نہایت عمدہ طور پر
برقرار رہ سکتے ہین۔ یہی حال بخارات ایتھر۔ گندھک کے
تیزاب۔ وغیرہ کا ہے۔ کلوروفارم بائی سلفائڈ آف کاربن
وغیرہ کے بخارات بھی اسی طرح رہ سکتے ہین۔ مریخی ہوا۔
کیسی ہی غایت درجہ کی رقیق ہو مگر وہ اس قسم کے بخارات
اور انکے منجمد قطرات کو برقرار رکھ سکتی ہے پس سطح مریخ پر بھی اس عمل سے
اسقدر حرارت موجود رہ سکتی ہے جو کرۂ ارض کی اوسط حرارت کے مساوی ہو
بلکہ بسا اوقات اس سے زیادہ بھی ہو جائے تو کچھ تعجب نہین۔

بہر حال ان دونون ہمسایہ ستارون (زمین اور مریخ)
کی آب و ہوا مین بہت فرق نہین ہے۔ صرف اتنا اختلاف
ہے کہ بہ نسبت کرۂ ارض کے مریخ کی آب و ہوا کسی قدر سرد ہے
جو کچھ اوپر کیفیت بیان ہوئی ہے اگر مریخ کی ہوا اسکے مطابق
نہو تو اس ستارہ پر جسقدر پہاڑ ہین ہمیشہ برف مین لپٹے رہین
اور جو داس کرہ کی سطح خط استوا سے قطب تک منجمد رہے۔
ابتک جس قدر مشاہدہ کیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہے
کہ مریخ کی ہوا نہایت معتدل ہے۔ یہان کا سرمائی موسم ہماری
کرۂ ارض کے موسم سرما سے دگنا ہوتا ہے۔ اور جسقدر برف
قطبین کے گرد سردیون مین جمع ہو جاتا ہے۔ وہ قریباً تمام تر گرمیون مین
پگھل جاتا ہے۔ کرۂ ارض کے قطبی برف کے برخلاف
مریخی قطب کا برف بالکل پگھل جاتا ہے یا تو اس سبب سے
کہ جو حرارت موسم گرما مین جمع ہو جاتی ہے۔ اس مین بہت
سختی پیدا ہو جاتی ہے۔ یا اس باعث سے کہ جو برف سطح
مریخ پر جمتی ہے وہ بہت پتلی ہوتی ہے اور چندان دل دار نہین
ہوتی۔ اسکے علاوہ ایک امر ایسا ہے جو قطعی فیصل شدہ ہے

یعنی ۱۸۹۴ء کے جولائی اور نومبر کے مابین امریکہ کے علماے ہیئت نے جہانتک مشاہدہ کیا ان کو معلوم ہوا کہ جنوبی نصف کرہ مریخ پر آخر حصہ موسم گرما مین قطبی برف کا قطر بقدر ۱/۵ کے رہگیا تہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسقدر برف اختتام گرما سے پہلے ہی پگھل چکی تھی۔

مزید بران مریخ پر موسم سرما مین حد سے زیادہ برف باری اکثر دیکھی گئی ہے۔ لیکن برف خواہ کتنی ہی کثیر مقدار مین ہو، بہت جلد پگھلتی نظر آئی ہے۔ مثلاً اپریل ۱۸۹۰ء مین ایک مصور مسمی مسٹر بکرنگ نے مریخ کی برفباری کی تصویر لی تھی۔ جس مین ۲۵۰۰۰۰۰ (۲۵ لاکھ) مربع میل رقبہ برف سے محصور تھا۔ یعنی قریباً کل ریاستہاے متحدہ امریکہ کے برابر۔

مریخ پر مقیاس الحرارت[1] ہماری زمین کی مقیاس الحرارت سے چندان مختلف نہین ہے مگر چونکہ وہان کی ہوا بہ نسبت ہماری ہوا کے کچھہ رقیق ہے اسلیے صرف اتنا ہی فرق ہوجاتا ہے جتنا اس سبب سے ضروری اور قدرتی ہے مثلاً سطح مریخ پر پانی کا درجہ تبخیر فارن ہیٹ کے مقیاس الحرارت کے مطابق ۲۱۲° سے نیچے ہے۔ اور یہی صورت ہماری زمین کے بلند پہاڑون کی چوٹیون پر ہے۔ کیونکہ اس درجہ کی کمی وبیشی کا انحصار ہوا کے دباؤ پر ہے۔ اور ہر ایک واقف کار ذی علم کو معلوم ہے کہ کوہستان الپس کی چوٹی پر پانی ۱۸۴° درجہ مقیاس الحرارت فارن ہیٹ پر بخارات بن جاتا ہے لیکن شاید درجہ انجماد سطح مریخ پر وہی نہین ہے جو کرہ ارض کی سطح پر ہے۔ کیونکہ یہ امر بعید از قیاس ہے کہ کرہ مریخ پر جو پانی ہے اسکے اجزاے کیمیائی بالکل وہی ہون جو کرہ ارض کے پانی کے ہین۔ ہر ایک چیز کا دنیا مین درجہ انجماد اور تبخیر (یعنی وہ درجۂ مقیاس الحرارت جسپر وہ منجمد ہوجاے اور وہ جسپر وہ بخارات کی صورت مین منتقل ہونے لگے) علیحدہ علیحدہ ہے۔ کیونکہ پانی صرف ۳۲° درجہ مقیاس الحرارت فارن ہیٹ پر ہی منجمد ہوجاتا ہے۔ مگر پارہ صفر سے ۴۰° نیچے جم جاتا ہے۔ الکحل مقیاس الحرارت فارن ہیٹ کے ۱۷۲،۴° پر بخارات بن جاتا ہے۔ اور سلفریٹ آف کاربن ۱۱۶،۶° پر۔ اسیطرح دیگر اشیاء کا حال ہے۔ لہذا مریخ کی آب وہوا کے اثر کو زمین کی آب وہوا کے اثر کے بالکل مطابق تسلیم کرلینے مین ہمکو کچھہ تامل چاہیے۔

کرۂ ارض کی آب وہوا مین ہم ایک محدود حرارت کے عادی ہین۔ مثلاً پیرس کی اوسط حرارت سالانہ ۵۰° فارن ہیٹ مقیاس الحرارت کے مطابق ہے۔ خط استوا سے قطب تک ہر ایک ملک کی حرارت بجاے خود علیحدہ ہے اور اس ملک کے عرض بلد پر سمندر سے اسکے فاصلہ پر (جسکا مقصد اور کوشش یہی ہے کہ سردی اور گرمی یکسان ہوجاے)

---

[1] مقیاس الحرارت ایک آلہ ہے جسکے ذریعہ کسی جسم یا ایک یا مقام کی حرارت وسردی کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ یہ ایک شیشے کی نلی ہوتی ہے جسپر خط بنے ہوتے ہین اور جس مین الکحل یا پارہ ہوتا ہے۔ جسکے پہیلنے اور سکڑنے سے گرمی وسردی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ مقیاس الحرارت مختلف درجون کے ہوتے ہین۔ ان مین ایک فارن ہیٹ کا مقیاس الحرارت ہے اس مین نقطۂ انجماد اور نقطۂ تبخیر کا درمیانی فاصلہ ۱۸۰ درجون مین منقسم ہے۔ نقطۂ انجماد ۳۲° پر ہے اور نقطۂ تبخیر ۲۱۲° پر۔ ایک سنٹی گریڈ مقیاس الحرارت ہے جس مین پورے سو درجہ ہوتے ہین۔ اور سائنس کی تحقیقات مین زیادہ تر اسی کا استعمال ہوتا ہے۔

سطح بحر سے اسکی بلندی پر۔ اور بادلون کی موجودگی اور ہوا کے انتشار پر منحصر ہے۔

نباتات حیوانات۔ اور انسان جس آب وہوا مین رہین اسکے عادی ہو جاتے ہین۔ اگر اس ہوا مین حرارت کسی قدر کم ہو جائے تو انکو سردی محسوس ہوتی ہے۔ اور معمول سے اگر بڑھ جائے تو گرمی کے شاکی ہوتے ہین۔ مگر یہ باتین ہر ایک جگہہ اور وہان کے باشندون سے ہی مخصوص ہین ہر مقام اور اسکے رہنے والون مین ایک نسبت ہو جاتی ہے ہم اسکی نسبت کوئی کُلّی فیصلہ نہین دے سکتے۔ سائبیریا کے برفستانون مین جو لوگ رہتے ہین۔ اور جہان درجۂ حرارت نقطۂ انجماد سے کچھ ہی اوپر ہے۔ وہ بہت خوش اور مطمئن ہین اور وہی آب وہوا اُن کو بھاتی ہے۔ لیکن جو لوگ منطقۂ حارہ کے رہنے والے ہین وہ ۵° ۲ سنٹی گریڈ یعنی ۷° فارن ہیٹ کے مقیاس الحرارت کی ہوا کو بہت ہی خوشگوار سمجھتے ہین۔ لہذا ہمارا یہ قیاس بعید از عقل ہے کہ مریخ کے باشندے خواہ وہ کوئی ہون۔ اور انکی ترکیب کیسی ہو۔ لاہور بمبئی یا شملہ کی آب وہوا مین بھی آسایش وآرام سے رہ سکتے ہونگے ممکن ہے کہ انکی آب وہوا ہم سے مختلف اور کم و بیش گرم و سرد ہو۔ اور اس مین وہ اسی طرح آرام وآسائش سے رہتے ہون جسطرح ہم اپنی آب وہوا مین۔

کرۂ مریخ پر موسم ہمیشہ نہایت عمدہ رہتا ہے خصوصاً گرما مین۔ سردیون مین بھی اس ستارہ پر شاذ و نادر ہی بادل دکھلائی دیتے ہین۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ علمای ہیئت کرۂ ارض پر دوربین پر آنکھہ لگاتے ہین۔ مگر مریخ پر کوئی چیز صحیح نہین نظر آتی۔ لیکن یہ قصور ہمارے کرۂ ہوائی کا ہے۔ نہ کہ مریخ کے مطلع کا اگر کبھی مریخ کا مطلع غلیظ بھی نظر آیا ہے تو شاذ و نادر۔ گو بادل کرۂ مریخ پر بہت کم آتے ہین۔ مگر ایک قسم کا ہوائی پردہ اکثر دیکھا گیا ہے۔ جو کرۂ ارض پر شاذ و نادر ہے۔ لیکن جہان تک دریافت ہوا ہے۔ مریخ اور ہماری زمین کے موسمون مین چندان اختلاف نہین ہے۔

چونکہ مریخ کی ہوا زیادہ رقیق ہے اس لیے وہان ہوا بہت تیز نہین چلتی اور آندھیان بھی بہت کم ہین ہمارے کرۂ ارض پر جو تجارتی ہوائین چلتی ہین۔ وہ بھی مریخ پر کمیاب ہین۔ کبھی کبھی ایسا ہوا ہے کہ ہیئت دانون کو برف کی کچھ لکیرین دکھلائی دی ہین جو ہوا کے اثر سے اس ستارہ کے سمندرون پر پیدا ہو گئی ہین۔ اور نومبر و دسمبر ۱۸۸۱ء مین ایسی لکیرین مریخ کے قطب شمالی کے قریب اور دور فاصلہ تک نظر آئی تہین لیکن یہ باتین اس ستارہ پر قاعدہ عام کی استثناء ہین۔ ورنہ عام طور پر قدرتی قاعدہ کی رو سے مریخ کا موسم نہایت خوشگوار ہے۔

یہ عام طور پر معلوم ہے کہ سطح ارض پر ¾ پانی ہے۔ لیکن مریخ کی قریباً نصف سطح پانی سے محصور ہے۔ تاہم مریخ پر ہماری زمین کی طرح بڑے بڑے سمندر مثل بحر اٹلانٹک (ظلمات) بحر ہند وغیرہ جیسے نہین ہین البتہ بحیرۂ روم جیسے سمندر تنگ اور لمبے بہت ہین۔ شمالی نصف کرۂ مریخ قریباً تمام تر خشک ہے۔ کل سمندر صرف جنوبی نصف کرہ مین واقع ہین۔ اور ۲۶۰° اور ۶۰° کے درمیان طول بلد مین ہین۔

جنوبی نصف کرۂ مریخ پر نشیب بہت ہے اور اسی واسطے اسپر پانی کی کثرت ہے برعکس اسکے شمالی نصف کرہ نسبتاً مرتفع ہے۔ یہی حال کرۂ ارض کا ہے۔ کیونکہ ایشیا اور یورپ کے براعظم شمال ہی کی طرف بڑھے ہوئے ہین۔ اور

سمندرون کا رخ جنوب کی جانب ہے۔ لیکن سمندرون کی وسعت کے علاوہ کرۂ مریخ پر بہ نسبت زمین کے ایک اور فرق بھی ہے۔ یعنی اس ستارہ کے سمندر نہ صرف تنگ ہی ہین بلکہ بہت گہرے بھی نہین ہین۔ بہت سے مقامات ایسے ہین جہان پہ سمندر بہت اتھلے ہین۔ اور کسی معمولی تالاب سے زیادہ نہین ہین۔ بعض اوقات قریباً خشک ہوجاتے ہین۔ اور بعض اوقات اُنکے کنارون سے پانی بہ نکلتا ہے۔ ساحل بحر پر اکثر پانی دیکھا گیا ہے اور اسقدر کہ روان ہوجاتا ہے۔ علاوہ اسکے ایسا بھی ہوا ہے کہ اکثر بھی سمندر سوکھے پڑے ہین اور اگر اس سے زیادہ قرب ہو تو یقین ہے کہ اُنکی سطح بھی نظر آجائے۔ اور اس مین کسی طرح مبالغہ نہین کہ کرۂ مریخ کے قریباً نصف سمندر کوئی ایک دو درجن فٹ سے زیادہ گہرے نہین ہین۔

لیکن کرۂ مریخ پر پانی کی تقسیم کی ترتیب بالکل ایسی ہی نہین ہے جیسی زمین پر۔ ہمارے کرہ پر یہ ترتیب بالکل سادی ہے تمام قطعات ارض پر پانی موجود ہے۔ عمل تبخیر کثرت سے جاری ہے۔ ہوا کثیف ہے۔ آفتابی حرارت سمندرون سے بہت سے پانی کو بخارات کی صورت مین منتقل کرتی ہے۔ ہوا ایک خاص بلندی تک ان کو لے جاتی ہے جہان یہ بادلون کی صورت مین منجمد ہوتے ہین۔ اور پھر ہوا ان بادلون کو تمام ممالک پر منتشر کردیتی ہے۔ وہ پانی جو پہلے بخارات اور پھر بادل بنا تھا۔ اب بارش یا برف کی صورت مین منتقل ہو کر چشمون۔ ندیون اور دریاؤن کا باعث بنتا ہے۔ اور اسکے ذریعہ سے پھر انھی سمندرون مین آجاتا ہے جن سے نکلا تھا۔

لیکن مریخ پر اسطرح عمل نہین ہوتا۔ عمل تبخیر وہان اسقدر وسیع نہین ہے۔ آفتابی حرارت اس ستارہ پر ہمارے مقابلہ مین آدھی بھی نہین ہے لیکن اس کے برعکس موسمون کا دور دگنا ہے۔ وہان کے سمندر بہ نسبت ہمارے سمندرون کے کم گہرے ہین پانی نہایت آسانی سے بخارات مین منتقل ہوجاتا ہے۔ سردی کے لئے موسم مین قطبین پر برف برستا ہے اور آخر کار گرمی کے موسم مین بھی برف بالکل پگھل کر پانی بنجاتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اسقدر دبیز نہین ہوتا جسقدر کہ ہمارے یہان زمین پر برف دبیز ہوتا ہے۔

متواتر مشاہدون سے ثابت ہوا ہے کہ مریخ پر برف بالکل پگھل جاتا ہے (حالانکہ کرہ ارض پر کبھی ایسا نہین ہوتا) ماسوا اسکے بہ نسبت زمین کے اس ستارہ پر برف بہت جلد پگھلتا ہے۔

چنانچہ یہی برف ہے جسپر مریخ کے سمندرون کا دارومدار ہے۔ کیونکہ اس کرہ پر نہ بادل ہین نہ بارش۔ نہ چشمے ہین۔ نہ دریا اور برف پگھل کر براہ راست سمندرون مین آجاتا ہے مریخ پر جب برف پگھلتا ہے۔ سمندرون مین طغیانی آجاتی ہے۔ جو زمین پر سے برابر دکھلائی دیتی ہے۔ ہزارون میل پانی ہی پانی نظر آتا ہے۔ اور سمندرون کی وسعت بڑھ جاتی ہے لیکن مریخ پر ایسی عجیب نہرین بنی ہوئی ہین (خواہ وہ قدرتی ہون یا مصنوعی) جنکے ذریعہ کل کرہ پر یہ پانی نہایت ترتیب سے تقسیم ہوجاتا ہے۔ چنانچہ جب سمندرون مین طغیانی ہوتی ہے۔ یہ نہرین نظر آتی ہین۔ ابتدا مین تنگ اور زرد۔ لیکن بہت جلد وسیع ہوجاتی ہین اور سیاہ دکھلائی دیتی ہین۔ ان نہرون کی نسبت یہی کہا جاسکتا ہے کہ یا تو یہ قدرتی طور پر

اس کرہ پر پیدا ہوگئی ہین - جیسے ہماری زمین پر یا مریخ کے باشندون نے پانی کی تقسیم کے واسطے کھودی ہین - یا دونون عملون سے یہ بنی ہین - یعنی قدرتی بھی ہین اور باشندگان مریخ نے بھی ان مین حسب خواہش ترمیم کرلی ہے - ہان اس مین کچھہ شک نہین کہ یہ نھرین نہایت کار آمد ہین - اور طغیانیون مین انکی بدولت ایک قسم کی ترتیب اور قاعدہ پیدا ہوجاتا ہے

مریخ پر ہر ایک موسم گرما مین برف پگھلنے سے پانی کو افراط کے ساتھہ یہ نھرین دور دور پہنچا دیتی ہین - اور اسطرح کل کرہ پر مخلوق کا انتشار ہوجاتا ہے - ایسے موسمون مین اکثر نھرون کے کنارہ پر بیشمار سبزہ دکھلائی دیتا ہے - جابجا کائنات مین جان معلوم ہوتی ہے - اور جب تک برف کل پگھل نہ جائے یہی حالت رہتی ہے - اسکے بعد یہ نھرین تنگ ہوجاتی ہین - سبزی اور نباتات کی جو سیاہی نظر آتی تھی وہ غایب ہوجاتی ہے اور قدرتی زرد رنگ پھیل جاتا ہے جب یہ نھرین صاف دکھلائی نہین دیتین - اسوقت ہمکو معلوم ہوجاتا ہے کہ ان مین پانی بالکل خشک ہوگیا یا بہت ہی کم رہگیا ہے - کیونکہ اکثر ایک باریک خط بھی کسی قدر گھرے زرد رنگ کا ان نھرون کی جگہہ نظر آتا ہے - جس مین خشکی کے رنگ سے خفیف ہی اختلاف رہتا ہے - اور جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان نھرون مین براے نام ہی پانی رہگیا ہے -

پانی کے علاوہ بھی ایک چیز ایسے موقعون پر مریخ کی سطح پر دیکھی گئی ہے - اور یہ نباتات ہین جو رطوبت سے نہایت سرعت سے پیدا ہوجاتے ہین - اور تمام نھرون کے کنارون پر انکی کثرت بے اندازہ ہوتی ہے -

بھر حال یہ ظاہر ہے کہ مریخ پر نظام آبی ہماری زمین کے نظام آبی سے بالکل جدا ہے - وہان بادلون - چشمون - دریاؤن وغیرہ سے یہ عمل مین نہین آتا بلکہ برف اور ایک خاص قسم کی نھرون سے جو جابجا کرۂ مریخ پر پھیلی ہوئی ہین - قطبی برف پگھلتا ہے اور ان نھرون کے ذریعہ پانی نہایت ترتیب سے تقسیم ہوتا ہے - گرمی مین پھر عمل تبخیر جاری ہوتا ہے - اور بخارات قطب پر برف کی صورت مین منتقل ہوجاتے ہین -

اس سے ظاہر ہے کہ مریخ پر جاندار مخلوق کثرت سے موجود ہے - جو بعض حالات مین ہمسے موافق اور بعض مین ہمسے مختلف ہے - اب یہ سوال باقی رہجاتا ہے کہ آیا جو کچھہ ترقی ہم نے اب تک سائنس مین کی ہے - اس سے ہم اس ستارہ کے باشندون کا بھی کچھہ اندازہ کرسکتے ہین ؟

دیگر اجرام فلکی پر انسانون کی موجودگی کا مسئلہ ایسا ہے کہ اسوقت تمام سائنس اسپر متوجہ ہے - لیکن اسکو چھیڑنے سے پہلے ہمکو یہ تحقیق کرنا ضروری ہے کہ خود ہمارے کرہ پر سب سے پہلے کس طرح جان پیدا ہوئی - وہ قوانین کیا ہین جن سے اسکی تکمیل ہوئی اور کیون بنی آدم کی وضع ایسی ہے جیسی کہ ہم دیکھہ رہے ہین ؟

اگر کرۂ ارض کی کل جاندار مخلوق کو ہم دیکھین تو اسکے تین بڑی اقسام ہمکو معلوم ہوتے ہین - یعنی (۱) وہ مخلوق جو پانی مین رہتی ہے - (۲) وہ جو زمین پر رہتی ہے - (۳) وہ جو پردار ہے ان مین سے ہر ایک کی جسامت اور وضع اس خاص حالت پر منحصر ہے جس مین اسکی بود و باش ہے - اور جسطرح اسکو نشو و نما حاصل ہوتا ہے اور جہان تک کشش ثقل کا اسپر اثر ہے - چنانچہ جو مخلوق کھانے کی محتاج نہین ہے اسکو قدرت سے اعانین ملین - ہم ایسے نباتات تصور کرسکتے ہین جنکی

جڑ نہ ہو جو حیوانات کی طرح متحرک ہون اور جنکو ہوا سے نشو و نما ملتا ہو
اور ایسی جاندار مخلوق بھی بعید از قیاس نہین ہے جس مین
اعضای انہضام نہ ہون جو معدہ سے محروم ہو - اور کسی طرح ہمسے
مشابہ نہ ہو - لیکن اس قسم کی وضع و ترکیب سے یہ لازم نہ آئیگا
کہ ایسی مخلوق تخیل یا ادراک سے محروم ہو - کیونکہ ایسی مخلوق کے
واسطے دنیا ہی علیحدہ درکار ہوگی -

ایک ایسے کرہ پر جیسا کہ مریخ ہے جسپہ کرۂ ارض سے
بالکل مختلف روشنی پڑتی ہے - جو آفتاب سے بہ نسبت
زمین کے بہت دور ہے - جسکو آفتاب کی سرخ نیلی - سبز یا
زمردی شعاعین پہنچتی ہین - اگر ہم ہوتے تو ہماری آنکھین ایسی
نہ ہوتین جیسی کہ اسوقت ہین - ہماری موجودہ بصارت کے بجاے
کوئی اس سے بڑھکر قوت ہوتی جس سے ہم وہ چیزین دیکھہ
سکتے جو اب ہم نہین دیکھہ سکتے - عجب نہین کہ ہماری آنکھین
دو بھی نہ ہوتین - بلکہ شاید تین ہوتین یا ایک ہی ہوتی - یا کچھہ
بعید نہین کہ کوئی اور ہی ذریعہ بینائی کا ہمارے پاس ہوتا -

ہمارے حواس اسوقت (۶) ہین - اب حواس خمسہ نہین
بلکہ حواس ستہ محاورہ ہونا چاہیے - کیونکہ علماء ایک اور
حس ایزاد کرتے ہین جو پٹھون کے متعلق ہے اور جس سے
ہم اشیاء کے اوزان محسوس کرتے ہین - اور یہ سارے
حواس ابتداء آفرنیش سے اب تک بتدریج مکمل ہوئے ہین
لیکن اگر ہم مریخ پر ہوتے تو ممکن تھا کہ ان ۶ کی بجاے ہمارے
حواس ۷ - ۸ - ۱۰ - ۲۰ - یا پچیس ہوتے - ہم کو صرف اتنے
ہی حواس عطا ہوے ہین - جن سے ہم ارضی سکونت کے
قابل ہوئے ہین -

ایک زمانہ وہ تھا جب سطح زمین پر کل خشکی کی جگہہ
پانی ہی پانی تھا - اور جسقدر مخلوق آباد تھی اُسکے گشش نہ تھے
لیکن بتدریج خشکی اور اسکی مخلوق کو نشو و نما ہوا - اور جاندارون
کی تکمیل ہوتی گئی - چنانچہ قدیم زمانہ کے مردہ جانور جو پہاڑون
کی چوٹیون اور دیگر مقامات سے دستیاب ہوئے ہین
اُن سے اسکی کامل تصدیق ہوتی ہے -

پردار ہونا ایک بڑی بھاری نعمت ہے - اور پرندون کو
ہم پر یہ فوقیت حاصل ہے - علماء سائنس کا اعتقاد ہے
کہ ابتک کرۂ ارض پر صرف چوپایون مین ترقی کا سلسلہ محدود رہا ہے
اگر پرندون پر بھی عمل جاری ہوتا تو اب تک ہماری روح اس
بدن مین نہ رہتی بلکہ کسی پردار بدن مین سکونت پذیر ہوتی -

مخلوق کی جسمانی ترکیب پر کشش ثقل اور اجزاء ترکیبی کی
کثافت کا بہت اثر ہوتا ہے - سمندر مین حیوانون کا بوجھہ بقدر
مساوی الحجم پانی کے کم ہو جاتا ہے اور اسی سبب سے وہیل
مچھلی کی کسی عظیم جسامت انکو حاصل ہو جاتی ہے - لیکن خشکی پر
ایسا عمل آسان نہین ہے - اسی سبب سے یہان ہاتھی سے
بڑا حیوان دستیاب نہین ہوتا - اور اسکے واسطے بھی اب
ترقی مسدود ہے واقعی بات یہ ہے کہ کشش ثقل مخلوق
کی جسامت کی ترقی کی مزاحم ہے -

یہی وجہ ہے کہ پرند اس جسامت تک نہین پہنچ سکتے
جو انسان کے مساوی یا قریب قریب اسکے برابر ہو - عقاب
وغیرہ جسقدر بڑے بڑے پرند ہین - سب کیواسطے کشش
ثقل نے ایک خاص حد مقرر کر دی ہے - اگر کشش ثقل
ہمارے کرۂ ارض پر اتنی زبردست نہ ہوتی - تو پرندون کی
جسامت صورت موجودہ سے بہت بڑھکر ہوتی - اسی طرح
کل عالم کی ترقی کا سلسلہ زیادہ مکمل ہوتا - انسان آج پردار ہوتا -

اور اسی طرح ہم اس سلسلہ کو جہان تک چاہین قیاس اور تصور مین بڑہا سکتے ہین - بہرحال یہ ثابت ہو چکا ہی کہ ہمارے بدن اور ہمارے قوی بالکل ارضی ضروریات کے موافق ہین - اور مریخ کے باشندون سے ہم لگا نہین کہا سکتے - وہ ہم سے مختلف ہین -

مثلاً مریخ پر اچونکہ وہان اجسام بہت ہلکے ہین انسان کو اگر پر لگ گئے ہون تو کچھہ تعجب نہین - اور لعبید نہین کہ اس ستارہ کے باشندے پرندون کی طرح ہوا مین پرواز کر سکتے ہون -

لیکن اس نتیجہ سے یہ لازم نہین آتا کہ ان لوگون کی شکل چڑیون یا عام طائرون کی سی ہوگی - ہرگز نہین کیونکہ آخر چمگادڑین بھی تو پردار ہین - اونکی شکل اور عام طائرون کی شکل مین کسقدر فرق ہے ؟

ہم ہر ایک چیز تصور کر سکتے ہین - لیکن ثابت کچھہ نہین کر سکتے - اور اس لئے یہ بھی اغلب ہے کہ جو کچھہ ہم یہان کرۂ ارض پر بیٹھے تصور کر رہے ہین - مریخ پر اسکی اصلیت کچھہ اس سے بھی مختلف ہو -

ایک طرف تو ہم دیکھتے ہین کہ باشندگان مریخ کا ہلکا پن انکی پردار بناوٹ کیواسطے مفید ہے - لیکن دوسری طرف ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ ہوا اسقدر رقیق ہے کہ اس بوجھہ کو بمشکل برقرار رکھنے کے قابل ہے - باوجود اسکے ہم اپنے کرۂ ارض کو دیکھتے ہین اور بڑے بڑے جسیم پرندا ایسے پاتے ہین جو ہوا کے بہت رقیق طبقون پر نہایت آسانی سے پرواز کر سکتے ہین - ان مین سے اکثر ہمالیہ کی چوٹیون سے بھی اوپر دیکھے گیے ہین - جہان یہ اپنے وسیع بازوؤن کی مدد سے بآسانی پرواز کرتے ہین -

مریخ پر جو لوگ رہتے ہین وہ کیمیائی ترکیب مین بھی ہمسے مختلف ہونگے - انسان کا گوشت مثل دیگر جاندارون کے گوشت کے اکرۂ ارض پر کاربن - ہائیڈروجن - نائٹروجن اور آکسیجن سے مرکب ہے - اور کچھہ تعجب نہین کہ قدرت نے مریخ پر ایسے جاندار بنائے ہون جو کاربن کے علاوہ کسی اور ترکیب سے مرکب ہون - مثلاً ممکن ہے کہ بجائے کاربن کے سلیکن اس نئی ترکیب کی بنیاد ہو - جسطرح کہ ہماری ترکیب کی بنیاد کاربن ہے -

کائنات لامحدود ہے - اور ہم اس مین ذرون کے برابر بھی حقیقت نہین رکھتے - اس مین کسی طرح کلام نہین کہ ہر ایک امر سے اب تک ہم کو یہی یقین ہوا ہے کہ مریخ بہ نسبت زمین کے عمر رسیدہ ہے - جسامت کے کم ہونے سے یہ جلد تر سرد ہو کر منجمد ہو گیا ہے اور اب اسپر ایسے لوگ رہتے ہین - جو ہر طرح نہ صرف قدرتی قوانین کے زیر عمل ہین بلکہ علوم اور فنون کی ترقی مین ہم سے بہت بڑھے ہوئے ہین - لیکن یہ امر تحقیق ہونا باقی ہے کہ وہ کیا ہین اور کیسے ہین ؟ مگر ہم مایوس نہین ہین - ہم کو ہر طرح امید ہے کہ ایک دن یہ امر بھی بالکل تحقیق ہو جائیگا - کیونکہ کیا ممکن نہین ہے کہ ایک دن ہماری کرۂ ارض اور مریخ مین سلسلہ خبر رسانی کسی صورت سے مکمل ہو جائے اور جب ایسا ہو جائیگا تو ہم کس چیز کے محتاج رہینگے ؟[1]

(نوازش علی)

[1] ابھی چند سال کا عرصہ ہوا کہ اٹلی کی ایک حکیم نے جو علم ہیئت کا زبردست عالم ہے تیس برس کی فلکی مشاہدات کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے جب مریخ زمین کے قریب گردش کرتا ہوا آتا ہے تو اسکی گرد کی ہوا مین ایک سلسلہ (دیکھو حاشیہ صفحہ ۱۲۸)

آثار العجم

نمبر (۱)

ایوان کسرے

ہان اے دل عبرت بین! از دیدہ نظر کن ہان
ایوان مداین را آئینۂ عبرت دان

یہ پاکیزہ اور دلچسپ مضمون ہمارے شفیق دوست مولوی **محمد عبد الرزاق** صاحب رئیس کانپور کا ہے جنکو فن تاریخ مین خاص دستگاہ ہے اور جنہون نے ایک بےنظیر کتاب "البرامکہ" لکھکر وزراے برمکی کے کارنامون کو اُردو زبان مین زندہ کیا ہے۔ یہ مضمون مسلسل ہوگا اور کئی نمبرون مین چھاپا جائیگا۔ اُمید ہے کہ ناظرین معارف اسکو دلچسپی کے ساتھہ مطالعہ کرینگے۔ (وحید الدین سلیم ایڈیٹر معارف)

تاریخ عالم مین بے انتہا واقعات ایسے ہین جنکے مطالعہ سے زمانہ کے انقلاب اور تغیرات کا پورا اثر دل پر پڑتا ہے لیکن یہ تغیرات کسی خاص قوم اور ملک کی تاریخ سے مخصوص نہین ہین۔ بلکہ ہر قوم کی تاریخ ایسے واقعات سے مالامال ہے۔ البتہ قلت و کثرت اور شکل و صورت کا خفیف تفاوت ہوتا ہے خواہ یہ سلطنت اور دور حکومت کا انقلاب ہو، یا قومون کی بربادی و پامالی ہو، یا آفات ارضی و سماوی کے دیگر واقعات ہون۔ لیکن ان مین سے ہر ہر واقعہ موجودہ اور آیندہ نسلون کے واسطے عبرت کا مرقع ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر تھوڑی دیر کے لیے ہم اپنی قومی سلطنت کے زوال اور انقلاب پر غور کرین تو صاف طور پر واضح ہوگا کہ عہد نبوت سے چلکر خلافت راشدہ، بنو امیہ، عباسیہ، آل بویہ، بنو حمدان، بنو عقیل، بنو کلاب، اکراد، سلجوقیہ، صفاریہ، سامانیہ، خوارزمشاہیہ، ایوبیہ، سبکتگینیہ، غوریہ، اور تیموریہ وغیرہ خاندانون مین کیسے کیسے انقلاب آئے۔ اور ہر خاندان سے کتنے تاج و تخت کے مالک ہوئے۔ اور کس مدت تک حکمرانی کرکے زمین کے پیوند ہو گئے۔ بہر حال انکے دور ترقی کا ہر واقعہ تاریخ عالم کا مختصر متن ہے جسکی شرح کا یہ محل نہین ہے۔ یہی حال عجم کی سلطنت کا ہے کہ ابتداے عہد آبادیان سے جیان، شائیان، یاسائیان، گلشائیان، پیشدادیان، کیان، اشکانیان اور ساسانیان تک کئی ہزار برس ایک سے ایک بڑھکر جلیل القدر شاہنشاہ تخت نشین ہوتے رہے اور آخر کو وہ بھی صفحۂ دنیا سے مٹ گئے۔ اور اپنی یادگار مین صرف چند کھنڈر چھوڑ گیے

"ولللہ در من قال"

یہان ہر ترقی کی غایت یہی ہے — سر انجام ہر قوم و ملت یہی ہے
سدا سے زمانہ کی عادت یہی ہے — طلسم جہان کی حقیقت یہی ہے
بہت یہان ہوئے خشک چشمے ابلکر — بہت باغ چھانٹے گیے پھول پھلکر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۷ - نہایت تیز روشنی کے حرفون یا اشارون کا دکھائی دیتا ہے۔ یہ سلسلہ ایسا مرتب اور منتظم ہے کہ حکیم مذکور نے قیاس کیا کہ جو لوگ مریخ پر رہتے ہین وہ ہم سے زیادہ عقیل اور عالم ہوں اور تعجب نہین انکو ہمارے کرہ کا اور اُسکی آبادی کا حال معلوم ہو انکے پاس بجلی سے بھی زیادہ تیز روشنی موجود ہو جو اسوقت تک ہمکو میسر نہین ہوئی کچھ عجب نہین کہ مریخ کے باشندے زمین کے باشندون سے ہمکلام ہونے اور نامہ و پیام جاری کرنے کی غرض سے اُس روشنی کے حروف یا اشارے بناتے ہون تاکہ ہم انکو سمجھین اور جواب دین شاید وہ وقت آجائے کہ ہم بھی اس قسم کی روشنی مہیا کرسکین اور اُنکے اشارون کو سمجھکر جواب دے سکین۔ (وحید الدین سلیم)

کہان ہین وہ اہرامِ مصری کہ بانی؟ | کہان ہین وہ گردانِ زابلستانی؟
گئے پیشدادی کدہر اور کیانی؟ | مٹا کر رہی سب کو دنیائے فانی

لگا ڈہونڈ کہین کہوج کلدانیون کا
بتا و نشان کوئی ساسانیون کا

ساسانیون نے جس شان و شکوہ سے سلطنت کی ہے اسکی تاریخ شاہد ہے - اور یہ عجم کا وہ پچھلا خاندان ہے جسکے چراغ کو طلوعِ آفتابِ نبوت نے گل کر دیا - (۲۹۷ برس کے بعد یہ سلطنت برباد ہوئی - ناسخ التواریخ جلد اول) عجم کی سرزمین جسطرح اپنے بہار کے زمانہ مین سیاحون کے حق مین طرب انگیز تھی - اُسیطرح خزان کے موسم مین درد انگیز ہے - یعنی اسکا ویرانہ ، اور معمورہ دونون قدیم یادگارون کو اپنے دامن مین چہپائے ہوئے ہے - چنانچہ جب وطن مین ڈوبا ہوا - ایک عجمی شاعر کہتا ہے -

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ | آثار پدیدا ست صنادید عجم را

شاعر جن ٹوٹی ہوئی دیوارون کے نقش و نگار پر حسرت کر رہا ہے ہم بھی اُنہین نقوش کے مٹے ہوئے حرفون اور بیل بوٹون کو اُجالنا چاہتے ہین چنانچہ ہمارا پہلا نقش ، ایوان کسریٰ ہے ا جو شاہان ساسانیہ کے بیسوین تاجدار نوشیروان عادل[51] سے منسوب ہے -

ایوان کا موقع و محل ایوان کسریٰ شہر مدائن مین واقع ہے جو عراق عرب (کالڈیا) کا نہایت قدیم اور مشہور شہر ہے حمد اللہ مستوفی[52] لکہتا ہے کہ مدائن کو طہمورث نے آباد کیا تہا - اور اسکا نام کرد آباد رکھا تہا جو عہد جمشید مین نہایت عروج پر تہا - چنانچہ پل ہفت رنگ جسکو جمشید نے تعمیر کیا تہا - سکندر اعظم کے حملہ مین

[51] قباد کے انتقال پر ۶۱۲۴ھ (ہبوطِ آدم) مین نوشیروان تخت نشین ہوا - عرب اسکو کسریٰ کہتے ہین - اور اہل یورپ کسریٰ - عرب ، عجم ، یورپ سب اسکی انصاف پسندی اور آزادی کے مداح ہین خوش نصیبی سے بزرجمہر جیسا حکیم اور عاقل وزیر بھی ملا تہا - جسکے مفید مشورون سے سلطنت کو بہت نفع پہنچا - تخت نشین ہوکر جو سب سے پہلا کام نوشیروان نے کیا ہے - وہ مذہب مزدکیہ کا استیصال تہا - چنانچہ ۸۰ ہزار مزدکی صرف ایکدن مین ہلاک ہوئے اور اس حکمت عملی سے مارا کہ کسی کو خبر تک نہین ہوئی - اس مذہب کا سب سے بڑا اصول یہ تہا کہ ”تمام ملک کی عورتین - اور کل قوم کا مال ایکدوسرے کو اپنے صرف مین لانا جائز ہے ،، نوشیروان کے زمانہ مین سلطنت عجم کے حد دریای ماسندارن سے فرات تک تھی یمن کا بادشاہ سیف بن ذی یزن ، اسکے دربار مین حاضر ہوا تہا تاکہ وہ اسکو ابراہیم بن مسوق (خاندان ابرہہ) سے لڑکر اسکا ملک واپس دلادے قیصر اس کا باج گزار تہا - اسکے عہد مین کوئی اہل حرفہ دوسرا پیشہ نہین کر سکتا تہا - اور اس اصول کے عملدرآمد مین وہ دین و دنیا کی بھلائی جانتا تہا - قانون سلطنت مین اردشیر بابکان کا پیرو تہا - اور مسلمانون نے بھی اس قانون سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا ہے - ۴۸ برس سلطنت کر کے فوت ہوا - یہ بادشاہ اسفرائن مین پیدا ہوا تہا - اسکے اوصاف حد سے زیادہ ہین چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - ولدت فی زمن الملک العادل آنحضرت کا یہ فخریہ فرمانا بے انتہا فضیلت نوشیروان کی ظاہر کرتا ہے ،، (المعجم فی تاریخ عجم حالات نوشیروان و نامۂ خسروان صفحہ ۱۲۴)

[52] نزہت القلوب صفحہ ۲۵۲ مطبوعہ بمبئی -

برباد ہوا۔ لیکن اکثر مورخ اور جغرافیہ نویس اسپر متفق ہین کہ مدائن کا بانی نوشیروان عادل ہے۔ اسکی وجہ یہ لکھتے ہین۔ کہ جب نوشیروان نے رومیون پر فتح پائی اور شہر سلوس[۵۱] زیر قبضہ ہوگیا تو اس فتح کی یادگار مین سلوس کے مقابلہ مین دجلہ کے داہنی جانب ایک شہر آباد کیا۔ اور اُسکا طیسفون نام رکھا (اُسکو طیسبون، کٹس فون، تسفن، اکٹلیفون بھی کہتے ہین پچھلے تین انگریزی نام ہین) شاہان ساسانیہ کی تعمیر کردہ صوبۂ عراق عرب مین چند شہر اور بھی ہین جنکے مجموعہ کو عرب مدائن[۵۲] کہتے ہین لیکن چونکہ طیسفون دار السلطنت تھا اسوجہ سے خاص کر اسپر مدائن کا اطلاق کیا گیا۔ اور وہی تمام دنیا مین مشہور ہوگیا چونکہ نوشیروان کی توجہ مدائن کی آبادی پر تھی اسوجہ سے سلوس کی آبادی بالکل گھٹ گئی۔ رفتہ رفتہ آخر کو وہ ایک قریہ کی حد پر پہنچ گیا۔

علامہ ابو الفدا تقویم البلدان[۵۳] مین تحریر فرماتے ہین کہ ایوان کسریٰ مدائن مین واقع ہے جو مدینۃ المدائن کے نام سے مشہور ہے اور دریاے دجلہ کے مشرقی جانب ہے۔ جس کا طول بلد اور عرض بلد کتاب اطوال اور قانون بیرونی کے بموجب حسب ذیل ہے۔

	طول		عرض	
	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ
اطوال	۷۰	۵	۳۸	۲
قانون	۷۰	۲۰	۳۸	۵

بعض جغرافیہ نویسون نے لکھا ہے کہ ایوان۔ اسبانیر (اسپانین) مین تھا۔ لیکن صاحب مراصد الاطلاع کی تحقیقات کی رو سے یہ روایت صحیح نہین معلوم ہوتی۔

ایوان کی تعمیر اور شکل وصورت

شاہانِ عجم کا یہ دستور تھا کہ بلحاظ اقتضاے موسم وہ نقل مکان کیا کرتے تھے چنانچہ جاڑون مین شہر شوس و بابل مین۔ اور گرمیون مین ہمدان یا دیگر علاقہ جات مین چلے جاتے تھے۔ جب نوشیروان کا زمانہ آیا تو اُس نے اس طریقہ کو ناپسند کیا۔ اور اپنے ذاتی مذاق سے جو فن عمارت مین رکہتا تھا۔ طیسفون کی اسطرح پر بنیاد ڈالی کہ وہ ہر موسم کے اقتضا کے موافق ہو۔ اور خاص اپنی سکونت کے واسطے ایوان تعمیر کیا۔ یہ ایوان علم العمارت کا اعلیٰ

[۵۱] شہر سلوس کا بانی سلوکوس یا سلیوکس ہے جو سکندر اعظم کا سپہ سالار تھا۔ سکندر کے انتقال کے بعد ۳۱۲ء (قبل مسیح) مین وہ بلاد ایران، عربستان، فلسطین، و شام کا مالک تھا۔ فرات سے نہر الملک اسی نے جاری کی تھی۔ در شہر بابل کے ملبہ سے اس نے سلوس کو تعمیر کیا تھا۔ وضع شہر کی اسطرح پر تھی کہ گویا ایک عقاب اپنے پر و بال کھولے ہوئے ہے۔ اپنے عروج مین انطاکیہ اور دمشق سے بڑا تھا۔ اسکی مجلس شوریٰ مین ۳۰۰ عالی رتبہ ارکان ہوتے تھے۔ عربی جغرافیہ مین اسکا نام ضربران یا زربران ہے۔ چنانچہ علامہ ابن جبیر جب اس مقام پر سفر کرتے ہوئے پہنچے ہین تو اسکے منظر کی لطافت اور باغون کی کثرت۔ اور سبزہ زارون کی وسعت کی بڑی تعریف لکھتے ہین۔ یہ شہر بغداد سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے اسکی مشرق مین دجلہ اور مغرب مین فرات ہے اور اسی کی مشرق مین ایوان کسریٰ ہے جسکی نسبت سیاح مذکور لکھتا ہے کہ ہم نے ایوان کی بلند عمارت ایک میل کے فاصلہ سے دیکھی۔ اور دور سے ایوان کے بعض حصے نہایت سفید اور درخشان نظر آتے ہین۔ اسکے آثار کسیقدر باقی ہین۔ جو عربی مین اسوار کے نام سے مشہور ہین۔

[۵۲] قادسیہ، رومیہ، حلوان، نہروان، نہاوند، بابل، درمائن۔ مدائن سبعہ کے نام سے مشہور ہین اسوقت یہ سب ویران ہین اور انکی آبادی بصرہ و کوفہ مین منتقل ہوگئی ہے۔ شہر سلیوشیہ بھی مدائن مین شمار ہوتا تھا۔ (جغرافیہ جام جم صفحہ ۴۵۹ مطبوعۂ اصفہان)

[۵۳] تقویم البلدان صفحہ ۳۰۲ و ۳۰۳ مطبوعۂ یورپ۔

نمونہ تھا کل عمارت اینٹ اور چونے سے بنائی گئی تھی۔ تمام مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ اینٹ کی عمارتون مین سے کوئی عمارت استحکام اور رفعت مین ایوان کا مقابلہ نہین کر سکتی کل عمارت مین لکڑی درخت کاج کی لگائی تھی۔ اور چونے کے ساتھ قیر ملایا جاتا تھا۔ جو اینٹ عمارت مین لگائی گئی تھی اسکا طول ایک گز اور عرض ایک بالشت تھا۔ ایوان کی شکل قریب قریب مستطیل کے تھی دیوارون کی پیمائش معلوم نہین ہوئی کہ کسقدر تھی۔ لیکن اسکے اندرونی حصون کی پیمائش سے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ چہار دیواری بہت ہی اونچی ہوگی۔ صحن ایوان کا ایک سو پچاس گز مربع تھا۔ اور وسط مین ایک عالیشان چبوترہ تھا جسکو طاق کسریٰ کہتے ہین۔ اسکا طول ۸۲ گز عرض ۴۲ گز۔ ارتفاع ۱۶۵ گز تھا۔ اس طرح کے آٹھ طاق تھے۔ ہر طاق مین ایک مجسمہ (اسٹیچو) سنگی یا فلزاتی رکھا ہوا تھا۔ طاق کے چارون طرف عالیشان عمارتین محل سرا۔ اور کھڑکیان تھین۔ اور یہ سلسلۂ عمارات کئی میل تک چلا گیا تھا۔ ایوان کی چھت مین جو روشندان تھے اُنکے ذریعہ سے ہوا کی آمد رفت رہتی تھی اور یہ بھی خاص صنعت سے بنائے گئے تھے۔

نوشیروان کا عدل و انصاف جیسا ضرب المثل ہے اوسکی تصدیق ایوان سے بھی ہوتی ہے یعنی جب ایوان کیلئے زمین خریدی ہونے لگی اور معاوضہ تقسیم ہونے لگا۔ تو ایک بڑھیا نے معاوضہ لینے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ ”میرے مکان کے معاوضہ مین اگر تمام عالم دیدیا جائے تو یہ اُس عزت سے بہت ہی کم ہے جو مجھکو ہمسائگی شاہنشاہ سے حاصل ہوگی“

چنانچہ نوشیروان نے اسکے عذر کو نہایت خوشی سے تسلیم کیا۔ اگرچہ اس مکان کے شامل نہ ہونے سے ایک سمت مین خم آگیا۔ لیکن اس کجی کو نوشیروانی انصاف نے بحال خود قایم رکھا بلکہ اسقدر اور کیا کہ بڑھیا کا مکان از سر نو بنوا دیا۔ چنانچہ یہ مکان تاریخون مین قبۃ العجوز کے نام سے مشہور ہے۔ اور کم و بیش تمام دنیا کے مورخون اور فسانہ نگارون نے نوشیروان کے اس واقعہ کو اسکی معدلت گستری کے حالات مین درج کیا ہے۔

نوشیروان کے انتقال کے وقت بعض حصے ایوان کے زیر تعمیر تھے۔ چنانچہ اسکے جانشین نے اسکو ختم کیا اور کچھہ اپنی طرف سے اضافہ کیا۔ لیکن حمزہ ابن حسن جغرافیہ نویس کا قول ہے کہ خسرو پرویز کے عہد مین ایوان تمام و کمال بن کر تیار ہوا ہے۔ اور جس قسم کے شاہانہ تکلفات سے ایوان اس عہد مین سجایا گیا ہے وہ اسکو پہلے کبھی نصیب نہین ہوا خسرو پرویز نے ایوان کے نیچے متعدد سرداب بنائے تھے۔ جن مین طلا۔ نقرہ سکہ جات قیمتی ظروف۔ آلات زرینہ۔ جواہرات، اور گرانبہا اودیہ کے ذخیرے رکھے جاتے تھے“

ایوان کی بربادی

نوشیروان عادل کا یہ رفیع الشان ایوان جسکی تعمیر مین کرورون درہم و دینار صرف ہوئے تھے آخر زمانہ کی تطاول سے نہ بچ سکا۔ اور اسکا بھی وہی حشر ہوا جو شاہان سابق کی عمارتون کا ہوا تھا۔ اس باغ کے خزان کی پہلی تاریخ یزدگرد کی بربادی ہے جو مسلمانون کی فتوحات سے ۱۵ھ مطابق ۶۳۶ع مین واقع ہوئی حضرت فاروق اعظم کے نامور سپہ سالار سعد بن وقاص نے جنگ قادسیہ کے بعد شہر مدائن فتح کیا۔ اور فتح کے ساتھ ہی ایوان پر قبضہ کر لیا۔ اس فتح سے مسلمانون کو یہی فائدہ نہین ہوا کہ انکی سلطنت مستحکم ہوگئی۔ بلکہ تمام ملک عرب دولتمند ہوگیا۔ اور وہ تمام خزانے قبضہ مین آگئے۔ جو شاہان عجم نے صدیون مین جمع کیے تھے صرف ایوان کی آرایشی چیزین اسقدر

قیمتی تھین جنکا اندازہ نہین ہوسکتا۔

تاریخ سے پایا جاتا ہے کہ ایوان کی اکثر عمارتین ایک عرصہ درازتک قایم رہین۔ لیکن فتح مدائن کے بعد یہان کے باشندے اسلامی بستیون مین چلے گئے۔ اس وجہ سے شہر کے زوال کے ساتھہ ساتھہ ایوان بھی برباد ہوتا گیا۔ لیکن ۱۳۶ھ مطابق ۷۵۵ء یعنی عباسی خلیفہ المنصور ابوجعفر عبداللہ دوانیقی کے آغاز تخت نشینی تک ایوان کچھہ نہ کچھہ قایم تھی مگر ۱۴۵ھ مطابق ۷۶۲ء مین جب بغداد کی بنیاد ڈالی گئی اُسوقت ایوان کے بہت سے ارکان متزلزل ہوگیے۔ تفصیل اس واقعہ کی حسب روایت کامل ابن الاثیر ومسعودی وغیرہ یہ ہے کہ خلیفہ منصور نے آبادی بغداد کا خیال نہایت وسیع پیمانہ پر قایم کیا تہا۔ لیکن جسقدر خیال مین وسعت تھی اُسکے اندازہ سے تعمیر دارالحکومت مین کرورون روپیہ کا صرف پڑتا تھا۔ لہذا بنظر کفایت شعاری یہ خیال پیدا ہوا کہ نوشیروان کے شاہی محلات خصوصاً ایوان کسریٰ جو مداین مین موجود ہے مسمار کردیا جاے۔ اور اسکے ملبہ سے بغداد کی بنیاد ڈالی جاے۔[۱] چنانچہ تائید کلام کے واسطے اپنے مشیر اور لایق وزیر خالد برمکی سے یہ ارادہ ظاہر کیا۔ خالد نے منصور کی اُمید کے خلاف عرض کیا کہ "امیر المومنین! آپ کا یہ خیال نہایت پست ہے۔ خزانۂ عامرہ مین کیا کمی ہے کہ آپ شاہان عجم کی عمارت کو جو زمانہ مین یادگار ہے مٹانا چاہتے ہین۔ قطع نظر اسکے باعتبار فتوحات اسلام کے بھی ایوان کسریٰ آثار اسلام سے ہے۔ جسکے دیکھنے سے ابتدائی زمانہ حضرت رسالت مآب کا یاد آتا ہے۔ اور آپ کے ایک معجزے کی تصدیق ہوتی ہے جو وقت ولادت باسعادت کے ہوا تھا۔ اور حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا مصلّی تو اب تک موجود ہے۔ علاوہ اس مذہبی تقدس کے نوشیروان اور خسرو پرویز نے ایوان کو ایسا مستحکم بنایا ہے کہ اُسکی ایک اینٹ بھی اپنی جگہ سے مسلم الگ نہ ہوگی۔ اسکے علاوہ جسقدر رقم مسمارئ مین صرف ہوگی اُتنے ہی مین جدید عمارت تیار ہوسکتی ہے۔ اور امیر المومنین کا یہ خیال بادشاہون کی نظر مین حقارت سے دیکھا جائیگا۔ اس لیے مین امیر المومنین کی راے سے اختلاف کرتا ہون"۔ منصور کے خیالات تو کچھہ اور تھے اُس نے خفا ہوکر کہا کہ "تیرے آباواجداد خاندان کسریٰ کے نمک خوار تھے اس لیے اب تک انکی محبت تیرے دل مین جاگزین ہے اور تو نہین چاہتا کہ آتش پرستون کے آثار دنیا سے مٹاے جائین"۔ خالد یہ سنکر بمقتضاے ادب خاموش ہورہا۔ لیکن خلیفہ منصور نے قصر ابیض (ایک خاص حصہ کا نام ہے) کے توڑنے کا حکم دیدیا۔ اور کام جاری ہوگیا۔ لیکن چند روز کے حساب دیکھنے پر معلوم ہوا کہ جسقدر مسمارداری کا صرف پڑا ہے اس لاگت مین نئی اینٹین تیار ہوسکتی تھین تب منصور نے اپنی غلط فہمی کا اعتراف کیا اور قصر کا توڑا جانا ملتوی کردیا۔ لیکن خالد نے کہا کہ "کام بدستور جاری رہنا چاہیے تاکہ پورا ایوان مسمار ہوجاے"۔ خالد کی اس راے سے منصور غضبناک ہوگیا اور کہا کہ "تیری یہ راے بھی غلط ہے"۔ تب خالد نے عرض کیا کہ "امیر المومنین! خدا کی قسم میری دونون رائین نصیحت اور خیرخواہی کی تھین۔ مین نے اول تمھارا ایوان سے اس لیے منع کیا تھا کہ ایوان شاہان عجم کی یادگار ہے۔ گو انکی سلطنت جاچکی ہے لیکن شان

[۱] اس مضمون کو ہم نے کتاب البرامکہ مین مفصل لکھا ہے۔ اور یہ ٹکڑا بطور انتخاب صفحہ ۴۸و۴۹ سے لکھا جاتا ہے۔

وشوکت کی مثال باقی ہے۔ اور یہ عمارت زبانِ حال سے آنے والی نسلون کو بتاتی ہے کہ باوجودیکہ ملوک فارس نہایت زبردست تھے لیکن جس قوم نے اسپر فتوحات حاصل کین وہ اُن سے بھی زیادہ قوی تھی۔ اس سے اسلام کی عظمت وشان ظاہر ہوتی ہے جس نے عجم کو تہ و بالا کر ڈالا ہے۔ اور اب جو مین کہتا ہون کہ ایوان مسمار کرادیا جائے۔ اس مین یہ حکمت ہے کہ جب آیندہ نسلین بنی ہوئی عمارت کے بعض حصے کو ٹوٹا پھوٹا دیکھین گی تو کہین گی کہ ایک قوم وہ تھی جس نے ایسی مستحکم عمارت بنائی۔ دوسری وہ تھی کہ بنی ہوئی عمارت کو توڑ بھی نہ سکی۔ حالانکہ بنانے سے توڑنا سہل ہے۔ اب اگر یہ ایوان مسمار نکیا جائیگا تو ملوک فارس کی تعظیم اور شاہانِ اسلام کی توہین ہوگی۔ بلکہ لوگون کو یہ کہنے کا موقع ملیگا کہ بسبب بخل کے خلیفہ اس عمارت کو مسمار بھی نکر سکا۔

منصور نے خالد کی باتون پر کچھہ خیال نکیا۔ اور قصر ابیض کو بحال پریشان چھوڑ دیا"۔ لیکن ایوان کا صدر دروازہ بغداد کے ایک پھاٹک مین لیجا کر لگا دیا۔ اس دروازہ کا وزن چار ہزار من تھا۔ اس واقعہ سے یہ ثابت ہے کہ دوسری صدی ہجری تک ایوان برباد ہونے پر کسی قدر باقی تھا۔ لیکن جسقدر زمانہ گزرتا گیا۔ وہ برباد ہوتا گیا۔ چنانچہ مصنف مرآت البلدان ناصری لکھتا ہے کہ "مین نے ایوان کی سیر کی ہے اسوقت صرف ایک طاق باقی رہ گیا ہے"۔

ایوان کے شمال وجنوب مین جو عالی شان عمارتین تھین۔ وہ سب منہدم ہوچکی ہین۔ اور جانب مغرب ایک دیوار کا آثار باقی ہے۔ غالباً یہ بھی نوشیروان کی حسنِ نیت کا اثر ہے بقول ظہیر ؎

جزاے حسن عمل بین کہ روزگار ہنوز
خراب می نکند بارگاہ کسریٰ را

اسوقت جو ایک طاق ایوان مین باقی ہے اسکا طول ۵۳ گز عرض ۲۶ گز ارتفاع ۲۸ گز ہے۔ اور زمانۂ حال کی تحقیقات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایوان موجودہ اس عمارت کی دہلیز تھی۔ اور یہ حصہ خسرو پرویز کی تعمیر کا ایک ٹکڑا ہے۔ اور نوشیروانی ایوان سطح خاک سے برابر ہوچکا ہے [۱]۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ ایک شہر کو ویران کر کے دوسرا آباد کیا گیا تھا۔ لیکن زمانہ کی گردشون نے سب کو نیچا دکھا دیا۔ اور جس طرح بابل سے قصر یران اور قصر یران سے مدائن آباد کیا گیا تھا اسیطرح یہ وہ بھی برباد ہوگیا۔ حتیٰ کہ ایوان کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ اور سواے جنگل کی چڑیون کے کوئی بھی مکین ومکان پر نوحہ کرنیوالا نہ رہا۔ سچ ہے ؎

جہان کی وراثت اُسی کو سزا ہے	وہی ایک ہے جسکو دایم بقا ہے
نہ کوئی رہیگا نہ کوئی رہا ہے	سوا اسکے انجام سب کا فنا ہے

مسافر یہان ہین فقیر اور غنی سب
غلام اور آزاد ہین رفتنی سب

(محمد عبد الرزاق)

انگریزی تربیت

آجکل مہذب دنیا مین جہان کہین "انگریزی تربیت" [۲] کا لفظ استعمال ہوتا ہے اُس سے ذہنی لیاقت اور جسمانی قوت مراد لی جاتی ہے

[۱] یہ مضمون عربی فارسی کی مختلف تاریخون اور جغرافیون سے انتخاب کر کے لکھا گیا ہے۔ اور ذیل کی کتابون سے بھی مدد لیگئی ہے تاریخ گنج دانش۔ تاریخ ایران ملکم صاحب ناسخ التواریخ۔ جغرافیہ ابن الوردی جغرافیہ مرآۃ الوضیہ [۲] ثروث فنون سے جو ترکون کا نامور باتصویر میگزین ہے ترجمہ کیا گیا

انگی اچھی زندگی بسر کرنا دنیا مین اسی قوم کا کام ہے - اور یہی
وجہ ہے کہ زندگی کیواسطے جن چیزون کی ضرورت ہے انگریز اون
سب کے مالک ہین - انگریزی تربیت، انگریزی طرز معاشرت،
انگریزی تمدن، کی بنیاد ان دو چیزون پر ہے: سلامتی عقل،
سلامتی بدن -

انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ مین تحصیل علم کا ڈہنگ اسی
اصول پر رکہا گیا ہے - اسی لیے وہان کے بچے، عقل و فراست
کی ترقی کے ساتھہ ساتھہ جسمون مین بھی قوی ہوتے جاتے
ہین - اسی تعلیم و تربیت کا اثر ہے کہ اس قوم کے جسمون کی
بناوٹ اور خلقت مین، شگفتگی مزاج اور قوت و طاقت، داخل
ہو گئی ہے - یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ متمدن دنیا مین سب سے
زیادہ توالد و تناسل انگریزی قوم مین ہوتا ہے -

اس بات کے اندازہ کرنے کیواسطے کہ یہ قوم کیونکر کامیاب
اور ترقی یافتہ ہوئی ہے؟ اونکے اسکولون مین جانا چاہیے،
جہان پر جاکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیگر امور کی مانند، تعلیم و تربیت
مین بھی کامل آزادی برتی جاتی ہے - انگلستان کے ابتدائی
اسکولون مین باہم نہایت اختلاف ہے یعنی ہر ایک اسکول
جسطرح مناسب جانتا ہے اپنے یہان کی تعلیم و تربیت کے
قواعد مقرر کر لیتا ہے، لیکن اصول تعلیم و تربیت سب کے یکسان
ہین! اگر تم تین انگریزون سے پوچھو کہ بچپن مین اونکی تربیت کیونکر
ہوئی؟ تو جو جواب وہ دینگے وہ ایک دوسرے کے مطابق
نہ ہونگے - بلکہ عجب نہین کہ اون جوابون سے کوئی خاص بات
معلوم نہ ہو سکے کیونکہ فی الحقیقت اونکو اپنے بچپن کی تعلیم
و تربیت کا حال معلوم ہی نہین ہوتا، اول تو اونکی ابتدائی تعلیم اسطرح
ہوتی ہے کہ گویا کہیل کہیل رہے ہین - یعنی اونکی طبیعتون کو

بغیر کسی قسم کے انقباض اور تکلیف و پریشانی پہونچانے کی تعلیم
دیجاتی ہے - دوئم یہ ضرور نہین کہ ایک ہی اسکول مین کوئی پڑہا
ہو بلکہ شاید مختلف اسکولون مین پڑہنا ہوا ہو - مگر سب اسکولون
مین یقیناً اسی طرح تعلیم پائی ہوگی کہ وہ ہنستے، کہیلتے، اور دل
بہلاتے رہے ہونگے - کسی اسکول مین بھی اونکو کوئی تکلیف
نہ پہونچی ہوگی جو اونکو یاد رہتی اور اب اوسکا حال تم سے بیان
کرتے اور کہتے کہ ہم نے اسطرح پر پڑہا تھا - اگر تم ایک مرتبہ اوس
عمارت مین جاو، جسکا نام اسکول ہے تو تم دیکھوگے کہ اوسکے
معمارون نے کوئی بات ایسی اوٹھا نہ رکہی ہوگی جو حفظ صحت
کے واسطے ضروری تھی - تمام کمرے چوڑے چوڑے، ہوادار
صاف اور پر تکلف ہونگے، پڑہانے، کہانا کہانے، آرام کرنے
کے واسطے علم عمارت اور حفظان صحت کے آخری اصولون
پر بنے ہوئے جدا جدا ہال ہونگے، اگر تم ایک کمرہ مین مثلاً
موسیقی کے ہال مین داخل ہوگے تو دیکھوگے کہ چوڑے چوڑے
روشندانون مین سے تازہ تازہ ہوا اور سورج کی کرنین داخل ہو رہی
ہین جنکی وجہ سے بچون کے چہرے گلاب کے پہول کیطرح
کہلے جا رہے ہین، ہال خوشنما خوشنما اور انواع و اقسام کے
پہولون اور تصویرون سے آراستہ ہے، پیارے پیارے
لڑکے اور لڑکیان خوشی اور بشاشت کی حالت مین،
موسیقی کے راگ سن سنکر پہولے نہین سماتے - اس
صفائی اور اہتمام کو دیکھہ کر اگر تم دریافت کروگے تو معلوم ہوگا
کہ یہ اسکول صرف فقیرون اور محتاجون کے بچون کا ہے جسکے
بعد ہی تم خود انصاف کرنے لگوگے کہ بڑے ہو کر ان بچون کے
خیالات اور خواہشین کیا ہونگی - تمکو لڑکون اور لڑکیون کی ایک
جگہہ تعلیم پانے پر تعجب نہین کرنا چاہیے کیونکہ اس مین کوئی

ہرج نہین ہے۔ اب اونکی تعلیم وتربیت پر متوجہ ہونا چاہئے
بہت سے بچے تمہارے روبرو لائے جائینگے جن مین کوئی اپنی
ننھی ننھی انگلیون سے پیانو بجائیگا۔ کوئی اوس سے سُر ملا کر گائیگا۔
موسیقی کے ہال سے حمام کے مکان مین جاؤ تو دیکھو گے کہ
اسکول کی منتظم لیڈی کا اشارہ پاتے ہی، لڑکے اور لڑکیان غسل
کے لباس مین چڑیون کی طرح سے فر فر اوڑتی ہوئی چلی آئینگی اور
اوس حوض مین کود پڑینگی جو اونکے نہانے کے واسطے صاف اور
ستھرے پانی سے لبریز تھا، کوئی تیرنے، اور کوئی غوطے لگانے
لگے گا۔ کچھہ آپس مین کھیلنے لگین گے۔ اگر ان مختلف الجنس
بچون کو دیکھہ کر تمہارے چہرہ پر حیرت کے آثار ہونگے تو لیڈی
تم سے کہے گی کہ اس طریقہ مین ہرگز کوئی خطرہ نہین ہے کیونکہ ہم کو تجربہ سے
اسکا بے نقصان ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اگر تم پھر بھی یقین نہ کرنا
چاہو تو وہان ایک عرصہ تک ٹھہر کر خود دیکھہ لوگے کہ تمام لڑکون
اور لڑکیون کے افعال وحرکات سے کوئی بھی بات وسوسہ کی
نہین پائی جائیگی۔

اب تم کو ورزش کے کھیلون کی سیر دکھائی جائیگی۔ اوس کا
پروفیسر تمکو بتائیگا کہ جمناسٹک کے ذریعہ سے جو عضلے اور پٹھے
قوی اور مضبوط ہوتے ہین اونکی وجہ سے عورتون کے ڈول مین
کوئی بدنما بے قاعدگی نہین ہو سکتی۔ اسی سلسلہ مین ایک دروازہ
کھلیگا اور کھلتے ہی تم کو چھوٹے چھوٹے بچون کی میٹھی میٹھی اور
پیاری آوازین آئینگی۔ تم دیکھوگے کہ وہ آپس مین ایک دوسرے
کا ہاتھہ پکڑے ہوئے وہ چاٹین مالکین، کھیل رہے ہین اور غل
شور مچاتے جاتے ہین۔ اگر تم تمام اسکول مین بھی پھر جاؤگے
تب بھی کسی بچہ کو روتا ہوا نہین پاؤگے۔ ہر طرف ہنسی خوشی،
اور چہل ہی کود ہی نظر پڑیگی، اسکول کی منتظمہ کا چہرہ سب سے زیادہ
خوش اور بشاش ہوگا۔

اس قسم کی باتون کو دیکھہ کر دل مین خود بخود یہ سوال پیدا
ہوتا ہے کہ آیا اس جگہہ صرف کھیل ہی کھیل ہین پڑہنا لکھنا کچھہ
نہین ہے؟ لیکن جب تم یہ سوال کروگے کہ کیا اس اسکول
مین پڑھایا نہین جاتا اور طالب علمون کی عمرین ریاضت اور
کھیل کود ہی مین ضایع کیجاتی ہین؟ تو اوسکے جواب مین تمکو کھانا
پکانے اور سلائی سکھانیکے کمرون مین لیجائینگے جنکی ترتیبون اور انتظامونکو
دیکھہ کر تم حیران رہجاؤگے لیکن تاہم تمہاری تشفی نہین ہوگی
اور پھر سوال کروگے کہ ہان جناب یہ تو سب کچھہ ہے مگر پڑہنے
والی کتابین کدہر ہین؟ -
تمہارے اس سوال کو منتظمہ اچھی طرح نہین سمجھیگی
اور کہے گی کہ یہ جو کچھہ آپ نے دیکھا ہے سب تعلیم ہی تو تھی
اور جو کچھہ اسطرح سکھایا جاتا ہے وہ سبق ہی تو ہین۔ لیکن پھر
بھی تمہارے سوال پر وہ جلدی سے ایک مطبوعہ پروگرام
دیدیگی جسکو پڑہنے سے یہ معلوم ہوگا:-

کھانا پکانا - ہر روز نو بجے سے دس بجے تک -
تصویر بنانا - ہر روز
جرمنی زبان - ہر روز ساڑھے نو بجے سے دس بجے تک -
فرانسیسی زبان - ہر روز دس بجے سے ساڑھے دس بجے تک -
جمناسٹک - بدھ کے دن ظہر کے بعد سے چار بجے تک اور جمعرات
کے دن نو بجے سے دس بجے تک -
باغ کے کھیل - ہر روز گیارہ بجے سے ظہر تک -
لاطینی زبان - ہر روز ساڑھے نو بجے سے دس بجے تک -
ہاتھہ کے کام - پیر اور بدھ کو نو بجے سے گیارہ بجے تک اور
ڈھائی بجے سے چار بجے تک اور جمعرات کے دن

گیارہ بجے سے ایک بجے تک اور ڈہائی بجے سے
چار بجے تک۔

موسیقی۔ پیر، منگل، بدہ اور جمعرات کو دس بجے۔

گانا۔ پیر کے دن ساڑہے گیارہ بجے سے سوا بجے تک، بدہ اور جمعرات کے دن ڈیڑہ بجے سے ساڑہے تین بجے تک، اور جمعہ کے دن تین بجکر چالیس منٹ سے چار بجکر چالیس منٹ تک۔

تیرنا۔ پیر کے دن بارہ بجے سے دو بجے تک، جمعہ کے دن ساڑہے بارہ بجے سے چار بجے تک۔

اسکے بعد منتظمہ کہیگی کہ جو اوقات اس سے بچتے ہین وہ اوس پڑہائی مین صرف کیے جاتے ہین جسکو آپ لوگ پڑہنا کہتے ہین۔

ہمارے اسکولون مین یہ دستور نہین ہے کہ بچے خالی الدماغ مصنوعی لیاقت و وقار کے اظہار کرنے والے اوستادون کے سپرد کیے جائین جنکے آنے کا گہنٹون بچون کو انتظار کرنا پڑے۔ اسکاٹ لینڈ کے ابتدائی اسکولون مین معصوم بچون کو دہمکا کر ڈرا کر بد اخلاقی سکہانے سے بالکل پرہیز کیا جاتا ہے۔

شاید تم یہان سے نکلکر دل مین کہتے جاؤگے کہ یہ لڑکے عالم نہین ہو سکتے۔ لیکن اگر اس سوال کو کسی انگریز کے مونہہ پر کہوگے تو وہ جواب دیگا:۔

کہ ممکن ہے کہ یہ عالم نہ ہون لیکن خوش گوار زندگی بسر کرنے کے واسطے تربیت یافتہ ضرور ہو جائینگے۔ اور جو فائدہ ایسی تربیت سے ہوتا ہے وہ تعلیم سے ہرگز نہین ہو سکتا۔ اگر اونکو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنی ہوگی تو اوسکے واسطے ہائی اسکول اور کالج بہتیرے موجود ہین۔

(اسمعیل)

ورزشی تعلیم کی ضرورت
اسکولون اور کالجون مین

اون[۱] امراض کی کثرت پر جو اعصاب کے انفعال و بناوٹ مین فرق آجانے کے سبب سے پیدا ہوتے ہین اور جو یورپ کی دار السلطنتون اور بڑے بڑے شہرون مین ان آخری سالون مین زیادہ ہوتے جاتے ہین، غور و فکر کرنے والون نے یہ قرار دیا ہے۔ کہ تہذیب و شایستگی کی بنا پر جو طرز زندگی مجبوراً اختیار کی جا رہی ہے اوسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان مین جسمانی کمزوری بڑہتی جائے اور قوت و طاقت گہٹتی جائے۔ کیونکہ تمدن اور شہری زندگی کی ترقی اسی پر موقوف ہے کہ عقل انسانی ہر وقت کسی شغل مین لگی رہے، تاکہ کوئی نئی چیز ایجاد ہو سکے یا کوئی جدید بات نکالی جا سکے، اور یہ بھی ضرور ہے کہ جسم کے ہر ایک محنت کرنے والے حصہ کے ضعف و ناطاقتی کو بوجہہ تکان کی ترقی ہو، اور چونکہ دماغ، عقل و ذکا کا مرکز، اور تمام جسم کی حرکات و انفعال کا حاکم اور ناظم ہے، اس لیے جب افکار و اشغال کی زیادتی سے اوس مین تعب و تکان آجائیگا تو دیگر اعضا کے کامون مین بھی بدنظمی اور بے ترتیبی پیدا ہو جائیگی اور ایک عام خلل واقع ہو جائیگا۔

یہ امر ناممکن ہے کہ تمدن کے واسطے اسباب معیشت تلاش کیے جائین اور دماغ کو تکان نہ ہو۔ شہری زندگی بسر کرنے والون کے نزدیک یہ امر قرار پا گیا ہے کہ بغیر علم و فضل کے حاصل کیے عمر کا اچہی طرح پر بسر کیا جانا ناممکن ہے۔ اس غرض کے پورا کرنے کیواسطے مکاتب اور مدارس کی تعداد آخری

[۱] یہ مضمون ثمرات فنون سے جو ترکون کا نامور اخبار ہے انگریزی مین ترجمہ کیا گیا ہے

ورزشی تعلیم کی ضرورت

درجہ تک بڑھتی جا رہی ہے، اور یہ کوشش ہو رہی ہے کہ تمام وہ حقایق اور باریکیان جن سے ہر روز نئی واقفیت حاصل ہوتی جاتی ہے، اونکا علم ملک کے بچون اور نوجوانون کو بخوبی حاصل ہو۔ مہذب سلطنتون اور انسانی بہلائی چاہنے والون نے بھی تعلیم و تعلم کو تمدن کا ایک نہایت ہی ضروری جز تصور کر لیا ہے۔ الحاصل چونکہ یہ بات مسلم ہو چکی ہے کہ علم ایک نعمت ہے، اور انسان کے لیے ایک زینت، اور جوہر ہے، اور ایک معنوی سرمایہ ہے، اس لیے یونیورسٹیان یہ کوشش کر رہی ہین کہ جہان تک ہو سکے اپنے شاگردون کو تہوڑے سے وقت مین بہت کچھ سکہائین اور اونکو جلد تر ایسا بنا دین کہ ضروریات حیات کے واسطے بہت کچھ سرمایہ حاصل کر سکین۔ اگرچہ ہوشیار اور تیز شاگرد بھی محنت کرتے کرتے تہک جاتے ہین لیکن اوس وقت تک پڑہے چلے جاتے ہین جب تک کہ حروف نظر سے غایب نہ ہونے لگین، اور جنکو علم کا شوق لگ جاتا ہے۔ وہ تو ایک منٹ کو بھی کتاب چھوڑنا نہین چاہتے جب یہ لوگ ڈپلوما حاصل کر کے کاروباری دنیا مین قدم رکھتے اور شایستگی کے مرکزون مین کوئی کام اپنا شروع کرتے ہین تو اپنے تئین دماغ کے تہکانے والی محنتون مین پہلے سے زیادہ گرفتار پاتے ہین۔

کسی کچہری کے ایک بند کمرے یا کسی سوداگر کی غیر صاف اور خراب ہوا والی دکان کے ایک گوشہ مین گہنٹون بیٹھ کر کام کرنے سے وہ دماغ جسپر بچپن سے محنت شاقہ پڑ رہی ہے بالکل مضطرب اور پریشان ہو جاتا ہے۔ پھر شہری زندگی کے واسطے صرف ملازمت یا معاملات تجارت ہی تعب انگیز نہین ہین بلکہ ہر ایک کام کے لیے غور کامل کرنا اور پوری سمجھ بوجھ کو استعمال کرنا لازم ہے۔ اور اس ازدہام خلایق مین بلا دور اندیشی کے ایک قدم کا بھی آگے کو رکہنا خطرناک ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ انسان گویا زندگی سے محروم ہو گیا ہے رنگ مین وہ سرخی جو خون کی موجودگی پر دلالت کرتی تھی باقی نہین رہی، جسمانی قوت و طاقت گہٹ گئی، طرح طرح کی پیٹ کی بیماریان پیدا ہونے لگین، بدن کو پرورش کرنے والے ذرات کے پہونچنے مین کمی آگئی، غرض کہ دماغی مشاغل کی کثرت سے عام ناطاقتی پیدا ہو گئی، نسل در نسل ایسا ہی ہوتے چلے جانے سے عصبی امراض کی زیادتی ہو گئی اور قوم نحیف الجثہ ہونے لگی اور جسم صرف ایک حس کا تسلیہ رہ گیا۔ دور اندیشون نے یہ حالت دیکھ کر غل مچانا شروع کیا کہ اے شہری لوگو! تم تباہ ہوئے جاتے ہو، تم اپنے جسمون کو ضعیف کر رہے ہو اور طرح طرح کے امراض مین مبتلا ہو رہے ہو، یہی حال رہا تو چند دنون مین گہوڑون کی سواری اور ہتیار کے استعمال اور ہر ایک پیشہ کے ناقابل ہو جاؤگے، تم نے اپنے ذہنون پر ایسا بار ڈال لیا ہے جسکے سبب سے تمہاری زندگی خطرہ مین پڑ گئی ہے، ابھی وقت ہے کہ اپنے دماغون کو درست کرو اور اپنے آپ کو بچالو!!!

آخر کار ان تنبیہون نے تعلیم گاہون کی اصلاح پر مبرون کو آمادہ کر دیا اور اون مدارس و مکاتب مین جو اس خطرہ کے باعث ہوئے تھے ایسی اصلاح کی گئی کہ وہی اس کے علاج کے باعث ہو گئے ہین۔ یعنی طبیبون اور ڈاکٹرون کی اس نصیحت پر عمل کر کے کہ جسمانی محنت اور ورزش، حیات انسانی کے لیے ضروری شے ہے، کھیلون اور ریاضتون مین شاگردون کا مشغول رکہنا تعلیم سے بھی مقدم سمجھا گیا۔

فرانس اور دیگر بعض ملکون مین جسمانی محنتون کے نتیجہ پر عالمانہ طریقہ سے غور کیا گیا ہے۔ اور بذریعہ علم الاعداد کے (جوکہ ریاضی کا مستند طریقہ ہے) یہ عقدہ حل ہوگیا ہے۔ بلجیم کے بعض کالجون مین یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ وہان سے ایک سالانہ یادداشت جاری کی جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سنہ مین کسقدر طالب علم دموی اور کسقدر لنفاوی یعنی بلغمی امراض مین مبتلا ہوئے ہین۔ اور چونکہ اونمین ریاضت بدن اور محنت جسمانی کا اہتمام بہ نسبت دماغی محنتون کے زیادہ تر کیا جاتا ہے اس لیے ایک حیرت انگیز ترقی صحت و توانائی مین دیکھی جارہی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ جمناسٹک اور دوسرے کھیل کود مین ماہر شاگرد یعنی وہ سب طالب علم جو دماغی محنتون کے ساتھ ساتھ جسمانی ورزش بھی کرتے ہین، دموی المزاج ہوگیے ہین اور ان مین کوئی لنفاوی یعنی بلغمی مزاج کا نہین رہا ہے اور اب سے پیشتر جو امراض دماغی محنتون سے پیدا ہوتے تھے، مثلاً فقر الدم (انیمیا)، صرع، ناطاقتی وغیرہ، وہ اب کسی شاگرد مین پائی نہین جاتے۔ یہ نتایج ایسے بین اور واضح تھے جنکے سبب سے تعلیم کے مدبرون اور منتظمون کی آنکھین کھل گئی ہین۔

(اسمعیل)

تمدن عرب
پر
ریویو

تاریخ کا فن ہمارے زمانہ مین معراج کمال پر پہونچ گیا ہے۔ اسکی حدود بدل گئی ہین۔ اسکے معنی وسیع ہوگئے ہین۔ اگر کسی تاریخ مین واقعات کی فہرست ہو، یا اشخاص و مقامات کے نام ہون، یا سلاطین کے دربارون اور جشنون کا ذکر ہو، یا فوجون کی نقل و حرکت اور لڑائیون کی تفصیل ہو، تو اسکو تاریخ نہین کہتے بلکہ آجکل مورخ کا فرض یہ ہے کہ وہ جس قوم کی تاریخ لکھے، اُسکے تمدن اور شایستگی کی پوری تصویر کھینچ کر دکھائے جس سے یہ معلوم ہو کہ اُس قوم نے نہایت سادہ اور بسیط حالت سے تمدنی حالت تک کیونکر ترقی کی اور وہ کیا اسباب تھے جن سے اُس قوم کی ترقی ظہور مین آئی۔ تاریخ نویسی کا یہی طریقہ ہے جو ہمارے لیے مفید ہوسکتا ہے۔ ورنہ تاریخ کے مطالعہ سے کوئی فایدہ نہین ہے۔ ہربرٹ اسپنسر جو زمانہ حال کا نہایت نامور فلسفی ہے اپنے ایک مضمون مین لکھتا ہے کہ:-

"تاریخ اس بات کا دعوی کرتی ہے کہ وہ ہمکو زندگی بسر کرنے کا بہتر سے بہتر طریقہ بتا سکتی ہے مگر مجھکو اس بات کا افسوس ہے کہ تاریخ کی اکثر موجودہ کتابین اس غرض کو پورا نہین کرسکتین۔ چند واقعات کی فہرست یاد کر لینے یا چند مشہور اشخاص کا نام ازبر کر لینے سے یہ مطلب حاصل نہین ہوسکتا۔ اگر ہمکو یہ بات معلوم ہوجائے کہ ایک خاص لڑائی مین فوجون کی تعداد کیا تھی۔ کون کون سے افسر تھے جنکے ماتحت اُن فوجون نے کام کیا۔ سوار کتنے اور پیادے کتنے تھے۔ کون غالب رہا اور کون مغلوب ہوا۔ طرفین کے کسقدر آدمی مارے گیے اور کتنے اسیر ہوئے، تو اس سے زندگی بسر کرنے کا کونسا قانون یا کونسی ہدایت ہمکو حاصل ہوگی؟ یہ سچ ہے کہ یہ سب واقعات بین اور دلچسپ بھی ہین مگر اُنکے مفید ہونے کی

کوئی دلیل نہین ہے۔ بہت سے وہمی یا کمزور
طبیعت کے لوگ اس دنیا مین موجود ہین جنکے
نزدیک بعض فضول چیزون کی بہت بڑی قدر و قیمت
ہے۔ مثلاً اُس شخص کو جو خاص خاص پھولون کے
پسند کرنے اور خریدنے کے خبط مین مبتلا ہے، اگر
ایک خوشنما پھول کے بدلے مین سونا تولکر دیا جائے
تو وہ فوراً انکار کریگا۔ بعض آدمی چینی کے ایک ٹکڑے
کو اس لیے عزیز رکھتے ہین کہ وہ اُنکے کسی بزرگ کی
یادگار ہے۔ بعض آدمی ہین جو دنیا کے مشہور قاتلون
اور خونخوارون کی یادگار چیزون کی بہت بڑی قیمت
ادا کرتے ہین۔ لیکن اُن کا یہ خبط اور یہ لیکا اس بات
کی دلیل نہین ہے کہ وہ چیزین درحقیقت مفید بھی
ہین۔ تاریخی واقعات کا بھی یہی حال ہے۔ اُنکی اصلی
قیمت دریافت کرنے کا بھی طریقہ ہے کہ تم خود اپنے
دل سے پوچھو کہ اُن سے کیا فائدہ ہے؟ مثلاً اگر
تم سے کہا جائے کہ تمہارے ہمسایے کی بلی نے
تین بچے دیے تو تم اس خبر کو فضول سمجھو گے۔ یہ واقعہ
تو ہے مگر تم اسکو فضول بتاتے ہو کیونکہ وہ دنیا کی
زندگی مین تمہارے کس کام کا ہے۔ اگر اس اصول
کو تاریخی واقعات پر لگاؤ تو بھی یہی نتیجہ نکلیگا۔ موجودہ
تاریخون کے واقعات بیشک واقعات ہین مگر
محض بیکار اور فضول ہین اور ہمارے نظام زندگی
سے علیحدہ ہین۔ وہ واقعات اور وہ حقایق جن
سے زندگی کا دستور العمل بنانے مین کوئی مدد نہ ملے
بیکار ہین۔ اگر تفریح کے لیے انکو پڑھنا چاہو تو پڑھو
مگر یہ دھوکا نہ کھاؤ کہ تم اُن سے کوئی تعلیم حاصل کر رہے ہو
تاریخ مین جو سرمایہ ہونا چاہیے، وہ موجودہ کتابون
مین نہین ہے۔ زمانۂ گذشتہ کی تاریخین بادشاہون
اور فرمانرواؤن کے حالات سے بھری ہوئی
ہین۔ ان سے قومی زندگی کے حالات معلوم نہین
ہو سکتے۔ زمانۂ حال کے بعض مورخ عام لوگون کی
معاشرت اور تمدن کے حالات لکھنے لگے ہین۔
تاریخ مین کیا ہونا چاہیے۔ اور مورخ کا کیا فرض ہے؟
اس سوال کا جواب یہ ہے کہ قومون کی تاریخ مین اُنکی
قدرتی اور طبعی حالات درج ہونے چاہئین۔ اگر تم
مورخ ہو تو تمہارا فرض ہے کہ ایسے واقعات اور
حقایق جمع کرو جن سے معلوم ہو جائے کہ ایک قوم
کس طرح پیدا ہوئی اور کس طرح بڑھی۔ اُس قوم کی ملکی
حکومت کا حال لکھنا چاہو تو ارکان سلطنت کے ذاتی
حالات اور قتل و قتال مین نہ پڑو بلکہ سلطنت کی ترکیب
حکمرانی کے اصول۔ نفاذ احکام کے طریقے بادشاہ
سے لیکر ادنی درجہ کے عاملون اور حاکمون تک
سلطنت کے جتنے اجزا ہون، اُن سب کا طرز عمل بتاؤ
مذہبی حکومت کا حال قلمبند کرنا چاہو تو اُسکی قوت اور
فرایض اور ملکی حکومت سے اُس کا تعلق بتاؤ۔ مذہبی فرقون
اور اُنکے اصولون مذہبی رسمون اور طریقون کا بیان
کرو۔ اور وہ مذہبی خیالات لکھو جن پر عام طور سے عملدرآمد
ہوتا ہے۔ اسکے ساتھ جادو ٹونہ توہمات اور دیو
افسانون سے لیکر پوجا کے گیتون اور منترون تک
سب کچھ قلمبند کرو۔ مختلف گروہون کے اقتدار اور

رسوخ کا اندازہ کرنے۔ بے ہیئے خطابات والقاب تعظیم کے طریقے۔ ایک دوسرے کو مخاطب کرنے کے انداز بیان کرو۔ وہ عام رسمین بتاؤ جو لوگون کی خانگی اور بیرونی زندگی مین جاری ہین۔ مردون اور عورتون کے رشتے۔ والدین اور اولاد کے تعلقات کی تفصیل کرو۔ عام کاروبار کی تصویر کھینچنی چاہو تو بتاؤ کہ اُن مین محنت کی تقسیم کس درجہ تک ہے۔ مختلف پیشون کے سیکھنے یا سکھانے کے کیا قواعد ہین۔ کام لینے والون اور کام کرنے والون مین کیا تعلق ہے۔ ان مین کون کون سے ہنر اور پیشے جاری ہین۔ ان پیشون یا ہنرون کا کیا طریقہ ہے اور اُن سے کس قسم کا اسباب طیار ہوتا ہے اسباب کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ لیجانے کے کیا وسائل ہین۔ لوگون کی عقلی اور دماغی حالت بتانی چاہو تو یہ بتاؤ کہ اُن مین درجہ بدرجہ کس قسم کی تعلیم ہوتی ہے اور کون کون سے علوم جاری ہین اور اُن مین کس حد تک ترقی ہوئی ہے۔ فن تعمیر نقاشی۔ سنگتراشی۔ موسیقی اور شاعری وغیرہ فنون لطیفہ کی کیا حالت ہے۔ روزانہ زندگی کا خاکا اتارنا چاہو تو انکی خوراک۔ پوشش۔ بود وباش اور ورزشون کھیلون۔ تفریح کے مشغلون کو نہایت تفصیل سے بیان کرو غرضکہ ان سب باتون کو ملاکر مجموعی طور پر بتاؤ کہ اُس قوم کے اخلاقی۔ عقلی اور عملی حالت کیا ہے۔ اس غرض کے لیے حسب ضرورت کتابون اور کتبون سے۔ ضرب المثلون اور گیتون سے قصون اور کہانیون سے غرض جس چیز سے کام نکلے مدد لو۔ ان تمام واقعات کو جو اس طرح معلوم ہون، حتی الوسع صفائی اور سادگی اور اختصار کے ساتھہ بیان کرو۔ اور انکو اسطرح ترتیب دو کہ سب ملکر ایک واقعہ دکھائی دے تاکہ اسباب و نتایج کا باہمی تعلق ایک نظر سے معلوم ہوجائے مختلف زمانون کے حالات کو اسطرح ملاکر دکھاؤ کہ قومی زندگی کے تمام اجزا یکے بعد دیگرے بدلتے اور بتدریج نشو ونما پاتے نظر آئین۔ یہی واقعات تاریخی واقعات ہین اور یہی طریقہ اُنکے جمع کرنے اور ترتیب دینے کا ہے جس کا مورخ کو پابند ہونا چاہیے اور تاریخ کا مطالعہ صرف اسی حالت مین ہمارے لیے مفید ہوسکتا ہے"

اس مین شک نہین کہ جن مورخون نے مختلف قومون یا ملکون کی تاریخ اس اصول پر لکھی ہے، وہ یورپ مین بھی معدودے چند ہین۔ ایشیا مین تو کوئی ایسا مورخ موجود نہین ہے جس نے کسی قوم یا ملک کی تمدنی تاریخ لکھی ہو۔ یورپ کے بعض مورخون اور انکی تصنیفون کا نام ہم اس مقام پر درج کرتے ہین جنہون نے کم وبیش اس طریقہ کی ابتدا اپنی تاریخون مین کی۔

گیزو۔ تاریخ تمدن یورپ۔ تاریخ تمدن فرانس۔

بکل۔ تاریخ تمدن برطانیہ۔

ڈریپر۔ یورپ کی دماغی ترقیون کی تاریخ۔

لیکی۔ یورپ کی معقول پسندی کی تاریخ۔

لبک۔ انسانی تمدن کی ابتدا۔

ٹیلر قدیم شایستگی نوع انسان کی قدیم تاریخ۔

فرانس کے زندہ مصنفون مین موسیو لیبان ایک نہایت نامور

عالم ہے جس نے انسان کی انفرادی حالت سے اجتماعی حالت
ملک ترقی کرنے اور تمدن کے رفتہ رفتہ اوج کمال پر پہونچنے کو
نہایت غور سے مطالعہ کیا ہے۔ اُس نے یہ نسبت اور رومن
کے اس طریقہ پر پورے طور سے عمل کیا ہے کیونکہ اُس نے
ن تاریخ نویسی کی بنیاد ڈاروِن کے مشہور مسئلہ ارتقاء پر رکھی ہے
جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی کوئی چیز بڑی سے بڑی ہو یا
چھوٹی سے چھوٹی ایسی نہین ہے جو ابتدا ہی سے موجودہ
حالت پر پیدا ہوئی ہو بلکہ وہ نہایت مضبوط قوانین قدرت
کے ماتحت رہکر اپنی سادہ اور بسیط حالت سے رفتہ رفتہ
موجودہ حالت تک پہونچی ہے۔ اگرچہ اُس نے کئی کتابین
عام انسانی تمدن اور قومون کے تمدن پر لکھی ہین مگر اُسکی ایک
تصنیف سب سے زیادہ مقبول ہوئی ہے جو اُس نے
عربون کی شایستگی اور اُنکی ترقی اور تنزل کے اسباب پر نہایت
تحقیق اور کاوش سے تیار کی ہے۔ یہ کتاب بیشک مسلمانون
کے لیے دلچسپ اور مفید ہے۔ اگرچہ مصر مین اس کا ترجمہ عربی
زبان مین ہوچکا ہے مگر اب تک ہماری نظر سے نہین گزرا۔
حال مین شمس العلماء مولانا سید علی بلگرامی بالقابہ نے
اس کتاب کا ترجمہ اُردو زبان مین کیا ہے۔ اور بلاشبہ اس
ترجمہ سے ہماری زبان کے ادب مین ایک بیش قیمت اضافہ
ہوا ہے۔

اصل کتاب پر رائے دینے سے پہلے ہم چند الفاظ
ترجمہ کی نسبت لکھنا چاہتے ہین۔ ترجمہ کرنا فی الحقیقت نہایت
مشکل کام ہے۔ ترجمہ کا اصلی مقصد یہ ہے کہ کسی مصنف نے
اپنی زبان مین جو خیالات اور جو مطالب بیان کیے ہون اُنکو مترجم
بجنسہ اپنے الفاظ مین ادا کرے اور حتی الوسع اس بات کا
خیال رکھے کہ مصنف کا زور بیان ہاتھہ سے نہ جائے۔ ادب
کی کتابون کا ایک زبان سے دوسری زبان مین ترجمہ اس لیے
دشوار ہے کہ ہر زبان کی خصوصیات بالکل جدا ہین ایک زبان
کے بولنے والے جس محاورے یا استعارے یا کنائے یا
تلمیح یا ضرب المثل مین کسی ایک خیال کو ادا کر سکتے ہین۔ یہ
ضرور نہین کہ اُسی خیال کے ادا کرنے کے لیے دوسری زبان
مین بھی کوئی محاورہ یا استعارہ یا تلمیح یا ضرب المثل موجود ہو۔ ایسی
حالت مین مترجم بہت سے الفاظ یا جملون کے ملانے سے اُس خیال
کو ادا کر دیگا مگر لطف بیان ہاتھہ سے جاتا رہیگا یہی سبب ہے
کہ قرآن مجید کا بیمثل معجزہ جو عربی زبان کی فصاحت اور بلاغت
مین محدود ہے ترجمہ کی زبان مین باقی نہین رہتا۔ امرء القیس
کے اشعار کی لطافت اُسی کے الفاظ مین ہے۔ شیکسپیر کے
کلام کا لطف انگریزی کے سوا دوسری زبانون مین نہین آسکتا
علمی کتابون کے ترجمہ مین اصطلاحات کی دشواری ہوتی ہے
یورپ کی تمام زبانون مین قدیم یونانی اور لاطینی زبانون سے
علمی اصطلاحات لی گئی ہین جنکے لغوی معنی اب لوگون کے
ذہن مین نہین رہے ہے۔ اس لیے اُن اصطلاحات سے وہی
معنی سمجھے جاتے ہین جنکے لیے وہ وضع کی گئی ہین۔ یورپ
کی ایک زبان کی علمی اصطلاحین وہی ہین جو دوسری زبان
کی ہین۔ اگر کچھہ فرق ہے تو اُن الفاظ کی تلفظ مین ہے جو بولنے
والون کے لب ولہجہ پر موقوف ہے۔ یہی سبب ہے کہ
علمی کتابون کا ترجمہ یورپ کی ایک زبان سے دوسری زبان
مین جلد اور آسانی کے ساتھہ ہو جاتا ہے۔ اُردو زبان کئی
زبانون سے مرکب ہے جس مین ہندی۔ فارسی اور عربی
زبانون کے الفاظ کثرت کے ساتھہ شامل ہین۔ ہندی علمی

زبان کے مرتبہ کو نہین پہونچی - اس سے گیتون اور دوہرون کے
سوا اور کوئی کام نہین لے سکتے سنسکرت جس سے ہندی
زبان پیدا ہوئی ہے بیشک مردہ زبان ہے - اور علمی زبان
بھی ہے - اگر اصطلاحات کے وضع کرنے مین اس سے مدد لیجائے
تو بیشک الفاظ سے وہی معنی مفہوم ہونگے جنکے لیے وہ وضع
کیے جائین مگر اردو زبان کی موجودہ طبیعت اور ترکیب اس سے
ابا کرتی ہے - فارسی بھی علمی اصطلاحات کے وضع کرنے مین کوئی
مدد نہین دے سکتے - عربی زبان بیشک اس قابل ہے کہ
اس سے قدیم اور جدید علمی اصطلاحات بجنسہ یا کسیقدر تبدیلی
کے ساتھ لی جائین یا اسکی مدد سے نئی اصطلاحین تیار کی جائین
اس لحاظ سے مترجم کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ جسطرح
یورپ کی زبانون اور علوم جدیدہ سے واقف ہو اسی طرح
اسکو عربی زبان اور اوسکے ادب مین بھی پوری دستگاہ ہو ہمارے
ملک مین ایسے مترجم بھی خال خال مل سکتے ہین جو کم سے کم
انگریزی اور عربی دونون زبانون کے ادب اور مشرقی اور مغربی علوم
مین مہارت رکھتے ہون - کیونکہ ہندوستان کے کالجون کا موجودہ
طرز تعلیم ایسے جامع اور لائق اور روشن خمیر آدمی مہیا نہین کرسکتا
خوش قسمتی سے موسیو لیبان کی کتاب کے مترجم ہمارے
مخدوم شمس العلماء مولانا سید علی بلگرامی ایسے شخص
مین جو یورپ اور ایشیا کی متعدد زبانون اور علوم جدیدہ اور قدیمہ
مین کافی مہارت رکھتے ہین - انھون نے کتاب کا ترجمہ ایسی
سادگی اور صفائی لطافت اور روانی کے ساتھ کیا ہے کہ
عبارت مین کسی مقام پر گنجلک نہین ہے - دقیق سے دقیق
مطالب اور نازک سے نازک خیالات کو بے تکلف ادا کردیا
ہے - اسکے علاوہ انھون نے اصل کتاب پر بہت سے ضروری
حاشیے اضافہ کیے ہین - اگرچہ حاشیے بہت مختصر ہین - مگر
انکے لکھنے مین جرمنی زبان کی کتابون سے مدد لینی پڑی ہے
اور کچھہ شک نہین ہے کہ اگر یہ حاشیے کتاب مین شامل نہ کیے
جاتے تو کتاب کے بہت سے مقامات مبہم رہ جاتے - کتاب
کے آخر مین ایک ضمیمہ اُن الفاظ اور اصطلاحات کا ہے
جو فاضل مترجم نے فرانسیسی زبان کے الفاظ اور علمی اصطلاحات
کی جگہہ اختیار کیے ہین - ہمارے نزدیک عموماً تمام الفاظ نہایت
موزون اور مناسب ہین مگر چند الفاظ کی نسبت ہمکو کہنا چاہیے
کہ شاید زیادہ غور کرنے سے اُن سے بہتر الفاظ مل سکتے - مثلاً
ایک لفظ سیمیاطیقی ہے جو سیمٹک Semitic لفظ کے
مقابل اختیار کیا گیا ہے - سیمیاطیقی درحقیقت سیمٹک لفظ
کی تعریب ہے اور اس مین غلطی یہ ہے کہ معرب کرنے
والون نے اصل لفظ کی بناوٹ پر غور نہین کیا اور ادات نسبت کو بھی
تعریب مین شامل کرلیا - حالانکہ نہایت آسانی کے ساتھ اسکے
مقابل سامی کا لفظ برتا جا سکتا ہے - اگرچہ مصر اور بیروت کی
بعض ابتدائی ترجمون مین سیمیاطیقی کا لفظ پایا جاتا ہے مگر
اب عام طور پر صحیح لفظ سامی استعمال کیا جاتا ہے - سوسائٹی
کے لیے معاشرت کا لفظ اختیار کیا گیا ہے جو اُسکے تمام
معنون پر حاوی نہین ہے - سوشیل کے لیے معاشرتی کا لفظ
تجویز کیا ہے حالانکہ بجائے معاشرتی کے اگر معاشری کا لفظ اختیار کیا جاتا تو زیادہ
مناسب تھا، کیونکہ نسبت کرنے کے وقت (ت) عموماً ساقط
ہوجاتی ہے - جیسے الفاظ جبلی - ہجری - طبیعی وغیرہ ہین -
یوٹلٹی utility کے لیے سودمندی کا لفظ وضع کیا
گیا ہے - حالانکہ سودمندی کا لفظ نہایت عام اور کثیر الاستعمال
لفظ ہے اور اس سے یوٹلٹی کے علمی اور اصطلاحی معنی سمجھہ مین

آنے شکل ہین۔خود بنتہم نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ جن معنون کے لیے یہ نیا لفظ مین نے ایجاد کیا ہے، اُسکے لیے انگلو سکسن کا کوئی لفظ مناسب اور موزون نہین ہے کیونکہ ہمیشہ اُس سے عام معنی سمجھے جائینگے۔اُردو ترجمون مین ایک اور لفظ یوٹلٹی کے معنون مین استعمال کیا جاتا ہے وہ بھی اگرچہ بالکل موزون اور مناسب نہین ہے مگر شاید سودمندی کے لفظ سے بہتر ہو اور وہ لفظ افادہ ہے۔

اب ہم اصل کتاب پر سرسری نظر ڈالتے ہین۔موسیو لیبان نے جن کتابون سے مدد لیکر اپنی کتاب تیار کی ہے، اُن مین سے اکثر کی فہرست بطور ضمیمہ کتاب کے آخر مین شامل کی گئی ہے اس مین عرب کی تاریخون۔جغرافیون۔سفرنامون۔ادب۔فلسفہ۔ریاضی اور طبیعیات کی بہت سی کتابون کے نام ہین جو عربی سے فرانسیسی۔جرمنی اور لاطینی زبانون مین ترجمہ کی گئی ہین اس فہرست پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔کہ مصنف نے کسقدر محنت اور کاوش سے یہ کتاب تیار کی ہے۔اور کتاب کی ہر فصل اور ہر باب کا مضمون لکھنے کے لیے کسقدر ضخیم جلدون کے صفحات اُسکو اُلٹنے پڑے ہین۔اسکے علاوہ اصل کتاب کے ساتھ (۳۶۷) تصویرین ہین جن مین سے فاضل مترجم نے (۱۴۲) تصویرین اہل ملک کے مذاق کے موافق انتخاب کی ہین۔انہین سے (۱۳۷) تصویرین سادہ اور (۵) تصویرین رنگین ہین۔یہ تصویرین نہایت خوشنما اور اعلی درجہ کی ہین جو نہایت اہتمام کے ساتھ امریکا مین تیار کرائی گئی ہین۔اور عرب کے مختلف اقوام۔اُنکے اوضاع و اطوار۔بلاد اسلامیہ۔کی عمارات۔سلاطین اسلام کے سکہ جات۔صنعت و حرفت کی اشیا کے متعلق ہین۔اس مین کچھ شک نہین ہے کہ اُن پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے مسلمانون کے تمدن کی مجموعی حالت کا نقشہ آنکھون مین پھر جاتا ہے۔موسیو لیبان نے کتاب کے مقدمہ مین لکھا ہے کہ

"کسی قوم کی صنعتون اور حرفتون کو دکھانے اور اُنکو بیان کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔یعنی اُنکی تصویر کھینچنا۔تصویرون کے دیکھنے کا اثر ہمارے ذہن پر اسقدر ہوتا ہے اور انکے ذریعہ سے اُس خاص زمانہ کی جس مین یہ چیزین بنی تھین ایسی صحیح تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ جسقدر ہم اُن تصاویر سے کام لین اور اُنکو جس آزادی اور کثرت کے ساتھ استعمال کرین اُسی قدر ہماری تاریخ سچی اور صحیح ہوگی۔عمارتون اور صناعیون کی تصاویر کے دیکھنے سے بہت زیادہ اثر ہمارے ذہن پر ہوتا ہے بہ نسبت ہزارہا الفاظ کے جن مین اُن عمارتون اور صنعتون کا حال لکھا گیا ہو کسی نے بہت درست کہا ہے کہ سو صفحے کا بیان بھی اسقدر واضح نہین ہوتا جیسی کہ ایک سچی تصویر۔اور اگر سو صفحون کی جگہہ پر ہزار صفحے لکھے جائین تو بھی یہ قول غلط نہین ہوگا"

تصویرون کے علاوہ تین نقشے بھی اس کتاب کے ساتھ ہین جن مین سے ایک نقشہ جزیرہ نمائے عرب کا ہے جسکو فاضل مترجم نے عرب کے مختلف سفرنامون۔جغرافیون اور نقشون کی مدد سے تیار کیا ہے اور مقامات کے نام نہایت صحت کے ساتھ لکھے ہین۔عرب کا ایسا عمدہ اور صحیح نقشہ آج تک ہماری نظر سے نہین گزرا۔مگر اس سے بھی زیادہ عمدہ نقشہ کے تیار کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اُن کتابون کی فہرست دیکھنے سے جن سے مصنف نے

اپنی کتاب مین مددلی ہے اور ان تصویرون اور نقشون پر نظر ڈالنے سے جن مین سے اکثر کو مصنف نے بلاد اسلام کی سیر و سیاحت کے بعد تیار کیا ہے، صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عرب کے تمدن اور تاریخ پر جسقدر کتابین آج تک یورپ مین تیار ہوئی ہین اُنکے مقابلہ مین موسیو لیبان کی کتاب بہت مفصل اور مکمل اور ترقی یافتہ ہے۔ اسکے علاوہ جب اس بات کا لحاظ کیا جائے کہ اُس نے تاریخ طبعی کے سب سے آخری اور سب سے مکمل اصول یعنی سلسلہ ارتقا کی بنیاد پر کل واقعات کو علت و معلول کے سلسلہ مین ترتیب دیا ہے اور بہ نسبت تمام مصنفون کی نہایت بے تعصبی اور انصاف پسندی کا اظہار کیا ہے تو اس کتاب کی قیمت ہماری نظر مین اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

اس کتاب مین چھ کتابین ہین اور ہر کتاب مین چند باب اور ہر باب مین چند فصلین ہین پہلی کتاب مین جزیرہ نمائے عرب کا جغرافیہ۔ اقوام عرب کی تقسیم۔ عرب جاہلیت کے حالات بیان کیے ہین۔ دوسری کتاب مین رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات۔ قرآن مجید کے مطالب۔ عربون کی ابتدائی حکومت اور فتوحات کا بیان ہے۔ تیسری کتاب مین ملک شام عراق ایران۔ ہند۔ مصر۔ شمالی افریقہ۔ اسپین۔ سسلی۔ اٹلی۔ اور فرانس مین عربون کی سلطنت کی مختصر تاریخ اور عیسائیت اور اسلام کی معرکہ آرائیون کا مختصر حال درج کیا ہے۔ چوتھی کتاب مین بدوی اور شہری عربون کی رسوم و اوضاع اور مسلمانون کی حکومت۔ معاشرت مذہب اور اخلاق کے اصول بیان کیے ہین۔ پانچوین کتاب مین عربون کی زبان۔ ادب۔ فلسفہ۔ تاریخ۔ ریاضی۔ ہیئت۔ جغرافیہ طبیعیات۔ حیوانات۔ نباتات۔ معدنیات۔ طب۔ عمارت اور مختلف علوم و فنون مین اُنکی ترقیون کا خاکا کھینچا ہے اور آخر مین اس بات پر بحث کی ہے کہ عربون کے تمدن کا مشرق اور مغرب پر کیا اثر ہوا۔ چھٹی کتاب مین ترکون کی تاریخ پر ایک اجمالی نظر ڈالی ہے اور اس بات پر بحث کی ہے کہ یورپ کا مشرقی ملکون پر کیا اثر ہوا۔ اس کتاب مین سب سے اخیر بیان عربون کی ترقی اور تنزل کے اسباب اور اُنکی موجودہ حالت کا ہے۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ مصنف کا عام طرز تحریر نہایت محققانہ اور منصفانہ ہے اور باستثنائے چند غلط فہمیون کی جنکو ہم عنقریب بیان کرینگے، عام طور پر مصنف نے باوجود عیسائی ہونے کے مسلمانون کی اور اسلام کی اسقدر حمایت اور تائید کی ہے کہ بادی النظر مین اُس سے ایسی توقع نہین ہو سکتی تھی۔ اُس نے تعدد ازدواج۔ غلامی۔ جہاد۔ اخلاقی آزادی اور تقدیر پرستی کے متعلق جو الزامات یورپ کے متعصب نکتہ چینون نے مسلمانون پر لگائے ہین۔ اُن سب کا نہایت عمدگی اور خوبی سے جواب دیا ہے۔ مثلاً اُس الزام کا کہ مسلمانون نے مذہب کی اشاعت بزور شمشیر کی وہ یہ جواب دیتا ہے کہ!

"جس وقت ہم فتوحات عرب پر نظر ڈالین گے اور ان کی کامیابی کے اسباب کو اُبھار کر دکھائینگے تو معلوم ہوگا کہ اشاعت مذہب مین تلوار سے مطلق کام نہین لیا گیا کیونکہ مسلمان ہمیشہ مفتوح اقوام کو اپنے مذہب کی پابندی مین آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ اگر اقوام عیسوی نے اپنے فاتحین کے دین کو قبول کر لیا اور بالآخر اُنکی زبان کو اختیار کر لیا تو یہ محض اسوجہ سے تھا کہ اُنھون نے اپنے جدید حاکمون کو اُن قدیم حاکمون سے جن کی حکومت مین وہ اُس وقت تک تھے بہت زیادہ منصف پایا

اور نیز اُن کے مذہب کو اپنے مذہب سے بہت زیادہ سچا اور
سادہ پایا۔ امر تاریخ سے ثابت ہو چکا ہے کہ کوئی مذہب بزور شمشیر
نہین پھیل سکتا جس وقت عیسائیون نے اندلس کو
عربون سے فتح کر لیا، اُس وقت اُس مفتوح قوم نے
جان دینا قبول کیا لیکن مذہب کا بدلنا قبول نہین کیا
فی الواقع دین اسلام بعوض اسکے کہ بزور شمشیر پھیلا
گیا ہو محض بہ ترغیب اور بزور تقریر شایع کیا گیا ہے
اور یہی ترغیب تھی جس نے اقوام ترک و مغل کو بھی
جنہون نے آگے چل کر عربون کو مغلوب کیا دین
اسلام قبول کرنے پر آمادہ کر دیا۔"

ایک اور الزام ہے جو عام طور سے مسلمانون پر لگایا جاتا ہے یعنی
مسلمانون کو اس لیے تنزل ہوا کہ وہ تقدیر کا اعتقاد رکھتے ہین۔
اس الزام کا جواب وہ اسطرح دیتا ہے کہ:۔

"تقدیر کے اعتقاد کا الزام جو مسلمانون پر لگایا ہے یہ
بھی اور الزامات کی طرح جن کا جواب دیا جا چکا ہے،
بہت ہی خفیف الزام ہے ہم نے قضا و قدر کے متعلق
جو آیات قرآنی جمع کی ہین، اُن مین ہرگز اُس سے زیادہ
نہین ہے، جتنا کتاب مقدس مین موجود ہے کیا فقیہ
اور کیا فلسفی (علی الخصوص لوتھر) اس امر کے
قایل ہین کہ دنیا مین سلسلۂ واقعات معین ہے اور
اُس مین کوئی تغیر نہین ہو سکتا۔ خود لوتھر جو مذہب عیسوی
کی اصلاح کا بانی ہے لکھتا ہے کہ کتاب مقدس کی
ساری شہادتین مسئلۂ اختیار کے بالکل خلاف
مین واقع ہوئی ہین۔ ایسی شہادتین بے انتہا مقامات
پر موجود ہین بلکہ ساری کتاب اُن سے مملو ہے۔"

تمام اقوام عالم کی مذہبی کتابون مین تقدیر کا مسئلہ
موجود ہے۔ قدمائے روم و یونان نے اس کا نام
قسمت رکھا تھا۔ اور اُسے ایک ایسی قوت فرض
کر لیا تھا جو تمام چیزون کی سرتاج تھی اور جس کی
اطاعت انسانون اور دیوتاؤن دونون پر لازم تھی جن
واقعات کو قسمت مقرر کر دیتی تھی وہ ہمیشہ وقوع
مین آتے تھے۔ اڈیپس کو جس وقت صدائے
غیبی نے یہ سنایا کہ وہ خود اپنے باپ کو قتل کریگا
اور اپنی مان سے شادی کریگا، تو پھر اسکا نالہ و فریاد کرنا
لاحاصل تھا۔ بے رحم قسمت نے جو کچھ ٹھہرا دیا تھا،
اُس سے کوئی مفر نہ تھا۔"

"تقدیر کو مذہب اسلام مین کچھ اس سے زیادہ وقعت
نہین دیگئی ہے جو اس نے اور مذہب مین پائی ہے
بلکہ مین کہہ سکتا ہون کہ اسے اسلام نے اتنی بھی وقعت
نہین دی، جتنی آجکل کے اُن علما نے دی ہے
جن کا قول بہ تبعیت لاپلاس و لایب نٹز یہ ہے کہ
"اگر کوئی ایسا عقلمند شخص فرض کر لیا جائے جو
کسی آن واحد مین کل اُن قوتون کا علم حاصل کر سکے،
جو کائنات مین موجود ہین۔ اور نیز کل اُن اجسام کے
مواقع سے واقف ہو جن پر یہ قوتین عمل کرتی ہین۔
اور اسکے ساتھ اُس مین یہ بھی صلاحیت ہو کہ ان کل
قوتون اور اجسام کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر کے
دیکھ سکے، تو ایسا شخص عاقل اس قسم کا ایک ہی
قاعدہ بنا سکتا ہے جو بڑے سے بڑے اجرام سماوی
اور نیز باریک سے باریک ذرہ کی حرکت پر حاوی ہو۔"

ایسے شخص کے سامنے کوئی چیز مشکوک حالت مین نہین رہ سکتی اور ماضی اور مستقبل دونون اوسکی آنکھون کے سامنے ہونگے"

"مسئلہ قضا و قدر کا مسئلہ تقدیر جو فلسفۂ عرب اور نیز بہت سے اُن فلسفون کی بنیاد ہے جن کے مصنفین نے حقائق اشیا پر غور کی ہے، فی الواقع ایک قسم کی تسلیم و رضا ہے جس سے غرض یہ ہے کہ انسان اپنی موجودہ حالت پر بیجا شور و غل نہ مچائے - فی الواقع یہ ایک مسئلہ اخلاقی ہے، اس اعتقادی زمانہ جاہلیت مین بھی عرب تقدیر کے قایل تھے اور اس مسئلہ کا اثر نہ تو عربون کی ترقی پر تھا اور نہ اُنکے تنزل پر ہونا چاہیئے"

اس الزام کی نسبت کہ مذہب اسلام نے مسلمانون کو نفسانی خواہشون کے پورا کرنے کی آزادی عطا کی ہے، اور اسی سبب سے یہ مذہب عام طور پر مقبول اور تیزی کے ساتھہ شایع ہوا وہ لکھتا ہے کہ :-

"اشاعتِ قرآن اور دین اسلام کی حیرت انگیز سرعت نے مورخین مخالف کو نہایت تعجب مین ڈالا ہے اور بجز اسکے کوئی توجیہ اُن سے بن نہ پڑی کہ اس مذہب مین شہوات نفسانی کی باگ ڈھیلی کر دی گئی ہر جس کی وجہ سے عوام کی رغبت اس کی طرف ہوئی اور علاوہ اسکے مذہب بزور شمشیر پھیلایا گیا - لیکن یہ امر نہایت آسانی کے ساتھہ ثابت ہو سکتا ہے کہ اُن کا یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے"

محض قرآن کے پڑہنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اُسکی اخلاقی تعلیم ہرگز اور کتب دینیہ کی تعلیم سے سختی مین کسیطرح کم نہین - البتہ قرآن نے تعدد ازدواج کو قبول کر لیا ہے لیکن یہ وہ رسم ہے جو قبل از اسلام کل مشرقی اقوام مین موجود تھی اور قرآن کا اُسے جایز رکھنا کوئی جدید فائدہ کی بات نہ تھی - اخلاقی آزادی کی بابت جو کچھ اعتراض اسلام پر ہوا ہے، اُس کا جواب ایک مدت ہوئی دیا جا چکا ہے - علی الخصوص مشہور فلسفی اور عالم بیل نے اس پر ایک عمدہ بحث کی ہے - اس امر کو ثابت کرنے کے بعد کہ اسلام مین روزہ ترک مسکرات اور دیگر افعال اخلاقی کے متعلق احکام بمقابل دوسرے مذاہب کے بہت زیادہ سخت ہین، بیل لکھتا ہے کہ"

"یہ زمانہ نا یہ خیال کرنا کہ اسلام نے جس سرعت اور جس وسعت کے ساتھہ ترقی کی وہ محض اس وجہ سے تھی کہ اس مذہب نے انسان کو مطلق العنان کر دیا اور افعال نیک و بد کی پابندی اُٹھا دی اور اپنے پیروون کو ہر قسم کے کام کرنے کے لیے آزاد کر دیا، اپنے تئین بالکل دہوکے مین ڈالنا ہے - ہانگر نے ہمین ایک لمبی چوڑی فہرست اُن اخلاقی احکام کی دی ہر جو مسلمانون مین بطور مقولون کے رائج ہین اور بلا خوشامد مذہب اسلام کہا جا سکتا ہے کہ ان مقولات سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب اور بدی سے محترز کرنے کے لیے نہین ہو سکتا"

موسیو لیبان کو جن باتون کے بیان کرنے مین غلط فہمی ہوئی ہے اُن مین سے ایک ملک شام کے سفر کا واقعہ ہے جس مین بصرہ کے ایک راہب نے آنحضرت سے ملاقات کی - اس نے لکھا ہے کہ اس راہب نے آپ کو توریت کی تعلیم دی - یہ روایت

جو مصنف نے غالباً عیسائیون کی کتابون سے نقل کی ہے اُس کا ایک جُز یعنی آنحضرت کا شام کے سفر کو اپنے چچا کے ہمراہ تشریف لے جانا اور بصرہ کے خانقاہ مین ایک راہب سے ملنا بیشک ایک تاریخی واقعہ ہے مگر دوسرا جز یعنی راہب کا آپ کو توریت کی تعلیم دینا کوئی واقعہ تاریخی نہین ہے بلکہ متعصب عیسائیون کا محض قیاس ہے جسکا کوئی ثبوت صراحتہً یا کنایتہً مسلمانون کی تاریخون مین نہین ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اہل البیت ادری بما فی البیت[۱]"

دوسرا واقعہ جس مین مصنف کو غلط فہمی ہوئی ہے حضرت زینب کے نکاح کا ہے، اسکی بنا اُن غلط اور بیہودہ اور غیر مستند روایتون پر ہے جو روضۃ الاحباب وغیرہ کتابون مین موجود ہے اور جنکا کوئی ثبوت محدثین یا مورخین کے طریقہ سے نہین ہو سکتا۔

ایک جگہہ آنحضرت کے اُمی ہونے کی نسبت لکھتا ہے کہ "اگر آنحضرت اُمی نہ ہوتے تو شاید قرآن مین مضامین کا سلسلہ بہتر ہوتا" ایک اور مقام پر لکھتا ہے کہ "اگرچہ قرآن من جانب اللہ نازل ہوا ہے لیکن اُسکے اجزا مین بہت کم تناسب ہے۔ عبارت تو اُسکی حیرت انگیز ہے، لیکن سلسلۂ مضامین اور دلائل منطقی اُس مین اکثر مفقود ہین" ہمکو افسوس ہے کہ موسیو لیبان نے اس بات پر غور نہین کیا کہ قرآن مجید کوئی انسانی تصنیف نہین ہے، جسکے مضامین بالارادہ ترتیب دیے گئے ہون بلکہ وہ مختلف نصیحتون اور ہدایتون اور حکمون کا مجموعہ ہے جو حسب ضرورت وقتاً فوقتاً اور نجماً نجماً نازل ہوا ہے۔ یہی وجہ اُسکے غیر مرتب ہونے کی ہے۔ اُسکے مطالب کا بے ترتیب ہونا اُمی ہونے کی دلیل نہین ہے، بلکہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بجنسہ وحی الٰہی ہے اور اُس مین کسی انسانی قوت تالیف و ترتیب نے تغیر نہین کیا ہے علاوہ غیر مرتب ہونیکے ایک بڑا فرق قرآن مجید اور بائبل مین یہ ہے کہ قرآن مجید مین خطاب خدا کی طرف سے ہے برخلاف اسکے بائبل مین عام طور پر خدا متکلم نہین ہے۔ یہ دلیل اس امر کی ہے کہ بائبل مین انسانی تصرف کی علامتین واضح طور پر موجود ہین مگر قرآن مین کوئی علامت اس قسم کی نہین پائی جاتی۔ قرآن مجید کے غیر مرتب ہونے اور بائبل کے بظاہر مرتب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید مین جو مختلف ہدایات و احکام شامل ہین، اُن مین تمام قصے ضمنی اور تمثیلی طریقہ پر ہین۔ مگر بائبل مین عموماً قصے اور کہانیان ہین اور نصایح اور احکام اُنکے ضمن مین بیان کیے گیے ہین۔ یہی سبب اُس مین ترتیب کے ہونے یا ترتیب کی قابلیت پائے جانے کا ہے۔ رہے منطقی دلائل وہ تو غالباً نہ بائبل مین ہین، نہ کسی اور آسمانی کتاب مین نہ آج تک منطقی دلائل نے دنیا مین وہ انقلاب پیدا کیے ہین جو عموماً الہامی کتابون سے پیدا ہوتے رہے ہین۔ منطقی اور فلسفی دلائل کا اثر اُنہین تربیت یافتہ دماغون پر ہوتا ہے، جنکے لیے وہ موزون ہین۔ برخلاف اسکے پیغمبرون کا فرض تربیت یافتہ اور وحشی دونون کے لیے یکسان ہدایت کرنے کا ہے۔ اور کوئی شک نہین ہے کہ قرآن مجید سے جو حقیقت و مجاز، استعارہ و کنایہ، تشبیہ و تمثیل کے پیرایہ مین نازل ہوا ہے اور یہی طرز فصیح نہ فصیح اور بلیغ سے بلیغ اور موثر سے موثر کلام کا ہو سکتا ہے، وحشی اور تعلیم یافتہ انسان دونون برابر ہدایت پا سکتے ہین۔

[۱] سیموئیل لینڈ نے جو انگلستان کا مشہور انشا پرداز ہے، اس واقعہ پر ایک اور حاشیہ چڑھایا ہے۔ اس نے ایک فرضی مکالمہ راہب اور آنحضرت کے درمیان بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت نے (معاذ اللہ) ملک گیری اور دولت پرستی کے خیال سے نیا مذہب ایجاد کیا۔ (زسلیم)

ڈریپر کو بھی نبوت کی حقیقت اور الہام کا مقصد سمجھنے مین ایسی ہی غلط فہمی ہوئی ہے، جس نے لکھا ہے کہ "اگر قرآن مجید درحقیقت خدا کا کلام ہوتا، تو اُس مین وہ تمام علمی نتایج آج سے تیرہ صدی پہلے مذکور ہوتے، جو صدیون کی انسانی محنتون اور کاوشون نے پیدا کیے ہین۔"

مگر اُس نے اس بات پر غور نہین کیا کہ نبوت کا مقصد انسان کی روحانی اور اخلاقی زندگی کے متعلق ہے، اس لیے کوئی الہام نہین بتاتا کہ پانی آکسیجن اور ہیڈروجن سے مرکب ہے۔ کوئی آسمانی کتاب یہ بات نہین سکھاتی کہ جمادات و نباتات کے کیا خواص ہین۔ کوئی پیغمبر یہ تعلیم نہین دیتا کہ فونوگراف مین آواز کیونکر بند ہو سکتی ہے، یا ہم عکسی تصویرین کس طرح کھینچ سکتے ہین۔ کوئی فرشتہ یہ بتانے نہین آتا کہ بجلی کے تار پر خبر کیونکر جا سکتی ہے۔ مذہب یہی بتاتا ہے کہ اخلاق کی اصلاح کیونکر ہو۔ الہام یہی سکھاتا ہے کہ انسان کی نجات کن باتون مین منحصر ہے۔ مذہب بلند آواز سے پکارتا ہے کہ "انتم اعلم بامور دنیاکم"۔

موسیو لیبان کی کتاب مین ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اُس نے مسلمانون کی عمارتون، اور عمارت کی مختلف طرزون کا بیان نہایت تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ یہ بات کسی اور کتاب مین جو عربون کی تاریخ پر لکھی گئی ہو، نہین ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اُس نے بذات خود بلاد اسلامیہ کا سفر کیا ہے۔ اُنکی قدیم یادگارون کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور اُنکی عکسی تصویرین نہایت احتیاط سے کھینچکر اپنی کتاب مین شامل کی ہین۔ اس باب مین کوئی مشرقی تاریخ جو خود کسی مسلمان نے لکھی ہو اُسکی کتاب کا مقابلہ نہین کر سکتی۔

الغرض کتاب کی مجموعی حیثیت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے کوئی مہتم بالشان واقعہ جسکو مسلمانون کے تمدن اور شایستگی سے ذرا بھی تعلق تھا، نہین چھوڑا ہے۔ اُنکی ہر فضیلت کا بلند آواز سے اقرار کیا ہے۔ اُنکی ہر کمال کی مدح سرائی کی ہے۔ اُنکی ترقیون کی مسلسل تاریخ اور اُن ترقیون کے اسباب کی مکمل تفصیل بیان کی ہے اور عام طور پر نہایت بے تعصبی اور انصاف پرستی سے کام لیا ہے بلکہ اپنے اہل وطن کو مسلمانون کی نسبت تعصب رکھنے اور بیجا نکتہ چینی کرنے پر الزام دیا ہے اور اس تعصب کی وجہ بیان کی ہے۔ چنانچہ پانچوین کتاب کے خاتمہ پر وہ لکھتا ہے کہ؛

"اُس بیان کے بعد شاید ہمارے ناظرین کتاب یہ دریافت کرینگے کہ جس وقت عربون نے یورپ کے لیے اتنا کچھ کیا، تو پھر اس زمانہ کے وہ علما جن مین ظاہرا مذہبی تعصب نہین معلوم ہوتا، ان خدمات کا اعتراف کیون نہین کرتے۔ بجنسہ یہی سوال مجھے بھی پیش آیا تھا اور میری راے مین اسکا ایک ہی جواب ہے۔ وہ یہ کہ فی الواقع ہماری راے کی آزادی اصلی نہین ہے بلکہ ظاہری ہے، اور بعض مسائل پر ہم ہرگز جس آزادی سے ہم چاہتے ہین، غور نہین کر سکتے۔ ہماری شخصی فطرت کے ہمیشہ دو حصے ہین۔ ایک وہ حصہ جو ذاتی تحقیقات اور دماغی اور اخلاقی مرزبوم کے ذریعہ سے پیدا ہوا ہے۔ اور دوسرا قدیم حصہ جسکو وراثت کے اثر نے منجمد کر دیا ہے اور جو بلا محسوس ہوئے ہمارے خیالات مین بین اثر پیدا کرتا ہے۔ یہی غیر محسوس حصہ فطرت انسانی کا ہے، جو اکثر لوگون مین غالب ہے اور اُن مین پرانے اعتقادات کو نئے نامون سے قایم رکھے ہوئے ہے

یھی اُنکے خیالات کا اصلی مدار ہے - اور یہ خیالات
بظاہر انکو اس درجہ آزاد معلوم ہوتے ہین کہ وہ انکو
وقعت کی نظر سے دیکھنے پر مجبور ہین -

وہ موروثی تعصب جو ہمین اسلام اور پیروان
اسلام سے ہے، زمانۂ دراز سے جمع ہوتا آیا ہے
اور ہماری فطرت کا ایک جز ہوگیا ہے - ہمارے یہ
تعصبات اسیقدر جبلی اور اسیقدر شدید ہین (اگرچہ
بعض وقت وہ دبا کیون نہ دئے جائین) جیسے یہودیو
کے تعصبات عیسائیون سے،،

اس موروثی تعصب مین جو ہمین اسلام کے خلاف
ہے اگر ہم اُس دوسرے تعصب کو شریک کرین، جیسے
ہماری کمبخت تعلیم نے سالہاے دراز سے ہمارے
ذہن نشین کر دیا ہے کہ کل قدیم علوم اور ادب صرف
یونان و روم سے منشعب ہوئے ہین، تو بخوبی ہماری
سمجھہ مین آجائیگا کہ تمدن یورپ کی تاریخ مین عربون
کے حصہ سے کیون انکار کیا جاتا ہے، بعض اشخاص
کو اس خیال سے ہمیشہ شرم آتی ہے کہ عیسائی یورپ
کی وحشیانہ زندگی سے نکلنے کی باعث ایک قوم
کافر تھی - یہ خیال اسقدر دردناک ہے کہ اس سے
انکار کرنا بہت ہی آسان ہوجاتا ہے، (باقی آیندہ)

(وحید الدین سلیم)

ملکات عقلیہ والہامات حیوانیہ

انسان[1] اور دیگر حیوانات مین ایک فرق یہ ہے کہ انسان کی
عقل اوسکے میلان طبع پر غالب ہوتی ہے اور دیگر حیوانات کا
میلان طبیعت اونکی عقل حیوانی پر غالب ہوتا ہے -

اب تک جسقدر تجربے ہوئے ہین اونسے ثابت ہوا ہے
کہ دماغ مرکز عقل ہے لیکن ایک ایسی دماغ مین جس نے تجربہ یا
تربیت حاصل نہ کی ہو، قوای عقلی کے کمال کا تلاش کرنا صحیح نہین
ہے - اگر کسی بچہ کو ایسی چار دیواری مین رکھا جاے جہان نہ وہ
انسانی آواز سُن سکے، نہ انسانی حرکات دیکھہ سکے تو اوسکی
عقل، میلان طبیعت سے آگے نہین بڑہ سکتی - دماغ کا حجم اوسی
قدر بڑہتا ہے جسقدر اوسکو تجربہ یا تربیت حاصل ہوتی ہے اور
اگر کسی دوسری وجہ سے بڑہ بھی جاے تو بھی اوس مین وہ خواص
موجود نہین ہوتے جنکے ہونے کی، کمال عقل کے واسطے
ضرورت ہے -

اگر ایسے دو شخص لئے جائین جنکے دماغون کی بڑائی
چھوٹائی مین فرق ہو اور بڑی دماغ اور چھوٹی دماغ والے کو زیادہ تر تربیت
کیا جاے تو دونون کی عقلین یکسان ہوسکتی ہین - یہ ایک طبعی
بات ہے کہ اگر بڑے سر والون کی تربیت اچھی طرح کی جاے
تو اونکے قوای عقلی بہت مضبوط ہوسکتے ہین -

دماغ ایک خالی مکان کا حکم رکھتا ہے جس مین اعصاب
کے ذریعہ سے حواس خارجی کو جمع کرتے رہنے کی قابلیت ہے
اور ہر ایک کمال کے حاصل کرنے کی استعداد اوس مین پائی جاتی
ہے - جسقدر حواس خارجی اوس مین زاید داخل ہوتے جاتے ہین
اوسی قدر وہ زاید پھولتا اور بڑہتا جاتا ہے اور معلومات محسوسات
کو جمع کرکے یا تو اونہین کو صرف کرتا ہے یا اونکو آپس مین ملا کر
کوئی نئی بات پیدا کرتا ہے -

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اپنے چارون طرف حیرت کی

[1] یہ مضمون ایک ترکی میگزین "مخزن فنون" سے لیا گیا ہے۔

نگاہ سے دیکھتا ہے اوسکے حواس خمسہ اپنے اپنے کامون مین مشغول ہوتے ہین اور خارجی احساسات کو اوسکے دماغ مین نقل کرتے جاتے ہین اور وہ رفتہ رفتہ بڑہتا جاتا ہے۔

قوت سامعہ جس آواز کو سنتی ہے اوسکو دماغ مین پہنچاتی رہتی ہے اور دماغ اوسکی حفاظت کرتا رہتا ہے اسواسطے بچون کو نادان سمجھ کر بیجا باتین اونکے روبرو نہین کہنی چاہئین کیونکہ جسقدر باتین بچہ سنتا ہے سب اوسکے سر مین بھرتی جاتی ہین اور وہ کبھی نہ کسی وقت سوء اخلاق کے پیدا ہونے کا باعث ہوجاتے ہین۔ یہ امر قطعی ہے کہ بچون کی جیسی تربیت ہوگی ویسی ہی اونکی عقل ہوگی۔ عمدہ قوم پیدا ہونے کیواسطے والدین کا اچھا تربیت یافتہ ہونا ضرور ہے۔ علی الخصوص ماؤن مین تمام فضائل انسانی کا جمع ہونا لازم تر ہے تاکہ بچون کے روبرو عقل و درایت کی باتین کرسکے اونکی عمدہ تربیت کرسکین۔ جو لوگ یہ کہتے ہین کہ "بچے عاقلانہ باتون کو کیا جان سکتے ہین،" وہ بالکل غلطی کرتے ہین، کیونکہ جو باتین ابتداءً دماغ مین بھرجاتی ہین آیندہ کو وہی رہبر ہوتی ہین۔

انسان مین مثل دیگر حیوانون کے میلان طبعی موجود ہے لیکن اوس مین ایک اور ملکہ بھی ہے جسکو ملکۂ عقل کہتے ہین اور اوسا سوجہ سے یہ دونون قوتون کو ملاکر اون سے کام لیتا ہے جب وہ کسی میوہ دار درختون کے باغ مین جاتا ہے تو میلان طبع کی بنا پر میوہ کہانا چاہتا ہے لیکن جب عقل کو اوس خواہش سے ملاتا ہے تو میوہ لینے کی مضرتون اور منفعتون دونون پر غور کرتا ہے۔ اب اگر اوسکی اچھی تربیت ہوئی تو وہ ایک ٹھیک نتیجہ اور حکم پر پہنچ جاتا ہے۔ بخلاف دیگر حیوانوں کے کہ وہ صرف میلان نفس کے تابع ہوتے ہین۔

دنیا مین بعضے ایسے جانور پائے جاتے ہین کہ اون مین غیر معمولی فراست موجود ہوتی ہے مثلاً (کاستور) نامی جانور جو امریکا اور اسپین کے شمال مین غول باندہ کر پھرتے ہین وہ اپنے واسطے ایسے مکان بناتے ہین جنکو دیکھہ دیکھہ کر حیرت ہوتی ہے لیکن ان جانورون کے یہ سب افعال صرف میلان طبیعت کے سبب سے سرزد ہوتے ہین۔ البتہ کتون مین جو خاص ذکاوت دیکھی جاتی ہے اوسکا سبب وہ تربیت ہے جو صدیون سے کسی خاص جنس کے کتون کو باعن جد دی گئی ہے جسکی وجہ سے اونکے دماغون مین ایک خاص صلاحیت پیدا ہوگئی ہے۔

(اسمعیل)

جدید کتابین

(۱) گلدستۂ تمیز

یہ رسالہ بڑودہ کے ایک روشن خیال رئیس نواب صدرالدین حسین خان بہادر نے امور خانہ داری اور طرز معاشرت کی اصلاح کی غرض سے تصنیف کیا ہے جس مین امور مجلسی و منزلی کی نسبت بہت سی مفید ہدایتین درج ہین۔ ہمکو امید ہے کہ یہ رسالہ عام طور پر پسند کیا جائیگا۔

(۲) تفریح الحیات

اس کتاب مین مانک راؤ وٹھل راؤ صاحب نے سرجان لبک کی مشہور کتاب پلیشرس آف لائف سے چند اخلاقی اور فلسفی مضامین منتخب کرکے ترجمہ کئے ہین۔ ان مضامین مین جن علما اور حکما کے اقوال درج کئے گئے ہین، انمین سے اکثر کے مختصر حالات کتاب کے آخر مین شامل کئے گئے ہین۔ اگرچہ ترجمہ پورے طور پر قابل اطمینان نہین ہے مگر اس کتاب کے مفید ہونے مین کوئی شک نہین ہے۔ اسلئے مترجم کی محنت کا ہر حال مین ہمکو شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ فقط

معارف کا پہلا نمبر

معارف کا پہلا نمبر بہت جلد ختم ہوگیا۔ اور اُسکی مانگ برابر چلی آتی ہے۔ اس خیال سے اُسکو دوسری بار چھپوایا گیا ہے جن صاحبون کے پاس پہلا نمبر نہ پہونچا ہو وہ دفتر معارف کو مطلع فرمائین تاکہ اُنکے نام پہلا نمبر روانہ کیا جائے۔

معارف
مین
تجارتی اشتہارات چھپوانیکا قاعدہ

۱۔ چونکہ یہ رسالہ عموماً ہندوستان کے بڑے بڑے لوگون کے پاس جاتا ہے اس لیے اشتہار کا بہترین ذریعہ ہے

۲۔ علیحدہ چھپے ہوئے اشتہارات جو تقسیم کرائے جاتے ہین یا وہ اشتہارات جو اخبارون مین چھپوائے جاتے ہین ایک دفعہ پڑھنے کے بعد یا بغیر پڑھے ہے عموماً پھینکدیئے جاتے ہین۔ مگر جو اشتہارات معارف مین چھپوائے جائین وہ ضایع نہین ہوسکتے کیونکہ اسکی سالانہ جلدین بندہوکر رکھی جاتی ہین۔

۳۔ اشتہارات کے صفحہ کا ہر کالم (۲۸) سطر کا تصور کیا گیا ہے

۴۔ جس میعاد کے لیے اشتہار چھپوایا جائے اُسکی اُجرت ہر حال مین پیشگی ارسال فرمانی چاہیئے۔

۵۔ ربع کالم یا اس سے کم مقدار کے اشتہار پر اُجرت ۱ر فی سطر لیجائیگی۔

۶۔ علیحدہ چھپے ہوئے اشتہارات آٹھ آنہ فیصدی کے حساب سے رسالہ کے ساتھ تقسیم ہوسکتے ہین۔

نقشۂ اجرت اشتہار

مقدار اشتہار	ایک مہینہ	تین مہینے	چھ مہینے	ایک سال
پورا صفحہ	صہر	للعـہ	معـہ	صـہ
ایک کالم	عـہ ۱۲ر	معہ ۸ر	للعـہ	عـہ
نصف کالم	عہ ۸ر	للعہ ر	معہ ۸ر	للعـہ
ربع کالم	۱۴ر	عہ ۸ر	للعہ ر	معہ ۸ر

جو حضرات اپنے اشتہارات کا مضمون واسطے درج رسالہ روانہ فرمائین وہ بہت خوشخط و صاف لکھکر بھیجین تاکہ اوس کے پڑھنے لکھنے مین مطبع مین سہولت و آسانی رہے اور کوئی غلطی واقع نہو۔

ضروری التماس

چونکہ ہم اپنے اس رسالہ کے زیادہ تر مفید اور دلچسپ بنانے کے بہت آرزومند ہین اسواسطے اسکے خریدارون اور ناظرین کے نہایت ممنون ہونگے اگر وہ ہمکو اسکی اصلاح کے متعلق اپنے خیالات سے آگاہ فرمائین۔

مسلمانون کا افلاس

ذیل کے سوال کے متعلق جسپر ہر مسلمان کو غور کرنا چاہیئے اگر ہمارے پاس خطوط آئینگے تو ہم اونکو بطور انتخاب یا خلاصہ کے مناسب وقت پر چھاپینگے۔

"مسلمانان ہند کے قومی افلاس کے اسباب کیا ہین؟ اور اونکے افلاس کو دور کرنے کی تدبیرین کیا ہین؟"

تصنیفات حاجی محمد اسمعیل خان صاحب

جو
دفتر معارف سے مل سکتی ہین

گذشتہ اور موجودہ زمانے کے مسلمان

اس کتاب مین نہایت دلچسپ طور پر اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ زمانہ گذشتہ کے مسلمانون نے کس وجہ سے ترقی کی تھی اور زمانہ حال کے مسلمانون نے کس وجہ سے تنزل کیا۔ اسمین عہد نبوت کے تاریخی واقعات بطور استدلال کے پیش کئے گئے ہین۔ قیمت ۵/

جوش مذہبی

اس کتاب مین اس بات پر بحث کی گئی ہے۔ کہ مذہبی جذبہ جو ہر مسلمان مین موجود ہونا چاہیے اُس سے زمانہ گذشتہ کے مسلمانون نے کیا کام لیا تھا اور زمانہ حال کے مسلمانون نے اوس سے کیا کام لیا۔ اور بتایا ہے کہ کیونکر اس عمدہ قوت سے عمدہ کام لئے جا سکتے ہین اس مین بھی قرن اول کے بہت سے دلچسپ تاریخی واقعات درج کیے گیے ہین۔ قیمت ۷/

مجموعہ مضامین سوشیل

(۱۶) مضامین جو زمانہ حال کے مسلمانون کی اصلاح معاشرت اور تہذیب اخلاق کے متعلق وقتاً فوقتاً لکھے گیے ہین۔ قیمت ۴/

فلاح دارین

(۳۶) مضامین جو مسلمان طالب علمون کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم و تربیت کے لیے لکھے گیے ہین۔ اسی غرض سے یہ کتاب نہایت جلی اور واضح خط مین دبیز کاغذ پر چھاپی گئی ہے اور اس قابل ہے کہ مسلمان بچون کے درس مین داخل کیجائے قیمت ۴/

ایک نئی کتاب

(ترکون کے کھانون پر)

"ترک یمک لری"

اڈیٹران معارف نے ارادہ کیا ہے کہ وہ "علیگڈھ سیریز" کے نام سے مفید اور دلچسپ کتابون کا ایک سلسلہ تیار کیا جائے یہ اُس سلسلہ کی پہلی کتاب ہے جو حال مین ترکی زبان سے حاجی محمد اسمعیل خان صاحب نے ترجمہ کی ہے۔ اس کتاب مین ترکون کے ہر قسم کے کھانے اور اُنکے تیار کرنے کی ترکیبین درج ہین۔ اس مضمون کی کوئی کتاب ابتک ہندوستان مین شایع نہین ہوئی قیمت ۲/
محصول ڈاک ہر حال مین بذمہ خریدار ہے۔

معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ

اڈیٹران { حاجی محمد اسمعیل خان و
مولوی وحید الدین سلیم

جلد ۱	یکم دسمبر ۱۸۹۸ء	نمبر ۶

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ...... للعہ	قیمت فی پرچہ نمونہ ۵/

(مقام اشاعت علیگڑھ دفتر معارف)

مطبع مفید عام علیگڑھ مین باہتمام محمد [illegible] خان صوفی چھپا

معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ

نمبر ۶	یکم دسمبر ۱۸۹۸ء	جلد ۱

عمر خیام کا فلسفۂ زندگی

تعلیم یافتہ شخص بہت کم ایسے نکلین گے جو عمر خیام کے نام سے ناواقف ہون اسکا نام دانایان فرنگ مین بھی ایسا ہی مشہور ہے جیسا کہ ایشیا مین۔ بلکہ شاید یہان سے زیادہ مشہور ہو۔ مسلمان شعرا مین بلکہ مصنفین مین سے بھی کسی کے کلام نے براہ راست ایسا اثر یورپ والون کے خیالات پر نہین ڈالا جیسا کہ اس شاعر کی بعض رباعیات کے ترجمے نے ڈالا ہے۔ شاید اس عام دعوی سے ابن رشد کے فلسفہ اور تصانیف کو مستثنی کرنا پڑے۔ مگر ابن رشد کی نسبت خیام کے نام سے تو ہمارے ملک کے باشندے بہت واقف ہونگے۔ تاہم ایسے آدمی کم ملینگے جنہون نے اُسکے کلام کو بغور مطالعہ کرنا تو درکنار اُسکے کچھہ حصہ کو بھی دیکھا ہو۔ ادہر اُدہر سے کسی کتاب مین کوئی رباعی دیکھہ لی یا کسی اہل مذاق سے برمحل اُسکے چند شعر سُن لیے۔ عموماً یہی انتہا ہماری واقفیت کی ہے۔ مگر خیام کے کلام کو بلحاظ ایک فلسفہ کے دیکھنا اور اُس پر اِس طور سے نظر ڈالنا کہ وہ انسانی زندگی کی حکمت وغایت اور اِس عالم کے مبدا وجود سے بحث کرتا ہے، یہ تو بہت ہی کم لوگ کرتے ہین۔ بلکہ اکثر آدمی خیام کے اور دوسرے اساتذہ بلکہ غیر اساتذہ کی رباعیون مین بھی کوئی بڑا فرق نہین سمجھتے۔ اور ظاہر مین نہین تو دل مین تو ضرور متحیر ہوتے ہین کہ اہل یورپ مین اُسکی اسقدر کیون شہرت ہے۔ ہمنے بعض اہل ملک کو کہتے سنا اور یہ سنکر اُنکی ناسمجھی پر زہر آمیز تبسم کیا کہ انگریز الف لیلہ کی اسقدر تعریف کرتے ہین ہمارے دیگر قصون کا ترجمہ سنین تو اُنکو معلوم ہو کہ الف لیلہ کی کچھہ بھی حقیقت نہین جناب وہ دیگر قصے کون سے ہین؟ جواب ملا کہ سب سے عجیب وغریب کتاب بوستان خیال ہے اُسکو غیر قومین پڑہین تو ہمارے قصہ نویسون کا تبحر معلوم ہو۔ خیر الف لیلہ تو ایشیا مین ایسی کتاب ہے جس اول کا کوئی ثانی یا ثالث پیدا نہین ہوا۔ اسلیے ہم اُسکو خیام کے کلام سے تشبیہ نہین دے سکتے۔ کیونکہ ایشیا مین اور خاصکر ایران مین بہت سے وہی خیالات جو خیام کے ہین دیگر شعرا

نے نہایت آب وتاب اور شاعرانہ لطافت اور لفظی نزاکت
سے بیان کیے ہین اور شاید یہی بڑی وجہ ہے کہ ہمارے
ہان کے اہل مذاق نے اس شاعر کے روکھے پھیکے کلام کی
طرف کم رُخ کیا ہے۔

شاعریت کیا چیز ہے؟ اسکو شاید کوئی ٹھیک طور پر
بیان نہین کر سکتا۔ کہتے ہین کہ یہ ایک وجدانی امر ہے مگر مین
افسوس کے ساتھ اس امر کا اعتراف کرتا ہون کہ شاعری کی
شعری باریکیون اور خوبیون کو سمجھنے کی مجھہ مین بہت کم قابلیت
ہے۔ مین نے عمر خیام کے کلام کو روکھا پھیکا صرف اسوجہ
سے کہدیا کہ مجھکو حافظ اور سعدی کے اشعار سے جو لطف
آتا ہے، وہ خیام کی رباعیون سے میسر نہین ہوتا۔ یہ خاصہ
غالباً رُباعی کا ہے کیونکہ ان مستند اور بے نظیر شعرا کی رباعیون
مین بھی وہ بات نہین ہے جو اُنکی غزلون یا مثنویون مین ہوتی
ہے۔ اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ رباعی سے زیادہ مشکل
کوئی کلام نہین ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خیام سے
بہتر کسی کی رباعیان نہین۔

بہر حال اس امر کو مین صاف طور پر بیان کرتا ہون
کہ مین نہ تو خیام کی سوانح عمری بیان کرونگا، نہ اُسکی شاعری
پر کسی قسم کی رائے دینے کی جراءت کرونگا۔ ہان اُسکے
خیالات کے متعلق کچھہ کہنا چاہتا ہون اس شاعر کی
سوانح عمری جسقدر کہ معلوم ہے وہ دلچسپ ہے اور عام تذکرون
مین میسرز ٹربنر کے سلسلۂ کتب مین اُسکی رباعیون کا جو انگریزی
ترجمہ مع اصل کے چھپا ہے، اُس مین جو کچھہ بیان ہے
اُس سے زیادہ حالات کہین میسر آتے معلوم نہین ہوتے
اور اگر ہو سکا تو اُردو مین اُسکے حالات بھی کبھی قلمبند کرونگا
مگر مین اسوقت اُسکے فلسفہ پر اُسکی ذات سے علیحدہ نظر
ڈالنی چاہتا ہون۔

عمر خیام کیا کہتا ہے۔ اور ہمکو زندگی کا کونسا فلسفہ سکھاتا
ہے؟ زندگی کے فلسفہ سے کیا مراد ہے؟ آیا زندگی کے
مختلف فلسفے ہین؟ ان سوالات سے پہلے بتانا چاہیئے
کہ خود فلسفہ کیا چیز ہے؟ فلسفہ حقیقت مین عقلمندی کا نام
ہے اور اصطلاح مین ظاہری مظاہر فطرت جو ہمکو نظر آتے
ہین خواہ وہ عالم انسانی مین ہون یا عالم ملکوتی ہین، خواہ جانورون
اور پتھرون کی بابت ہون یا ہادیان دین بلکہ خود خالق کے
افعال کے متعلق ہون۔ ان مظاہرات فطرت کو دیکھکر اونکی
تہ مین جانے اور جو کچھہ حقیقت وہان ہمکو معلوم ہو یا جو کچھہ تہ مین
ہمکو نظر آئے۔ اسکے بیان کو فلسفہ کہتے ہین۔

ہم پتھر کو گرتا ہوا دیکھتے ہین آدمی کو غضبناک حالت مین
مشاہدہ کرتے ہین۔ ہم رحم کو اور ظلم کو، عقل کو اور بے عقلی کو،
وحشت کو اور تہذیب کو، اوہام کو اور مذہب کو، جانورونکی عادات اور انسانون
کی خصلتون کو، اشیا کی نسبتون کو یعنی ریاضیات کی شاخون کو
دیکھتے ہین، اُن پر غور کرتے ہین، پھر غور کرکے اُن سے نتایج
نکالتے ہین، علیحدہ علیحدہ مظاہر کو جو ایک قسم کے ہین۔
ایک عام خیال کے تحت مین لاتے ہین، مختلف عام خیالات
اور وسیع تصورات کو آپس مین وابستہ کرکے ان کی تہ کو دیکھتے
ہین۔ یہ سب فلسفہ ہے۔

الغرض اس معنی مین جو ہزارون علوم ہین وہ سب فلسفہ
کی شاخین ہین۔ اور ہر فعل جس سے علم حاصل ہو یا ادراک وسیع ہو فلسفی
فعل ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ فلسفہ کلیات پر بحث کرتا ہے اور آخر مین جاکر صرف ذہنی
اور خیالی اشیا اور مجموعون سے واسطہ رکھتا ہے مین اسکی ایک مثال عرض
کرتا ہون فرض کیجئے کہ آپ پانی پیتے ہین۔ یہ ایک مظہر (فنامنا)
ہے۔ اب ایک شخص آپکو ہمیشہ پانی پیتے دیکھہ کر یہ سمجھیگا

کہ آپکی زندگی کے لیے پانی پینا ضروری ہے - پھر چند منزلون کے بعد وہ پوچھیگا کہ ضرورت کسکو کہتے ہین اور یہ ضرورت کیون ہے ؟ اور ضرورت فطری کو انسان سے (اب آپکا خیال اُس نے چھوڑ دیا) کیا واسطہ ہے ؟ انسان ضرورت فطری کے ماتحت ہے یا ضرورت انسان کے تحت مین ہے ؟ پھر اگر وہ چاہے تو آپکی زندگی کے متعلق غور کرے کہ زندگی کے لیے پانی ضروری شے ہے تو زندگی کیا شے ہے ؟ اوس مین اور غیر زندگی مین کیا فرق ہے ؟ زندگی کہان سے آئی ؟ خالص زندگی مین اور منفرد انسان کی زندگی مین کیا تعلق ہے ؟ غرضکہ آدمی اسیطرح اپنی عقل اعلیٰ سے کام لیتا ہوا اغراض مین سے اغراض نکالتا ہوا اس تنگ زمین سے آسمانِ اول بلکہ عرش سے بھی پرے جا سکتا ہے - اس قسم کے خیالات کو اولیات یا مابعد الطبیعیات یا فلسفہ کہتے ہین - فلسفہ سے ایک قدم پیچھے ہٹے تو ہم سائنس یا علم کے دائرہ مین آگئے غرض ہر دماغی فعل سائنس کے حدود مین داخل ہے اور سائنس کی نہایت تک پہنچنے کے بعد آگے بڑہ کر (بشرطیکہ آگے بڑہنے سے ہمارے نزدیک کچھہ فائدہ ہو اور ہم آگے بڑہنا چاہین) فلسفہ کی اقلیم ہے -

فلسفۂ زندگی کیا شے ہے ؟ فلسفۂ زندگی وہ نظام خیالات اور نتایج کا ہے جو ہمنے سب سے اہم عقدے اور سب سے مشکل مسئلہ پر غور کرنے کے بعد قایم کیا ہے - یہ عقدہ ایسا سوال ہے کہ گہاس کہودنے والے سے لیکر شہنشاہ چین تک اور ہاٹنٹاٹ قوم کے وحشی سے لیکر افلاطون تک کے ذہن مین آتا ہے - یعنی یہ سوال جو کبھی نہ کبھی ہم سب کو ستاتا ہے اور جسکو اکثر لوگ تو ناقابل حل پاکر اور اپنے دماغ کو اُسکے بار اُٹھانے کا متحمل نہ سمجھکر نکال باہر کرتے ہین کہ ہم کیا ہین ؟ کیون ہین ؟ کہان سے آئے ہین ؟ کدہر جارہے ہین ؟ ہمسے کیا فائدہ ہے ؟ وہ گنبدِ لاجوردی اور یہ زندانِ خاکی غرض یہ کل عالم کیا ہے ؟ ہم جاگ رہے ہین یا کسی خواب مین ہین ؟ اب جو کچھہ گذر رہا ہے ہمیشہ ایسا ہی رہیگا یا اور کوئی حالت ہوگی ؟ غرض وجود و عدم اور غایت و مقصد انسانی کے متعلق یہ سب بحثین فلسفۂ زندگی کی بحثین ہین -

کیا فلسفۂ زندگی ایک ہے یا مختلف ہین ؟ بیشک مختلف ہین - یہان پر ہم اُنکی تشریح بیان نہ کرینگے - کیونکہ ناظرین کو خیام کے خیالات کا زیادہ انتظار کرنا پڑیگا - اس لیے اس کے احترام کے لحاظ سے اوسکے فلسفہ کا جو دنیا مین کرؤڑون آدمیون کا ایمان ہے بیان کیا جاتا ہے - ان خیالات کو ایک مسلسل نظام مین مرتب کرکے بیان کرنا تو مشکل ہے اور اِسکے لیے بہت فرصت درکار ہے مگر مین الگ الگ بہت سے سوالات کا جو فلسفہ زندگی کے بارے مین ہوتے ہین جواب دونگا - بعد مین یہ ظاہر کرونگا کہ یہ سب آپس مین ملکر زندگی کے عقدون کا ایک متحد الجنس اور مکمل جواب ہین اور اِن جوابات پر عمل کرنے سے آدمی زندگی کے ایک خاص نظام کا پیرو ہوجاتا ہے آپ کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ "کوئی حل زندگی کے عقدہ کا نہین ہے" مگر درحقیقت خیام کے سب خیالات کی اور نہ صرف خیام کے بلکہ کل شعراے ایران اور عموماً شعراے متصوفین اسلام اور نیز بودہ اور شوپن ہیور کے مذہب اور فلسفہ کی ابتدا اسی دعوے سے شروع ہوتی ہے کہ "زندگی کے عقدہ کا کوئی حل اس زندگی مین نہین ہوسکتا - صحیح علم کا حصول محال ہے" چنانچہ خیام اپنے اسکول کے ایک غور کرنے والے حکیم کی بلکہ خود اپنی تصویر ان الفاظ مین کھینچتا ہے "مین نے ایک رند کو دیکھا جو زمین پر بیٹھا ہوا تھا نہ کافر تھا، نہ مسلمان، نہ اسکی دنیا تھی، نہ دین، نہ وہ حق کو

عمر خیام کا فلسفۂ زندگی

جانتا تھا، نہ حقیقت کو، نہ اسکی کوئی شریعت تھی، نہ کسی بات کا اسکو یقین تھا"، یہ کہکر وہ اہل ظاہر کی طرف خطاب کرتا ہے اور کچھ طنز اور کچھ غم کے ساتھ پوچھتا ہے "دونون عالم مین کسکا یہ جگر ہو سکتا ہے کہ عالم کے ناقابل حل عقدہ کا بوجھ اُسکے دماغ پر پڑے اور وہ اپنے دماغ کو غور و فکر مین مصروف کرے مگر آخر کار اس مایوسانہ نتیجہ تک پہنچے کہ کچھ بھی علم نہین ہو سکتا"

رندی دیدم نشستہ بر خنگ زمین
نہ کفر، نہ اسلام، نہ دنیا و نہ دین
نے حق، نہ حقیقت، نہ شریعت، نہ یقین
اندر دو جہان کرا بود زہرہ این؟

اسکے بعد وہ صاف صاف ایک مقام پر کہتا ہے کہ "ازل کے بھید نہ مجھکو معلوم ہین، نہ تجھکو یہ دنیا ایسی پہیلی ہے جسکو نہ تو بوجھ سکتا ہے نہ مین بوجھ سکتا ہون - مین اور تم تو پردے کے پیچھے (انجان پنے مین) باتین کر رہے ہین - جب پردہ اٹھہ گیا تو اوسوقت نہ مین ہونگا نہ تو رہے گا"

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من
وین حرف معما نہ تو خوانی و نہ من
ہست از پس پردہ گفتگوی من و تو
چون پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

دوسری جگہہ کہتا ہے کہ "جس چکر (زمانہ) مین ہمارا آنا جانا ہے نہ اسکا آغاز ظاہر ہے نہ انجام - کوئی شخص ٹھیک طور پر اس بارے مین دعوی نہین کر سکتا کہ یہ آنا کہان سے ہے اور یہ جانا کہان کو ہے"

دوری کہ در و آمدن و رفتن ماست
آنرا نہ بدایت، نہ نہایت پیداست
کس می نزند دمی درین معنی راست
کین آمدن از کجاست، رفتن بکجاست

قریباً انہین الفاظ مین طامس کارلائل نے اپنی مشہور کتاب سارٹر رسارٹس مین زندگی کے راز کے متعلق خیالات ظاہر کیے ہین -

خیام نے اسی زندگی کے لاینحل عقدہ کے متعلق ایک رباعی لکھی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ "کل ایک کوزہ گر سے شکایتاً پوچھہ رہا تھا کہ مجھے تو کیون بنایا کرتا اور کس لیے توڑتا ہے؟" اسی طور پر جو لوگ علم کے مدعی ہین اور زمین کے نیچے اور آسمان سے پرے کی باتین بے تکلف بیان کرتے ہین اور راز زندگی کی پوشیدگی انکے دماغ کو متاثر نہین کر سکتی اُنکے حق مین کہتا ہے کہ "ایک گروہ شیخی سے دہوکے مین پڑ گیا - ایک گروہ حور و قصور کی جستجو مین رہگیا - لیکن جب پردے اُٹھہ جائینگے تو معلوم ہوگا کہ سب کے سب تیری گلی سے کوسون دور جا پڑے ہین"

قومی ز گزاف در غرور افتادند
قومی ز پی حور و قصور افتادند
معلوم شود چو پردہا بر دارند
کز کوی تو جملہ دور دور افتادند

خلقت عالم کی نسبت ایک مسئلہ ہے جو بہت سے غور کرنے والون کو نہایت پسندیدہ معلوم ہوا ہے اور جو درحقیقت ایک نہایت خوشنما تہیوری یعنی اصول خیال ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام انسان ایک پرتو ہین کسی نور کے اور قطرہ ہین کسی سمندر کے جو وطن سے یعنی ایک غیر فانی دنیا سے نکلکر اس دنیا مین بے سر و سامانی مین پڑے ہوئے ہین - مگر موت کے بعد وہ اسی الہی دریاے حیات یا سرچشمۂ نور مین ملجائینگے - اس تہیوری کو بھی خیام تسلیم کرتا ہے مگر کہتا ہے کہ یہ بھی سمجھہ مین نہین آتی اور اُسی طنز اور تعریض کے ساتھہ جو شاعرون کو معاف ہے خالق کو خطاب کر کے پوچھتا ہے کہ "جب تو نے اول ہی مجھکو اپنے سے روشناس کیا تھا تو آخر کار اپنے سے جُدا کیون کر دیا؟ اور اگر شروع سے تیرا یہ مقصد نہ تھا کہ مجھکو (ہمیشہ کے لیے) چھوڑ دے تو دنیا مین سراسیمہ کیون پھرایا؟"

اول بخودم چو آشنا می کردی
آخر ز خودم چرا جدا می کردی
چون ترک منت نبود از روز نخست
سرگشتہ بعالمم چرا می کردی

الغرض ان تمام مثالون سے ثابت ہوا کہ عالم کا وجود اور زندگی کا

عقدہ ایک سربستہ راز ہے جسکے یہان کھولنے کی توقع ہمکو نہ رکھنی چاہیئے اور آیندہ بھی گو امید ہے مگر علم نہین کہ یہ عقدہ کہلیگا۔ خیام اپنے فلسفہ مین علم حقیقی کے ناقابل حصول ہونے سے چلتا ہے الہیات اور مابعد الطبیعیات مین اسکے خیال یا اصول کا خلاصہ یہ رباعی ہوسکتی ہے ؎

کس را پس پردۂ قضا راہ نشد ۔ وز سر خدا ہیچ کس آگاہ نشد
ہر کس ز قیاس خویش چیزی گفتند ۔ معلوم نگشت و قصہ کوتاہ نشد

اب ہم دیکھ چکے ہین کہ عالم کے راز خالق کی ماہیت۔ علم کے امکان کے متعلق خیام کے فلسفہ کی بنا کیا ہے۔ وہ جہالت محض سے چلتا ہے۔ یہان تک سب حکما اور غور کرنے والے اس سے متفق ہین۔ کہ حقیقت خدا کی اور مظاہر فطرت کی بیشک کوئی نہین جانتا جن چیزون کو ہم جانتے ہین۔ مثلاً گھڑی کی رفتار۔ آگ۔ پانی۔ میز وغیرہ کو۔ انکی تہ مین اگر غور کیجئے تو کچھ بھید نہین کھلتا۔ ہم مادہ کو جانتے ہین اور بعض کا قول ہے کہ مادہ ہی کو جانتے ہین اور کسی شے کو نہین جانتے۔ اسیلئے انکو مادئین کہتے ہین۔ مگر ان صفات اور مظاہر کے علاوہ جو ہماری ہی نفس سے بذریعہ حواس کے محسوس ہوسکتے ہین آیا ہم کہہ سکتے ہین کہ کس طرح بے حس و حرکت مادہ مین اور دماغ انسانی مین تعلق پیدا ہوکر ہمارے ارادہ کی وجہ سے مادہ حرکت کرتا ہے مثلاً ہم اپنے ہاتھ کو نقطہ (ا) سے نقطہ (ب) تک لیے جاتے ہین اس حرکت کو ہم بیشک دیکھتے ہین اوسکے تعلقات اور نسبتون اور جہات سے واقف ہین۔ یہ بھی جانتے ہین کہ فلان طریقہ سے بازو کی حرکت قوائے انسانی مین سے آتی ہے۔ مگر یہ وہ حرکت فی نفسہ کس طرح پیدا ہوئی یا اس نے اپنے مبدا یعنی نفس سے نکلکر مادہ پر کس طرح اثر ڈالنا شروع کیا؟ اس سے ہم محض جاہل ہین۔ الغرض مادہ بھی بالکل ایسا ہی نامعلوم ہے جیسے روح یا دیگر الہیات اور مابعد الطبیعیات کے مسائل جن کے ماوراے فہم انسانی ہونے کو خیام نے بیان کیا ہے نہ صرف خیام بلکہ **ما عرفناک حق معرفتک** کے عالی رتبہ قائل سے لیکر عام خواندہ آدمی تک ہر سمجھدار شخص اس مسئلہ پر غور کرتا ہے تو یہی جواب دیتا ہے۔ الغرض فلسفہ مین علم کی ابتدا علم کے ناممکن الحصول ہونے سے رکھی جاتی ہے۔ ہم اصل سے ناواقف ہین۔ صرف اوپر کے رنگ اور مظاہر سے واقف ہین ؎

آوردہ باضطرار اول بوجود ۔ جز حیرتم از حیات چیزی نفزود
رفتیم باکراہ ندانیم چہ بود ۔ زین آمدن و بودن و رفتن مقصود

لیکن گو عالم کا راز ہمارے لیے نہین کھلا مگر اسقدر معلوم ہے کہ زندگی ایک عقدہ ہے۔ یہ عالم ایک سربستہ بھید ہے۔ اور ہمکو اسکا علم نہین کہ کیا ہے۔ یہ منفی علم بھی اگرچہ کچھ نہین مگر بہت ہے۔ اور ایسی سوال کا پیدا ہونا اور اس ٹوہ کا ہم مین پایا جانا ہی ہمارے اعلیٰ مخلوق اور داناتر نوع ہونے کی پوری شہادت ہے۔ گو ہم عالم بالا کے حالات نہین جانتے مگر ہماری عقل حواس کے ذریعہ سے بیرونی عالم سے ہمیشہ متاثر ہوتی رہتی ہے۔ یہ اثر بیشک ہمکو معلوم ہین۔ زندگی کو مجموعی نظر سے دیکھا جائے تو سب سے بڑا اثر اس مین تکلیف اور رنج اور اسکے محسوس کرنیکی قابلیت کا ہے "حیات انسانی ایک بڑا آلۂ تکلیف ہے" یہ خیام کا خیال ہے۔ یہی بودھ کا خیال ہے۔ یہی تمام صوفیہ۔ اور جرمن کے مشہور مست[٢٠] شوپن ہیور اور اسکے مقلدین کا فلسفہ ہے۔ یہ دنیا ایک مصیبت گاہ ہے ساتھ ہی اسکے یہ بیوفا ساتھی اور ایک دھوکا ہے کامل آرام اس مین ایک دم میسر نہین۔ جو چیز خوشی کہلاتی ہے وہ بھی غم سے مخلوط ہے بلکہ انجام اسکا بھی غم ہے چنانچہ

عمر خیام کا فلسفۂ زندگی

خیام کہتا ہے - خوشی کی خواہش مت کر کہ اس عمر کا حاصل ایک دم (سانس) ہے - خاک کا ایک ذرہ ایک کیقباد اور ایک جمشید ہے - زمانہ کے حالات اور اس عمر کی اصل جو کچھ سنتے سو یہ ہے کہ وہ ایک خواب ہے - ایک خیال ہے - ایک فریب ہے - اور ایک دم ہے - ؎

شادی مطلب کہ حاصل عمر دمی ست ‏ ہر ذرہ ز خاک کیقبادی و جمیست
احوال جہان و اصل این عمر کہ ہست ‏ خوابے و خیالی و فریبی و دمیست

دوسری جگہہ کہتا ہے تجھسے پہلے بہت سے مرد اور عورتین ہوئی ہین جن سے زمانہ کی زیبائش تھی - چلدا گر تیرا تن خاک ہو جائے کیونکہ تیری خاک پہلے بھی ہزار دفعہ تن رہچکی ہے ؎

پیش از تو بسے مرد و بسے زن بودست ‏ کافاق ز جملہ شان مزین بودست
زود آکہ تن تو خاک گردد زیرا ‏ خاک تو دگر ہزار رہ تن بودست

پھر اسی افسردہ قصہ کو دوسری طرح سے دُہراتا ہے اور کہتا ہے کہ عدم کے پانی سے میرے بیج کو بویا ہے اور غم کی آگ سے میری روح کو بھڑکایا ہے - ہوا کی طرح جہان کے گرد ہر لحظہ پریشان اور آوارہ پھرتا ہون معلوم نہین کہ میری خاک کو کہان سے اٹھایا ہے ؎

از آب عدم تخم مرا کاشتہ اند ‏ از آتش غم روح من افراشتہ اند
سرگشتہ چو باد میدم گرد جہان ‏ تا خاک من از چہ جای برداشتہ اند

زندگی کی بے ثباتی اور آدمی کے بے حقیقت ہونے کو اس سے بھی زیادہ غم انگیز طریقہ سے وہ ایک رباعی مین بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ مین کل ایک کوزہ گر یعنی کمہار کے کارخانے مین تھا - مین نے دو ہزار کوزون کو دیکھا کہ گویا بھی تھے اور خموش بھی - انمین سے ہر ایک زبانِ حال سے مجھسے کہتا تھا کہ کہان گئے کوزہ گر اور کوزہ خر و کوزہ فروش - گویا اُن کوزون کی مٹی بارہا کوزے بن بن کر بک چکی تھی جنکے نہ اب بنانے والے موجود ہین، نہ خریدنے والے نہ بیچنے والے ؎

در کارگہ کوزہ گری بودم دوش ‏ دیدم دو ہزار کوزہ گویا و خموش
ہر یک بزبان حال با من گفتند ‏ کو کوزہ گر و کوزہ خر و کوزہ فروش

خیال کرنا چاہئے کہ ایسی باتون کو سوچنے والی اور ہمیشہ ان خیالات اور تصورات مین مستغرق رہنے والی کی طبیعت کسقدر غمزدہ ہو گی اسمین شک نہین کہ جو حقائق خیام یا اُسکے ہم مذہب حکمائے اس زندگی کے ایک مجموعۂ آلام و مصائب اور خوشی کی ناپایداری ہونیکے متعلق بتائے ہین وہ درست اور صحیح ہین مگر صرف ایک حد تک یعنی ان خیالات کو طبیعت مین رکھنا اور انکی طرف دل کو متوجہ کرنا اسی حد تک جائز ہے جہان تک کہ وہ لذات نفسانی مین منہمک ہونے سے مانع ہون اور جہان تک کہ وہ طبیعت کو پاک کرین کیونکہ ہر غم اور غم آلودہ خیال درحقیقت انسانی طبیعت کو اسی طرح پاک کرتا ہے جیسے آگ لوہے کو بشرطیکہ اُس غم یا سانحہ نے دل مین جگہہ کر لی ہو - مگر اس مضمون پر زیادہ اصرار کرنا اور اُسکو اس طرح بیان کرنا گویا کہ ہمکو آرام اور خوشی کا حق حاصل ہے، یہ صحیح نہین ہے "تجھکو کونسا حق پہنچتا ہے کہ تجھے غم یا تکلیف نہو اور تو ہمیشہ رہے - کل تک تجھکو موجود ہی ہونے کا کونسا حق تھا" (کارلائل)

اب جو لوگ اپنی فطرتی غمگین طبیعتون سے ان حقائق انسانی کو دیکھتے ہین تو انسان کی زندگی انکو ایک عجیب مایوسانہ اور افسردہ کرنے والا نظارہ معلوم ہوتا ہے - حقائق فطرت یا بے ثباتی عالم کی طرف وہ جتنی زیادہ توجہ کرتے ہین اسی قدر عقلی اور اخلاقی مایوسی اُنکی فطرتون کو گھیر لیتی ہے - اب جو ایسی مست ہین یعنی ہر چیز کو نفرت اور بیزاری کی نگاہ سے دیکھتے ہین - جیسے دیوجانس یا شاپن ہیور وہ تو دنیا سے گوشہ نشینی کا سبق دیتے ہین اور جو زیادہ عملی اور دانشمندانہ طور پر ان چیزون پر نظر ڈالتے ہین جیسے خیام وہ گوشہ نشینی اور جھگڑون سے

علیحدہ رہنے کو پسند تو بیشک کرتے ہین لیکن اسکے ساتھ ہی وہ زندگی کو بیکار اُداسی اور علیحدگی مین بسر کرنے کی بھی نصیحت نہین کرتے - وہ کہتے ہین کہ ستانے والے بھیدون پر غور مت کرو نامعلوم اور پوشیدہ اور ماورائے عقل امور و عقائد کے متعلق تکرار مت کرو - یہ چند روز جو باقی ہین انکو ہنسی خوشی گذار دو - غم کو اپنے پاس آنے مت دو - قضا و قدر یا دوسرے لفظون مین نیچر یا نظام عالم جو کچھہ مصائب اور تکالیف تم پر ڈالے تم بے پروائی کو انکی سپر بناؤ - غرض فلسفہ کے ہتیارون سے مسلح اور اُسکی شراب سے مست رہوگے تو زندگی کے اکثر ریخون سے تم بچ جاؤگے - دنیا کا جاہ و جلال حکومت و عزت شان و شوکت ناموری و نیکنامی سب ہیچ ہین اور تنگ خیال اور بیوقوف آدمیون کے اشغال ہین - اصل الاصول یہ ہے کہ جہان تک ہمکو فرصت اور وسعت ہے آرام سے بسر کرین - آرام سے اُنکی مراد جسمانی آرام ہی نہین بلکہ عقلی اور روحانی خوشی بھی ہے یہ معلم جنہون نے خود حقائق قدرت پر بے انتہا غور کیا اور آخرکار اُس فکر و خوض کا نتیجہ سوائے سرگردانی کے کچھہ نہ دیکھا اپنے بنی نوع کو نصیحت کرتے ہین کہ اس گرداب مین پڑنا کچھہ بھی سودمند نہین ہوتا - عقل کو اس چکر مین مت ڈالو اور ایسی عقل سے کنارہ کشی ہی کرو تو بہتر ہے - جتنے اشعار شراب کی مدح مین اور شراب کی طلب مین اور اُسکے کمالات بیان کرنے مین خیام کے ہان پائے جاتے ہین مین اُن سب کے بھی معنی سمجھتا ہون - یہ سچ ہے کہ اکثر جگہہ شراب اور مستی کے معنی انانیت اور غرور سے بےخودی کے لیے ہین اور کہین کہین محبت الٰہی یا محبت انسانی کے نشے مین سرشار ہونے کا اشارہ بھی کیا ہے - مگر میرے نزدیک زیادہ تر ان اشعار سے وہی مطلب ہے جو ابھی بیان ہوا -

اسبارہ مین کہ کسی شے سے خوف نکرنا چاہیے اور جو کچھہ مرد کے سامنے آئے جرأت سے اُسے قبول کرے کہتا ہے اور خوب کہتا ہے کہ مین وہ شخص نہین کہ فنا سے مجھکو ڈر لگے دنیا ایک جگہہ ہے جو خدا نے عاریتاً مجھکو دی ہے جب اسکو سونپنے کا وقت آئیگا مین سونپ دونگا - ع

جائیست مرا العاریت از خدا | تسلیم کنم چو وقت تسلیم آید

موت کے متعلق جو دلیرانہ خیال ہم مین سے ہر شخص کو رکہنا چاہیے اور جسکے سوا اور کوئی چارہ نہین اوس کو ان دو مصرعون مین جس لطافت اور پاکیزگی سے اُس نے بیان کیا ہے - اس سے بہتر ممکن نہین - اور حقیقت مین موت کا سچا فلسفہ یہی ہے کہ آدمی مثل ایک سپاہی کے ایک مقام پر متعین ہے وہان کھڑا ہے کام کر رہا ہے - حکم ہوا کہ یہ جگہہ چھوڑ دو - اُس نے چھوڑ دی - اُسکو اسکی کیا فکر کہ اب کہان جانا ہوگا - پھر کہتا ہے کہ طمع زمانہ سے کم کر (یعنی نہ کر) اور زمانہ کے نیک و بد سے پیوند توڑ دے - تو اُسوقت تک خوش رہ کہ یہ دور آسمان بھی ٹوٹ جائے اور یہ چند روزہ دنیا بھی نہ رہے ع

خوش باش تو آنچنان کہ این دور فلک | ہم بگسلد و نماند این روزی چند

پھر کہتا ہے کہ اگر دنیا وفا کرنا نہین چاہتی تو ایسی کمینی دنیا مین مست و خراب ہی رہنا بہتر ہے ع

چون عالم دون وفا نخواہد کردن | در عالم دون مست و خراب اولیٰ تر

پھر غمون کو بھول جانے اور آیندہ کے افکار سے برکنار رہنے کی بابت ایک جگہہ کہتا ہے کہ "بہتر یہ ہے کہ جام و شراب سے ہم دل خوش کرین اور جو زمانہ گذر گیا اور جو نہین آیا اُسکو یاد نہ کرین - اس قید خانہ کی عاریتی زندگی کو ایک لحظہ کے لیے عقل کی قید سے آزاد کرین" ع

آن بہ کہ زجام و بادہ دل شاد کنیم | و ز نامدہ و گذشتہ کم یاد کنیم
این عاریتی حیات زندانی را | یک لحظہ ز بند عقل آزاد کنیم

دنیا مین سب سے اعلیٰ حالت خشک گذاری کی یہ ہے کہ آدمی ضروری حوائج فطری کو مہیا کر سکتا ہو اور جہان کے غل و شور سے علیحدہ گوشۂ عافیت مین بیٹھا ہوا دنیا کی برائی اور بھلائی سے غافل زندگی کے چند روز گذار دے۔ اُس نے اپنی ایک مشہور رباعی مین اسی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ "دنیا مین جسکے پاس روٹی کا آدھا ٹکڑا کھانے کو اور کوئی جھونپڑا رہنے کو ہو۔ نہ وہ کسی کی خدمت کرتا ہو نہ کوئی اوسکا خدمتگار ہو یہان غور کرنا چاہئے کہ تعلقات جو تکلیف کی چیز ہین اون سے کیسی بیزاری ظاہر کرتا ہے کہ خادم و مخدوم ہونا دونون کو ایک ہی قسم کی مصیبت بتاتا ہے) اوس سے کہدو کہ خوش ہو کر تیری دنیا بہت اچھی ہے ؎

ور دہر ہر آنکہ نیم نانے دارد | وز بہر نشست آشیانے دارد
نے خادم کس بود نہ مخدوم کسے | گو شاد بزی کہ خوش جہانے دارد

موت کے خیال کا اثر خیام پر اسی قدر ہوتا ہے کہ جب دنیا سے آخر کار چل بسنا ہے تو تمام عمر جہان کی لذتین چکھنی چاہئین وہ لذات جہان کیا ہین؟ بیخودی - یار دوستون کے پاس ملکر بیٹھنا - رنج و فکر کے بغیر زمانہ کو کاٹ دینا ؎

چون آخر عمر رحلت باید کرد | لذات جہان چشیدہ باشی ہمہ عمر

اب اس بات کا فیصلہ ہر شخص کی طبیعت اور خیال اور قوم کی عادات پر ہے کہ لذات جہان اُنکے نزدیک کیا ہین عام آدمی لذتون سے جو مراد لیتے ہین بودہ مذہب والے اور جوگی اور اصلی صوفی اور عیسائی اُنکو تکلیف اور رنج کا پیدا کرنے والا سمجھتے ہین اور رہبانیت اور علیحدگی سے بسر کر دینا جذبات کو مغلوب کرنا خواہشون سے آزاد اور تعلقات سے بری ہو جانا بھی اُنکے نزدیک سب سے بڑی لذت ہے اور جسے لوگ درد کہتے ہین اُسی کا عادی ہونا اور اُسی کو اچھا سمجھ لینا

یہ انتہائے کمال انسان کا ہے ؎ "اے دل جب جہان کی حقیقت ہی یہ ہے کہ وہ بے حقیقت اور عارضی ہے تو اس دراز رنج سے اتنے عرصہ تک کیون رنج اٹھاتا ہے اپنے تئین قضا (یعنی قوانین اور نظام فطرت) کے حوالہ کر دے اور تکلیف سے صلح کر لے کیونکہ جو قلم چل پڑا (علت و معلول کا سلسلہ جس نہج سے کہ جاری ہے) وہ تیرے واسطے لوٹ کر نہین آئیگا" ؎

ای دل چو حقیقت جہان ہست مجاز | چندین چہ بری خواری ازین رنج دراز
تن را بقضا سپار و با درد بساز | کین رفتہ قلم ز بہر تو ناید باز

اس مضمون کو خیام نے بار بار بیان کیا ہے کہ موجودہ وقت سے جہان تک ہو سکے فائدہ اور لطف اُٹھانا چاہیے گذشتہ کا غم کھانا یا آیندہ کی فکر مین گھلنا نادانی ہے اور یہی بڑا سبق ہے جو خیام اور اپیکورس کی تعلیم مین مشابہت پیدا کرتا ہے یہی امر ہے جہان خیام اور بودہ مت والے اور نیز جوگی اور صوفی بظاہر علیحدہ علیحدہ سڑکین اختیار کرتے ہین مگر خیام کے فلسفہ مین اور اس سبق مین نہایت درجہ مطابقت ہے غم عالم بیکران ہے عقل رازہائے حیات کو حل نہین کر سکتی جسم ضعیف غم و رنج کے حملون سے پاش پاش ہوا جاتا ہے - دنیا ایک قیدخانہ ہے - خیام کہتا ہے کہ ان سب باتون کو تسلیم کرو - مگر تمھاری تھوڑی سی عمر جو کچھ ہے اُسکو برباد مت کرو - اور ان حالات پر صبر کرو - اور باوجود ان سب نامناسب کیفیات کے اچھی طرح گذار دو - اور ہرگز غم مین بسر نکرو - اوسکا یہ کہنا کہ حال مین رہو اور پچھلے فسانے اور صعوبتین فراموش کر دو - آیندہ کے نامعلوم اور فرضی مصائب سے اپنے تئین پریشان مت کرو - اوسکے فلسفہ کے بالکل مناسب ہے - وہ کہتا ہے کہ ؎

ساقی غم فردای حریفان چہ خوری | پیش آر پیالہ کہ شب میگذرد

ایک جگہہ کہتا ہے کہ "جو چیز نہین آئی ہے اُسکی وجہ
سے اپنا چہرہ زرد مت کر اور جو آگئی ہے اُسکے سبب سے
دہشت زدہ نہو - اِس پست ہمت دنیا سے اپنا حصہ لے
لے اُس سے پہلے کہ زمانہ اپنا خنجر کھینچکر تجھکو فنا کر دے"

از نامدہ بازرد مکن چہرۂ خویش — وز آمدہ ہا آب مکن زہرۂ خویش
بردار ز دنیای دنی بہرۂ خویش — زان پیش کہ دہر برکشد دہرۂ خویش

غرض دنیا اور انسان خیام کے نزدیک دو مقابل اور دشمن
قوتین ہین - دنیا انسان کی زندگی کو دم بھر چین لینے نہین دیتی
اور اُسپر ہر وقت حملہ کرتی رہتی ہے مگر آدمی کو چاہیے کہ انہین
گرد و پیش کے حالات کو اپنے مطابق بنا کر جس قدر عیش
میسر ہو اُن سے حاصل کرے - میرے خیال مین اصول ارتقاء
عالم (ایولیوشن) کے ماننے والے بڑے بڑے مصنفین جو
ہمارے زمانہ مین ہین وہ بھی یہی کہتے ہین جو نیشاپور کے اس
خیمہ دوز نے آٹھ سو برس پہلے کہا تھا -

پہلے جو کچھ بیان ہوا ہے اُس سے خیام کا علمی فلسفہ معلوم
ہو گیا ہو گا - اسی سے اُسکے مذہبی فلسفہ کا قیاس کر سکتے ہین -
اوسکے اور حافظ کے خیالات مین سرمو فرق نہین اور نہ صرف حافظ
بلکہ ہزارون غور کرنے والے اسی نتیجہ تک پہنچے ہین اور شک
اور لاعلمی کو سب نے اپنا اعلیٰ ترین علم قرار دیا ہے - کامٹے
خیام - حافظ اور ہربرٹ اسپنسر سب کی رائین مسائل مابعد
الطبیعیات اور عقائد اور رائے فطرت کے متعلق جو کچھ ہین
اُنکے الفاظ مین فرق ہو مگر اُسکے معنی ایک ہین یعنی جو لوگ دعویٰ
کرتے ہین انمین سے کسی کو بھی علم نہین صرف ظنی فرضیات
بیان کرتے ہین - خیام کے الفاظ یہ ہین کہ "ایک قوم مذہب
اور دین مین متفکر ہے - ایک جماعت علم اور یقین کے بارے
مین حیرت زدہ ہے کہ یکایک کمینگاہ سے ایک ندا آئی کہ
اے بے خبرو راہ راست نہ یہ ہے، نہ وہ ہے"

قومی متفکر اند در مذہب و دین — جمعے متحیر اند در علم و یقین
ناگاہ منادے برآمد ز کمین — کای بیخبران راہ نہ آن ست و نہ این

جس شخص کے ایسے خیالات ہون گے اُسکے ذہن مین
رسمی زہاد اور معمولی فقہا کے جو اپنی خودی مین ایسے لپٹے ہوئے
ہین اور اپنے ہر لفظ کو آیت منزل من اللہ سمجھتے ہین کیا عزت
ہو گی - اونپر اوس نے بارہا اپنے کلام مین سخت سخت چوٹین
کی ہین - ایک جگہہ کہتا ہے اور خوب کہتا ہے

پوشیدہ مرقع اند این خامی چند — نارفتہ رہ صدق و صفا گامی چند
بگرفتہ ز طامات الف لامی چند — بدنام کنندۂ نکو نامی چند

ایک جگہہ اُس آزادی اور بے ادبی کے ساتھ جو شعراے
اسلام مین عموماً اور شعراے ایران مین خصوصاً جائز سمجھی گئی
ہے جس کے پردہ مین شعراء اور حکما نے جو فقہا کی تنگ خیالی
اور لفظی نزاعون سے سخت ناراض تھے، ان حضرات کو دل کھولکر
صلواتین سنائی ہین خیام نے فقہا کی طرف ان ہتک آمیز
لفظون مین اشارہ کیا ہے

اے خواجہ فقیہہ گر ترا ہست خبر — چندین ز حسد منگر بر اہل نظر
انسان ہمہ از صانع و صنعش گویند — تو از دم حیض و ز نجاسات دگر

اب تک جس قدر بیان ہوا اُس سے شاید یہ خیال پیدا ہو کہ
خیام کا کل فلسفہ خیالات جب منفی ہے اور ہر امر کا جواب وہ
یہی دیتا ہے کہ کسی کو معلوم نہین - جب زندگی کو وہ ایسی
غم انگیز اور دنیا کو ایسی تکلیف دہ شے سمجھتا ہے تو آیا اُسکے
سوا بھی اُسکے پاس کوئی دستور العمل ہے کہ "قضا پر صبر کرنا
چاہیے اور حتی المقدور زندگی کو آرام سے گذار دینا چاہیے"
اس مین شک نہین کہ مکروہات زمانہ سے برکنار رہنا بہت
اچھا ہے - مگر اس سے اخلاق کے لیے کوئی ہادی اصول

نہین ملتا - لیکن اگر غور کرو تو یہ خیال کہ خیام کا کل فلسفہ منفی ہے اور اُس مین زندگی کا کوئی دستور العمل نہین صحیح نہین ہے کیونکہ اسی نازک بنیاد پر خیام اور اُسکے مقلدون نے اخلاقی برتاؤ کے متعلق مکمل قواعد وضع کر لیے ہین - خیام کا خیال یہ ہے کہ جس طرح آدمی کو لازم ہے کہ اپنی زندگی چین و آرام سے گذارے اسی طرح وہ دوسرون کو بھی چین و آرام سے اپنے دن کاٹنے دے - اگر وہ چاہتا ہے کہ دوسرے اُسکے کامون مین خلل نہ ڈالدین تو وہ بھی دوسرون کا مخل نہ ہو - غرضکہ سب آدمی حتی الامکان ایک دوسرے کا بار ہلکا کرتے رہین - اوسکے اخلاقی فلسفہ مین ریا سب سے بڑا گناہ ہے - اور صدق وصفا نیکی کی جڑ ہے - آدمی کو انسان ہونے کے لیے لازم ہے کہ اپنا ظاہر و باطن یکسان رکھے بلکہ باطن بہت بہتر رکھے دل صاف، طبیعت سچی، خیالات پاک اور ایمان مضبوط ہو ظاہری رسمون اور حکمون کی پابندی نہ بھی کرے تو کچھ ہرج نہین اپنے تئین کچھ اعلیٰ سمجھنا اور گنہگارون کو حقارت سے دیکھنا یہ سب سے بڑی حماقت ہے - جو کچھ آدمی یہان کرتا ہے اُسکا سود و زیان خود اُسی کو پہنچتا ہے - خدا کی ذات ایسی مستغنی ہے کہ وہ قصورون کی طرف دیکھتی بھی نہین - وہ کہتا ہے کہ لوگون کا بُرا چاہنے والا اپنے مقصد تک نہین پہنچتا - اگر وہ اورون کے ساتھ ایک بُرائی کرتا ہے تو اوسکے بدلے مین سو بُرائیان اُس تک پہونچتی ہین مین تو تیری بھلائی چاہون اور تو میری بُرائی - تجھکو بھلائی میسر نہ آئیگی اور مجھ تک بُرائی نہ پہنچیگی ؎

بدخواہ کسان ہیچ بمقصد نرسد — یک بد نکند تا بخودش صد نرسد
من نیک تو خواہم تو بخواہی بد من — تو نیک نہ بینی و بہ من بد نرسد

پھر آخرت کی پرسش کے متعلق کہتا ہے کہ کل جب نیکبختون کا حصہ تقسیم کرینگے تو ایک حصہ مجھ پریشان حال رند کو بھی دینگے "آپ کو باوجود رند ہونے کے کس طرح حصہ ملسکتا ہے ؟" اس طرح کہ اگر مین نیک ہون تو منجملہ اُن کے میرا شمار ہو جائیگا اور بد ہونگا تو اُنکے ساتھ مجھکو بخش دینگے - اصل الاصول اخلاق یعنی دوسرون کو آزار نہ دینا اسکو وہ نہین بھولا - دوسرون کی تکلیف سے خوشی حاصل کرنا یہ اوسکے نزدیک انتہا درجہ کی حماقت ہے - لیکن وہ یہ بھی نہین کہتا کہ مستعدی سے دوسرون کے ساتھ نیکی کرنا ہمارا فرض ہے کیونکہ وہ تو ایک منفی اخلاق اور دُنیا سے علیحدہ ہونے کی تعلیم دیتا ہے وہ ایسی بات کیون کہیگا جس سے زندگی کی کشمکش مین پڑنے کی تاکید پائی جائے - وہ تو اسی کہنے پر قناعت کرتا ہے کہ اگر تو اپنی خوشی اسی مین سمجھتا ہے کہ کسی آرام سے بیٹھے ہوئے آدمی کو غم مین مبتلا کردے تو اپنی عقل کا ماتم ساری عمر بیٹھکر کیا کر اور مصیبت مین مبتلا رہ کیونکہ تو نہایت احمق ہے" ؎

گر شادی خویشتن در آن میدانی — کاسودہ دلی را بغمے بنشانی
در ماتم عقل خویش بنشین ہمہ عمر — پندار مصیبت کہ عجب نادانی

وہ آدمی کو اچھے کام کرنے اور عمر دُنیا مین سرمایۂ آخرت جمع کرنیکی اعلیٰ درجہ کی نصیحت بھی کرتا ہے اور انسان کو خطاب کرکے کہتا ہے کہ "اے وہ کہ خلاصہ چار عنصر کا ہے روحانی دُنیا کی ایک بات سُن لے - تو شیطان ہے - حیوان ہے فرشتہ ہے اور انسان ہے" یہ تیرے اختیار مین ہے کہ جس پہلو کو دکھائے ویسا ہی ہو جائے ؎

اے آنکہ خلاصۂ چہار ارکانی — بشنو سخنے ز عالم روحانی
دیوی و ددی و ملک و انسانی — با تست ہر آنچہ مے نمائی آنی

مین اسکی اخلاقی تعلیم کی کئی مثالین دیچکا ہون - اب اُسکے چند رباعیون پر ان مثالون کو ختم کرتا ہون جنمین اوس نے

گویا تمام فلسفۂ حیات کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے وہ کہتا ہے

خواہی کہ ترا رتبت اسرار رسد — مپسند کہ کس راز تو آزار رسد
از مرگ میندیش و غم رزق مخور — کین ہر دو بوقت خویش ناچار رسد

اس مین وہ آزار دہی خلق کی ممانعت کرتا ہے - یہی اخلاقی فلسفہ کی جان ہے پھر تیسرے مصرعہ مین کہتا ہے کہ موت سے نڈر اور مثل مسیح کے سمجھاتا ہے کہ معاش اور رزق کی پروا مکر کیونکہ تقدیر موجود ہے یہ چیزین اپنے وقت پر خود ہو جائینگی انکسار اور گوشہ نشینی کی تعلیم - تعریف و ثنا و شہرت سے بے اعتنائی کرنے کا سبق وہ اسطرح دیتا ہے کہ "رستے پر اس طرح چل کہ تجھے لوگ سلام نہ کرین - خلقت کے ساتھ ایسی سادگی اور خموشی سے بسر کر کہ تیرے لیئے کھڑے نہ ہون اگر مسجد مین تو جاوے تو ایسا جا کہ تجھے آگے نہ بلائین اور امام نہ بنائین" ؎

در راہ چنان رو کہ سلامت نکنند — با خلق چنان زی کہ قیامت نکنند
در مسجد اگر روی چنان رو کہ ترا — در پیش نہ خوانند و امامت نکنند

ان شعرون کی سب سے بڑی لطافت یہ ہے کہ یہ آدمی کے دل کے چور کو پکڑ لیتے ہین - جن جن چیزون کی خاموش سے خاموش - پاک سے پاک آدمیون کے دل مین خواہش ہوتی ہے انکو بیان کر کے وہ کہتا ہے کہ ان کی پرواہ مت کر اُس نے ایک بدیہی مگر نہایت لطیف نکتہ زندگی کا بڑی خوبی سے ذیل کے شعر مین بیان کیا ہے ؎

خواہی کہ ہمہ جہان ترا بپسندند — می باش بہ خوشدلی و خود را بپسند

مین سمجھتا ہون کہ ایک سرسری واقفیت خیام کے فلسفہ سے ان چند رباعیون کے پڑھنے سے ناظرین کو ہو گئی ہوگی - یہ ایک ناکامل اور سرسری خاکا فلسفے اور مین نے مثال کے طور پر اُسکے بعض اشعار عرض کئے ہین - معرفت مین شراب کی تعریف مین عشق و محبت مین ظرافت اور طنز مین اور خالص شاعرانہ مضامین مین جو رباعیان اس شاعر کی ہین انکو مین نے ہاتھ نہین لگایا -

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اِس شاعر کے کلام سے خواہ وہ بظاہر کسی دوسرے مضمون کے متعلق ہو فلسفیت کی بو نہین جا سکتی چنانچہ ایک جگہ وہ اپنے فلسفی ہونے کا انکار اور پھر آخر کے دو مصرعون مین لطافت سے اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "دشمن مجھے فلسفی غلط کہتے ہین - خدا جانتا ہے کہ جیسا وہ کہتے ہین مین ویسا نہین ہون - لیکن جب دُنیا کے اِس غمخانہ مین آیا ہون تو کیا اتنا بھی نہ جانون کہ مین کون ہون"

دشمن بغلط گفت کہ من فلسفیم — ایزد داند کہ انچہ او گفت نیم
لیکن چو درین غم آشیان آمدہ ام — آخر کم ازان کہ من بدانم کہ کیم

مین نے جو کچھ اُسکے کلام سے سمجھا ہے ممکن ہے کہ وہ غلط ہو - اِس لیے مین آخر مین صرف ایک مثال اِس بات کی دینی چاہتا ہون کہ بودھ اور خیام اور شوپن ہیور کا غم انگیز فلسفۂ حیات ایک ہی ہے - بودھ کہتا ہے کہ تمام خواہشون اور جذبات کو مار کر جیتے جی مثل مردہ کے ہو جانا چاہیئے - نروان یعنی ادراک شخصی کا نرہنا اور بے نفس و بے روح ہو جانا اُسکے نزدیک اعلیٰ ترین انسانی معراج ہے - شوپن ہیور بھی صاف صاف یہی سبق سکھاتا ہے ایک سال سے کچھ کم ہوا کہ مین نے مدرستہ العلوم علیگڈھ کی سوسائٹی اخوان الصفا کے لیے ایک مضمون شوپن ہیور کے خیالات کے نام سے بھیجا تھا - جس مین مین نے اختصار کے ساتھ اس فلسفہ کے پیدا ہونے کے بعض اسباب بیان کئے تھے - اب مین چند الفاظ شوپن ہیور کی کتاب کونسلز اینڈ میگزمس Counsels & Maxims کے مقدمہ سے نقل کر کے یہ دکھانا چاہتا ہون کہ پیسی مسٹک[1] Pessimestic فلسفہ جو کہ تصوف اور بودھ مذہب

[1] پیسیمسٹ اور آپٹیمسٹ حکما کے دو گروہ ہین جن مین سے پہلا گروہ دنیا کو تکلیف اور برائی سے بھرا ہوا خیال کرتا ہے - دوسرا گروہ دنیا کی ہر چیز کو بھلائی اور نیکی پر مبنی سمجھتا ہے -

دنون کی جان ہے وہ خیام کے فلسفہ مین کسقدر نفوذ کر گیا ہے۔ شوپن ہیور کہتا ہے کہ "جس شخص نے دل سے میرے فلسفہ کا مطالعہ کیا ہے اور جو اس وجہ سے جانتا ہے کہ ہماری کل ہستی بہتر تھا کہ نہ ہوتی اور یہ کہ اس سے بریت حاصل کرنا اور بیزاری رکھنا اعلیٰ ترین دانشمندی ہے۔ وہ زندگی کی کسی حالت یا کسی شے سے امیدین نہ رکھیگا۔ وہ کسی چیز پر اپنے جذبات صرف نہ کریگا۔ اور اپنے کسی کام مین اوسکو ناکامی ہو تو تاسف نہ کریگا۔ وہ افلاطون کے اس مقولہ کی صداقت محسوس کریگا کہ اس دنیا مین کوئی ایسی چیز نہین جس کے لیے زیادہ تردد کیا جائے" جرمن کے اس زمانہ کے بیزار دل حکیم کا یہ قول نیشاپور کے خیام کے اس قول سے کسقدر مشابہ ہے کہ "جب اس دور و دراز مقام مین اگر نتیجہ آدمی کی زندگی کا سوائے دل کی تکلیف اور جان دینے کے نہین ہے تو کیسا خوش ہے اس شخص کا دل جو ایک دم بھی زندہ نہین تھا اور کیسے آرام سے ہے وہ شخص جو مان کے پیٹ ہی سے پیدا نہین ہوا"

یہان تک پہنچکر اب مین عمر خیام کے فلسفہ کا خلاصہ بیان کرتا ہون جتنا کہ مین نے اب تک عرض کیا ہے۔

۱- عالم ایک راز سربستہ ہے جسکی حقیقت ہمکو نہ معلوم ہے نہ معلوم ہو سکتی ہے۔ جن لوگون کو علم کا دعویٰ ہے وہ غلطی پر ہین۔

۲- یہ زندگی پُر از آلام و مصائب ہے۔ یہ دنیا ہیچ محض ہے اس مین کسی چیز کا اعتبار نہین۔ اس کے رنج و تکلیف سے آزاد رہنے کے لیے آدمی کو تعلقات کم رکھنے چاہئین۔

۳- زندگی کو جہان تک ہو سکے باوجود پیش آنے نا ملایم حالات کے ہنسی خوشی سے گذار دینا چاہئے۔ مکروہات سے آنکھین بند کر لینا ہی سب سے بڑی مصلحت ہے۔ اور غم و رنج کا مقابلہ سب سے بہتر طریقہ پر اس طرح ہو سکتا ہے کہ آدمی تقدیر پر صابر ہو کر حالت موجودہ کو قبول کرلے۔

۴- اسوقت کو چین سے گزارنا چاہیئے۔ گذشتہ اور آیندہ کی یاد اور فکر بے سود ہے اور اُس سے مفت کی تکلیف ہوتی ہے۔ (حافظ)

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار	کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

۵- مگر زندگی بسر کرنے مین اسباب کا خیال ہمیشہ رکھنا چاہیئے کہ ہم اپنی خوشی کی تلاش اور لاپروائی کی حالت مین دوسرون کو آزار نہ پہنچائین۔ ہمین اورون کے ساتھ نرمی اور محبت کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔

۶- برائیون مین تکبر اور ریاکاری سب سے بدتر اور نیکیون مین دل کی صفائی اور سچائی اور محبت سب سے اعلیٰ ہین۔ دل صاف اور نیت اچھی رہے تو گناہ اور قصور بھی معاف ہو جاتے ہین۔

۷- بہرحال اس مختصر زندگی کو جسپر موت تلوار لیے کھڑی ہوئی ہے بیکار نہ گزارنا چاہیے اور آرام و آسایش روحانی سے بسر کرنا بھی اسکا ماحصل ہے۔

اس فلسفہ پر ایک تنقیدی بحث اور مفصل نکتہ چینی وقت اور لیاقت کا کام ہے اور پھر بحث بھی کی تو بقول خیام کے کیا فائدہ؟

آنہا کہ محیط فضل و آداب شدند	در کشف علوم شمع اصحاب شدند
رہ زین شب تاریک نبردند برون	گفتند فسانۂ و در خواب شدند

(غلام الثقلین)

رباعیات

تصوف

منکشف ہوا کہ دید حیرانی ہے
معلوم ہوا کہ علم نادانی ہے
ڈالا ہے تلاش نے قسر بنے دوری میں
مشکل ہے بڑی یہی کہ آسانی ہے

بندہ ہوں تو اک خدا بناؤں اپنا
خالق ہوں تو اک جہان دکھاؤں اپنا
ہے بندگی وہم اور خدائی پندار
میں وہ ہوں کہ خود پتا نہ پاؤں اپنا

کافر کو ہے بندگی بتوں کی ہموار
مومن کیلئے بھی ہے خدائے غفار
سب سہل ہے یہ ولیک ہونا دشوار
آزادہ و بے نیاز و بیکس، بیکار

آیا ہوں میں جانب عدم ہستی سے
پیدا ہے بلند پایگی پستی سے
عجز اپنا بزور کر رہا ہوں ثابت
مجبور ہوا ہوں میں زبردستی سے

ڈھونڈا کرے کوئی لاکھ کیا ملتا ہے
دن کو کہیں رات کو پتا ملتا ہے
جب تک کہ ہے بندگی خدائی کا خیال
بندہ کو بھلا کہیں خدا ملتا ہے

جو چاہیے وہ تو ہے ازل سے موجود
حاصل ہے مراد اور مہیا مقصود
کیا بات ہے اہتمام جہد و طاعات؟
کیا چیز ہے امتیاز عبد و معبود؟

تقریر سے وہ فزون، بیان سے باہر
ادراک سے وہ بری، گمان سے باہر
اندر باہر مدام پیدا، پنہان
سرحد مکان و لامکان سے باہر

حق ہے تو کہاں ہے پھر مجال باطل
حق ہے تو عبث ہے احتمال باطل
ناحق نہیں کوئی چیز راہ حق میں
باطل کا خیال ہے خیال باطل

ساقی وہی، مے کش وہی، مینا بھی وہی
گویا وہی، شنوا وہی، بینا بھی وہی
آدم وہی، مولا وہی، بندہ بھی وہی
ہے بھی وہی، تھا بھی، ہوگا بھی وہی

ساقی و شراب و جام و پیمانہ کیا
شمع و گل و عندلیب و پروانہ کیا
نیک و بد و خانقاہ و میخانہ کیا
ہے راہ یگانگی میں بیگانہ کیا

مجموعۂ خار و گل سے ہے زیب گلزار
نیکی و بدی ہے جلوہ گاہ اظہار
ہے مخمصہ اختیار حق و باطل
ہے وسوسہ اعتبار یار و اغیار

ہر خواہش و عرض و التجا سے توبہ
ہر فکر سے، ذکر سے، دعا سے توبہ
از بسکہ محال ہے سمجھنا اس کا
جو آئے سمجھ میں اس خدا سے توبہ

عاجز ہے خیال اور تفکر حیران
بے سود یقین ہے اور بیہودہ گمان
کھلتا نہیں عقدہ کھولنے سے کوئی
بنتی نہیں بات کچھ بنائے سے بیان

دیکھا تو کہیں نظر نہ آیا ہرگز
ڈھونڈا تو کہیں پتا نہ پایا ہرگز
کھونا پانا ہے سب فضولی اپنی
یہ خبط نہو مجھے خدایا ہرگز

دراصل کہاں ہے اختلاف احوال
نے رنج، نہ راحت، نہ مسرت، نہ ملال
نے قبض، نہ بسط ہے، نہ فرقت نہ وصال
یہ بھی ہے خیال اور وہ بھی ہے خیال

شیطان کرتا ہے کب کسیکو گمراہ
اس راز سے ہے خدائے غالب آگاہ
ہے کام کسی کا اور کسی پر الزام
لاحول ولا قوۃ الا باللہ!

پر شور الست کی ندا ہے اب بھی
جو تھی وہی آن اور ادا ہے اب بھی
ہوتی نہیں سنت الٰہی تبدیل
جس شان میں ہے وہی خدا ہے اب بھی

کہتے ہیں جو اہل عقل ہیں دور اندیش
مخلوق کو ہے عدم کا رستہ درپیش
مخلوق بھلا عدم سے نکلی کب تھی
موجود تو ہے وہی جو کم ہو نہ بیش

اخفا کیلئے ہے اسقدر جوش و خروش
یہاں ہوش کا مقتضا ہے بنتا مدہوش
حسن ازلی تو ہے ازل سے ظاہر
یعنی ہے تجلیوں میں اپنی روپوش

توحید کی راہ میں ہے ویرانہ سخت
آزادی و بے تعلقی ہے یکسخت
دنیا ہے نہ دین ہے نہ دوزخ نہ بہشت
تکیہ نہ سرائے ہے نہ چشمہ نہ درخت

اے بار خدا یہ شور و غوغا کیا ہے؟
کیا چیز طلب ہے اور تمنا کیا ہے؟
ہے کم نظری سے اشتیاق دیدار
جو کچھ ہے نظر میں یہ تماشا کیا ہے؟

افسردگی اور گرم جوشی بھی غلط
گم گشتگی اور خود فروشی بھی غلط
کچھ کہیے اگر تو گفتگو ہے بیجا
چپ رہیے اگر تو ہے خموشی بھی غلط

الحق کہ نہیں ہے غیر ہرگز موجود
جب تک کہ ہے وہم غیر حق ہے مفقود
حق یہ ہے کہ وہم کا بھی ہونا حق ہے
حق ہے تو ہر اک طرح سے حق ہے موجود

کیفیت و ذوق اور ذکر و اوراد
دین و اسلام اور کفر و الحاد
ہر رنگ سے ہے محو ہر تعلق برباد
ہے فقر تمام علتوں سے آزاد

نقاش سے کر سکیگا کب نقش خلاف
ہیں نقش میں جلوہ گر اسی کے اوصاف

ہر شے مین عیان ہے آفتاب وحدت — گر وہم دوئی نہو تو ہے مطلع صاف
اک عالم خواب خلق پر طاری ہے — یہ خواب مین کارخانہ سب جاری ہے
یہ خواب نہین ایسی سمجھنا ہے خواب — گر خواب کا علم ہے تو بیداری ہے

جو تیز قدم تھے وہ گئے دور نکل — دیکھے بہانے بہت مقامات و محل
اس راہ کا پر کہین نہ پایا انجام — یعنی ہے وہی ہنوز روز اول

اکثر نے ہے آخرت کی کھیتی بوئی — اکثر نے ہے عمر جستجو مین کھوئی
اکثر کو اگر بہت ملا تو یہ ملا — ملنے کا نہین سوا اپنے کوئی

بدلا نہین کوئی بھیس ناچاری سے — ہر رنگ ہے اختیار سرکاری سے
بندہ شاہد ہے او طاعت زیور — یہ سانگ بھرا گیا ہے عیاری سے

ہے عشق سے حسن کی صفائی ظاہر — رندی سی ہوئی ہے پارسائی ظاہر
وحدت کا ثبوت ہے ظہور کثرت — بندہ ہی کے دم سے ہے خدائی ظاہر

یارب کوئی نقش ما سوا بھی نہ رہے — اور دل مین خیال ما سوا بھی نہ رہے
رہ جائے تو صرف بی نشانی باقی — جو وہم مین ہے سو وہ خدا بھی نہ رہے

ہم عالم خواب مین ہین یا ہم ہین خواب — ہم خود سائل ہین خود سوال اور جواب
آتی نہین کوئی شے کہین باہر سے — ہم خود ہین سبب اور خود ہین اسباب

مقصود ہے قید جستجو سے باہر — وہ گل ہے دلیل رنگ و بو سے باہر
اندر باہر کا سب تعین ہے غلط — مطلب ہے کلام و گفتگو سے باہر

معلوم کا نام ہے نہ نشان ہے نہ اثر — گنجایش علم ہے نہ امکان خبر
علم اور معلوم مین دوئی کی بو ہے — اسواسطے علم سے حجاب اکبر

ہوتی نہین فکر سے کوئی افزایش — چپکے رہنے مین ہے بڑی آسایش
کہنا سننا تو ہے نہایت آسان — کہنے سننے کی ہو اگر گنجایش

برہان و دلیل عین گمراہی ہے — نفی و اثبات محض جانکاہی ہے
اس رہ مین عبارت و اشارت ہے کم — یہان ترک خودی اصول آگاہی ہے

(محمد اسمعیل)

قوم کی زندگی اور موت

یہ مضمون سرسید مرحوم نے وفات سے ایک مہینہ پہلے لکھنا شروع کیا تھا مگر ہجوم اشغال کے سبب سے اُسکی پورا کرنے کی نوبت نہین آئی۔ معلوم نہین کہ تاریخی حصہ یہ مضمون کے بعد کیا خیالات لکھے جاتے اور کیا عنوان اس مضمون کا قائم ہوتا۔ سرسید مرحوم اکثر مضامین کے عنوان اُنکے ختم ہونے پر لکھا کرتے تھے۔ اس مضمون کا عنوان مین نے قائم کیا ہے اور اُسکو بجنسہ اُسی ناتمام حالت مین چھپواتا ہون جسمین کہ وہ میرے پاس سرسید مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا موجود ہے۔ اُمید ہے کہ ناظرین "معارف" اسکو غور سے پڑھینگے۔

(وحید الدین سلیم۔ سابق لٹریری اسسٹنٹ سرسید مرحوم)

ہر ایک قوم کی ترقی و عروج اور نام آوری کی ایک عمر ہوتی ہے جسطرح کہ ایک انسان کی۔ انسان پیدا ہوتا ہے بڑھتا ہے جوان ہوتا ہے بڈھا ہوتا ہے اور اخیر کو مرجاتا ہے اوسکے بڑھنے جوان ہونے بڈھا ہونے مرنیکے طبعی اسباب ہوتے ہین جو کسی کے روکے سے رُک نہین سکتے اسیطرح ایک وحشی قوم ترقی کرتی ہے نام آور ہوتی ہے عروج پر پہونچ جاتی ہے پھر تنزل شروع کرتی ہے بڑھاپا اوس پر آجاتا ہے اور پھر ایسی گم نام ہو جاتی ہے کہ اوس پر موت کا اطلاق ہوتا ہے

قوم کا تنزل ایک طبعی امر ہے جسطرح انسان کا بڈھا ہونا طبعی امر ہے بڑھاپے کے امراض کو لوگ جانتے اور پہچانتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ مرض ہے مگر نہ اوسکی دوا ہوسکتی ہے اور نہ رہ جا سکتے ہین کیونکہ وہ طبعی ہوتے ہین اور طبیعت

بدلتی نہین - جو لوگ قوم کے خیرخواہ ہوتے ہین وہ اُن مرضون
کی تشخیص کرتے ہین اور سمجھتے ہین کہ اونکا علاج ممکن ہے اور
نہایت کوشش سے اوسکے علاج پر متوجہ ہوتے ہین اور خیال
کرتے ہین کہ ہمارے ہی قصور و غفلت سے یہ مرض لگ گئے
ہین مگر درحقیقت یہ بات یون نہین ہوتی بلکہ قوم کی
طبیعت ہی ایسی ہوجاتی ہے کہ وہ امراض جو باعث تنزل ہین
خود قوم کی طبیعت بن جاتے ہین اور اس لیے علاج پذیر
نہین ہوتے -

عرب کی وحشیانہ حالت سے ترقی کی پہلی سیڑہی تمدنی
حالت کی طرف مایل ہونا تھی یا ون لوگون نے جو خانہ بدوش
پڑے پھرتے تھے مختلف مقامات پر سکونت اختیار کی
اور توالد و تناسل سے آبادی کی کثرت ہوتی گئی اونکے تمدنی
تعلقات صرف اوسی گروہ مین محدود تھے جو ایک جگہہ آباد تھی
ہر ایک گروہ دوسرے گروہ سے اسطرح پر علاحدہ رہتی تھی
جیسی مختلف قسم کے جانور کہ باوجود ایک میدان مین رہنے
کے ایک دوسرے سے علاحدہ رہتے ہین - اس تفرق کا
طبیعی نتیجہ یہ تھا کہ ہر ایک گروہ کے لیے جدا جدا نام اور لقب
قایم ہوے تاکہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے ملنے نہ پاوے
ایک گروہ دوسرے گروہ کے معبود کو پسند نکرے بلکہ اپنے
اپنے لیے جدا جدا معبود قرار دیے - ایک دوسرے پر
غلبہ اور تفوق کی کوشش کرے اور گروہون مین ہمیشہ جنگ
و جدل و بغض و عداوت قایم رہے - عرب کی یہی حالت
تھی جبکہ اوس نے ترقی شروع کی تھی اور گو کہ یہ سب باتین
ترقی کے موانع مین سے تہین لیکن زوال پذیر تہین کیونکہ قوت
نمو موجود تھی اور وہ ان سب موانع کو دور کر سکتی تھی جیسیکہ
ایک بچے کی قوت نمو اوسکے ضعف کو اور اون امراض کو
جو طبیعی طور پر بچپن مین لاحق ہوتے ہین دور کرتی ہے مگر جبکہ یہی
امراض کسی قوم مین ترقی کے بعد لاحق ہوتے ہین تو وہ زوال
پذیر نہین ہوتے جیسیکہ بچپن کے زمانہ کے امراض بڑہاپے مین
لاحق ہونے سے جا نہین سکتے -

اونکی قوت نمو لمحہ بلمحہ ان امراض کو دور کرتی جاتی تھی
اور وہ ایک دوسرے کے حلیف ہونے لگے تھے مگر اون مین
ایک ایسی قوی قوت نمو کی ضرورت تھی جو اون سب مرضون
کو دفعتاً دور کر دے - وہ زمانہ آیا اور محمد رسول اللہ نے فرمایا "انی
رسول اللہ الیکم" کل قومین اوس کلمہ کی مخالفت مین متحد
ہوگئین اور یہی اتحاد گو کہ مخالفت مین تہا اوس قوی قوت نمو
کے پیدا ہونے یا موجود ہونے کی بشارت دیتا تہا - تمام مختلف
امراض جو قومون مین تھے اونکے مقابل مضمحل ہوگئے یا معدوم یا
قریب معدوم ہونے کے پہونچ گیے صرف ایک مرض
شدید "لا انسلم انت رسول اللہ" کل قومون مین پیدا ہوا رہگیا
تایید الہی اور نصرت سماوی نے یا یون کہو کہ سچ کے طبیعی
اثر نے یا نمو کی طبیعی قوت نے اوس امراض کو دور کیا اور سب
نے کہا کہ "نشہد انت رسول اللہ نتبعک" دفعتاً تمام موانع ترقی
دور ہوگئے قوت نمو اپنے پوری قوت سے اپنا کام کرنے لگی
سب کا معبود ایک ہوگیا - تمام اختلافات دور ہوگئے عداوتین
مٹ گئین آپسکی لڑائیان موقوف ہوگئین دینی اور دنیاوی سرداری
نے ایک مرکز پر قرار پایا اور تفوق کی مخالفانہ خواہشین جو ایک
کو دوسرے کے مقابل تہین جاتی رہین - اور برخلاف اوسکے اطاعت
اور محبت اور اتفاق اور ہمدردی مین تفوق حاصل کرنے کی خواہش
پیدا ہوگئی - تمام مختلف گروہین ایک قوم ہوگئین - قومیت کا
اصول جو نسل پر محدود تہا وسیع ہوگیا اور جس نے کہا "اشہد
ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ" کسی نسل کا تہا

اوسی ایک قوم کا ہوگیا" کما قال اللہ تعالی انما المومنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون قوم قوم ہوگئی جوانی مین بھرپور ہوگئی ترقی اور عروج کے اعلی درجہ پر پہونچ گئی خدا نے بھی اسپر اپنا بڑا احسان جتایا اور فرمایا۔ "ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین والف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم افسوس کہ یہ جوانی کی امنگ صرف دس برس رہی اور رسول اللہ صلعم کی رحلت کے بعد ہی سے وہ امراض شروع ہوئی جو جوانی کی حالت مین شروع ہوتے ہین اور جوانی کی قوت اونکو دفع کرتی ہے اور اپنی قوت کو قایم رکہتی ہے۔

رسول خدا صلعم کے زمانہ حیات مین کسی کو کسی قسم کے تفوق کا خیال نہ ہا مگر انتقال ہوتے ہی یہ خیال پیدا ہوا ہم دل سے قبول کرینگے کہ وہ خیال خالصاً للہ تہا اور دنیاوی کچہہ لگاؤ اوسمین نہ تہا۔ مگر وہ وجود مین آیا۔ اوسکا وجود مین آنا ایک طبیعی امر تہا۔ مگر قوم کی جوانی بھرپور تھی اوس نے کچہہ زیادہ اثر نہین کیا تہوڑی سے حرارت ہوکر جاتی رہی مگر بیماری نے گھر دیکہہ لیا۔

گو اس بیماری نے اوسوقت کچہہ اثر نہین کیا مگر اوس نے پیچہا نہین چہوڑا رفتہ رفتہ اپنا کام کرتی رہی چنانچہ حضرت عثمان کی شہادت۔ جنگ جمل اور جنگ صفین شہادت حضرت علی مرتضی۔ ترک خلافت حضرت امام حسن۔ شہادت حضرت امام حسین حرمین کے واقعات دردآلود سب اوسی بیماری کے نتائج مین سے تہے۔

سب سے بڑا نشان قومی تنزل کا حکومت یا سلطنت کا تقسیم ہوجانا ہے۔ حضرت علی مرتضی اور معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ مین ملک کی تقسیم سے یہ علامت شروع ہوئی حضرت امام حسن علیہ السلام نے کمال دانائی و بردباری اور عالی ہمتی اور قومی ہمدردی سے اوسکو مٹایا اور ترک خلافت کیا۔ مگر حضرت عبداللہ ابن زبیر نے حجاز مین مستقل حکومت قایم کرنے سے پھر اوس علامت کو تازہ کیا مگر تہوڑا ہی زمانہ گذرا تہا کہ عبدالملک ابن مروان نے اوس حکومت کو برباد کردیا عبداللہ ابن زبیر بھی شہید ہوئے اور پھر کل سلطنت اسلامیہ کا مدار ایک مرکز پر جمع ہوگیا اور عروج جیسا کہ تہا پھر قایم ہوا۔ گو بنی امیہ کی سلطنت بھی بنی فاطمہ علیہا السلام اور علویون اور عباسیون کے اندیشہ سے خالی نہ تھی مگر وہ ایسی مستحکم تھی کہ ایک زمانہ تک کوئی شخص اوسکو ہلا نسکا۔

مگر عباسی اپنی دہی اور دور اندیش اور خاموش تدبیرون مین کامیاب ہوئی بنی امیہ کو اونہون نے نکالا اور خود سلطنت حاصل کی مگر پوری قوت ایک مرکز پر قایم نرہی بنی امیہ کے خاندان کا ایک شخص عبدالرحمن اندلس مین جا پہونچا اور وہان ایک مستقل جداگانہ سلطنت قایم کرنے مین کامیاب ہوا اور سلطنت اسلامیہ دو ٹکڑے ہوگئی باینہمہ عباسیون کے وقت مین مسلمانی سلطنت غایت درجہ کمال پر ترقی کرگئی تھی مگر عیش وعشرت اور مظالم بہی خصوصاً سادات پر اپنے درجہ کمال پر پہونچ گئے تہ عہد جوانی ختم ہوگیا تہا۔ اور مطابق قانون طبیعی کے بڑہاپے کا زمانہ شروع ہونے والا تہا وہ آموجود ہوا اور کسی تدبیر سے نہین رکا سلطنت کے ٹکڑے ہونے شروع ہوگئے پھر ادریس نے ایک مغربی سلطنت قایم کی اور بربر اور مغیلہ اور زناتہ اوس سے شریک ہوگئے پھر شیعون نے خروج کیا اور کتامہ اور صنہاجہ کی مدد سے مغرب اور افریقیہ مین ایک اور سلطنت قایم کی اور مصر اور شام اور حجاز پر بھی قبضہ کرلیا اور عباسیون کو برباد کردیا اب تین مسلمانی سلطنتین قایم ہوگئین ایک عباسیون کی

دوسری بنی امیہ مجددین کی اندلس مین اور عبیدیین کی افریقہ اور مصر اور شام اور حجاز مین-

بعد اسکے عباسیون کی سلطنت کے اور بہی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے- سامانیون نے خراسان اور ماوراءالنہر مین سلطنت قایم کی- علویین نے دیلم وطبرستان مین- یہان تک کہ اونہون نے عراقین اور بغداد پر بھی قبضہ کرلیا- پھر سلجوقی اوٹھے اور اونہون نے ان سب کو مار ہٹایا مگر پھر اونکی سلطنت کے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اسیطرح سلطنت مغاربہ پر جو صنہاجیہ اور افریقیہ مین تہی بادیس کی بہادیون اوسکے چچا حماد نے خروج کیا اور سلطنت کے دو ٹکڑے ہوگیے- موحدین کی سلطنت کا بھی جو افریقیہ مین تھی یہی حال ہوا- بنوابی حفص نے خروج کیا انہون نے ملک بالیا اور ایک سلطنت قایم کردی اسیطرح تمام افریقیہ کے ٹکڑے ٹکڑے پر جدا جدا سلطنتین قایم ہوگیین اور مجموعی طاقت جو مسلمانی سلطنت کی تھی ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ ہوگئی-

تمدن عرب

پر

ریویو

(سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو رسالہ نمبر (۵) جلد ۱ صفحہ ۱۵۹)

موسیولیبان نے اپنی کتاب کے آخر مین عربون کی ترقی اور تنزل کے اسباب پر بحث کی ہے یہ بحث نہایت دلچسپ اور عمیق اور غور سے پڑہنے کے قابل ہے- اس مضمون پر خود مسلمانون نے بھی ایسی گہری نظر نہین ڈالی اور نہ کبھی ایسی عالمانہ اور محققانہ روش اختیار کی ہے جس سے ہکو اپنی ترقی اور تنزل کے اسباب کا صحیح اندازہ ہوسکے- اسمین شک نہین کہ ایک قوم کی ترقی اور تنزل کے اسباب دوسری قوم کے لیے عبرت اور رہنمائی کا ذریعہ ہوتے ہین- اور یہی سبب ہے کہ زمانۂ حال مین یورپ کے علما نہایت بے تعصبی اور انصاف پرستی سے متفاوت قومون کی تاریخی سرمایہ کو فراہم کرتے ہین- انکی یادگارون کو نہایت غور سے مطالعہ کرتے ہین انکی تمدن کے عروج اور زوال پر نہایت گہری نظر ڈالتے ہین- اور اُن اسباب کا سراغ لگاتے ہین جن سے ان قومون نے شایستگی کا علم بلند کیا یا اپنے تئین جہالت اور پستی کے سمندر مین غرق کردیا- اگر ہم بھی کم سے کم اپنی ترقی اور تنزل کے صحیح اسباب معلوم کرسکین تو وہ رستہ جسپر آیندہ زمانہ مین ہکو چلنا چاہیے صاف صاف نظر آجائے گا-

موسیولیبان نے عربون کی ترقی کے اسباب مین سب سے پہلے اُس زمانہ کو شمار کیا ہے جس مین اسلام کا ظہور ہوا- وہ لکھتا ہے کہ اُس زمانہ مین پرانی دنیا کے کل حصے متزلزل ہوچکے تھے اور انکو بالکل منہدم کردینے کے لیے پیراون اسلام کا انکو محض ہاتھہ لگانا ہی کافی تھا"- ہم اسبات کو توبیشک تسلیم کرتے ہین کہ اُس زمانہ مین جزیرہ نماے عرب کی گردوپیش جو قومین حکومت کررہی تھین انکو انہین کے زمانۂ عروج کی نسبت بہت کچھہ زوال ہوگیا تھا مگر بمقابلہ اُس قوم کے جو ریگستان سے ترقی کرنے کو اٹھی اُن مین اتنا دم خم ضرور باقی تھا کہ اس نئی اور کمزور قوت کو آسانی سے دبا سکین اور اُبھرنے نہ دین- اُس زمانہ مین نہ عربون کی فوج قواعد دان تھی، نہ اعلی فنون جنگ سے واقف تھی، نہ اُن ہتیارون سے مسلح تھی جن سے اُنکے حریف آراستہ اور پیراستہ تھے- نہ وہ اسقدر دولتمند اور طاقتور تھے جسقدر کہ ایرانی اور رومی باشندے تھے- بلکہ عربون کو بہ نسبت اپنے آس پاس کی قومون کے

تمدن اور شائستگی مین کوئی نسبت نہین تھی۔ ان قومون کا تمدن ایسا بودا اور کمزور ہرگز نہ تھا کہ عربون کے محض ہاتھہ لگانے سے منہدم ہوجاتا۔ آج کل بھی یورپ کی بعض ایسی قومین موجود ہین جو اگرچہ اپنی ناموری اور شہرت کے زمانہ کو خیر باد کہہ چکی ہین اور اُن کا وہ اقبال اور وہ عروج قایم نہین رہا جو کسی زمانہ مین قایم تھا مگر افریقہ یا ایشیا کی کوئی قوم اُن پر حملہ کرکے اُن کو ملیامیٹ نہین کرسکتی۔

عربون کے قومی خصائص کو بھی موسیو لیبان نے ترقی کے اسباب مین شمار کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اُن مین ہمیشہ سے جنگجوئی کی خصلت موجود تھی جو پہلے خانہ جنگی مین صرف ہوتی تھی۔ مذہب اسلام قبول کرنے کے بعد وہ قوت جسکے اجزا منتشر تھے، ایک مرکز پر جمع ہوگئی اور غیر قومون کے مقابلہ مین صرف ہونے لگی۔ اسکے بعد وہ لکھتا ہے کہ "مذہب اسلام نے ایک قومی تخیل پیدا کردیا جسکے لیے پیروان اسلام جان دینے کو موجود تھے۔ رومیون کا تخیل شہر روم کی ترقی تھا۔ عیسائیون کا تخیل آسایش عقبیٰ کا حاصل کرنا۔ اسی طرح دنیا کی ہر قوم جس نے ترقی کی منزل مین قدم رکھا، کسی نہ کسی تخیل کی سایہ مین حرکت کرتی رہی ہے۔ کسی ایک تخیل کی پرستش کرنا ترقی انسانی کا بہت بڑا سبب ہے جب کوئی تخیل کسی قوم مین باقی نہین رہتا تو اُسی وقت سے اُسکا زوال شروع ہوجاتا ہے"۔

موسیو لیبان نے ایک سبب عربون کی کامیابی اور ترقی کا یہ بیان کیا ہے کہ اُنھون نے رومیون کے فن جنگ کو سیکھا اور وہ اس فن مین اُنکے برابر ہوگئے۔ اس مین شک نہین کہ قرن اول کے مسلمانون کی ترقی اور عروج کا سب سے بڑا باعث یہ بھی تھا کہ غیر قومون سے کسی بات کے سیکھنے مین پرہیز نہین کرتے تھے۔ تاریخ مین بیشمار مثالین اس دعوی کے ثبوت مین مل سکتی ہین۔ زمانۂ حال مین یورپ کی تمام قومون کا بھی اصول ہے کہ ایک قوم دوسری قوم کے تمدن کو بے تکلف حاصل کرتی ہے۔ اسی دوڑ دھوپ اور کشمکش کا نتیجہ یہ ہے کہ تمام قومین قوت اور عظمت مین ایک دوسرے کے برابر ہین۔ اور ایک قوم دوسری قوم کو آسانی سے فنا نہین کرسکتی۔

موسیو لیبان نے عربون کے فتوحات کا، اُنکے مذہب اُنکے نظامات اور اُنکی زبان کی ہر جگہہ آسانی اور تیزی سے پھیل جانے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ "اُنھون نے مفتوحہ اقوام پر ذرا بھی سختی نہین کی۔ نہ مذہب کو بزور شمشیر پھیلایا۔ وہ جہان کہین گئے۔ شام مین۔ مصر مین۔ اندلس مین، ہر جگہہ اُن قومون کے ساتھہ جن پر اُنھون نے فتح پائی، نہایت نرمی اور ملایمت کا سلوک کیا۔ اور اُن کو قانون اور نظامات اور مذہب کی آزادی عطا کی اور اس امن وامان کے بدلے مین جسکی اُنھون نے ذمہ داری کی، اُن سے ایک خفیف محصول (جزیہ) لیا، جو مقدار مین اُس محصول سے کم تھا جو وہ پہلے دیتے تھے۔ دنیا مین کبھی ایسے متحمل اور روادار ملک گیر نہین ہوئے، نہ ایسا نرم اور مہربان کوئی مذہب ہوا"۔

عربون کے نظامات جو آسانی سے ہر جگہہ مقبول ہوئے اُسکی ایک بڑی وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ وہ نظامات نہایت سادہ تھے اور جن متوسط الحال قومون پر اُنھون نے فتح پائی، اُنکی سادہ ضرورتون کے لیے کافی تھے۔ اسکے بعد وہ لکھتا ہے کہ عربون نے جس مرزبوم مین قدم رکھا، اُسکے تمدن کو اخذ کرنے مین بھی اُنھون نے وہی جوش اور ولولہ ظاہر کیا جو ملک گیری اور فتوحات مین ظاہر کیا تھا۔ اسکے بعد اُنکی فطرتی آزادی

خیال اور جدت ادراک نے بہت جلد نئی ایجادین شروع کردین اور علوم و فنون مین ایک ساتھہ ترقی کا قدم بڑھایا۔

اسکے بعد موسیو لیبان نے تنزل کے اسباب بیان کیے مین۔ اور لکھا ہے کہ جنگ جوئی کی فطرت جو عربون کی ترقی کا باعث ہوئی تھی، وہی آخر کار اُنکے تنزل کا باعث ہوئی کیونکہ جب فتوحات کا دایرہ وسیع ہو چکا اور کوئی دشمن نہ رہا تو وہی فطرت تھی جس نے اُنکو خانہ جنگیون پر آمادہ کیا۔ ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اسپین اور سسلی خانہ جنگیون ہی کی وجہ سے اُنکے ہاتھہ سے نکل گیے اور اُنکی باہمی رقابت جو برابر جاری رہتی تھی، عیسائیون کی کامیابی اور ترقی کا باعث ہوئی

بہت بڑا سبب مسلمانون کے تنزل کا جو موسیو لیبان نے بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ سخت قانون جسکے سبب سے عرب کے مختلف قبایل ابتدائی حالت مین ایک۔ علم کے سایہ مین جمع ہو گئے اور ایک فاتح قوم بنگئے، اُسی وقت تک مفید تھا جب تک کہ پیروانِ اسلام کی ضرورتین احکام قرآنی کے مطابق رہین جب تمدن کا دائرہ وسیع ہونے لگا تو معلوم ہوا کہ اُن احکام سے کوئی مفر نہین ہے۔ وہ نظامات جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین عربون کی ضرورتون کے پرتو تھے، چند صدیون کے بعد اُن ضرورتون کو پورا نہ کر سکے۔ قرآن مجید مذہبی احکام ہی پر مشتمل نہ تھا بلکہ ملکی اور معاشری دستور العمل بھی تھا اور بوجہ وحی منزل ہونے کے اُسمین تبدیلی ناممکن تھی۔ پس جو سبب اُنکی ابتدائی ترقی کا تھا، وہی آخر کار اُنکے تنزل کا سبب ہو گیا۔

ہم کو افسوس ہے کہ موسیو لیبان نے اس مقام پر غور و فکر سے کام نہین لیا۔ موجودہ مذہب اسلام دو قسم کے احکام کا مجموعہ ہے۔ ایک تو وہ احکام جو قرآن مجید مین شامل ہین اور جو نجماً نجماً بطور وحی کے نازل ہوئے ہین۔ دوسرے وہ احکام جو فقہا کے اجتہاد سے پیدا ہو گئے ہین دوسرے قسم کے احکام جو غلطی سے وحی منزل کی طرح واجب العمل سمجھے گیے ہین، اُنکو مسلمانون کے تنزل سے کوئی تعلق ہو یا نہ ہو، ہم اس بحث مین پڑنا نہین چاہتے۔ مگر ہمکو اسبات پر پورا یقین ہے کہ قرآن مجید مین کوئی حکم ایسا نہین ہے، جو تمدن کے وسیع ہونے کے بعد کسی قوم کی ضرورتون کے مطابق نہ رہے۔ اگرچہ ہم اس مقام پر اُن احکام کو مفصل بیان کرنا اور اُنکی نسبت یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ وہ اس انیسوین صدی کی ترقی یافتہ اور اعلی سے اعلی تمدن کے بھی اوسی طرح موافق ہین جسطرح کہ وہ قرنِ اول کی ضرورتون کو پورا کرتے تھے مگر چونکہ خود مصنف نے احکام قرآنی کو نہ مفصل بیان کیا ہے، نہ اُن پر کوئی نکتہ چینی کی ہے، اس لیے ہم بھی تفصیل کی کوئی حاجت نہین سمجھتے ہمکو ہر طرح سے پورا اطمینان ہے کہ مسلمانون کے تنزل کا باعث قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنا نہین ہے بلکہ اُن پر عمل نہ کرنا ہے اور کوئی قوم کتنی ہی اعلی درجہ کی مہذب کیون نہ ہو اُن پر عمل کرنے سے تنزل نہین پا سکتی۔

اسکے بعد موسیو لیبان نے مسلمانون کے ملکی تنزل کا سبب بتایا ہے اور لکھا ہے کہ ایک شخص کا بادشاہ رہنا اور اُسی کے ہاتھہ مین تمام ملک کی فوجی۔ مذہبی اور معاشری حکومتون کا مجتمع رہنا ملک گیری کے لیے تو بہت مفید تھا، لیکن ملک داری کے لیے اسقدر مفید نہ تھا اگر بادشاہ اعلی درجہ کی ذاتی قابلیت نہ رکھتے ہون، تو ساری حکومت متزلزل ہو جاتی ہے۔ اسی طرز حکومت کے باعث سے ملک چھوٹے چھوٹے حصون مین تقسیم ہو گیا۔ صد ہا دن کے

والی جو ان کے نایب تھے، اُن مین بھی فوجی مذہبی اور معاشری
تینون حکومتین مجتمع تھین۔ انکی قوت کو روکنے والی کوئی قوت
نہ تھی اسلیے کچھ عرصے بعد وہ خلفاء سے مستغنی اور خود
مختار ہوگیے۔

یہ سچ ہے کہ ملکی تنزل کا باعث یہی شخصی طرز حکومت
تھا مگر اسلام نے کوئی قانون طرز حکومت کا نہین بتایا۔ نہ کوئی
نص قرآنی اس مطلب کے ثابت کرنے کے لیے موجود ہے
اسمین بھی شک نہین ہے کہ خلفاے راشدین کی طرز حکومت
کا میلان بہ نسبت شخصیت کے جمہوریت کی طرف زیادہ تھا مگر
احادیث مین اس بات کے اشارے پایے جاتے ہین۔
کہ طرز حکومت عام باشندگان ملک کی حالت کا پرتو ہے
اور محکوم رعایا جس درجہ پر ہوتی ہے، اُسی درجہ کے طرز حکومت
پر حکام مجبور ہوتے ہین۔ یہی سب سے عمدہ فیصلہ طرز حکومت
کے باب مین ہے جو زمانۂ حال کے علم سیاست نے بھی
ہمکو بتایا ہے۔ تاریخ کی رو سے بھی ہم یہی بات کہنے پر مجبور ہین
کہ جن ملکون کو مسلمانون نے فتح کیا، اُنکی حالت ہی کا اقتضا
یہ تھا کہ اُن مین شخصیت کے سوا کوئی طرز حکومت اختیار نہ کیا
جائے۔ اور اس کا الزام کسی طرح مسلمانون کے مذہب پر
نہین آسکتا۔

تمدن مین بھی ایک خاصہ تنزل کا موجود ہوتا ہے
جسکی طرف موسیو لیبان نے اشارہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ
وہ تمدن قوم کی عادات و اطوار کو نرم کرتا ہے۔ فہم و ادراک
کو جلا دیتا ہے لیکن جنگجوئی کی خاصیتین نہین پیدا کرتا اور اُس
اخیر بربادی کے لیے جو ہر حکومت کو لازمی ہے، آمادہ کرتا ہے
ایسی قوم پر جس کا ہر فرد آرام سے زندگی بسر کر رہا ہے، بہت جلد
اس قسم کی قوم حملہ کر بیٹھتی ہے جس کا ہر فرد مفلوک ہے
اور اپنی حالت کو بدلنا چاہتا ہے۔ زمانہ قدیم کے بڑے
بڑے تمدن اسی طرح تباہ اور برباد ہوئے ہین۔ یہی حالت
رومیونکی ہوئی اور یہی عربون کی۔ وہ مختلف ملک گیر ترک اور
مغل وغیرہ جنہون نے عربون کی حکومت کو اُسکے عروج کے
زمانہ مین تہ و بالا کر دیا بیشک اُسوقت جبکہ وہ اپنی حکومت قایم
کر رہے تھے، نہایت مفلوکانہ حالت مین تھے اور اُنکے
ہر فرد مین سخت محنت اور انواع و اقسام کی تکلیفین برداشت
کرنے کی صلاحیت موجود تھی۔"

سب سے بڑا سبب عربون کے تنزل کا جو موسیو لیبان
نے بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ اُنہون نے مفتوحہ اقوام
کے ساتھ میل جول بڑھایا اور اُنکے ساتھ خلط ملط ہوگیے
اور اس سبب سے اُنکی قومی خصائص معدوم ہوگئین۔ وہ
لکھتا ہے کہ ایک ہی ملک مین مختلف قومون کا گھل مل
جانا ہمیشہ تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ تاریخ نے ثابت
کر دیا ہے کہ جب مختلف قومین ایک ہی سلطنت کی رعایا ہون
تو اُن پر حکومت قایم رکھنے کے لیے دو شرطین نہایت ضروری
ہین (اول) فاتح قوم کی قوت اسدرجہ مستحکم ہو کہ اُس کا مقابلہ
کرنا ناممکنات سے ہو (دوم) فاتح قوم مفتوح قوم سے ازدواج
و امتزاج نہ کرے اور اُن مین گھل مل نہ جائے۔ یہی دوسری
شرط ہے جسکا عربون نے خیال نہین رکھا اور اسی وجہ سے
عربی خون کی خاصیت بہت جلد بدل گئی۔

غرضکہ عام طور پر مسلمانون کی ترقی اور تنزل کے جو اسباب
موسیو لیبان نے بتائے ہین، وہ صحیح ہین اور ہمکو اُن اسباب کے
ماننے مین ذرا بھی تامل نہین ہے کہ اُس نے یورپ کے اُن
حملون سے جو اسلام کی نسبت بہت کچھ لکھ چکے ہین، ترقی کا
قدم بہت آگے بڑھایا ہے۔ ہمارے نزدیک اُسکی کتاب

بہ نسبت دیگر علماے یورپ کی تصنیفات کے مسلمانون کے مذاق سے بہت قریب ہے اور ہماری زبان کی خوش قسمتی ہے کہ اُسکا ترجمہ شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی بالقابہ نے نہایت سلاست اور روانی سے کیا ہے اور اس سے اُردو ادب مین ایک بیش قیمت کتاب کا اضافہ ہوگیا ہے ہم کو امید ہے کہ یہ کتاب عام طور پر مقبول ہوگی ۔

(وحید الدین سلیم)

مسلمانون کا تمدن

(موسیو سیدیو فرانسیسی کی کتاب تاریخ عرب سے)

تمہید رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابیون نے ملکون کو فتح کیا ۔ مذہب اسلام کو پھیلایا ۔ اونکے جانشین بھی بہ نسبت علم و فن کے ملک گیری کی طرف زیادہ مائل تھے ۔ اسکے بعد مسلمانون مین اندرونی فتنون کی آگ مشتعل ہوئی اس زمانہ مین ملک گیری کا ولولہ فرو ہوگیا مگر کچھ عرصہ کے بعد خاصکر ۸۰۰ھ مین جبکہ نبی امیہ کی سلطنت کا چراغ گُل ہوچکا تھا ، مسلمانون نے دور دراز ملکون پر فتح پائی ۔ ملک شام اور فارس کو ایک طرف دریاے سندھ تک اور ایک طرف بحیرۂ قزوین (جھیل کاسپین) تک پامال کیا ۔ اُنکی فوجین تمام شمالی افریقہ اور جزیرہ نماے اسپین کے وادیون مین پھیل گئین فرانس اُنکی حملہ کے خوف سے لرز گیا تھا مگر جب چارلس مارٹل نے عبد الرحمن اموی کی فوج کو صوبہ تور کے میدانون مین شکست دی اور امن و امان کی روشنی پھیل گئی تو عیسائی فرمانرواؤن کو اُن خلیفون کے نقش قدم پر چلنے کا خیال پیدا ہوا جو اُنکی حمایت مین تھے اور علم و فن کی ترقی دینے مین مشغول تھے ۔ اس روشنی سے جہالت او عناد کی تاریکی دور ہوگئی اور بیشمار نایاب کتابین

پڑھی جانے لگین جو عربی زبان مین لکھی گئی تھین اور مشرقی قومون اور تمام ممالک اسلامیہ مین پھیلی ہوئی تھین ۔ اُن مین سے جو کتابین اس وقت موجود ہین اُن سے دنیا کا سب سے وسیع اور نامور لٹریچر تیار ہوا ہے ۔

منصور عباسی کا زمانہ تحصیل علم کا آغاز منصور عباسی سب سے پہلا تاجدار ہے جس نے عربون کو علم سیکھنے پر آمادہ کیا قدیم عربون کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھون نے سرسری طور پر آسمان کو مشاہدہ کرکے علم ہیئت کے چند عملی فائدے حاصل کرلیے تھے ۔ جسطرح دنیا کی اور قومین اپنے ملک کا مطلع صاف ہونے اور کرۂ ہوا کے شفاف ہونے سے ستارون کے رصد کرنے پر مائل ہوئین ، اسی طرح عرب کے نیلگون آسمان نے اُنکی توجہ کو اپنی طرف کھینچا ۔ وہ چاند کی منزلون کو پہچانتے لگے ۔ نجوم کی پیشین گوئیان کرنے لگے ۔ سیارون کے نام رکھنے لگے ۔ ثوابت کے سامنے اُنکی گردنین عبادت کے لیے جھکنے لگین ۔ اُن کا سال قمری مہینون کے شمار پر تھا مگر نہ اُنھون نے اجرام سماوی کی حرکتون کو قلمبند کیا ، نہ تاریخ کی ابتدا اور انتہا پر غور کیا ۔ یہی وجہ ہے کہ اُنکی تاریخی واقعات کے طویل سلسلہ کو اُس زمانہ تک مرتب کرنا محال ہے جبکہ اُنکی مختلف مذہبون اور عبادت کے مختلف طریقون کو زوال ہوا اور وہ سب کے سب مذہب اسلام کے مرکز پر جمع ہوئے ۔

عرب کے باشندے بالطبع اس بات کی قابلیت رکھتے تھے کہ وہ دنیا کی قومون مین اتحاد اور ارتباط کا وسیلہ ہون اور علم و عمل کا جو سرمایہ اُنکے پاس تھا ، اُسکو اُن قومون کے درمیان پھیلائین جو دریاے فرات سے وادی کبیر تک پھیلی ہوئی تھین یا وسط افریقہ کی جنوبی حصہ مین آباد تھین ۔

باوجود اسکے کہ وہ اپنے مذہب کے سخت پابند تھے اور دیگر مذاہب کے حلقۂ اطاعت مین آنا اپنے لیے ننگ و عار سمجھتے تھے مگر برخلاف بنی اسرائیل کے وہ اُن قومون کے ساتھ جن کو وہ مغلوب کرتے تھے آزادی اور فیاضی سے رشتۂ ازدواج قایم کر لیتے تھے حالانکہ وہ ہمیشہ ایک ملک سے دوسرے ملک مین جاتے اور مقام بدلتے رہتے تھے اس پر بھی نہ وہ اپنی سرشت کو بھولتے تھے، نہ اُن روایتون کو فراموش کرتے تھے، جن سے وطن کی یاد ہر دم تازہ رہتی تھی۔ جرمن قومون نے اپنے وطن سے ہجرت کرکے عرصہ دراز کے بعد تمدن اور شایستگی کے میدان مین قدم رکھنا شروع کیا۔ حالانکہ عرب کے باشندے اپنے ملک سے نکلکر جن ملکون مین داخل ہوئے اُن مین مذہب اسلام کو اپنی کامل اور وسیع زبان کو اپنی لطیف اور پاکیزہ شاعری کو اپنے ساتھ لے گیے پروونس کی شاعری کا ماخذ انہین عربون کی شاعری ہے

نسطوری مذہب کے علما اگر کوئی شخص ملک شام فلسطین اور مصر پر عربون کی فوج کشی کے حالات پڑھکر اُن پر غور کریگا تو اُسکو معلوم ہوگا کہ علم کا شوق اُنکی خمیر مین داخل ہے اور وہ اپنی خداداد قابلیت سے آس پاس کی مہذب قومون سے ملکر علم سیکھتے اور اس مین ترقی کرتے ہین نسطوری مذہب کے عیسائی علما جو اپنے دشمنون سے بھاگتے پھرتے تھے اور جن کا مذہب اُسوقت تک ایشیا کے ملکون مین نہین پھیلا تھا، جب ملک شام مین وارد ہوئے تو شامیون نے اُن سے علم سیکھا اور عربون کو سکھایا نسطوریون نے عراق عرب مین ایک کالج مدرسہ ایدسہ کے نام سے قایم کیا تھا۔ جس مین رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ مین اطبا کا ایک گروہ تعلیم پاتا تھا۔ یہی کالج تھا جسمین عربون نے منطق اور نباتی ادویہ کی ابتدائی تعلیم پائی۔ یونانی فرمانروا زینون [illegible] کے عہد حکومت مین یہ مدرسہ نسطوریون کے مذہبی تعصب کے باعث سے بند ہوگیا۔

ساتوین صدی عیسوی مین نسطوریون نے چین۔ ہندوستان اور فارس مین اپنے مذہبی عقاید اور معلومات کو پھیلایا۔ فارس مین کچھ عرصہ کے بعد انکو ملکی اقتدار حاصل ہوگیا اور اُنہون نے جندیسابور مین جو صوبہ خوزستان کا ایک شہر ہے ایک مدرسہ قایم کیا سینکڑون آدمی تعلیم کے لیے اس کالج مین داخل ہوئے ایتھنز دار الخلافہ یونان مین افلاطون کے طریقہ کا ایک مدرسہ تھا جسٹینین کے عہد مین چند حکما اس مدرسہ سے نکالے گئے جنہون نے فارس مین رہنا اختیار کیا عربون نے جب ایشیا کے ملکون پر حملہ کیا تو فارس مین انکو وہ اصول تمدن ہاتھ آئے جو ان حکما کے باعث سے عام ہو گئے تھے۔ باوجود ان واقعات کے ہمکو ابتک معلوم نہین ہوا کہ منصور عباسی نے علم ہیئت کی تعلیم کس شخص سے پائی اگر کہا جائے کہ وہ ہندوستان کا کوئی عالم ہوگا تو یہ بات اس سبب سے پایۂ اعتبار سے ساقط معلوم ہوتی ہے کہ جب یونان کے علمی کتابین اُنکو دستیاب ہوئین تو اُنہون نے ہندوستان کے علم و فن کی چندان پروا نہ کی۔

یونانی کتابون کا ترجمہ اہل عرب کی تصنیفات علم ہیئت پر۔ منصور عباسی کے بعد اُسکے جانشینون نے علم کے شائع کرنے اور اُسکا دائرہ وسیع کرنے مین اُس زمانہ مین کوشش کی جبکہ تمام یورپ پر جہالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ جو ملک مسلمانون کے ہاتھ پر فتح ہو چکے تھے، اُن کے علما یونان کے اعلی اور مستند کتابون کے ترجمہ کے لیے بلائے گیے عام کتب خانے قایم کئے گیے۔ ایسے مدرسے تعمیر کیے گیے جن مین خاص و عام کو قرآن مجید اور اُسکی تفسیرون کے

علاوہ ارسطو۔ سقراط۔ جالینوس۔ دیسقوریدس۔ اقلیدس۔ ارشمیدس۔ بطلیموس اور ابولونیوس وغیرہ حکمائی یونان کی کتابین پڑہائی جاتی تھین علما کی انجمنین منعقد کی گئین جن مین مشکل اور دقیق علمی مسائل پر بحث ہوتی تھی۔ مہدی اور ہارون رشید کی توجہ سے ان عیسائی علما نے جو ایشیا کے ملکون مین آوارہ پھرتے تھے یونانی اور فارسی کتابون کا ترجمہ سُریانی اور عربی زبانون مین کیا۔ اُنکے عہد حکومت مین جن علما نے شہرت حاصل کی اُن مین سے ایک عالم ماشاءاللہ فلکی ہے جس نے اصطرلاب پر کتاب تصنیف کی۔ ایک عالم احمد بن محمد نہاوندی ہی اور یہ دونون عالم عرب کے قدیم اور نامور علمائی رصد مین شمار کئے جاتے ہین۔ ایک عالم حجازی بن یوسف ہے جس نے سب سے پہلی اقلیدس کی کتاب کا عربی مین ترجمہ کیا۔ اس بات کے ثبوت کے لیے کہ اُس زمانہ مین مسلمانون نے فنون و صنائع مین کس درجہ تک ترقی کی تھی، اُس نازک گھڑی کی طرف اشارہ کرنا کافی ہے جو پانی کی قوت سے چلتی تھی اور جسکو مامون رشید نی شارلمین شاہ فرانس کے دربار مین تحفۃً بھیجا تھا۔ ہارون رشید کے بعد مامون رشید کا درجہ مسلمانون مین وہی ہے جو شہنشاہ آگسٹس کا درجہ رومیون مین تہا۔ اُس نے علما کے ساتھ فیاضی کا برتاؤ کیا۔ قسطنطنیہ کے بادشاہون کے ساتھ ربط و اتحاد بڑہایا۔ یونان۔ مصر اور اسکندریہ کے علما کی کتابین ترجمہ کرائین اور اُنپر بیشمار روپیہ صرف کیا۔ اُسی کے عہدِ حکومت مین یحیی بن منصور نے سند بن علی کے ساتھ ملکر ایک زیچ تیار کی۔ سند نے خالد بن عبد الملک مروزی کے ساتھ ملکر سنہ ۸۳۲ء و سنہ ۸۳۳ء مین ایک نئی زیچ تصنیف کی۔ اِن دونون عالمون اور علی بن عیسی اور علی بن بحتری نے رقہ اور تدمر کے درمیان دائرۂ نصف النہار کی پیمائش کی۔ احمد بن عبداللہ بن حبش نے ستارون کی گردشین قلمبند کین اور تین زیچین مرتب کین چاند گہن سورج گہن دمدار ستارون اور آفتاب کے داغون کا اندازہ کیا۔ ربیعی اور خریفی اعتدال کے نقطے اور منطقۃ البروج کا میلان دریافت کیا بطلیموس کی کتاب مجسطی کی غلطیان درست کین جسکا ترجمہ یحیی بن خالد برمکی کی کوشش سے ہو چکا تہا۔ محمد بن ابراہیم فزاری نے جو عرب کا مشہور عالم تھا ہندوستان کے علم فلک کا یونان کے علم فلک سے مقابلہ کیا۔ احمد بن محمد نہاوندی نے جندیسابور مین اجرام سماوی کا مشاہدہ کیا اور سنہ ۸۳۰ء مین نئی زیچین تیار کین جو مستعمل کے نام سے مشہور ہوئین۔ یہ مشہور علمائے ہیئت مامون رشید کے زمانہ کے ہین۔ محمد بن موسی خوارزمی[51] جس نے مامون کے لیے ہندوستان کے زیچون کا خلاصہ کیا۔ اور اُسکا ہمعصر کندی[52] جو یونانی زبان مین کامل مہارت رکھتا تھا اور جو اپنی تصنیفات مین یونان اور اسکندریہ کی کتابون سے مدد لیتا تھا اور جسکی تصنیفات حساب ہندسہ حکمت۔ نجوم۔ حوادث جویہ اور طب وغیرہ علوم پر قریب (۲۰۰) کے ہین، یہ دونون عالم علمائے ہیئت مین شمار نہین ہوتے بلکہ ریاضی دانون مین شمار ہوتے ہین۔ ابو معشر بلخی نے بھی جو کندی کا شاگرد تہا اجرام سماوی کا مشاہدہ کیا اور ایک زیچ تیار کی جو زیچ ابو معشر کے نام سے مشہور ہے مگر یورپ مین اُسکی شہرت زیادہ تر اُن رسالون سے ہوئی جو اُس نے علم نجوم مین تیار کیے تہے۔

[51] سنہ ۸۵۰ھ مین وفات پائی۔ جبر و مقابلہ کا مشہور عالم ہے جسکی کتاب انگریزی ترجمہ کے ساتھ لندن مین سنہ ۱۸۳۱ء مین چھاپی گئی۔

[52] سنہ ۸۶۰ھ مین وفات پائی۔ اسکی کتاب جو نجوم پر ہے سنہ ۱۵۰۸ء مین وینس مین چھاپی گئی۔

جدید آسمانی مشاہدے۔ یونانی زیچون کی اصلاح اور تکمیل

مامون رشید کے بعد مسلمان تمام علوم مین خاصکر علم فلک مین برابر مشغول رہے۔ محمد۔ احمد حسن نے جو بنی موسی بن شاکر کے نام سے مشہور ہین علم فلک پر خاص توجہ کی انھون نے زیچ کی تکمیل کی۔ آفتاب کے درمیانی حرکت کا حساب لگایا منطقۃ البروج کا میلان جو علم ہیئت کی اصطلاح مین اکلپٹک کہلاتا ہے اپنی رصد خانہ مین دریافت کیا۔ یہ رصد خانہ بغداد کے پل پر باب الطاق کے قریب تھا۔ چاند کے عرض اکبر کے حساب مین جو فرق چلے آتے تھے اسی رصد خانہ مین معلوم ہوئے۔ ابن یونس نے جو زیج حاکمی کا مصنف ہے بنی موسی کی آسمانی مشاہدات پر اپنی زیچ کی بنیاد رکھی اور انکو معتبر سمجھا ہے۔ بنی موسی مین سے محمد[91] نے سیارات کے مقامات بتانے کے لیے تقویمین تیار کین جو انکے زمانہ مین اور اُسکے بعد تک جاری رہین۔ ثابت بن قرہ[92] نے جس نے ۹۰۰ء مین وفات پائی اور جو علم ہیئت مین محمد کا شاگرد تھا بطلیموس کی کتاب مجسطی کو دوبارہ عربی لباس پہنایا اور بطلیموس کی غلطیان جو متقدمین نے نکالی تھین انکی اصلاحین بیان کین اور اپنی طرف سے بہت سی مفید بحثین شامل کین بنی موسی کے بعد محمد بن عیسی نے جو مہانی کے لقب سے ملقب ہے آسمانی مشاہدات کیے اور زیچین تیار کین اسی طرح ابو العباس فضل بن حاتم تبریزی نے کئی زیچین بنائین اور علماے ہیئت کی اُن غلطیون کی اصلاح کی جو مامون کے زمانہ تک چلی آتی تھین اُس نے مجسطی کی شرح لکھی اور اپنی زیچون مین چاند گہن سورج گہن اور سیارات کی محاق کا ذکر کیا۔ اُس کے مشاہدات ۸۵۴ء سے ۸۶۸ء تک جاری رہے تھے۔ یہ زیچین اُسکے بعد (۱۰۰) برس تک جاری رہین مگر اُن مین چند غلطیان باقی رہگئی تھین جنکو ابن یونس نے درست کیا۔ ابن یونس نے بہت سے مقامات پر نیریزی کی تعریف کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علم ہیئت کا بہت بڑا عالم تھا مگر وزنی نے نیریزی کو ریاضی دانون مین شمار کیا ہے۔ مہانی البتہ علماے ہیئت مین شمار ہوتا ہے۔ نوین صدی عیسوی مین مسلمان اُن اصولون اور قاعدون پر عمل کرتے تھے جو بغداد کے علما نے اپنے شاگردون کو سکھائے تھے۔ وہ اصول یہ تھے (۱) معلومات سے مجہول کو دریافت کرو۔ (۲) حوادث آسمانی کی جہان تک ممکن ہو پوری تحقیق کرو۔ (۳) معلول سے علت کی تلاش کرو۔ (۴) جو مسئلہ صحیح ثابت ہو اُسی کو تسلیم کرو۔ یہی وجہ تھی کہ متاخرین نے قدیم عالمون کی تصنیفات کو معتبر سمجھا۔ ثابت بن قرہ نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ مامون رشید کے زمانہ سے جو فلکی مشاہدات اس وقت موجود ہین وہ علم ہیئت مین ترقی کرنے کے لیے کافی ہین۔ اور اس بات پر افسوس کیا ہے کہ سلف کی جو کتابین موجود ہین انکو اس زمانہ کے لوگ نہین پڑھتے۔

بتانی فلکی اور بنی اماجور

مہانی کے بعد بتانی[93] علم فلک کا

---

[91] ۲۵۹ھ مین وفات پائی۔ ریاضی کا مشہور عالم ہے جس نے مسطحات اور کرویات پر رسالے تصنیف کین۔

[92] طب فلسفہ اور ریاضی مین ماہر تھا سریانی اور یونانی زبانین خوب جانتا تھا۔ اسکی بعض تصنیفات کے قلمی نسخے مصر اور یورپ کے کتب خانون مین موجود ہین۔ اس نے بغداد مین آفتاب کا رصد کیا اور شمسی سال کی نسبت اپنی رائے تحریر کی۔

[93] اس نے نقطہ راس وذنب کی حرکت دریافت کی دو چاند گہن اور سورج گہن علی قاعدے سے مشاہدہ کیے اعتدال یعنی اعتدال شتوی کی حرکت کی مقدار کو درست کیا۔ دائرۃ البروج کا میلان جسقدر خط استوا پر ہے اسکو معلوم کیا۔ مثلثون اور زاویون کے حساب مین سب سے اول اسی نے جیب اور وتر کا استعمال کیا (دیکھو حاشیہ صفحہ ۱۸۵)

نامور عالم تھا جس نے چاند اور سورج کی رصد پر چار کتابین تصنیف کین - ایک رسالہ علم فلک پر لکھا - اُس نے سنہ ۸۸۰ع مین رقہ مین اجرام سماوی کا مشاہدہ کیا - اور اپنے زمانہ کے بڑی بڑی معلومات کو مرتب کیا - اہل یورپ کا قول ہے کہ بتانی مسلمانون مین بطلیموس کا درجہ رکھتا ہے - اُس نے سنہ ۹۲۹ع مین وفات پائی - اُس زمانہ کے مشہور علمائے فلک یہ ہین (۱) سہل بن بشار (۲) محمد بن محمد بن یوسف سمرقندی (۳) ابوالحسن علی بن اسماعیل جوہری (۴) ابوجعفر بن احمد بن عبداللہ بن حبش (۵) قسطا بن لوقا البعلبکی (۶) محمد بن حسین بن حامد بن عظامی (۷ و ۸) علی بن اماجور اور اُسکا بھائی ان دونون نے سنہ ۸۸۵ع سے سنہ ۹۳۳ع تک آسمانی مشاہدے کیے اور ایک عجیب و غریب زیچ تیار کی انھون نے آسمانی انکشافات کے لیے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا - یونانیون اور عربون نے اُن سے پہلے چاند کی حرکتون کا جو حساب لگایا تھا اُسمین واضح طور پر فرق ظاہر کیے چاند کے سب سے بڑے عرض کی نسبت بیان کیا کہ اُسکی حدین ہمیشہ یکسان نہین رہتین -

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۴ | اس نے سنہ ۹۲۴ع سے سنہ ۹۶۲ع تک رقہ اور انطاکیہ مین آسمانی مشاہدے کیے - اُسکی زیچ نوریمبرگ مین سنہ ۱۵۳۷ع مین اور بون مین سنہ ۱۶۴۳ع مین چھاپی گئی - فرانس کے عالمون لالانڈ اور ڈیلامبر نے اسکی علمی فضیلت کو تسلیم کیا ہے - اسکی فلکی مشاہدات ایک کتاب مین جمع کیے گئے ہین جو لاطینی مین ترجمہ ہو کر چھاپی گئی ہے - مگر عربی زبان کا قلمی نسخہ جو مولف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے روم کے شاہی محل ویٹیکن مین موجود ہے (سلیم)

سلہ گندی کا معاصر سنہ ۲۵۰ھ مین وفات پائی - اُس نے ہیرن کی کتاب کا جو میکانکس یعنی کلون کے علم مین ہے عربی زبان مین ترجمہ کیا - یہ کتاب فرانس کے علمی میگزین مین سنہ ۱۸۹۴ع مین چھاپی گئی - (سلیم)

| مامون کی وفات (سنہ ۸۳۳ع) کے بعد خلافت کی باگ بارہ | بنوبویہ نے مامون کی علمی کوششون کو از سر نو زندہ کیا - |

شخصون کے ہاتھ مین آئی جنھون نے یکے بعد دیگرے علوم و فنون کے زندہ کرنے اور عالمون کے ساتھ لطف و مدارات کے ساتھ پیش آنے مین ایک دوسرے پر سبقت کی - مگر اطراف ملک سے یکایک چند شخصون نے خروج کیا اور اُنکی مخالفین تک آپہونچے - اب سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے کناسیون - ادریسیون - اور مدراریون نے افریقہ مین فاس مکناسہ - سجلماسہ اور رستامیہ پر قبضہ کیا - بنو عبد الباطی نے طاہرت اور تلمسان پر اغلبیون نے بلاد قیروان پر - فاطمیون نے مصر پر (بعد سنہ ۹۰۵ع کے) دیلمیون نے طبرستان پر (سنہ ۹۲۰ع مین) اس کا باعث یہ تھا کہ ایک شخص طاہر نامی سے خراسان مین مامون کے زمانہ مین بڑی بڑی ملکی خدمتین سرانجام ہوئی تھین مامون نے اُسکو خراسان پر مستقل حاکم کر دیا - اور اسکو سفید و سیاہ کا اختیار دیدیا - اور صوبون کے حاکمون نے بھی عباسی خلیفون سے ایسے ہی اختیارات ملنے کی درخواست کی یہانتک کہ وہ رفتہ رفتہ اپنی صوبون مین خود مختار حاکم ہو گیے اُنکے ساتھ بہت سے ایسے لوگ شریک ہو گئے جو عباسیونکی حکومت سے باغی ہو گیے تھے اور اس بات کا دعوی کرتے تھے کہ اب علویون نے خلافت کا تاج سر پر رکھا ہے - اُنھون نے بعض ملکون پر قبضہ کر لیا - خراسان مین بنو طاہر کے بعد صفاریون نے سنہ ۸۶۰ع سے سنہ ۹۰۰ع تک حکومت کی - اُنکے بعد سامانیون نے وہان حکومت کا جھنڈا بلند کیا - بنوبویہ جنھون نے فارس پر حکومت کی بغداد مین امیر الامرا کے عہدہ پر مامور تھے - گو درحقیقت خلافت کا کامل اقتدار اُنکو حاصل تھا اور خلفا اُنھین کے اشارون پر حرکت کرتے

سے تھے اسی فتنہ و فساد کے زمانہ مین دمشق - شیراز اور سمرقند مین کچھہ لوگ ایسے اُٹھہ کھڑے ہوئے جنھون نے علم کا چراغ روشن کیا طاہر بن عبد اللہ کے زمانہ مین جو بنو طاہر مین سے چوتھا فرمانروا تھا نیشاپور کے علما نے اجرام سماوی کو اصطرلابی دائرہ کی مدد سے رصد کیا - ابن یونس نے اس آلہ کا اپنی تصنیفات مین ذکر کیا ہے - اسکے بعد اسلامی سلطنتون پر انقلاب کی پے در پے آندھیان چلین اور قریب تھا کہ دسوین صدی عیسوی کے ختم ہونے سے پہلے علم کا چراغ گل ہو جائے کہ یکایک بنو بویہ مین سے عضد الدولہ اور شرف الدولہ علم کی حمایت کا علم لیکر اُٹھے - دونون نے کوشش کی کہ مسلمانون مین تحصیل علم کی اُمنگ پیدا ہو - خود بھی اُس زمرہ مین شریک ہوئے جو تحصیل علم مین مشغول تھا -

ابو القاسم علی بن حسین بن محمد بن عیسی جو ابن اعلم کے لقب سے مشہور ہے ستارون کو رصد کرنے اور زیچ کے تیار کرنے مین مصروف ہوا عبد الرحمن صوفی نے علم ہیئت کے اصول پر ایک کتاب لکھی - عضد الدولہ نے عبد الرحمن صوفی کے ساتھہ آسمانی مشاہدے کیے اور اُس سے اور ابن اعلم سے تعلیم پائی - وہ اِن دونون عالمون کی شاگردی پر فخر کرتا تھا اُسکے زمانہ کے مشہور علما یہ ہین (۱) ابو القاسم عبد اللہ بن حسن (۲) خلوصی (۳) موصلی (۴) حسن بن احمد ہمدانی (۵) ویجن بن رستم کوہی (۶) ابو الوفاء - اخیر کے دونون عالم اُس زمانہ کے سب سے بڑے علمائے ہیئت مین شمار ہوتے ہین - دونون نے بیشمار فلکی مشاہدات کیے اور علم ہیئت کی اُن مسائل کی تکمیل کی جنکو اسلام سے پہلے اسکندریہ کے علما نے چھوڑ دیا تھا - عضد الدولہ نے ابو سہل قلکی کو حکم دیا کہ وہ سات ستارون کی حرکتون کو دوبارہ مشاہدہ کرے اور یونانیون کی فرضی مسائل پر نکتہ چینی کرے - شرف الدولہ نے مامون کی طرح اجرام سماوی کے مشاہدات کے لیے بڑے بڑے عالمون کو جمع کیا - اُسکے دربار کے نامور علما حسب ذیل تھے

(۱) ابو الحسن جوزی (۲) ابو اسحاق ابراہیم بن ہلال (۳) ابو سعد فضل بن بولوص شیرازی (۴) ابو الوفاء محمد بن محمد حاسب (۵) ابو حمد بن محمد الصاغانی (۶) ابو الحسن محمد السمری (۷) ابو الحسن مغربی -

انکشافات جدیدہ ابو الوفاء فلکی -

ابو الوفاء[۱] مکینکس یعنی کلون کے علم مین بڑا ماہر تھا - اُس نے ۹۹۵ء مین ایک ربع دائرہ کے ذریعہ سے جس کا نصف قطر (۱۵) گز تھا اکلپٹک یعنی منطقۃ البروج کے میلان کا صحیح اندازہ کیا - اُس نے سب سے پہلے دیوفنطس کی کتاب کا ترجمہ کیا - چاند کی رفتار کے سالانہ تغیر کو ثابت کیا اور اُسکی حرکت کا حساب لگا کر تیسرا اختلاف معلوم کیا جو اختلاف حرکت قمری کہلاتا ہے اور جسکو ٹیخو براہی نے اُسکی وفات سے (۶۰۰) برس بعد دریافت کیا - ابو الوفاء نے بطلیموس کے بیان کو جو چاند کی نسبت تھا خلاف واقع پاکر قدیم تقویمون کو صحیح کیا - اُس نے بہت سی کتابین تصنیف کین جن مین سب سے بڑی کتاب مجسطی ہے - اس کتاب مین اُس نے چند قواعد خطوط مماس اور خطوط قاطع کی نسبت ایسے بیان کیے جن سے دائرہ کی شکلون کا باہمی تعلق وضاحت کے ساتھہ معلوم ہو گیا - ان قواعد کو عرب کے مہندسون نے مثلثون کی پیمایش مین استعمال کیا اور آجکل وہ یورپ کے ریاضی دانون مین جاری ہین - اس وقت سے (۱۰۰) برس

[۱] اس نے اوتار دائرہ پر ایک عمدہ کتاب لکھی - اسی نے سب سے پہلے علم مثلث مین خطوط مماس و قاطع کا استعمال شروع کیا - اُسکی ایک کتاب جو ۳۸۴ھ کی لکھی ہوئی ہے مصر کے خدیوی کتب خانہ مین موجود ہے - (سلیم)

پیشتر عربون نے بتانی کے زمانہ مین وتر دن کی جگہہ جیبون کا استعمال شروع کردیا تھا۔ دائرہ کی شکلون کا تعلق جو ابوالوفاء نے بیان کیا نہایت طویل تھا اور اُسکو آسانی سے ہر شخص نہین سمجہہ سکتا تھا۔ اُسکی ولادت بوزجان مین ۹۳۹ء مین ہوئی ۹۵۸ء مین اُس نے عراق مین سکونت اختیار کی تمام علما نے اُسکی فضیلت کو تسلیم کیا۔ سید علی قوشجی اور ابن سید حسن نے اُسکے زیج پر شرحین لکہین جو زیج شامل کے نام سے مشہور ہے ابوالوفاء کے انکشافات سے معلوم ہوتا ہے کہ بغداد کے علما نے اصطرلاب اور دوربین کی مدد کے بغیر علم ہیئت کے تمام مسائل دریافت کرلیے تھے۔

گیارہوین صدی عیسوی کے آغاز مین بغداد کی جگہہ قاہرہ علمی مرکز بن گیا۔ ابن یونس فلکی زیج حاکمی

جب ایشیا کے ملک جولانگاہ انقلاب ہوگئے۔ سلجوقیون نے غزنویون کے ہاتھہ سے سلطنت چہین لی۔ کرمان۔ حلب۔ روم اور دمشق مین نئی حکومتین مکھڑی ہوگئین جو فارس کی سلطنت کو سالانہ خراج دیتی تہین۔ صلیبی لڑائیان برپا ہونے لگین جو (۲۰۰) برس سے زیادہ عرصہ تک قایم رہین اور مغلون نے تاخت و تاراج کا بازار گرم کیا۔ تو بغداد کا علمی مرکز اپنی جگہہ سے ہل گیا اور وہ زمانہ قریب آیا جبکہ اسپین اور بلاد مغرب کے سوا تمام ملکون سے علم کی روشنی کافور ہوجائے۔ اُسوقت فاطمیون کے جاہ و جلال کا مرکز قاہرہ تھا۔ آخر کار وہی بغداد کی جگہہ مسلمانون کا جدید علمی مرکز بن گیا۔ عزیز اور حاکم بامر اللہ کے زمانہ مین قاہرہ کا مشہور عالم عقلی تھا ابن یونس بھی اُس زمانہ کا نامور عالم تھا جس نے[۵۱] علم ہیئت مین ابوالوفاء کی تقلید کی اور اُس رصد خانہ مین جو جبل مقطم پر تھا زیج حاکمی تصنیف کی۔ یہ زیج تمام مشرقی ملکون مین بجائے بطلیموس کی مجسطی اور علمائے بغداد کی کتابون کے جاری ہوگئی۔ اُس نے ایک خاص قسم کا ربع دائرہ اور گھڑی کا لنگر ایجاد کیا۔ اُسکی وفات ۱۰۰۸ء مین ہوئی۔ اُسکی زیج فارس مین ۱۰۷۹ء مین شایع ہوئی۔ اسکے بعد علما کی ایک جماعت علم فلک کے ترقی دینے مین مشغول ہوئی۔ انمین سے ابن ہیثم[۵۲] نے (۸۰) سے زیادہ کتابین تالیف کین اور ایک مجموعہ مشاہدات فلکی کا مرتب کیا۔ مجسطی کی شرح لکھی اقلیدس کی تعریفات کی تشریح کی۔ ایک رسالہ علم مناظر اور علم روشنی پر لکھا۔ ایک مختصر کتاب معلومات ہندسیہ کے نام سے تیار کی۔ ابن البندی نے ۱۱۴۰ء مین جب القاہرہ کا کتب خانہ دیکھا تو اُس مین (۶۰۰۰) کتابین ریاضیات اور فلکیات کی موجود تہین۔ انکے علاوہ دو کُرے تھے ایک بطلیموس کا۔ دوسرا عبدالرحمن صوفی کا۔ باقی آیندہ

(وحیدالدین سلیم)

علم و مذہب

نمبر ۱

تعلیم و تربیت اور مذہب

تعلیم و تربیت جسے کلچر یا تعلیم کہتے ہین کیا چیز ہے؟ مذہب کو تعلیم و تربیت سے کیا تعلق ہے؟ اور یونیورسٹی لیف کا کیا مقصد ہے؟ یہ تین اہم اور مشکل اور ضروری سوال ہین۔

---

[۵۱] ۳۹۹ھ ہجری مین وفات پائی۔ اس نے فلکی حسابات کے جو طریقے مصر مین جاری کیے تھے۔ انکو یورپ کے علمائے ہیئت نے اختیار کرلیا تھا۔ اسکی زیج زیج کبیر حاکمی کے نام سے مشہور ہے چار جلد نمین ۱۸۰۴ء مین مع فرانسیسی ترجمہ کے چہاپی گئی۔ اسکی ایک کتاب "تعدیل محکم" ہے جو چاند اور سورج کی تقویم ہے اُس کا قلمی نسخہ کتب خانہ خدیویہ مین موجود ہے (سلیم) [۵۲] ہندسہ اور ہیئت کا مشہور عالم ہے ۴۲۹ھ مین وفات پائی۔ اسکی وہ کتاب جو علم مناظر پر ہے لاطینی زبان مین ترجمہ ہوئی ہے اور سوئٹزرلینڈ کے شہر بازل مین سات جلدون مین چہاپی گئی ہے۔ (سلیم)

جو اس زمانہ مین عموماً کیے جاتے ہین - اور یہ تین نہایت دقیق اور پیچیدہ اور مختلف فیہ مسائل ہین جن پر آج کل بڑی بحثین ہوتی ہین - ہمارے ملک مین اگرچہ مغربی ممالک کی طرح ان باتون کی طرف عام توجہ نہین ہے مگر مغربی علوم کی شعاعین چونکہ یہان بھی نظر آنے لگی ہین - اس لیے ہمارے تعلیم یافتہ گروہ مین بھی یہ سوالات کیے جاتے ہین اور یہان بھی ان نازک مباحث پر توجہ ہونے لگی ہے - اور جس طرح لوگون کا شوق مغربی چیزون کی طرف دنیاوی باتون مین بڑھتا جاتا ہے اسی طرح ہم دیکھتے ہین کہ دماغی اور خیالی باتین بھی یورپ کی نہایت دلچسپی سے دیکھی اور نہایت خوشی سے قبول کیجاتی ہین - اور جیسا کہ عموماً دیکھا جاتا ہے یہ خیالات صرف کالجون اور اسکولون اور انگریزی خوانون ہی پر محدود نہین رہتے بلکہ غیر محسوس طور پر اوسکا اثر دوسرے لوگون پر بھی یہان تک ہے کہ اوس گروہ پر بھی جو مغربی خیالات سے متنفر اور اوسکے اثر سے اپنے آپکو محفوظ رکھنے کا مدعی ہے ہو رہا ہے اور وہ دن بہت قریب ہے کہ مغربی خیالات اس ملک مین عموماً پھیلین اور علمی مسائل عام لوگون کی زبانون پر آنے لگین اور اوسکے نتیجے اپنا نمایان اثر پیدا کرین اور وہ اثر سوای اسکے کیا ہو سکتا ہے کہ مذہب کی طرف سے بے اعتنائی اور مغربی علوم کی تیز روشنی دلکی آنکھون مین خیرگی پیدا کرے اور مذہبی نور باقی نہ رکھے - یہ صرف خیال ہی خیال نہین ہے بلکہ اوسکے آثار نمایان ہین یہ خیالی بہت بہت لوگون کے سامنے ہین اور اس مغربی جادو سے اکثر تعلیم یافتہ دیوانے ہو رہے ہین - اور کوئی امر اسکا مانع نہین ہے کہ وہی حالت جو یورپ کی ہے یہان نہو اور تعلیم و تربیت دین و مذہب کو خیر باد نہ کہے -

ہم دیکھتے ہین کہ باوجودیکہ ابھی تک فلسفہ اور سائنس کا پورے پورے طور پر یہان چرچا نہین ہے مگر جو کچھ مغربی تعلیم یہان ہو رہی ہے اوسکے مضر اور مہلک اثر صاف نظر آتے ہین اور کامل تعلیم نہونے کے سبب سے اوس سے بچنے کی کوئی تدبیر نہین ہے ہم یورپ کی تعلیم و تربیت کے عمدہ فوائد اور پاکیزہ نتایج سے تو محروم ہین مگر اوسکے زہریلے پھل ہمارے بچون کی روحانی زندگی تمام کر رہے ہین - یہ ہمارے اختیار سے خارج ہے کہ ہم یورپ کی تعلیم و تربیت سے اپنے ملک کو بچائین (اور نہ یہ ہمارے لیے مفید ہے) ہان افسوس اسپر ہے کہ اسکا کچھ انتظام نہین ہے کہ ہم اوسکے فوائد سے تو متمتع ہون - مگر اوسکے نقصانون سے محفوظ رہین - پچھلے زمانہ مین منطق کی حمایت سے اکثر کوتاہ اندیش حامیان مذہب نے علوم فلسفہ کو روکنا چاہا اور اسی کو مفید سمجھا - مگر تاریخ شاہد ہے کہ نہ اونکی کوششون کا کچھ اچھا اثر ہوا اور باوجود اونکی سطوت اور جبروت کے حکمت و فلسفہ کی اشاعت نہ رک سکی اور جب تک کہ ایک گروہ ایسا پیدا نہوا جس نے ایک طرف حکمت و فلسفہ کی تحصیل اور دوسری طرف مذہب کی حمایت پر کمر ہمت باندھی اور براہین عقلیہ اور قضایاے منطقیہ سے مذہبی مسائل کے ثابت کرنے اور بینات علمیہ اور دلائل فلسفیہ سے علمی تحقیقات اسلامیہ کو سچے فلسفہ اور تحقیقی علوم سے مطابق کرنے پر کوشش کی اوس وقت تک نہ اسلام کی خوبیان دنیا پر ظاہر ہوئین، نہ اہل حکمت نے اوسے عظمت اور استحسان کی نظر سے دیکھا، نہ تعلیم یافتہ گروہ ان علوم کے مہلک اثرون سے محفوظ رہا -

یورپ مین بھی حامیان مذہب اب وہی کر رہے ہین جو ہمارے بزرگون نے علم و مذہب کے مشترکہ فوائد سے متمتع ہونے کے لیے کیا تھا - فرق اتنا ہے کہ یورپ مین

صدیون تک مذہبی دیوانون نے تعلیم و تربیت اور علم و حکمت
کو نفرت کی نظر سے دیکھا اور سلطنت کی حمایت سے اوسے
اپنے حدود مین داخل ہونے دیا مگر علم کا سیلاب جب اُن
سے نہ رک سکا اور الحاد و دہریت اور بے دینی اور لاادریت نے
مذہب کے مقبوضہ ممالک پر قبضہ کرنا شروع کیا تب صدیا
کے بعد یورپ مین بھی حامیان مذہب نے مذہبی حمایت کا طریقہ بدلا اور علم
و حکمت سے ترک تعلق کیا - اور نقص و عداوت چھوڑ کر اوس
سے اتحاد اور دوستی پیدا کرنی شروع کی اور اسے خیر مقدم کہا
اگرچہ یہ نہین کہا جا سکتا کہ عیسائی مذہب کو اس مین کہان تک
کامیابی ہوئی ہے یا ہو سکتی ہے - کیونکہ اوس کے ایسے
اسرار اور بہت اور عقاید و نکتے ہین کہ جنکا تعلق خیالات پر اپنی بنیاد
قایم کر رکھی ہے کہ سائنس اور فلسفہ کے ساتھ اوسکا تطابق
کرنا ممتنعات سے ہے - مگر اسپر بھی حامیان مذہب کا ایک
گروہ کثیر اسی طرف متوجہ ہے - وہ مذہب سے پرانے غلط
خیالات اور بیہودہ اصول خارج کر رہا ہے اور اُن مسایل کو
جو ایک زمانہ مین مذہب کے اصلی اجزا سمجھے جاتے تھے
اوہام کہکر چھوڑ رہا ہے اور دہریت اور لاادریت کے مقابلہ
مین روحانی قوت دکہا رہا ہے - اگر ایک طرف حامیان دہریت
اور شایقین لاادریت کتابین تصنیف کر رہے ہین تو دوسری
طرف محافظان مذہب دین کی حمایت مین رسالے لکھ
رہے ہین -

مگر افسوس ہے کہ ہمارے ملک مین مغربی تقلید کچھ
ایسی اندھا دھند ہی سے جاری ہو رہی ہے کہ اوسکے مفید اور
پاکیزہ باتون کی طرف سے تو بے اعتنائی برتی جاتی ہے مگر
اوسکے ضرر انگیز اور تباہ کن خیالات خوشی سے قبول کیے جاتے
ہین - کالج بھی قایم ہو رہے ہین - یونیورسٹیان بھی جاری ہین
تعلیم و تربیت کی بھی فکر ہے - فلسفہ اور سائنس کی بھی تعلیم
ہو رہی ہے - مگر مذہبی تعلیم اور روحانی تربیت بالکل مفقود ہے
اور اگر کہین برائے نام جاری ہے تو وہ اُسی اصول اور طریقہ
پر جسکی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ **اثمهما اکبر من نفعهما**
مرحوم سر سید نے اسکی طرف توجہ فرمائی اور اسکی ضرورت محسوس
کی تھی اور اُسکے اسباب بھی جمع کرنے شروع کیے تھے اور
اسی مقصود کے حاصل ہونے کے لیے محمدن یونیورسٹی کی
بنا ڈالی تھی - جہان تک اون سے ہو سکا مغربی تعلیم کے
حاصل کرنے کے ساتھ اُسکی مہلک اور مضر باتون سے اپنی
قوم کو بچانے مین نہایت صدق دل اور پاک نیت سے قابل
قدر کوششین کین اور اپنی دماغی اور علمی قوت سے جہان تک
ہو سکا مذہب کی حمایت مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا - مگر افسوس
ہے کہ وہ دنیا سے چل بسے اور اُنکے ارادے پورے نہ ہوئے
اور بہت سی اونکی آرزوئین دل ہی مین رہ گئین - مگر پھر بھی جو کچھ
اُنہون نے کیا وہ بہت قدر کے لایق ہے اور مسلمانون مین
تعلیم کی اشاعت کے ساتھ جو کچھ اسلام کی حفاظت اُنہون نے
کی وہ نہایت شکر کے قابل ہے - خدا اونکو جزای خیر دے
اور دوسرون کو اُنکے دکھائے ہوئے رستہ پر چلنے کی توفیق
عطا کرے -

مین نے اونکی زندگی مین اپنی سمجھ اور استعداد کے موافق
تھوڑا بہت اون کا ساتھ دیا اور اونکی صحبت کی برکت سے مجھے
بھی اِن نازک مسایل سے واقفیت حاصل کرنے کا شوق
پیدا ہوا - گو میرے بعض خیالات مذہب کے متعلق اُن سے
مخالف تھے مگر اُن کے اصول مین دل سے پسند کرتا تھا اور
اُنکی کوششون کو مفید اور اونکے بتائے ہوئے رستہ کو
صراط مستقیم سمجھتا تھا - مینے ایک مدت تک جو بارہ برس

سے کم نہین ہے نہ صرف اپنے اُن پیشواؤن کی تصانیف دیکھنے پر قناعت کی جو فلسفہ و مذہب دونون کے حامی اور دین و حکمت دونون کو متحد سمجھنے والے تھے۔ بلکہ اُن کتابون اور تحریرون کے دیکھنے مین بھی بہت مصروف رہا جو اس زمانہ مین یورپ کے حامیانِ مذہب کر رہے ہین۔ مگر افسوس ہے کہ اپنی بے بضاعتی کی وجہ سے نہ پہلی تصنیفات سے پورے طور پر مستفید ہو سکا۔ اور نہ یورپ کی زبانون کی ناواقفیت کی وجہ سے دوسری قسم کی کتابون کے مضامین سے پوری واقفیت حاصل کر سکا۔ مجھسے زیادہ کوئی میری بے بضاعتی سے واقف نہین ہے اور نہ میری اس اہم اور نازک مسائل پر قلم اٹھانے کی عدم اہلیت کو مجھسے زیادہ کوئی جانتا ہے مگر مین دیکھتا ہون کہ سر سید کی وفات کے بعد کسی طرف سے کوئی صدا نہین آتی اور کسی کا پیرزدہ قلم ان دقیق مباحث کی تحریر پر نہین اُٹھتا۔ ہر طرف سکون ہے اور ہر شخص ساکت ہے گویا سر سید کے ساتھ یہ مذاق بھی دنیا سے اوٹھ گیا۔ مجھسے نہ یہ سکوت دیکھا گیا، نہ اوس افسردگی اور پژمردگی پر جو لوگون کی طبیعتون پر چھا رہی ہے تحمل سے صبر ہو سکا۔ اس لیے مین لاچار و مجبور ہو کر اُس راہ پر چلنے کا ارادہ کیا ہے جس پر چلنے کی مجھے طاقت نہین ہے مگر شوق ہے۔ اور اُس بوجھ کے اُٹھانے پر متوجہ ہوا ہون جس کے اُٹھانے کی قوت نہین ہے مگر ضرورت ہے۔ مین خوب جانتا ہون کہ میری کوششین کچھ زیادہ مفید نہونگی اور میری تحریرین نہایت ہی ناقص و ناتمام رہینگی مگر کیا عجب ہے کہ اس سے یہ سکوت ٹوٹ جائے اور جو لوگ اس قسم کی تحریرون کی اہلیت رکھتے ہین، وہ میری غلطیون کی اصلاح کرنے اور مذہب و علم کی نازک بحث کو اچھی طرح سے بیان کرنے پر متوجہ ہون اور جو سوالات حل طلب ہین

یعنی تعلیم و تربیت جسے کلچر کہتے ہین کیا چیز ہے؟ مذہب کو تعلیم و تربیت سے کیا تعلق ہے؟ اور یونیورسٹی لیف کا کیا مقصد ہے اُن کے حل کرنے کا ارادہ کرین۔ میرے نزدیک کوئی سمجھدار مسلمان اپنی قوم اور اپنے مذہب کی خدمت اس سے زیادہ نہین کر سکتا جیسا کہ ان مسایل کے حل کرنے اور ان مباحث کے بیان کرنے اور اسلام کو فطرت و علم سے مطابق کرنے اور مسلمانون مین دماغی تربیت کے ساتھ روحانی تعلیم کی ضرورت ثابت کرنے سے کر سکتا ہے۔ اے خدا تو ہمارے علما کو اسطرف متوجہ کر اور ہمارے ممبرون سے علم و مذہب کے متحد ہونیکی آوازین سُنا۔ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(محسن الملک)

علم و مذہب

نمبر ۲

زمانہ کا رجحان یورپین تعلیم و تہذیب کیطرف

یورپین تعلیم و تہذیب کیطرف جو ہمارے زمانہ کا رجحان ہے وہ کوئی پوشیدہ بات نہین ہے۔ اور مغربی خیالات جس سرعت اور تیزی کے ساتھ ہمارے ملک مین پھیلتے جاتے ہین وہ کسی شہادت کے محتاج نہین جسطرح ہم ہر گھر مین یورپ کا اسباب اور فرنیچر افراط سے دیکھتے ہین اور اوسکا روز افزون شوق پاتے ہین۔ اور کوئی ایسی طاقت نظر نہین آتی جو اوسے روک سکے وہی کیفیت مغربی خیالات کی ہے کہ ہر دل مین اوسکا جوش ہے۔ اور ہر طبیعت اوسکے قبول کرنے پر آمادہ ہے۔ روز بروز اوسکے خریدار بڑھتے جاتے ہین۔ اور یہ گرانمایہ متاع مغرب کیطرف سے بکثرت چلی آ رہی ہے۔ نہ کوئی نقاد ہے کہ اوسے پرکھے، نہ کوئی مبصر ہے کہ خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کرے۔ اور یہ حالت ایسی ہے کہ نہ اوس سے کوئی سمجھدار آدمی انکار کر سکتا ہے، نہ اوسکے فواید کے ساتھ جو نقصان ہو رہے ہین

اون سے کوئی دانشمند اپنی آنکھین بند کر سکتا ہے نہ اوسکے عظیم الشان نتایج پر غور کرنے سے کوئی دوراندیش باز رہ سکتا ہے۔ جو لوگ موجودہ زمانہ کے حالات کو دیکھ رہے ہین وہ اس بات کو تسلیم کرینگے کہ تعلیم و تربیت اور مغربی خیالات نے ہمارے مذہب پر اپنا وہی اثر کیا ہے جو ہم یورپ کی تاریخ مین دیکھتے ہین اور ہمارے زمانہ کا رجحان پرانے علوم پرانے خیالات پرانے عقاید کے چھوڑنے پر ویسا ہی ہوتا جاتا ہے جیسا کہ اسوقت یورپ مین نظر آتا ہے۔ یعنی بزرگان دین کا جو تصرف تھا وہ اب یورپ مین مفقود ہے۔ مذہبی تصانیف کا جو اثر پہلے تھا وہ وہان اب معدوم ہے پرانی کتابین گمنامی کی حالت مین پڑگئی ہین پرانے خیالات کی تحقیر کیجاتی ہے۔ نئے خیالات نے ایک نئی تحریک پیدا کردی ہے تھیالجی بالکل سرد اور بے ولولہ اور خالی از جوش بلکہ مردہ ہو رہی ہے مذہب صرف پولیس کا معین اور اوسکا نام محض سوسایٹی مین اتحاد و یگانگت پیدا کرتا سمجھا جاتا ہے۔ جو باتین پچھلے زمانہ مین عموماً آئینہ فخر و ناز سمجھی جاتی تھین اور جن سے مذہب کی خوبی اور حقیت پر استدلال کیا جاتا تھا وہی باتین اب مکروہ اور مذہب مین ہاج اور مذہب کی بدنامی کا باعث معلوم ہوتی ہین۔ اور زمانہ کا رجحان ہر موقع پر گویا کو یہ ہدایت کرتا ہے کہ مذہبی عقاید عقل اور کانشنس کے ماتحت کیے جائین۔ اور تقلیدی ایمان کے بجاے ہر بات کی تنقیح اور تحقیق کیجاے۔ اور ہم دیکھتے ہین کہ خیال کے ہر شعبہ اور زندگی کے ہر صیغہ مین اسی رجحان کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اوسیکا اثر ہے کہ تاریخ مین ہر قسم کے مظاہر اور واقعات کو علل طبعی کی طرف منسوب کرنے لگے ہین۔ الہیات مین اسی رجحان کا اثر ہے کہ تمام مذہبی نظامات کو جو یکے بعد دیگرے پیدا ہوے مذہبی جذبات کی اون حاجتون اور خواہشون کا مظہر سمجھتے ہین جنکا بیج سب آدمیون مین بویا ہوا ہے۔ علم اخلاق مین اوسی رجحان کا یہ نتیجہ ہے کہ اب فرائض صرف وہ سمجھے جاتے ہین جنکو وجدان قلبی یعنی کانشنس فرض بتاتا ہے۔ وہ عقاید جو کسی زمانہ مین مذہب کے اصلی اصول سمجھے جاتے تھے انکو اکثر تعلیم یافتہ کھلم کھلا بیہودہ اور خارج عن المذہب بتاتے ہین۔ اور جن مین صاف صاف کہنے کی جرأت نہین ہے وہ ان کی تاویل و توجیہ کرتے ہین۔ اور بہت ہی تھوڑے ایسے ہین جو دبی دبی زبان اور معذرت کے ساتھ انکی ابتک حمایت کیے جاتے ہین۔

ہمارے ملک مین بھی باوجودیکہ تعلیم و تربیت ابھی ابتدائی حالت مین ہے اور علم کی صرف شعاعین نظر آتی ہین۔ مگر ہم بھی اپنے ملک مین زمانہ کا یہی رجحان دیکھتے ہین۔ اور کیون نہو اسلیے کہ تعلیم و تربیت کا یا یون کہو کہ علم اور سائنس سے بہرہ ور ہونے کا یہ ضروری نتیجہ ہے۔ کہ وہ ایسا میلان پیدا کرے اور تحقیق و ادراک کی آزادی اور علوم و فنون کا شوق طبیعتون کو اسطرف مایل کرے۔ اسی لیے جسقدر تعلیم و تربیت ابتک ہمارے ملک مین پھیلی ہے اور جس نسبت سے ہمارے یہان علم و سائنس سے واقفیت ہوئی ہے۔ اوسیقدر اور اوسی نسبت سے زمانہ کا رجحان تحقیق اور آزادی کی طرف ہے۔ بلکہ ہو رہا ہوتا جاتا ہے۔ اور یہ میلان نہ صرف انہین طبیعتون پر محدود ہے جو مسائل علمیہ سے واقف اور تہذیب و تمدن کے موجودہ اصول سے آگاہ ہین بلکہ جہان جہان ان مسایل اور اصول کے چرچے ہوتے ہین اور جہان جہان سائنس کی روشنی پھیل رہی ہے۔ بلکہ وہ مذہبی آدمی بھی جو اپنے قدیمی خیالات پر قایم رہنے کے مدعی ہین اوسکے اثر سے نہین بچے۔ نئے خیالات جو زمانہ نے پیدا کردیے ہین پوشیدہ پوشیدہ اور آہستہ آہستہ ان دلون مین بھی جگہہ کرتے جاتے ہین جو اس زمانہ کے لٹریچر اور تعلیم کے مخالف ہین۔ اور زمانہ انکو بھی اپنی طرف کھینچے لیے جا رہا ہے جو ان نئی باتون کو افسوس اور حیرت کی نظر سے دیکھتے ہین۔ کیا تم نہین دیکھتے کہ علما التعلیم کے طریقون کو زمانہ کے مطابق کرنے پر مایل ہین۔ واعظین اپنے وعظون مین اپنے تئین کا ڈھنگ پیدا کر رہے ہین۔ نئی تصنیفات مین زمانہ کے رجحان کے نمایان ثبوت پاے جاتے ہین۔ استدلال کا ڈھنگ، بحث کے طریقے زمانہ کے عام میلان کے رنگ مین رنگے ہوے نظر آتے ہین قصص و حکایات کے بیان کرنے کا انداز تک بدلا نظر آتا ہے اور جنکو مغربی علوم سے کچھ بھی واقفیت ہوگئی ہے وہ اپنے تمام خیالات اور اعتقادات کو اوسی پر منطبق کرنے کے خواہان ہین۔ وہ مذہبی باتین جو تھوڑے دن پہلے مذہبی زندگی کے لیے ضروری سمجھی جاتی تھین احدود مذہب سے خارج کیجا رہی ہین۔ کرامتین اور خرق عادتین اگر تسلیم بھی کیجاتی ہین، تو انکو علل طبعی اور قوانین قدرت کیطرف منسوب کرنے کے لیے

کوششین کیجاتی ہین - اور جو باتین تمدن و تہذیب کی ترقی کی مانع ہین اگر وحی والہام کے انکار کے درجہ تک نہ پہونچین تو گو اونپر تمام سوادِ اعظم متفق ہو اُنکا صاف صاف انکار کیا جاتا ہے - اور وہ انسانی رایون کی خطا سے منسوب کیجاتی ہین - اور اگر وحی والہام کے انکار کا خوف ہو تو اون مین تاویلین اور توجیہین کیجاتی ہین غرضکہ کوئی شخص اس انکار نہین کرسکتا کہ شایستگی اور تہذیب کا جو آفتاب مغرب مین نصف النہار پر پہونچ گیا ہے - اوسکی دہیمی دہیمی شعاعین مشرقی ملکون مین بھی نظر آنے لگی ہین اور جو طرزِ خیال یورپ کے ملکون مین پھیل گیا ہے اوسکا کم و بیش اثر مسلمانی ملکون پر بھی ہو رہا ہے - اور یہ انقلاب جہان تک اوسکو مذہب سے تعلق ہے ایسا بین اور نمایان ہے - اور پرانے زمانہ کے خیالات سے اسقدر برخلاف ہے کہ اگر گذشتہ صدی کے مسلمان اوسے دیکھتے تو وہ لامحالہ اس تبدیلی کو اسلام اور مذہب کا تباہ کن سمجھتے اور اب بھی وہ لوگ جو مغربی روشنی سے اپنی آنکھیں بند کیے ہوئے ہین ایسا ہی سمجھتے ہین - مگر یہ حالت نہ تعجب انگیز ہے نہ ایک درجہ تک قابل افسوس تعجب انگیز تو اسلیے نہین ہے کہ جسطرح ہم مادی دنیا مین فصل اور موسم کے اختلافات سے مختلف حالتین پیدا ہوتی دیکھتے ہین اور ایک موسم کے شروع ہونے سے پہلے اوسکے آثار اور نشانیان پاتے ہین اور انسان اوس موسم کے موافق اپنی حالت بدلنے پر مجبور اور آمادہ ہوتا ہے - اور اوسکی مخالفت کا نتیجہ ہلاکت ہے اسیطرح روحانی دنیا کا حال ہے کہ تعلیم و تہذیب کی ترقی ہمیشہ اعتقادات اور خیالات مین تبدیلی پیدا کرتی ہے اور انسانی طبائع مجبور ہین کہ یا وہ اپنے عقاید و خیالات اون تبدیلیون کے موافق کرین یا انکو خیرباد کہین -

اور ایک درجہ تک افسوس کے لایق یہ حالت اسلیے نہین ہے کہ تعلیم و تہذیب کی ترقی مذہب کے اوس روحانی اور اخلاقی حصہ پر کچھ اپنا مخالفانہ اثر نہین کر سکتی جو فطرت آلہی کے مطابق ہے اور جسمین کچھ تغیر و تبدل نہین ہو سکتا - اور ہم دیکھتے ہین کہ اعلی درجہ کے خیالات علم و تہذیب کے اوس مذہب کے عقاید کے ساتھ جسکی بنیاد فطرت پر ہے بغیر کسی قسم کی [illegible] کے متحد و متفق ہو سکتے ہین - اور یہا سے ضرر ناک اثر ہو نہین سکتے بلکہ اور اصلی اعتقادات کو مستحکم اور قوی کرتے ہین - البتہ وہ مذہبی خیالات جو آزادی کے مانع اور فطرت آلہی کی تکمیل کے مزاحم اور زمانہ کی ترقی کے مخالف اور زندگی کی ضروری اور غیر ضروری باتون پر حاوی اور حاکم ہون علم کے مقابلہ مین ٹھہر نہین سکتے - اور جس مذہب کی ترکیب مین یہ عنصر غالب ہون وہ تغیر اور تبدیلی سے بچ نہین سکتا - مگر جس مذہب کا روحانی اور اخلاقی حصہ انسانی جذبات اور خیالات پر فطرت کے موافق اثر پیدا کرنیوالا ہوتا ہے وہ تغیر اور تبدل سے محفوظ رہتا ہے - لیکن تاریخ اور تجربہ سے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی مذہب مین کوئی ایسا تیزاب نہین پایا جاتا جو خارجی خیالات اور عقاید کو جو امتداد زمانہ سے مذہب مین ملتے جاتے ہین گلا دیا کرے - اور بیرونی اجزا کی آمیزش سے اپنے جوہر کو محفوظ رکھے ہر ایک مذہب مین اوس روحانی اور اخلاقی عنصر کے ساتھ جس سے وہ وحی والہام کے ذریعہ سے ابتداءً ترکیب دیا گیا ہے روایات اور مراسم اور اغراض نفسانی اور خیالات انسانی اور علمی مسایل اور غیر محقق واقعات اور قصص و حکایات ملجاتے ہین اور مذہب کے اصلی جوہر کو اپنی اصلیت پر باقی نہین رکھتے - اسلیے جب کسی زمانہ مین نئی دماغی تحریک شروع ہوتی ہے اور نئی نئی تحقیقاتین شایع ہوتی ہین تو اوسوقت لامحالہ عقاید و خیالات قدیمہ کے کسی نہ کسی صیغہ مین کوئی تبدیلی پیدا ہوتی ہے - اور جو باتین اوس زمانہ کے خیالات کے موافق نہین ہوتین ضرور بیکار اور بے سود بلکہ مضر اور زہریلی نظر آتی ہین - مگر واقعی حقیقت یہ ہے کہ عقاید و خیالات کا وہ حصہ جسکی تعلیم وحی والہام سے ہوتی ہے اور جو ازروے فطرت کے انسانی جذبات کے مطابق ہوتا ہے اوسپر کوئی دماغی تحریک اثر نہین کرتی - بلکہ ہر دماغی تحریک سے اوسے قوت اور زیادہ پختگی ہے - ہر مقدس الہی پاک مذہب جو خدا کی طرف سے ہے اوسمین فی نفسہ یہ قابلیت رکھی گئی ہے کہ ہر قسم کے علم و تہذیب کو جو حقیقت و فطرت کے مطابق ہو اوسے جذب کرے اور اوسے بھی مقدس بنائے اپنی آپ بھی اپنے مین شامل کرکے تعظیم و عزت کا مستحق کر دے - اور ہم ثابت کرینگے کہ مذہب اسلام کی ذات ایسا ہے اور اوس مین بھی قابلیت رکھی گئی ہے - تمت

(محسن الملک)

محاصرۂ طرای

المعروف بہ

اِلیڈ

مصنفۂ

ہومر ملک الشعرای یونان

دنیا مین شاید کوئی عالم ایسا نہوگا جو یونان کے نامور شاعر ہومر یا ومیرس کے نام سے واقف نہو اسکی تصنیف کردہ کتب الیڈ و اوڈیسی کو باوجودیکہ تین ہزار برس گذر چکے اہل علم ابتک بڑی قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہین - یورپ مین عموماً اور یونان مین خصوصاً علم ادب تاریخ کی ماخذ یہی کتابین خیال کیجاتی ہین اور جو شخص انکے اعلی مضامین سے ناواقف ہوتا ہی وہ علمای یورپ کے نزدیک بالکل جاہل خیال کیاجاتا ہی سکندر اعظم سفر و حضر مین ہر وقت انکی ایک جلد جسکو ارسطاطالیس نے اوسکے واسطے صحیح کردیا تھا ایک مکلل و مرصع صندوقچہ مین جو اوسنے ایران کی غنائم سے پایا تھا اپنے پاس رکھا کرتا تھا - اس وقت شاید دنیا کی کوئی زبان ایسی نہین ہے جسمین ان لاجواب کتب کا ترجمہ نہو چکا ہو مگر افسوس ہی کہ ہماری زبان اردو ابتک اس نادر و بیمثل ذخیرہ علمی سے محروم تھی لہذا خاکسار نے اس کمی کو محسوس کرکے کولنس کی اڈیشن سے نہایت سلیس و بامحاورہ زبان مین الیڈ کا ترجمہ کیا ہی اسمین علاوہ نفس قصہ کے ہومر کی سوانح عمری اور اوسکی کتابونکی مفصل کیفیت - قدیم یونانیونکی طرز معاشرت اور اون کے اعتقاد کی حقیقت دیوتاؤن کے عجیب و غریب حالات رزم و بزم کی مفصل بیانات اشاعت اسلام سے قبل کی توہمات اور سلطنت روم کی قدیم عایا کی تین ہزار برس قبل کی تاریخی معاملات بڑی شرح و بسط اور عمدگی و دلچسپی کے ساتھ بیان کیگئی ہین - یونانی بہادرون اور انکے دیوتاؤن کی بہت سی تصاویر جو اس کتاب مین درج کی گئی ہین بہت عجیب و غریب و قابل دید ہین ہم امید کرتے ہین کہ اہل ملک اس نایاب و لاجواب کتاب کو ملاحظہ فرماکر حظ وافر و لطف کامل حاصل فرمائینگے قیمت باوجود ضخامت و دلچسپی کے بہت کم رکھی گئی ہی جو صاحب آخر نومبر تک اپنا نام درج فہرست خریداران فرمائینگے اونکی لئے عہ اور جو بعد مین طلب فرمائینگے اونکے واسطے عہ اسکی قیمت مقرر ہے خرچ ڈاک و ویلیو ذمہ خریدار ہی - تمام فرمائشین خدمت مین جناب مہتمم صاحب مطبع مفید عام آگرہ بہت جلد موصول ہونی چاہئین

المشتہر

محمد باسط علیخان ولد مولوی احمد خان صوفی مرحوم و مغفور ساکن محلہ حکیمان شہر آگرہ

مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ

معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ

جلد ۱	یکم جنوری سنہ ۱۸۹۹ء	نمبر ۳

رمضان مغفرت نشان

رمضان - وجہ تسمیہ - روزون کے واسطے ماہ رمضان کی تخصیص کا سبب - لیلۃ القدر - روزہ رکھنا کب فرض ہوا روزونکا رکھا جانا بتدریج درجۂ فرضیت کو پہنچا ہے - روزہ کسکو کہتے ہین - وہ ایام جنمین روزہ رکھنا ممنوع ہے سفر کے کیا معنی ہین - مریض کسکو کہتے ہین - تکمیل روزہ کی روزہ پر ایک فلسفیانہ نظر - حفظ صحت رمضان شریف مین

رمضان رمضان، عربی مہینون کے حساب سے نوان مہینا ہے، اور یہ وہ متبرک مہینا ہے جسمین بعض قیود و شروط کے ساتھ ہر ایک مسلمان کو روزہ رکھنے کا حکم قطعی ہے۔

لفظ رمضان، رمض سے نکالا گیا ہے جسکے معنی لغت عرب مین بہت سے ہین لیکن جو معنی کہ اس موقع کے مناسب ہین وہ شدت حرارت اور جلنا ہے یعنی رمض کے معنی ہین سخت گرمی اور جلنا۔

وجہ تسمیہ زمانۂ جاہلیت مین (یعنی قبل الاسلام) بہت پرانے زمانہ سے عربون مین قمری حساب سے مہینون کا شمار ہوتا تھا لیکن اون مہینون کے نام ان نامون کے سوا دوسرے تھے جنکی تفصیل یہ ہے۔[ف۱]

مروجہ نام		قدیم نام
(۱) محرم	———	موتمر
(۲) صفر	———	ناجر
(۳) ربیع الاول	———	خوان
(۴) ربیع الثانی	———	صوان
(۵) جمادی الاول	———	زباء
(۶) جمادی الثانی	———	بائد
(۷) رجب	———	اصم

ف۱ رسالہ الہلال سے جو مصر مین چھپا جاتا ہے یہ نام لیے گئے ہین۔

(۸) شعبان ———— واغل

(۹) رمضان ———— باطل (ناتق)[۵۱]

(۱۰) شوال ———— عاذل

(۱۱) ذوالقعدہ ———— انہ

(۱۲) ذوالحجہ ———— تبرک

جب اہل عرب مین کسی قدر تمدن کی ترقی ہوئی تو اونکو وہی دشواری محسوس ہونے لگی جو قمری مہینون کو فصلون کے ساتھ عدم مناسبت سے ہوتی ہے یعنی ہر ایک مہینا کبھی گرمی کبھی سردی مین آتے رہنے کی وجہ سے فصل کے جمع کرنیکا یا موسم کے لحاظ سے سفر کرنے - اپنی تجارت وغیرہ کرنے مین یہ اندازہ نہین ہوسکتا کہ کونسا کام کس مہینہ مین کیا جائیگا - اس دشواری کے رفع کرنے کیواسطے یہودیون کی تقلید پر یا تو پانچوین صدی عیسوی مین اور یا شمویل نبی کے عہد مین عربون نے لوند[۵۲] کا مہینہ اپنے یہان داخل کرکے اس وقت سے سبکدوشی حاصل کی اور اوس وقت مین جو مہینا جس موسم کے اندر واقع تھا اوسی کی مناسبت سے نیا نام رکہا گیا اور چونکہ باطل یا ناتق مہینا بہی گرمیون یعنی ستمبر کے مہینہ مین واقع ہوا تھا اسواسطے اوسکا نام رمضان سے تبدیل کیا گیا -

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ رمضان کا نام رمضان اسوجہ سے رکہا گیا ہے کہ وہ روزہ دار کے گناہون کو جلا دیتا ہے لیکن یہ توجیہ صحیح نہین ہے کیونکہ جو فضیلت اس مبارک مہینہ کو حاصل ہوئی وہ بعد بعثت رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی اور یہ نام اوسکا اس سے بہت قبل رکہدیا گیا تھا -

علاوہ اسکے (رمضان) منجملہ اسماے الٰہی کے ایک نام ہے اسواسطے اس مہینہ کو صرف (رمضان) نہین کہنا چاہیئے بلکہ ماہ رمضان یا رمضان کا مہینا کہنا بہتر ہے تاکہ خدائے تعالیٰ کے نام اور مہینہ کے نام مین باہم فرق ہو جائے

روزون کے واسطے ماہ رمضان کی تخصیص کا سبب

رمضان مبارک مین عبادت کے اندر زیادتی کردیجانے یعنی روزون کے رکھے جانے کا سبب یہ ہے کہ اس مقدس مہینہ مین اوس عالی منزلت کتاب کا نزول شروع ہوا ہے جس نے دنیا کی حالت مین ایک تغیر عظیم کردیا اور بنی آدم کو، خونریزی سے (جیسی کہ بربر عرب مین تہی) اور کاہلانہ عیاشی سے (جیسی کہ سلطنت ایران مین تہی) اور جدال وقتال و بیرحمی سے (جیسی کہ رومیون اور ایرانیون مین باہم جاری رہتی تہی) اور عالم وحشت سے (جیسی کہ یورپ اور افریقہ مین تہی) اور دیگر عدم ترقی کے میلان سے (جیسا کہ ہندوستان مین تھا) ، بچا اور انکو شاہراہ ترقی و تمدن پر لگا دیا یعنی قرآن مجید اور فرقان حمید کا نزول شروع ہوا جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ الی آخرہ (سورہ بقر رکوع ۲۳) اسکے اوپر کی آیت اور اس آیت کے معنی ملا کر کیے جائین تو یہ ہین

[۵۱] لغت ابوالضیا مین جو ایک ترکی زبان کا لغت ہے رمضان کا قدیم نام (ناتق) لکہا ہے اور نیز کتاب محیط المحیط مین بہی اس مہینہ کا نام قدیم (ناتق) لکہا ہے

[۵۲] لوند کے مہینہ کا حساب ۱۰ ہجری مین سورۂ توبہ کی اس آیت شریف کے نازل ہونے کے بعد ملک عرب سے اوٹھ گیا (انما النسئ زیادۃ فی الکفر یضل بہ الذین کفروا یحلونہ عاما ویحرمونہ عاما الخ) وجہ لوند کے مہینہ کے خارج کردینے کی جیسا کہ اس آیت شریف مین ظاہر کردیگئی ہے یہی تہی کہ کفار و مشرکین اپنے اغراض وخواہشون کو پورا کرنے کیواسطے مہینون مین گڑبڑی ڈال دیا کرتے تہے یعنی مثلاً محرم کے مہینہ کو جب چاہا محرم کہدیا اور جب چاہا اور کوئی مہینا اوسکو قرار دیدیا اسکے سبب سے ملک مین بے اطمینانی رہتی تہی اور کاروبار مین خلل واقع ہوجاتا تھا -

کہ روزے جس مہینہ مین فرض ہوئے ہین) وہ ' وہ رمضان کا مہینا ہے جسمین قرآن مجید آدمیون کی رہنمائی کے واسطے اوتارا گیا الخ۔

علماء کرام نے لفظ (اُنْزِلَ) یعنی اوتارا گیا پر بہت بحث کی ہے کیونکہ قرآن شریف ایک ساتھ نازل نہین ہوا ہے بلکہ کئی سال کے عرصہ مین نجماً نجماً یعنی تھوڑا تھوڑا کرکے اوترا ہے پھر اسکے کیا معنی ہین کہ رمضان وہ مہینا ہے جسمین قرآن پاک نازل کیا گیا۔ اسکے اوپر تفاسیر خصوصاً تفسیر کبیر مین بہت کچھ لکھا ہی لیکن جو توجیہ سب سے زاید خوبصورت اور نیچرل بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ابتداء نزول قرآن کریم کی ماہ مبارک رمضان مین ہوئی ہے۔

لیلۃ القدر یہی بحث سورۂ لیلۃ القدر کے اندر بہی واقع ہوئی ہے جیساکہ فرمایا گیا ہے (اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ) یعنی ہمنے قران کریم کو لیلۃ القدر مین اوتارا۔ اگرچہ اسپر بہی بین العلما اختلاف ہے کہ لیلۃ القدر کونسی تاریخ کی رات کو کہتے ہین لیکن قوی دلایل اس طرف ہین کہ وہ رات منجملہ شب ہاے رمضان شریف کی کوئی سی ہے۔ تاریخ ابن اثیر مین ۱۸ دین یا ۱۹ دین رمضان شریف کو ابتداے نزول وحی کی تاریخ قرار دیا ہے۔

غرض یہ ہے کہ رمضان شریف کو دوسرے مہینون پر فضیلت اور اوسمین تخصیص عبادت کا سبب یہی ہے کہ وہ ایک ایسا مہینا ہے جسمین مہر منیر اسلام کی پہلی کرن چمکی یعنی نزول فرقان حمید شروع ہوا۔

روزہ رکہنا فرض کب ہوا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم[۱] قبل ہجرت کے مکہ مکرمہ مین قریش کے قدیم رواج کے بموجب دسوین محرم کو روزہ رکہا کرتے تہے لیکن مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمانے کے بعد وہان کے یہودیون کو بہی اسی تاریخ کو روزہ رکہتا ہوا دیکھکر اور یہ اونکی زبانی سنکر کہ حضرت موسی علیہ السلام نے اسی تاریخ کو فرعون کے ہاتھ سے نجات پائی تہی اور اوسی کی وجہ سے یہود باتباع سنت موسوی اوس تاریخ کو روزہ رکہتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ کی سنت کی پیروی کے ہم زیادہ مستحق ہین اور نیز دیگر مسلمانون کو روزہ رکہنے کا حکم دیا۔ لیکن ہجرت کے دوسری سال مین جبکہ رمضان شریف کے مہینہ مین روزون کا رکہنا فرض ہوا تو دسوین محرم کے روزہ کو روزہ کے واسطے آپ نے فرما دیا کہ جسکا جی چاہے رکھے جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

دوسرے سنہ مین ہجرت کے کس وقت مین رمضان شریف کے روزون کے رکہنے کا حکم ہوا اسکا ٹہیک تعین نہین ہوسکا ہے لیکن چونکہ یہ امر متفق علیہ ہے کہ بعد حکم تبدیل سمت قبلہ کے روزے فرض ہوئے ہین اسواسطے مابین ماہ رمضان اور ۱۵ رجب کے کوئی وقت روزون کی فرضیت کا ہے کیونکہ ۱۵ رجب وہ تاریخ ہے کہ دوسری سال مین ہجرت نبوی کے یعنی وصول مدینہ طیبہ سے سترہوین (۱۷) مہینہ (رجب) کی پندرہوین کو ظہر کے وقت دوسری رکعت مین بیت المقدس کی جانب سے کعبہ شریف کی سمت کو منہ کرکے نماز پڑہنے کا حکم صادر ہوا **معارف** مطبوعۂ (بابت ۱۳۰۹ھ مالی ۱۳۱۰ھ ہجری) مین ایک عالم نے جس نے اپنے دستخط (طاشکندی) کیے ہین لکھا ہے کہ تحویل قبلہ کے پورے ایک مہینہ بعد رمضان شریف کے مہینہ مین روزہ رکہنا فرض ہوا ہے۔

روزونکا رکہا جانا بتدریج درجہ فرضیت کو پہنچا ہے جیساکہ اوپر بیان کیا گیا ہے اول رسول مقبول نے ۱۰ دین محرم کو خود روزہ رکہنا اختیار فرمایا پھر مدینہ طیبہ مین آکر اپنی امت کو اوسکے رکہنے کا

[۱] زاد المعاد ابن قیم و دیگر حدیث کی کتابین۔

حکم دیا اوسکے بعد یہ آیت نازل ہوئی یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ○ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

(سورہ بقر رکوع ۲۳) یعنی اے مسلمانو! جس طرح پہلے لوگون پر روزہ رکہنا فرض تھا اوسی طرح تمپر بھی چند دنون کے واسطے روزہ فرض کیا گیا تاکہ شاید تم پرہیزگار ہو۔ لیکن اگر اس زمانہ مین کوئی بیمار ہو یا مسافر ہو تو بقدر فوت شدہ دنون کے پھر روزہ رکہ لے اور جو ایسے لوگ ہین کہ روزہ کی طاقت رکہتے ہین اگر روزہ نہ رکہین تو اونکو چاہیئے کہ اوسکی عوض مین ایک مسکین کو کہانا کہلادین اور اگر ایک مسکین سے زائد کو کہانا کہلائین تو اور بھی بہتر ہے اور اگر تم سمجہو تو روزہ رکہنا ہی بہتر ہے۔ غرض یہ ہے کہ اس آیت کے ذریعہ سے منضبط تندرست انسانون پر روزہ رکہنا لازم نہین کر دانا گیا بلکہ اختیاری رکہا گیا۔ لیکن آگے والی دوسری آیت کے نازل ہونے سے روزہ رکہنے یا نہ رکہنے کا اختیار جاتا رہا اور ہر ایک مکلف پر جبکہ وہ مریض اور مسافر نہ ہو رمضان شریف کے مہینہ مین روزہ کا رکہنا لازم اور قطعی کر دیا گیا۔ (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ

(سورہ بقر رکوع ۲۳) مرادی معنی اسکے یہ ہین کہ ماہ رمضان وہ مہینہ ہے کہ اسمین ایسا قرآن مجید اوتارا گیا جسمین کہ انسانون کے واسطے ہدایت ہے اور حق و باطل مین تمیز کرنے کے لیے احکام موجود ہین پس جو شخص اس مہینہ مین زندہ ہو اوسکو چاہیئے کہ روزہ دار رہے لیکن جو مریض ہو یا مسافر ہو اوسکو چاہیئے کہ قضا کے روزے پھر رکہ لے الخ۔ غرض یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد یہ اختیار جاتا رہا کہ مضبوط و توانا آدمی چاہے روزہ رکہ لے اور چاہے بعوض اوسکے مسکینون کو کہانا کہلا دے۔

روزہ کسکو کہتے ہین اور اوسکے اقسام

روزہ لفظ فارسی ہے اور بجائے لفظ صوم کے مستعمل ہے پس صوم اور روزہ ایک چیز ہین۔ صوم کے معنے شرع اسلام مین بموجب مذہب امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ یہ ہین کہ مابین صبح صادق ہو جانے اور سورج کے تمام و کمال غروب ہو جانے کے دانستہ یعنی جان بوجہ کر نہ کہایا جائے نہ پیا جائے اور نہ مقاربت کی جائے۔

اقسام روزے کے یہ ہین فرض[۱] قضا رفرض[۲] ادا نذر[۳] کفارہ[۴] نفل[۵] (۱) فرض روزے رمضان شریف کے روزے ہین (۲) قضا رفرض وہ روزے ہین جبکہ ماہ مبارک رمضان مین اونکے ادا سے قاصر رہے اور اوسکے عوض مین سوائے رمضان شریف کے اور کسی مہینہ مین روزے رکہے (۳) ادا نذر کے وہ روزے ہین جب کہ کسی منّت کے پورے ہو جانے کے عوض مین رکہے جائین (۴) کفارہ کے وہ روزے ہین جو کسی گناہ کے عوض مین رکہے جائین مثلاً جہوٹی قسم کے عوض مین۔ (۵) نوافل وہ ہین جو اظہار عبودیت و بندگی کے واسطے سوائے مذکور روزون کے رکہے جائین۔

اگر کوئی مسلمان ماہ مبارک رمضان کے اندر بلا عذر شرعی روزہ نہ رکہے وہ گناہگار ہے اور اگر اونکی تحقیر کرے یعنی اونکو لغو سمجہے تو وہ شخص مسلمان نہین ہے کیونکہ رمضان شریف کے روزون کی فرضیت آیت قرآنی اور نص صریح سے ثابت ہے اور کوئی شخص اوسی وقت تک کسی گروہ مین شامل سمجہا جا سکتا ہے جبکہ اوس گروہ کی اوامر و نواہی کو کم سے کم بمنزلہ اوامر اور نواہی کے

سمجھے پس اگر ایک آدمی مذہب اسلام کے اون احکامات
کی عزت اور احترام نکرے اور اونکو لغو سمجھے جنکا ماننا مسلمان
ہونے کی خاص نشانی ہے جسطرح پر کہ نماز، روزہ، حج اور زکوۃ
ہین تو اوس آدمی کے حق مین مجبوراً کہنا پڑیگا کہ وہ گروہ اہل اسلام
مین سے نہین ہے۔

قضائے رمضان کے روزہ رکہنے کیواسطے کوئی وقت
معین نہین ہے یعنی مدت العمر مین رکہہ لینا چاہیئے لیکن
چونکہ انسان کو اپنی موت کے وقت کی خبر نہین ہے اسواسطے
بعد فوت ہوجانے کسی روزہ رمضان کے جسقدر جلد ممکن ہو
اونکو ادا کر لینا چاہیئے۔

روزہ نذر رکہنا واجب ولازم ہے تاکہ وعدہ پورا ہوجائے
اور اوسکی عدم ایفا کی لغویت مین مبتلا نہ ہو۔ اور قرآن مجید
مین نذرون کے پورا کردینے کا حکم آیا ہے۔ لیکن نذر اور منّت
ماننے کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہین فرمایا ہے
یعنی پورا کردینے کا تو حکم ہے لیکن نذر اور منت کو فی نفسہ فضول کام
بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہوگا (عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
وَابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا تَنْذُرُوا فَإِنَّ النَّذْرَ لَا يُغْنِي مِنَ الْقَدَرِ
شَيْئًا وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَخِيلِ متفق علیہ)
یعنی روایت ہے حضرت ابی ہریرہ اور حضرت عمر سے کہ فرمایا جناب
رسالتمآب نے یہ کہ نذر نہ مانا کرو اسواسطے کہ نذر سے تقدیر نہین
پلٹ سکتی ہان البتہ اس ذریعہ سے بخیل کے پاس سے مال
نکل آتا ہے۔

نوافل روزون کی کوئی تعداد نہین ہے لیکن ہمیشہ روزے
رکہنے کو جناب خاتم المرسلین نے منع فرمایا ہے۔ صحاح مین اس
قسم کی متعدد احادیث مروی ہین چنانچہ ایک اونمین سے یہ ہے

(وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللهِ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ
تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ
قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَإِنَّ لِجَسَدِكَ
عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْجِكَ
عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا لَا صَامَ مَنْ
صَامَ الدَّهْرَ صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ
الدَّهْرِ كُلِّهِ صُمْ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَاقْرَأِ الْقُرْآنَ
فِي كُلِّ شَهْرٍ - قلت انی اطیق اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ
صُمْ أَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمَ دَاوُدَ صِيَامَ يَوْمٍ وَإِفْطَارَ
يَوْمٍ وَاقْرَأْ فِي كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً وَلَا تَزِدْ عَلَى ذٰلِكَ
متفق علیہ) یعنی کہا عبداللہ بن عمرو بن عاص نے کہ فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اون سے کہ کیا یہ سچ ہے کہ تو
روز روزہ رکہتا ہے اور تمام رات نماز پڑہا کرتا ہے جس کے جواب
مین حضرت عبداللہ نے عرض کیا کہ ہان یہ سچ ہے پھر فرمایا
جناب رسالتمآب نے کہ ایسا نہ کیا کر بلکہ کبھی روزہ رکہہ اور کبھی
نہ رکہہ اور رات کو نماز بھی پڑہ اور سویا بھی کر کیونکہ تجھپر تیرے بدن
کا تیری آنکھون کا تیری بیوی کا تیرے مہمان کا بھی حق ہے
جو ہمیشہ ہر روز روزہ رکہا کرتا ہے وہ ایسا ہے گویا کہ روزہ رکہتا
ہی نہین۔ اگر کوئی ہر مہینہ مین تین روزے رکہہ لیا کرے تو وہ
بمنزلہ اسکے ہے کہ گویا ہمیشہ روزہ رکہتا ہے اور قرآن اتنا
پڑہا کر کہ ایک مہینہ مین ختم ہوا کرے۔ اسکے جواب مین حضرت
عبداللہ نے پھر عرض کیا کہ مجھہ مین اس سے زیادہ عبادت
کرنے کی طاقت ہے جسپر ارشاد ہوا کہ اگر ایسا ہے تو اوس طریقہ کے
روزے رکہہ جو بہترین ہین (صوم داؤد) یعنی ایک دن رکہہ اور
ایک دن نہ رکہہ اور قرآن مجید ایک ہفتہ مین ختم کرلیا کر۔

لیکن منجملہ نفلی روزون کے ان روزون کی ترغیب دی گئی ہے - نوین اور دسوین محرم - چھ روزے شوال کے مہینہ مین ہر مہینہ کی ۱۳ وین ۱۴ وین اور ۱۵ وین کو۔

وہ ایام جن مین روزہ رکھنا منع ہے یکم شوال اور ۱۰ وین ۱۱ وین ۱۲ وین ۱۳ وین ذوالحجہ کی تاریخین ہین یعنی ان پانچ تاریخون مین روزہ رکھنا منع ہے۔

سفر کے روزہ کے متعلق سفر کی مقدار مین [illegible] بین العلما کو اختلاف ہے[51] - جناب امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک معافی روزہ رمضان کے واسطے ۱۶ فرسخ[52] کا سفر درست کرنا چاہیئے اور حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک تین منزل کا سفر ہونا چاہیئے اور ہر یک منزل مساوی ۲۲ فرسخ کی ہو۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] روزہ [illegible] کہتے تھے اور نہین ہین کہتے تھے [illegible] لکھا ہے کہ روزہ رکھنے کی حالت مین بعد مسافت کا کچھ خیال نہ کرتے تھے۔

مریض کس کو کہتے ہین تفسیر کبیر مین ہے کہ رمضان شریف کے مہینہ مین حضرت حسن بصری جب حضرت ابن سیرین کے گھر مین داخل ہوئے تو آپ کھانا کھا رہے تھے صرف اس عذر سے کہ اونکی انگلی مین درد ہوتا تھا - لیکن اتفاق علما کا اس پر ہے کہ رمضان شریف مین روزہ نہ رکھنے کیواسطے جن امراض کی طرف اشارہ ہے اوس سے وہ بیماریان مراد ہین جنمین کھانا پانی اور دوا کے عدم استعمال سے مزید تکلیف یا شدت مرض یا کرب والم کا خوف ہو اور حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک تو جب تک کہ خوف ہلاکت مریض کا بسبب عدم افطار روزے کے نہ ہو اوسوقت تک روزہ رکھنا ہی چاہیئے۔

[51] تفسیر کبیر [52] ۱ فرسخ = ۳ میل اور ۱ میل = ... قدم ۱۲ تفسیر کبیر

تکمیل روزہ کی اگرچہ روزہ بطور ادائے فرض کے صرف اس سے ختم ہوجاتا ہے کہ شروع صبح صادق سے غروب آفتاب تک کچھ کھایا پیا نہ جائے لیکن تکمیل روزے کی یعنی اچھی طرح ادائگی روزہ کے واسطے یہ حکم ہے کہ جہانتک ممکن ہو انسان عبادت مین زیادہ تر مشغول رہے اور ممنوعات شرعیہ سے جس طرح پر کہ غیبت ہے یا جھوٹ بولنا وغیرہ ہے اون سے اپنے آپ کو بچائے رکھے اور نیکی مجسم بنجائے۔

روزہ پر ایک فلسفیانہ نظر اس امر پر بحث کرنے کیواسطے کہ روزہ رکھنے کا نفع اور ضرر کیا ہے مختلف پہلو ہین - سب سے اول یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ سوال صرف روزہ کے متعلق قرار دینا صحیح نہین ہے بلکہ یون غور کرنا چاہیے کہ کسی مذہب مین عبادات کے مقرر کرنیسے حاصل کیا ہے کیونکہ اصولاً کسی بات کے سمجھ لینے سے فروعات پر بحث کرنے کی حاجت خود بخود باقی نہین رہتی - پس جو لوگ مذہبی ارشادات کو [illegible] تصور نہین کرتے انکو بھی اسکے باور کرنے سے گریز نہین ہوسکتا کہ کوئی سوسائٹی یا گروہ قائم نہین ہوسکتا جب تک کہ اس گروہ کے ارکان کیواسطے کچھ فرائض، علامات اور شناختین معین نہ ہون اور نیز کوئی سوسائٹی یا گروہ حقیقت مین سوسائٹی یا گروہ کہلانے کا مستحق نہین ہوسکتا جب تک کہ اوسکے افراد مقررہ فرائض وخدمات کی پابندی نہ کرین مثلاً ہندوون پر ہندو سکھون پر سکھ عیسائیون پر عیسائی ہونیکا اطلاق اوسی وقت تک ہوسکتا ہے جب تک کہ وہ اون قیود کے پابند ہین جو اونکے پیشواؤن نے مقرر کیے ہین اسیطرح پر مسلمانون کو باعتبار گروہ کے صرف اوسی وقت گروہ اہل اسلام کہا جاسکتا ہے یا ہر ایک شخص مسلمان اوسی وقت مسلمان کہلائے جانیکا استحقاق رکھتا ہے جبکہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وقیود مقررہ کی پابندی جاری رکھے

اور اسمین صرف روزہ ہی داخل نہین ہے بلکہ نماز و حج و
زکوۃ وغیرہ تمام احکام بحسب مراتب یعنی فرایض، واجبات،
سنن، مستحبات، محرمات، مکروہات، مباحات، سب
داخل ہین -

اس زمانہ مین اجسکو کہ آزادی کا زمانہ قرار دیا گیا ہے
جن مسلمانون نے (جنمین نئے تعلیم یافتہ زاید داخل ہین)
احکام مذہبی کی حقارت کو جایز رکہا ہے، یعنی جو لوگ فرایض
اور محرمات کو بے فایدہ اور لغو سمجھتے ہین وہ حقیقت مین بالکل
اس بات کے مستحق ہین کہ اونکو مسلمان کہا جاے - بلاشبہ
ہر کسی شخص کی قوت سے یہ امر خارج ہے کہ وہ کسی سوسائٹی
یا گروہ کے جمیع احکام، اوامر و نواہی، کی پابندی کر سکے اور نہ
ایسا کسی زمانہ مین حتی کہ قرون اولی مین عموماً ہو سکا ہے لیکن قاصر
رہنا اور شے ہے اور سوسائٹی کے قیود کو مہمل قرار دینا اور اونکی
حقارت کرنا دوسری شے ہے کسی حکم کی تعمیل کے قاصر
رہنے سے انسان باغی نہین ہوجاتا بلکہ باغی اوسی کو کہتے ہین
جو حکومت کو توڑ دینا چاہے اور اوسکے احکام کی تعمیل کو غیر
ضروری سمجھے زبان شرع مین بھی گناہ اور کفر کیہی معنے ہین یعنی
قاصر رہنے کو گناہ کہتے ہین اور بغاوت کو کفر کہتے ہین -

دوسرا پہلو - روزہ کا حکم صرف مذہب اسلام مین
ہی نہین ہے بلکہ جمیع مذاہب مین اسکا وجود پایا جاتا ہے جیسا کہ
ہمارے اس مضمون کے اوس حصہ سے واضح ہوگا جس مین
ہمنے روزہ کی قدیم ہسٹری بیان کی ہے پس یہ خیال کرلینا چاہئے
کہ جمیع بانیان مذاہب کے نزدیک روزہ رکہنا اور رکہوانا مستحسن
سمجھا گیا ہے -

تیسرا پہلو - انسان کی جبلت مین داخل ہے کہ وہ جمیع
امور کو اپنی میلان طبع کے موافق سمجھنا چاہتا ہے حالانکہ یہ صریح
غلطی ہے - جب تک کہ کوئی شخص نفس مذہب سے انکار
نہ کرے یہ نہین ہوسکتا کہ مذہب کو مانے اور احکام مذہب کی
تحقیر کرے - ہم جب ڈاکٹری یا طبابت پر اعتقاد رکہتے ہین
یا کسی گورنمنٹ کی رعیت بنتے ہین تو اوسکے تمام حکمون کی
تعمیل لازم جانتے ہین خواہ وہ ہماری سمجھ مین نہ آئین اور ناگوار
ہون اسیطرح ایک عرضی دعوی مین وہی الفاظ لکھواے
جاتے ہین جنکو کوئی قانونی پیشہ بتا دیتا ہے - پس احکام کا
مرضی کے موافق ہونا لازم نہین ہے اور اس وجہ سے اسپر
بحث کرنا عبث ہے لیکن اگر پھر بھی اسکو معرض بیان مین
لایا جاے تو حال یہ ہے کہ مذہبی خیال والے ایک گروہ
کا جسکو فقیر یا صوفی کہتے ہین یہ خیال ہے کہ انسان کم خوری
اور بہوکا رہنے سے شیطانی قوتون پر آسانی غالب آسکتا ہے
اور رحم و کرم کا خاصہ اوسکا بڑھ جاتا ہے اور نیز حواس باطنی
و قواے دماغی زیادہ تر اچھی طرح سے کام کرنے لگتے ہین
اور کوئی شک نہین ہے کہ یہ تھیوری صحیح ہے - یہ امر بدیہی ہے
اور آزروے علوم جدیدہ کے ثابت ہے کہ انسان کے اعضا
اور قوی و حواس پر قسم غذا اور قلت و کثرت غذا کا اثر ہوتا ہے
گوشت اور اس قسم کے دیگر کہانون سے دلیری اور خونخواری
کے خیالات کو ترقی ہوتی ہے اور دودہ وغیرہ کہانے سے
حلیمانہ خیالات زیادہ نشو و نما پاتے ہین - اسیطرح پر شکم
سیری سے کہانے سے غفلت اور کاہلی اور بے فکری پیدا
ہوجاتی ہے اور قوت لایموت کے اوپر اکتفا کرنے سے حواس
ظاہری اور باطنی اچھی طرح کام کرنے کی طرف راغب رہتے ہین
اگر یہ باتین صحیح ہین تو اوقات معین تک بہوکا رہنا ضرور حواس
باطنی کی شگفتگی کا باعث تسلیم کیا جاسکتا ہے -
اسمین شبہ نہین ہے کہ دنیا کی حالت [illegible] سولیزیشن کی

تبدیل ہوجانے سے موجودہ زمانہ میں ہان نکات کیطرف خیال رجوع نہین ہوتا لیکن حالت اور مفہوم کی تبدیلی اون خوبیون کو باطل قرار نہین دیسکتی جو از روے سائینس اور تجربہ کے ثابت ہوسکتی ہون۔

چوتھا پہلو حفظ صحت کے اعتبار سے اسپر یعنی روزہ پر اور اوس روزہ پر جو شرع شریف مین ہے محققانہ نظر ڈالی جاے تو بہی وہ عیب ثابت نہین ہوتا۔ از روے فزیالوجی کے فاقہ کا اثر ایک تو یہ ہوتا ہے کہ آلات ہضم بیکار رہنے کے سبب گویا کہ اپنی خدمات کو فراموش کرنے لگتے ہین دویم غذا کی تحلیل یا ہضم ہوجانے سے ضعف طاری ہوجاتا ہے اور آخر کار موت واقع ہوجاتی ہے۔ لیکن حقیقت مین یہ حال غایت درجہ کا حال ہے۔ تہوڑے سے فاقے یعنی روزے سے ایسا خفیف تغیر واقع ہوتا ہے جو قابل نہ ہونے کے ہے اور اس مقام پر یہ فراموش نہین ہونا چاہیئے کہ عادت کا نام طبیعت ثانی ہے یعنی انسان جبکسی قسم کی عادت اختیار کرلیتا ہے تو پہر اوس عادت پر عمل کرنا ہی موجب صحت وتندرستی ہوتا ہے چنانچہ رمضان شریف کے ابتدائی روزے جس قدر گران معلوم ہوتے ہین آخری روزے اوسقدر بہاری نہین ہوتے اور عید کے دن کہانا کہانے سے گرانی محسوس ہوتی ہے۔ پس انسانی طبیعت کی اس خاصہ کے سبب سے اگر کسی قدر بہوکے رہنے سے کوئی مضرت ہوسکتی ہے تو وہ بسبب عادی ہوجانے کے جاتی رہتی ہے۔ اگرچہ فن طب کے بموجب انسان کو بہت تہوڑے تہوڑے فاصلے سے کچھہ کہاتا رہنا لازم ہے اور بلاشبہ اصول فنا جسم اسی کا مقتضی ہے لیکن ہم ہندوستانی لوگ بہت سے ایسے لوگون سے واقف ہین جو سالہا سال تک ۲۴ گھنٹہ مین صرف

ایک مرتبہ کہانا کہانے کے خوگر ہوگئے ہین اور اونکی قوت اور طبعی عمر مین کچہہ فرق نہین آیا اور مسلمانون مین ایسے تو لاکہون ہین جنہون نے مدۃ العمر روزے رکہے ہین اور عمر طبعی پر پہنچے ہین۔ پس یہ خیال کرنا کہ عام طور سے روزہ رکہنا موجب ضعف اور تقلیل عمر ہے کسی طرح تسلیم کیے جانے کے لایق نہین ہے۔

علاوہ برین روزے کی نسبت یہ خیال کرنا صحیح نہین ہے کہ اوسمین پندرہ سولہ گھنٹہ تک کبہی کبہی بہوکا رہنا پڑتا ہے۔ کیونکہ بہوکا رہنے کو اوسوقت سے شمار کرنا چاہیے جبکہ کہائی ہوئی غذا معدہ سے چلی جاے اور یہ حالت صرف چند گھنٹہ (شاید چار پانچ گھنٹہ) سے زاید نہین رہتی۔

اس موقع پر یہ بہی پیش نظر کرلینا ضرور ہے کہ اب حالت کیا ہے۔ یعنی عام دستور یہ ہے کہ رات کے نو بجے سے لیکر اگلے دن کے دس بجے تک غذا کا استعمال نہین ہوتا (کیونکہ جو لوگ صبح کا ناشتا کرتے ہین وہ بہت کم لوگ ہین) پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دو کہانون مین دس گیارہ گھنٹہ کا وقفہ ایک عام عادت مین داخل ہے اور سحری کے کہانے کے بعد بہی قریب قریب یہی فاصلہ دو کہانون مین رمضان شریف کے اندر ہوتا ہے

جو لوگ بڑہاپے کے خیال سے روزہ نہین رکہتے اونکی حمایت مین بہہ بد تحقیقات نہین ہین کیونکہ ڈاکٹرون کو ثابت ہوا ہے کہ بہ نسبت جوانون کے بڑہون کو فاقہ کی برداشت کی طاقت زیادہ ہوتی ہے دایرۃ المعارف (بحث الامساک)

غرض یہ ہے کہ یہ دوسرا امر ہے کہ روزہ رکہا جاے یا نہ رکہا جاے لیکن کوئی دلیل ایسی موجود نہین ہے جو روزہ کو عقل وحکمت کے خلاف ثابت کرتی ہو۔

حفظ صحت رمضان شریف مین

اگرچہ اس متبرک مہینے مین ہی حفظان صحت کے وہ قواعد کار آمد ہین جو ہمیشہ برتے جانے چاہئین لیکن چونکہ خورد نوش کے اوقات مین تبدیلی ہوجاتی ہے اسواسطے خاص خاص احتیاطون کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے۔ اس بارہ مین سب سے زاید جو راے وقعت کے لایق ہوسکتی ہے وہ ماہرین فن طب کی ہے لیکن ہندوستان مین جسقدر علوم کو ترقی ہوتی جاتی ہے اوسی قدر یہان کے مسلمان نہ صرف مذہب کے پابندیون سے اپنے آپکو سبکدوش کرتے جاتے ہین بلکہ قومی فیلنگ اور گروہ بندی کے اصول کی بھی علانیہ بےعزتی کر رہے ہین اور ہمکو مسلمان ایم ڈی اور ایم بی لوگون سے یہ توقع نہین رہی ہے کہ وہ اپنی تحریرات سے اپنی قوم و گروہ یعنی اہل اسلام کے خصائل و خصوصیات متعلق بہ طب پر توجہ کرین۔ لیکن خوش نصیبی سے ابھی کل دنیا کے مسلمان ایسے گمراہ اور بے حمیت نہین ہوئے ہین اسواسطے ہم قسطنطنیہ کے ایک علمی پرچہ مسمی بہ معارف سے ڈاکٹر کامل افندی کے دو تین آرٹکلون کا ترجمہ بطور خلاصہ کرتے ہین جو رمضان شریف کی مناسبت سے انہون نے اپنے اہل ملک کیواسطے لکھے ہین۔ ان مضامین کے ترجمہ کرنے سے ہماری ایک یہ بھی غرض ہے کہ اہل ہند ایک دوسرے ملک کے مسلمانون کے اون عادات سے کسی قدر واقفیت حاصل کرسکین جو ماہ مبارک رمضان مین وہ برتتے ہین۔

ترجمہ

زیادتی اور کمی جسطرح ہر ایک امر مین خطرناک ہے اوسی طرح رمضان شریف مین بھی، روزے اور افطار کے بعد، دونون حالتون مین سے ہر ایک امر مین اعتدال کی رعایت نہ رکھنا خطرہ سے خالی نہین ہے۔

بھوکے رہنے کا زمانہ روزے مین قریب چودہ گھنٹے کے کبھی کبھی ہوجاتا ہے اور یہ وہ زمانہ ہے کہ اس عرصہ مین معدہ اور دیگر آلات ہضم اپنی خدمات سے معطل اور بیکار رہتے ہین۔ لیکن غور سے دیکھا جاے تو یہ معطلی کوئی بڑی بات نہین ہے کیونکہ بہت سے کاروبار ایسے ہین جنکی وجہ سے آدمی کو بیس بیس گھنٹے سے زاید بیکار رہنا پڑتا ہے۔ اب افطار کے بعد سے آلات ہضم کا کام شروع ہوجاتا ہے اور پچھلی رات کے چار بجے تک یہی مشغلہ اونکا رہتا ہے۔ یہان پر یہ بات لحاظ کرنے کے لایق ہے کہ اسقدر طویل بیکاری کے بعد جب کہ اعضاء ہاضمہ کو کام ملے تو وہ آسان کام ہو تاکہ انجام تک کوئی خلل اور دشواری واقع نہ ہو۔

افطاری کے وقت مین جس مسلمان کے گھر پر جاؤ تو دسترخوان پر ایک سینی مین، سمید (ایک قسم کی تل لگی ہوئی خشک روٹی) مربے، پنیر، پاصدرمہ (ایک قسم کا خشک گوشت) صوجوق (ایک قسم کا خشک کیا ہوا قیمہ) وغیرہ اشیاء افطار موجود ملتے ہین۔ اور حال یہ ہے کہ سمید ایک ایسی چیز ہے کہ اگرچہ تین برس کے بچے سے لیکر ستر برس کے بڈھے تک اسمین مبتلا ہین مگر اوسکا دیر ہضم ہونا ہی ہر ایک شخص کے نزدیک مسلم چلا آتا ہے اب ایک ایسی شے کا عین افطار کے وقت کھانا، جبکہ معمولی ایام مین بھی نقصان سے خالی نہین ہے، ضرور باعث تولید امراض ہوسکتا ہے۔ بعض روزہ دار جبکہ قبض معدہ، سقوط اشتہا سے شاکی ہوتے ہین تو اوسکا سبب یہی دیر ہضم اشیا ہوتی ہین پاصدرمہ، صوجوق، پنیر وغیرہ بھی بطی الہضم چیزین ہین اور جبکہ یہ معدہ مین پہنچتی ہین تو معدہ کے کام و فعل کو بہت بڑھا دیتی ہین اور یہ زیادتی فعل کی ظاہر ہے کہ معدہ کو تھکا دیگی اور اوسمین انفلامیشن پیدا کردیگی۔ اگر برابر

رمضان مغفرت نشان

ایسی بے اعتدالی جاری رکہی جاے تو خراش معدوی کو ترقی ہوتی رہیگی اور بالآخر امعا تک اوسکا اثر پہنچیگا اور اسہال یا پیچش کی بیماری کا سبب مہیا ہوجائیگا۔

ہمارے ملک کا دستور یہ ہے کہ افطار کے بعد بہی جو کہانے آتے ہین وہ کسی نہ کسی وجہ سے ثقیل اور بطی الہضم ہی قرار دئے گئے ہین۔ مثلاً متوسط الحال شخص کے یہان یا صدر معدہ، پیاز اور انڈے ساتھ ساتھ تلے ہوئے منجملہ کہانون کے ضرور ہونگے اور حال یہ ہے کہ انڈے سوا نیم برشت ہونے کیحالت کے اور ہر صورت مین اصول حفظ صحت سے بہت ہی دور ہوتے ہین علی الخصوص رمضان مبارک مین تو اسکی عادت ڈالنا بالکل ہی قابل اعتراض ہے اور مختلف بیماریونکے پیدا کرلینے کا طریقہ ہے۔

یہ ایک دستور ہوگیا ہے کہ جو لوگ عادتاً تین قسم کا کھانا ایک وقت مین کہاتے رہتے ہین اونکے یہان ایام رمضان مین کم سے کم پانچ چہہ قسم کا کہانا تیار کیا جاتا ہے اور ان کہانون مین پراٹہے اور پکوان ضرور شامل ہوتے ہین حالانکہ ایسی چیزون سے روزہ دن مین تو بالکل ہی اجتناب کرنا چاہیئے۔ بعد افطار کے بہت سے لوگون کے معدہ مین بیجہ گرانی محسوس ہونیکا باعث یہی ہے کہ دیر ہضم چیزین بہر لی جاتی ہین۔

رمضان شریف کے اندر روزہ کو ملایم غذا دن کے ساتھ افطار کرنا چاہیئے اور نصف شکم ہوجانے کے بعد ہی اوٹھہ کہڑا ہوجانا چاہیئے۔

بعض لوگ کہتے ہین کہ دو ارے بہائی کہا تو بہت لیا ہے مگر تراویحون مین سب ہضم ہوجائیگا، لیکن یہ بالکل غلطی ہے۔ معدہ پر اتنا بوجہ کبہی نہین ڈالنا چاہیے کہ اوسکی مدد کے واسطے خارجی اعانت پہنچانے کی مجبوری ہوجاے۔

سحری کے کہانے کیواسطے مکرونی[۵۱] کا رواج کسی طرح پر سمجہ مین نہین آتا کہ کیون کر پڑ گیا ہے۔ پلاؤ[۵۲] جبکہ ہماری ملکی غذا موجود ہے تو پہر مکرونی کی محبت کو ضرور ترک کردینا چاہیئے اور ایسی ایک غذا کو جو پلاؤ سے زاید دیر ہضم اور اوس سے کم غذائیت بخش ہے ضرور فراموش کردینا چاہیئے۔

شام اور سحری کے کہانون کے اوپر جو گلاس پہ گلاس پانی کے چڑہائے جاتے ہین اُن سے ہضم کو بہت تکلیف پہنچتی ہے اور جبکہ کہانا بہی ڈٹ کر کہایا ہوتا ہے تو علاوہ خراش معدوی پیدا ہوجانے کے اوجہہ بڑہ جاتا ہے اور پیٹ بڑا اور بدنما ہوجاتا ہے۔

تراویح کے پڑہنے کے بعد اگر آدمی سوجاے تو رات کو دو ڈہائی بجے تک چار پانچ گہنٹہ کی ایک معقول نیند لے سکتا ہے۔ اب اوسوقت سحری کہا کر دو ڈہائی گہنٹہ تک جاگتا رہے اور چلتا پہرتا رہے تو ہضم مین نہایت سہولت ہوجاتی ہے اور پہر اول وقت صبح کی نماز کو پڑہ کر دن چڑہے تک سوتے رہنے سے تمام ضروری افعال طبیعی و عادی سے انسان فارغ ہوسکتا ہے۔ اور یہ عادت ہمارے ملک کی کہ شام سے لیکر تین بجے رات تک جاگتے رہو اسقدر مضر اور نقصان رسان ہے کہ اوسکے بیان کرنے سے ہی دردسر پیدا ہوجاتا ہے روزہ کے سبب سے جو اعصاب مین کمزوری پیدا ہوجاتی ہے وہ اس رتجگے سے خطرناک ہوجاتی ہے اور زندگی کی چولین ہل جاتی ہین۔ لیکن تاہم بہت سے لوگ ہین جو رمضان مبارک کی راتین سحری تک گہر سے باہر ہی بسر کیا کرتے ہین۔ اور دل

---

[۵۱] ایک شے ہے جو غالباً نشاستے وغیرہ سے بنکر مغربی ملکون سے آتی ہے اور پہر اوسکو پکاکر کہاتے ہین [۵۲] اس موقع پر یہ سمجہ لینا چاہیئے کہ ترکون کے یہان کا پلاؤ ہمارے ہندوستان کا سا کثیر الروغن نہین ہوتا۔

بہلانے کے واسطے تھیٹرون، تماشا گاہون، قہوہ خانون،
کتب خانون اور لائبریریون مین گھوما ورہا کرتے ہین۔

گزشتہ سال ہین ہمنے رمضان مبارک کے متعلق حفظ صحت
کے مسئلہ پر بحث کی تہی اوسمین قہوہ خانون وغیرہ کے اوپر
بحث نہین ہوسکی تہی مگر اب اوسکو پورا کرینگے

صفائی اور پاکیزگی ایک چیز ہے جو سب کو مرغوب ہی
اور قومی عادت مین شامل ہوگئی ہے۔ باوجود اسکے کہ اول سے
ہمارے گہرون مین متعدد قسم کی چاے کے برتن موجود ہون مگر
رمضان شریف کی خاطر سے نئی نئی پیالیون اور دیگر ظروف کا
لینا بطور ایک لازمی امر کے ہوگیا ہے۔ سبب اسکا ظاہر ہے
اسی ذریعہ سے گہر مین ایک چیز بڑہ جاتی ہے نئی دستکاری
مہیا ہوجاتی ہے اور مکان کی آرایش مین اضافہ ہوجاتا ہے
گہر کے بڑے کیواسطے چاے کے برتن جدے ہونگے اور بڑے پر
کیا موقوف ہے گہر کے ہر ایک ذی اقتدار ممبر کے واسطے
جدے جدے خوشنما برتنون کے ہونیکا اصلی سبب صرف نظافت
اور صفائی ہے۔ اب قہوہ خانون پر خیال کرو تو وہان پر اوسقدر
ظروف موجود نہین ہونگے جتنے آدمی آتے ہین پس وہی چند
پیالیان ہین جنمین ہر ایک شخص چاے یا قہوہ پیتا ہے اور
یہ امر قاعدہ صفائی اور حفظ صحت کے بالکل مغائر ہے اور اگر تم
اونکی ظاہری صفائی پر مائل ہوتے ہو تو اوسکا حال یہ ہے
کہ وہ برابر ایک مخصوص برتن کے پانی مین غوطہ دیکر کنگال لئے
جاتے ہین اور ایک مخصوص دستمال سے برابر پونچہے
جاتے ہین جس سے مضرت کے درجہ مین کچہہ فرق نہین آتا۔
اگرچہ اسکا علاج یہ ہے کہ ہر بار خوب کہولتے گرم پانی مین یہ ظروف
صاف کرلیے جایا کرین لیکن افسوس ہے کہ اسپر پورا عمل ہمنے
کہین نہین دیکہا ہے۔

یہ امر یاد رکہنے کے لایق ہے کہ جہوٹے برتن اور پس خوردہ کا
اثر صحت پر کامل پڑتا ہے۔ قہوہ خانہ یا تہیٹر مین جو لوگ شامل
ہوتے ہین اونکی نسبت یہ تحقیق ہونا بالکل ناممکن ہے
کہ کون کون صحیح الوجود ہے اور کون کس مرض مین مبتلا ہے
پس بالکل ہی خلاف احتیاط ہے کہ دوسرون کے مستعمل
برتن کو برتا جاے۔

خبیث ترین امراض آتشک ایک ایسی بیماری ہے
کہ اگر کسی کے منہ مین اوسکا زخم ہو تو اوسکے استعمال کئے
ہوے برتن کو استعمال کرنے والے اپنے آپکو محفوظ تصور
نہین کرسکتے۔

جو بیماریان متعدی ہین اونکے مائکروبس علیل الوجود شخص
کے داخلی اور خارجی جسم مین موجود رہتے ہین اور جب
یہ بیماریان زیادہ تر پہیلی ہوتی ہین تو اوسکا سبب اسی قسم
کی بے احتیاطیان ہوتے ہین۔ فنون جدیدہ نے قوی
دلائل کے ذریعہ سے ثابت کردیا ہے کہ بیمارون سے
بچے رہنے کے اصول سے غفلت کرنا بالکل غلطی ہے۔

اگرچہ ہر ایک ایام مین اسکی احتیاطین لازم ہین لیکن
رمضان شریف مین چونکہ قہوہ خانون وغیرہ مقامات مین زیادہ
نشست و برخاست کا رواج ہوگیا ہے اسواسطے اس سے
بچنے کی طرف زاید کوشش کرنا چاہیے اور گہرون کے اندر
ہی ہنسی خوشی سے رہنا چاہیئے۔

علاوہ ازین اسی معارف اور ایک دوسرے علمی پرچہ کے
کسی دوسرے سال کے اندر ایک بحث اسکی ہوئی تہی کہ آیا
افطار کے بعد قوی غذا کا کہانا بجسب اصول فن طب مناسب ہے
یا سحری کے وقت۔ ان دونون مین باہم اختلاف تہا اور دونون
طرف بحث کرنے والے ڈاکٹر تہے۔ ایک کا خیال یہ تہا کہ چونکہ

عادت قوم کی یہ ہوگئی ہے کہ افطار سے ایکر سحری کے وقت تک چلتے پھرتے رہتے ہین، اور رات بمنزلہ دن کے ہوجاتی ہے اسواسطے افطار کے وقت اگر قوی غذا کہائی جاے تو مناسب ہے کیونکہ وہ پچھلے تک کامل ہضم ہوجائیگی اور سحری کے وقت ہلکی غذا کہانی چاہیے تاکہ سونے کے سبب سے (جیسی رمضان مین بعد سحری کے سو رہنے کی عادت ہے) ہضم غذا مین فتور نہ ہو۔ دوسری طرف سے یہ کہا گیا کہ چونکہ وقفہ دراز کے بعد افطار کے وقت کہانا معدہ مین جاتا ہے اسواسطے مثل شوربے یا اور دوسری ملایم غذاؤن کے ساتھ روزہ کہولنا چاہیے تاکہ حالت تعطیل مین دفعتاً قوی اغذیہ کی وجہ سے معدہ کو تکلیف نہ پہنچے اور غذا کی سب ہضم مکمل ہوجائین اور سحری کے وقت مقوی کہانون کا اسواسطے استعمال کرنا مناسب ہے کہ وہ دیر تک کہانا نہ ملنے کی قائم مقامی کرسکین۔

(اسمعیل)

آثار العجم

نمبر (۲)

طاق بستان

یا

تخت بوستان

طاق بستان بھی ایوان کسرے کیطرح چند نادر اور عدیم النظیر صنعتونکا ایک حیرت انگیز مرقع ہے بلکہ تماثیل اور مجسمات کے لحاظ سے ایوان پر فوق رکہتا ہے۔ طاق بستان کا دوسرا نام تخت بوستان ہے اور بعض کتابون مین محض بستان ہی لکہا ہے۔

طاق بستان کا جغرافیہ طاق بستان، کوہ بیستون[1] کے دامن مین چھپا ہوا ہے۔ اور بیستون وہی سنگدل پہاڑ ہے۔ جسکی چٹانون سے غریب فرہاد[2] (بقول ناول نویسون کے) شیرین کے

[1] بیستون ایک قریہ کا نام ہے۔ جو ہمدان (اکبتانہ Ecbatana) وصفون کے مابین ہے۔ ہمدان سے ۶۶ میل اور قرمیسین سے ۲۴ میل کا فاصلہ ہے۔ اور جو پہاڑ اس جگہ ہے وہ کوہ بیستون کے نام سے مشہور ہے۔ سطح زمین سے ۱۵۰۰ فٹ بلند ہے ایران مین بلحاظ رفعت وشان کے اپنا آپ ہی نظیر ہے بیستون مین اسوقت برائے نام آبادی ہے۔ لیکن جو اشیا پہاڑی درون سے برآمد ہوئی ہین اُن سے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ کسی زمانہ مین اس موقع پر کوئی بہت بڑا شہر آباد تھا۔ اور کم سے کم عربون کی فتح تک یہان خوب آبادی تھی۔ کیونکہ سنگ مرمر کی تختیان جو اکثر نکلتی ہین اُن پر خط کوفی تحریر ہے۔ ہندوستان مین بیستون کی شہرت شیرین وفرہاد کے دم سے ہے۔ اور فارسی لٹریچر کے اثر سے ہندی شعرا کا کلام بھی اس قصہ کے حوالون سے مالا مال ہے مثلاً

کاوِ کاوِ سخت جانیہاے تنہائی نہ پوچھ	صبح کرنا شام کا، لانا ہے، جوے شیر کا

[2] قصہ لکھنے والے کہتے ہین کہ خسرو پرویز کا رقیب تھا۔ اور عشاق کی فہرست مین اسکا نام بھی سرے پر لکھا ہوا ہے۔ لیکن مورخ خاموش ہین۔ اور نہین بتاتے کہ فرہاد کون شخص تھا "معارف" کے ناظرین۔ جنکو قصص وحکایات سے ذوق ہو وہ مثنوی شیرین خسرو۔ مولانا نظامی۔ یا وحشی ملاحظہ فرمائین۔

عشق مین سر ٹکرا کر مر گیا۵ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

کوہ بیستون شہر کرمان (کرمانیہ، کرمان شاہ، کرمان شاہان بھی کہتے ہین،) کے مشرقی جانب واقع ہے اور شہر سے طاق بستان تک تین میل یا ۶ میل کا فاصلہ ہے۔ خاص کوہ بیستون مین جو منظر ہین وہ انشاء اللہ آیندہ لکھے جائینگے۔ اس مضمون مین اُن تصویرون کی مختصر کیفیت دکھانا مقصود ہے۔ جو بیستون کے متصل پہاڑی مین سرنگون بڑی ہوئی ہین۔ چونکہ یہ کوہستانی سلسلہ آگے چلکر بیستون سے جاملاہے اسلئے جغرافیہ نویسون نے طاق بستان کو بھی کوہ بیستون سے الحاق کر دیا ہے۔

طاق بستان کی وجہ تسمیہ مورخین نے کوئی وجہ تسمیہ طاق بستان کی نہین لکھی۔ لیکن صاحب گنج دانش (جغرافیہ ایران) یونانی تاریخ کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ "جب سکندر ایران کی فتح سے فارغ ہو کر ۳۲۶ قبل مسیح مین۔ کرمانشاہان ہو کر بابل کو روانہ ہوا ہے۔ اُسوقت اس شہر کا نام باغستان تھا۔ اور دیودور (شاید تھیوڈور ہو) مورخ سسلی لکھتا ہے کہ باغستان اسکا مستحق ہے کہ وہ تمام دیوتاؤن کا مسکن قرار پائے۔ کیونکہ ہر قسم کے درختون اور میوہ جات کی یہان بھتات ہے۔ اور تمام طبعی سامان مہیا ہین۔ زندگی بسر کرنے کیواسطے یہ سب سے اچھی جگہ ہے" کرمان کا نام زمانہ سابق مین باغستان تھا۔ اسلئے شاید پہلے طاق بستان کا نام طاق باغستان ہوگا۔ کیونکہ عام طور پر جہان باغون کی کثرت ہوتی ہے۔ اُس جگہ کو باغستان کہا کرتے ہین لیکن زمانہ کی امتداد سے بڑے باغستان کے صرف بستان باقی رہ گیا یا یہ کہنا چاہیے کہ باد خزان کے سخت جھونکون سے باغستان کی پت جھڑ ہو گئی۔ اور طاق بمعنی محراب کے ہے جسکی تشریح کی ضرورت نہین ہے۔

طاق بستان کی تاریخ ایران کی قدیم و جدید تاریخون سے ثابت ہے کہ طاق بستان مین جس صنعت اور دقیق النظری سے تصویرین اور مجسمے بنائے گئے ہین وہ فن حجّاری کا سب سے اعلیٰ نمونہ ہے۔ کیونکہ صناعون نے جہان سے چاہا، اپنے طلب کے موافق پہاڑ کاٹ، کر ایک تصویر بنالی ہے۔ بستان کے موسم بہار کا جو زمانہ تھا۔ اُسوقت طاق کے ہر طرف پانی کی جدولین دوڑتی ہوئی نظر آتی تھین اور رود شیرین (نہر کا نام ہے) کا پانی مزے اور لطافت مین آب حیات کو مات کرتا تھا۔ لیکن ہمارے زمانہ مین جبکہ خزان بھار پر ہے بستان کی ہر روش پر خاک اُڑ رہی ہے۔ بجائے سبزہ زار کے میلون تک سیاہ اور خوفناک زمین نظر آتی ہے۔ اور بدنصیبی سے وہ بند بھی خشک ہو گیا ہے جو قدرتی طور پر بیستون سے جاری تھا۔ اور جس سے دامن کوہ کی کھیتیان سرسبز رہا کرتی تھین۔ طاق بستان جس عمارت کا نام ہے وہ حقیقت مین دو بڑے دالان ہین جنمین چھوٹی بڑی چھ محرابین ہین۔ ان محرابون مین طرح طرح کی تصویرین کھنچی ہوئی ہین۔ یا سطح زمین سے متصل، پورے قد و قامت کے بت بنے ہوئے ہین۔ انسان و حیوان کی کل تصویرین تعداد مین ۵۰۴ ہین۔ چنانچہ تفصیل وار ہر محراب کا حال حسب ذیل ہے۔ جسکو ہمنے نقش سے تعبیر کیا ہے۔

پہلا نقش اس نقش کی تصویر الفاظ مین اسطرح پر کھنچ سکتی ہے کہ سنگ تراش نے اول ایک مختصر دالان[۵] پہاڑ کاٹ کر بنایا ہے۔ پھر دو فیل پایون پر ایک محراب بشکل ہلال بنائی ہے محراب کے اوپر عین وسط مین ایک چھوٹا سا چمکتا ہوا چاند بنایا ہے (ناصر الدین شاہ مرحوم نے اس ہلال کو سلطنت کا

۵ یہ دالان ۴۴ فٹ چوڑا۔ ۲۰ فٹ گہرا۔ ۵۰ فٹ اونچا ہے۔ اندر سنگ سیاہ کا فرش ہے۔

نشان تجویز کیا ہے) اور پہلو یہ سے ملی جلی ایک پری کی تصویر ہے۔ جسکے چہرہ سے نزاکت اور لطافت کے ساتھ تبسم کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مبارکباد کا پیام لئے ہوئے اڑی جا رہی ہے۔ اسپر طرہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ میں بشکل دائرہ ایک گلدستہ ہے بائین ہاتھ مین (جو سمٹا ہوا پرون کے نیچے ہے) ایک خوشنما پیالہ ہے جو موتیون سے لبریز ہے۔ محراب کے نیچے ایک عورت اور دو مرد بت بنے ہوئے کھڑے ہین۔ اُس عہد کے سکہ جات سے مقابلہ کرکے مبصرین فن نے یہ تحقیق کیا ہے کہ جو عورت ہے وہ خسرو پرویز کی پیاری معشوقہ شیرین[۱] ہے۔ مردون مین سے ایک خسرو پرویز کا اور دوسرا شہنشاہ روم مارس (Maurice) کا مجسمہ ہے (یہ خسرو کا خسر ہے) یہ تینون بت سر سے پانون تک ۷ فٹ بلند ہین (ان تصویرون کے ساتھ کوئی کتابہ نہین ہے) بلحاظ حسن ظاہری کے ان تصویرون کی یہ کیفیت ہے کہ شیرین کا لباس از سر تا پا مزرکش اور مرصع ہے۔ اور کل کپڑے پر نقش و نگار بنے ہوئے ہین۔ سر پر تاج ہے داہنی ہاتھ مین گلدستہ اور بائین مین جام شراب ہے پیرہن جو جوتی ہے وہ بھی مرصع ہے دگوٹڈن صاحب ناصر الدین شاہ مرحوم نے اپنے سفرنامہ مین لکھا ہے کہ شیرین کا لباس اسی قسم کا ہے جیسا ملکہ فرانس اور انگلستان کا رہی

نقش اول کا خاکہ

[۱] روضۃ الصفا مین شیرین کی مختصر سوانح عمری یہ لکھی ہے کہ شیرین کسی غریب خاندان کی بیٹی تھی۔ اور اوائل عمر مین بطور کنیزون کے ایک امیر کی خدمت کیا کرتی تھی۔ خسرو پرویز بھی کبھی کبھی وہان جا نکلتا تھا۔ اور شیرین کی میٹھی باتون سے دل بہلایا کرتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ جب محبت بڑھی تو خسرو نے بطور نشان محبت کے اپنی انگوٹھی شیرین کے نذر کردی۔ اتفاق سے یہ معاملہ امیر نے بچشم خود دیکھکر ایک غلام کو حکم دیا کہ شیرین کو فرات مین لیجا کر ڈبو دے۔ جب غلام فرات کے کنارہ پہنچا۔ تو شیرین نے منت سماجت کرکے جان شیرین بچا لی۔ اور غلام نے قسم کھانے کیواسطے یہ کیا کہ شیرین کو فرات کے کنارے جہان پانی پایاب تھا لیجا کر بیٹھا دیا۔ اور چلا آیا۔ شیرین نہا دہو کر فرات سے نکلی۔ اور ایک راہب کے صومعہ مین جا کر پناہ لی۔ اور مدت تک اسکی خدمت کرتی رہی اتفاق سے خسرو کی فوج کا ایک سپاہی صومعہ مین آیا شیرین نے وہی انگوٹھی خسرو کے پاس بھیجی۔ اور خسرو نے بڑے تزک و احتشام سے شیرین کو مدائن مین بلا لیا۔ یونانی مورخ لکھتے ہین کہ شیرین خسرو کی حرم تھی اور حسن و جمال کے لحاظ سے دیوی تھی۔ وہ پالیس حبزیرین بن سے حسن درجہ کمال کو پہونچا سے سب شیرین مین تمع تھین۔ صفحہ ۱۷۶ گنج دانش۔

لباس ہوتا ہے خسرو کا لباس بھی زرین ہے اور لانبا کوٹ پہنے ہوئے ہے۔ سر پر تاج شاہانہ ہے جو جواہرات سے جگمگا رہا ہے کمر مین پٹی بندھی ہوئی ہے اور جوتہ لانگ بوٹ کے مشابہ ہے۔ مارس شہنشاہ روم کا لباس بھی قریب قریب خسرو کے ہے۔ البتہ تاج معمولی ہے۔ ان دونون تصویرون کے درمیان ایک دائرہ نظر آتا ہے۔ جسکو دونون اپنی اپنی طرف سے پکڑے ہوئے ہین۔ یہ دائرہ یا تو پھولون کا گلدستہ ہے۔ یا تاج ہے۔ جو بطور پیشکش کے خسرو کو دیا جا رہا ہے۔ شیرین بھی خسرو کو جام شراب اور پھولون کا ہار نذر کر رہی ہے۔

طاق بستان کی ضرورت دنیا کی نہایت قدیم تاریخون سے ثابت ہے کہ ہر زمانہ مین شہنشاہون کا دستور رہا ہے کہ کسی بڑی یادگار کے قایم رکھنے کے واسطے وہ عمارتین یا طلسم بنایا کرتے تھے۔ اور اپنی تصویرین یا بت بھی وہان نصب کرا دیتے تھے۔ ایران کے بادشاہ بھی ہمیشہ سے عمارتون کے شایق رہے ہین۔ اور یادگار قایم کرنیکا ان کو بہت شوق تھا۔ چنانچہ بہرام چوبین پر فتح پانے کے بعد جب خسرو اپنے باپ کے تاج و تخت کا وارث ہوا ہے۔ یہ تصویر اُسوقت کی یادگار ہے۔

بہرام کا اقتدار ملک پر اسقدر ہو گیا تھا کہ اگر مارس شہنشاہ روم اپنے داماد خسرو کے مدد نہ کرتا تو اسکو کبھی تخت و تاج میسر نہ ہوتا۔ اسلئے انگلش سیاحون نے واقعات تاریخی کی پڑتال کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ دراصل مارس خسرو کو ہرمز (پدر خسرو) کا گم شدہ تاج از سر نو دے رہا ہے۔ جسکو خسرو نہایت خوشی سے قبول کر رہا ہے اور چونکہ فتح پا کر دار السلطنت کو واپس آیا ہے۔ اسلئے سب کے سب خوشی کے رنگ مین سرشار ہین۔ خصوصاً اُسکی محبوبہ شیرین ایک ہاتھ مین گلدستہ اور ایک مین جام شراب لیکر استقبال کو آئی ہے۔

اس قیاس کی تائید ہمارے زمانہ کے رسم و رواج سے بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ خوشی کے موقعونپر بادشاہون امیرون اور وزیرون کے اوپر ہار و پھول کا مینہ برسایا جاتا ہے۔ اور جب کوئی سپہ سالار غنیم پر فتح پا کر آتا ہے تو رعایا کیطرف سے بھی اس قسم کی خوشی کیجاتی ہے۔ چنانچہ جنرل لاکھارٹ کا واقعہ کل کی بات ہے۔ بہرحال اسمین کوئی شک نہین ہے کہ یہ تصویرین ضرور کسی فتح عظیم کی یادگار ہین۔ اور اس خیال کی تصدیق آیندہ تصویر سے ہوتی ہے۔ ہان یہ اور بات ہے کہ وہ فتح بہرام سے متعلق ہو یا نہ ہو۔

سر جان ملکم صاحب اپنی تاریخ ایران مین تحریر فرماتے ہین کہ ان تین مجسمون کے اوپر بھی دیوار مین تین تصویرین ہین۔ مگر وہ اسقدر مٹ گئی ہین کہ سوائے خطوط کے کچھ نظر نہین آتا ہے (تاریخ ایران سر جان میلکم جلد اول باب ۷ صفحہ ۳۴۸)

دوسرا نقش[۱۵] نقش اول کے پائین۔ اور خسرو کے محاذی۔ پہاڑ کاٹ کر ایک سوار اور گھوڑے کا مجسمہ بنایا ہے۔

---

[۱۵] خسرو نام، پرویز لقب، ہرمز کا بیٹا، نوشیروان کا پوتا۔ ایران کا مشہور بادشاہ ہے۔ خاندان ساسان مین یہ بائیسوان[۲۲] بادشاہ ہے۔ ہرمز کی حیات مین سلطنت ایران کا ڈھچر ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ اور بہرام چوبین ایک سردار لشکر بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ اور خسرو، بہرام کے خوف سے مارا مارا پھرتا تھا۔ جب مارس شہنشاہ روم کی خدمت مین خسرو حاضر ہوا تو اُس نے نہایت خوشی سے خسرو کا خیر مقدم کیا۔ اور اپنی بیٹی مریم سے شادی کر دی اور فوج جرار دیکر ایران کو روانہ کیا۔ اس فوج نے بہرام کو شکست دی۔ اور خسرو کو باضابطہ تخت نشین کرایا۔ خسرو بڑی شان و شکوہ کا بادشاہ گزرا ہے۔ حسن ظاہری کے ساتھ حسن اخلاق اور بہادری مین بھی شہرۂ آفاق تھا۔ عیش و عشرت کے سامان اس عہد مین ترقی پر تھے قصر شاہی مین ۱۵ ہزار مغنیہ کنیزین تھین۔ تین ہزار اونٹ۔ ۹ ہزار ہاتھی۔ دجنین۔ ۴۰ بست ہاتھی تھے

سوار جنگی ہتیاروں مین اونچی بنا ہوا گھوڑے پر سوار ہے۔ سر پر خود ہے۔ لوٹے دار قبا کے اوپر زرہ ہے۔ جو تمام بدن کو چھپائے ہوے ہے۔ جسم کا کوئی حصہ سوائے آنکھون کے نظر نہین آتا۔ ایک ہاتھ مین لمبا نیزہ ہے جو داہنے شانہ کے اوپر سے ہوتا ہوا گھوڑے کے سر سے باہر نکل گیا ہے۔ دوسرے ہاتھ مین سپر ہے۔ پہلو مین تیرون کا ترکش لٹک رہا ہے۔ گھوڑا بھی زرہ پوش ہے۔ زین کے موقع سے یال تک۔ زرہ پڑی ہوئی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا مرصع جھول ہے سوار کے پاؤن بھی اس زرہ مین چھپے ہوئے ہین۔ زین کی شکل انگلش کاٹھی سے مشابہ ہے۔ سوار کے بائین ران اور گھوڑے کے داہنی جانب کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا ہے مگر

ع باین شکستگی ارزد بصد ہزار درست۔ (درستی) کہتے ہین کہ جب عربون نے ایران فتح کیا ہے اسوقت یہ تصویر ٹوٹی ہے مگر ہماری رائے مین یہ صحیح نہین ہے ممکن ہے کہ کوئی ٹکڑہ پتھر کا اوپر سے گرا ہو جسکے صدمہ سے یہ حصہ ٹوٹ گیا ہے۔

ناصر الدین شاہ مرحوم نے اپنے سفر نامہ مین طاق بستان کے حالات لکھتے ہوئے اس تصویر پر یہ رائے لکھی ہے کہ "مین دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ اس قسم کی حجّاری اور سنگ تراشی اس زمانہ مین محال ہے۔ گھوڑے کی شکل اور سوار کی صورت زمانۂ حال کی شکلون سے جداگانہ ہے گھوڑے کی زرہ کے حلقے دیکھکر نہایت تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر بنائے گئے ہین۔ گھوڑے کی دُم بھی بڑی صنعت کا نمونہ ہے (شاہ کے خاص الفاظ یہ ہین "دُم اسپ را نوعی قلم زدہ است کہ مو بمو شمارہ توان کرد")

اس تصویر کی شان سے یہ پایا جاتا ہے کہ نوجوان بہادر اپنے دشمن پر ظفر یاب ہوکر واپس آیا ہے کیونکہ اسکے چہرہ سے خوشی اور شادمانی کے آثار نمایان ہین۔

مورخ اور جغرافیہ نویس اسپر متفق ہین کہ نوجوان سوار خسرو پرویز ہے اور یہ گھوڑا وہی ہے جسکا نام شبدیز ہے اور دراصل یہ تصویر نقش اول کا تتمہ ہے۔

شبدیز کی مختصر کیفیت یاقوت حموی نے معجم البلدان مین لفظ شبدیز کے ضمن مین یہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ "طاق بستان کے نامون مین سے ایک نام شبدیز بھی ہے۔ یعنی جس جگہ شبدیز کی تصویر بنائی گئی ہے اس محل کا نام شبدیز ہے"

نصر اور معرِ ین مہلہل کا قول ہے کہ شبدیز ایک منزل کا نام ہے جو حلوان اور قرمیسین کے درمیان مین ہے جو پتہ ان جغرافیہ نویسون نے بتایا ہے وہ بالکل وہی ہے جسکو ہم اول لکھ چکے ہین کیونکہ حلوان اور قرمیسین، کرمان کے متصل ہین۔ جہانپر کوہ بیستون ہے۔ کسی زمانہ مین یہ مقام شبدیز کے نام سے مشہور ہوگا۔

احمد ہمدانی کا قول ہے کہ شبدیز کی صورت "عجائبات عالم مین سے ہے۔ جو قریہ خسانان مین ہے۔ قنطورس بن سنمار جس نے قصر خورنق کوفہ مین بنایا تھا۔ اُسکے ہاتون شبدیز بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ١٥) علاوہ پیل سفید کے بعض خاص ہین تھے۔ باربد (مطرب) شبدیز (اسپ خاصہ) شیرین (معشوقہ) یہ تین چیزین ایسی تھین جو کسی بادشاہ ایران کو میسر نہین آئین۔ باربد اپنے زمانہ کا اسحاق وابراہیم موصلی تھا۔ شبدیز اس قدر سریع السیر تھا کہ اسکی رفتار کی بلا مبالغہ طیور سے تشبیہ دیجاتی ہے۔ شیرین اپنے حسن وجمال مین بے نظیر تھی۔ جو مرصع فرش حضرت فاروق اعظم کے عہد مین ٹکڑے ٹکڑے ہوکر تقسیم ہوا وہ اسی کے محل کا تھا۔ خسرو کا تاج اور تخت بھی عجائبات عالم مین شمار ہوتا تھا۔ تخت کے روکار پر کرۂ زمین۔ اور ہفت اقلیم کا نقشہ کھنچا ہوا تھا۔ اور منطقۃ البروج کے علاوہ کواکب۔ ثوابت اور سیارہ کی تصویرین تھین۔ خزانے بہت سے تھے۔ اور سبکے الگ الگ نام تھے چنانچہ ایک کا نام گنج بادآورد تھا۔ رسول اللہ صلعم نے اپنا قاصد اسکے دربار مین بھیجا تھا۔ ۹ برس حکومت کی سنہ ۷ ہجری مین شیرویہ نے جو اسکا بیٹا تھا اسے قتل کردیا (تاریخ "بادشاہان عجم" مطبوعہ ایران سنہ ۱۲۹۶ ہجری)

بنا ہے۔ شبدیز ایک اعلیٰ درجہ کا زیرک اور شایستہ گھوڑا تھا جو ہندوستان کے کسی بادشاہ نے بطور تحفہ کے خسرو کو بھیجا تھا اور خسرو کو بہت عزیز تھا۔ چنانچہ جب یہ مرگیا تو قنطورس نے بطور دوامی یادگار کے اسکی تصویر بنادی ہے،

یہی جغرافیہ نویس لکھتا ہے کہ مین نے ایک معتزلی فقیہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ "اگر کوئی شخص بلاد فرغانہ یا اقصیٰ بلاد سوس سے فقط شبدیز کی تصویر دیکھنے کے لیے سفر کرے تو اُسکو ملامت نہ کرنی چاہیئے" حقیقت مین شبدیز کے حسن کی یہ انتہائی تعریف ہے۔ ایران کی بعض تاریخون مین لکھا ہے کہ جب خسرو بامید اعانت شہنشاہ روم کے یہان جا رہا تھا۔ اُسوقت رستہ مین شیرین نے یہ گھوڑا خسرو کی نذر کیا تھا۔ اور شبدیز کی اصلی مالک شیرین تھی۔ مگر یہ کسی نے نہین لکھا کہ شیرین تک شبدیز کیونکر پہنچا۔

شبدیز پر خسرو سوار ہے
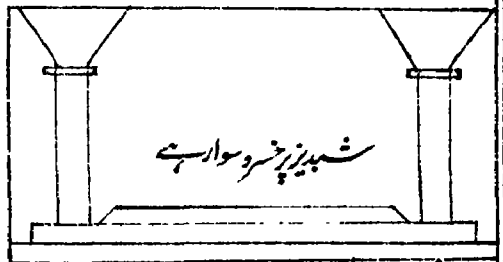
تیسرا نقش تصاویر مذکور الصدر کے بعد دیوار کے داہنی جانب خسرو پرویز کی پہلی شکارگاہ کا نقشہ ہے۔ جسمین خوک صحرائی کا شکار ہو رہا ہے صورت شکارگاہ کی یہ ہے کہ سنگ تراش نے سنگ سیاہ کے ایک ٹکڑہ پر جو ۱۹ فٹ بلند اور ۱۳ ½ فٹ چوڑا ہے اول چارون طرف بطور حاشیہ کے نقش و نگار بنائے ہین اسکے بعد نیستان کا جنگل ہے۔ جو ہر طرف سے شکارگاہ کو گھیرے ہوئے ہے۔ وسط میدان مین ایک نہر ہے۔ جسمین ہر قسم کی کشتیان پڑی ہوئی ہین۔ ایک جانب ہاتھیون کی قطار ہے جسپر ارکانِ سلطنت بیٹھے ہوئے ہین۔ اور اس طرف سے شکار ہانکا جاتا ہے۔ کل شکارگاہ مین یہ جنگلی جانور بدحواسی کے عالم مین دوڑتے پھرتے ہین۔ کل تصویرین اس منظر کی تعداد مین ۲۲۵ ہین۔ اور اسمین سے صرف مرد اور عورت ۱۰۵ ہین۔ باقی شکاری جانورون کی تصویرین ہین ہاتھی ۲۳ ہین کشتیان ۵ ہین۔ دو کشتیون پر دو بادشاہ ہین جنکے ہاتھ مین تیر و کمان ہے تین کشتیون پر ارباب نشاط ہین اور چنگ، رباب، بانسلی کی آوازون سے تمام شکارگاہ گونج رہا ہے۔ کچھ کنیزین ہین جو کمان مین تیر جوڑ کر ان بادشاہون کو دے رہی ہین۔ کیونکہ نشانہ بازی متواتر جاری ہے۔ ایک کشتی خسرو کے قریب ہے جسپر عورتین بیٹھی ہوئی تالیان بجا رہی ہین۔ جو شکار ہوتا جاتا ہے۔ وہ اونٹ اور ہاتھیون پر لدکر قصر شاہی کو روانہ ہو رہا ہے پانی مین مرغابیان اور مچھلیان بھی نظر آتی ہین۔ مگر اُن کا شکار کھیلتا ہوا کوئی نظر نہین آتا۔

یہ کُل شکارگاہ صنعت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اور سیاحون نے جس بات کی بڑی تعریف کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے جانور کی تصویر مین بھی اعضا کا تناسب قایم رہا ہے۔ اور کسی جگہ سے کوئی عضو بیڈول نہین ہونے پایا ہے۔

برخلاف پچھلے مرقعون کے اسمین یہ کیا گیا ہے کہ سنگی تختہ پر شکارگاہ بنا کر دیوار مین نصب کر دیا ہے۔

نقش سوم کا خاکہ

نیستان

نیستان شکارگاہ نیستان

نیستان
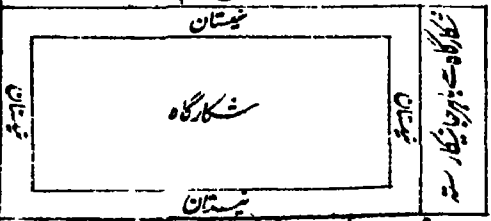
چوتھا نقش پہلی شکارگاہ کے مقابل ایک اور شکارگاہ ہے

حسین گورخر اور ہرنون کا شکار ہو رہا ہے - یہ شکارگاہ بھی
سنگ سیاہ کے ایک ٹکڑہ پر ہے جو پیمایش مین مثل اول کے
ہے اسمین مصور نے جنگل و بیابان کا سین دکھلایا ہے
جسکے اندر بادشاہ شکار کھیل رہا ہے - ہرنون کی تعداد ۱۰۰
ہے - ۱۱ ہاتھی اور ۱۳ جنگی سوار ہین - اور چند اونٹ ہین -
۱۷ مرد اور عورت ہین - ان سوارون مین خود بادشاہ بھی شامل
ہے جسکو شاہی لباس نے اورون سے ممتاز کیا ہے - سر پر
مرصع تاج ہے - اور رکاب کے قریب ایک خادم چتر شاہی
لیے ہوے ہے - جو اعزاز شاہی کے علاوہ دھوپ مین
آفتاب گیر اور سائبان کا کام دے رہا ہے -

دس سوار ہین جو ہر طرف سے ہرنون کو گھیر کر بادشاہ کے قریب
لاتے ہین - بادشاہ تیر و کمان سے شکار کھیل رہا ہے - سوارون کے
قریب ایک طولانی سنیر بچھا ہوا ہے جسپر مغنیہ کنیزین بانسلی
بجا رہی ہین -

نقش و نگار کی حیثیت سے بھی یہ شکارگاہ دوسرے نمبر پر ہے
اور خاص الفاظ کسی نے اسکی مدح مین جمین لکھے ہین - یہ دونون
شکارگاہین لوح اور کتبے سے خالی ہین - لیکن خسرو کی رنگی
تصویر سے خط و خال کا مقابلہ کرکے یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے
کہ یہ دونون تفریح گاہین خسرو کی یادگار ہین - علاوہ برین ہر جگہ
عورتون کی کثرت اور اونکے کار خدمت مین مشغول ہونے
سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ سارے کرشمے رنگیلے خسرو کے
ہین - کیونکہ اُس کا محل عورتون کے مجمع سے اندر کے اکھاڑے
سے کچھ کم نہ تھا - ایک ایرانی مورخ لکھتا ہے کہ ۱۵ ہزار
حسین و جمیل عورتین صرف امیدوارانہ محل مین رہا کرتی تھین
پھر انتخاب ہوکر خاص خاص خدمتون پر مامور ہوتی تھین -
اگر خسرو اپنا دل شیرین کے ہاتھ بیع نہ کر دیتا تو معلوم نہین
کہ اسکے مقیاس الحرارت کا سیماب کس درجہ پر جاکر ٹھہرتا -

خسرو کے حالات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زمانہ
تک عورتون کے پردہ کا رواج نہ تھا - اور سفر و حضر مین مردون
کے لیے عیش و عشرت کا سرمایہ صرف عورتین تھین -

زمانہ کے ہاتھون سے یہ شکارگاہ بہت کچھ مٹ چکی ہے
اور جو نقوش باقی ہین وہ بھی خود بخود مٹتے جاتے ہین - افسوس
ہے کہ سنہ ۱۲۲۰[۵۱] ہجری مین (عہد فتح علی شاہ مرحوم) شہزادہ محمد علی
مرزا گورنر کرمان نے شکارگاہ کی چند تصویرون کو مٹا کر اُن کی
جگہ اپنی شاہانہ تصویر بنائی ہے جسکا لباس اور تاج بھی مرصع ہے
خدانخواستہ اگر محمد علی مرزا کے ہم خیال چند نوجوان
اور پیدا ہو گئے تو بہت تھوڑی مدت مین یہ نقش فنا ہو جائینگے
اور صفحہ تاریخون مین طاق بستان کا نام رہ جائیگا - اس موقع
پر پہنچکر یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ طاق بستان کا ایک
حصہ اس جگہ پر ختم ہو جاتا ہے اور نقش پنجم سے دوسرا حصہ
شروع ہوتا ہے -

نقش چہارم کا خاکہ

شکارگاہ

۵ شکارگاہ

شکارگاہ

شکارگاہ

پانچوان نقش	شکارگاہ سے چند قدم کے فاصلہ پر

۵۱ جغرافیہ ایران مصنفہ سلطان محمد تقی خان بہادر صفحہ ۱۰۹

طاق بستان کا دوسرا حصہ ہے۔ اسمین بھی چند مجسّمے ہین۔
لیکن بلحاظ نقش و نگار اور صنعت سنگ تراشی کے پچھلے نقوش
سے اسکا درجہ کم ہے۔ طاق بستان کا یہ حصہ ۱۳ فٹ عمیق
۱۹ فٹ ۶ عریض اور ۳۵ فٹ بلند ہے اور فرش سنگ سیاہ
کا ہے۔

سطح زمین سے ۷ فٹ کی بلندی پر وسط دیوار مین دو بت تراشے
گیے ہین۔ قرینہ سے دونون بادشاہ معلوم ہوتے ہین۔
قد و قامت، شکل و صورت اور وضع طرح مین دونون ملتے
جلتے ہین۔ ہر بادشاہ اپنے دونون ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھے
ہوئے عالم سکوت مین کھڑا ہے۔ سر پر مدوّر تاج ہین۔
لباس شاہانہ ہے۔ سرپیچ جواہر نگار ہے۔ شانون سے ہوتا ہوا
کمر تک ایک طلاکار پٹکا نظر آتا ہے۔ گھونگروالی کاکلین بل کہاتی
ہوئی شانہ پر پڑی ہین۔ ڈاڑھی متوسط ہے۔ پیمائش مین دونون
بت سات سات فٹ کے ہین۔

داہنی جانب کی جو تصویر ہے اسکی قریب بزبان پہلوی چند سطرین
تحریر ہین۔ فرانس کے ایک پروفیسر نے بدقت تمام پڑہکر یہ ترجمہ
کیا ہے "یہ تصویر شاپور کی ہے۔ جو ہرمز ثانی[۵۱] کا بیٹا۔ اور نرسی[۵۲] کا
پوتا ہے۔ وہ خدا کی پرستش کرتا ہے اور ایران و غیر ایران کا
بادشاہ ہے"

ترجمہ کے الفاظ مختلف کتابون مین بادنیٰ تغیر الگ الگ ہین
مگر مطلب سب کا ایک ہی ہے۔ کیونکہ سوائے خاندانی شجرہ
کے کوئی تاریخی واقعہ تحریر نہین ہے۔ البتہ ملکم صاحب نے
ایران کا ترجمہ مومنین اور غیر ایران کا ترجمہ کفار کیا ہے "یعنی
شاہ پور ایسا بادشاہ ہے جو مومنین اور کفار پر سلطنت کرتا ہے"
اور بعد ترجمہ کے لکھتے ہین کہ پہلوی زبان مین ایر کے معنی مومن
کے ہین۔ اور ایران جمع ہے۔ اور یہ معنی حسب روایت
ملا فیروز بیان کیے گئے ہین۔

اگر فرض کر لیا جاے کہ یہی معنی ایران کے ہین تب بھی تکلف سے
خالی نہین ہے۔ کیونکہ اس ترجمہ سے تاریخی واقعات منطبق
نہین ہوتے۔ شاہ ناصر الدین مرحوم کے سفرنامہ مین ترجمہ کے
یہ الفاظ ہین "اینکہ صورتش این جاست بہترین پرستاران دین
ہرمز است شاہ شاہان، بادشاہ ایران و عراق عرب است"
اس مترجم نے غیر ایران کا ترجمہ عراق عرب کیا ہے جسمین کسی
تاویل کی حاجت نہین ہے۔

شاپور[۵۳] کے برابر ہی دوسرا بت شاپور سوم کا ہے۔ جو اسکا بیٹا تھا
اور یہ دونون نقش اس بادشاہ کی یادگار ہین۔ شاپور دوم
نے کوئی مرقع نہین سجایا۔

---

۵۱ ہرمز بن نرسی بن بہرام، ابتدا سے عمر مین بڑا ظالم تھا۔ اخیر عمر مین منصف اور عادل ہوگیا تھا۔ ۷ یا ۸ برس سلطنت کرکے فوت ہوا۔ مورخون نے اسکے حالات بہت کم لکھے ہین

نظم

چو نرسی ز گیتی کرانہ گزید +	از و تخت شاہی بہ ہرمز رسید
اگر چند بد خلق و جبار بود	و لے داد و رزید و نش کار بود
تہی دست ما یم داد ی و زر	نگردے بہر دو تو نگر نظر

۵۲ نرسی بن بہرام ثانی بن ہرمز اول۔ اپنے بھائی کے انتقال پر تخت نشین ہوا۔ مدبر و منتظم تھا۔ اسکے یہ مقولے مشہور ہین (۱) دولت جمع کرنے سے فیاضی افضل ہے (۲) قناعت کا مرتبہ دولتمندی سے زیادہ ہے۔ (۳) اچھی دوستی رشتہ داری سے زیادہ بہتر ہے"۔ ۹ برس حکومت کرکے فوت ہوا۔

۵۳ یہ شاپور دوم ہے۔ جو ذوالاکتاف کے نام سے مشہور ہے۔ ہرمز کے انتقال کے وقت یہ ماں کے پیٹ مین تھا۔ نجومیون کے اقوال سے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ وارث تاج و تخت پیدا ہونے والا ہے۔ اسلئے ارکان سلطنت نے بعد انتقال ہرمز کے شاہی بیگم والدہ کے سر پر تاج رکھکر رسم تاج پوشی کے ادا کی۔ اور ۴۰ دن کے بعد جب شاپور پیدا ہوا۔ تو تاج شاہی گہوارہ مین رکھدیا گیا۔ جوان ہوکر عربون سے سخت مقابلہ پیش آیا اور شاہی فوج کو کامیابی ہوئی

ایک کتابہ شاپور[۱۵] سوم کے داہنی جانب ہے مگر اسکا مضمون بہی قریب قریب پہلے کے ہے۔

چھٹا نقش نقش پنجم سے تہوڑے فاصلہ پر اسی غار مین ایک اور محراب ہے۔ جسمین صرف تین بت ہین۔ یہ ٹکڑا پیمایش مین ۱۰ فٹ چوڑا۔ ۱۲ فٹ اونچا ہے۔ الفاظ مین انکا خاکہ یون اُتر سکتا ہے کہ ایک نعش پڑی ہوئی ہے۔ اسکے اوپر تین آدمی کہڑے ہوے ہین۔ پہلا شخص کوئی نہایت ہی مقدس ہے۔ جسکے سر پر سورج کی کرن کا تاج ہے۔ لباس اگرچہ تنگ و چست ہے۔ مگر شاہانہ ہے۔ ہاتھ مین ۳ فٹ لانبا اور $\frac{1}{4}$ فٹ چوڑا ایک ڈنڈا ہے۔ پیرون کے نیچے ایک روشن ستارہ چمک رہا ہے۔

اسکے قریب ایک بادشاہ کہڑا ہے۔ جو شاہانہ لباس مین ہے اور اسکے داہنے ہاتھ مین ایک تاج ہے (تاج کی شکل نہین ہی) بلکہ ایک دایرہ ہے جسکو اکثر سیاحون نے کرۂ زمین سے تشبیہ دی ہے) دوسرا ہاتھ تلوار کے قبضہ پر ہے۔ اندازہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنے برابر والے شخص کو تاج دے رہا ہے۔ جسکو وہ بڑے فخر سے قبول کر رہا ہے۔ جس مردہ کی نعش پر یہ لوگ کہڑے ہوے ہین وہ رومی سپاہی ہے۔

کوئی کتابہ اس محراب پر نہین ہے۔ جس سے واقعہ نفس الامری معلوم ہو سکے۔ اور جو قصص و حکایات اِنکی نسبت مشہور ہین وہ تاریخی پایہ سے گرے ہوے ہین۔ البتہ تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ پہلا شخص عجمیون کا پیغمبر (بقول مجوسیان) زردشت ہے۔ دوسرا اردشیر بابکان۔ تیسرا شاپور اول ہی۔ اور یہ سب یادگار اردشیر بابکان کی ہے۔ کیونکہ زردشت کا نام زندہ رکہنا ان بادشاہون کا عین ایمان تہا۔ جسکو وہ پیغمبر کے مقدس لقب سے یاد کرتے تہے۔ جب اردشیر ضعیف ہو گیا تو کل نظم و نسق سلطنت شاپور کے سپرد کر کے آپ سلطنت سے علیحدہ ہو گیا۔ اور تاج و تخت بیٹے کے سپرد کر دیا۔ یا یون کہو کہ کرۂ زمین شاپور کو دیکر اسبات کو سمجہا دیا کہ وہ بلا شرکت غیری ساری دنیا کا شہنشاہ ہو گیا۔ اس نقش مین رومی سپاہی کی تصویر سے زوال سلطنت روم کا اشارہ ہے یہ خلاصہ ہے انگلش سیاحون اور مورخون کی اُن تصنیفات کا جو آثار قدیمۂ ایران پر لکہے گئے ہین۔ طاق بستان کے اوپر بہی کچھ عمارت تہی۔ مگر بسبب گر جانے سیڑہیون کے اب کچھ پتہ نہین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۱) عربون کے شانون مین سوراخ کر کے رسیان باندہی گئین۔ اسی وجہ سے اسکا لقب ذوالاکتاف ہو گیا۔ لیکن مزاج کا نیک تہا۔ جب عربون نے امان مانگی اور اپنا قصور معاف کرایا۔ تو سب کی خطائین معاف کر دین۔ لیکن بڑے بڑے قبائل کو مختلف مقامات مین آباد ہونیکا حکم دیا۔ چنانچہ قبیلہ بنی بکر بن وائل، و بنی حنظلہ کو بصرہ واہواز روانہ کیا۔ بنی تغلب کو بحرین و نواح تہامہ سپرد کیا۔ بنی قیس و بنی تمیم کو ساحل عمان و یمن مین بہیجدیا اور چونکہ ان سب قبائل کا سردار طائر پیشتر ہی قتل ہو چکا تہا۔ اس نے ملک مین امن و امان ہو گیا اسکے بعد قیصر روم سے چند لڑائیان لڑا۔ اور بعد کو کامیاب ہوا۔ پہلی مرتبہ یہ خود گرفتار ہو گیا تہا۔ اور قیصر نے اسکو چمڑے مین سلوا دیا تہا چنانچہ ایک برس تک اسیطرح قید رہا۔ وقت رہائی کے کئے من تیل صرف ہوا۔ تب یہ کیچلی اُتری۔ اسکا دار السلطنت مدائن تہا۔ یہ بادشاہ ۳۰۹ء مین پیدا ہوا۔ اور ۳۸۱ء مین ۷۲ برس سلطنت کر کے فوت ہوا۔ ساسانیون مین یہ نوان بادشاہ تہا۔ [۱۵] شاپور بن شاپور بن ہرمز گیارہوان بادشاہ ساسانیون مین ہوا۔ بہت ہی نیک بادشاہ تہا۔ ۵ برس ۵ مہینے سلطنت کر کے فوت ہوا۔ جنگل مین ایک خیمہ کے اندر بیٹہا ہوا تہا کہ آندہی آئی۔ اور خیمہ کی چوب سر پر گر پڑی، دم فنا ہو گیا۔

چل سکتا۔ اور اسی وجہ سے طاق بستان کے بالائی حصہ کی سیر کرنا دشوار ہے۔ طاق بستان کے باہر بھی کچھ چیزین قابل سیر ہین۔ مگر وہ معمولی ہین۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ وقتاً فوقتاً زمین سے جو مجسمات برآمد ہوئے ہین وہ اسی جگہہ پر رکھدی گئے ہین۔ جسقدر تماثیل اور مجسمات طاق بستان مین ہین۔ انکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ یہ صنعت یونانی کاریگرون کی ہے۔ اور دلیل اسکی صرف یہ ہے کہ یہ مرقعے یونانی کلیساؤن کے بتون سے بہت مشابہ ہین۔"

یہ راے انگلش سیاحون کی ہے۔ لیکن عجم کے کسی مورخ اور جغرافیہ نویس نے اسکا تذکرہ نہین کیا ہے کہ یہ نقش و نگار اہل یونان کے بناے ہوے ہین۔ اگر صرف فیشن پر یہ قیاس کرلیا گیا ہے تو صحیح نہین ہے کیونکہ غیر قومون کی صدہا چیزون اور علوم و فنون مین دوسرے ملک والے کمال حاصل کرتے ہین اور بجنسہ ویسا ہی کام کرتے ہین جسکے وہ مقلد ہین۔ اور اگر یہی بات ہے کہ جس قوم کی سلطنت جاتی رہتی ہے اسکے تمام کمالات اور علمی ترقیون پر پانی پھیر دیا جاتا ہے تو اسکا کوئی جواب نہین ہے۔ تاج گنج کے روضہ کی نسبت بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ تعمیر اٹلی کے ارباب کمال کا نمونہ ہے اور غریب ہندوستانیون کا اس بے نظیر عمارت مین کوئی حصہ نہین ہے۔

بہرحال طاق بستان اہل عجم کی صنعت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اور شاہان عجم کی ایک عمدہ یادگار ہے۔ (محمد عبد الرزاق)

مذہب و علم

نمبر ۳

ترقی تعلیم سے اہل مذہب کے مخالف ہونے کے اسباب

ہمنے پچھلے مضمون مین بیان کیا ہے کہ دماغی تحریک اور علمی ترقی کا اثر سچے مذہب کے روحانی اور اخلاقی حصہ پر کچھ نہین ہوتا۔ اور ہر مقدس مذہب مین ہر قسم کے علم و تہذیب کے جذب کرنے کی قابلیت ہوتی ہے۔ اور دعوی کیا ہے کہ مذہب اسلام مین یہی قابلیت ہے۔ اسپر غالباً یہ کہا جاسکتا ہے کہ علمی اشاعت کی تاریخ اور زمانہ حال کی موجودہ حالت سے اس خیال کی تائید نہین ہوتی بلکہ ہر زمانہ مین تعلیم و تربیت کی ترقی سے مذہبی عقائد مین خلل آنا اور مذہب کیطرف سے بے اعتنائی ہونا اور رفتہ رفتہ مذہب کا اثر جاتا رہنا اور بجاے اسکے کہ مذہب کو علم جذب کرے خود اوسکا علم مین تحلیل ہوجانا پایا جاتا ہے۔ رومیون کے مذہب کا یہی انجام ہوا۔ یونانیون کے مذہب پر علم نے یہی اثر کیا۔ یورپ مین عیسائیت کا اسیطرح خاتمہ ہورہا ہے۔ اسلامی دنیا مین بھی تعلیم و تربیت کی ترقی سے مذہبی گروہ مین بے چینی پیدا ہورہی ہے۔ لیکن یہ شبہ وہی لوگ کرسکتے ہین جنہون نے اسباب پر کافی غور نہین کیا۔ اگر بہ نظر تامل دیکھا جاے تو معلوم ہوگا کہ جن مذاہب کو علم نے برباد کردیا وہ ایسے مذہب تھے جنکا روحانی اور اخلاقی حصہ مبنی علی الوحی اور مطابق بالعقل والفطرۃ نہ تھا۔ اور اب جو اسلامی دنیا مین علم کی ترقی سے مذہبی گروہ مین بے چینی پیدا ہورہی ہے اوسکا سبب یہ ہے کہ مذہب نام ہورہا ہے اوس مجموعہ کا جسمین الہامی اصول کے ساتھ انسانی خیالات اور مجتہدون اور فقیہون کی رائین اور قومی رسمین اور غیر محقق واقعات اور قصص و حکایات ملے جلے ہین۔ اور مذہب کے ماننے والے اوسی مجموعہ کو موجودہ حالت پر قایم رکھنا چاہتے اور ان تمام اجزاے خارجی کو جو کہ مذہب مین داخل ہوگئے ہین مذہب ہی کا عنصر سمجھتے ہین۔ اسلیے وہ نہ روحانی اور اخلاقی حصہ کو وہمی اور خیالی باتون سے جدا کرنا پسند کرتے ہین۔ اور نہ مجتہدون اور فقیہون کی رایون اور خیالات کو اصلی تعلیم سے خارج کرنا جایز رکھتے ہین۔ کیونکہ یہ خیالات بچپن سے اونکے دلونمین بیٹھے ہوے ہین

اور ابتدا عمر سے اُنھون نے اسی مین پرورش پائی ہے۔ اور
یہ ایک قدرتی قاعدہ ہے کہ جو خیالات ایک خام اور غیر نمو یافتہ
طبیعت پر نقش کر دئے جاتے ہین وہ معصوم بچون کی سادی اور
اثر پذیر طبیعتون پر ایسے جم جاتے ہین کہ جسمانی نمو کے ساتھ وہ بھی
بڑہتے رہتے ہین۔ اور بالآخر اونکو وہ استحکام ہوجاتا ہے کہ اونکا
مٹانا اگر محال نہین تاہم نہایت مشکل ہوتا ہے۔ اور وہ تخیّل جو
مذہب کے خوشگوار شربت کے ساتھہ بچپن مین پلایا جاتا ہے زندگی
بہ خون کے ساتھ رگون مین دوڑتا پہرتا ہے۔ اور فیصلہ کی قوت ہزار
کوشش کرے اون اوہام اور تعصبات کے نقوش مٹانے مین
بہت کم کامیاب ہوتی ہے۔ یہانتک کہ اُن عالی دماغ اور آزاد خیال
آدمیون کی بھی جو تقلیدی خیالات سے اپنے آپکو بالکل پاک
سمجتے ہین یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ تصورات اور خیالات اونکے
دل کے کسی نہ کسی گوشہ مین چھپے رہتے ہین اور کمزوری کی ہر ساعت
مین جبکہ قوائے عقلی کا دباؤ اور اثر ذرا ڈہیلا ہوجاتا ہے وہ یہ نمودار
ہوجاتے اور سامنے آموجود ہوتے ہین۔ جب اُن لوگون کی یہ
کیفیت ہو جنکو خدا نے فیصلہ کی قوت دی ہے۔ تو اور عام لوگ
کب تقلیدی خیال سے اپنے آپکو جدا کر سکتے ہین۔ اور اسلئے
عموماً لوگون کا یہ حال ہے کہ جو آرا اونکو وراثتاً ملتی ہین اونکا کبھی
امتحان نہین کرتے۔ اور اگر امتحان بھی کرتے ہین تو پرانے
خیالات کے بوجھ مین ایسے دبے ہوسے ہوتے ہین کہ کوئی
بڑا اثر اوس امتحان کا اونپر نہین ہوتا۔ علاوہ برین لوگون کو
نہ تو وقت ملتا ہے اور نہ موقع اور نہ اتنی اونکو قوت ہوتی ہے
کہ وہ اُن مسائل مختلف فیہ پر جو ابتدائی عمر مین اونکو اسطرح سکہائے
گئے ہون کہ گویا وہ واقعات محققہ ہین غور کرین۔ اور آزادی
سے اوسکی تحقیق پر متوجہ ہون۔ خصوصاً ایسی حالت مین
جبکہ خود فیصلہ کرنے کی قابلیت نہو اور جنھین ایسی قابلیت بھی
ہو وہ بھی اوس خدا داد قوت کو استعمال مین نہین لاتے۔ نہ
اوسکا اثر ظاہر کرتے ہین۔ جب تک کہ علمی مقابلہ مین سالہا
سال نہ گذر جائین اور نفرت و تحقیر اور مباحثہ و مناظرہ ایک مدت
تک جاری نہ رہے اور زمانہ کا رجحان اور طبیعتون کا میلان
رفتہ رفتہ ایک نئی حالت پیدا نہ کرے۔ اور جب زمانہ کا
رجحان علمی خیالات اور آزادی کی طرف ہوجاتا ہے اوسوقت
علمی مسائل اور آزادانہ خیال کی طرف اوسی اندہے پن سے
لوگ جہکنے لگتے ہین۔ جس طرح اول مذہب کی طرف کورانہ
تقلید سے متوجہ رہتے تھے۔ اور نہایت سچ کہا ہے
مسٹر لیکی نے کہ عقاید یا خیالات کا استحکام اور اونکی حقیقت اور
سچائی کا یقین اُن عقائد و خیالات کی براہین و دلایل کی قوت
یا اوسکے حامیون کی لیاقت وقابلیت پر اسقدر منحصر نہین ہوتا
جس قدر کہ اوس رجحان طبیعت پر جو پہلے ہی سے لوگون مین
پیدا ہوجاتا ہے اور یہ رجحان نتیجہ ہوتا ہے اوس زمانہ کے اُن حالات
کا جو غیر محسوس طور پر آہستہ آہستہ مدتون سے جمع ہوتے اور بتدریج قوت پکڑتے
اور چپکے چپکے پھیلتے جاتے ہین۔ ریفارمر اور فلاسفر اوس رجحان طبیعت کے ابتدائی پیدا
کرنیوالے ہوتے ہین۔ مگر اوسکا اثر ایک مدت دراز کے دماغی اور تمدنی اور ملکی تغیرات
کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ اور انسانی طبائع جنمین وہ خیالات
پھیلتے ہین بتدریج اُنکے قبول کرنے کے لیے تیار ہوتی ہین۔
وہ تحریک ابتدائی درجہ مین نہایت حقیر اور خفیف اور غیر قابل
اعتنا سمجھی جاتی ہے مگر نامعلوم طور پر اُسکا دلون پر قبضہ ہوتا
جاتا ہے۔ اور خاص خاص لوگون کے دماغ اوس سے
متاثر اور خاص خاص طبیعتین اوسکی طرف مائل ہوتی ہین۔
اور وہ خیالات اپنی ذاتی قوت اور خاص خاص حالات سے
اور لوگون کے طبائع پر اپنا اثر ڈالتے ہین۔ اور قوت متخیلہ چپکے
چپکے اُن خیالات کو قبول اور اوسکی مخالف باتون کو دل سے

نکالتی جاتی ہے۔ اور اُن خیالات کے حامی نہ صرف اپنی دلائل کی قوت سے بلکہ طبیعت و خیال کے میلان پیدا ہوجانے سے اُن خیالات کے شائع اور عام ہونے کے معین و مددگار سمجھے جاتے ہین۔ البتہ اُن خیالات کے دلائل و براہین کی خوبی اور اونکے حامیون کی لیاقت اور قوت سے وہ واقع ہونے والے واقعات جلد پیدا ہوجاتے ہین جنکو رجحان زمانہ پیدا کرتا ہے۔ اور وہ دلائل و براہین جنکا ایک زمانہ مین کچھ بھی اثر نہین ہوتا دوسرے زمانہ مین صرف میلان طبیعت کے سبب سے نہایت خوشی اور رغبت اور شوق سے قبول کیجاتی ہین۔ ہمارے زمانہ کا رجحان اب علم (سائنس) کی طرف ہے اور طبیعتین رفتہ رفتہ مذہب کی طرف سے ہٹتی اور علم کی طرف جھکتی جاتی ہین۔ اور یہ سبب اسکے کہ ابھی کوئی اطمینانی حالت قایم نہین ہوئی طبیعتو نمین ایک قسم کی کشمکش اور دلو نمین ایک طرحکی بے چینی پیدا ہورہی ہے۔ اور اسوقت وہی حالت ہے جو علمی اشاعت کی تاریخ ہمکو بتاتی ہے کہ اوسمین ایک زمانہ ایسا ہوتا ہے جسمین پرانی رایون کی مستحکم بنیاد ہلنے اور موروثی خیالات کی خوشنما عمارت گرنے لگتی ہے اور نئی رایون اور علمی خیالات کی جدید عمارت ابھی تیار نہین ہوئی۔ وہ زمانہ شک اور خوف اور تاریکی اور دل کی بے چینی کا ہوتا ہے اور ایسے وقت مین جبکہ مذہبی خیالات کی قوت کم ہونے لگتی ہے۔ اور علم و عقل کے ستارے اپنی روشنی پہونچانے کے درجہ پر پہونچنے نہین پاتے۔ انسانی طبیعتون کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنی پہلی راہ سے جدا ہوجاتی ہین اور نئی راہ پر چلنے سے ڈرتی ہین اور بے لنگر و بادبان کے طوفان کے تلاطم اور ہولناک موجون کے تھپیڑے کھاتی اودھر چلی جاتی ہین جسطرف اُنکو تند ہوائین لیجاتی ہین۔ ہمارے زمانہ مین مذہب اپنے ممتاز درجہ سے گر گیا ہے اور علم و سائینس پورے طور پر ابتک اوس درجہ پر نہین پہونچا ہے اسلئے یہ زمانہ شک اور خوف اور تاریکی اور دلکی بے چینی کا ہے۔ طبیعتین پہلی راہ سے جدا ہوگئی ہین اور نئی راہ پر چلنے سے ڈرتی ہین۔ اور بغیر کسی ہادی اور رہنما کے ادہر اودہر بھٹکتی پھرتی ہین۔ اوس اطمینان قلب کا جو پُرانے عقائد کے یقین سے تھا اب اُن شکوک اور شبہات کے ساتھ مقابلہ پڑگیا ہے جنکو نئی تحقیقاتین پیدا کررہی ہین اور اس سے ایک بحران کیسی کیفیت دلونمین پیدا ہورہی ہے اور اوہام کی خواب راحت مین خلل پڑنا نہایت ناگوار ہے اور ہم دیکھتے ہین کہ مدت تک یہی کشمکش چلی جائیگی۔ اور ہماری دنیا کی تاریکی اوسوقت تک باقی رہیگی جب تک کہ خدا فرمائے کہ "روشنی ہوجا۔ اور روشنی ہوجاے" اور یہ وہ زمانہ ہوگا جبکہ مذہب سے اوہام و خیالات کے آمیزش دور ہوجائیگی اور اوسکا اصلی جوہر خارجی اجزا سے جدا نظر آئیگا۔ اور سچا مذہب سچے علم کے ساتھ ملکر دنیا سے تعصب اور جہالت کی تاریکی دور کردے گا اور انسانی طبیعتین کامل اور اعلی تعلیم سے روشن اور پاک ہوجائینگی۔

(محسن الملک)

مذہب و علم

نمبر ۴

کامل تعلیم و تربیت کی تعریف اور حقیقت

تعلیم و تربیت کے لیے انگریزی مین ایک مخصوص لفظ ہے جسے کلچر کہتے ہین۔ اور اوسکی تعریف یہ کی گئی ہے۔ نکالنا اور اوپر لانا اور نشو و نما دینا اور درجۂ کمال پر پہونچانا اور صحیح مقصد

کی طرف لیجانا اُن تمام قوتون کا جو قدرت نے انسان مین بالقوہ رکھی ہین۔ یہی وہ تعریف ہے جو حکماے اسلام نے کی ہے وہ فرماتے ہین ”التعلیم ھو اخراج ما فی قوة نفوسھم من العلوم والمعارف والصنائع والحکم الی الفعل والظھور وان التعلم والتعلیم لیسا شیئاً سوی اخراج ما فی القوة یعنی الامکان الی الفعل یعنی الوجود فاذا نُسبُ ذلک الی العالم سمی تعلیما وان نسب الی المتعلم یُسمّیٰ تعلماً“[۵۱]

یونان کے قدیم فلاسفہ نے بھی تعلیم کی یہی تعریف بیان کی ہے۔ یورپ کے مذہبی علما بھی اس تعریف سے متفق ہین۔ اسلئے کہا جا سکتا ہے کہ تعلیم کی اس تعریف پر سب کا اتفاق ہے اگر اختلاف ہے تو اسمین ہے کہ جو قوتین انسانمین بالقوہ رکھی گئی ہین اور جنکے نشو ونما دینے سے وہ انسانیت کے اعلیٰ درجہ پر پہونچ سکتا ہے اُنمین سے کوئی قوت ایسی بھی ہے جو اُن معارف وحقایق کا ادراک کرسکے جو عالم شہود سے خارج اور ماوراء محسوسات ہین۔ اور جو الہیات سے تعبیر کی جاتی ہین۔

اس زمانہ کے ماہران علوم طبعی جو لاادریت کے دلدادہ ہین اور جو ماوراء محسوسات سے اپنے آپکو بے خبر اور قوائے انسانی کا مبلغ مایدرک من الحواس پر محدود سمجھتے ہین۔ وہ کسی ایسی قوت کے ہونے سے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہین۔ گو وہ کوئی قطعی دلیل ایسی قوت کے نہونے کی نہین رکھتے۔ اور نہ اوسکے وجود سے قطعی انکار کرتے ہین۔ وہ تعلیم کے مقاصد کا اگرچہ نہایت اعلیٰ معیار قرار دیتے ہین۔ اور نیکی اور اخلاق کی تکمیل کا نہایت بلند نمونہ ظاہر کرتے ہین۔ اور جذبات کو ایک طاقتور ذہنی کی تابعداری اور نہایت دقیقہ رس وجدان قلبی کی فرمان برداری سکھانے اور تمام پاکیزہ اور جمیل چیزون کو خواہ قدرتی ہون یا مصنوعی محبوب رکھنے اور تمام برائیون سے نفرت کرنے اور نفس ناطقہ مین طبیعت کی بڑی اور اصلی حقیقتون اور اوسکے طریق عمل کے قواعد کے علم جمع کرنے کو اصلی مقصود تعلیم کا سمجھتے ہین۔ مگر جن باتون کا تعلق روحانیات اور الہیات سے ہے۔ اور جسکی تعلیم مذہب کی علت غائی ہے اُنکو وہ تعلیم کا جزو قرار نہین دیتے اُنکا کہنا یہ ہے کہ ہمکو کسی ایسی قوت کا علم نہین ہے جسکا تعلق ماوراء محسوسات سے ہو۔

یونانی فلاسفہ مشائین تھے یا اشراقیین وہ نہ صرف ایسی قوت کے وجود کے قائل تھے۔ بلکہ اوسیکو اعلیٰ ترین قوائے انسانی سمجھتے تھے۔ اور اوسیکو ظہور مین لانے اور ترقی دینے کو منتہاے کمال انسانی بلکہ علت غائی انسان کی آفرینش کی جانتے تھے اور باقی دیگر قوتون کو اسی قوت کی تکمیل کے مُعِدّات اور آلات اور وسائل خیال کرتے تھے اونکے نزدیک حقایق موجودات کا ادراک اور اعیان ممکنات کی تحقیق اور مظاہر کائنات سے بحث اور علوم ومعارف کی تحصیل اسطرح پر جس سے محسوسات سے معقولات پر اور جسمانیات سے روحانیات پر اور شہودات سے غائبات پر اور ریاضیات سے طبیعیات پر اور طبیعیات سے الہیات پر استدلال ہو اصلی تعلیم تھی۔ اور اوسکے لیے اعتقادات اور آراء صحیحہ کا رکھنا اور اخلاق جمیلہ اور خصائل حمیدہ سے متّصف ہونا اور افعال حسنہ اور اعمال پسندیدہ سے موصوف ہونا ضروری تھا۔ اور اسکی اصلی غرض وہ یہ قرار دیتے تھے کہ نفس انسانی نقص کی حالت سے کمال کی طرف ترقی کرے اور درجہ ادنیٰ سے درجہ اعلیٰ پر پہونچے۔ اور حیات ابدی اور راحت دائمی حاصل کرے۔

اِس زمانہ مین علماء یورپ جو کہ نہ دہریت اور لاادریت کی حدود مین محدود ہین اور نہ مذہبی تحکمانہ عقائد کے قیود مین گرفتار۔ کہتے ہین کہ تعلیم سے

[۵۱] اخوان الصفا رسالہ سابع جلد اول صفحہ ۱۶۹۱۵

یہ مراد ہے کہ روح کی ہر ایک قوت ایک ایسے طریقہ سے جسکی
بنیاد انسانی فطرت پر رکھی گئی ہو عملاً ظہور مین لائی جائے۔ اور
زندگی کی تمام شاخون کو یکسان حرکت دیجائے۔ اور انسانی
جذبات قابو مین رکھے جائین۔ اور تمام قوتون کی احتیاط کے
ساتھ نگرانی کیجائے۔ کسی ایک شعبہ پر حد مناسب سے زیادہ
زور ڈالنے سے پرہیز کیا جائے۔ اور جو چیزین سکہائی جائین
اُنمین اعتدال اور تناسب کا لحاظ رکہا جائے۔ اگر اس عالمانہ
تعریف کی صاف صاف لفظون مین تشریح کیجائے۔ تو اوسکا
مطلب یہ ہے کہ انسان کی تعلیم ایسی ہو جسمین جسمانی عقلی اخلاقی
اور مذہبی قوتین سب یکسان نمو پا دین۔ اور سب کو برابر غذا پہونچے
تاکہ تعلیم کی غایت یعنی انسانی خوشی اور انسانی نیکی اور انسانی
کمال حاصل ہو۔

تعلیم کی یہ تشریح نہایت صحیح ہے۔ اور جو علت غائی اوسکی بیان
کی گئی ہے وہ نہایت درست ہے۔ جبکہ تعلیم یا کلچر سے یہ مراد ہو
کہ انسان اپنی فطرت کو اعلیٰ ترین درجہ کمال پر پہونچانے کی کوشش
کرے۔ اور جتنی قابلیتین اور قوتین اُسمین ہین انکو پورے طور سے
بڑہنے دے۔ تو وہ اسی پر محدود نہین ہوسکتی کہ ایک ذی عقل
مین صرف مادہ ادراک زیادہ کر دیا جائے۔ اور مظاہر کائنات
کی تحقیق پر اوسکے تمام قوتین محدود کر دیجائین۔ بلکہ ضرور ہے
کہ جو لگاؤ انسانیت کو اُلوہیت سے ہے اوسکو بھی جہانتک
ممکن ہے ویسا ہی ترقی دیا جائے جیسا کہ اُن
تعلقات کو جو جسمانیات اور محسوسات سے ہین
اور حقایق اشیا کے ادراک اور ما فی الکائنات
کی ترتیب کا علم حاصل کرنے کی خواہش اس
غرض سے کی جائے کہ عالم کا نظم اور کائنات کا نظام استطاعت
فطری کے موافق ہماری سمجھ مین آئے۔ تاکہ ہم خود اوس نظام سے
موافقت پیدا کرین۔ اور خدا کی مرضی کو اپنے اور اپنے گرد کی
چیزون پر غالب کرین۔ ہمارے علوم حقیقی اور ہمارے اخلاق پاکیزہ اور
ہماری خیالات درست اور ہماری آئین صحیح اور ہماری معاملات سچے اور ہمارے افعال پاک ہون
اور ہماری روح کی اندرونی حالت مرضی الٰہی کے مطابق ترقی پائے
زندگی کا مآل کار اور کالبد خاکی کا جسمین خدائی روح داخل ہے
یہی انجام مقصود نہین ہے کہ ہم اُنہین باتون کو جانین اور اُنہین
کو سیکہین اور اُنہین پر عمل کرین۔ جو اس مادّی عالم مین بکار آمد ہین
اور نہ یہہ قوتین ہمکو اسلئے دیگئی ہین کہ ہم اُنکو صرف جسمانیات
پر محدود رکہین۔ اور فقط دنیاوی فوائد کے لئے کام مین لائین
بلکہ اس غرض سے ہمکو عطا کی گئی ہین کہ ہم اون کو اپنی قدرت
کے موافق اتنا نشو و نما دین کہ وہ خدائے پاک کی عظمت
وجلال اور قدرت وکمال کے ظاہر کرنے اور نیز بنی نوع انسان
کی بہبودی کے ترقی دینے کے کام آئین۔ تاکہ وہ سلسلہ جو مخلوق
اور خالق مین ہے مستحکم ہو اور ہم حیات ابدی حاصل کرین۔ اسلئے
تعلیم مین جو مذہبی حصہ ہے اوسکو تسلیم کرنا ہی کافی نہین ہے
بلکہ تمام حصون پر اوسے مقدم سمجھنا اور قابلیت کے مدارج مختلفہ
اور مراتب متنوعہ کے درجات اور حدود قایم کرنے مین روحانی
قوتون کو زیادہ نشو و نما دینا۔ اور اُن قابلیتون کو جنکا لگاؤ خدا تعالےٰ
سے ہے وہی اعلیٰ و برتر جگہہ دینی چاہیئے جو کہ فی نفسہ اُنہین کا
حق ہے۔ تاکہ انسان اُس تعلق کو جس سے وہ اپنے خالق
کے ساتھ وابستہ ہے تسلیم کرکے عملی طور پر اوسکو ثابت کرے۔
اور اپنی انتہائی حالت پر پہونچے "واقعاً حالاتہ ان یخرج
کل ما فی قوۃ النفس من الفضائل الی الفعل وھو ان
یصیر الانسان مومناً حقاً عالماً ربانیاً حکیماً فیلسوفاً محققاً"[۵۷]
جبکہ علم اپنا مقصد یہ تجویز کرتا ہے کہ انسان کی فطرت اعلیٰ ترین

[۵۷] اخوان الصفا رسالہ رابعہ جلد ثانی صفحہ ۲۴۲

کمال پر پہونچا ئی جائے تو اوسپر واجب ہے کہ خدا کی طرف رہنمائی کرنے والی قوتون کو جنکا انکار وہ لوگ بھی نہین کرتے جو کہ اوس سے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہین ضرور کام مین لائے یعنی مذہب کو اعلیٰ درجہ دے۔ اور چونکہ مذہب کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ اوسکا کام ہے انسانی فطرت کو اعلیٰ ترین درجہ پر پہونچانا۔ تو اوسے بھی لازم ہے کہ تمام قوتون کو جو انسانین رکھی گئی ہین پورے طور پر نمو دے۔ اور اونکے عطا کرنے والے کی مرضی کے مطابق اُنہین کام مین لائے پس اگر مذہب حق ہے اور پاک۔ اور خدا کی طرف سے جسمین نہ تعصبات ہون، نہ اوہام، نہ تحکمانہ احکام۔ تو وہ اس بات کو چاہیگا کہ جتنے عطیے ہمکو دیے گئے ہین اونکا عمدہ ترین طور پر استعمال کیا جاے اور جتنی قوتین ہمکو جس جس مقصد کیلئے دی گئی ہین وہ سب کام مین لائی جائین۔ اور اسطرح پر جبکہ مذہب اپنا فرض پورا پورا ادا کرتا ہے تو طبایع انسانی کو علم کیطرف لیجاتا اور اپنی تعلیم کو اوس سے مطابق و متحد کرتا ہے۔ اور اگر یہ راے صحیح ہے تو علم و مذہب دو مختلف قوتین نہین ہین۔ بلکہ ایک خط کے دو مقابل نقطے ہین۔ ایک الٰہی اور دوسرا انسانی۔ یا یہ کہو کہ ایک مذہبی دوسرا علمی۔ اگر سیدھے خط پر ایک نقطہ سے چلو تو دوسرے نقطہ پر پہونچ جاؤگے۔ انسانی اور علمی نقطہ سے چلنے کا اختتام مذہب اور الٰہی نقطہ پر۔ اور مذہب اور الٰہی نقطہ سے چلنے کا انجام انسانی اور علمی نقطہ پر ہوگا۔ یعنی علم کی انتہا مذہب پر۔ اور مذہب کا خاتمہ علم پر ہوگا۔ اور گو اِن دونون کا نیچر جدا جدا معلوم ہوتا ہے اور دو مختلف نقطون سے اپنے اپنے مقصد کیطرف چلتے ہین۔ تاہم اصل مین وہ مختلف نہین ہین۔ اگر علم کو کامل طور پر سمجھا جاوے اور اوسکے اصلی مقاصد اچھے طور پر پورے کیے جاوین تو ضرور وہ مذہب کی طرف رہنمائی کریگا۔ یعنی ہماری روحانی اور آسمانی قابلیتون کو نمو دے گا اور مذہب اگر سچا اور حق ہے اور تعصبات و اوہام سے پاک۔ اور تحکمانہ عقائد و احکام سے خالی۔ تو ضرور وہ تمام فطرتی قوتون کو باہر نکالیگا۔ اور اونکا عمدہ ترین استعمال بتائے گا۔ اور ان قوتون کو وہ نہ صرف اس وجہہ سے کام مین لانے کے لائق بتائے گا کہ وہ فی نفسہ اسکے لایق اور اِسکے مستحق ہین۔ بلکہ اسلئے بھی کہ وہ عطایاے ایزدی مین سے ہین اور جس مقصد کیلئے دیگئی ہین اون سے وہ کام لینا چاہیئے۔ اور اسطرح سے سچا مذہب کلچر اور علم کے تمام اغراض اور مقاصد کو پورا کرسکیگا۔

مگر باوجودیکہ علم و مذہب کے مقاصد فی نفسہ متحد ہین۔ مگر افسوس اور تعجب یہ ہے کہ عملاً دونون اوس اتحاد کو ثابت نہین کرتے بلکہ اونکا باہمی برتاؤ معاندانہ پایا جاتا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ ایک طرف تو علم انسان کی تمام قوتون اور قابلیتون کا لحاظ کرتا ہے۔ مگر سب سے اعلیٰ قابلیت کی کچھ خبر نہین لیتا۔ تمام جسمانی قوتون کو اُبھارنے اور باہر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جس کام کیلئے وہ قوتین دیگئی ہین وہ اُنکو اُن کامون کے کرنیکے لایق سدھاتا اور بناتا ہے۔ مگر دل کی اوس قوت کو جو سب سے زیادہ ضروری اور سب سے زیادہ زبردست اور سب سے برتر و اعلیٰ ہے۔ یعنی وہ قوت جو خدا کے پہچاننے اور اوسکی مرضی کے مطابق عمل کرنے کے لئے دیگئی ہے۔ اوسے ضائع کرتا ہے اور دوسری طرف مذہب اپنی روحانی عظمت اسی مین سمجھتا ہے کہ انسان کی تمام جسمانی باتین حقارت کی نظر سے دیکھی جائین۔ اور اونکی مذمت کیجائے۔ اور ساری جسمانی اور دماغی اور عقلی قوتین اسطرح سے ضائع اور بیکار کردیجائین کہ گویا خدا نے اُنکو کام لینے کے لیے بنایا ہی نہین۔ اور اسطرح مذہب و علم نے اپنے مقصود اور حقیقت سے اپنے تئین دور کرلیا ہے اور ایک نہ ختم ہونیوالی جنگ دونون مین قایم ہوگئی ہے۔ فقط

(محسن الملک)

مسلمانون کا تمدن

موسیو سیدیو فرانسیسی کی کتاب "تاریخ عرب" سے

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو رسالہ نمبر ۲ جلد ۱ صفحہ ۱۸۱)

اندلس اور مغربی افریقہ کے علماے ہیئت

اندلس کے علماے ہیئت مین سے مسلمہ مجریطی (باشندۂ میڈرڈ) نے جو مشہور منجم ابن زرجل کا ہمعصر تھا بتانی کی زیچون کو مختصر کیا۔ ابن ابی طلحہ نے تیس برس کی لگاتار محنت سے جو زیچین تیار کین، وہ صحت کے لحاظ سے نہایت مستند شمار کی گئی ہین۔ ارزاقیل نے جو علم ہیئت کا ایک نامور عالم تھا، علم ہیئت مین اُسی کی تقلید اختیار کی۔ اُس نے آفتاب کے ارتفاع کا صحیح اندازہ کرنے کیلئے چارسو دو مرتبہ آسمانی مشاہدہ کیا۔ نقطہ ہاے اعتدال کی حرکت کی صحیح مقدار دریافت کرنے کے لیے اُس نے اور بہت سے مشاہدے کیے۔ طلیطلہ (ٹالیڈو) کے باشندے اُسکی بنائی ہوئی گھڑیون کو دیکھکر حیرت کرتے تھے۔ اُس نے جو زیچین تیار کین وہ ازیاج طلیطلیہ کے نام سے مشہور ہوئین۔ سیارے جن دائرون مین گردش کرتے ہین اُنکے مرکز سے آفتاب کی دوری بتانے کیلئے اُس نے کئی تھیوریان (نظری مسائل) ایجاد کین۔

جابر بن افلح نے جو چھوٹا سا رسالہ علم ہیئت پر لکھا، اسکو جیرار نے لاطینی زبان مین ترجمہ کیا۔ ابوالولید محمد بن رشد نے مثلثات کروی کی مساحت پر ایک کتاب لکھی۔ مجسطی کی ایک شرح بھی اُسکی طرف منسوب ہے کہتے ہین کہ سنہ ۱۱۵۳ء مین عطارد ستارہ کے گذرنیکا جو وقت منجمون نے قرار دیا تھا، اُس وقت ابن رشد نے آفتاب کے قرص پر ایک سیاہ داغ مشاہدہ کیا تھا۔

اشبیلیہ (سویل)، قرطبہ (کارڈوا)، غرناطہ (گرینیڈا) اور طلیطلہ (ٹالیڈو) مین بڑے بڑے کتب خانے اور عالیشان مدرسے قائم تھی جنمین علوم ریاضیہ کی تعلیم ہوتی تھی۔ اسیطرح افریقہ کے شہرون سبتہ طنجہ۔ فاس اور مراکش مین مسلمانون کے جو مدرسے جاری تھے، اُن کی بدولت ایسے ایسے علما پیدا ہوئے جو اندلس کے علما سے کسیطرح کم نہ تھے۔ اُن مین سے البتراش نے سنہ ۱۱۵۰ء مین اکلیلک (میلان) کو علم ہیئت کے طریقہ سے رصد کیا جب اُس نے مجسطی کو مطالعہ کیا، تو اُن دائرون کی بے ترتیبی اور پیچیدگی کو دیکھکر گھبرا گیا جو بموجب نظام بطلیموسی کے ستارون کے مدارات کے مرکزون پر فرض کیے گئے ہین اور جو ایکدوسرے کے اندر داخل ہوتے اور ایکدوسرے کو قطع کرتے ہین۔ اُس نے مدارون اور مرکزون کی ترتیب کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علماے ہیئت کے اُن جھوٹے اور فرضی مسائل کو نہین مانتا تھا، جنکو اور لوگ زمانہ دراز سے مانتے چلے آتے تھے۔ ابوالحسن نے پندرہوین صدی عیسوی مین جزیرہ نماے اسپین اور شمالی افریقہ کے کئی ملکون کا سفر کیا۔ اور قطب شمالی کا ارتفاع اکتالیس شہرون مین جاکر قلمبند کیا۔ جن مین پہلا شہر افرانہ تھا جو افریقہ کے مغربی ساحل پر واقع ہے اور آخری شہر القاہرہ تھا جو ہمارے زمانہ مین مصر کا دار الحکومت ہے۔ اُس نے ایک کتاب البدایات والنہایات کے نام سے تصنیف کی۔

علم ہیئت مین مسلمانونکی سرگرمیان بعد زوال خلافت بغداد کے

اب ہم مشرق کے اسلامی ملکون کی حالت پر پھر متوجہ ہوتے ہین جنمین گیارہوین صدی عیسوی کے آغاز سے جنگ کی آگ برابر مشتعل رہی۔ محمود غزنوی کے فتوحات۔ سلجوقیون کی لوٹ مار۔ مسلمانون اور عیسائیون کی باہمی جنگ وجدال۔ سنہ ۱۱۷۱ء مین صلاح الدین کا مصر کے خاندان فاطمیہ کو پامال کرنا اور سنہ ۱۲۵۸ء مین ہلاکو کا بغداد کی عباسی خلافت کو ملیامیٹ کرنا، یہ سب ایسے واقعات تھے، جنہون نے ایشیا مین مسلمانون کی ملکی حالت مین سخت انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ مگر علما کی لگاتار کوششون اور محنتون سے علم کی ترقی برابر جاری تھی اور اُسپر کوئی اثر اس انقلاب کا نہین ہوا تھا۔ اُس زمانہ مین مشہور علما حسب ذیل تھے۔

(۱) جبزری جس نے سنہ ۱۰۲۲ء مین بغداد مین وفات پائی (۲) ابن سینا المتوفی سنہ ۱۰۳۶ء (۳) فتح بن تاجیہ المتوفی سنہ ۱۰۵۱ء جو فن اصطرلاب مین کامل مہارت رکھتا تھا (۴) ابوالفتح عبدالرحمن (سنہ ۱۱۲۰ء)۔ (۵) ابوحامد غزالی (سنہ ۱۰۹۰ء)۔ (۶ و ۷) توفیقی جو دمشق مین تھا۔ ہبتہ اللہ دونون کا زمانہ سنہ ۱۱۲۰ء ہے۔ (۸) عبداللہ بن شاکر مدنی جو سنہ ۱۱۶۰ء مین اصفہان مین موجود تھا۔ (۹) مبشر بن احمد المتوفی سنہ ۱۱۹۳ء (۱۰) ابوحنیفہ جو سنہ ۱۲۲۰ء مین تھا اور جس نے کئی زیچین تیار کین۔ (۱۱) محمد بن سیف المتوفی سنہ ۱۲۲۱ء۔ (۱۲) نصیرالدین طوسی۔

اس زمانہ مین جبکہ شرق کے خلفا اپنی حکومت سے محروم ہوئے ایکے بعد دیگرے باقعت دے رہے تھے صوبون کے خودمختار فرمانروا اپنے ملک کے عالمون کی تصنیفات کو مطالعہ کرتے تھے اور علمی شغل مین سے اپنے دماغون کو روشن کر رہے تھے محمود غزنوی (سنہ ۹۹۷ء سے سنہ ۱۰۳۰ء تک) کے دربار مین علم ہیئت کا ایک زبردست عالم بیرونی (ابوریحان) موجود تھا جسکی علم و فضیلت کی شہرت مشرقی ملکون مین پھیل گئی تھی۔ ملک شاہ سلجوقی (سنہ ۱۰۷۲ء سے سنہ ۱۰۹۲ء تک) کے دربار مین بڑے بڑے فاضل اور محقق موجود تھے۔ اسی بادشاہ کی طرف وہ کتاب منسوب ہے جسکا نام آغاز حساب زیچ جلالی ہے۔ ہلاکو نے سنہ ۱۲۵۹ء مین بغداد پر فتح پانے کے بعد نصیرالدین طوسی کو مراغہ کی جدید رصدگاہ کا مہتمم قرار دیا جمال الدین فلکی نے قوبلائی خان کی مدد سے عرب کے علوم کو چین کی سلطنت مین داخل کیا۔ مصر کے مملوک بادشاہون مین سے محمد الناصر بن قلاؤن (سنہ ۱۳۱۰ء سے سنہ ۱۳۴۱ء تک) نے اپنی رعایا کو علم سیکھنے پر مائل کیا۔ پندرھوین صدی عیسوی مین الغ بیگ تاتاری نے دمشق مین ایک رصدخانہ کی بنیاد ڈالی۔ اسکی بنائی ہوئی زیچون سے علم ہیئت کی تحقیق مین اسکی عالی ہمتی اور جودت ذہنی صاف طور پر نمایان ہے۔ علم کے حاصل کرنے اور اُسکے زندہ رکھنے مین ان بادشاہون کے ساتھ وہ لوگ بھی شریک تھے جن کے نام سے آل عثمان کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔

خاندان غزنی کے فرمانروا اور ابوریحان بیرونی

اسمین شک نہین کہ عرب کے تمدن کا ان شمالی فاتحون کی وحشت اور جہالت پر غالب آنا جنہون نے ایشیا کے جنوبی اور مغربی ملکون کو تاخت و تاراج کیا ایک حیرت انگیز نظارہ ہے۔ اسی زمانہ مین ابوریحان بیرونی نے ہندون کو عرب کے علوم سے آگاہ کیا اور خود بھی اُن کی معلومات سے متمتع ہوا۔ اُس نے علم کی تحصیل بغداد مین کی تھی۔ اسکے بعد وہ ہندون مین داخل ہوا اور یہ وہ زمانہ تھا جبکہ سلطان محمود غزنوی نے اسکو اپنے دربار مین بلایا تھا۔ اُس نے ہندوؤن کی قدیم اور جدید روایتون کو اخذ کیا جو اُنکے علمی خزانہ مین محفوظ چلی آتی تھین اور اُنکو اپنے ہموطنون کی معلومات سے آگاہ کیا۔ وہ جہان کہین گیا اپنے علم کو بڑہاتا اور پھیلاتا رہا۔ اُس نے ہندون اور عربون کی بہت سی تصنیفات کے خلاصے تیار کیے۔ وہ سلطان کا دوست اور مشیر تھا غزنی کے دربار مین آنے کے بعد اُس نے ان غلطیون کی اصلاح پر کمر باندہی جو روم۔ سندھ اور ماوراءالنہر کے حساب مین مدت سے چلی آتی تھین۔ جغرافیہ کے متعلق ایک عالمانہ کتاب لکھی جسپر مشرق کے تمام کاسموگرافیون کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اسکے اقوال ایک مدت تک مشرقی ملکون مین مسلم مانے جاتے تھے اور ان ملکون کے علما اسکی تصنیفات کا حوالہ دیتے تھے۔ ابوالفدا نے جو مسلمانون مین نہایت مشہور جغرافیہ نویس تھا، شہرون کے طول اور عرض بلد مین اسی کی کتابون سے مدد لی ہے۔ ابوالحسن مراکشی بھی اُسی کا خوشہ چین نظر آتا ہے۔

ہندوستان مین سکندر اعظم سے پہلے علم ہیئت اوج کمال پر نہین پہونچا تھا۔ ورنہ سکندر کے اُستاد حکیم ارسطو کو اس کا علم ضرور ہوتا۔ اور وہ اسکو یونانیون تک ضرور پہونچاتا۔ منصور کے زمانہ خلافت مین سنسکرت کی مشہور کتاب سندہند جو علم ہیئت مین ہے ترجمہ ہوئی ہے۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندون مین اُسوقت تک علم ہیئت ابتدائی حالت مین تھا

عربون نے اس علم کی ابتدائی معلومات ایک سنسکرت کتاب سے حاصل کی تھین اسلئے انھون نے، ریاضی کی اُس شاخ کا جس سے علم ہیئت مین کام لیا جاتا ہے ہندسہ نام رکھا۔ اور اُس آلہ کا جس سے خط نصف النہار کی تعیین ہوتی ہے اور جسکا بیان برقلوس یونانی نے لکھا ہے دائرہ ہندیہ نام قرار دیا۔ اور اُس عشاری طریقۂ اعداد کو جو بظاہر اہل یورپ کی ایجاد معلوم ہوتا ہے، ارقام ہندیہ کے نام سے موسوم کیا۔ انھون نے ثوابت کی حرکت کا مسئلہ بھی ہندؤن کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ یہ مسئلہ یونان کے حکیم تھیون کی کتاب مین موجود ہے۔ یہ گمان کیا جاتا ہے کہ جو یونانی ابتدائی عیسوی صدیون مین اپنے ملک سے ایشیا مین نکالدے گئے تھے، اُنھون نے ایشیا کے باشندونکو علم ہیئت کے وہ مسائل سکھائے جو مجسطی کے مسائل سے برخلاف ہین۔ چاند کی منزلونکا بیان جو ہندوستان کی قدیم ریاضی کی کتابونمین موجود ہے اُسکو کسی خاص قوم کی طرف منسوب کرنا سراسر غلطی ہے کیونکہ وہ تقریباً دنیا کی ہر قوم مین پایا گیا ہے۔

آل سلجوق۔ عمر خیام۔ فارسیون کی تقویم اور اُسکی تصحیح

سلطان ملک شاہ سلجوقی نے جو ستارونکو رصد کرنے کا حکم دیا تھا، اُسکی مدد سے بچاس برس کے بعد سنہ ۱۰۷۹ء مین اہل فارس نے اپنی تقویم کی اصلاح کی۔ چنانچہ یہ تقویم بہ نسبت اُس تقویم کے جو پوپ گریگوری کیطرف منسوب ہے اور جو اسکے (۶۰۰) برس بعد مرتب ہوئی تھی زیادہ صحیح ہے۔ مشرق کے عرب جو عمر خیام اور عبدالرحمن کو علم ہیئت مین اپنا پیشوا تسلیم کرتے تھے، ہر (۱۶۱) برس مین (۳۹) برسون کو لوند کے برس قرار دیتے تھے۔ برخلاف اُنکے اہل یورپ، ہر (۳۳) برس مین (۸) برس لوند کے شمار کرتے ہین۔ انھون نے سال کی اوسط مقدار (۳۶۵) دن قرار دی ہے۔ اور یہ امر تحقیق کر لیا ہے کہ اہل فارس کی تقویم مین ہر دس ہزار برس مین دو دن کی غلطی ہے حالانکہ پوپ گریگوری کی تقویم مین اتنے ہی برسونمین تین دن کی غلطی ہے۔

سلاطین مغل۔ محقق طوسی علم ہیئت عرب سے چین مین منتقل ہوا

صلیبی لڑائیون کے زمانہ مین بھی اہل مشرق علم کی تحصیل کرتے رہے ہین چنانچہ سنہ ۱۲۵۹ء مین ریاضی اور ہیئت کے جن مشہور عالمون کو ہلاکو نے اپنے دربار مین طلب کیا تھا، اُن مین ایک نامور عالم نصیرالدین طوسی بھی تھا۔ ہلاکو اُسپر بہت مہربانی کرتا تھا۔ اُس نے خراسان۔ شام۔ موصل اور بغداد سے علم ہیئت کی کتابین جمع کین۔ اور مراغہ مین ایک رصدخانہ کی بنیاد ڈالی جسکی چھت مین ایک روشندان تھا۔ جب آفتاب کی کرن اُس سے گذرتی تھی تو اُسکی روزانہ رفتار کے درجے اور دقیقے صاف طور پر نمایان ہوتے تھے ہر موسم مین آفتاب کا ارتفاع بھی اسکے ذریعہ سے معلوم ہو جاتا تھا۔ وہ علم ہیئت کے مشہور آلہ ربع ذو الثقب کو جسکا استعمال عربون مین دسوین صدی عیسوی مین جاری تھا نئی طرح سے کام مین لایا۔ اُس نے رصدخانہ مین رصد کیلئے بڑے بڑے دائرے ربع دائرے۔ ارضی اور سماوی کُرے اور ہر قسم کے اصطرلاب مہیا کئے تھے۔ اُس نے اپنے زمانہ کے مشہور علمائے ہیئت موید الدین دمشقی۔ فخرالدین جلاطی۔ نجم الدین قزوینی فخرالدین مراغی اور محی الدین مغربی کی مدد سے بارہ سال کی محنت سے ایک زیچ تیار کی جو پچھلے طریقہ حساب کے موافق (۳۰) برس مین مرتب ہوتی۔ یہ زیچ جسکو زیچ خانی کہا جاتا ہے اور جسکو علی شاہ بخاری۔ نظام۔ نجم الدین بنودی نے یکے بعد دیگرے مختصر کیا۔ اور غیاث الدین جمشید بن مسعود خطیب نے صحیح کیا، ابن شاطر کے زمانہ تک جس نے ... بن ابراہیم مادی کو رصد کرکے اُسمین تھوڑی سی تبدیلی کی، مشرق کے تمام مدرسونمین جاری تھی اور سند سمجھی جاتی تھی۔

مذکورۂ بالا بیان سے معلوم ہوگا کہ سلاطین مغل نے عرب کے علوم کو دوبارہ اُنکی اصلی رونق پر پہونچا دیا تھا۔ جب قوبلائی خان نے جو ہلاکو کا بھائی تھا، ملک چین کو فتح کیا، تو بغداد اور قاہرہ کے علما کی تصنیفات اس ملک مین داخل ہوئین۔ سلطان کوشیو کنگ نے سنہ ۱۲۸۰ء مین جلال [illegible]

سے جو علم ہیئت مین کامل مہارت رکہتا تھا، ابن یونس کی زیجین حاصل کین اور اُنکو اول سے آخر تک مطالعہ کیا۔

ابن شاطر ابن شاطر چودہوین صدی عیسوی کے وسط مین علم ہیئت مین نصیر الدین طوسی کا ہم پایہ اور اُدہیکے برابر شہرت رکہتا تھا۔ اُس نے جو زیج تیار کی، اُسپر شمس الدین حلبی۔ شہاب الدین احمد بن حاسب اور محمد بن ابراہیم خیری نے اپنے زیجون کی بنیاد رکہی ہے۔

تیمور کی اولاد۔ سمرقند کا رصد خانہ۔ اسی اثنا مین جبکہ ابن شاطر کی زیج دمشق مین سلاطین سلجوقیہ کی مدد سے تیار ہوکر شہرت پارہی تھی، تیمور لنگ نمودار ہوا، جو صوبہ کش کا حاکم تھا۔ اُس نے ابتدائی لڑائیون سے فراغت پاکر مغلون کی ضعف حکومت کے زمانہ مین سمرقند مین ایک ایسی سلطنت کی بنیاد ڈالی، جو بہت جلد وسیع ہوگئی۔ اُس نے سنہ ۱۳۷۰ء مین ماوراء النہر کو بہر بلاد قبچاق۔ خوارزم۔ خراسان۔ آذربائیجان اور گرجستان کو یکے بعد دیگرے فتح کرلیا۔ اسکے بعد اس نے مصر کے خاندان ممالیک کو مغلوب کرنا چاہا مگر ناکام پہرا۔ اب اُس نے ترکستان اور فارس کی فتح کا ارادہ کیا۔ کچھ مدت کے بعد دہلی کو فتح کیا جو ہندوستان کا دار السلطنت تہا۔ پہر ممالیک پر دوبارہ فوج کشی کی۔ اور ملک شام پر یکایک حملہ آور ہوا۔ دمشق کو لوٹا۔ اسکی مسجد کو مسمار کیا۔ سنہ ۱۴۰۱ء مین بغداد کو تاخت وتاراج کیا۔ مکائیل بلیغ اور دوسرے مطلق العنان حاکمون نے اُسکو بلا بہیجا جنپر دولت عثمانیہ کی طرف سے سخت عتاب نازل ہوا۔ اسلیے تیمور نے سلطان بایزید یلدرم پر حملہ کیا اور انگوریہ کے میدان مین اُسکو شکست دیکر اُسکے بیٹے موسیٰ خان کو اُس ملک کی عنان حکومت سپرد کی۔ اسکے بعد اُس نے سمرقند مین جو اُس کا دار الحکومت تھا، بڑے بڑے مستند اور نامور عالمون کو جمع کیا۔ اُسنے چاہا تھا کہ ملک چین کو فتح کرے اور اس خیال سے خطا پر فوج کشی کی تیاریان کرنے لگا۔ اور قوبلائی خان کی اولاد کا انتقام لینے پر آمادہ ہوگیا جو سنہ ۱۳۶۸ء مین چین سے نکالدی گئی تہی مگر یکایک سنہ ۱۴۰۵ء مین پیام اجل آپہونچا اور عمر کی (۶۹) منزلین طے کرنے کے بعد راہی ملک بقا ہوا۔

تیمور کے مرنے کے بعد ماوراء النہر اور ہندوستان کے شمالی اضلاع کے سوا اُسکی تمام سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی ان ملکون پر اُسکا بیٹا شاہرخ مرزا فرمانروا تھا۔ پندرہوین صدی عیسوی کے نصف تک ان ملکون مین بالکل امن وامان رہا۔ اُس نے ایک نہایت عالیشان کتب خانہ جمع کیا جسمین نہایت نادر اور کمیاب کتابین تھین۔ اس کتب خانہ کے قایم کرنے مین اُس نے اپنے ہمعصر بادشاہون سے جن کے ساتھ اُسکی دوستی اور محبت تھی، مدد لی تھی سنہ ۱۴۲۰ء مین اُس نے چین کو اپنے سفیر روانہ کئے۔ سنہ ۱۴۴۲ء مین عبد الرزاق سمرقندی کو سفیر بناکر ہندوستان بہیجا۔ اُسکا بیٹا الغ بیگ جسکو باپ کی طرف سے ماوراء النہر کی حکومت ورثہ مین ہاتھ آئی تہی، نہایت علم دوست اور علم پرور تھا۔ اُس نے اجرام سماوی کو مشاہدہ کیا اور بہت سے علماے ہیئت کو جمع کیا جن مین سے بڑے بڑے عالم امیر علامہ حسن چلپی (قاضی زادہ کے لقب سے مشہور ہے) اور غیاث الدین جمشید اور علی بن محمد قوشجی تھے۔ انہون نے سنہ ۱۴۳۷ء مین ایک نہایت عمدہ زیج تیار کی جس مین طول بلد اور عرض بلد کی جدولین ہین اور ان سے تمام دنیا کی تصویر آنکھون کے سامنے پہرجاتی ہے۔ اس کام کے لیے نہایت صحیح آلات بہم پہونچائے گئے۔ اور علم ہیئت کے جو مشاہدات اُس وقت تک ہوئے تھے، درجۂ تکمیل کو پہونچائے گیے۔ زیج الغ بیگی کی شرحین مریام چلبی بن قاضی زادہ اور محمد شاہ نے لکھین اُس نے علی قوشجی کو چین مین سیاحت کرنے کی غرض سے روانہ کیا، جہان اُس نے نصف النہار کی ایک درجہ کی اور اُسکے ذریعہ سے کرۂ زمین کی پیمایش کی۔ الغ بیگ بغداد کے علماے ہیئت مین سب سے اخیر ہوا ہے جسکے (۱۵۰) بعد کپلر نے یونانیون کی ہیئت کے تمام

فرضی مسائل کو غلط ٹھہرایا اور علم ہیئت جدید کا بانی قرار پایا۔

علوم ریاضیہ مین عربون کی سرگرمیان

عربون کو علم ہیئت مین مشغول ہوکر علوم ریاضی کی طرف بھی اپنی توجہ کو مائل کرنا پڑا۔ چنانچہ اُنھون نے ہندسہ۔ حساب۔ جبر و مقابلہ علم روشنی۔ علم مناظر اور میکینکس (جر ثقیل) مین بھی عجیب ترقی حاصل کی۔ مامون کی خلافت کے ابتدائی زمانہ مین اُنھون نے اقلیدس۔ تھیوڈوس۔ ابلونیوس۔ ایسیقلیس اور منیلیوس کی ریاضی کی تصنیفات کو ترجمہ کر ڈالا۔ ارشمیدس کی تصنیفات پر جو کرہ اور اسطوانہ کے باب مین تھین شرحین لکھین۔ وہ مدت دراز تک ہندسہ کے دقیق اور نازک مسائل مین مشغول رہے۔ اور تمام علوم خاصکر ریاضی پر مباحثہ کرتے رہے۔ اُنھون نے جبر و مقابلہ کو علم ہندسہ پر منطبق کیا۔ ہیرون صغیر کی کتابون کا جو آلات جنگ کے باب مین تھین اور قطیزیبوس اور ہیرون اسکندری کی اُن کتابونکا ترجمہ کیا، جو اُن آلات کے باب مین تھین جن سے ہوا کو خارج کرتے یا پانی کو بلندی پر پہونچاتے ہین۔ حسن بن ہیثم نے نظر کے استقامت اور آتشی شیشون کے انعکاس پر کتابین لکھین۔ خازن نے علم روشنی اور علم مناظر مین ایک کتاب تصنیف کی کہ جسمین روشنی کے انحراف منحنی آئینون مین اشکال کے ظاہری موقع۔ اشیا کی ظاہری مقدار۔ طلوع اور غروب کے وقت سورج اور چاند کے بڑا دکھائی دینے پر بحث کی ہے۔

جبر و مقابلہ ہندؤن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اسی لیے محمد بن موسی کی کتاب جو جبر و مقابلہ پر ہے۔ ہندؤن کے معلومات سے مشابہ ہے اور دیوفنطس یونانی کے جبر و مقابلہ سے نہین ملتی مگر بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جبر و مقابلہ کا جو طریقہ ہندوستان مین جاری تھا، وہ یونانیون سے لیا گیا ہے۔ حساب مین اعداد کا استعمال ہندؤن مین بہت قدیم زمانہ سے نہین تھا بلکہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُنھون نے یہ طریقہ اہل یورپ سے سیکھ کر کچھ تبدیلی کے بعد ہم تک پہونچایا ہے۔

عربون نے جیسا کہ اہل یورپ خیال کرتے ہین، یونانیون کی کتابون کو ترجمہ ہی نہین کیا بلکہ اُن مین بہت سا اضافہ بھی کیا۔ ہم بغداد کے علما کا اسی بات پر شکریہ ادا نہین کرتے کہ اُنھون نے سکندریہ کے علما کی کتابون کو محفوظ رکھا بلکہ اس بات کے بھی ممنون ہین کہ اُنھون نے اِن فنون مین بہت سے ایجادین بھی کین۔ مثلاً بتانی جو عرب کا بطلیموس خیال کیا جاتا ہے، اُس نے بجائے وترون کے جو یونانیون کے علم مثلث مین جاری تھے، نصف وترون یا جیبون کا استعمال شروع کیا۔ اُس نے بیان کیا ہے کہ بطلیموس نے ثبوت کی آسانی اور وضاحت کے لیے وترون کا استعمال کیا ہے مگر ہم نصف وترون کا استعمال مناسب جانتے ہین۔ اُس نے کروی مثلثوں کی پیمائش کا بنیادی قاعدہ دریافت کر لیا تھا۔ اور اس قاعدہ کو اس نے بہت جگہ استعمال کیا ہے۔ اُس نے جیب اور تمام جیب کی اصطلاحین ایجاد کین جنکو یونانی استعمال نہین کرتے تھے۔ اسی طرح اُس نے مماس کا استعمال شروع کیا۔ اور اُسکو آفتابی ربع دایرون کے حساب مین داخل کیا اور اُسکا نام ظل ممدود رکھا جو ہمارے زمانہ مین علم مثلث کی اصطلاح مین خط مماس کہلاتا ہے۔ اسکی ایک صدی بعد ابن یونس کے زمانہ مین علم مثلث مین مماس کا استعمال ہونے لگا تھا۔ اسیطرح ابوالوفا (۹۳۷ء۔۹۹۸ء) نے بھی مماس کا استعمال کیا۔ وہ اپنی تصنیفات مین جیبون کے مسائل پر بحث کرنے کے بعد دیگر خطوط کا ذکر کرتا ہے جو علم مثلث کے متعلق ہین۔ اور جن سے اُس نے اُس علم ہیئت کی نظری مسائل کے حل کرنے مین کام لیا ہے جو کرہ کی سطح پر منطبق کیا جاتا ہے۔ جن خطوط کو زمانہ حال مین مماس۔ ظل تمام۔ خط قاطع کہا جاتا ہے کہ اُس نے اُن کا نام

مسلمانون کا تمدن

ظل تفاضلی - ظل مستقیم یا عمودی اور قطر الظل رکہا ہے -

ابو الوفا سے (۵۰۰) برس کے بعد ریگیو مانٹانس نے جیب اور تمام جیب کا استعمال ترک کردیا اور ایک نیا طریقہ ایجاد کیا -

جابر فلکی جس نے ۱۱۵۰ء مین وفات پائی ، اُس نے کروی مثلثون کی پیمایش مین منجملہ اُن چہہ قاعدون کے جو قائم الزاویہ مثلثون کے حل کرنے مین جاری ہین ، پانچوان قاعدہ ایجاد کیا - چھٹا قاعدہ مدت تک نامعلوم رہا یہان تک کہ سولہوین صدی عیسوی مین پروفیسر وِیٹ نے اُسکو دریافت کرلیا - اور ان دونون قاعدون کی مدد سے مثلث کے دونون مائل زاویون کا اندازہ کیا - یونانی صرف پہلے چار قاعدون سے واقف تھے اور اُن کے لیے انہین قاعدون کا استعمال کرنا کافی تھا کیونکہ اُنکو کبہی علم مثلث کو علم ہیئت پر منطبق کرنیکا خیال نہین آیا یہ ہین اُن عربون کی ایجادین جنہون نے علم ہیئت مین ترقی کی تھی - اُن مین سے بہت سے مصنف اسی علم پر جگہ جگہ پڑہے ہوئے تہے - انہون نے وقت کا حساب ہندسہ کی شاخ فن ارباع کی مدد سے کیا اور اس فن کو وہ اسقدر مہتم بالشان سمجھتے تہے کہ وقت کے اندازہ کے لیے اُنکے پاس سوائے اس فن کے کوئی ذریعہ نہ تھا - نوین صدی عیسوی سے مہندسین نے اس فن کی ابتدا کی - کندی اور ثابت بن قرہ نے اس فن پر کتابین تصنیف کین - یورپ مین سب سے پہلے اس فن پر پروفیسر موردیکس نے اپنی توجہ مبذول کی اور اسی لئے اُس وقت اُسکی کتاب معتبر خیال کی جاتی تھی -

ارباع میقاتیہ کا فن جو عربون مین جاری تھا ، اُسپر ابو الحسن علی مہندس نے ایک رسالہ لکہا - اور اُسمین سب سے پہلے اُسی نے اُن خطوط کا استعمال کیا جو وقت کی برابر حصون پر دلالت کرتے ہین - اُس نے اس فن کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے - اور اُسی نے بروج آسمانی کی قوسون کے بیان کرنے مین علم مخروطات کا استعمال کیا -

محمد بغدادی نے جس نے دسوین صدی عیسوی مین علم ہندسہ مین شہرت پائی ایک رسالہ لکہا اور اُسمین اس علم کی مدد سے بذریعہ ایک خط مستقیم کے کسی شکل کو ایسے اجزا مین تقسیم کرنیکے قواعد بیان کئے جو اعداد مفروضہ کے ساتھ متناسب ہون - حسن ابن ہیثم نے جس نے القاہرہ مین ۱۰۳۸ء مین وفات پائی اقلیدس کی طرز پر ایک کتاب تصنیف کی - اگرچہ اسکی کتاب مین جدید دعوے ہین جنکو متقدمین نہین جانتے تہے مگر اسمین شک نہین ہے کہ یہ کتاب قابل قدر ہے اور اس لایق ہے کہ اسکو اقلیدس کے استقرائی دلائل اور قواعد مفروضہ کی کتاب اور ابولونیوس کی کتاب سطوح مستویہ کے درمیان اور سمسن اور اسٹوارٹ کی تصنیفات کے درمیان وسیلہ اور واسطہ قرار دیا جائے - کیونکہ انہین جیسی کتابون سے ابتدائی ہندسہ کی تکمیل ہوتی ہے اور نظری دعوونکا حل کرنا آسان ہوتا ہے (باقی آیندہ) وحید الدین سلیم

(۱) **کانپور کی بڑی جنتری بابت ۱۸۹۹ء** ہمارے دوست منشی محمد رحمت اللہ صاحب کی بڑی جنتری ۱۸۹۹ء کی شایع ہوگئی ہے - اسکی لکہائی چہپائی اور صفائی کی کوئی تعریف نہین ہوسکتی - فی الحقیقت ابتک کوئی مطبع ہندوستان مین اس لحاظ سے اُن کے مطبع پر فوق نہین لیگیا ہے - اس جنتری مین علاوہ تاریخ ماہ و سال کے رمضان المبارک کی سحری اور افطار کا وقت - نقشہ تمسیحرہ قواعد حفظ صحت بلحاظ ہر ماہ - ہندوستان کے بڑے بڑے بنک - نقشہ محصول اسٹامپ - قانونی اور تجارتی ہدایات اہل اسلام و ہنود مین وراثت کے قاعدے جنتری سود جنتری تنخواہ - ضروری مضامین ہین جنکا ہونا جنتری کے لئے ضروری ہے - تزئینا ادبی اور تاریخ آل عثمان کا سلسلہ بھی جو نہایت دلچسپ ہے سالہاے گذشتہ سے اسمین جاری ہے - پہلے مضمون مین بتایا گیا ہے کہ انسان کے دماغ مین کون کون سی قوتین ہین اور اُن کا مقام کہان ہے اور اُنکا نشو و نما کس طرح ہوتا ہے ہر ایک قوت کے لئے دماغ کی خاص بناوٹ کی تصویر دی ہے - دوسرے مضمون مین سلطان محمد فاتح سے سلطان بایزید ثانی تک کی تاریخ ہے اسمین سلطان محمد فاتح و سلطان بایزید ثانی کی رنگین اور مینا کار تصویرین اور سینٹ صوفیہ اور سلطنت عثمانیہ اور میدان قسطنطنیہ کی رنگین اور مینا کار نقشے نہایت خوشنما اور دلفریب ہین - اسکے بعد مختلف سلطنتون کی فوجی وردیون کے نشانات اور اُن کی شاہی اور فوجی نشانات نہایت عمدگی اور خوبی سے دکہائے ہین - غرضکہ یہ جنتری ہمہ صفت موصوف اور قابل دید ہے - قیمت باختلاف کام اور کاغذ کے ۴ ر - ۸ ر - ۶ ر روپیہ ہے -

معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ

نمبر ۸	یکم فروری سنہ ۱۸۹۹ء	جلد ۱

روزے کے تاریخی حالات اور اوسکی ماہیت

روزہ صوم - روزہ ایک قدیم عبادت ہے - اظہار ضروری پارسیون کے روزے - اہل ہنود کے روزے - یہودیون کے روزے - عیسائیون کے روزے - انبیاء علیہم السلام اور فلاسفرز کے روزے - روزہ کی ابتدا پر قیاس - روزہ پر ایک عجیب اعتراض - سب سے زیادہ موزون روزہ ہے -

روزہ - صوم (روزہ) فارسی کا لفظ ہے اور اوسکے معنی وہی ہین جو (صوم) کے ہین اور اُسکو انگریزی مین (فاسٹ) کہتے ہین - روزہ اصل مین (روز) اور (ہائی ہوز) سے مرکب ہے اور ہائی ہوز اس مین نسبت کے واسطے ہے جسطرح الفاظ (زمانہ - ہفتہ) مین ہائی ہوز نسبتی ہے (صوم) عربی کا لفظ ہے جسکے معنی ہین چپ چاپ کھڑا رہنا گھوڑے کا بغیر اگاڑی پچھاڑی کے، اور ہوا کا ٹھیر اہونا، اور سورج کا ٹھیک سمت الراس پر ہونا، اور دن رات کا برابر ہونا، اور دودھ والے جانور کا دودہ دینے سے بند ہوجانا، ان مذکورہ معانی کے سوا صوم کے ہم معنی لفظ (امساک) کو بھی لکھا ہے جسکے معنی بھی رُکے رہنے کے اور اجتناب کرنے کے ہین - غرض کہ (صوم) کے معنی رُکے رہنے یا باز رہنے کے ہین اور اسی وجہ سے خاموش رہنے کو بھی (صوم) کہتے ہین - اور نیز اسی بنا پر روزہ کے واسطے صوم کا لفظ اختیار کیا گیا ہوگا -

روزہ ایک قدیم عبادت ہے مذہبی فلسفہ مین روزہ کا وجود عام اور قدیم ہے یعنی قریب قریب سب تاریخی زمانون اور کل مذاہب مین روزہ کا رکہا جانا پایا جاتا ہے - جسکا حال اون عبارات سے بخوبی معلوم ہوگا - جو (چیمبرس انسائیکلوپیڈیا) اور (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا) سے لے گیے ہین -

از چیمبرس انسائیکلوپیڈیا :-

...... یہ کہا جاسکتا ہے کہ کم و بیش کل مہذب اقوام خاصکر ایشیائی قومون مین جب سے تاریخ شروع ہوتی ہے یہ (یعنی روزہ) ایک مسلّم رسم تھی - ایرانیون مین اسکی عزت تھی آرمینیا - کے پے ڈوشیا[۱] - پانٹس[۲] - ایشیاء کوچک اور فلسطین

[۱] اوس ملک کا قدیم نام ہے جو (بحر فرات) (بحر اسود) اور دریائے قزل کے درمیان مین ایشیاء کوچک کے اندر ہے (دیکھو حاشیہ[۲])

روزے کے تاریخی حالات اور اوسکی ماہیت

بیت المقدس کے اطراف کے ملک مین یہ رسم پائی جاتی ہے
اہل فارس اور چینی اور خاصکر ہندو اس رسم کو غیر معمولی سختی سے
برتتے تھے - اگرچہ ویدون مین ریاضت جسمانی بہت ضروری
خیال نہین کیجاتی تاہم (پاواکا) (جسکی پابندی کرنے سے ہندو
اپنے عقیدہ مین گناہ سے پاک ہوجاتے ہین) کی منجملہ اور شرائط
کے یہ بہی ہے کہ بارہ دن تک متواتر کہایا پیا نہ جائے - مصر
مین بیشک بہت کم روزے تھے (بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ کوئی
بہی نہ تہا) پھر بہی (آئے سس) [۵۳] اور (اوسی رس) [۵۴] کے پُر اسرار
اور مخفی رسوم مین شریک کیے جانے کے لیے کچھ عرصہ تک
بہوکا رہنا نہایت ضروری تہا - سیام مین ہر ایک مہتم بالشان
کام سے پہلے روزے رکھے جاتے ہین - خاصکر نئے اور
پورے چاند کا زمانہ اسکے واسطے مخصوص ہے - جاوا مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۵) - قدیم زمانہ مین اسکے باشندے بت پرست یا عجائب
پرست تھے اور چوپائی کیا کرتی تھے (بیٹنس ڈکشنری) -

۵۲ یہ نام اوس حصہ ملک کا زبان قدیم مین تہا جسکو اب اضلاع (طرابزون)
اور (سیواس) کہتے ہین - اس ملک کا قدیم تاریخی حال اچھی طرح سے نہین
معلوم ہوسکا ہے - صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ سات برس قبل مسیح
علیہ السلام کے یونانیون کی یہان پر ایک نوآبادی قایم ہوئی اور اوسکے
بعد ایران کے تابع یہ ملک رہا ہے (چیمبرس انسائیکلوپیڈیا) -

۵۳ یہ مصریون کے دیبیون مین سے تھی اور سیٹرن (سیبل دیبی کا
شوہر) اور رہے (جسکا دوسرا نام نندومی) کی بیٹی شمار ہوتی تھی - اور
بعض کا خیال تہا کہ یہ وہی ہے جسکو (آیو) کہتے ہین - آیو کی کے عاشق (جو
پیٹر) نے اوسکو گائے کی شکل مین تبدیل کرکے مصر مین انسان کی شکل
بنالیا تہا - (آیو) نے مصریون کو کاشتکاری کا فن تعلیم کیا اور جب وہ
مرگیے تو اوسکی پرستش ہونے لگی - یہ دیوی یعنی (آئے سس) مختلف
ملکون مین مختلف نامون سے مشہور ہے مثلاً سایپرس مین اسکا نام
(وینس) اور آہتنز مین (منروا) اور سسلی مین (پروسرپاین) اور کریٹ
مین (ڈاینا) اور رومیون مین (بلونا) ہوا - مصریون کا خیال تہا کہ دریاے
نیل مین جو طغیانی ہوتی ہے وہ اسوجہ سے ہوتی ہے کہ یہ اپنی
مقتول شوہر (اوسیرس) کے غم مین آنسو بہایا کرتی ہے - اسکی
پرستش ملک مصر مین بہت عام تہی اور وہان کی مشہور حسین ملکہ (کلیو
پیٹرا) اس دیوی کا سا لباس پہن کر نکلا کرتی تھی اور اپنے آپ کو
(آئے سس) ثانی خیال کرتی تہی (از بیٹنس ڈکشنری) -

۵۴ یہ مصریون کا بہت بڑا معبود تہا - اسکی تاریخ کے متعلق بہت اختلاف
رائے ہے - لیکن اسمین سب کا اتفاق ہے کہ یہ بطور ایک بادشاہ مصر
کے اپنی رعیت کے اندر تہذیب پہیلانے والا اور اونکو کاشتکاری
سکہانے والا تہا - اور جبکہ وہ اپنے ملک کی اصلاح کرچکا تو دوسرے
ملکون مین یلغار کی غرض سے روانہ ہوا اور سلطنت کو اپنی بیوی (یعنی
مذکورہ بالا) آئے سس کے سپرد کرگیا اور اپنے چند بہائیون کو اپنے ہمراہ
لیا - یہ اول ملک حبش مین پہر عرب مین گیا اور ایشیا اور یورپ کے
مختلف ملکون مین گیا اور سب کو خداپرستی سکہائی - جبکہ اپنے ملک
مین واپس آیا تو رعایا کو پریشان دیکہا اور ایک بہائی مسمی (ٹایفن) کو
جسکو مصر مین چہوڑ گیا تہا باغی پایا - اسی بہائی نے (اوسی رس) زیر
بحث کو مکان مین بند کرکے قتل کرڈالا اور اوسکے گوشت کے ٹکڑے
کرکے اپنے ہمراہیون کو تقسیم کردئے - ان حرکات پر (آئے سس)
نے برہم ہوکر اپنی بیٹی (اورس) کی مدد سے (ٹایفن) کو شکست دی
اور اپنے شوہر کا بدلہ لیا - اور اپنی خاوند کے جسم کے ٹکڑے جو دریا مین
ڈالدئے گئے تہے اونکو جمع کیا اور ملک کے عالمون اور پیشوایان
مذہب کو جمع کرکے کہا کہ تم (اوسی رس) کے قایم مقامی کیواسطے جس
جانور کو مناسب سمجھو قرار دو چنانچہ اونہون نے اس مناسبت
سے کہ اوسنے کاشتکاری کو پہیلایا تہا - بیل کو اوسکا قایم مقام قرار دیا
علماء مستشرقین کا خیال ہے کہ سورج دیوتا اور اوسی رس (دیکھو حاشیہ صفحہ

جہان برہما کے معتقد اور بودھ مذہب کے لوگ دونون ہین روزہ موجود ہے گو کہ یکسان نہین ہے۔ تبت مین (دلاے لاما) اور (ٹوگڈلاما) والون کے یہان یہ قاعدہ موجود ہے۔ قدیم یونان مین بھی روزے رکھے جاتے تھے اس کے کہنے کی ضرورت نہین ہے کہ قدیم روما مین بھی روزہ کی رسم موجود تھی۔

سامی نسلون مین ہم دیکھتے ہین کہ (نینوا)[۵۵] والے کبھی کبھی روزہ رکھتے تھے۔ اور یہان تک کہ جانورون کو بھی فاقہ کراتے تھے۔

ازانسایکلوپیڈیا برٹیانیکا۔

فالٹ کے اصلی معنی خوراک سے پرہیز کرنے کے ہین اور مذہبی مفہوم مین اسکے معنی یہ ہین کہ خوراک سے یا خاص قسم کی خوراک سے بطیب خاطر اجتناب کیا جائے تاکہ نفس کشی ہو۔ مذہبی روزہ داری کا رواج پرانی سے پرانی قومون مین (جنکا تاریخ سے پتہ چلتا ہے) رہا ہے۔ اور بعض مذہبی لوگ تو یہ کہتے ہین کہ اسکی بنیاد وہ حکم ہے جس نے ہمارے اول والدین کو (شجر ممنوعہ) کے دانہ کھانے سے منع کیا تھا۔ مگر یہ یقینی ہے کہ جب سے کہ مذہب یہود قایم ہوا ایسین روزہ کا رواج رہا ہے۔ اور اُنکے ہمسایہ قومون یعنی مصریون باشندگان فونیشیا[۵۶] اور باشندگان الیسیریا[۵۷] مین بھی روزے تھے۔ ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ جب مصری (ائے سس) کو گاے کی قربانی چڑہاتے تھے۔ تو اسکے قبل روزے اور عبادات کے ذریعہ سے اس رسم کے لیے طیار رہتے تھے۔

وہ سیرین (صحراء افریقہ کے ایک قدیم شہر کا نام) کی عورتون مین بھی اسکا رواج تھا تا ہے۔ (لوپنفی ری) کہتا ہے کہ اپنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۶) - ایک چیز ہے اور مختلف قومون مین مختلف نامون سے اسکی پرستش کی گئی ہے (ازبٹنس ڈکشنری)

۵۵ آشوری قوم کا دارالسلطنت ملاحظہ کرو لفظ (الیسیریا) اور (بخت نصر) کا حاشیہ۔ نمبر (۷)۔

۵۶ یہ اوس ملک کا قدیم نام ہے جسکے حدود اربع یہ ہین مغرب مین (مڈلسی ٹرینین سی) شمال و مشرق مین (ملک شام) جنوب مین (کوہ جودی) اس ملک کے باشندے فنشین کہلاتے ہین اور یہ قوم حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی ہزار برس قبل سے لیکر عیسوی سنین شروع ہونے کے قریب زمانہ تک رہی یہ مشرک تھی اور بہت سے خداوٗن کو مانتی تھے۔ یہ ایک بڑی ترقی کردہ قوم تھی

۵۷ (الیسیریا) عراق عرب کی (جسکو مشرقی زبانون مین اثوری کہتے ہین) اوس ملک کا قدیم نام ہے، جسکے حدود اربع یہ ہین۔ شمال مین (آرمینیا کے پہاڑ) جنوب مین (بغداد) مشرق مین (کردستان کے پہاڑ) مغرب مین (فرات یا دجلہ) الیسیرین قومون کی تاریخ حضرت مسیح سے آٹھ سو برس کے قریب قبل کے شروع ہوتی ہے (نینوا) اس ملک کا دارالسلطنت تھا ۶۰۹ سنہ قبل مسیح مین بخت نصر نے نینوا کو فتح کر لیا تھا۔ اس قوم کا مذہب بت پرست تھا اور کثرت سے معبود اونکے تھے۔

...قربانیاں کرنے سے پہلے امہ ری ہمیشہ کئی دن بلکہ ...ض اوقات کئی ہفتون کا روزہ رکہتے تہے - اور اس ...زمانہ مین ملاّلوگ اور انکے پیرو نہ صرف گوشت اور مچہلی اور شراب اور تیل سے پرہیز کرتے تھے بلکہ روٹی اور بعض قسم کے دانون سے بہی - شہر اتہینس کے رہنے والون کے ہان (الوسی نین)[58] اور (تہیس موفورین)[59] روزے تہے اور انکی بڑی سختی سے پابندی کی جاتی تھی خاصکر عورتون مین جو پورا ایک دن زمین پر ماتمی لباس پہنکر بیٹھکے گذارتی تہین اور کسی قسم کا کہانا نہ کہاتی تہین - جزیرہ کریٹ مین (جوپیٹر)[510] کے پجاری (یا ملاّ) عمر بہر - مچہلی گوشت - پکا ہوا گوشت نہین کہا سکتے تھے - (اپولیس) کہتا ہے کہ جو شخص کہ (اسیبل)[511] کے پُراسرار رسوم سے واقف ہونا چاہتا تہا اوسے دس دن کا روزہ رکہنا پڑتا تہا - غرضکہ کفار کے دیوتاؤن کے پُر اسرار رسوم سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے اور نیز اون

[58] (الوسی نیا) جسکے ساتھہ یہ روزہ منسوب ہے ایک تیوہار کا نام ہے جو یونان کی کل ریاستون کے رہنے والون علی الخصوص (اتہینس) کے باشندون کے نزدیک نہایت ضروری اور لازمی تہا اور ہر پانچوین سال کو منایا جاتا رہا - یہ تیوہار (سرس) اور (پروسرپاین) دیوتاؤن کے نام پر منایا جاتا تہا - اسمین اسقدر رازمین برتی جاتی تہین اوس مین بڑی شرط یہ تہی کہ وہ مخفی رکھی جائین - اس تیوہار کا ادا کرنا اسقدر سخت ضروری سمجہا جاتا تہا کہ سب مین بڑا الزام جو (سقراط) پر لگایا گیا وہ اس مین نہ شامل ہونے کا الزام تہا - تیرہ سو چہپن سال قبل مسیح سے یہ تیوہار شروع ہوا اور قریب اٹھارہ سو برس تک رہکر (تہیوڈوسیس اعظم) کے زمانہ مین اسوجہ سے بند کردیا گیا کہ آخرکار اس مین بدمعاشی کی باتین ہونے لگی تہین (فرینشنس ڈکشنری)

[59] (تہس موفوریا) یہ ایک مشہور تیوہار یونان قدیم مین منایا جاتا تہا علی الخصوص (ایٹیکا) مقام پر - یہ تیوہار وہان کی ایک دیبی (ڈیمیٹر) کے نام پر منایا جاتا تہا جن زن کاشتکاری کو اوس ملک مین بہت ترقی دی تہی اور نیز رسم ازدواج کو ملک مین جاری کیا تہا - (تہس موفوریا) تیوہار تین دن تک رہتا تہا اور اس مین صرف بیاہی ہوئی عورتین شریک ہو سکتی تہین - اس تیوہار مین شریک ہونے کیواسطے خاص رسوم کی پابندی کرنی ہوتی تھی جس مین سے ایک یہ بہی رسم تہی کہ چند روز اول سے عورتین اپنے شوہرون کے پاس نجائین - ان رسمون کے ذریعہ سے تیار ہوکر عورتین (الیوسس) شہر کو جاتی تہین جہان پر یہ تیوہار ہوتا تہا اور وہان پہنچکر دیبی کی پُراسرار رسومین رات بسر کرتی تہین - دوسرے دن جسکو کہ (روزہ کا دن) کہتے تہے غم مین بسر کرتی تہین - اور زمین پر بیٹھی رہتی تہین اور سوا ایسی روٹی کے جو شہد اور تل سے بنائی جاتی تہی اور کچہہ نہ کہاتی تہین اوسکے بعد (تہس موفورین) یعنی ڈیمیٹر دیبی کے مندر کو جاتی تہین اور یہان اوسپر چڑہاوا چڑہاتی تہین تیسرے دن (جسکا نام "کالیجنیا" تہا) ایک روزہ اور رکہا جاتا تہا جو خوشی اور چہل مین تمام کیا جاتا تہا (چیمبرس انسائیکلوپیڈیا)

[510] (جوپیٹر) لفظ ایک ایسی لفظ سے نکلا ہے جسکے معنی آسمانی باپ یا آسمان کے باپ کے ہین اور اسوجہ سے آسمانی مظاہر کا اوسکو محتاج سمجہا جاتا تہا - اور اسی وجہ سے اوسکے اسماء صفات مین ایسے نام تھے جنکے معنی مینہ برسانے والا، بادل گرجانے والا وغیرہ تہے اوسکی صفات مین یہ بہی سمجہا جاتا تہا کہ زمانہ آیندہ کا اوسکو سب حال معلوم ہے اور قسمتون کا اختیار اوسکو ہے اور مختلف اشکال مین اپنے آپکو ظاہر کرسکتا ہے - اور چونکہ روما والون کا یہ خدا سمجہا جاتا تہا اسواسطے خیال تہا کہ اہل روم کی فتح و نصرت کا یہی باعث ہے - لڑائیون مین اونکے ہمراہ ہوکر مدد کرتا ہے اور ہر طرح اونکا مددگار رہتا ہے - روما کے ملک مین مختلف مقامات مین مختلف مندر اسکے تہے لیکن سب سے بڑے مندر کا نام (کیپٹل) تہا - رومیون کے (دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۲۲)

روزے کے تاریخی حالات اور اوسکی ماہیت

کاہنون کے لیے جو سوالات کا جواب دیتے تھے اور اُن لوگون کے لیے جو سوالات دریافت کرتے تھے روزہ رکھنا ضرور تھا سکفار مین فوجی مہمات پر جانے سے پہلے بھی روزہ رکھا جاتا تھا۔ (ارسطو) کا بیان ہے کہ جب (لے سی ڈی مونینز) ص۱۲ نے ایک محصور شہر کو مدد پہونچانے کا ارادہ کیا تو اونہون نے کل سلطنت مین ایک دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیدیا۔ اور اس حکم سے گھر کے جانور بھی مستثنیٰ نہ تھے۔ اور اس سے انکی دو غرضین تھین۔ اول تو یہ کہ محصورین کے لیے خوراک بچا لین۔ دوسرے یہ کہ انکی مہم مین خدا برکت دے جب رومیون نے باشندگان (ٹیر نٹم) ص۱۳ کا محاصرہ کیا۔ تو آخرالذکر نے اپنے ہمسایون یعنی باشندگان (ریہے گیم) ص۱۴ سے مدد مانگی۔ اسپر انہون نے کل سلطنت مین روزہ رکھنے کا حکم دیدیا اور چونکہ یہ لوگ محصورین کے پاس خوراک پہونچانے مین کامیاب ہوگیے اسلیے رومیون کو مجبوراً محاصرہ اٹھانا پڑا اور باشندگان ٹیر نٹم نے اس کی یادگار مین ایک سالانہ روزہ مقرر کیا۔

(روما) مین بادشاہ اور شاہنشاہ دونون روزے رکھتے تھے بیان کیا گیا ہے کہ (نوما پومپی لی اس) (جولیس سیزر) (اگسٹس) (ویس پاسی آن) اور دیگر شاہنشاہ مقررہ روزے رکھتے تھے۔ اور (جولین۔ اپاسٹیٹ) تو انکا اتنا پابند تھا کہ ملاؤن (پوجاریون) اور فلاسفرون سے بھی بڑھ گیا تھا۔ پیروان فیثا غورث چالیس دن کے روزے رکھتے تھے مگر فرق اتنا تھا کہ انکے ہان گوشت کی طرح مچھلی بھی جائز نہ تھی۔ باوجودیکہ ان مین اعتدال (اجتناب از شراب وغیرہ) ہمیشہ رہتا تھا تاہم وہ اکثر بہت دنون کے روزے رکھتے تھے۔ مگر اس معاملہ مین انکا پیشوا فیثا غورث سب سے بڑھ گیا تھا جس کے لیے کہا جاتا تھا کہ وہ متواتر پچاس دن تک روزے رکھتا تھا۔ خود اُسکا مشہور شاگرد (اپولونی اس ٹانے) نے اس امر مین بھی اپنے مرشد کی برابری نکر سکا۔ اگرچہ باقی فیثا غوریون سے ہمیشہ بڑھا رہا۔ (جمنوسوفسٹ) یعنی مشرق کے برہمن بھی سخت روزہ رکھنے مین مشہور ہین۔ اور چینیون کے ہان بھی مقررہ روزے اور دعائین ہین تاکہ خدا انہین خشک سالی۔ طوفان۔ زلزلے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۸)۔ تمام خداوندین سے اسکا چال چلن اعلیٰ درجہ کا اور بے لوث سمجھا جاتا تھا۔ جبکہ کوئی شخص کانسل کے عہدہ پر مقرر ہوتا یا آنکہ کوئی اعلیٰ عہدہ کسی کو ملتا یا فوج غنیم پر چڑہائی کرنے کو ہوتی تو اول اسکے مندر پر جاکر قربانی چڑہائی جاتی (از چیمبرس انسایکلوپیڈیا)

ص۱۱ (اپس) ایک دیبی تھی جسکو آسمان اور زمین کی بیٹی مانا گیا تھا اور (سیٹرن) اسکے شوہر کا نام تھا اس دیبی کی مورت ایک ایسی طاقتور عورت کی بتائی جاتی ہے جسکو بہت دن کا حمل ہے یہ ظاہر کرنے کے واسطے کہ زمین مین پیداوار کی قوت ہے۔ اور اس کی مورت کی بہت سی پستانین ہوتی ہین اس غرض کے سمجہانے کیواسطے کہ زمین کل جاندار چیزون کیواسطے خوراک بہم پہنچاتی ہے۔ (از چیمبرس انسایکلوپیڈیا)

ص۱۲ یہ نام ملک یونان کے ایک پرانے شہر کا ہے اور اب اس شہر کا نام (مسٹرا) ہے۔ اسکے باشندے یونانی تاریخ مین باعتبار جرأت وجوانمردی اور آزادی پسند ہونے اور کاہلی وعیش پسندی سے متنفر ہونے کے مشہور تھے۔ ان کے قانون مین داخل تھا کہ یہ لوگ دوسرون سے نہ ملنے پائین اسوجہ سے کہ شاید اورونکی بزدلی اور عیش پسندی کے عادی نہو جائین۔ (از ٹینس ڈکشنری)

ص۱۳ اٹلی کے اوس شہر کا پرانا نام ہے جسکو کہ اب (ٹارنٹو) کہتے ہین اور جو نیپلس کی ملحقات مین سے ہے۔

ص۱۴ یہ شہر جزیرہ سسلی مین واقع ہے اور اس زمانہ مین اسکا نام (ریگیو) ہے۔

ور دیگر مصائب سے بچانے کے مسلمان بھی ۔جوایشیا کا بہت
بڑا حصہ لیے ہوئے ہین ۔روزون کی پابندی کے لیے مشہور ہین
اور اس معاملہ مین انکے درویشون کی ریاضت تعجب انگیز ہے
کفارین روزے توجہات کے لیے بہ رکھے جاتے
تھے ۔مثلاً تعبیر خواب وغیرہ وغیرہ کے لیے ۔یہودیون نے
بت سے روزے مقرر کر لیے ہین جنکا شریعت موسوی مین
ذکر نہین ۔خاصکر تین جو بڑی قومی مصائب کی یادگار ہین ہن حضرت
موسیٰ نے صرف ایک روزہ یعنی کفارہ کے دن کے روزے کا حکم دیا تھا ۔پرانے یہودیون کے
روزے کی میعاد ستائیس یا اٹھائیس گھنٹے کی ہوتی تھی ۔یعنی
غروب آفتاب سے لیکر دوسرے دن کے غروب آفتاب کے
چند گھنٹون بعد تک ۔روزہ کے زمانہ مین وہ موٹا ٹاٹ کا
کپڑا پہنتے تھے ۔سر پر خاک ڈالتے تھے اور اسی قسم کی اور
رسمین کرتے تھے ۔پرانے زمانہ کے یہودیون اور کفارین
روحانی صفائی کے لیے اور روزے بھی تھے ۔خاصکر پجاریون
کے لیے اور ان لوگون کے لیے جو معبدون پر کام کرتے تھے
اور بڑے بڑے تہوارون کے موقعون پر نہ صرف خوراک بلکہ
سونے سے بھی پرہیز کرنے کا رواج تھا چونکہ حضرت عیسیٰ نے
کہین صریحی حکم روزے کے متعلق نہین دیا ہے اور چونکہ انکے
حوارین جب تک حضرت عیسیٰ اُن مین تھے روزہ نہ رکھنے
کے لیے بدنام ہین ۔اسلیے بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ پیروان عیسیٰ
کو روزہ نہین رکھنا چاہیے ۔مگر اس آیت کی (متی کی انجیل باب
نو آیت پندرہ) جہان حضرت عیسیٰ نے کہا ہے کہ وہ زمانہ آئیگا
جب میرے شاگرد روزے رکھینگے ، وہ لوگ یہ تشریح
کرتے ہین کہ اس سے انکی مراد اس زمانہ ماتم کی تھی جو قریب
آرہا تھا ۔اور یہ کہ اس سے انکا مطلب روحانی رنج تھا نہ کہ جسمانی
تکلیف مگر رسولون اور ابتدائی زمانہ کے عیسائیون کے

لیے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ روزہ رکھتے تھے ۔خاصکر
بڑے بڑے موقعون پر مثلاً جب (پال) اور (برنا باس) کو
رسولون نے جنٹائیز (اقوام غیر یہود) مین وعظ کرنے کے
لیے بھیجا ۔خود حضرت عیسیٰ نے جب فریسیون مین روزون
کے برے استعمال پر تنبیہ کی ہے ۔تو اسکے باقاعدہ
پابندی کو کبھی برا نہین کہا ۔
اب ہم مختلف مذاہب کے روزونکا حال کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہین ۔

اظہار ضروری

ہم قبل اسکے کہ بعض اقوام کے روزونکا حال کسی
قدر مفصل لکھین یہ ظاہر کر دینا ضروری جانتے ہین کہ ہم نے
کسی قوم کے روزون کے تفصیل بیان کرنے کے وقت
اون اختلافات اور اونکی باریکیون کے بیان کرنے سے
اجتناب کیا ہے جو ہر ایک مذہب مین مذہبی احکام پر ہوا
کرتی ہین ۔اسوجہ سے کہ یہ ایک ایسی جداگانہ بحث ہے کہ اگر
اوسکو اس موقع پر چھیڑا جائے تو ہم اوس فایدے سے
دور جا پڑینگے جو ان حالات کے جمع کرنے سے مطلوب ہے ۔بلکہ
اسی لحاظ سے ہم نے گذشتہ پرچہ مین جو مضمون (رمضان
مغفرت نشان) کی سرخی کے ذیل مین اہل اسلام کے
روزون پر لکھا ہے ۔اوس مین بھی اختلافات علماء و فرق
اہل اسلام سے اجتناب کیا ہے ۔لیکن ہمارا قصد ہے
کہ اگر حیات مستعار باقی اور خدا تعالےٰ کا فضل و کرم شامل
حال ہے تو آیندہ سال کے رمضان شریف کے زمانہ
مین ہم مذہب اسلام ، اور ممکن ہوا تو دوسرے مذہبون کے
اختلافات کو بہ شرح و بسط بیان کرینگے ۔
اسوقت ان مضامین کے لکھنے سے ہمارا مقصد یہ ہے
کہ ہم روزہ کی حقیقت اور ماہیت کا صحیح خیال اپنے مضمونون
کے پڑھنے والون کے ذہن مین پیدا کر سکین اور یہ امر اوسوقت

مین باسانی حاصل ہو سکتا تھا کہ شبہات کے اختلافات
کے جنجال پیدا دینے سے اپنے آپ کو بچائے رکھین۔
اور ہمارا یہ ایسا خیال ہے کہ دوسرے مورخون نے بھی اسپر عمل
کرنے کو ضروری سمجھا ہے چنانچہ (چیمبرس انسائیکلوپیڈیا) کا
مضمون نگار جس نے فاسٹ والا آرٹیکل لکھا ہے۔ عیسائیون
کے روزدن مین اختلافات سے پریشان ہوکر لکھتا ہے
کہ (..... ہم مفصل بیان نہین کرسکتے۔ کیونکہ خود علما مین اسقدر
اختلاف ہے کہ مورخ اونکے بیان سے گھبراتے ہین....)
لیکن ہم اپنے رسالہ کے پسند کرنے والون کو یہ تشفی دلاتے
ہین کہ اگر خدا کو بھی منظور ہے تو ہم آیندہ سال مین اپنے اور
دیگر مذاہب کے اختلافات علی الصیام پر ایک بسیط بحث
کرینگے۔ ان جملون کے بعد ہم اس قابل ہو گئے ہین کہ بلا
اعتراض اپنا کام شروع کرسکین۔

پارسیون کے روزے

پارسیون کے روزہ کے متعلق چیمبرس
انسائیکلوپیڈیا مین (فاسٹ) کے عنوان کے ذیل مین صرف یہ
بیان کیا گیا ہے کہ پارسیون مین دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روز
روزہ رکھا جاتا تھا اور اوسکی علت یہ تھی کہ ان دونون دنون
مین اونکے جج لوگ مقدمات فیصل کیا کرتے تھے اور معابد
مین احکام شریعت سنائے جاتے تھے۔ لیکن موجودہ زمانہ
کے روزونکا حال اونکے یہان یہ ہے اور یہ حال ہم نے خود
تحقیق کیا ہے کسی کتاب سے نہین لیا گیا ہے۔

پارسی قوم مین باعتبار اونکے قدیمی طریقہ کے مہینہ کے
پورے دنون کے نام جدا جدا اوسی طرح پر ہوتے ہین جس طرح
پر کہ دیگر اقوام اور ملکون مین ہفتہ (Week) انگریزی کے دنون کے
نام جدا جدا ہوتے ہین پس اس بنا پر پارسی قوم مین ہر مہینہ کے
اندر باعتبار تاریخ بلکہ باعتبار ایام یہ چار دن روزہ
رکھنے کے ہین (۱) بہمن روز جو ہر مہینہ کی دوسری تاریخ کے
دن کا نام ہے (۲) مہر روز۔ یعنی باتھوین تاریخ کا دن (۳)
گوس روز یعنی چودھوین تاریخ کا دن (۴) رام روز۔ یعنی اکیسوین
تاریخ کا دن۔ علاوہ ان ایام کے اونکا گیارہوان مہینہ (بہمن
امساسپند) کا مہینہ ایسا ہے جس مین مہینے بھر روزہ رکھا
جاتا ہے۔

روزہ کا مفہوم اس قوم مین عام طور سے تو یہ ہے
کہ پرند اور چارپایہ جانور کے گوشت سے پرہیز کیا جائے باقی
مچھلی انڈا یا غلہ وغیرہ کھایا جا سکتا ہے۔ لیکن مذہبی پیشوا
یا اور متوغلین مذہب کسی قسم کے حیوانی چیز حتی کہ گھی اور مکھن
تک روزہ مین نہین کھاتے صرف ترکاری۔ غلہ اور تیل کھاتی
ہین۔ مقدار روزہ کی چوبیس گھنٹے ہے۔ جسکی ابتدا شروع
دن سے اور خاتمہ اگلے دن کے شروع تک ہوتا ہے۔

اور یہ امر بھی قابل یاد داشت ہے کہ زردشتی[۵۱۵] مذہب کے پیرون
کے نزدیک بالکل نہ کھانا یعنی کسی چیز کا بھی نہ کھایا جانا گناہ
سمجھا جاتا ہے اسواسطے یہ لوگ روزہ مین قطعی بھوکے نہین رہتے

(۵۱۵) زردشت۔ یہ نام میڈیا (یعنی عراق عجم اور آذربائیجان) والون کے
مذہب کے بانی یا مصلح کا ہے اور موجودہ نسل کو صرف اونکے مذہب کا حال
معلوم ہے۔ انکی ذاتی تاریخ قریب قریب بالکل معلوم نہین ہے سوائے اسکے
کہ وہ میڈیا والون مین سے تھے بعض کہتے ہین کہ وہ اسفندیار بن گشتاسپ
کے زمانہ مین تھے۔ بعض خیال کرتے ہین کہ (کیکاؤس) کے
عہد مین تھے۔ اُنکی مذہبی تعلیم (ژند اوستا) مین مندرج ہے اور غالباً
یہ کم و بیش وہی تعلیم ہے جو اُس سے پہلے اُس ملک مین رائج تھی۔
ان کے مذہب کا ممتاز عقیدہ یہ ہے کہ خداوند (ارمزد) اور (اہرمن)
جو ایک دوسرے کے مخالف ہین۔ ایک نیکی اور روشنی کا خدا ہے اور
دوسرا بدی اور تاریکی کا۔ انہین ہمیشہ لڑائی رہتی ہے۔ دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۳۲

اہل ہنود کے روزے اگرچہ اوپر معلوم ہوا ہوگا کہ (وید) مین صرف (پاواکا) کیواسطے بہوکے رہنے یا روزہ کی ضرورت پائی جاتی ہے لیکن مروجہ برہمنی مذہب مین ذیل کے روزے رکہے جاتے ہین (ا) ہر مہینہ کی دونون اکادشیون مین (ویشنو[۵۱۶]) مت والون کی یہان اور ہر مہینہ کے ہر تیرس کو (شیو) مت والون کے یہان۔ عام پر ت ہ اکادشی والے روزون مین یہ ہے کہ (چوبیس گہنٹہ تک یعنی دن اور اوسکے بعد والی رات مین نہ کہانا کہایا جاوے اور نہ پانی پیا جاوے۔ لیکن اسکا تحمل نہ ہوسکے تو پہل کے اقسام اور دودہ کے مرکبات کہائے جاسکتے ہین۔ اور تیرس والے روزون مین ایسا اجتناب صرف دن بہر ہی کرنا پڑتا ہے۔

منجملہ اکادشیون کے روزون کی کچہہ بہت ضروری اور کچہہ کم ضروری روزے ہین۔ یعنی۔ ایک تو جیٹہہ کے مہینہ کے آخر والی اکادشی مین ضرور روزہ رکہنا چاہیئے۔ اسکا نام (نرجلا اکادشی) ہے (یعنی ایسی اکادشی جسکے روزے مین پانی تک بہی نہین پینا چاہیئے) اگرچہ پانی نہ پینے کا حکم سب اکادشیون

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۰) ارمزد نے چہہ لازوال روحین پیدا کین جو اسکے پاس رہتی تہین۔ اور ۲۸ روحین ان سے کم درجے کی پیدا کین جو نشانی دن اور مہینون کی ہین۔ اور بعد ازان انسانون کی روحین پیدا کین اہرمن نے بہی بہا۔ بدی کی سب سے بڑی روحین پیدا کین۔ اور لاتعداد شیطان جو اُن سے کم درجے کے تہے پیدا کئے تین ہزار سال تک ارمزد بلا شرکت غیری حاکم رہا۔ اور اس کمال کے خیال سے خوش تہا۔ بعد ازان اوسنے اور وجود پیدا کئے جنہون نے تین ہزار سال تک اسکی حکومت مین معصومیت اور خوشی سے زندگی بسر کی اور یہ گویا سونے کا زمانہ تہا پہر تین ہزار سال کا وہ زمانہ آتا ہے جس مین کہ ارمزد اور اہرمن مین لڑائی رہی مگر کوئی دوسرے پر غالب نہ آسکا یہ گویا پیتل کا زمانہ ہے جسمین بدی اور نیکی برابر رہی۔ اسکے بعد لوہے کا زمانہ آتا ہے جسمین کہ بدی عموماً غالب ہے۔ جب یہ زمانہ جو تین ہزار سال رہتا ہی ختم ہو جاتا ہی تو اہرمن کی حکومت بہی ختم ہو جاتی ہی وہ ارمزد کی بادشاہت قبول کرلیتا ہے۔ اور ارمزد کی رعایا پہر اپنے اصلی خوشی کی حالت پر آجاتی ہے (زردشت) کی مذہبی تعلیم مثل ممالک مشرق کے دیگر مذہبی تعلیمون کے یہ سکہاتی ہے کہ انسان کی روح مین نیکی اور بدی کے دو عنصر شامل ہین جو ارمزد اور اہرمن سے نکلے ہین۔ جو اول الذکر کی متابعت کرتے ہین مرنے کے بعد بہشت مین جاتے ہین اور جو آخر الذکر کی، وہ دوزخ مین (از برٹانیکا انسایکلوپیڈیا)

زردشت ایک مشہور ایرانی ریفارمر کا نام ہے جو پارسی یا آتش پرستون کے مذہب کے بانی تہا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ (اسفندیار بن گشتاسپ کے زمانہ مین تہا۔ بعض اُسکو مذہب مجوس کا بانی اور بعض مصلح خیال کرتے ہین۔ اسکی تعلیم تہی کہ عنایت آلہی کو سوائے بدی کے اور کوئی شے روک نہین سکتی۔ سب نیکیون مین انسانی ہمدردی اور خیرات کو وہ ترجیح دیتا ہی اور اسلیے وہ اپنے پیرون کو فیاضی کے کامونکی بڑی ترغیب دیتا ہے اپنے مذہب مین تین درجے کے پیشوا اُس نے قرار دئے تہے اور درجہ اول پر اپنے تئین شمار کیا تہا۔ ۵۸۹ء قبل مسیح مین پیدا ہوا اور ۵۱۲ء قبل مسیح مین وفات پائی (از چیمبرس انسایکلوپیڈیا)

۵۱۶ (ویشنو) (وشن) اور (بشن) ایک ہی ہے اور اسکے معنی (حافظ محافظ۔ نگہبان) کے ہین۔

اہل ہنود کے مذہب مین اصولاً توحید فی التثلیث کا خیال اوسی طرح کا پایا جاتا ہی جسطرح موجودہ عیسائیون مین ہے۔ یعنی اہل ہنود خدا تعالے (پرمیشر۔ یا۔ ایشر) کو تین اصولی قوتون کا مرکب جانتے ہین (۱) قوت خلاقیت وقادریت اور اوسکی مظہریت کو (برہما) کے لفظ سے تعبیر کرتے ہین۔ (۲) قوت محافظت وتدبیر اور اسکے مظہریت کو لفظ (وشنو) سے تعبیر کرتے ہین۔ (۳) فنا اور نیست ونابود کر دینے والی قوت (حاشیہ صفحہ ۲۳۳)

کیواسطے ہے مگر چونکہ یہ سخت گرمیون کے مہینون مین واقع
ہوتی ہے اسواسطے اسکے ساتھ (نرجلا) کا لفظ خاصکر کے لگادیا
گیا ہے۔

دوسری بڑی اکادشی آخر اساڑھ والی ہے جسکا نام
(دیوسونونی) ہے۔ یعنی اس تاریخ سے دیولوگ[۵۱۷] سونا شروع
کرتے ہین۔

تیسری بڑی اکادشی بہادون کے آخر والی ہے جسکا نام
(جل جھولنی) ہے اس مین (بھگوان) پانی پر آکر جھولتے ہین۔

چوتھی بڑی اکادشی کاتک کے آخر مین ہوتی ہے جسکو (دیو
اوٹھان) کہتے ہین یعنی دیولوگ سوکر اوٹھتے ہین۔

(۱) (گنیش جی) کا روزہ ہر ہندی مہینہ کی پہلی چوتھہ کو ہوتا ہے
اسوجہ سے کہ اسی تاریخ مین گنیش جی نے جنم لیا ہے اصل
تاریخ جنم کی بہادون کی چوتھہ ہے اس مین سے بھی چار
(چوتھین) بڑی اور اہم ہین یعنی ضروری ہین جسطرح چار
اکادشیان ضروری ہین۔

(ب) (۱) چیت کے مہینہ مین چوبیس وین کو رام نومی کا روزہ
رام چندر جی[۵۱۸] کے جنم لینے کی بنا پر (۲) بیساکھ کی اونتیسوین[۷۹]
کو نرسنگھ چودس کا روزہ۔ نرسنگھ جی کے جنم لینے کی بنا پر
(۳) بہادون کی ستائیس وین کو اسوجہ سے کہ بھگوان نے
بامن اوتار لیا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۳)۔ اور اسکے مظہریت کو (شیو) کے لفظ سے
تعبیر کرتے ہین۔ مگر آخر کار (شیو) کے مفہوم مین ایسا فنا کرنا شامل ہوگیا
ہے کہ جس مین اوس نیست و نابود کردہ شے کا ازسرنو پیدا کرنا بھی
شامل ہے جسکو جنم لینا کہتے ہین۔ اس وصف کو تبدیل ہیت کردینے
والی قوت یا قوت مجددہ اگر کہا جاے تو غالباً سب سے زیادہ خوشنما
اور پر معنی ہو جائیگا۔

ان قوتون کو (دیوتا) لقب دیا گیا ہے اور یہ تینون قوتین جدا جدا سب
مین بڑی دیوتا مانی جاتی ہین۔

چونکہ (برہمہ دیوتا) کا دہیان کرنا یعنی اوسکی ماہیت اور چگونگی سمجھ
لینے پر حاوی ہونا بہت سی ریاضت اور محنت چاہتا ہے اسواسطے
اوسکے خاص پرستش کرنے والے بہت کم ہوئے اور جو ہوئے اونکا
نام (برہمن) ہوا۔ باقی (ویشنو دیوتا) اور (شیو دیوتا) کی پوجن اور پرستش
عام طور پر ہوئی اور ہوتی ہے۔ از مختصر تاریخ اہل ہند حصہ اول مصنفہ
ڈاکٹر ہنٹر۔ قاموس الاعلام)

۵۱۷ دیو کے معنی زمانہ حال مین عام طور سے (عفریت) کے سمجھے
جاتے ہین یعنی ایک ایسی مہیب الشکل اور ڈراونی مخلوق جو کبھی
حاضر اور کبھی غایب ہوسکتی ہے اور تبدیل شکل کرسکتی ہے لیکن
اصلی معنی دیو کے ڈاکٹر ہنٹر کے مختصر تاریخ ہند مین (چمکنے والے)
کے بیان کیے گئے ہین۔ لکھا ہے کہ (دیو) مادہ (دو) سے نکلا ہے
جسکے معنی چمکنے کے ہین۔ اور قاموس الاعلام مین لکھا ہے کہ
مذہب ہنود مین فرشتون کو (دیو) کہتے تھے اور لکھا ہے کہ علم تطبیق
الالسنہ والے خیال کرتے ہین کہ (دیو۔ یا دیوا) اور یورپین زبانون کے
الفاظ (ڈیوس) اور (دیو) اور (سٹوس) ایک ہی ہین اور اسکے معنی
(اللہ) کے ہین گو لفظاً کچھ ہو مگر موجودہ مذہبی اصطلاح مین بعض صفات
الہی پر (جیسا کہ ویشنو والے حاشیہ مین ہم نے ظاہر کیا ہے) اور
دیگر قوائے طبیعی یا ملکوتی قوتون پر جسطرح (برن دیوتا) (اگنی دیوتا)
(بایو دیوتا) (اندر دیوتا) ہین اور اون پیشوایان مذہب ہنود پر جو باعتبار
اپنے کسی فوق العادت وصف کی کسی تجلی الہی کے مظہر سمجھے
گیے ہین جسطرح برہمہ (کرشن جی) (رام جی یا رام چندر جی) (سیتا جی)
(ہنومان جی) ہین، الفاظ (دیو۔ یا ۔دیوتا۔ اور۔ دیوی۔ دیبی) کو
باعتبار اونکے تذکیر و تانیث کے استعمال کرتے ہین۔

۵۱۸ (رام چندر جی ۔ اور ۔ رام) ایک ہی ہین (دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۲۳)

یہ روزہ ایسا ہے کہ آدہے دن یعنی دوپہر تک تو نہ کوئی چیز کہائی جاسے اور نہ پانی پیا جاسے لیکن دوپہر کے بعد سے پھل کہایا جا سکتا ہے اور پانی پیا جا سکتا ہے (۴) بہادون کی اٹھارہین کو۔ یہ روزہ صرف عورتون کیواسطے ہے اس بنا پر کہ پاروتی جی کا بیاہ مہادیو جی[۵۱۹] سے اس تاریخ پر ہوا ہے اسمین بہی نہ کچھ کہانا چاہئیے اور نہ پینا چاہئیے لیکن کمزور نے بچے وغیرہ معاف ہین (۵) کنوار کی آٹھوین کو مہالکشمی کا روزہ (۶) نودرگا کا روزہ نو دن کا ہوتا ہے۔ یہ دو دفعہ ہوتا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۱)۔ بسبب انکی عابد مزاج اور ایماندار ہونے کے انکو (واشنو) دیوتا یا انکی صفت حافظیت الٰہی کا اوتا یعنی مظہر مانا گیا ہے۔ (رام چندر جی) اجودہیا (اودہ) کی سلطنت کے شاہزادہ تہے انکے باپکا نام (دسرتھ) تہا رام چندر جی کے نکاح سے اجولہ (سیتا جی) ست ہوا تہا سیتا جی لکشمی دیوی کی اوتار ہین) جبکہ انکے باپ نے چاہا کہ تخت سلطنت انکے حوالہ کر دے تو انکی ایک سوتیلی ماں نے اپنے شوہر (دسرتھ) سے یہ وعدہ کسی موقع سے لیکر لیا تہا کہ جو مانگیگی وہی منظور کیا جائیگا۔ یہ دو درخواستین کین ایک یہ کہ راج گدی اوسکے بیٹے (بہرت جی) کو دی جاسے اور دوسری (رام چندر جی) کو چودہ برس کیواسطے جلاوطن کرنے کا حکم دیا جاے مہاراجہ کو اگرچہ یہ دونون فرمائشین سخت ناگوار ہوئین لیکن اپنے قول سے پہرنے کی وجہ سے مجبوراً اونہون نے ایسا ہی کیا۔ ان مصایب پر (رام چندر جی) کو ایک اور مصیبت کا سامنا ہوا کہ (راون) نامی شخص جو دکن کے وحشی لوگونکا ایک سرگروہ تہا (سیتا جی) کے حسن وجمال کی تعریف سنکر اونپر عاشق ہوگیا تہا اس موقع کو غنیمت سمجہکر معہ اپنے جتھے کے لوگون کے اس ملک مین آیا اور (سیتا جی) کو پکڑ کر لے گیا مگر خوف کی وجہ سے دکن مین نہ ٹہیرا اور (سراندیپ) کو چلا گیا۔

اب رام چندر جی نے اپنی بیوی کے چہڑانے کیواسطے سفر کیا اور ملک دکن کے قدیم وحشی اقوام کی ایک فوج (جسکو بسبب اونکے وحشیانہپن کے بندرون کی فوج کہا گیا ہے) بہرتی کی اور اونکا سپہ سالار بہی اونہین مین سے مقرر کیا جسکا نام (ہنومان جی) ہے۔ ہنومان جی اول بطور مخبر کے سراندیپ گیے اور تمامی حالات وہان کے تحقیق کرکے واپس آئے اور پہر معہ سپاہ کے چڑہائی کی اور سیتا جی رہا کرائی گئین۔

دوسری شاخ اس قصہ کی یہ ہے کہ (رام چندر جی) کے جلاوطن ہونے کے بعد اونکے باپ (دسرتھ) کو بہت قلق ہوا اور وہ مر گیے اور اس عرصہ مین جبکہ یہ واقعات ہوے یعنی رام چندر جی کا نکالا جانا اور (بہرت جی) کا ولیعہد بنایا جانا، اور (دسرتھ) شاہ اودہ کا مرنا، بہرت جی کشمیر مین تہے، اپنے باپ کی وفات کی خبر پاکر اجودہیا آئے مگر اپنے بڑے بہائی کی حق تلفی اور اونکی جگہہ اپنے ایکو تخت ملنے سے وہ ناراض ہوے اور (رام جی) کو تلاش کرکے اونسے کہا کہ آپ ہی مالک تخت ہین چلکر گدی لیجئیے اونہون نے انکار کیا آخرکار یہ طے ہوا کہ چودہ برس تک جب تک کہ دیس نکالا (رام چندر جی) کا ختم نہ ہوے اوسوقت تک (بہرت جی) بادشاہت کرین اور بعد اوسکے (رام چندر جی) تخت نشین ہون۔ اسکے بعد راون والا واقعہ پیش آیا۔ غرض کہ چودہ برس کی مصائب کے بعد (رام چندر جی) تخت نشین ہوے۔ اونکی عدل وداد ورحمدلی سے سلطنت کرنے کو اہل ہنود بطور ضرب المثل کے استعمال کرتے ہین۔ (از مختصر تاریخ ہند مصنفہ ڈاکٹر ہنٹر۔ و۔ تاریخ قدیم آریہ ورت حصہ دوم)

[۵۱۹] مہادیو جی دوسرا نام (شیو دیوتا) کا ہے۔

چیت کے آخرمین اور کنوار کے آخرمین - اس روزے مین نودن تک کہانا پینا نہین چاہیے لیکن چونکہ یہ دشوار کام ہے اسواسطے اول توجسقدر مدت تک کوئی صبر کرسکے اوسکو کہانا پینا نہین چاہیے مگر پہل اور دوده کے مرکبات کہاتے رہنا جایز ہے۔

(ج) اگرکسی سے کوئی سخت گناه ہوجاے تو (چاندراین برت) رکہا جاتا ہے جوایک مہینہ کا ہوتا ہے اس طرح سے کہ پندره دن برابر غذا کو کم کرتے کرتے نہایت قلیل مقدار پرلے آنا چاہیے اور پندره دن بعد اوسکو رفتہ رفتہ بڑہانا چاہیے حتی کہ پوری مقدار آخر ماه مین ہوجاے۔

یہودیون کے روزے عام مذاہب مشہوره وموجوده مین سے یہودی لوگون مین روزون کی بہت عادت ہے حتی کہ اونکے پیشوایان مذہب نے ہرایک خاندان کے افسر کو یہ اختیار دیا ہے کہ وه اپنے خاندان کی افراد کو یہ حکم دیسکتا ہے کہ وه کب روزه رکہین اور کب نہ رکہین صرف اس غرض سے کہ زیاده روزون کے رکہے جانے کو جبکہ وه ضرر کے رتبہ کو پہنچ سکین روک سکے[+]۔ تاہم موجوده یہودی مذہب کے معتقدون کے واسطے اٹہائیس[*] روزے ضروری ہین۔

منجملہ ان کے یوم کفاره کا ایک روزه سب سے زائد ضروری اور محتم بالشان ہے جوکہ ساتوین مہینہ (تشرین) کی دسوین تاریخ کو رکہا جاتا ہے[*] یہ روزه نوین تاریخ کی مغرب سے لیکر دسوین تاریخ کی مغرب کے بعد تین ستارون کے نکل آنے تک رکہا جاتا ہے اور اس عرصہ مین ہرایک قسم کے کہانے پینے - منھ دہونے تیل لگانے - جوتا پہنے وغیره سے قطعاً اجتناب کیا جاتا ہے[(+)] اس کفاره کے روزے کے علاوه یہ روزے بہی یہودیون کے مذہب مین ضروری روزے ہین (۱) چوتہے مہینہ (تموز) کی سترہوین تاریخ کا روزه یہ روزه اس گناه کے عوض مین رکہا جاتا ہے کہ یہودیون نے سونے کا بچہڑا پرستش کے واسطے بنایا تہا[+] یا آنکہ توریت کے الواح کے ٹوٹ جانے کی یادگار ہے[*]۔ (۲) پانچوین مہینہ (آب) کی نوین تاریخ کا روزه۔ اس مصیبت کی یادگار ہین کہ یروشلم کو (نیوزردان[۹۲۰]) شاه بابل کے ایک افسر نے جلادیا تہا[*]) اوریا اس بات کی یادگار ہین کہ یہودیونکا ایک

+ ازچیمبرس انسایکلوپیڈیا۔
* ازانگلی زیاسٹیکل انسایکلوپیڈیا۔
* یہ وہی روزه ہے جسکے رکہنے کا حکم قبل از فرضیت روزه ہاے رمضان شریف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل اسلام کو دیا تہا۔

(+) ازچیمبرس انسایکلوپیڈیا۔
+ ازانگلی زیاسٹیکل انسایکلوپیڈیا۔
* ازڈکشنری آف دی بایبل۔

۹۲۰ یہ نام بخت نصر ثانی کے ایک سب سے اعلی افسر کا ہے اور فتح یروشلم کے بعد کامل اختیارات اس شہر کے متعلق اسکو دیدے گئے تہے (ازڈکشنری آف دی بایبل)

* ازتفسیر القرآن جلد اول (یعنی سید صاحب مرحوم کی لکہی ہوئی تفسیر) بحوالہ بایبل

عبادت خانہ بخت نصر[۵۲۱] اور دوسرا ٹیٹس[۵۲۲] نے منہدم[+] کیا، یا اس حکم کی یادگار مین کہ جن یہودیون نے مصر کو چھوڑ دیا تھا وہ کنعان مین نہ داخل ہون[*] (۳) ساتوین مہینہ (تشری) کی تیسری تاریخ کا روزہ -

[۵۲۱] (بخت نصر) نام کے دو بادشاہ "آشوری" قوم مین (جسکو انگریزی مین "اسیرین" کہتے ہین) گزرے ہین ایک نے اونمین سے ۶۲۵ قبل المسیح سے ۶۰۴ قبل المسیح تک (یعنی بیس برس) نینوا شہر مین حکومت کی - اس نے "(میڈیا)" (یعنی عراق عجم اور آذربایجان) کے پادشاہ (ار فخشاد) کو شکست دیکر اپنے ہاتھ سے اوسکو قتل کیا تھا - اور بر شام و فلسطین کو تسخیر کرنے کے واسطے (ہلوغرن) نامی اپنے ایک وزیر کو مقرر کیا تھا مگر یہ وزیر (بتولیہ) نامی ایک شہر کے محاصرہ کی حالت مین وہان کی رہنی والی ایک یہودیہ لڑکی کے ہاتھ سے جسکا نام (یودیث) تھا قتل ہو گیا - اور اس سبب سے یہ مہم تمام و کمال خراب ہو گئی - بیان کیا جاتا ہے) کہ بخت نصر اوس محاصرہ مین مارا گیا ہے جو (رکی انشا -) اور (ناپو پولاسار) کیطرف سے نینوا کا کیا گیا تھا -

دوسرا (بخت نصر) جسکو بخت نصر اعظم کہتے ہین وہ ہے جس نے آشوری اور بابلستان کو ملاکر ایک سلطنت بنالیا تھا اور دونون بادشاہتون کا یہ آخر فرمان روا تھا - اس نے ۶۰۴ قبل المسیح مین فلسطین کے اوپر لشکر کشی کی تھی مگر بنی اسرائیلیون کے سردار (یہویاقیم) کے مقابلہ مین اسکو شکست ہوئی اور اوسکی اطاعت اس بخت نصر نے قبول کر لی تھی - تین سال اس حالت مین گزار کر بخت نصر نے بغاوت کی اور اپنا لشکر بھیجکر (یہویاقیم) کو گرفتار کرا کے - راستہ مین یہ تو مر گیا مگر اسکے بیٹے (یکنیو) کو بخت نصر نے بنی اسرائیل کا حاکم و سردار مقرر کر دیا مگر صرف ایک سو دن کے بعد اسکو اسکے دوسرے ملازمین بنی اسرائیل کے جنمین حضرت (دانیال) اور (حزقیال) علیہم السلام بھی شامل تھے، گرفتار کرکے بابل کو بھیجدیا اور (یکنیو) کے چچا (صدقیا) کو وہان کا حاکم مقرر کیا - حضرت (ارمیا) کا ظہور اسی عرصہ مین ہوا تھا جو کہ یہودیون کو طریقہ حقانی کی ہدایت فرمایا کرتے تھے اور بخت نصر کو دہمکایا اور ڈرایا کرتے تھے - نو برس کا زمانہ اسطرح تیر ہوا اور اب (صدقیا) نے بخت نصر کے خلاف بغاوت شروع کی جسکی وجہ سے بخت نصر نے دوبارہ فلسطین پر فوج روانہ کی جس نے ایک یا دو برس تک کے محاصرہ کے بعد شہر (قدس شریف) کو فتح کر لیا اور (بیت المقدس) کو ڈہاکر بنی اسرائیل کو قید کر لیا اور بابل کو بھیجدیا - اسکے بعد شہر (صور) بھی فتح کر لیا گیا اور نیز مصر کی طرف فوج بھیجکر اوسکا تہیٹی کا حصہ (مصر سفلی) لے لیا - مفتوحہ مقامات سے بہت مال و اموال بخت نصر کے ہاتھ لگا اور نیز ان ملکون کے آثار قدیمہ کی چیزین لیجاکر شہر بابل کو بڑی رونق دیگئی - ان کامیابیون کی بنا پر آخر مین اوسکا ایسا دماغ چلگیا کہ خدائی کا دعویٰ کرنے لگا لیکن وہ دیوانہ ہو گیا اور اپنے آپکو ایک بیل (نرگاو) تصور کر کے سات برس تک بیابانون مین پہرتا رہا - اس عرصہ مین اوسکی بیوی انتظام سلطنت کرتی رہی لیکن پہر اوسکے ہوش درست ہو گئے اور کاروبار سلطنت کرنے لگا - دعویٰ الوہیت سے بہی تائب ہو گیا - اس حال سے ایک سال اور بادشاہت کی اور ۵۶۲ قبل المسیح مین وفات کر گیا (قاموس الاعلام)

[۵۲۲] ٹیٹس کو اسلامی زبانون مین (تیطیتوس) لکھا ہے - یہ روم قدیم کے شہنشاہون مین سے گزرا ہے اسکے باپ کا نام (وسپاسیان) تھا یہ اوسی کا جانشین ہوا (تیطیوس) ۴۱ عیسوی مین پیدا ہوا تھا - اول اول جرمنی اور انگریزون کے ملک مین بعض عہدون پر رہا اور ۷۰ عیسوی مین اپنے باپ کے ہمراہ فلسطین کی مہمات پر گیا جہان پر اونکو کامیابی ہوئی اور وہین پر (وسپاسیان) شہنشاہی کے لیے انتخاب کیا گیا - (روم) کو جاتے جاتے شہر قدس کو بھی فتح کر لیا تھا - (تیطیوس) ۷ مرتبہ کانسل کے عہدے پر رہا ہے اور ۷۹ء مین شہنشاہ ہو گیا - اس کے عہد حکومت مین (وسولیس)

+ اریٹیمبرس انسائیکلو پیڈیا - اور ایکلی زیاسٹیکل انسائیکلو پیڈیا -
ایکلی زیاسٹیکل انسائیکلو پیڈیا - مین لکھا ہے کہ یہ وہ معبد ہے کہ اس مین بہت سے یہودی پناہ گزین تھے -

* از ایکلی زیاسٹیکل انسائیکلو پیڈیا -

روزے کے تاریخی حالات اور اوسکی ماہیت

جدلیاہ[۲۲] کے قتل ہونے کے غم مین! یا بخت نصر کے یروشلم کو فتح کرلینے کی یادگار مین[*] (۴) دسوین مہینہ (طیبت) کی دسوین تاریخ کا روزہ یا یروشلم کو بخت نصر کے محاصرہ کرلینے کی یادگار مین[*] یا کہ اس امر کی یادگار کے واسطے کہ اسیران بابل[۲۴] کے پاس یروشلم کی تباہی کی خبر پہنچی[†] (اسیران بابل کن کو کہتے ہین؟ اس کا حال بخت نصر والے حاشیہ سے سمجھ مین آئیگا۔) (۵) ایستھر[۲۵] کا روزہ یہ پانچون روزے دن بھر کے اسطرح پر ہین کہ شام کو تین ستارون کے نمودار ہو جانے پر افطار کیے جاتے ہین۔ باقی کچھہ روزے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۶۔ نامی آتش فشان پہاڑ سے آتش فشانی ہونے کی وجہ سے اور نیز دبار طاعون کے سبب سے اوسکے قلمرو مین بہت تکلیف اہل ملک کو پہنچی تہی جسمین اس نے اپنی رعیت کو بہت مدد دی۔ ۲۷ مہینہ تک یہ حکمران رہا۔ اور خود اوسکے گمان کی بنا پر یہ روایت کیجاتی ہے کہ اوسکے بہائی نے اوسکو زہر دیکر ہلاک کر دیا۔ یہ ایک نہایت کریم النفس بادشاہ گزرا ہے اگر کسی دن کیکو کسی قسم کی مدد نہ پہنچا سکتا تو اوس دن کو اپنے ایام حیات مین سے ایک فضول دن شمار کرتا تہا (قاموس الاعلام)

۲۳ یہ ایک یہودی شاہزادہ کا نام ہے جس نے قوم کالڈیا کے ساتھ رفاقت کرنے کا عہد کیا تہا لیکن مارا گیا (از ہینس ڈکشنری)

۲۴ (بابل) پرانی کلدانیون کی دارالسلطنت شہر کا نام ہے جو اوس زمانہ مین ایک ایسا عظیم الشان اور مشہور شہر تھا کہ زمانہ قدیم مین روی ارض پر سب سے بڑا اور سب سے زیادہ پر رونق شہر شمار کیا جاتا تہا اور از روے تخمین کے کہا جاتا ہے کہ تیرہ لاکھ کے قریب آبادی تہی۔ یہ شہر شہر بغداد سے جانب جنوب اوس مقام کے متصل تہا جہان پر کہ اب قصبۂ (حلہ) ہے اور دریاے فرات اسکے درمیان مین بہتا تہا۔ سب سے اول (نمرود) نے اوسکو آباد کیا تہا اور (سورج دیوتا) کے قائم مقامی کے طور پر (بعل) نامی اپنے معبود کا ایک بہت بڑا منارہ تمام شہر پر بنایا تہا اور یہ وہی مینار ہے جسکو (منارۂ نمرود) کہا جاتا ہے۔ غرض کہ ایک عرصہ تک کلدانیون کا دارالسلطنت رہا اور آخرکار (آشوریون) کے بادشاہ (بلوس) نے اسکو فتح کر لیا اور اوسوقت سے آشوریون کا پایۂ تخت ہو گیا اور جبکہ اونکا قدیم پایۂ تخت شہر (نینوا) خراب ہو چلا تو (بابل) کی عظمت و شان اور بہی بڑہ گئی (بخت نصر اعظم) نے جب (بیت المقدس) اور دوسری عبادت گاہون اور ملکون کو فتح اور خراب کر کے وہان کی ذی قیمت اشیا و جواہرات اپنے معبود (بعل) کے مندر پر چڑہا ہے اور اوسکی زیب و زینت پر خرچ کر دئے تو رونق و شان کی کچھہ حد نہین رہی اور اسکے علاوہ عالیشان محلات۔ اور شہر پناہ۔ قلعہ وغیرہ عمارات کی تعمیر سے یہ ایک لاثانی شہر ہو گیا تہا۔ یہ شہر جیسا پر رونق و آباد تہا ویسے ہی اوسکے رہنے والے عیاش اور سفیہ تہے۔ پیشواے مورخین یونانی (ہیرودوت یعنی ہیروڈوٹس) نے جبکہ اس شہر کو ایک ایسے زمانہ مین دیکھا ہے (کہ اوسکی رونق و آبادی مین بہت کچھہ کمی آچکی تہی) تاہم جو کچھہ اوس نے تعریف و توصیف بیان کی ہے وہ ایسی ہے کہ جس سے عقل دنگ رہجاتی ہے۔ اور اگر ان اوصاف کو مبالغہ آمیز یقین کر کے اونکی کاٹ چھانٹ کیجاے تاہم جو باقی رہجاتا ہے وہ بہی اس بات کے ثبوت کے واسطے کافی ہے کہ (شہر بابل) ایک نہایت معمور اور وسیع شہر ہوگا۔ اس شہر کا گرداگرد ۴۰ میل کے قریب تہا اور ایک خندق اور دو شہر پناہون سے گہرا ہوا تہا۔ شہر پناہ کی دیوار کی چوڑائی کی نسبت یہ روایت کیجاتی ہے کہ اوسکے اوپر دونو طرفون مین دکانین اور عمارتین بنی ہوئی تہین اور اونکے درمیان مین اتنا فاصلہ تہا کہ چار گاڑیان برابر برابر چلی جاتی تہین۔ اسکے (۲۵۰) برج اور (۱۰۰) دروازے تہے اور تمام دروازون کے بہانک پاتو برنجی تہے اور پاکہ برنجی چادر اونپر چڑہی ہوئی تہی۔ بازار و نکی سڑکین نہایت سیدہی اور وسیع تہین اور اس قدر تہین کہ اون سے

* تفسیر القرآن جلد اول۔ چیمبرس انسائیکلوپیڈیا۔

* از ایجلی زیاسٹیکل انسائیکلوپیڈیا۔

† از ایکلی زیاسٹیکل انسائیکلوپیڈیا

آدہے آدہے دن کے بھی ہوتے ہین۔ (از جیمبرس انسایکلوپیڈیا)
تاریخہاے مذکور سے روزون کے علاوہ ذیل کے روزے
بھی مذہب یہود مین ہین (ا) دوسرے مہینہ (آئی ییرا) اور
آٹھوین مہینہ (جیش وان) کی پہلے دو (دوشنبون) اور پہلی
(جمعرات) کو، (ب) شروع سال کی اور یوم الکفارہ سے اول کے
دن، (ج) والدین کی برسی کے دن، (د) ایام شادی مین
جب تک کہ رسوم شادی ادا ہوتی ہین، (ہ) اپنی پہلوٹی لڑکے
کی پیدایش کے دن، ہر سال، جب تک کہ وہ تیرہ برس کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۵) سے شہر کی (۲۰۰) مربع الشکل ٹکڑے ہوگئے
تے (دنیا) کے سات عجائبات مین سے (باغچہ معلق) اسی شہر مین تھا
یہ باغ عمارتون کی چہتون پر تہا اور بڑے بڑے درخت اوسمین سرسبز
اور شاداب موجود تے۔ اس شہر مین عجیب و غریب امور کے موجود
ہونیکا ایک ثبوت یہ بہی ہے کہ اوس زمانہ مین اسکو (جادوگرون کا
شہر) بہی کہتے تہے۔ (دریاے فرات) خود یا اوسکی ایک شاخ،
شہر کی شمالی جانب سے داخل ہوئی تہی اور درمیان مین سے
گزرتی ہوئی جنوب کی سمت سے نکل گئی تھی۔ ایران کے مشہور
فاتح (کیروس) نے جو غالباً (کیخسرو یا کیکاؤس) سے مراد ہوگی،
اس شہر کا محاصرہ کیا تھا مگر جبکہ اوسکے شہر پناہ اور قلعون کی مضبوطی
کی وجہ سے اوسکو کچھہ کامیابی حاصل نہین ہوئی تو اوس نے
یہ تدبیر کی کہ (دریاے فرات) کے داخل شہر ہونے کی سمت
مین اوس نے ایک نالہ کہودا اور دریا کا پانی اوس نالہ مین
ڈالدینے کی وجہ سے اوسکے داخل ہونیکا راستہ خشک ہوگیا اور
اوس راہ سے وہ مع اپنی فوج کے (بابل) کے اندر داخل ہوگیا
اور ایک ایسی حالت مین جبکہ اسکو توقع بھی نہ تہی وہان کے
باشندون کو بہت پریشان کیا اور اس طرح فتح حاصل کرکے
اوسکو اپنا تخت گاہ قرار دیا۔ (سنہ ۳۳۶ قبل المسیح مین) سکندر اعظم
نے بہی ایران کو فتح کرنے کے بعد اس شہر کو مرکز حکومت بنانا
اور زیادہ تر وسعت دینا چاہتا تھا مگر اوسکی عمر نے وفا نہین کی
ان واقعات کے بعد (بابل) کے جوار مین ایک شہر (سلفقیہ) اور
بعد چندی (ساسانیون) کی طرف سے شہر (قتسیفون) یعنی (مداین)
کی آبادیان قایم ہونے سے اسکی رونق و عظمت کو زوال آنے
لگا اور رفتہ رفتہ وہ ایک ویران اور خرابہ زار ہوگیا۔ اسکے بہت سے
آثار مذکورہ بالا شہرون کو منتقل ہوگئے جس زمانہ مین کہ خورشید اسلام
کی شعاعین نور افگن عالم ہونی شروع ہوئی تہین اوس عرصہ مین
یہ شہر قطعی ویران ہوچکا تھا۔ (ابو جعفر منصور) کے زمانہ مین دار الخلافہ
بغداد کے واسطے اسکی بقیۂ آثار مین سے کچھ کچھ منگایا تہا اور اب (بابل)
ایک ایسا بے نشان اور مفقود مقام ہے کہ اوسکا ٹھیک موقع یعنی مشکل
قرار دیا جاسکتا ہے۔ زمانۂ حال مین علماء یورپ مین سے قصبۂ (حلہ)
کے جوار مین چند مقامات کو کہودا تہا تو ایک جگہ سے عمارات عالیشان کی
کچھہ بنیادین اور اوسمین (بخت نصر) اور دیگر ملوک قدیم کی کچھہ سکے
برآمد ہوئے تہے جسکی بنا پر قیاس کیا گیا ہے کہ شہر (بابل) یہان پر تھا
(از قاموس الاعلام)

۵۲۵ ایستہر ایک خوبصورت یہودیہ لڑکی تھی جسکے باپ کو بخت نصر
قید کرکے لیگیا تھا۔ لیکن جب اسکا باپ مرگیا تو ایک چچازاد بھائی
نے جو بادشاہ فارس کے یہان نوکر تہا اسکی پرورش کی۔ اسی عرصہ
مین بادشاہ نے اپنی ملکہ کو نکالدیا اور ملک کی کل حسین لڑکیان جمع
کرکے اونمین سے ایستہر کو انتخاب کیا اور ملکہ بنالیا جسکا بہت اثر اپنے
شوہر بادشاہ پر تہا۔ چونکہ یہ بادشاہ غافل تہا اور کاروبار سلطنت اوسکے وزیر
ہامان کے ہاتہہ مین تہے، وزیر نے ایک دن موقع پاکر بادشاہ سے یہ اجازت
حاصل کرلی کہ کل ملک کے یہودی لوگ قتل کردئے جائین اور جائدادین ضبط کرلی جاتین
لیکن نیک بخت ملکہ کی تدابیر سے یہودیونکو نجات ملگئی اور ہامان وزیر مارا گیا۔ اس واقعہ کی
یادگار مین (۱۴) اور (۱۵) تاریخون کو ماہ (ادر) کی خوشی کا دن قرار دیا۔ (از ڈکشنری آف بائبل)

ہو جاتے ۔ (د) ماہ ربی ساک شروع ہوتے سے ایک دن اول
موسوی شریعت مین لڑکا ۱۳ برس کی عمر تک اور لڑکی ۱۲ برس
کی عمر تک اور بیمار آدمی اور حاملہ عورتین روزون سے معاف
ہین (از چیمبرس انسایکلوپیڈیا)
اس مذہب مین یہ یکسان نہین ہے کہ کیا چیز کھانی
چاہیے اور کیا نہ کھانی چاہیے بلکہ بعض روزون مین ہر ایک
قسم کی غذا سے پرہیز کیا جاتا ہے اور بعض روزون مین صرف
گوشت وغیرہ سے (از ایکلی زیاسٹیکل انسایکلوپیڈیا)

عیسائیون کے روزے† اگرچہ ہمنے اوپر وعدہ کیا ہے کہ ہم اختلافی
مسائل سے اجتناب کرینگے لیکن عیسائی مذہب کے روزون
کے متعلق چند فقرون کے بیان کر دینے کی ضرورت اس وجہہ
سے ہے کہ اس مضمون کے پڑھنے والون کے ذہن مین
عیسائی مذہب کے روزون کا مفہوم بغیر ان خفیف اختلافات
کے بیان کے اچھی طرح نہین آئیگا یعنی اول تو مسیحی علما کے
نزدیک یہ امر مختلف فیہ ہے کہ آیا روزہ رکھنا حضرت عیسی علیہ السلام
کی امت پر فرض کیا گیا ہے یا نہین لیکن جو عمل ہے وہ یہی
ہے کہ قریب قریب عیسائیون کے جمیع فرقون مین روزہ رکھنے
کا حکم ہے دویم مختلف فرقون مین تعین ایام صیام مین بھی کسی
قدر اختلاف ہے ۔ سب سے زاید روزے گریک چرچ والون
مین ہین اوسکے بعد رومن کیتھلک کا درجہ ہے باعتبار تاکید روزہ
رکھنے کے ہے پراٹسٹنٹ فرقہ مین سے انگلش چرچ مین سب سے
زاید روزے ہین مگر آسانی یہ ہے کہ روزون کے دن تو بتلائے
ہین لیکن اپنے معتقدون کو نہ تو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ
روزہ رکھین اور نہ ممانعت کی ہے۔

گریک چرچ کے روزے یہ ہین (۱) تمام سال کے چہار شنبے
اور جمعے (سوائے بعض مستثنی حالتون کے) - بدھ کا روزہ اس
وجہہ سے کہ اس روز جناب مسیح علیہ السلام کو سولی دئے جانے کا
حکم ہوا اور جمعہ کا اسواسطے کہ اس روز سولی دی گئی (ب)
ایسٹر[۵۲۵] کا روزہ جو کہ ۴۸ دن کا ہوتا ہے (ج) کرسمس کا روزہ
(۳۹) دن کا (د) حضرت مریم کا روزہ (۱۴) دن کا (ہ) ٹرنٹی سنڈے[۵۲۶]
کے بعد کی پیر سے شروع ہوتے ہین اور ۲۹ جون تک رہتے ہین
(و) ان کے سوا اور بھی چھوٹے چھوٹے روزے ہوتے
ہین جو پیشوایان دین کی تاریخ وفات کی یادگار مین رکھے
جاتے ہین ۔ اور یہ کل روزے بتاکید رکھے جاتے ہین
رومن کیتھلک روزون کا حال یہ ہے (۱) ہر ایک
بدھ اور ہر ایک جمعہ کو (ب) چالیس دن کا روزہ اسکی نسبت
بیان ہے کہ حقیقت مین اون چالیس گھنٹون کی یاد مین
ہے جن چالیس گھنٹون کی نسبت عیسائیون کا اعتقاد ہے
کہ جناب مسیح قبر مین رہے مگر رفتہ رفتہ چالیس گھنٹون سے چالیس دن

---

* یہ روزے حضرت موسی کے فرعون کے ہاتھ سے بچ جانے کی یادگار مین ہین

† یہ مضمون قریب قریب کل کے چیمبرس انسایکلوپیڈیا سے لیا گیا ہے مگر
ترتیب اسکی اپنی مرضی کے موافق کی گئی ہے ۔ لیکن بعض جزوی باتون کو
پادری صاحبان سے دریافت کرکے بھی لکھا گیا ہے ۔
حاشیہ اس مضمون کے ویبسٹر ڈکشنری سے لیے گئے ہین۔

۵۲۵ ایسٹر ایک عیسائیون کا تیوہار ہے جو حضرت عیسی علیہ السلام کی
قبر سے اوٹھ آنے کی یادگار مین اوس اتوار کو منایا جاتا ہے جو کہ (گڈ فرائیڈی)
کے بعد پہلی مرتبہ واقع ہوتا ہے۔

۵۲۶ (ٹرنٹی سنڈے) یعنی تثلیث کا اتوار - اوس اتوار کو ٹرنٹی سنڈے
کہتے ہین جو (وہٹسنڈی) کے بعد پہلی مرتبہ آئے اور (وہٹسنڈی)
اوس اتوار کو کہتے ہین جو (ایسٹر) کے بعد ساتوان اتوار ہو ٹرنٹی سنڈے
کو تثلیث کی یادگار مین عید منائی جاتی ہے اور اوسی وجہہ سے
یہ روزے رکھے جاتے ہین۔

روزون کے واسطے مقرر ہوگئے (ج) اسکے سوا اور چند چھوٹے چھوٹے روزے ہین انگلش چرچ کے روزے یہ ہین۔
(۱) لینٹ کا چالیس دن کا روزہ جو ایسٹر کو ختم ہوتا ہے (ج) ایمبر[۵۲۷] کے دن (د) رگی شن کے ۳ دن (ہ) سوائے کرسمس ڈے والے جمعہ کے اور تمام سال کے جمعے (و) چند تہوارون سے اول کی شام۔ اسکاٹ لینڈ کے واسطے پارلیمنٹ کا ایک ایکٹ ہے کہ جو دن وہان کا چرچ روزہ کے واسطے مقرر کرے دیگر یہ صرف ایک روزہ ہے جو اکثر کیمونی سنڈے سے پہلے والے ہفتہ مین مقرر ہوتا ہے) اوس روز کل کارخانے بند رہین۔

باعتبار اجتناب کے عیسائی روزون کا حال یہ ہے کہ رومن کیتھلک* فرقہ مین لینٹ کے زمانہ مین چالیس دن تک گوشت نہین کہانا چاہئے مگر وہ لوگ جو اسپر عمل بدشواری کر سکتے ہین وہ۔ پیر۔ منگل۔ اور۔ جمعرات کو گوشت کہا سکتے ہین مگر ان ایام مین۔ بدہ۔ جمعہ اور سنیچر کو گوشت کا کہانا ہرگز جائز نہین ہے۔ اور نیز لینٹ کے ایام مین مچھلی کا گوشت اور دیگر قسم کا گوشت ایک وقت مین ملا کر کہانا جائز نہین ہے۔ باقی ماندہ دیگر روزون مین تمام حیوانی غذائین یعنی گوشت۔ گھی انڈے کہانی نہین چاہین۔

انگلش چرچ والون کے ہان روزہ برائے نام سا ہے۔

یعنی زمانہ حال مین علاوہ اسکے کہ روزون کے رکھنے نہ رکھنے کے باب مین اسکی ہدایتین خاموش ہین روزہ مین اشیاء اجتناب مین بہی ہر ایک کی مرضی پر چہوڑ دیا گیا ہے کہ جس شخص کے نزدیک جس چیز سے اجتناب کرنا پسندیدہ معلوم ہو اوسی کے نہ کہانے کا نام روزہ ہے مگر اس مقام پر ہم ایک عبارت کی نقل کر دینا مناسب جانتے ہین جو (دی پریریک، اٹلز ہسٹری، لینگوج اینڈ کسٹمس) کے صفحہ ۲۱۸ سے لی گئی ہے اوسمین لکہا ہی لینٹ روزہ رکہنے کا قاعدہ بہت مختلف رہا ہے۔ بعض عیسائی بہت عرصہ تک خوراک سے پرہیز کرتے تہے۔ بعض صرف عمدہ غذا سے (سنیٹ جری سسٹم) نے کہا ہے کہ بعض لوگ ایسے ہین جو روزہ رکہنے مین ایک دوسرے سے سبقت لیجانا چاہتے بعض ایسے ہین جو دو دن کامل بغیر غذا کے بسر کرتے ہین اور بعض۔ تیل۔ شراب اور دوسرے کہانون کو چہوڑ کر صرف روٹی اور پانی پر کل لینٹ کا زمانہ بسر کرتے ہین ہمارے چرچ (یعنی چرچ آف انگلینڈ) مین روزہ رکہنے کے متعلق کوئی خاص قاعدہ نہین ہے۔ اسمین ہر شخص پر اسکا تصفیہ چہوڑ دیا گیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور فلاسفرز کے روزے

علاوہ اون روزون کے جو مختلف امتون پر لازم کئے گئے تہے انبیا علیہم السلام خود بہت زیادہ روزے رکہا کرتے تہے چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام کا چالیس دن تک کا ایک بار یا تین بار روزہ دار ہونا ثابت ہے (از چیمبرز یا سٹیکل انسائکلوپیڈیا۔ و۔ تفسیر القرآن جلد اول) حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے اہل اسلام کو بخوبی معلوم ہین کہ وہ ایک دن رکہتے تہے اور ایک دن نہ رکہتے تہے (از کتب حدیث) حضرت عیسی علیہ السلام کا بہی چالیس دن تک اور مختلف اوقات پر روزہ رکہنا ثابت ہے (از تفسیر القرآن جلد اول) حضرت دانیال کے تین ہفتون تک روزون کے

---

۵۲۷ ایمبر کے دن ان دنون اور تاریخون سے مراد ہین۔ لینٹ کے پہلے اتوار کے بعد کی۔ بدہ۔ جمعہ۔ شنبہ۔ اور (وہٹسن ٹائڈ) کا تیوہار۔ اور ۱۴ ستمبر۔ اور ۱۳ دسمبر۔

۵۲۸ (رگی شن) ایک تیوہار عیسائیون کا ہے جو حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے زعم کی یادگار مین منایا جاتا ہے۔

* ایک پرایویٹ چٹھی کے ذریعہ سے یہ حال لکہا گیا ہے۔

رکہنے کا بیان بائبل مین ہے (تفسیر القرآن - جلد اول)
حضرت الیاس علیہ السلام کے چالیس دن اور رات کے
روزون کا بہی مذکور بائبل مین ہے (تفسیر القرآن جلد اول)
جناب خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے روزون کی کثرت
کا حال کتب احادیث وسیر مین بخوبی بیان کیا گیا ہے -
غرض یہ ہے کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ تمام انبیا
اوسکو نہایت ضروری اور مفید جانتے رہے ہین -

ایک یہ امر بہی قابل التفات ہے کہ روزہ کی خوبی کو نہ
صرف پیشوایان و بانیان مذاہب نے تسلیم کیا ہے بلکہ حکما
اور فلاسفرز کے گروہ مین بہی انسان کے واسطے روزہ ایک
ضروری اور لایق تعمیل شے سمجہا گیا ہے چنانچہ اوس کٹیشن سے
جو ہمنے (انسایکلوپیڈیا برٹانیکا) کی عبارت کا کیا ہے
معلوم ہوتا ہے کہ حکیم فیثاغورث اور اوسکے معتقد روزون کے
سخت پابندی اور عزت کرتے تہے حالانکہ فیثاغورث کوئی مذہبی
پیشوا نہین ہے بلکہ ایک حکیم مشرب شخص تہا -

روزہ کی ابتدا پر قیاس چیمبرس انسایکلوپیڈیا مین کچہ جملے ایسے
بہی لکہے ہین جو لکہنے والے کے ذہن مین روزہ کے ابتدائی
خیالات کی بابت جاگزین ہوئے ہونگے جنکو تکملہ مضمون
کے واسطے ہم بہی یہان نقل کئے دیتے ہین لیکن یہ گذارش
کر دینا ضرور ہے کہ یہ محض قیاسی باتین ہین - اوسمین لکہا ہے
کہ (اس رسم کی - یعنی روزہ کی - بنیاد اوس وقت سے معلوم
ہوتی ہے جب سے کہ انسان کو یہ معلوم ہوا کہ غذا سے اجتناب
(پرہیز) صحت پر بعض اوقات اچہا اثر کرتا ہے اور اوسکو اس
بات کا بہی خیال ہوا (جو خیال کہ ہر شخص کے دل مین ایک
حد تک ہمیشہ ہوتا ہے) کہ جسم کو روح کا تابع رکہنا چاہیئے

رفتہ رفتہ جو تکلیف پہنچی اوس سے یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم خدا کے
لیے یہ ریاضت اور تکلیف اوٹہا رہے ہین پہر یہ ایک مذہبی
رسم ہو گئی اور اسکے متعلق بہت سے قواعد و احکامات
پیدا ہو گئے -

روزہ پر ایک عجیب اعتراض انسایکلوپیڈیا برٹانیکا مین یہ عبارت
ہے کہ (اگرچہ خود روزہ کوئی قابل تحسین کام نہین ہے لیکن
اسمین شبہ نہین ہے کہ اسکا گاہی گاہی استعمال مفید ہے
اسلئے کہ اس سے طبیعت عبادت اور توجہ الی اللہ کے واسطے
تیار ہو جاتی ہے) اسی قسم کی عبارت ایک عیسائی مذہب
کے پیشوا ریونڈ صاحب نے ہمکو ایک چٹہی مین لکہی ہے جو کہ ہماری
ایک چٹہی کے جواب مین ہے جسمین عیسائیون کے روزونکا
حال ہمنے دریافت کیا تہا وہ لکہتے ہین کہ (روزہ کے معنی یہ ہین
کہ کہانے سے جزوی یا کلی پرہیز کیا جائے - بذات خود روزہ
مین کوئی خوبی نہین ہے لیکن جب کوئی روزہ رکہتا ہے تو
اوسکی طبیعت ادہر اودہر کے خیالات سے صاف ہو کر خدا
کا دہیان کرنے کے قابل ہو جاتی ہے ...)

ہمنے اس اعتراض کو عجیب اس وجہ سے قرار دیا ہے کہ یہ
دونون صاحب روزہ کی اصلی خوبی کو تو تسلیم کرتے جاتے ہین
لیکن پہر بہی یہ کہتے ہین کہ اسمین یعنی روزہ مین فی نفسہ کوئی خوبی
نہین ہے - یہ بعینہ ویسی ہی مثال ہے کہ کوئی یہ کہے کہ ریل
مین فی نفسہ تو کوئی خوبی نہین ہے مگر ہان اوس سے انسان
اور مال جلد پہنچ جاتا ہے یا کوئی کہے کہ کہانے مین خوبی کچہ
بہی نہین ہے سوائے اسکے کہ ذایقہ کی گلٹیون کو لذیذ معلوم
ہوتا ہے اور حیات کو قایم رکہنے کے لایق ہے -

سب سے زیادہ موزون روزہ اس آرٹیکل کے پڑہنے سے معلوم ہوا

روزے کے تاریخی حالات اور اوسکی ماہیت

ہوگا اگرچہ (روزہ) سب مشہور مذاہب مین پایا جاتا ہے لیکن اوسکے مفہوم مین باہم فرق ہے (۱) یعنی تعین وقت صوم یکسان نہین ہے۔ کوئی روزہ صرف چند گھنٹون کا یعنی آدہے دن ہی کا ہوتا ہے۔ کوئی چوبیس گھنٹہ کا کوئی چھتیس گھنٹہ کا اور کوئی کئی کئی دن کا حتی کہ چالیس چالیس دن کے روزے ہین (۲) کیفیت امساک بھی یکسان نہین ہے یعنی بعضو مین تو چوبیس اور چھتیس گھنٹون تک نہ کچھ کھانا چاہئیے اور نہ پینا اور بعض مین خاص خاص غذائین کھائی جاسکتی ہین اور بعض حالتون مین صرف خاص خاص غذاؤن سے اجتناب ہے اور نیز بعض مذاہب اظہار پریشان حالی کو بھی لازمۂ صوم جانتے ہین۔ غرض یہ ہے کہ روزہ تو مشترک ہے لیکن خواص اوسکے مختلف ہین۔ بس ایسی حالت مین اسپر غور کرنا ایک نیچرل امر ہے کہ باعتبار طبیعت خلقت انسانی اور باعتبار مقصد و ماحصل صوم کونسا روزہ سب سے زیادہ موزون اور منزل رسان ہے؟ اور اس سوال پر غور کرنے کے بعد جو جواب حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بہترین صیام، صوم اسلام ہے!

مذہب اسلام کا روزہ باعتبار اپنی مدت کے نہایت موزون ہے نہ تو اوسمین فاقہ اسقدر طویل ہے کہ انسان برداشت نہ کرسکے یا بمشکل سخت برداشت کرسکے اور نہ ایسی قلیل مدت ہے کہ جسمین روزہ کا ہونا کسی کو محسوس بھی نہو سکے۔ حالانکہ اگر روزہ محسوس نہ ہو تو وہ فایدہ جو روزے سے مانا گیا ہے ہرگز حاصل نہین ہوسکتا اور انسان کا خیال اپنے خالق اور مدبر عالم کی طرف رجوع نہین ہوسکتا۔

مذہب اسلام کا روزہ باعتبار اجتناب و پرہیز کے نہایت ہی بیش بہا ہے کیونکہ اول تو اوسمین جمیع قسم غذا سے اکلاً اور شرباً ممانعت ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ بغیر کسی قدر اوس کیفیت کے پیدا ہونے کے جسکو اشتہا اور بھوک کہتے ہین انسان کو بار بار خدا کی یاد دلانے والی اور روح پر صفائی کا اثر ڈالنے والی وہ حالت نہین ہوسکتی جسمین کہ پہل یا دودہ سے پیٹ بھر لیا جاسے یا آنکہ صرف چند اشیا سے اجتناب کر لیا جاسے۔ علاوہ برین سواے کھانے پینے کے دیگر بعض خصایص نفس سے اجتناب رکھنا ایک اعلی درجہ کی تعلیم اسلامی روزہ مین ہے۔

مذہب اسلام کا روزہ اسوجہ سے بھی نہایت ہی مفید ہے کہ اوسمین بہت سے روزے ایک ساتھ اکٹھا واقع ہوتے ہین۔ کیونکہ اجتماعی حالت کا اثر ہمیشہ قومی فیلنگ کے متحرک کرنے کے واسطے بہ نسبت اوسکے بہت زیادہ ہوتا ہے جبکہ متفرق اور منفرد طور کی ہو۔ رمضان شریف کے روزے مثلاً اگر سال بھر مین چند متفرق موقعون پر تقسیم ہوتے تو ہرگز سوسائٹی کو وہ خوشی اور فرحت حاصل نہ ہوسکتی جو ایک خاص مہینہ کی یادداشت اور وقوع مین ہوتی ہے۔ بلاشبہ ایک ایسی کل کے واسطے جو ہر دم اپنے مجموعے مین سے صرف اور ہلاک کرتی رہتی ہو ہمیشہ کا رہنا غیر موزون سا ہے مگر لاکھون اور کروڑہا آدمیون کی کوئی مخصوص اور متحد حالت ہونے سے جو خوشی ہوتی ہے وہ اوس ضرر کی (اگر کوئی ضرر حقیقت مین ہو) بلاشبہ کافی نعم البدل ہوسکتی ہے اور حیات انسانی کو بجاے کمزور کرنے کے قوی اور طویل کرسکتی ہے۔

چند شامت زدہ لوگ یا خاندان اس عجیب لطف و فرحت سے بالضرور ناواقف ہین جو کسی روزہ دار کو (علی الخصوص جبکہ پارٹی کی پارٹی روزہ دار ہو) افطار یا دیگر رسوم کے وقت حاصل ہوتی ہے اور ہوسکتی ہے مگر اس کی وجہ سے نفس معاملہ کی خوبی کم نہین ہوجاتی۔ الحاصل روزونکا متفرق حالت مین ہونا اخلاق انسانی پر

بانسبت یک جا ہونے کی بالضرور کم اثر بخش ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ (اسمعیل)

"حالاتِ سسلی"

تمہید

موجودہ زمانے مین مسلمانان ہند کے لیے عام طور پر تاریخ اور ان کے اسلاف کے پُرشوکت کارنامون سے واقف ہونے کی ضرورت ایسی عمدہ اور بین طور پر ثابت کردی گئی ہے کہ اب اس شخص کو جو تاریخی میدان مین قدم رکھنا چاہتا ہو اس امر کے ثابت کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہین رہے کہ تاریخ ہی انسان کی ترقی کے لیے ایک زبردست وسیلہ اور اسی کے ذریعہ سے مسلمانان ہند اپنی پستی اور ادبار سے واقف اور ترقی کے اس بلند سے بلند کنگرہ تک پہونچ سکتے ہین جس پر کسی زمانہ مین ان کے اسلاف پہونچ چکے تھے اور اپنی ہی غفلت کی بدولت گر پڑے۔

ان ناقابل دماغ والون کی تعداد جن کا خیال تھا کہ تاریخ محض لغو چیز ہے اور کوئی نتیجہ اس سے انسان کی حالت پر مترتب نہین ہوسکتا غالباً بہت ہی کم باقی رہی ہوگی اور جو چند باقی بھی ہین وہ اس قابل نہ رہے کہ ان کے خیالات کی تردید مین بے کار وقت ضایع کیا جاے بلکہ ان کی حالت پر یہ مقولہ بہت ہی ٹھیک طور سے صادق آتا ہے کہ "ان کو اپنی حالت پر چھوڑ دینا چاہیے"۔

ملک کی عام جماعتون اور ان نوجوانون مین جن سے اسلام کی آیندہ ترقی کی امیدین لگ رہی ہین تاریخ کے متعلق ایک عام مذاق پھیل گیا ہے اور جیسا کہ قاعدہ ہے کہ جس چیز کا مذاق پھیل جاتا ہے اسی کی کثرت بھی ہوجاتی ہے (اور جس مضمون کو ایک ضرب المثل مین اس طرح بیان کیا گیا ہے "جس چیز کی مانگ زیادہ ہوتی ہے اُس کی کثرت بھی ہوجاتی ہے") اسیطرح پبلک کے اس مذاق کو دیکھکر ملک مین بہت سے ایسے بزرگ اور باوقعت حضرات پیدا ہوگئے ہین جنہون نے ملک کے مذاق کے مطابق تصنیف وتالیف شروع کردی ہے اور انہین نامور اور لایق مصنفین کی کوششون کی بدولت جو قوم کی موجودہ حالت اور زمانہ کے تیور خوب پہچانتے ہین ہم دیکھتے ہین کہ ایک قلیل عرصہ مین تاریخ کے متعلق ہندوستان کی عام اسلامی جماعتون کی واقفیت نے بہت بڑی ترقی کرلی ہے جسکو بلحاظ اس قلیل عرصہ اور ان تمام دشواریون کے جو درپیش ہین بہت زیادہ خیال کرنا چاہیے۔ اسی اُردو زبان مین جسکو مسلمانان ہند کی قومی زبان کہنا چاہیے اور جسمین چند سال پیشتر کسی تاریخی تصنیف کا بمشکل پتہ ملتا تھا آج بہت سے عمدہ تاریخی کتابین لکھی جاچکی ہین۔ اور جن مین سے بعض تو اس قابل ہین کہ اُردو دان پر فخر وناز کرے۔

ایک معمولی نظر سے دیکھنے والا بھی اسبات کو دیکھ سکتا ہے کہ ملک مین تاریخی مذاق دن بدن ترقی کررہا ہے اور کوئی مہینہ خالی نہین جانے پاتا جس مین کوئی نہ کوئی تاریخی نئی تصنیف مطابع سے شایع نہ ہوتی ہو۔

مگر یاد رکہنا چاہیے کہ جو کچھ ہوا ہے وہ محض ناکافی ہے اور جس قسم کا تاریخی سرمایہ ایک ایسی زبان مین ہونا چاہیے جیسی کہ اُردو ہے اور جو اس قوم کی زبان ہے جو ایک عظیم الشان ترقی کے بعد افسوسناک تنزل کے چکّر مین آگئی ہے اور جو چاہتی ہے کہ پھر ایکدفعہ دنیا کو اپنی گذشتہ عظمت وشوکت کے کارنامے دکھلاوے۔ ابھی مفقود ہے۔ اقوام دنیا کی پوری پوری تاریخین لکھی جانی تو درکنار یہ خود نہین کہا جاسکتا کہ مسلمانون ہی کے متعلق کوئی اس قسم کی تاریخ موجود ہے جس سے ان کی

بے نظیر قوت وشوکت کا اندازہ کیا جا سکے اور نہ ان ممالک
کے مفصل حالات مرتب کئے گئے ہین جنکو مسلمانون نے
اپنی ممالک مفتوحہ مین شامل کیا اور ان مین اپنی تہذیب وتمدن
کی روشنی پھیلائی ۔ نظیر کے طور پر سسلی کو ہی لیجئے ۔

یہ جزیرہ جو بحیرہ روم مین اٹلی کے قریب اور اس زمانے مین اٹلی
ہی کے ماتحت ہے ۔ وہی پہلی سرزمین ہے جہان بلاد یورپ
مین سب سے پہلے فاتحین عرب نے اپنی مبارک ومشہور قدم
جہازون سے زمین پر رکھے تھے اور اسکے بعد ایک مدت دراز تک
اس سرزمین نے اپنی حکمرانی کا تاج ان ہی کے سر پر رکھدیا تھا
اور اس وجہ سے بلاشبہ بغیر کسی مبالغہ کے وہی ملک جو دنیا بھر کی
برائیون کا منبع ومعدن بن رہا تھا محض ان ہمدردان بنی نوع
انسان کی بدولت چند ہی دنون مین مہذب ومتمدن بنگیا اور وہ
تمام برکتین جو ایک باضابطہ ومتمدن اسلامی حکومت کے زیر سایہ
رہنے سے نصیب ہو سکتی ہین سسلی کو بھی حاصل ہو گئین
یہی وہ تاریک ظلمانی سرزمین تھی جس پر بلاد یورپ مین سے
سب سے پہلے علوم وفنون کی شعاعین پڑین ۔ اور اسی مقام سے
پہلے پہل یورپ نے اسلامی تمدن وتہذیب کو سیکھا ۔

کون مسلمان ایسا ہوگا جسکے دل مین ذرہ بھر بھی نور ایمان ہے
اور وہ ایسے ملک کے حالات معلوم کرنے اور ان بابرکت انفاس
کی مساعی جمیلہ کا ذکر خیر سننے کا جنہون نے یہان قدم رکھے تھے
مشتاق نہو؟ بیشک ہر مسلمان ان کا مشتاق ہوگا ۔ اور ہونا چاہئے یہی
یہی شوق وولولہ قوم کی حالت دریافت کرنے کا سچا اور درست
معیار ہے ۔ اور اسی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قوم زندہ ہے اور
ابھی مری نہین ۔ اور یہی وہ سریع الاثر افسون ہے جو بظاہر مردہ
اقوام کے دوبارہ حیات متمدنہ حاصل کرنے کے لیے
پھونکا جا سکتا ہے ۔

اب ہمکو دیکھنا چاہئیے کہ ایسے ملک کے حالات کے دریافت
کرنے کے لئے جس کو مسلمان نہایت ہی شوق وذوق کی نظر سے دیکھ
سکتے ہین کیا سرمایہ اُردو مین موجود ہے اور کہان تک
اس سے مسلمانان ہند کا اشتیاق پورا ہو سکتا ہے ۔ جہانتک
میری واقفیت ہے اُردو مین صرف ایک **مولوی شبلی**
صاحب ہین جنہون نے المامون مین ایک مختصر سا تذکرہ
سسلی کے بارہ مین لکھا ہے (گو وہ بھی ضمنی ہے) اور دوسرے
مولوی وحیدالدین سلیم ہین جنہون نے ابن جبیر کے سفرنامہ
کے اس حصہ کا ترجمہ جو سیاحت سسلی کے متعلق ہے ۔
علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ کے کسی پرچے مین لکھا تھا اور اسکے
ساتھ پبلک کے ذوق وشوق کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے
کہ قریب قریب سارے اردو اخبارون کے ایڈیٹرون نے
اس مضمون کو نہایت شوق کے ہاتھون سے لیا تھا اور اپنے
اپنے اخبار کے کالمون مین اس کو جگہہ دی تھی ۔ بس اُردو کی
ساری کائنات سسلی کے متعلق اسی قدر تھی جس پر جتنا افسوس
کیا جائے تھوڑا ہے ۔

اس کے مقابل اگر ہم غیر اقوام یعنی اہل یورپ کی اُن کوششون
پر غور کرین جو وہ اسلام ومسلمانون کے ساتھ کر رہے ہین تو ہم کو
اُلٹا سمان نظر آتا ہے ۔ مسلمان تو اس قدر غافل ہین کہ خدا کی
پناہ اور اہل یورپ ہین کہ دن بدن ہمارے اسلاف کے
کارنامون کو تفصیل کے ساتھ دنیا مین پیش کر رہے ہین اور نہ
صرف تاریخی حالات کو وہ واضح کرتے ہین بلکہ مذہب اسلام پر
سے وہ جھوٹے الزامات خود دفع کر رہے ہین جن کو متعصب
پادریون کی جہالت نے ازمنۂ متوسطہ مین یورپ مین پھیلا دیا تھا
افسوس ہے کہ ہم یہان ان تمام کوششون کا جو اہل یورپ
کی طرف سے مسلمانون کے بارہ مین ہو رہی ہین پوری طرح

بیان نہین کرسکتے - جسکے لیے ایک آدھ جز مکتفی نہین ہوسکتا
ہان سلسلۂ کلام مین سسلی کے متعلق اس قدر عرض کردینا بے
موقع نہو گا کہ اسی سسلی کے بارہ مین جس سے مسلمان اس قدر
بے خبر ہین یورپ مین مستقل تصانیف لکھی گئی ہین اور ان
کتابون کے علاوہ جو یورپ کی زبانون مین ہین خود ایک کتاب
جسکی ضخامت کچھ کم نہین ہے عربون کی کتابون سے انتخاب
اور عربی ہی مین لکھی گئی ہے اور یورپ ہی مین چھاپی گئی ہے -
جسکا بیان کسی قدر ہم آیندہ چلکر کرینگے - کیا ہمارے تنزل کے
ثابت کردینے کے لیے محض یہی بات کافی نہین ہے؟

غیر قومون کے ہمارے علوم و فنون کے ساتھ اعتنا اور
ہماری غفلت پر جس قدر ملامت ہم کو کیجائے بجا ہے ہم کو اس
ملامت کے قبول کرلینے کے سوا اور کوئی چارہ نہین ہے - لیکن
کسی قدر یہ الزام ہلکا ہوجاتا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہین کہ ہماری قوم
کے فاضل شخص مولوی سید علی صاحب بلگرامی کی کوشش سے
(جس کا سارے ملک کو مشکور ہونا چاہیے) تمدن عرب جیسی
بیش بہا کتاب کا اُردو مین ترجمہ ہوگیا ہے جسکی بدولت فی الواقع
اُردو مین ایک بہت بڑے علمی خزانہ کا اضافہ ہوگیا - منجملہ ان
بہت سے ضروری اور اہم امور کے جن کا اردو مین اس قیمتی
کتاب کی بدولت اضافہ ہوا ہے ایک حالات سسلی بھی ہین
اور اسمین کوئی شبہ نہین کہ سسلی کی حالت جیسی اس
کتاب مین لکھی گئی ہے اب تک لکھی نہین گئی اور بعض حیثیتون
سے شاید آیندہ بھی لکھی نہ جاسکے - مگر جیساکہ خود تمدن عرب کے
مصنف موسیو لے بان نے تصریح کردی ہے کہ ان کا مقصود
عربون کا تمدن ہے اور عربون کی ملکی اور جنگی لحاظات سے
وہ اس کتاب مین زیادہ بحث نہین کرینگے اس
کتاب مین جنگی اور ملکی حیثیتون کی طرف اتنی توجہ نہین کی گئی ہے
جتنی کہ تمدن کے ساتھ - پس اسوجہ سے سسلی کے تمدن سے
تو مصنف نے ایک حد تک کافی بحث کی ہے مگر عربون کی سسلی مین
فتوحات و ملک گیری وغیرہ کا ذکر بہت ہی مختصر طور پر کیا گیا ہے
اور اسلئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہین کہ سسلی کے حالات ابھی تک
جامعیت کے ساتھ اُردو مین نہین لکھے گئے -

ان سب حالات پر غور کرنے کے بعد مین نے ارادہ کیا
ہے کہ سسلی کے مفصل حالات **معارف** کے ذریعے
سے جو اکیلا ایک ہی ایک علمی پرچہ اُردو مین شایع ہونے لگا ہے اور
جسکی قدر کرنی تمام مسلمانون پر ضروری ہے ملک کی خدمت
مین پیش کیے جائین اور اگر ناظرین نے اس کو پسند کیا تو وہ علیحدہ
ایک کتاب کی صورت مین چھاپ دیے جائین گے -

اس مضمون مین نہ صرف فاتحین اسلام کی تمدنی حیثیت ہی سے
بحث ہوگی جیسی کہ تمدن عرب مین کی گئی ہے بلکہ ان کی ملکی
اور جنگی تاریخ بھی صاف و واضح طور پر لکھی جائیگی اس ملکی اور جنگی تاریخ
مین جو ہم لکھینگے بہت سی ضروری باتون کا لحاظ رکھا گیا ہے
جن کے بغیر آج کل تاریخ لکھنا محض بے کار ہے - پہلے ان کی
فوج کشیون اور متواتر حملون کا ذکر ہے جو عربون نے کیے -
ان فوج کشیون مین عربون نے کس قدر انصاف کے اصول
پیش نظر رکھے؟ ایک ضروری قابل بحث امر ہے - اسکے بعد
ان کے سسلی فتح کرنے کا بیان کرینگے - پھر ہم دکھلائینگے کہ جس
وقت مسلمانون نے سسلی فتح کی ہے، اُسوقت اُس کی
کیسی خراب حالت تھی اور پھر بہت ہی تھوڑے عرصہ مین
مسلمانون نے اس کو کیسی عمدہ حالت پر پہونچا دیا اس امر پر تفصیل
کے ساتھ بحث کی جائیگی کہ مسلمانون کا سسلی مین طرز حکومت
کیا رہا - اور اُنہون نے اقوام مفتوحہ سے جن کو کچل ڈالنے کا
انہین پوری طرح سے اختیار حاصل تھا کیسا نیک برتاؤ کیا -

ملکی تاریخ ختم ہونے کے بعد ہم اُن بیش بہا تصانیف کا ذکر کرینگے جو سسلی کے متعلق مسلمانون نے لکھی ہین اور جن سے ان کی وسعت نظر اور علمی ترقی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ ان مشہور ومتاز بزرگون کا تذکرہ لکھنا بھی ہمارا ایک ضروری فرض ہوگا جو سسلی کی خاک کیمیا آمیز سے پیدا ہوئے مگر جن کو خدا نے اپنے مقدس وبرگزیدہ دین اسلام کی خدمتون کے لئے منتخب کر لیا تھا۔ اُن باکمالون کا مختصر تذکرہ ہوگا جو اس ملک مین ہوگذرے ہین۔ اسکے بعد ان کے تنزل کا زمانہ شروع ہوگا ترقی وتنزل کے اسباب عمدہ طور سے مذکور ہونگے۔ مسلمانون کے تنزل کے بعد ایک دوسرا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ زمانہ نے سسلی کی باگ مسیحیون کے ہاتھ مین دیدی ہے۔ اس تبدل حکومت سے جو نتائج پیدا ہوئے اُن کا ذکر ہوگا۔ ملک کی حالت کا دونون زمانون مین مقابلہ کیا جائیگا اور وہ روز افزون تباہی مذکور ہوگی جو سسلی مین شروع ہوئی غرضکہ ان تمام باتون پر جو فی زماننا تاریخ مین ضروری ثابت ہوئی ہین کافی طور سے بحث ہوگی اور بلحاظ ان تمام بیانات کے جو ہم لکھینگے ہمکو اس دعویٰ کا استحقاق حاصل ہوگا کہ اس تفصیل کے ساتھ آج تک اُردو مین سسلی کے حالات لکھے نہین گئے۔

اس مقام پر ہم کو اپنا ماخذ بیان کردینا چاہئے۔ مین نے اوپر بیان کیا ہے کہ ایک عیسائی عالم نے سسلی کے وہ حالات جو مسلمانون سے متعلق ہین، عربی تصانیف سے انتخاب کیے ہین۔ مین نے اس کتاب کو دیکھا ہے۔ یہ کتاب اس مین شک نہین کہ بہت سی معلومات کا سرمایہ ہوسکتی ہے مگر یہ بھی خیال رہے کہ اس کتاب مین مختلف عربی کتابون سے سسلی کے متعلق عبارتین نقل کرلی گئی ہین اور بس۔ نہ کسی ترتیب کا خیال رکھا گیا ہے اور نہ کوئی تسلسل ہے اور انہین وجوہات سے یہ کوئی مستقل تصنیف نہین کہی جاسکتی اس کتاب مین جس قدر کتابون کے انتخاب کیے گئے ہین وہ بھی کامل نہین ہین بعض جگہ تھوڑی سی ابتدائی عبارت لکھنے کے بعد الخ لکھدیا ہے۔ مین نے جہان تک ہوسکا پہلے وہ کتابین دیکھین جن کا انتخاب اس کتاب مین کیا گیا ہے اور اصل کتابون ہی کو اپنا ماخذ قرار دیا ہے اور ان کے نام بتلادئے ہین۔

باقی رہین وہ کتابین جو مل نہ سکین۔ ایسی صورت مین بمجبوری اسی منتخب پر اکتفا کیا ہے اور بیان کردیا ہے کہ بحوالہ منتخب تواریخ صقلیہ مطبوعہ یورپ اسکے علاوہ مین نے اور بھی بہت سی کتابین دیکھین جن کا انتخاب اس کتاب مین نہین کیا گیا تھا۔

غرضکہ جہانتک مجھ سے ہوسکا مین نے محنت کی ہے۔ اور غلطی سے بچنے کی کوشش کی ہے اس قدر کوشش اور محنت کے بعد بھی ممکن ہے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہو اور یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے جبکہ انسان کی فطرت ہی مین غلطی داخل ہے اور نہ مجھپر اس کا کوئی الزام آسکتا ہے۔ مثل مشہور ہے فما کُلّفتَ ما لا تستطیع تمکو ایسی باتون کا مکلف نہین بنایا گیا ہے جس کی تم مین استطاعت نہین ہے۔ اگر فی الواقع کوئی غلطی یا نقص باقی رہ گیا ہو تو اسکی اصلاح آئندہ ہوجائیگی جیسے کہ سارے انسانی کامون کا قاعدہ ہے۔

(محمد مرتضیٰ)

"حالات سسلی"

نمبر (۱)

سسلی کا جغرافیہ

جیسا کہ ہمنے اپنی تمہید مین بیان کردیا ہے ہمکو سسلی کے صرف

اسی زمانہ کے واقعات کا لکھنا مدنظر ہے جبکہ اس کی سرزمین میں مسلمانوں کی مبارک کوششوں کی بدولت عربی تمدن کا آفتاب اپنی نورآگین شعاعوں کا نور برسارہا تھا مگر قبل اسکے کہ ہم اپنے اصلی مقصود کی طرف متوجہ ہوں اس غرض سے کہ ہمارا بیان مسلسل و مربوط ہوجائے اور وہ تمام باتیں ہمارے مضمون میں بھی موجود رہیں جو زمانۂ حال کے فلسفۂ تاریخ کے لحاظ سے لازمی ہیں یہ بہت ہی ضروری ہے کہ اس ملک کا ایک عام اجمالی خاکہ کھینچا جائے جس سے اس جزیرہ کی جغرافی حالت اور قدیم تاریخ بخوبی واضح ہو۔ جو کچھ ہم اس مقام پر لکھیں گے اسکی بنا زمانۂ حال کی تصانیف[۵۱] پر ہوگی۔ اوران تمام بیانات کو جو قدیم عربی مورخین کے قلم سے اس بارے میں نکلے ہیں ہم اُس وقت تک کے لئے اٹھار کھتے ہیں جبکہ ہمارے مضمون کے سلسلۂ بیان کے لحاظ سے اسکے لکھنے کا وقت آجائے۔

ان بہت سے جزائر میں جو بحیرۂ روم میں واقع ہیں اورجن میں سے بعض بعض جیسے کورسکا سارڈینا کا حوالہ ہمارے مضمون میں بھی جابجا نظر آئے گا ایک جزیرہ سسلی بھی ہے۔ جو تقریباً ایک مثلث کی شکل میں اٹلی کے جنوب میں واقع ہے اوراُن تمام جزیروں میں جو اٹلی کے ماتحت ہیں سب سے بڑا اور بالکل اسی کے ساتھ لگا ہوا ہے بلکہ بعض محققین کا تو یہ خیال ہے کہ کسی زمانہ میں وہ خشکی کے ساتھ ہی لگا ہوا تھا۔ اورمتواتر زلزلوں نے جن سے سسلی کی سرزمین ہمیشہ پائمال رہی اس کو سطح زمین سے جدا کردیا اور اسکی شکل جزیرہ کی سی بنادی۔

مورخین زمانۂ حال کے خیال کے مطابق ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ سسلی کا نقشہ کھینچ دیا جائے جسکے دیکھ لینے کے بعد پھر اورکسی تفصیلی بیان کی ضرورت باقی نہیں رہتی اوران باتوں کے لحاظ سے جو آیندہ چلکر مذکور ہونگی یہ نقشہ رہبر کا کام دے گا۔ اس نقشہ میں ہمنے اس امر کا التزام رکھا ہے کہ اُن ہی شہروں کے نام لکھے جائیں جو مشہور ہیں یا آیندہ بیانات کے لحاظ سے اُن کا جاننا ضروری تھا اس سے یہ فایدہ ہوگا کہ عام جغرافی حالت کے ضمن میں مشہور شہروں کے نام علیحدہ گنوانے کی کوئی ضرورت نہ رہے گی۔

نقشہ جزیرۂ سسلی

جزائر لیپاری
پلرمو
پنورمس
راس پیلیٹ ڈیلو
جزیرہ سسلی
کاتانیہ
(کیوز)
(سیرا)
یا یدسرقسہ
راس سہارو

بحیرۂ روم

---
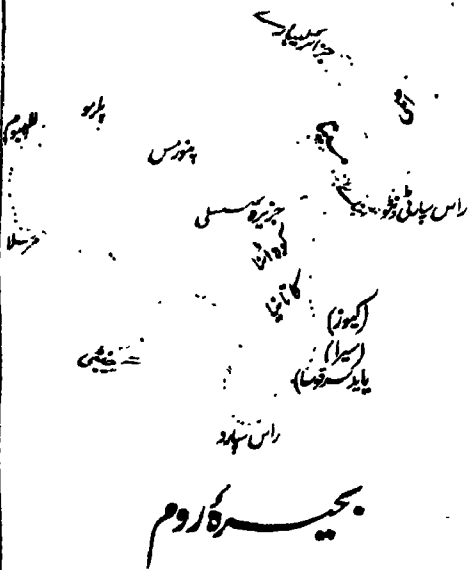
[۵۱] وہ تصانیف جن سے ہمنے سسلی کا جغرافیہ اور قدیم تاریخ مرتب کی ہے یہ ہیں۔ جغرافیہ موسوم بہ المرآۃ الوضیۃ فی الکرۃ الارضیۃ۔ تصنیف کرنیلیس فاندیک امریکا سے ص ۳۹۶۔ کشف المخبا عن فنون اوربا۔ احمد افندی فارس ایڈیٹر الجوائب کا سفرنامہ یورپ ص ۶۷۔ قطف الزہور عن تواریخ الدہور۔ دنیا کی عام تاریخ اورجغرافیہ تصنیف یوحنا آفندی ابکاریوس ص ۲۸۵ ونیز دیگر مقامات مختلف۔ دائرۃ المعارف عربی انسائیکلوپیڈیا جلد رابع وجلد تاسع مختلف مقامات۔ النہج القویم فی التاریخ القدیم اقدیسک مبسوط تاریخ تصنیف ہانی پورٹر پروفیسر یونیورسٹی سوریہ مختلف مقامات — ۱۲

سسلی کے حالات

تقسیم ملکی۔ مردم شماری تقطیع طول وعرض

اس جزیرہ کی مساحت تقریباً دس ہزار مربع میل ہوگی۔ آج کل اس جزیرہ کی تقسیم اقضیہ^۱ و نواحی مین کی گئی ہے۔ ذیل مین ہم دایرۃ المعارف سے ایک نقشہ نقل کرتے ہین۔ جس سے ہرایک قضا اور ناحیہ کی مساحت اور مردم شماری بہ نسبت اسکے کہ الفاظ مین بیان کیجاے زیادہ آسانی کے ساتھہ معلوم ہوسکتی ہے۔

(صوبۂ سسلی)

نمبر	اسماء قسمت	مساحت	اقضیہ (ضلع)	نواحی (تعلقہ)	مردم شماری
(۱)	کلتانیستا	۱۴۵۵	۳	۲۸	۳۳۰۰۶۶
(۲)	کاتانیا یا قطانیہ	۱۹۷۰	۴	۶۴	۴۹۵۴۱۵
(۳)	جرجنتی یا گرجنٹی	۱۲۹۱	۳	۴۱	۲۸۹۰۱۸
(۴)	مسینا	۱۷۶۸	۴	۹۹	۴۲۰۶۴۹
(۵)	پلرمو	۱۹۶۴	۴	۷۶	۶۱۷۶۷۸
(۶)	سرقوسا یا سیراکیوسا	۱۴۲۹	۳	۳۲	۲۹۴۸۸۵
(۷)	ترا پانی	۱۲۱۴	۳	۳۰	۲۳۶۳۸۸
جملہ		۱۱۲۹۱	۲۴	۳۶۰	۲۵۸۴۰۹۹

ملک کی عام حالت بلحاظ زمین آب وہوا و پیداوار۔

اس امر کے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہین کہ ملک اٹلی اپنی پاکیزہ آب وہوا۔ زمین کی زرخیزی اور دلفریب سبزیون کی بدولت یورپ بھر مین ایک ممتاز درجہ رکھتا ہے یوحنا آفندی ابکاریوس کے بہت ہی مختصر الفاظ مین اس کا بیان اس طرح کیا گیا ہے "اٹلی کی ہوا نہایت ہی معتدل اور پاکیزہ ہے اور وہ ایک ایسا ملک ہے جسکی نسبت یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ وہان ہمیشہ موسم بہار رہتا ہے۔ اس کی زمین نہایت ہی زرخیز و سیر حاصل ہے۔ طرح طرح کے میوے وانجیر انگور نارنج (ترنج) جو یورپ بھر مین کہین نہین ہوتے اٹلی مین پیدا ہوتے ہین (روئی چانول غلہ) اٹلی مین کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ ریشم کا کیڑا وہان پایا جاتا ہے۔ اور ریشمی کپڑون کے بنانے کے لحاظ سے اب بھی یورپ بھر مین اس کو شہرت حاصل ہے اور ملک کی ثروت کا ایک بڑا سبب یہ کارخانے بھی ہین۔ معدنیات بھی کثرت سے ہین اور مرمر خام وہان پایا جاتا ہے غرضکہ بالاجمال ملک اٹلی خوشنما خوش وضع اور خوش ترکیب ملک ہے۔ دیگر بلاد یورپ کے باشندے تبدیل آب وہوا کی غرض سے موسم سرما مین وہین جایا کرتے ہین۔ اوران آثار قدیمہ و عمارات عظیمہ کو دیکھنے کیلئے جو اس ملک مین ہین اور جو تاریخ عالم مین ایک ممتاز رتبہ رکھتے ہین ہر جانب سے وہان سیاحون کا ہجوم ہوتا ہے"۔ یوحنا آفندی کی اس عبارت پر اتنا اور زیادہ کردینا چاہیئے "کہ اس ملک مین درندے حیوانات نام کو بھی نہین ہین بجزان چوپایون اور پالتو جانورون کے جو ضرورت کے لیے پالے جاتے ہین۔

^۱ اقضیہ قریب قریب ہندوستان کے ضلع کے مقابل اور نواحی بمنزلہ تعلقون کے۔

چونکہ سسلی بھی اُسی ملک کا ایک حصہ ہے اسلیے وہی
حال جو اٹلی کا ہے قریب قریب سسلی کا بھی سمجھنا چاہیے
چنانچہ قدیم زمانے مین جو کچھ سسلی کی شہرت زرخیزی مین تھی
اس کا اظہار آیندہ ہوگا۔ اور گو متواتر زلزلون سے اسکی
اب وہ حالت نہین رہی جو پہلے تھی تاہم اب بھی بالکل خراب
حالت نہین ہے اور بہت کچھ زرخیزی اس مین پائی جاتی ہے
چنانچہ کوہ اٹنا کے قریب ایک خوشنما سینیری موجود ہے جسمین
انجیر انگور بروقات کی بیلین ہر طرف اپنا سایہ ڈال رہی ہین ۔
اور بہت سے باغات اور چمنستان وہان دیکھنے والے کو
نظر آتے ہین جن مین خوشنما پھول کھل رہے ہین ۔ سرقوسا کے
اطراف مین جو وادیان ہین اور نیز اسکے سواحل بہت ہی سرسبز
وشاداب ہین ۔ یہان کے باشندون کو زراعت کی جانب
خاص توجہ ہے ۔ زیتون اور طرح طرح کے غلے اور مختلف قسم
کے پھل پھلاریان یہان پیدا ہوتی ہین ۔ آب وہوا بھی ایک
حد تک عمدہ ہے ۔ چنانچہ پلرمو کی آب وہوا مشہور ہے اور جاڑے
کے موسم مین اکثر بیمار اور اجنبی اشخاص وہان آیا کرتے ہین ۔

کوہ آتش فشان

جہان یہ سب خوبیان سرزمین اٹلی مین پائی جاتی
ہین وہین عیب و دہشت ناک کوہ آتش فشان بھی ہین جن کی
وجہ سے یہ کتنا صحیح ہے کہ اٹلی کے خداداد حسن مین ان پہاڑونکی
بدولت ایک بدنما سٹہ پیدا ہوگیا ہے ۔ اور جیسی سسلی کو اس
حسن خداداد سے حصہ ملا ہے اسی طرح وہ عیب سے بھی محروم
نہین چنانچہ سسلی کے مشرقی کنارون پر ایک کوہ آتش فشان
موجود ہے جو اٹنا کے نام سے مشہور ہے اور جسکی بلندی ۱۰۸۴۰
فٹ ہے ۔ اور کبھی کبھی اس مین سے دہوان اور دہکتی آگ کے
شعلے نکلنے لگتے ہین ۔

باشندون کی عام حالت مذہب صنعت حرفت تجارت

ایک عیسائی مورخ

یوحنا افندی الکاریوس ان الفاظ مین باشندگان اٹلی کی عام
موجودہ حالت کا بیان کرتا ہے جس سے سچا اور درست بیان
ہو ہی نہین سکتا وہ اس ملک کی پاکیزہ ہوا ۔ اسکی دلچسپ و پُر
لطف سیرگاہین ۔ اسکے مشہور شہرون کی زیبایش اور آراستگی ۔
روما کے متحیر کردینے والے کھنڈر ۔ یہ تمام باتین ملکر بھی کسی سیاح
کے دل مین اس ملک مین مقیم ہونے کا خیال نہین پیدا
کرتین ۔ اور اسکی وجہ بجز اسکے اور کچھ نہین کہ ملک کے باشندون
کی ایک بڑی تعداد جاہل محض ہے اور اخلاق وانسانیت
اُن مین نام کو بھی نہین ہے ۔ افسوس ہے کہ وہ لوگ جن کے
ہاتھہ مین اس ملک کی زمام سلطنت ہے بالکل بے پروا ہین
اور انہین قوم کو متمدن ومہذب بنانے کا ذرا خیال نہین ہے ۔
باشندگان اٹلی کیا تھلک چرچ کے پیرو اور پوپ کی
حکومت کو تسلیم کرنے والے ہین ۔ جن اوہام باطلہ مین یہ لوگ
گرفتار ہین اور جیسی اخلاقی برائیان ان مین پائی جاتی ہین
ان سے سچ تو یہ ہے کہ یورپ کو شرمانا چاہیے اور ان لوگونکو
جو اقوام مشرقی کے اوہام باطلہ کے پیرو ہونے پر الزام لگاتے ہین پہلے
آنکھہ کھولکر مہذب یورپ ہی مین مقدس عیسائی مذہب کے پیروُن کی
یہ نظیر دیکھہ لینی چاہیے جسکے دیکھہ لینے کے بعد ہرگز اُن کا منہہ نہین ہوسکتا
کہ اقوام مشرقیہ پر کسی طرح کا الزام لگائین ۔
مذہبی واخلاقی لحاظ سے تو یہ حالت ہے ۔ صنعت وحرفت تجارت
مین اور بھی بدتر حالت ہے ۔ ان کی وہ صنعت وحرفت وتجارت
جسکی عالم مین دہوم تھی اور وہ عظیم الشان طاقت جو اہل فلارنس وجنوا نے
قرون متوسطہ مین حاصل کرلی تھی (جن کو اُسوقت کی یورپ کی تجارتی
منڈیان کہنا بہت ہی درست ہے اور اُسوقت ان کا وہی مرتبہ تاریخ
عالم مین تھا جو سترہوین صدی مین ہالینڈ والون کو حاصل ہوا اور
اٹھارہوین صدی سے انگلینڈ کو حاصل ہے) رفتہ رفتہ کم ہوکر نابود ہوچکے

قریب قریب ہونچگئی ہے

ہان ۱۸۶۱ء سے جبکہ تمام ملک مین ایک ہی گورنمنٹ ہوگئی ہے ملک کی حالت ترقی پذیر ہوگئی ہے۔ ان تمام ظالم حکام کا جو ظلم و ستم کے سوا کچھ جانتے ہی نہ تھے بالکل قلع قمع کردیا گیا ہے اور اسوقت سے اٹلی کو ایک طرح کی آزادی اور اطمینان حاصل ہے ملک کی عام حالت مین ترقی کے آثار نمایان ہوگئے ہین اور فوجی طاقت کے لحاظ سے اب اٹلی کی بھی دنیا مین دھاک بندھ گئی ہے اٹلی کی جو عام حالت بیان کی گئی ہے وہی بعینہٖ سسلی کی بھی سمجھ لینی چاہیئے وہی کیا تعلق مذہب یہان بھی مسلم ہے اور وہی اخلاقی برائیان یہان بھی اپنا منحوس چہرہ دکھلا رہی ہین ملک مین صنعت حرفت تجارت پہلے تو بالکل معدوم تھی اور اب بھی ایک حد تک معدوم ہے۔

ان اسباب و وجوہات پر غور کرنا جن سے اٹلی نے عموماً اور سسلی نے خصوصاً اس قدر حیرتناک تنزل کیا ہے ایک دقیق کام ہے اور ہم اپنے مضمون کے آخر مین جبکہ ہم مسلمانون کی حکومت کے نتایج بیان کرینگے اُن وجوہات کی بھی پوری تشریح کردینگے۔

(محمد مرتضی)

سسلی کے حالات

نمبر (۲)

سسلی کی قدیم تاریخ

سسلی کے جغرافیہ کے متعلق جتنی باتین قابل بیان تھین ہم نے اُن کو بیان کردیا ہے۔ اب ہم اسکی قدیم تاریخ کی جانب متوجہ ہوتے ہین گو سسلی کی قدیم تاریخ سے بحث کرنی ہمارے مقصود سے خارج ہے مگر جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے ہمکو اسکی قدیم تاریخ بھی بیان کرنی ضروری ہے۔

ازمنۂ قدیمہ کی تاریخ کی طرف اُردو زبان مین اب تک کوئی توجہ نہین کی گئی ہے اور اسلیے اگر ہم اس بیان مین کسی قدر بسط سے کام لین تو قطع نظر اسبات کے کہ اس سے ہمارے آیندہ بیانات مین بہت کچھ مدد ملیگی اس سے قوم و ملک کی واقفیت بڑھنے مین بھی کوئی شبہ نہین ہوسکتا۔

مورخین زمانۂ حال کی زبانی جب ہم یہ سنتے ہین کہ ازمنۂ قدیمہ کی تاریخ پر بالکل تاریکی چھائی ہوئی ہے تو اس کا مطلب یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ان زمانون کے واقعات بیان کرنے کی طرف توجہ ہی نہین کیگئی بلکہ اسکا یہ مطلب ہے کہ گو اس زمانے کے واقعات بیان کئے گئے ہین مگر چونکہ سائنس و فلسفہ نے اُسوقت مین اس حد تک ترقی نہین کی تھی جو آج ہمین اُنیسوین صدی کے اختتام پر نظر آرہی ہے اسلیئے ان واقعات کو بیان کرنے والون کی کوششین محض اسبات کی طرف مبذول رہا کرتی تھین کہ ہر واقعہ کو جو انہین پہونچا ہے بجنسہٖ بیان کرین تحقیق و تفتیش کے اصول ان کے پاس وہ نہ تھے جو آجکل ہین۔ برخلاف اسکے زمانۂ حال مین جبکہ سائینس نے عظیم الشان ترقی کی ہے اور سلسلۂ علت و معلول کے دریافت کرنیکا قاعدہ فلسفۂ تاریخ کا مسلمہ اصول بنگیا ہے ان پرانے مورخون کے بیان کئے ہوئے قصے جو اُسی زمانے مین مانے جاسکتے تھے جبکہ خوش اعتقادی سے ہر بات قابل تسلیم ہوا کرتی تھی، اب محض امیر حمزہ کی داستان سمجھی جانے لگے ہین اور مورخین زمانۂ حال کے زبانی ہم کو یہ سننا پڑتا ہے کہ ”ازمنۂ قدیمہ کے حالات گھری تاریکی مین ہین“

یہ گھری تاریکی جو ازمنۂ قدیمہ کے حالات پر چھائی ہوئی ہے کسی خاص ملک پر مخصوص نہین ہے نہ صرف ہندوستان یا چین یا عرب پر منحصر ہے جیسا کہ بعض سطحی نظر رکھنے والے مورخین نے بیان کیا ہے بلکہ دنیا کے جس حصہ کی تاریخ کو لیجیے سب کی یہی حالت نظر آئیگی کہ اُن کی ابتدائی حالت کا ابھی تک ہم کو صحیح صحیح پتہ نہین ملا۔ اسی قاعدۂ کلیہ کے بموجب

سسلی کی قدیم حالت پر بھی جسکی ہم تاریخ لکھ رہے ہین تاریکی چھائی ہوئی ہے اگر کچھ واقعات بیان بھی کئے گئے ہین تو وہ زمانہ حال کی تحقیق کے بموجب بالکل خرافات و مہملات سے پُر ہین - وہی خوش اعتقادی کی باتین ہین جن کا صحیح ہونا تو کجا اُن سے کسی بات کا پتہ لگانا بھی وقت طلب ہو گیا ہے - اگر آثار قدیمہ ہی موجود ہوتے تو ہمکو تھوڑا بہت پتہ چلتا مگر افسوس ہے کہ بدنصیبی سے سسلی مین آثار قدیمہ بھی کچھ ایسے زیادہ نہین پائے جاتے - نے بورسنے جو زمانۂ حال کا ایک مشہور جرمن مورخ ہے اٹلی کی قدیم تاریخ کی نسبت بہت کچھ چھان بنان کی ہے اور بڑی دقتون کے بعد کچھ کچھ پتہ لگایا ہے - اس تمام تحقیق کا نتیجہ جو ہمارے سامنے ہے صرف اسی قدر ہے کہ دوسرے ممالک کی طرح سرزمین اٹلی مین بھی قدیم زمانے مین مختلف قومین آباد تھین جو ایک دوسرے سے مغایر تھین اور ان کے باہم اغراض بھی اس قدر مختلف و متباین تھین کہ ان مین بہت کم صلح قایم رہ سکتی تھی

سیکانی قوم | چنانچہ سسلی مین سیکانی نام ایک قوم رہا کرتی تھی اور بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ اسپینی اصل کے تھے -

اس زمانہ کے واقعات نامعلوم ہین اور ہمکو ابھی سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کی حالت بھی قریب قریب ویسی ہی تھی جیسی کہ اُس زمانے کے باشندگان ہند کی -

عربی مین ایک مثل ہے الضرورۃ اُمّ الایجاد بظاہر دیکھنے کو تو یہ ایک ضرب المثل سے زیادہ نہین مگر غور سے دیکھئے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ کس قدر غور و فکر کے بعد یہ فقرہ کہا گیا ہے اور کہنے والے نے کسی قدر سچی حقیقت ان دو لفظون مین جمع کر دی ہے - محققین سرگذشت انسانی نے اسبات کو بڑے شد و مد کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ وہ تمام قوی سے قوی تمدن جو ابتک دنیا مین پیدا ہوئے ہین اور وہ عظیم الشان ترقی جو انسان نے زمانہ حجریہ سے لیکر حال کے زمانۂ ایجاد و اختراع تک کی ہے وہ سب اسی ضرورت کی بنا پر متفرع ہے - تاریخ عالم کے مطالعہ کے وقت اس اصول کا خیال رکھنا بہت ہی ضروری ہے ایک ہی قوم مین سے چند روز کے بعد چند اشخاص کا ہجرت کر جانا اور اپنے لیئے نئے جگہہ بود و باش کی غرض سے تلاش کرنی اور ان موانع کو دور کرنا جو اسکے راستے مین حائل ہون اور پھر رفتہ رفتہ ایک تمدن قایم کرنا ان سب باتون کی وجہ خود بخود سمجھ مین آجاتی ہے - اس مقام پر ہمکو اس اصول پر تفصیلی بحث کی ضرورت نہین ہے اور ہماری غرض صرف اسی قدر ہے کہ اس ضرورت کے قاعدے نے سنہ ۱۲۹۴ قبل مسیح مین ایک نئی قوم کو جو تاریخ مین ایتروسکیون کے نام سے مشہور ہے سسلی مین آنے کیلئے مجبور کیا

ایتروسکی قوم | اس نئی قوم کے بارہ مین بھی جو اب سسلی مین آئی تھی بہت کچھ اختلاف کیا گیا ہے اور جسطرح موسیو ے بان نے قدیم زمانے کی عربونکی نسبت یہ راے دی ہے کہ "یمن مین اس قسم کے آباد و آراستہ شہر موجود تھے جیسے مصر قدیم مین تھے اور ان کا تمدن اعلی درجہ کا تھا - ان کی عمارات دیرینہ گرد روزگار کے نیچے دبی ہوئی پڑی ہین اور جیسا کہ بابل و نینوا کے ویرانون نے برسون انتظار کیا یہ بھی کسی آثار قدیمہ کے محقق او متجسس کا انتظار کر رہی ہین"

اسیطرح سے تاریخ قدیم کا مصنف ان ایتروسکیون کے بارے مین یہ [illegible] دیتا ہے "وہ محققین جنہون نے دنیا کی قدیم سے قدیم لغات کے چہرون [illegible] نقاب ہٹا دیا - (چنانچہ مصری خط ہیروگلیفی اور اشوریون کا خط میکانی [illegible] جاننے والے بھی اسیطرح مٹی کا ڈھیر ہو چکے تھے جسطرح وہ اقوام ان علماء کی کوششون کی بدولت پڑھ لیا جانے لگا ہے) ابھی تک ان بے شمار آثار قدیمہ سے جو ایتروسکیون نے چھوڑے ہین اور اُن کی زبان سے جو اٹلی کے کسی اور قوم کی زبان سے مطلق مشابہت نہین رکھتی بالکل بے خبر ہین" غرضکہ کہا جا سکتا ہے کہ ایتروسکیون کی زبان مین ایک عظیم الشان بھید ہے جو اُسی وقت ظاہر ہوگا جبکہ کوئی مبصر آثار قدیمہ ان کے اصلی گذرے ہوئے واقعات کو کھنڈرون کی زبان حال سے سنکر ہمارے سامنے پیش کریگا جو کچھ ہمکو اب تک صحیح طور پر معلوم ہوا ہے اور جو مورخین نے تسلیم کیا ہے وہ

سسلی کے حالات

یہ ہے کہ اس قوم کی اصل غالباً کوہ الپس مین دریائے راین کے منبع کے
قریب شمالی جانب تھی اور ان کا پہلا نام راس یا راسینی تھا۔ کسی ضرورت سے
اسینی قوم بھی اپنا اصلی وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئی اور اس نے الپس کے
کنارے کنارے چلتے ہوئے نہر پو کے وادی کے قریب اپنے ڈیرے ڈالے
اور ایک زمانے تک یہین مقیم رہی چند روز کے بعد ایک اور قوم یعنی گال
والون نے ان پر حملہ کیا۔ راسینی مجبور ہوئے کہ یہان سے بھی اپنا ڈیرہ اٹھائین
اب وہ جنوب کی طرف بڑہے اور چلتے چلتے اس مقام پر پہونچے جو انھی کی
یادگار مین آج تک جغرافیہ مین ایترو ریا کے نام سے مشہور ہے۔ انہون نے
اس قوم کو جو پہلے یہان بستی تھی اور جو تیرہینین کے نام سے مشہور ہے مغلوب
کر دیا اور خود ان کی جگہہ لی۔ سرزمین ایترو ریا۔ جو جزیرہ نماے اٹلی کا
شمال مغربی حصہ ہے اور کوہ اپینین اور سمندر کے کنارے کنارے جنوب
مین نہر تائبر تک بڑہتی چلی گئی ہے اب اپنے نئے فاتحون کے زیر قدم
ان تمام بزرگیون کا سرچشمہ بن گئی جنکی ایک ایسی نئی مہاجر قوم سے امید
کیجا سکتی ہے جس نے ابھی ابھی فتحمندی حاصل کی ہو اور ان کا جوش
ابھی سرد نہ ہوا ہو۔ چند ہی دنون مین ایتروریا مین بجاے اسینی خانہ
بدوش قوم کے ایک ایسی قوم نظر آنے لگی جس نے ایک حد تک تمدن کا
بلند رتبہ حاصل کر لیا تھا اس قوم نے بہت سے شہر بسائے تھے جن مین سے
بارہ شہر بہت ہی مشہور تھے۔ ان کے مٹے مٹائے آثار قدیمہ اب تک دنیا کو
اپنی بانیون کی یاد دلا رہے ہین۔

قدرت نے بہت جلد ایتروسکیون کو مجبور کر دیا کہ وہ اور آگے
اپنا قدم بڑہائین اور اپنی نئی نسل جس کیلئے ایترو ریا کی سرزمین اب تنگ ہونے
لگی تھی اور کوئی جگہہ ڈہونڈہ نکالین چنانچہ وہ سسلی مین جو ان کے
ملک سے قریب ہی تھا پہونچے۔ اور چونکہ سسلی کی وسیع و زرخیز زمین
مین ابھی تک انسان کا وہ خلفشار پیدا نہوا تھا جو جنگ و جدال کا باعث
ہوا کرتا ہے لہذا بہت جلد ان کے قدم یہان جمگئے۔ اس زمانہ مین سسلی
کیحالت وہی سادہ حالت تھی جو تمام گذشتہ قدیم قرنون کی ہوا کی
ہے اور جسکی وجہ سے انسان کی زندگی مین ان تکلفات کی ضرورت
نہین پڑتی جو تمدن کی بنیاد قایم کرتے ہین۔

فنیقیین | چند روز کے بعد سسلی مین اور ایک نئی قوم آباد ہوئی جہان
قومون سے جو اب تک سسلی مین تھین بالکل جدا اور سسلی سے
بہت دور ملک شام کی رہنے والی تھی یہ قوم جسکو فنیقیین کے نام
سے پکارا جاتا ہے ان مختلف قبائل مین سے جو ملک شام مین
بستے تہے کنعانیون کی قوم اور بنی کوش مین سے تہی اس قوم کا
اصلی وطن خلیج عجم کے کنارون پر تہا جہانکہ بنی کوش نے سکونت
اختیار کی تہی اور غالباً بحرین ان کا مستقر تہا۔ سمندر کے کنارے رہتے
رہتے جہاز رانی ان کی طبیعت کا جز زندگی ہو گئی تھی اور اسی سے آیندہ چلکر
سارے عالم مین ان کی دہاک بندہ گئی۔

غالباً سنہ ۲۳۰۰ قبل مسیح مین جبکہ ایک اور قبیلہ نے ان کو تنگ کرنا
شروع کیا یہ لوگ اپنی اصلی وطن سے سوریہ مین آئے۔ اور اس بحر
پسندی کی وجہ سے جو ان کی سرشت مین داخل ہو گئی تھی یہان بھی
سواحل ہی کی سکونت اختیار کی۔ وہ رقبہ جو ان کے قبضہ مین تہا اسکی
مقدار بہت ہی کم تھی اور وہ صرف یافہ سے لاذقیہ تک ہی محدود تھا
جس مین بجز ان سواحل کے جو پہاڑون اور سمندر کے مابین واقع ہین اور
کوئی سرزمین نہ تھی۔ اسی رقبہ کے کم ہونے کی وجہ سے وہ انتظامی امور
مین کچھ ایسے مشہور نہ ہوئے ہر شہر کی حکومت جداجدا تھی جنمین سے مشہور
صور صیدا بیروت وغیرہ ہین انکی جو کچھ شہرت ہے وہ ان کی بحری سفرون اور تجارت کی وجہ
سے ہے جسکے ذریعے سے تمام دنیا مین ان کا ڈنکہ بجگیا۔ اور ساری دنیا کی
تجارت ان کے ہاتھون مین آگئی۔ اور گو اب وہ ان اقوام کے زمرہ مین شامل
ہو گئے ہین جنکو موت کے زبردست ہاتھ نے دنیا سے فنا کر دیا ہے مگر ان کی
بحری طاقت ان کی مشہور تجارت۔ اور ان کے تمدن کی ترقی اب بھی
تاریخ کے صفحون پر آب و تاب کے ساتھ چمک رہی ہے۔ چونکہ ان کی تجارت
سارے عالم مین پھیلی ہوئی تھی لہذا ان کا اثر بھی بہت جلد دوسری اقوام

سسلی کے حالات

مین پھیل گیا - اور بہت جلد ان کی نوآبادیان بھی قایم ہوگئین جسکی ضرورت کو ملک کے رقبہ کے کم ہونے اور زیادہ کر دیا تھا - ان نوآبادیون مین سے قرطاجنہ (کارتہج) کے سوا جو سب مین زیادہ مشہور ہے اور جس کا ذکر آیندہ آئیگا - قبرس فنیقیا وغیرہ بھی مشہور ہین -

سسلی مین بھی انھون نے چند شہر بسائے اور جیسا کہ ایتروسکیون کو اس نے بہت خوشی سے اپنی سرزمین مین آنے کی اجازت دیدی تھی اسیطرح فنیقیین سے بھی اُس نے کچھ مزاحمت نہ کی - اس متمدن قوم کے زیر سایہ سسلی نے بھی بہت جلد ترقی شروع کی - قدیم سادہ حالتین ضرورتون سے مبدل ہوگئین اور مختلف اقوام مل ملاکر ایک قوم بنگئی اور یہ کہنا صحیح ہوگیا کہ سسلی نے اب ایک دوسرا جنم لیا - اور وہ بھی اس رفتار ترقی مین شریک ہوگئی جس پر دنیا کے تمام اقوام و ممالک کاربند ہوتے چلے آئے ہین

یونانی قدرت کے مقررہ قاعدون کے مطابق جب فنیقیہ کا زوال شروع ہوگیا تو اسکی جگہ دوسری اقوام نے لی جن مین سے یونانی زیادہ مشہور ہین - اُنھون نے بحری طاقت مین فنیقیین کا مقابلہ کرنا شروع کیا اور بہت جلد عظیم الشان ترقی کرلی - ایسی صورت مین ممکن نہ تھا کہ وہ تمام صنرزرتین جو اقوام دنیا کو پیش آتی رہتی ہین یونانیون کو پیش نہ آتین چنانچہ یونانی بھی مجبور ہوئے کہ اپنی نوآبادیان بسائین - سسلی کی شہرت اس وقت مین اس قدر ہوچکی تھی کہ ممکن نہ تھا کہ یونانی مبصرون کی آنکھ اس پر نہ پڑے - چنانچہ ۷۳۶ء قبل مسیح مین باشندگان نکسوس اور غلخس نے سسلی کے مشرقی کنارون پر کوہ اٹنا کے قریب جو اُب تک ہر نووارد کا بہت خوشی سے خیر مقدم کیا کرتے تھے اپنے جہاز اُتارے - اور اسی مقام پر ایک شہر بسایا جو یونانیون کا سسلی مین سب سے پہلا شہر تھا - اس شہر کا نام انھون نے اپنے اصلی وطن کی یادگار مین نکسوس رکھا اب یونانیونکا رستہ کھل گیا - دوسرے سال اور نئے لوگ آئے جنھون نے سرقوسا بسایا اس شہر نے آیندہ چلکر سسلی کی تاریخ مین بہت بڑی شہرت حاصل کی -

چالیس سال کے بعد ایک نئی یونانی قوم آئی جس نے جنوب مغربی حصے مین اپنے قدم جمائے اور شہر جیلا بسایا - غرضکہ یونانی مہاجرین کی تعداد دن بدن زیادہ ہونے لگی اور ان کے بسائے ہوئے شہر بھی سسلی مین بڑہنے لگے - ان تمام شہرون مین سرقوسا سب سے بڑا شہر تھا - اور اسکو یونانیان سسلی کا صدر مقام کہنا بجا ہے -

سرقوسا کی ریاست سرقوسا والون نے بہت کچھ ترقیان کین اور جیسا کہ قاعدہ ہے بہت جلد انھون نے یونان کا جوا اپنے کاندہے پر سے اُتار دیا ۵۲۳ء قبل مسیح مین وہان خود مختار حکومت بنگئی - سسلی کی زمین مین یہ پہلی خود مختار ریاست تھی جو قایم ہوئی اور گویا تمدن کے پہلے زینہ پر اُس نے قدم رکھدیا - اس حکومت نے بہت جلد ان تمام یونانیون کے شہرون پر جو سسلی مین بسائے گئے تھے اپنا قبضہ کرنا شروع کیا چنانچہ ۴۸۶ء قبل مسیح مین تمام مخالف شہرونپر قبضہ کرلیا گیا اور اگر کسی نے ذرا بھی مخالفت کی تو اُسکو جڑ سے اُکھاڑ دیا گیا - یہ گویا پہلی خونریزی تھی جو سسلی کی پاک و صاف زمین مین انسانی ضرورتون کی بدولت ملک گیری کے خیال سے عمل مین آئی اور بت پرستون کے خیال کے مطابق انسانون کی بھینٹ دیکر سسلی کی زمین کو آیندہ کیلئے قابل بنایا گیا - اس زمانہ مین سسلی روزافزون ترقی پر تھی - زمین کی زرخیزی کی انتہا نہ تھی چونکہ ابھی ابھی اسمین زراعت شروع کی گئی تھی لہذا بغیر کسی سخت محنت کے بہت آسانی کے ساتھ زمین کی پیداوار ہوجایا کرتی تھی - سرقوسا کا بندرگاہ تجارت کے لحاظ سے یورپ کی منڈی تھا - ممالک مشرقیہ سے جو اس زمانہ مین تمدن کے مرکز تھے یہین ہر قسم کا سامان آیا کرتا تھا اور یہین سے بلاد مغرب مین اسکی فروخت ہوا کرتی تھی -

ملک کا انتظام انھی جمہوری اصول پر تھا جن پر یونانی عمل کرتے تھے ملک کے مختلف فرقے بنائے گئے تھے - ایک فرقہ خاص تھا جو بمنزلہ امرا کے تھا - ان کے سوا صناع - تجار - مزارعین کے طبقے تھے - باعتبار آمدنی کے الگ طبقے تھے جن مین سے فوج کے لئے لوگ منتخب کئے جاتے تھے - مگر ملک کا انتظام درحقیقت خاص لوگون کے ہاتھ مین رہا کرتا تھا اور بڑے بڑے عہدون پر وہی مامور ہوتے تھے -

سسلی کے حالات

اسوقت یونان مین امرا اور عوام کے درمیان فسادات ہوئے ہین اسی کے
چند روز بعد سنہ ۴۹۵ قبل مسیح مین سسلی مین بھی یہی فسادات ان
دونو فرقون مین پیدا ہوئے عوام نے ایکا کرکے امرا کو شکست دیدی
اور ان لوگون نے بھاگ کر جیلو کے پاس پناہ لی جو شہر جیلا کا حاکم تھا
جیلو نے جو ایسے موقع کو تاک ہی رہا تھا بہت خوشی سے ان کی درخواست
منظور کی۔ سرقوسا پر حملہ کیا گیا اور امرا پھر ملک مین آئے مگر جیلو نے
خود مختار ریاست قایم کی اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔

ملک مین اس تغیر سے جو اب ہوا تھا اور ترقی بڑھ گئی۔ سرقوسا
تمام یونانی شہرون کا پھر صدر مقام بن گیا اور جن شہرون نے بغاوت کی
تھی وہ از سر نو مطیع کر لیے گئے اور سرقوسا کی عظمت و شوکت اور بھی
زیادہ بڑھ گئی۔

جیلو جو اب فرمان روا سے سرقوسا بن گیا تھا ایک اعلیٰ درجہ کا
منتظم و مدبر شخص تھا۔ اسکی بیدار مغزی کی شہرت اب یونان مین بھی
پہونچنے لگی اور اسکی شہرت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ جسوقت
سنہ [illegible] قبل مسیح مین فارسیون نے یونان پر حملہ کرنا چاہا تو یونانیون نے
جیلو سے مدد مانگی۔ جیلو نے اس درخواست کے جواب مین یہ لکھا
"اگر مجھے یونانی فوج یا یونانی بیڑۂ جہازات پر کمانڈر بنایا جاے تو مین
تمہاری درخواست قبول کر سکتا ہون"۔ چونکہ یونانیون نے اس کے
کمانڈر بنانے سے انکار کیا لہذا جیلو نے بھی یونان کو کوئی مدد نہ دی
مگر چند روز کے بعد اسکو ایک اور زبردست غنیم سے مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ غنیم
قرطاجنی تھے۔

قرطاجنہ — کارتھیج یا قرطاجنہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے فنیقیون ہی کی نو آبادی
تھی جسکو انہون نے سنہ ۸۶۰ قبل مسیح مین موجودہ ٹونس کے قرب وجوار
مین بسایا تھا قانون قدرت کے مطابق بہت جلد وہ فنیقیہ والون
سے جدا ہو گیا اور ایک جداگانہ سلطنت کی بنیاد ڈالی جو تاریخ عالم
مین ایک ممتاز رتبہ رکھتی ہے۔ کارتھیج والون نے نہ صرف ... افریقہ
پر قبضہ کر لیا بلکہ بحیرۂ روم کے جزیرون پر بھی وہ اپنا دست طمع بڑھانے
لگے چنانچہ بہت سے مقامات ان کے قبضہ مین آگیے۔ اسپین
اور کورسکا ان کی تجارتی منڈیان تھین جس کے ذریعے سے یورپ
کی تجارت ان کے قبضہ مین تھی۔

یونانیون اور قرطاجنیون کے محاربات

چھٹی صدی قبل مسیح مین جس کے
حالات اسوقت ہم لکھ رہے ہین قرطاجنیون کی طاقت کمال کو پہونچگئی
تھی اور بحیرۂ روم کے بہت سے جزیرون پر قبضہ کرتے ہوئے وہ اب
سسلی کے قریب پہونچگئے تھے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ اسوقت
سسلی کی کیسی عمدہ حالت تھی۔ اس کا عمدہ موقع پر ہونا۔ اسکی زرخیزی
ایسی چیزین تھین جنہون نے قرطاجنیون کو بھی اس مین اپنے
قدم جمانے کے لیے آمادہ کر دیا۔ مگر اب سسلی بھی وہ سسلی نہ رہی
تھی جو ہر نو وارد کو بہت ہی خوشی کے ساتھ اپنے آغوش عاطفت مین
لے لیا کرتی تھی۔ اسمین تمدن قایم ہو گیا تھا اور ایک مستقل حکومت
قایم تھی جسپر ایک زبردست و بیدار مغز شخص حاکم تھا۔ اسلئے قرطاجنی
آسانی سے اس مین قدم نہ جما سکے بلکہ ان کو بزور شمشیر اس مین داخل
ہونے کی ضرورت ہوئی چنانچہ سنہ ۴۸۰ قبل مسیح مین قرطاجنی سپہ سالار
ہملکار تین لاکھ فوج کے ساتھ پنورمس مین آپڑا جو جزیرہ کی شمالی جانب
مین واقع تھا۔ پنورمس مین اپنا قبضہ جمانے کے بعد وہ آگے بڑھا
اور ہمرا کا محاصرہ کر لیا جو یونانیون کے ماتحت تھا۔ فرمان رواے
ریاست سرقوسا جیلو بھی ہمرا کے بچانے کے لیے اپنی پچاس ہزار
فوج لیکر قرطاجنیون کے سامنے آپڑا۔ اسوقت کارتھیج والون کی
فوج شمار مین تین لاکھ تھی۔ جیلو کی شہرت مین یہ ایک عظیم الشان
اضافہ ہو گیا کیونکہ اس نے اس بیشمار فوج کو فاش شکست دی
نتیجہ یہ ہوا کہ کارتھیج والون کو اپنے بے شمار مقتولین جن مین ان کا
کمانڈر ہملکار بھی داخل تھا ہمرا کے میدان مین چھوڑ کر سسلی خالی
کر دینی پڑی پھر ایک مدت تک ان کا حوصلہ نہ ہوا کہ سسلی کا رخ

کرین - بلکہ وہ اپنے افریقہ کے مہمات مین مصروف ہو گئے جہان یونانیون کے ساتھ ان کی مٹ بھیڑ ہوتی رہی -

اس عظیم الشان فتح حاصل ہو جانے کے بعد جیلو نے بہت بڑی قوت پیدا کر لی - اسکی ملک گیری کے ارادے جو اُس زمانے مین انسان کی اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی کا بلند رتبہ خیال کیے جاتے تھے اب بہت کچھ بہار دکہاتے اور وہ بھی ان مشہور فاتحون مین سے ہو جاتا جنکی شہرت صفحات تاریخ پر آج تک نظر آرہی ہے مگر افسوس ہے کہ موت نے اسکو مہلت نہ دی - اور اس فتح کے تین سال کے بعد موت کے زبردست ہاتھون نے اس پر اپنا قبضہ کر لیا جسکے پنجہ سے رہائی پانا بڑے سے بڑے بہادر کو بھی محال و ناممکن ہے -

جیلو کے جانشین

سنہ ۴۷۷ قبل مسیح مین جیلو کے مرنے کے بعد اس کا بھائی صیرو اس کا جانشین ہوا اور دس سال تک ریاست کی جیلو کے مرنے کے بعد ایسے جانشین کی ضرورت تھی جو اسکی قایم کی ہوئی ریاست پر بزور قبضہ رکھ سکے اور ان مختلف اجزا کو بکھر جانے نہ دے جنہین جیلو نے مدتون کے بعد ایک شیرازہ مین جمع کر دیا تھا صیرو ایسا ہی شخص تھا اور اسی لئے اسکے مرتے دم تک کوئی فتنہ و فساد پیدا نہین ہوا - ملک مین ترقی کی رفتار اسی طور سے جاری رہی جیسی کہ اُس با امن زمانہ مین امید کیجا سکتی ہے - مگر سنہ ۴۶۷ قبل مسیح مین صیرو کے مرجانے کے بعد ایک ایسا شخص جانشین ہوا جو صیرو کی جانشینی کی صلاحیت مطلق نہین رکھتا تھا اسلئے باہمی فتنہ و فساد کی بنیاد پڑ گئی اور چونکہ اسوقت تک سسلی تمدن کے ان مدارج مین نہ پہونچا تھا جن مین شاہی عظمت و شوکت حد سے بڑھجاتی ہے - اسلئے یہ صیرو کا جانشین جو تراسبولس کے نام سے مشہور ہے بہت جلد تھوڑے وقت کے ملک سے خارج کر دیا گیا - وہ باہمی فتنہ و فساد جو آپ پیدا ہو گیا تھا اس سے بہت جلد ملک مین بدانتظامی پھیل گئی مگر آخرکار سنہ ۴۶۱ قبل مسیح مین مختلف شہرون کے نامور اور پختہ کار اشخاص کی ایک مجلس جمع ہوئی - مجلس مذکور نے بہت سے قوانین و نظامات آیندہ کے عمل درآمد کے لئے مرتب کیے جنکی بدولت ملک کی باہمی خانہ جنگیان موقوف ہوگئین اور پھر ملک مین ترقی کا دورہ تیزی کے ساتھ ہونے لگا - اغرجنتم دگرجنٹی اسنے جو جزیرہ کی جنوبی ساحل پر واقع ہے بہت کچھ ترقی کی اور وہ گویا دوسرا سرقوسا بنگیا اغرجنتم کی اس ترقی سے ضروری تھا کہ اس کی سرقوسا کے ساتھ مٹ بھیڑ ہو چنانچہ سنہ ۴۴۶ قبل مسیح مین دونو کا سخت مقابلہ ہوا اور آخرکار سرقوسا نے نہ صرف اغرجنتم ہی کو بلکہ نکسوس اور کتنا اور لیونٹینی جیسے نامی شہرون پر بھی اپنا عمل دخل کر لیا ناممکن تھا کہ یہ مفتوح شدہ شہر اسی طرح خاموش ہو بیٹھتے - چنانچہ انہون نے اپنے اصلی بھائیون یعنے اہل یونان سے مدد مانگی -

اہالیان ایتھنس اور سسلی کے محاربات

ایتھنس والون نے ان کی درخواست قبول کی اور انہون نے سنہ ۴۲۶ قبل مسیح مین سرقوسا کو مغلوب کر لیا - اب بظاہر سسلی ایتھنس والون کی حکومت مین داخل ہوگیا - مگر تھوڑے ہی دنون مین باشندگان سسلی نے اس حکومت کو ناپسند کیا اور سرقوسا والون نے پھر مقابلہ کی ٹھان لی -

ہم ان تمام کوششون کو جو یونانیون سے سسلی کو اپنی حکومت مین شامل کرنے کے لیے عمل مین آئین اس موقع پر نظر انداز کرتے ہین اور ہمارے مختصر مضمون مین اس وسیع جنگ وجدال کی پوری پوری کیفیتون کی گنجایش نہین ہو سکتی - مختصر طور پر اتنا کہنا کافی ہے کہ باوجود بڑی سخت کوششون کے یونانی سسلی مین کامیاب نہ ہو سکے اور اہل سرقوسا نے جو بڑے جوش وخروش اور کامل مستعدی کے ساتھ اپنے بچاؤ مین مصروف تھے

یونانیوں کو فتح مند ہونے نہ دیا۔ آخر کار ۳۱۳ سنہ قبل مسیح میں جبکہ یونانیوں کی طاقت بالکل ضعیف ہوگئی اور اہل سرقوسا کی مستعدی اور ہمت کی بدولت اب انہیں کوئی امید باقی نہ رہی تو مجبور ہوکر انہوں نے اپنی بقیہ فوج سسلی سے واپس منگوالی اور اس طرح پر انہیں سسلی کی زرخیز زمین کو جس میں وہ اچھی طرح قدم جمانے نہ پائے تھے خالی کردینا پڑا۔

قرطاجنیون کا دوسرا حملہ اہل سسلی کو گو یونانیوں سے اب چھٹکارا مل گیا تھا مگر بہت جلد انہیں ایک اور قوی دشمن سے مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ قوی دشمن وہی قرطاجنی تھے جو ۴۸۰ سنہ قبل مسیح میں جیسا کہ بیان ہوچکا ہے پہلے پہل حملہ آور ہوئے تھے اس قوی شکست کے بعد جو جیلو کے ہاتھوں سے انہیں حاصل ہوئی تھی۔ ۷۰ سال تک انہوں نے پھر ادھر کا رخ نہ کیا مگر اب بعض اتفاقات سے انہیں پھر جزیرہ میں آنے کا موقع مل گیا اور بڑی تیاری کے ساتھ ۴۰۹ سنہ قبل مسیح میں دوبارہ سسلی پر حملہ کیا گیا۔

ہم ان تمام لڑائیوں کو بھی نظر انداز کرتے ہیں جو باشندگان سرقوسا اور قرطاجنیوں کے درمیان واقع ہوئیں۔ بیشک یہ لڑائیاں نہایت مشہور ہیں۔ اور ان سے واقف ہونا بہت کچھ مفید ہوسکتا ہے مگر ہمارے اس مختصر مضمون میں جو اب حد سے زیادہ ہوگیا ہے ان سب کی گنجایش باقی نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ بہ نسبت گذشتہ حملے کے اس دفعہ قرطاجنیوں نے زیادہ کامیابی حاصل کی اور بعض بعض مقامات پر ان کا قبضہ بھی ہوگیا۔ اور اب گویا سسلی میں دو طور کی حکومت تھی ایک تو سرقوسا کی ریاست دوسرے قرطاجنہ کے زیر حکم علاقہ جات۔ ان دونوں میں ہمیشہ خانہ جنگی برپا رہتی تھی اور کبھی قرطاجنی غالب آجاتے تھے اور کبھی سرقوسا والوں کا پلہ زبردست ہوجایا کرتا تھا۔ ۲۶۷ سنہ قبل مسیح تک یہی حالات قایم رہی۔

(محمد مرتضیٰ)

فلسفۂ امثال

یہ کتاب حال میں خان بہادر شمس العلما مولانا **محمد ذکاء اللہ** صاحب نے تیار کی ہے۔ اسکے دیباچہ میں ضرب المثلوں پر فلسفیانہ پہلو سے بحث کی گئی ہے اصل کتاب میں (۱۳۱) عنوان ہیں جنکی ذیل میں ایشیا۔ یورپ۔ اور افریقہ کی (۲۷) زبانوں کی (۲۵۷۰) ضرب المثلین درج کی گئی ہیں ہر عنوان کے ماتحت بہت سے ہم مضمون مثلین ہیں۔ یہ کتاب کا پہلا حصہ ہے۔ دوسرے حصہ میں ایشیا۔ یورپ اور افریقہ کے بارہ ملکوں کی (۲۵۰۷) ضرب المثلین انتخاب کرکے لکھی گئی ہیں۔ اس مجموعہ سے مختلف قوموں اور ملکوں کے خیالات۔ رسوم اور اوہام آسانی سے معلوم ہوسکتے ہیں۔ اس قسم کی کتابیں مضمون نگاروں کو انشا پردازی میں مدد دیتی ہیں۔ ہم مولانا ممدوح کی اس علمی کوشش کی دل سے قدر کرتے ہیں۔ کتاب مذکور کے صفحات (۳۰۴) ہیں اور قیمت ۱۱

تصحیح ۔ جنوری کے رسالہ کے صفحہ ۱۹ کالم اول سطر ۱۴ میں بجاے روزہ رکھنے کے (روزہ نہ رکھنے) کا لفظ پڑھنا چاہیے۔

معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ

اڈیٹران: حاجی محمد اسمعیل خان
مولوی وحید الدین سلیم

جلد ۱	یکم مارچ سنہ ۱۸۹۹ء	نمبر ۹

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ... للعہ	قیمت فی پرچہ نمونہ ۵ر

(مقام اشاعت علیگڑھ ـ دفتر معارف)

مطبع مفید عام آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخان صوفی طبع ہوا

مقاصد اور قواعد

۱- یہ دو جز کا ماہوار علمی رسالہ جو "معارف" کے نام سے موسوم ہوگا ہر مہینے کی یکم تاریخ کو علیگڈہ سے شایع ہوا کریگا۔

۲- اس رسالہ کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے اُردو زبان کے علم ادب کا دائرہ وسیع ہو اور اوسمین ہر قسم کے علمی۔ فلسفی اخلاقی۔ مذہبی۔ تمدنی اور تاریخی مضامین لکھے جائین انگریزی عربی۔ اور ترکی زبانون کی نایاب کتابون اور اخبارون اور رسالون سے ہر قسم کے مفید دلچسپ اور پاکیزہ مضامین ترجمہ کیے جائین تاکہ مسلمانون مین روشن ضمیری عمدہ تربیت اور تہذیب کی اشاعت ہو۔

۳- یہ ضرور نہین کہ ہر پرچہ مین ہر قسم کے مضامین شامل ہوا کرین گے بلکہ ان اقسام کے مضامین یکے بعد دیگرے شایع کیے جائین گے۔

۴- بالفعل اس رسالہ کے دو اڈیٹر قرار دیے گئے ہین

ا- حاجی محمد اسمٰعیل خان۔

ب- مولوی وحید الدین سلیم۔

۵- ملک کے مشہور اور اعلیٰ درجہ کے انشا پردازون اور مضمون نگارون کی خدمت مین درخواست کیجاتی ہو کہ وہ اپنے بیش بہا مضامین سے ہماری مدد کرین۔ جن بزرگون کے نام ہمکو معلوم نہین ہین۔ اگر مہربانی سے وہ خود یا اُن کے احباب اُن کے نام و نشان سے ہمکو مطلع کرینگے تو ہم اُن کی خدمت مین بھی درخواست کرینگے کہ وہ بھی اس رسالہ کو اپنی قیمتی تحریرون سے امداد پہنچائین جو حضرات کسی مضمون مین اپنا نام ظاہر کرنا نہین چاہین گے اونکا نام ظاہر نہین کیا جائیگا۔

۶- اس رسالہ کی قیمت سالانہ مع محصولڈاک (للعہ) ہے جو نقد قیمت بھیجنے یا ویلیو پی ایبل کی درخواست کرنے سے خریدارون کی خدمت مین بھیجا جائیگا ششماہی سے کم کی درخواست منظور نہوگی۔ نمونہ کے پرچہ کے لیے پانچ آنہ کے ٹکٹ آنے ضرور ہین۔ قیمت ہر حال مین پیشگی نقد یا بطور ویلیو کے اصول کی جاے گی اور قیمت رسالہ کی کسی حال مین کم نہین ہوسکتی۔ رسالہ کے متعلق تمام خط و کتابت **مولوی وحید الدین سلیم** کے نام ہونی چاہیے اور اُن ہی کے نام قیمت آنی چاہیے۔ جواب طلب امور کے لیے ادہ آنہ کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا ضروری ہے

۷- جو بزرگ اس رسالہ کی خریداری منظور فرمائین اون سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنا نام اور ٹائیٹل اور پتہ صاف لفظون مین تحریر فرمائین گے۔

۸- حضرات خریداران **معارف** سے امید ہے کہ اپنے پتہ کی تبدیلی سے وقتاً فوقتاً دفتر معارف کو مطلع فرماتے رہین گے۔

۹- اگر کوئی پرچہ ڈاک مین گم ہوجاے تو تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر اطلاع دینے پر ملسکے گا ورنہ قیمت بھیجکر طلب فرمائین۔

۱۰- جو حضرات مضامین واسطے درج رسالہ مرحمت فرمائین وہ خوشخط و صاف لکھکر بھیجین تاکہ طبع مین آسانی ہو اور کوئی غلطی نہ رہجاے۔

۱۱- پتہ مولوی وحید الدین سلیم کا
علیگڈہ دفتر رسالہ معارف سے ہے

معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ

جلد ۱ | یکم مارچ سنہ ۱۸۹۹ع | نمبر ۹

انسان اپنی ترقی آپ کر سکتا ہے

انسان کو خدا نے اپنے آپ ترقی کرنیکی قوت دی ہے اور یہی قوت انسان اور حیوان مین مابہ الامتیاز ہے۔ کیا خوب کہا ہے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے کہ وہ امانت جو خدا نے انسان کو دی ہے اور جس سے انسان تمام دیگر مخلوق سے ممتاز ہوا ہے وہ ترقی کرنے کی استعداد اور قوت ہے اور جس سے کوئی فرد بشر نہ محروم ہے، نہ اوس ترقی کی کوئی حد ہے۔ اور یہ ترقی انسان کی حیوانون کی طرح طبعی نہین ہے۔ بلکہ اوسکی کوشش اور سعی پر موقوف ہے۔ حیوان طبعی ترقی کرتے ہین یعنی بڑہتے ہین۔ مگر خود اونکو خبر نہین ہوتی۔ انسان بھی حیوانون کی طرح بیخبری کے عالم مین بڑہتا ہے۔ مگر وہ حالات کو اپنے قابو مین کر سکتا ہے اور اپنی زندگی کی راہ کا خود رہنما بن سکتا ہے حیوانون کو ایک حد تک انسان سدہا سکتا ہے۔ مگر حیوان خود اپنے آپ کو نہین سدہا سکتا۔ اونکو انسان چند چیزین سکہا سکتا ہے اور اونکی حالت مین ترقی دیسکتا ہے۔ مگر حیوان خود اپنے لئے کچہہ نہین کر سکتا ہے۔ وحشی قومین بھی اپنے گرد کے حالات کیوجہ سے ایک حد تک ترقی کرتی ہین۔ اور پھر ٹھہر جاتی ہین اور اونکا نمو ختم ہوجاتا ہے۔ لیکن مہذب قومون کے ترقی کرنے کی کوئی حد نہین پائی گئی اور نہ آیندہ زمانہ مین اوسکی کوئی حد معلوم ہوتی ہے۔ ایک تہذیب یافتہ قوم برابر ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ یعنی پچھلی چیزون کو نسیاً منسیاً سمجھتی ہے اور اگلی چیزون کی طرف قدم بڑہاتی ہے۔ اور ہر نسل پچھلی نسل سے کمالات کی سطح مین بلند ہوتی جاتی ہے۔ ہر انسان جو علم مین یا ہنر مین یا تمدنی حیثیت مین کچہہ ترقی کرتا ہے وہ سوسائٹی کی ترقی مین مدد دیتا ہے اور ہر شخص جو ٹھہرا رہتا ہے اسو سائٹی کی رفتار کو روکتا ہے۔ ایک آگے بڑہنے والی روح تمام زمانہ کو اپنے ساتھہ بڑہائے لئے چلی جاتی ہے۔ اور مبارک ہے وہ قوم جس مین کوئی نہ کوئی ایسی روح موجود ہو جس شخص مین بڑہنے اور ترقی کرنے کا شوق ہے درحقیقت وہی انسان ہے۔ بڑہنے کا خیال گو کتنا ہی کم درجہ کا ہو زندگی کے شوق کو دوبالا کر دیتا ہے۔ اور دل مین تازگی اور شگفتگی پیدا کرتا ہے۔

ضرور ہے کہ ہم یا تو بڑہین اور آگے کو دیکھین یا مرجاوین۔ ہماری مثال اوس آدمی کی ہے جو بائیسکل پر سوار ہے کہ جب تک وہ اوسے چلا رہا ہے محفوظ ہے اور اوسکا ٹھہرنا بائیسکل سوار کا گرنا ہے۔

جن لوگون کی کوئی غایت نہین اور جنکا کوئی مستقل مقصد نہین اور جنکی نظر بلند نہین اونکی زندگی مثل مرنے کے ہے۔ طبیعت اونکی افسردہ اور دل اونکے پژمردہ ہوجاتے ہین اور جب کوئی کام کرنیکو نہین ہوتا اور آگے بڑہنے سے رک جاتی ہین تو وہ کچھ مردون سے زیادہ بہتر نہین ہین۔ ہم مین سے ہر شخص کے اندر ایک بیج ہے جسکو اگر ہم چاہین تو بڑہا سکتے ہین اور شگفتہ کرسکتے ہین اور اگر چاہین تو اوسکو ایک ایسی خشک اور سوکھی حالت مین چھوڑ سکتے ہین جسکا نمو موقوف ہوگیا ہو۔ ہر روح مین خدا نے زمانۂ استقبال کے لیے ایک بیج بویا ہے اور ہر روح خود ایک بیج ہے مگر معلوم نہین کہ وہ کیا ہوگی۔ بعض بیجون سے خوبصورت گلاب کے پہول نکل سکتے ہین، بعض بڑہکر سرو و شمشاد کے درخت ہوسکتے ہین اور بعض نمو کرکے بڑے شاندار برگد کے درخت ہوسکتے ہین جنکے وسیع سایہ کے نیچے مویشی چرین اور گرمی مین انسان کو حرارت آفتاب سے پناہ دین اور بعض بیج ایسی بوٹیان بن سکتے ہین جو بیماریون کی دوا ہون اور درد کو دور کرین۔

اگرچہ یہ کسی کے اختیار مین نہین ہے کہ جیسا چاہے وہ بن سکے بلکہ سچ یہ ہے کہ ہر شخص کے نظام جہانی مین دنیا کے بنانے سے پہلے ہی جو کچھ مقدر تھا کاتب تقدیر نے لکھدیا ہے مگر ہر شخص کے اختیار مین ہے اور اوسکا فرض ہے کہ جو استعداد جس درجہ تک بڑہنے اور ترقی کرنے کی اوسکو دیگئی ہے اوسکو کام مین لائے اور اپنے آپکو بڑہائے۔ گو کسی کے اختیار مین نہین ہے کہ علم مین ایسی ترقی کرے کہ افلاطون یا ارسطو ہوجائے یا بوعلی سینا اور رازی بنجائے مگر یہ ہر ایک کے اختیار مین ہے کہ جو بیج انسانیت اور شرافت اور علم و تہذیب کا قدرت نے اوسمین رکھا ہے اور جس سے کوئی انسان کم و بیش خالی نہین اوسکو نمو دے اور ترقی کرے اور اپنے آپکو ایک درجہ تک نیک اور مفید بنا سکے۔ تمام انسانون کو امیر ہون یا غریب اونکے خالق نے ایک ہی سی قوتین عطا فرمائی ہین اور اون سب مین اپنی حالت اور درجہ کے موافق کم و بیش ترقی کا مادہ موجود ہے اور ہر شخص تعلیم و اکتساب محنت و تربیت سے اپنی اعلی درجہ کی قوتون کو ترقی دے سکتا ہے۔ اور کبھی یہ رائے تسلیم نہین کی گئی کہ غریب اور کم مایہ آدمی کو اپنی قوتون کے اوس ترقی کا موقع نہ ملے جو اوسکو کرنی چاہیئے۔

لوگ کہتے ہین کہ زندگی کے مکروہات اور حالات ایسے ہین کہ ہم اپنے آپ ترقی نہین کرسکتے ہمکو کیا وقت اور موقع ملتا ہے کہ اپنے تئین کچھ بنائین۔ ہم مجبور ہین کہ اپنے نان شبینہ کیلئے دن بھر محنت کرین۔ حالات ناملایم نے ہمکو ایسے طوق و سلاسل مین مسلسل کر رکھا ہے کہ ہمکو ہاتھ پاؤن ہلانے کی مہلت ہی نہین ہم کس طرح ایسی حالت مین انسانیت اور علم و نیکی کے بیج کو بڑہا سکتے ہین اور اپنی کلیون کو شگفتہ کرکے ایک مفید اور کارآمد انسان بن سکتے ہین۔ مگر یہ بزدلی کے خیالات ہین ہر حالت مین ہر انسان کچھ نہ کچھ کرسکتا ہے اور اپنے آپکو ترقی دیسکتا ہے۔ ایسے بزدل آدمیون کو چاہیے کہ وہ اون بڑے بڑے کام کرنے والون کی طرف دیکھین کہ اونہون نے کس طرح زمانہ کے مکروہات اور ناملایم حالات مین اپنے آپکو بڑہایا اور مزاحمتون پر غالب آکر ترقی کی۔

سلطنت یا مذہب یا فلسفہ یا علم کا بانی یا کسی بڑے

کام کا کرنے والا شاذو نادر ایسا ہوا ہے کہ جسکو اپنے عمدہ مقصد
حاصل کرنے کے لیے عمدہ حالات اور مرضی کے موافق واقعات
نصیب ہوئے ہون۔ عموماً نامور آدمی ایسے ہوئے ہین
کہ کوئی بات اونکے بڑے بڑے کامون کے کرنے کیلئے
کبھی مرضی کے موافق نہین ملی۔ سوائے اسکے کہ ایسے نامور
لوگون نے اپنے ثابت قدم اور عزم بالجزم اور غیر منقطع کوشش
سے تمام ناملایم حالات کو مجبور کرکے اپنا طرفدار بنالیا۔

لوگ دنیا کی تاریخ کے بڑے بڑے نامور آدمیون پر نظر ڈالتے ہین
اور صرف اُن کی کامیابی کا خیال کرتے ہین اور اونکی زندگی
کو عزت، شہرت، نیکنامی، اور کامیابی، اور فتوحات کا ایک
سلسلہ سمجھتے ہین مگر اونکی زندگی کے حالات کو غور سے نہین
دیکھتے اور اونکی سوانح عمری کا مطالعہ نہین کرتے۔ کسی بڑے
سے بڑے آدمی کو لیلو اور اونکے قریب آکر دیکھو کہ دایمی مخالفت
تہمت، عداوت، اور ناکامی کے مقابل مین اونکو کیسی کیسی سخت
لڑائیان لڑنی پڑی ہین۔ اور ان تمام درجات کے طے کرنے کے
بعد صرف امید اور استقلال سے اونکو کامیابی نصیب ہوئی
ہے۔ ہر نامور شخص کو خواہ بانی مذہب ہو، یا کسی علم و فن کا موجد،
یا قوم کا مصلح منزل مقصود تک پہونچنے مین بہت سے درجے
طے کرنے پڑے ہین۔ اول اونکا مضحکہ اوڑایا گیا اور ایک
ناممکن کام کے خیال سے وہ دیوانے ٹھہرائے گئے، پھر
اونپر طعن اور طنز ہوئے، پھر اونپر تہمتین کی گئین، پھر اونکے
ارادے بدنیتی پر محمول کیے گئے، پھر اون کے مقاصد مین
غلط بیانیان کی گئین اور ان تمام درجات کے طے کرنے مین
اونکو سخت تکلیفین اور مصیبتین اوٹھانی پڑین اور بارہا مایوسی
کی ہولناک شکل اونھین دیکھنی پڑی مگر صرف امید اور استقلال
نے اونکو منزل مقصود پہ پہونچایا۔ اور اونکے کامونکی عظمت
اور وقعت ہونے لگی اور اونکو کامیابی نصیب ہوئی۔

جو چیز انسان کو تمام مصیبتون کے وقت ثابت قدم
رکھتی ہے وہ اُمید ہے۔ اگرچہ اُمید ہمکو اکثر دہوکا دیتی ہے
مگر بغیر امید کے آدمی وحشیون کی حالت سے کبھی ترقی نکرتا
بغیر اُمید کے نہ کلچر ہوتا، نہ تہذیب، نہ ترقی دولت مین، نہ
علم مین، نہ فن مین، نہ لٹریچر مین ہوتی۔ پچھلی چیزون کو بھول
جانا اور اگلی چیزون کی طرف ہاتھ بڑہانا یہی انسانی ترقی کا بھید
ہے۔ بُری باتون کا خوف آدمی کو آگے بڑہنے سے روک
سکتا ہے لیکن کسی بہتر چیز کی امید ہمکو آگے کی طرف بڑہاتی
ہے۔ جنکے دلونمین امید ہوتی ہے وہ کسی مزاحمت کو خیال
مین نہین لاتے۔ اور اپنی کامیابی ناکامیابی کا خیال چھوڑکر کوشش
کرتے رہتے ہین۔ ہر ایک مزاحمت اونکو تازہ جرات دلاتی
ہے اور ہر ایک ناکامی سے وہ ایک نئی نصیحت سیکھتے ہین
اور آخر کار استقلال، ایمانداری، محنت کے بعد اونکو کامیابی
حاصل ہوتی ہے۔ دنیا کے سب نامور آدمی امید مین جیتے
تے اور امید ہی اونکو ہدایت کا سہارا تھی۔ اونکی تقویت اُن
چیزون سے نہ تھی جنکو وہ دیکھتے تھے بلکہ اُن چیزون سے
جنپر اونکو یقین تھا۔ مخالفت اور عداوت اور تہمت کی دردانگیز
مصیبتون مین کوئی چیز اونکی تسلی دینے والی نہتی سوا اوس
اُمید کے جو اونکو اپنے کام کے ٹھیک ہونے پر تہی اور یہ
اس خیال کے کہ جو کچھ وہ کرتے ہین وہ اونکا فرض ہے اور اونکا
کام ہے کہ وہ اوسے کرین۔ کرنا اونکا فرض ہے اور اختیاری
امر۔ اوسمین کامیابی ہونا نہ اونکا فرض ہے نہ اونکے اختیار مین
ہمپر یہ فرض نہین ہے کہ بڑے بڑے کام کرین بلکہ جو کچھ
ہم سے ہوسکتا ہے اوس کا کرنا ہمپر فرض ہے۔ ہمکو چاہیے کہ جب
کوئی اچھا خیال ہمارے دل مین پیدا ہوا اوسکو اس سوال کرنے

سے ضائع نہونے دین کہ، اس کام سے کیا فائدہ ہوگا، یا اُمین کامیابی ہوگی یا نہین، ہمکو چاہیئے کہ اپنے جوش کو بیکار نہ جانے دین۔ ہم سب کی زندگی مین کتنا بڑا انقلاب واقع ہوا اگر ہم صرف یہ ارادہ کرلین کہ بہر ہر جو کچھ ہمسے بن پڑے اوسکو کرین اور ہمکو اس امر کا یقین ہو کہ اگر ہم کوئی نیک کام کرینگے تو وہ کتنا ہی چھوٹا کیون نہو خدا اوسمین ہماری مدد کرے گا۔ ہم کوئی کام بھی نہین کرتے کیونکہ ہم ہر کام کو نہین کرسکتے۔ ہم ایک نیک کام کرنا شروع نہین کرتے اس وجہ سے کہ وہ پہلے ہی سے کیون نہین ہوگیا۔ ہم پہلا قدم نہین اُٹھاتے اسلئے کہ منزل مقصود تک کیون نہین پہونچ گئے۔

اگرچہ یہ شخص جانتا ہے کہ ہمکو کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے اور یہ بھی جانتا ہے کہ نہ صرف اپنے لیے بلکہ دوسرون کے لیے بھی ہم پر کچھ کرنا ضرور ہے مگر کاہلی کچھ ایسی ہماری مزاحم ہوتی ہے کہ نہ اپنے لیے وہ کام کرتے ہین جسکو ہم اچھی طرح کرسکتے ہین اور اپنے تمام جوش اور ولولون اور تحریک دینے والے اسباب کو بیکار کردیتے ہین۔ اور نہ خود غرضی ہمکو دوسرون کیلئے وہ کام کرنے دیتی ہے جسکو ہم نہایت آسانی سے کرسکتے ہین۔ اسی طرح افسردگی اور سستی مین ہماری زندگی ختم ہوجاتی ہے اور نہ ہم اپنے لیے کوئی نمایان کام کرتے ہین نہ دوسرون کے لیے کیونکہ کوئی مقصد ہم اپنی زندگی کا پیش نظر نہین رکھتے اور نہ اوسکے حاصل کرنے کا ارادہ کرتے ہین۔

ایک مصیبت اور ہے جو ہمکو کام کرنے سے باز رکھتی ہے جب ہم دیکھتے ہین کہ بہت سے کام ہم کو کرنے ہین۔ اور بہت بڑے بڑے فرض ہمارے ذمہ ہین تو اون کامون کی کثرت اور اون کے بعض کی عظمت ہماری ہمتون کو پست کردیتی ہے اور کسی کام کے کرنے کی جرارت نہین دلاتی۔ اور پھر گذشتہ غفلتون کا خیال جس سے ہمنے بہت سی نعمتون کو ضائع کردیا ہمکو اور غفلت کرنے پر مجبور کرتا ہے اور ہم اوس آدمی کی طرح ہاتھ پاون چھوڑ کر بیٹھ رہتے ہین جس طرح کہ وہ مقروض جو قرضہ کے بوجھ مین اتنا دب جائے کہ اوسکو سارے قرضہ کے ادا کرنے کی توقع نہو اور وہ تھوڑے سے قرضہ کے ادا کرنے کی بھی فکر نہ کرے۔ اور یہ وہ مایوسی اور ناامیدی ہے جو دنیا اور دین دونون کے برباد کرنے والی ہے اور جسکو خدا نے کفر تعبیر کیا اور اوس سے منع فرمایا ہے کما قال - **لاتقنطوا من رحمۃ اللہ** -

یہ سب باتین بزدلی کی ہین اور غفلت اور سستی کی عادت سے پیدا ہوتی ہین۔ سب سے بہتر اور مفید طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ ہم سے ہوسکے اوسکو کرین نہ اس کا خیال کرین کہ کوئی کام ایسا بڑا ہے کہ ہم اوسے نہین کرسکتے۔ یا کوئی کام ایسا حقیر اور چھوٹا ہی کہ اوسکے کرنے سے کیا فایدہ ہے۔ اگر کوئی بڑا کام پیش آوے تو اوس سے خوف نہ کرنا چاہیئے۔ اگر تمکو صرف یہ خیال ہوجائے کہ یہ کام ہونا چاہیئے تو غالباً تم ایسے شخص ہوگے جو اوس کام کو کرسکوگے۔ اور جب اوسکے کرنے کا ارادہ کروگے تو تم مین اوس کام کے کرنے کی قابلیت پیدا ہوجاویگی۔ دنیا کے بڑے بڑے کام بڑے آدمیون ہی نے نہین کیئے بلکہ راستباز اور مستقل مزاج لوگون نے کیئے ہین۔ اگر بڑا کام پیش آجاتا تو وہ ہیبت زدہ نہ ہوتے اور اوس سے نہ گبھراتے۔ اور اگر کوئی چھوٹا کام کرنے کے لایق ہوتا تو اوسکو خفیف اور حقیر سمجھکر نہ چھوڑ دیتے۔ ارادہ اور محنت دو چیزین ایسی ہین کہ جن سے ہماری کمزوری کو خدا طاقت سے بدل دیتا ہے اور اپنی قدرت کی طاقت دکھاتا ہے۔ جب ہم چلنا چاہتے ہین تو ہم ایک قدم اوٹھاتے ہین دوسرا قدم خود بخود اوٹھ جاتا ہے

بڑے بڑے مصلحان قوم کی زندگی کے حالات پر اگر غور کیا جاوے
تو معلوم ہوتا ہے کہ اُنھون نے ابتدا ہی سے کوئی معین مستقل
بڑا مقصد قرار نہین دیا نہ کسی بڑے کام کو یکبارگی پورا کیا۔ بلکہ کام کرنا
شروع کیا اور بڑھتے بڑھتے اوس درجہ تک پہونچے جہان وہ بڑے
کام کرنیکے لائق ہوئے۔

کامیابی کی کنجی صرف یہ ہے کہ جو کچھ ہم سے بن پڑے وہ
ہمکو کرنا چاہیئے اور ملکر کرنا چاہیئے۔ تمکو کیا معلوم ہے کہ خدا نے
ہمارے چھوٹے سے دائرہ مین کیسی مختلف قوتین رکھی ہین
اور مختلف کام کرنیوالون کی متفقہ کوشش سے وہ اس دنیا
مین کیسی عظمت اور تاثیر پیدا کرسکتی ہین۔ کون جانتا ہے کہ
اس ہمارے چھوٹے سے حلقہ مین کتنے دل ایسے ہین کہ
اون مین خدا نے وہ قوت دی ہے کہ اگر کام مین لائی جاوے تو
وہ مثل گذشتہ ناموردن کے کسی خاص کام مین حیرت انگیز
شہرت حاصل کرسکین اور کتنے ایسے معصوم بچے موجود ہین
جن پر خدا نے اپنی رحمت کی ایسی نورانی شعاعین ڈالی
ہون کہ اگر اون پر حجاب اور پردے نہ پڑین تو وہ دنیا کے
ایک حصہ کو روشن کرسکین۔ خدا کا فیض نہ کسی زمانہ پر محدود
رہا ہے نہ کسی قوم سے مخصوص۔ وہ جیسا جاری تھا جاری ہے
اور جاری رہے گا۔ فیاض ازل کی شان مین گستاخی اور
بے ادبی ہے اگر یہ سمجھا جائے کہ اوس کا فیض منقطع ہوگیا ؎

در فیض است منشین از گشایش ناامید اینجا
برنگ دانہ از ہر قفل سے روید کلید اینجا

تم دیکھتے ہو کہ بڑے بڑے دریا جو بہت بڑے حصہ کو ملک کے
سیراب کرتے ہین اور عجب زور اور طاقت سے بہتے ہوئے سمندر
مین جاکر ملجاتے ہین یہ آفتاب اور بارش اور برف کے ملے جلے
اثر سے پیدا ہوئے ہین اور ایسی بہت سی چھوٹی چھوٹی ندیون
سے بنائے گئے ہین جو پہاڑ کی خاموش گھاٹیون مین سے
نکلی ہین اور اونکی مجموعی قوت نے یہ تاثیر اور عظمت پیدا کی ہے
یہی حال قومی عظمت کا ہے کہ وہ ہزارون زندگیون اور لاکھون
دلون کے آپس مین ملنے اور مختلف دماغون کی مختلف
قوتون کے جمع ہونے سے پیدا ہوتی ہے اور تمدنی اور
اخلاقی اور دماغی قوتین ملکر ایک ایسی قوم کو بناتی ہین جسکی
عظمت وشان خدا کی عظمت وشان کے دریاے اعظم مین
جاکر ملجاتی ہے۔

جس طرح دریا کے بننے مین ہر قطرہ کا حصہ ہے اسیطرح
قوم کی عظمت وشان مین ہر ایک فرد کی کوشش کا اثر پہونچتا ہے۔
اسی لیے ہمکو چاہیئے کہ ہم کسی کام کو خفیف اور حقیر نہ سمجھین
اور جو کچھ ہم سے بن پڑے وہ گو کتنا ہی حقیر ہو قوم کیلئے کرین۔
کرنا اور کرتے رہنا یہی ایک چیز ہے جس سے آدمی بڑے
کام کرنے کے لائق ہوتا ہے اور بڑے بڑے کام کرسکتا ہے
جب کبھی جو کچھ ہم سے ہوسکتا ہے اوسکو ہم کرتے ہین تو فوراً
ہم مین اور زیادہ کرنے کی قابلیت پیدا ہوجاتی ہے۔ جب
آدمی کسی پہاڑ پر چڑھتا ہے تو ہر قدم فی نفسہ ایک ذلیل سی
چیز ہے لیکن ہر قدم ہمکو آگے کی طرف اور اوپر کی جانب بڑھاتا
جاتا ہے اور ایک عجیب خوشنما منظر ہمارے سامنے ہوتا
جاتا ہے یہانتک کہ ہم اپنے آپ کو جنگل سے نکلکر ایسے بلند
مقام پر کھڑا پاتے ہین جہان خوشنما چشمے جاری ہین اور برف
کی وہ چٹانین دیکھتے ہین جن پر آفتاب کی نورانی شعاعین
پڑرہی ہین اور جنکا نظارہ ایک عجیب لطف دیتا ہے۔ اوس
بلندی پر ہم پہونچ جاتے ہین جہان سے سبزہ زار میدان کے
خوشنما درخت اور رنگارنگ کے پھول دکھائی دیتے ہین۔ اور
سمندر مین چلتے ہوئے جہازکے بادبان ہوا کے جھونکون سے

لہراتے ہوئے نظر آتے ہین۔ اسیطرح جب ہم اپنی طاقت
اور حیثیت اور استطاعت کے موافق استقلال اور راستبازی
کے ساتھ کوئی کام کرتے ہین تو زندگی ہمارے سامنے کھلجاتی
ہے۔ خدا کی قدرت کا منظر ہمارے سامنے ہوجاتا ہے
دنیا مین ہم خدا کی عظمت اور شان کا بہتا ہوا دریا دیکھتے ہین
اور اوسکی قدرت کے رنگارنگ پہول اور خوشنما درختون کا
ایک عالیشان باغ ہمکو نظر آتا ہے اور ہم اپنے تئین خیال
کی اوس خوشنما اور خوبصورت بلندی پر پاتے ہین جسکو دیکھکر
ہم نہین سمجھتے کہ ہم کیونکر یہان آگئے اور اسقدر عرصہ مین
کیا کرتے رہے ہے۔

تم جب کسی بڑے کام کا ذکر سنتے ہو یا کسی شخص کو کسی
بڑے کام کی کرنے پر آمادہ دیکھتے ہو تو تمہین ہیبت ہوتی ہے
اور حیرت۔ تم اوسکے ارادہ کو صرف اوس کام کی عظمت سے
مجنونانہ خیال سمجھتے ہو اور جب اوس عظیم الشان کام کے
پورا کرنے کے لیے کسیکو خفیف اور ناچیز کام کرتے ہوئے
تم دیکھتے ہو تو تمکو نفرت ہوتی ہے اور اوسے حقیر سمجھتے ہو اور
یہ سمجھتے ہو کہ ایسی خفیف اور ناچیز کوششون سے کیونکر
ایک بڑا کام پورا ہوسکتا ہے۔ مگر تم ایک طرف تو اسبات
کو بھول جاتے ہو کہ کوئی بڑا کام ایسا نہین ہے جو مسلسل اور
باقاعدہ کوشش کے کرنے سے پورا نہوا اور نیز اس نصیحت
کو بھول جاتے ہو کہ کسی مشکل کام کی دقتین دیکھکر ہیبت زدہ
اور مایوس نہونا چاہیئے۔ اور دوسری طرف تم اسبات کو
یاد نہین رکھتے کہ کسی کام کو گو کیسا ہی خفیف ہو خفیف نہ سمجھنا
چاہیئے۔ اور اس قول کو بھی تم فراموش کردیتے ہو کہ جو کچھ
تم سے بن پڑے وہ کرنا چاہیئے۔

(محسن الملک)

حیات جاوید

یعنی

(سرسید مرحوم کی لائف)

کا

دیباچہ

سرسید مرحوم کی لائف جسکی ترتیب اور تصنیف مین ایک
مدت سے مولانا خواجہ الطاف حسین حالی مدظلہ العالی
مشغول ہین اور جو اس وقت نہایت سرعت سے چھپ رہی
ہے اور عنقریب شائع ہونیوالی ہے، اوس کا دیباچہ ہم
معارف مین شائع کرتے ہین، جس کی اجازت ہمنے
مولانا سے حاصل کرلی ہے، اوسکے دیکھنے سے ناظرین
اس بات کا اندازہ کرسکین گے کہ سرسید مرحوم کی لائف
جس کا نام "حیات جاوید" ہے کس پایہ اور کس وقعت
کی کتاب ہوگی اور اوسکے لکھنے مین کس قدر محنت اور کاوش
اور موشگافی اور دماغ سوزی سے کام لیا گیا ہے۔ اسمین
کچھ شک نہین کہ اس بینظیر کتاب سے ہماری زبان کی
فلسفیانہ بایوگرفیون مین نہایت بیش بہا اضافہ ہوگا۔

(وحید الدین سلیم)

سرسید احمد خان مرحوم کے جہان ہم پر اور بہت سے
احسانات ہین اونھین مین سے ایک بہت بڑا احسان یہ ہے
کہ وہ ہمارے لیے ایک ایسی بے بہا زندگی کا نمونہ چھوڑ گئے ہین
جس سے بہتر ہم اپنی موجودہ حالت کے موافق کوئی نمونہ قوم
کی تاریخ مین نہین پاسکتے۔ اگرچہ ہماری قوم مین بڑے بڑے
اولوالعزم بادشاہ، بڑے بڑے دانشمند وزیر اور بڑے بڑے

بہادر سپہ سالار گذرے ہین مگر اُن کے حالات اُس کٹھن منزل مین جو ہمکو اور ہماری نسل کو درپیش ہے براہ راست کچھ رہبری نہین کرسکتے - ہمکو اب دنیا مین محکوم بن کر رہنا ہو اور اسلیے وہ لیاقتین جو سلطنت اور کشورکشائی کے لیے درکار ہین ہمارے لئے بے سود ہونگی - ہمارے اسلاف مین علما و حکما و مصنفین کی بھی کچھ کمی نہین ہے مگر وہ بھی آج ہمارے لیے قابل تقلید نمونے نہین بن سکتے - اُن کو خدا نے ایسے وقت مین پیدا کیا تھا جب کہا جاتا تھا کہ "علم[۱] اور لوگون کا کام ہے اور بادرچیگری اور لوگون کا" مگر ہمارے زمانہ مین دو نو کام ایک ہی شخص کو کرنے پڑتے ہین - اُن کے علمی مشغلون مین کوئی فکر اور خلجان خلل انداز نہ تھا، وہ معاش کی طرف سے فارغ البال تھے، وہ قوم کی خدمت کرتے تھے اور سلطنت اُنکی خدمت کرتی تھی، لیکن ہماری حالت ایسی نہین ہے ہمکو دائین ہاتھ سے پیٹ کا دہندا کرنا ہے اور بائین ہاتھ سے کسی دوسرے کام کا ارادہ کرنا - ہمارے عرفا اور مشائخ کی پاکیزہ زندگی بھی ہم دنیا دارون کی موجودہ حالت سے کچھ مناسبت نہین رکھتی وہ ہمکو اپنے اپنے قدح کی خیر منانی سکھاتی ہے مگر ہماری خیر اب اسمین ہے کہ سب ملکر ایک دوسرے کی خیر منائین - پس اسوقت ہمارے سلف کے کارنامے ہمکو براہ راست اسکے سوا کوئی سبق نہین دے سکتے کہ بزرگونکی بڑائی پر فخر کرو اور اس شعر کے مصداق بنو ؎

ان افتخرت بآباء مضوا سلفا ۔ قلنا صدقت ولکن بئس ما ولدوا

(یعنی اگر تمکو اپنے بڑون پر فخر ہے تو ہم بھی تسلیم کرتے ہین کہ وہ ایسے ہی تھے مگر اولاد بری چھوڑ گئے)

ہم یہ نہین کہتے کہ سلف صالح کے حالات ہماری قوم کیلئے بالکل فائدہ مند نہین ہین - اُنکی بایوگرفی مین وہ تمام اصول موجود ہین جو قومی زندگی کے لیے بمنزلہ ارکان و عناصر کے ہین محنت، صبر، استقلال، غیرت، دلیری، اولوالعزمی اور عالی حوصلگی سب کچھ اُن کے کارنامون مین موجود ہے مگر جن مہمات مین انہون نے اِن ہتیارون سے کام لیا تھا ہماری مہمات اُن سے بالکل جداگانہ ہین جو شاید اُن کو کبھی پیش نہین آئین - جن آلات سے اُنھون نے ملک فتح کیے تھے ہمکو انھین آلات سے دل فتح کرنے ہین جو عزت اور آبرو اُنہون نے اپنی قوم کی سلطنت مین حاصل کی تھی وہ ہمکو غیر قومون کی حکومت مین حاصل کرنی ہے - اُن کے زمانے مین سلطنت کے سوا کسی کو مصالح عامہ مین دخل نہ تھا - اسلیے اُنکو ملک اور قوم کی بہبودی کے لیے ہاتھ پانو ہلانے کی مطلق ضرورت نہ تھی مگر ہمارے زمانہ کا حال بالکل اُسکے برخلاف ہے - ہمارے زمانہ مین قومون کی موت اور زندگی خود قومون ہی کے ہاتھ مین ہے وہ چاہین اپنے تئین بنائین اور چاہین بگاڑین چاہین جئین اور چاہین مرجائین - سلطنت کا کام صرف اُن کی حیات و ممات کا رجسٹر رکھنا اور زندون کو زندون کے گھاٹ اور مردونکو مردون کے گھاٹ اُتار دینا ہے اور بس - ہمارے اسلاف نے اسلام کا دور دورہ دیکھا تھا جب کہ غیر مذہب والون کو بھی اُس کا اتباع کرنا پڑتا تھا اور اُسکے خلاف کوئی دم نہ مار سکتا تھا اسلیے اُن کو دین کی حمایت کرنے کی صرف اُسی قدر ضرورت تھی جس قدر کہ صلح کے زمانہ مین فوج رکھنی کی ضرورت ہوتی ہے مگر ہمکو وہ زمانہ ملا ہے کہ بادشاہ اور رعیت دونون کے مذہب پر نکتہ چینی کی جاتی ہے آزادی نے گونگون تک کو گویا کر دیا ہے مذہب کا بدلنا کپڑون کے بدلنے سے بھی زیادہ آسان ہو گیا ہے

---

[۱] یہ ایک عربی مثل کا ترجمہ ہے جسکے الفاظ یہ ہین العلم رجال وللثرید رجال -

ادہر کرسچینٹی سلطنت کی مقناطیسی کشش سے اپنی طرف کھینچتی ہے اُدہر سائنس مذہب کا نقش لوگون کے دل سے مٹانا چاہتا ہے۔ جب کہ ہماری حالت سلف کی حالت سے اسقدر بدلی ہوئی ہے تو اُن کی بایوگرفی ہماری مشکلات پر کیا روشنی ڈال سکتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اُن کی ہمت سے ہماری ہمت اور اُن کی دلیری سے ہماری دلیری بڑہتی ہے مگر یہ سمجھنا ہر شخص کا کام نہین ہے کہ اُنھون نے اپنی دلیری اور ہمت سے کیا کام لیا تھا اور ہمکو اُس سے کیا کام لینا چاہئے جس قدر تیمور[۱۵] کا ایک چیونٹی سے شاہانہ عزم و استقلال سیکھنا عجیب معلوم ہوتا ہے اُس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ تیمور کی لائف سے چیونٹی کا سا عزم و استقلال سیکھا جائے۔ پس اگرچہ زمانہ سلف کے مشاہیر بلکہ مجاہیل کی بایوگرفی بھی منفعت سے خالی نہین لیکن اُس مین ہمارے لیے کوئی ایسی صاف اور کھلی شاہراہ موجود نہین ہے جسپر ہم آنکھین بند کرکے اپنی دشوار گذار منزل طے کرتے چلے جائین۔

البتہ سرسید کی لائف ہمارے لیے ایک ایسی مثال ہے جسکی پیروی سے ممکن ہے کہ ہماری قوم کی یہ کٹھن منزل، جو تنگنائے دنیا مین ظاہرا اُسکی سب سے آخری منزل ہے، آسانی کے ساتھ طے ہوجائے۔ اِس بزرگ کی لایف ہمکو نصیحت کرتی ہے کہ زمانہ کی مخالفت کو خدا کی مخالفت سمجھکر اُس کے ساتھ موافقت پیدا کرو تاکہ دنیا مین آرام سے رہو اور عزت سے زندگی بسر کرو۔ جب تم مین عمدہ حاکم بننے کی لیاقت باقی نہ رہے تو عمدہ رعیت بننے مین کوشش کرو تاکہ دونو عمدگیون سے ہاتھ نہ دہو بیٹھو۔ وہ بتاتی ہے کہ کوئی قوم محکوم ہونے کی حالت مین کیونکر قومی عزت حاصل کرسکتی ہے اور ایک شایستہ گورنمنٹ مین کیونکر اُس کا رسوخ و اعتبار بڑھ سکتا ہے۔ وہ جسطرح ہمکو آزادی رای کی تعلیم دیتی ہے اُسی طرح یہ بھی سکھاتی ہے کہ ہم کیونکر اپنی آزادی کو قایم رکھہ سکتے ہین وہ ایک طرف ہمکو خودداری اور سلف رسپکٹ کی تاکید کرتی ہے اور غلامانہ خوشامد سے نفرت دلاتی ہے اور دوسری طرف حکمران قوم کا ادب اور اوسکی بزرگداشت ہمارے دلون پر نقش کرتی ہے۔ وہ ہمکو خبردار کرتی ہے کہ قومی تنزل سے قوم کے مذہب کو کیا صدمہ پہنچتا ہے اور اُس کا تدارک کیونکر ہوسکتا ہے اور مذہب کے متہم ہونے سے قوم کن آفتون مین مبتلا ہوجاتی ہے اور اُس کا علاج کیا ہے۔ وہ ہمکو اسلام کے وہ اعلیٰ اصول یاد دلاتی ہے جنکو قرون اولیٰ کے بعد قوم نے بالکل فراموش کردیا تھا اور جن کا مطلب یہ تھا کہ قوم اور وطن کی محبت کو جزو ایمان جانو اور قوم کی خدمت کو سرداری کا تمغا سمجھو۔ وہ ہمکو سبق دیتی ہے کہ قوم کی حقیقی خیرخواہی اُس وقت تک نہین ہوسکتی جب تک کہ بہت سے کام اُن کی عقل اور عادت اور مرضی کے خلاف نہ کیے جائین اور اُن کی مخالفت کو صبر اور استقلال کے ساتھ برداشت نہ کیا جائے۔ وہ ہمکو آگاہ کرتی ہے کہ اگر دنیا مین بڑا بننا چاہو تو حرص، طمع، خودغرضی، جھوٹ، آرام طلبی اور عیش و عشرت سے ہمیشہ کے لیے دست بردار ہوجاؤ، وہ ہمکو یقین دلاتی ہے کہ تھوڑی سی تعلیم اور بہت سا تجربہ اور بالکل سچائی یہ تینون ملکر ایسے ایسے عظیم الشان کام انجام کرسکتی ہین جو بڑے بڑے حکیمون اور مدبرون سے

[۱۵] تیمور نے ایک چیونٹی کو دیکھا کہ اناج کا دانہ جو اس سے سنبھل نہ سکتا تھا لیکر بار بار دیوار پر چڑہتی تھی اور پھر گر پڑتی تھی اسیطرح ستر یا اسی دفعہ چڑہی اور گری آخر ایک دفعہ دیوار کی منڈیر پر جا پہنچی۔ تیمور اپنی تزک مین لکھتا ہے کہ اُس دن سے مین نے کبھی کسی مشکل یا تنگی مین ہمت نہین ہاری ۱۲

انجام نہین ہوسکتے۔ وہ ہمکو تعصبات سے متنفر کرتی ہے، غیر قومون کے ساتھ حسن معاشرت سکھاتی ہے، دوستون کے ساتھ خواہ وہ ہندو ہون یا مسلمان، عیسائی ہون یا یہودی خلوص اور سچائی سے ملنا بتاتی ہے۔ وہ ہمکو ہدایت کرتی ہے کہ جیسا دل مین سمجھو ویسا ہی زبان سے کہو اور جو کچھ کہو اُسکو کر دکھاؤ۔ وہ باواز بلند کہتی ہے کہ وقت کی قدر کرو۔ ڈیوٹی کا خیال رکھو، ایک لمحہ بیکار نہ رہو اور کام کرتے کرتے مر جاؤ۔

تعجب کی بات ہے کہ ایسی قابل فخر بایوگرفی جسکا لکھنا مسلمانون کا نہایت ضروری فرض تھا اُسکے لکھنے کا خیال سب سے پہلے ایک شریف انگلش مین کو آیا۔ کرنل گریہم نے سرسید کی لائف اُن کی وفات سے تیرہ برس پہلے انگریزی مین لکھکر شائع کر دی اور اس ضروری کام مین سبقت کرنے کا فخر مسلمانون کے ہاتھ سے جاتا رہا اگرچہ صاحب ممدوح کے ہم دل سے شکر گزار ہین کہ اُنہون نے باوجود غیر قوم ہونے کے ہمارے واجب التعظیم لیڈر کی ایسی قدر کی اور اُن کی بایوگرفی کی سب سے پہلی بنیاد ڈالی لیکن سچ یہ ہے کہ اس عجیب وغریب شخص کی بایوگرفی ایسی چیز نہین ہے جسکے لکھنے کا حق ایک آدھ مصنف سے ادا ہو سکے۔ چنانچہ کرنل گریہم کی کتاب پر ایک انگریزی اخبار مین یہ ریمارک کیا گیا تھا کہ وہ ایک مکمل بایوگرفی ہونے کا دعوی نہین کر سکتی، ہمکو پہلے بھی یہی امید تھی اور اب جبکہ سرسید کی وفات نے ایک حیرت انگیز غلغلہ تمام ہندوستان مین ڈال دیا ہے وہ امید یقین کے درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ جس قدر زیادہ زمانہ گذرتا جائیگا اُسی قدر سرسید کے کامون کی زیادہ قدر اور اُن کے حالات کی زیادہ چھان بین ہوتی جائیگی، متعدد لوگ اُن کی بایوگرفی لکھنے پر قلم اُٹھائینگے اور صدیون تک اس ہیرو کا راگ ہندوستان مین گایا جاویگا۔

راقم کو سرسید کی زندگی کے حالات لکھنے کا خیال پہلے پہل اُس وقت پیدا ہوا تھا جبکہ وہ اپنے سب سے بڑے اور سب سے مفید کام کی بنیاد ڈال چکے تھے۔ مدرسۃ العلوم علیگڈھ مین قایم ہو چکا تھا اور باوجود سخت مخالفتون کے بہت تیزی کے ساتھ ترقی کرتا جاتا تھا اور اُسی کے ساتھ تہذیب الاخلاق مین سرسید کی دلنشین تحریرین، جیسی کہ اُردو زبان مین پہلے کبھی نہین دیکھی گئی تھین، شائع ہو رہی تھین۔ اگرچہ سرسید نے اپنی زندگی عام بھلائی کے کامون مین مدت سے وقف کر رکھی تھی مگر ابھی تک اُن کا حال پہلی رات کے چاند کا سا تھا کہ کسی نے دیکھا اور کسی نے نہ دیکھا لیکن مدرسۃ العلوم اور تہذیب الاخلاق نے اُن کی کوششون کو چودھوین رات کے چاند کی طرح سب پر روشن کر دیا۔ اگرچہ قوم مین عموماً مخالفت پھیلی ہوئی تھی مگر ایک گروہ ایسا بھی تھا جو سرسید کے کامون کو نہایت عظمت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ میرے دل مین بھی اُن کی وقعت روز بروز زیادہ ہونے لگی اُسی وقت سے مین نے کچھ نوٹ اُن کی لائف کے متعلق قلمبند کرنے شروع کیے اور کم و بیش سو سوال ایک کاپی مین لکھکر سرسید کے پاس بمقام علیگڈھ اس غرض سے بھیجے کہ اُنکے جواب مختصر طور پر لکھدین مگر وہ کاپی اُن کے پاس یونہین پڑی رہی کسی سوال کا جواب وہان سے نہ ملا۔ مین نے یہ بھی چاہا کہ برس چھ مہینے خود علیگڈھ مین جا کر رہون جہان اس کام کے لیے قیام کرنا نہایت ضرور تھا مگر ملازمت کے تعلق کی وجہ سے یہ موقع بھی نہ مل سکا۔ بعض صاحبون کی یہ راے ہوئی کہ سرسید کی زندگی مین اُن کی لائف لکھنی مناسب نہین اُسکی بہت سی وجوہات اُنھون نے اُس وقت بیان کین وہ مجھے بھی معقول معلوم ہوئین۔ ان اسباب

سے آخر کار یہ ارادہ موقوف کر دیا گیا۔

کچھ دنون بعد سرسید کے نہایت خالص و مخلص دوست آنریبل حاجی محمد اسمٰعیل خان رئیس دتاولی کو یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ معزز لائف جہان تک جلد ممکن ہو اُردو زبان مین مکمل طور پر لکھی جائے۔ چنانچہ اُن کی تحریک سے میرے دوست منشی سراج الدین احمد مالک و مہتمم اخبار چودھوین صدی۔ سرسید کی لائف لکھنے پر آمادہ ہوئے۔ انھون نے بڑی کوشش سے اسکے لیے میٹریل جمع کیا اور ایک خاص حد تک اُسکو ترتیب دیکر حاجی صاحب کو دیدیا۔ کئی برس تک وہ مسودہ رکھا رہا مگر اُسکے چھپنے کی نوبت نہ آئی۔

چونکہ کرنل گریہم اور منشی سراج الدین احمد۔ سرسید کی زندگی ہی مین اُن کی لائف لکھنے کی راہ نکال چکے تھے میرے دل مین پھر ایک ولولہ اُٹھا۔ مین نے خیال کیا کہ اگرچہ قوم مین لائق آدمی روز بروز بڑھتے جاتے ہین مگر مزدورونکا گھاٹا ہوتا جاتا ہے۔ خدا کے فضل سے ایسے لوگون کی کچھ کمی نہین ہے جو سرسید کے کامون کی دل سے قدر کرتے ہین، اُنکی خدمات کی داد دیتے ہین۔ اُن کی بایوگرفی کو قوم کے حق مین مفید سمجھتے ہین اور اگر کوئی اُنکی بایوگرفی لکھے تو اُس پر نکتہ چینی کی اعلیٰ لیاقت رکھتے ہین مگر اُس کا لکھنے والا کوئی نظر نہین آتا۔ جوہریون سے بازار بھرا پڑا ہے مگر کان کھودنے والے مفقود ہین۔ ایسی حالت مین اس ضروری کام کو لیت ولعل مین ڈالنا اور اُس وقت کا انتظار کرنا، جو معلوم نہین کہ اول ہمکو پیش آئے یا سرسید کو ٹھیک نہین ہے۔ جس طرح ہوسکے اس کام کو اُن کی زندگی ہی مین پورا کر لینا چاہیئے تاکہ جب کبھی موقع آئے اُسکو فوراً شائع کر دیا جاے۔

ان خیالات سے مین نے مصمم ارادہ کر لیا کہ سب کام چھوڑ کر پہلے اس قومی فرض کو ادا کرنا چاہیے چنانچہ سنہ ۱۸۹۴ء مین اسی غرض سے مین نے چند ماہ علیگڈھ مین قیام کیا جہان خود سرسید اور اُن کی لائف لکھنے کا تمام سامان موجود تھا اور اُسکے بعد کئی دفعہ اسی کام کے لیے وہان جا جا کر ٹھیرا۔ مین آنریبل حاجی محمد اسمٰعیل خان کا شکرگذار ہون کہ جس وقت اُن کو میرا یہ ارادہ معلوم ہوا تو اُنھون نے وہ تمام مسودات جو منشی سراج الدین نے مرتب کئے تھے میرے حوالے کر دیے اور اپنے دوست منشی سراج الدین کا بھی ممنون ہون کہ اُن کے مسودات سے مین نے فائدہ اُٹھایا ہے۔

اگرچہ سرسید کی لائف کا لکھنا بظاہر ایک آسان کام معلوم ہوتا ہے کیونکہ سنہ ستاون سے لیکر اخیر تک جو کچھ اُنھون نے کیا وہ سب چھاپہ کے ذریعہ سے مشتہر ہوگیا ہے اور سنہ ستاون سے پہلے کے حالات بھی معتبر ذریعون سے معلوم ہوگئے ہین مگر درحقیقت اُن کی تمام سوانح عمری کا سمیٹنا نہایت دشوار کام ہے۔ اُنکی زندگی ایسے اہم واقعات سے بھری ہوئی ہے کہ نہ کسی واقعہ کو سرسری سمجھکر چھوڑا جا سکتا ہے اور نہ ہر ایک واقعہ کو مفصل بیان کیا جا سکتا ہے۔ ایک دوست نے بالکل سچ کہا کہ جس قدر سرسید کی زندگی مین اُنکے مخالف یا موافق لکھا گیا ہے اور جس قدر اُن کی وفات پر اطراف ہندوستان مین رنج و ماتم کا اظہار کیا گیا ہے اگر صرف اُسی کو جمع کیا جائے تو متعدد ضخیم جلدین مرتب ہوسکتی ہین۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ جو شخص سرسید کی لائف ایک آدھ جلد مین ختم کرنی چاہتا ہے اُسکو کیسا مشکل کام کرنا ہے۔ اس سے بھی زیادہ سخت مشکل جو بایوگرفی کے مضمون سے علاقہ رکھتی ہے، یہ ہے کہ سرسید کی ذات مین اس قدر مختلف الجنس حیثیتین جمع تھین کہ ہر ایک

حیثیت پر اُسکی شان اور اُسکے درجہ کے موافق گفتگو کرنا ایک
ایسا کام ہے جس کا پورا پورا حق وہی مصنف ادا کر سکتا ہے
جو خود بھی سرسید کے برابر جامع حیثیات ہو مذہب، اخلاق،
معاشرت، تعلیم، ججمنٹ، پالٹکس، لٹریچر، پبلک اسپیکنگ،
انجنیرنگ، آرکیولوجی وغیرہ وغیرہ کس کس بات کو بیان کیا جائے؟
اور کس کس حیثیت پر گفتگو کی جاسے؟ لیکن خدا کا شکر ہے
کہ ہم نے کام کی مشکلات دیکھکر جی نہین چھوڑا اور اس عربی
مثل کے موافق کہ "مَالَایُدْرَکُ کُلُّهٗ لَایُتْرَکُ کُلُّهٗ"، سرسید
کی لائف پوری یا ادھوری جیسی کہ ہم سے بن آئی قوم کے سئے
مرتب کردی ہے اور اگر ہمارا قیاس غلط نہ ہو تو آیندہ مصنفون
کے لیے کم سے کم ایک داغ بیل ضرور ڈالدی ہے جسکے حدود
مین وہ ایک وسیع اور عالیشان عمارت آسانی سے تیار
کرسکتے ہین۔

اگرچہ ہندوستان مین جہان ہیرو کے ایک عیب یا خطا کا
معلوم ہونا اُسکی تمام خوبیون اور فضیلتون پر پانی پھیر دیتا ہے، ابھی
وہ وقت نہین آیا کہ کسی شخص کی بایوگرفی کرٹکل طریقہ سے لکھی
جاسے اُسکی خوبیون کے ساتھ اُسکی کمزوریان بھی دکھائی جائین
اور اُسکے عالی خیالات کے ساتھ اُسکی لغزشین بھی ظاہر کی جائین
چنانچہ اسی خیال سے ہم نے جو دو ایک مصنفون کا حال اب سے
پہلے لکھا ہے اُس مین جہان تک ہمکو معلوم ہوسکین اُنکی اور اُنکے
کلام کی خوبیان ظاہر کی ہین اور اُسکے پھوڑون کو کہین ٹھیس
نہین لگنے دی۔ لیکن اول تو ایسی بایوگرفی چاندی سونے کی
ملمع سے کچھ زیادہ وقعت نہین رکھتی اسکے سوا وہ انھین لوگونکی
حال سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے جنہون نے اس موج خیز
اور پر آشوب دریا کے منجدھار مین اپنی ناو نہین ڈالی اور کنارے
کنارے ایک گھاٹ سے دوسرے گھاٹ صحیح سلامت جا اُترے

اُنکو سب نے بھلا جانا کیونکہ اُنکو کسی کی بھلائی یا بُرائی سے کچھ سروکار نہ تھا۔ وہ کہین
رنہ نہین ہوئی کیونکہ اُنہون نے اُگلی پیٹری کی لیک سے کہین ادہر اُدہر قدم نہین رکھا۔
لیکن ہمکو اِس کتاب مین اُس شخص کا حال لکھنا ہی جس نے چالیس برس برابر تعصب
اور جہالت کا مقابلہ کیا ہے، تقلید کی جڑ کاٹی ہے، بڑے
بڑے علما و مفسرین کو نتاڑا ہے، اماموں اور مجتہدون
سے اختلاف کیا ہے، قوم کے پکے پھوڑون کو چھیڑا ہے
اور اُن کو کڑوی دوائین پلائی ہین، جس کو مذہب کے لحاظ
سے ایک گروہ نے صدیق کہا ہے تو دوسرے نے زندیق
خطاب دیا ہے، اور جسکو پالیٹکس کے لحاظ سے کسی نے
ٹائم سرور سمجھا ہے تو کسی نے نہایت راستباز لبرل جانا
ہے۔ ایسے شخص کی لائف چپ چاپ کیونکر لکھی جاسکتی
ہے۔ ضرور ہے کہ اُس کا سونا کسوٹی پر کسا جائے اور اُس کا
کھرا پن ٹھوک بجا کے دیکھا جائے۔ وہ ہم مین پہلا شخص ہے
جس نے مذہبی لٹریچر مین نکتہ چینی کی بنیاد ڈالی ہے اسلئے
مناسب ہے کہ سب سے پہلے اُسی کی لائف مین اُسکی
پیروی کی جائے اور نکتہ چینی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے
دیا جائے۔ اگرچہ سرسید کے معصوم ہونے کا نہ ہمکو
دعویٰ ہے اور نہ اُسکے ثابت کرنے کا ہم ارادہ رکھتے ہین لیکن
اس بات کا ہمکو خود بھی یقین ہے اور ہم چاہتے ہین کہ اور ونکو
بھی اس کا یقین دلائین کہ سرسید کا کوئی کام سچائی سے
خالی نہ تھا اور اسلیے ضرور ہے کہ اُنکے ہر ایک کام کو نکتہ چینی
کی نگاہ سے دیکھا جائے کیونکہ سچ مین اور صرف سچ ہی مین
یہ کرامت ہے کہ جس قدر اُس مین زیادہ کرید کی جاتی ہے
اُسی قدر اُسکے جوہر زیادہ آب و تاب کے ساتھ ظاہر ہوتے ہین
یہ کتاب بنظر سہولیت دو حصون پر تقسیم کی گئی ہے پہلے
حصہ مین سرسید کی زندگی کے تمام واقعات اور اون کے

کام ابتدا سے اخیر تک، ترتیب وار بقید تاریخ بیان کیے
گیے ہین اور دوسرے حصہ مین اُن کی تمام لائف اور اُن کے
ورکس پر ریویو کیا گیا ہے۔ سر سید کی زندگی کا زیادہ نمایان
حصہ جو غدر کے زمانہ سے شروع ہوتا ہے اُسکے متعلق زیادہ
تر حالات علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ، تہذیب الاخلاق، اور
تصانیف احمدیہ سے لیے گئے ہین اور بہت سی اطلاعین
سر سید کے دوستون کی زبانی یا خود سر سید کے خطوط
سے جو انھون نے اپنے دوستون کو وقتاً فوقتاً لکھے، یا سرکاری
رپورٹون یا انگریزی اخبارون اور بعض مدبران سلطنت کی تحریرون
سے۔ جن مین سر سید کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور بعض معتبر
ذریعون سے جنکی ہر ایک موقع پر تصریح کر دی گئی ہے
حاصل ہوئی ہین۔

غدر سے پہلے کے حالات کسی قدر اُنکی قدیم تصنیفات
سے جو غدر سے پہلے لکھی جا چکی تھین، یا سیرت فریدیہ
سے جو حال ہی مین اُنھون نے اپنے نانا کے حالات پر لکھی تھی
یا اُن کے بعض رشتہ دارون کی زبانی اور زیادہ تر ایک مختصر
تذکرہ سے جو مخدومی خان بہادر غلام نبی[1] خان مرحوم نے ۱۸۹۴ء
مین راقم کی درخواست پر میرٹھ سے ایک رسالہ کی صورت مین
خود لکھوا کر بھیجا تھا، اور خاصکر خاندان، بچپن اور تعلیم کے حالات
خود سر سید مرحوم کی زبانی لکھے گیے۔ اسکے سوا کرنل گریہم
کی کتاب اور منشی سراج الدین احمد کے مسودات سے بھی جا بجا
مدد لی گئی ہے اور اُن رسالون اور اخبارون پر بھی ایک سرسری
نظر ڈالی گئی ہے جو خاصکر سر سید کی مخالفت کی غرض
سے ہندوستان مین وقتاً فوقتاً جاری ہوئے اور سر سید کے
اخلاق و عادات وغیرہ کے متعلق کچھ اپنی خاص واقفیت
سے اور کچھ اُن کے قدیم دوستون کے بیانات سے
اخذ کر کے لکھا گیا ہے۔

اگرچہ اسمین شک نہین کہ سر سید کی لائف اگر
اُن کی زندگی مین شائع ہو جاتی تو وہ عظمت جسکے وہ مستحق تھے
اُسکو حاصل ہونی دشوار تھی مگر ایک خاص وجہ سے ہمکو اس بات
کا افسوس رہ گیا کہ وہ سر سید کی زندگی مین شائع نہ ہو سکی۔ اول
اول تو جب کبھی سر سید کے سامنے اُنکی لائف لکھنے کا ارادہ
ظاہر کیا جاتا تھا وہ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ میری لائف مین سوا
اسکے کہ لڑکپن مین خوب کبڈیان کھیلین، کنکوے اڑائے،
کبوتر پالے، ناچ مجرے دیکھے اور بڑے ہو کر نیچری، کافر اور
بے دین کہلائے، اور رکھا ہی کیا ہے۔ مگر آخر مین جیسا کہ عام
طبایع انسانی کا خاصہ ہے۔ اُنکو اس بات کے دریافت
کرنے کا زیادہ خیال معلوم ہوتا تھا کہ اُن کی اخیر بایوگرفی مین
کیا لکھا جا رہا ہے اور اسی سے وہ اپنے لائف کے جلد شایع
ہونے کے مشتاق معلوم ہوتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جس شخص
نے چالیس برس مذہب کی حمایت مین بسر کیے ہون اور سوائے
تکفیر و تضلیل کے قوم کی طرف سے کچھ انعام نہ پایا ہو اُس سے
زیادہ کون شخص اس بات کے دیکھنے کا خواہشمند ہو سکتا ہے
کہ کوئی مسلمان اُسکی مذہبی تصنیفات پر نظر انصاف سے بحث
کرے پس اگر ہم یہ جانتے کہ سر سید کا ناگزیر وقت
قریب آپہنچا ہے تو کم سے کم جو کچھ ہم نے اُن کی مذہبی خدمات
کی نسبت لکھا تھا وہ ضرور اُن کی نظر سے گذران دیتے مگر

[1] خان بہادر غلام نبی خان مرحوم رئیس میرٹھ غدر سے تین چار برس پہلے رہتک مین نائب سر رشتہ دار کلکٹری تھے اور سر سید وہان قائم مقام صدر امین ہو کر گیے تھے وہان دونون صاحبون مین بہت اتحاد ہو گیا تھا اور ایک مدت تک دونون ایک ہی مکان مین رہے تھے۔ اُس زمانہ کے حالات خان بہادر نے قلمبند کر کے راقم کے پاس بھیجے تھے۔ خان بہادر وہی بزرگ ہین جو غدر کے بعد ایک مدت دراز تک پنجاب مین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اور سب آرڈینیٹ جج اور بعد پنشن پانے کے بہاولپور مین مشیر مال رہے ۱۲

ہمکو امید ہے کہ جو دایمی سرور اور روحانی خوشی مرنے کے بعد اونکو اپنی خالص اور بیریا خدمات کے جلدوہین حاصل ہوئی ہوگی اُس نے دنیا کے ناچیز اور حقیر قدر دانیون سے اُن کو ابدالآباد تک مستغنی کردیا ہوگا۔

اب ہم دیباچہ کو ختم کرکے لائف لکھنی شروع کرتے ہین اور ناظرین کی خدمت مین التماس کرتے ہین کہ کتاب کے مطالعہ کے وقت اس بات کا خیال رکھین کہ دنیا مین بڑے سے بڑے آدمیون کی زندگی بظاہر اسی طرح شروع ہوتی ہے، جسطرح عام آدمیون کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ اُس مین کوئی کرشمہ ایسا صاف اور صریح نظر نہین آتا جس سے اُن کی آیندہ زندگی کی عظمت کا سراغ لگ سکے لیکن جب اُن کی اعلیٰ قابلیتون کے جوہر بتدریج اپنے اپنے موقع پر ظاہر ہوتے ہین اُس وقت معلوم ہوجاتا ہے کہ جو معمولی باتین اُنکی ابتدائی حالت مین ناچیز اور کم وزن نظر آتی تھین وہی اُن کی آیندہ ترقیات کی بنیاد تھین۔ پس اس معزز لائف کی وہ عظمت جسکی طرف دیباچہ مین اشارہ کیا گیا ہے آغاز کتاب مین ڈھونڈنی نہین چاہیے بلکہ اُس موقع کا منتظر رہنا چاہیئے جہان سرسید کی ترقی کے اسباب بیان کئے گئے ہین اور دکھایا گیا ہے کہ جو کچھ اُن سے چالیس برس بعد ظہور مین آیا وہ اُسکے لیے بچپن سے تیار ہو رہے تھے۔

(الطاف حسین حالی)

رسم ورواج

رسم ورواج اور اوسکی حکومت۔ رسم ورواج مذہب پر غالب ہے۔ رواجون کی بنیاد۔ رسم ورواج اندھا کردیتی ہین۔ رسمون کی تابعدار۔ تقلید۔ رسم ورواج سے بے پروائی۔ رسم ورواج سے آزادی کیونکر مفید ہوسکتی ہے۔ رسم ورواج کی مخالفت مین ایک غلطی بعض قومی اور ملکی رسمین۔

رسم ورواج اور اوسکی حکومت رسم کے معنی ہین نقشہ وتصویر، عادت، اصول، قانون، محاصل اور دیگر احکام جو کسی سلطنت کی طرف سے عاید و نافذ کئے جائین اور رواج (بفتح را) کہتے ہین سکے کو اور دوسری اشیا کو جو مثل سکے کے متداول ہون۔ عرف مین رسم ورواج عمومی طریقہ عمل کو کہتے ہین یعنی اوس عادت کو جو عام طور سے برتی جاتی ہو۔ اردو زبان مین (رواج) (بکسر را) یعنی (رِواج) مستعمل ہے۔

اگر رسم ورواج اور اوسکے اوس تسلط وحکومت کو بغور دیکھا جائے جو بنی آدم پر اوسکو حاصل ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ افعال وحرکات مین خوبی اور بُرائی فی نفسہ کوئی شے نہین ہے بلکہ جسکو رواج اچھا کہدے وہی اچھائی ہے۔ اور رواج جسکو بُرا کہدے وہی بُرائی۔ مختلف ملکون، مختلف زمانون اور مختلف قومون کی رسوم ورواجات نہ صرف آپسمین غیر متحد ملتے ہین بلکہ اونمین ایک دوسرے کی ضد اور تباین بھی پایا جاتا ہے۔ یوروپین قومون کے نزدیک مکان اور اہل مکان کی تعظیم یہ ہے کہ ٹوپی اوتار لیجائے اور مشرقی ملکونمین ایسے موقع پر جوتا اوتارنا چاہیئے ہندوستان کی بہت سی قومون مین ازدواج اور پیشہ کے واسطے خاندانون کا مخصوص ہونا لازم ہے۔ دوسرے ملکون مین اسکی اصلیت نہین ہے۔ دروپدی کا نکاح ایک وقت مین پانچ پانڈون سے ہوا (اوسی رسم ورواج کے مطابق جو اَب بھی بعض اقوام مین موجود ہے) اور اونکی اولاد نہ صرف اولاد مشروع بلکہ مقدس سمجھی گئی۔ مناکحت اور حرفت کے واسطے خاندانون کی تخصیص اور تحدید کا حکم مذہب اسلام مین نہین پایا جاتا۔ نہ ابتدا مین

زمانہ مین اسکا اثر تہا اور نہ دوسرے ملکون مین اینک اسکا رواج ہے مگر ہندوستان کے اندر سختی کے ساتھ اسکی پابندی مسلمانون مین بھی جاری ہے۔ اب سے کچھ دن اول بلکہ عام طور سے اینک ہی بوجہ عدم رایج ہونے کے غیر مذہب کا شخص ہندو نہین بن سکتا تھا مگر آریہ سماج کے معتقدون کے ہان ہر ایک شخص خواہ وہ کسی مذہب کا ہو ہندو بنالیا جاتا ہے۔ انگریزون کے ساتھ کہانا کہانا مسلمانون مین بدترین عیوب خیال کیا جاتا تھا مگر اب یہ ایک معمولی سی بات ہوگئی ہے۔ غرض یہ ہے کہ اسمین کوئی شبہ نہین ہے کہ جب کوئی عادت، رسم مین داخل ہوجاتی ہے تو اوسکی متابعت کا نام خوبی ہوجاتا ہے اور اوسکی مخالفت، برائی سمجھی جاتی ہے۔

رسم ورواج مذہب پر غالب ہین

اگرچہ بظاہر یہ سمجھا اور کہا جاتا ہے کہ انسان پر سب سے قوی حکومت مذہب کی ہوتی ہے لیکن حقیقت مین یہ صحیح نہین ہے بلکہ رسم ورواج مین مذہب سے زاید قوت ہے مثلاً چوری کرنا، جھوٹ بولنا، شراب پینا مذہباً سخت موجب عذاب ومواخذہ ہین۔ لیکن سور (خنزیر) کا گوشت کہانے والا جس قدر برا اور نامعقول سمجھا جاتا ہے اوس قدر شراب پینے والا نہین سمجھا جاتا اور شراب پینے والا جسقدر ملعون سمجھا جاتا ہے اوس قدر جھوٹ بولنے والا نہین سمجھا جاتا۔ غیبت کو مذہباً بدکاری سے زیادہ برا بتایا گیا ہے مگر سوسائٹی مین غیبت کرنے والے پر کچھ مواخذہ نہین ہوتا۔ سبب اسکا یہ ہے کہ جن خصایل کا رواج ہوگیا ہے وہ اس قدر بری نہین سمجھی جاتین جس قدر کہ وہ خصائل بری سمجھی جاتی ہین جنکا رواج کم ہے یا نہین ہے نماز کے پڑھنے کی جس قدر تاکید ہے وہ محتاج بیان نہین ہے مگر نہ صرف قضا کرنے والے بلکہ تارک الصلوۃ اشخاص پر بہی کبھی نظر اسواسطے نہین پڑتی کہ یہ بے نماز ہے۔ اسراف کی قطعی ممانعت ہے مگر فعل اسراف وبیجا خرچی نہ صرف مسامحت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے بلکہ بعض اوقات اوسکی مدح اور تعریف کیجاتی ہے۔ اودہ کے تعلقدارون کی وراثت ایک قانون مختص المقام کے تابع ہے جسکے ذریعہ سے اولاد کبار مالک جایداد ہوجاتی ہے اور مذہبی وراثت پوچھی نہین جاتی بمبئی اور دوسرے کنارہ بحر کے شہرون کے مسلمان بلا تکلف سود (ربا) لیتے ہین۔ یہ نہین ہے کہ اونہون نے اس فعل کے جواز کا کوئی حیلہ نکال لیا ہو بلکہ یہ تسلیم ہے کہ سود بلاشبہ اونکے نزدیک بھی حرام قطعی ہے۔ غرض یہ امر مسلم ہے کہ رسم ورواج کا مقابلہ مذہب کی قوت نہین کرسکتی۔

ہم نے ان مثالون مین مسلمانون کے متعلق حالات کو زیادہ اس وجہ سے جمع کردیا ہے کہ ہمارے مخاطب مسلمان ہین لیکن اسکے معنی یہ نہین ہین کہ اور مذہب والونکا حال یہ نہین ہے بلکہ سب مذہبون کا یہی حال ہے۔ جناب مسیح علیہ السلام کی اس نصیحت پر اب عمل نہین ہے کہ کل کے واسطے کچھ جمع نکرو۔ نہ وہ سب اولادین اب مشروع سمجھی جاتی ہین جنکا جایز ہونا شاستر نے قرار دیا تھا۔

رواجون کی بنیاد

رسوم ورواج کی بنیاد ہمیشہ ضرورتون سے شروع ہوئی ہے لیکن ضرورتین مختلف شکلون مین اپنا ظہور کرتی ہین یعنی کبھی ملکی حاجات اور آب وہوا کے اثرات کی صورت مین کبھی شاہی احکام کے لباس مین ہندوستان کے اندر گائے اور پانی کی تقدیس کے رواج کا سبب مضمر یہ ہے کہ یہ ملک زراعت کے واسطے موزون ہے۔ سر پر عمامہ رکہنے اور گردن پر شملہ چھوڑنے یا آنکہ سر پر چادر یا سادہ ڈال لینے مین ضرور یہ خوبی ہے کہ اسکے ذریعہ سے دماغ جو ایک قسم کے اعصاب کا مرکز ہے اور گردن کا پچھلا حصہ، جس تلے سے حصۂ جسم مین اجتماع

اعصاب بہت زیادہ ہے) تمازت آفتاب سے بچا رہے
عدن کے پولس کے دوختہ عماموں مین پیچھے کی طرف ایک
کپڑا اسی واسطے سیا گیا ہے تاکہ گردن کا پچھلا حصہ آفتاب کی
تیز کرنون کے نقصان سے بچا رہے۔ ذاتون اور اونکے
ساتھ اشتغال کی وابستہ ہونے کی بنیاد منو کی احکام سے
ہوئی ہے۔ علمائے مذہب کیواسطے متوکل ہونے کی صفت
کو لازمی سمجھے جانیکا رواج ضرور اسی وجہ سے پڑ گیا ہے
کہ اوس مذہب کے بادشاہ اور امرا اس غرض سے کہ ایک
گروہ کو علم یا زہد مین محنت اور توغل کرنیکا موقع حاصل رہے
پنشین یا جاگیرین عطا کرتے رہے ہین اور رفتہ رفتہ جمہور نے
بھی اونکی خدمت کرتے رہنے کو اپنے واسطے موجب فخر تصور
کیا۔ اور آخرکار اونکا کسی پیشہ مین مصروف ہونا داخل رواج
ہوگیا۔ پارسی قوم مین گامی کے گوشت کو نہ کھانیکا اور اوسکی
پرستش کا رواج اس وجہ سے پڑ گیا کہ جب اس قوم نے
ایران سے بھاگ کر ہندوستان مین پناہ گزین ہونا چاہا تو اونکو
اس معاہدہ پر آباد کیا گیا کہ وہ گامی کے گوشت کے کھانے سے
اجتناب کرین۔

رسم ورواج اندہا کردیتی ہین — اگرچہ رسم ورواج کی بنیاد کسی
مصلحت و ضرورت یا حکم سے پڑتی ہے لیکن بہت تھوڑے
دن کے بعد مصلحت اور ضرورت یا تعمیل حکم کا خیال تو جاتا
رہتا ہے اور اوسپر اندہادہند عمل شروع ہوجاتا ہے۔ اسی اوس
اس سے پہلی صدی مین غلامون کی آزادی پر بہت سی ایسی
لڑائیان ہوئین جنمین خود غلامون نے اپنی آزادی کے
خلاف اون لوگون سے جنگ کی ہے جو اونکو غلامی سے
نکال دینا چاہتے تھے اور یہ ایک عمدہ مثال رواج پر آنکھین
بند کرکے عمل کرنے کی ہے۔ عرب کے اندر زمانہ جاہلیت مین
اور بعض اقوام ہند مین اب بھی لڑکیون کے مار ڈالنے کا رواج
اور اسکو خوبی کا کام جاننا اسکو اچھی طرح ثابت کرتا ہے کہ رسم ورواج
انسان کو اندہا کر دیتے ہین۔ اگر متھولجی پر اچھی طرح غور کیا جائے
تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے دیوتا اور دیویان وہی
لوگ ہین جنہون نے اپنے اپنے عہد مین کوئی کارنمایان کیا
ہے۔ ابتداءً تو اونکی عظمت وشان تسلیم کی گئی اور اونکے ساتھ
محبت ظاہر کی گئی اور آخرکار اونکی پرستش ہونے لگی اور درجۂ
الوہیت اونکو دیا گیا۔ اگرچہ زمانہ حال اس قسم کی غلطیون
مین پڑجانے کا زمانہ نہین ہے الّا شادی بیاہون۔ موت
و ماتم پرسی۔ نشست و برخاست کی رسم ورواج نے اس طرح پر
سب کی آنکھون پر پٹی باندھ رکھی ہے کہ کبھی بھول کر بھی یہ خیال
نہین جاتا کہ ہماری رسم ورواج مین خوبیان یا برائیان کیا ہین
اور نہ اس طرف توجہ ہوتی ہے کہ جب کبھی اونکی بنیاد پڑی ہوگی
اوسوقت اور اس وقت کی حالات اور ضروریات مین کچھ فرق
ہوا ہے یا نہین۔ قطع نظر بہت سے مہمل باتون کے ابتک
عام طور سے خصوصاً مسلمانون مین یہ تو رواج ہے کہ بیاہون
مین خرچ کرنے کے واسطے روپیہ مہیا کیا جائے مگر بچون کی
تعلیم پر خرچ کرنے کی طرف سے قطعاً بے پروائی صرف اس وجہ
سے ہے کہ کوئی رواج اونکو اسپر مجبور نہین کر رہا ہے۔ بعض قومین
اپنی عورتون کو سخت پردہ مین رکھتی ہین۔ بعض قومین اونکو
نیم پردہ کی حالت مین رکھنا پسند کرتی ہین۔ اور بعض پردہ کو
حماقت اور وحشی پن بتاتے ہین۔ مگر غور کیا جائے تو یہ سب
رواجون کی پابندیان اور اندہادہند کارروائیان ہین۔ کیونکہ
کسی کے پاس دلایل قاطع موجود نہین ہین جنکے ذریعہ سے دوسرونکو
خاموش کرسکین۔

رسمون کے تابعدار — رسم ورواج کی اطاعت اگرچہ عام طور سے

پائی جاتی ہے مگر عورتین بہ نسبت مردون کے اور ناتعلیم یافتہ بہ نسبت تعلیم یافتون کے اور کمزور بہ نسبت طاقتورون کے رسمون کی پابندی زیادہ کرتے ہین۔ اسکا سبب صرف یہ ہے کہ رسم ورواج کی خوبی اور برائی کو جانچنے کے واسطے علم و دانائی کی اور رسم ورواج کے ترک کرنے کی بنا پر جمہور سے مخالفت کرنے کیواسطے، قوت وتدبیر کی ضرورت ہے اور نیز عادت پڑجانا بھی رسم کی تائید کرنے کی طرف انسان کو مائل کیا کرتا ہے۔ انسان جب بیمار ہوتا ہے تو اپنے اون افعال پر اکثر پشیمان ہوتا ہے جو سوسائٹی کے قواعد مسلمہ کے خلاف اوس نے کیے ہون اور یہی حال بڑھاپے کا ہے۔ اسکی بڑی مثال تاریخ مین سقراط کی وہ آرزو ہے جو اوس نے اپنے مرتے وقت ظاہر کی کہ اوسکو دیوتا پر مرغی کی قربانی کیجاے۔ حالانکہ سقراط مدت العمر عجائب پرستی اور بت پرستی کا مخالف رہا تھا اور دیوتاؤن کی عزت نہ کرتا تھا۔ سرسید مرحوم کی اون تصانیف مین جو اونہون نے اپنی درمیانی عمر مین کین اور اونکے آخری عمر کے زمانہ کی تصانیف مین زمین وآسمان کا فرق ہے۔ آخری زمانہ کی تصانیف مین پرانی تعلیم کے اثرات صاف صاف ملتے ہین اور نیز اونکی آخری عمر مین نشست وبرخاست اور بسر زندگی کے طریقون مین بہت سی وہ پرانی رسمین ملتی تھین جنپر تہذیب الاخلاق کے زمانہ مین خاک اوڑائے گئے تھے۔ وجہ اسکی صرف یہی ہے کہ کمزور ہوجانے کے بعد انسان اپنی سوسائٹی سے مقابلہ کرنے کی ہمت جب نہین پاتا ہے تو اونکو راضی کرنے کے واسطے انھین افعال کو کرنے لگتا ہے جسکا رواج ہوتا ہے۔

تقلید تقلید اور پابندی رواج مین اگرچہ تھوڑا سا فرق ہو لیکن بہت تھوڑی دور چلکر جدائی جاتی رہتی ہے اور دونون ایک نظر آنے لگتے ہین۔ فرق یہ ہے کہ تقلید مطلق نقل اوتارنیکو کہتے ہین۔ یعنی تقلید کے مفہوم مین یہ امر داخل نہین ہے کہ وہ نقل شخص واحد کے افعال واعمال کی ہے یا کسی قوم کی اور رسم ورواج کی پابندی صرف اوسی وقت کہی جائیگی، جبکہ کوئی گروہ وقوم یکسان عمل کرتی ہو۔ لیکن رسم ورواج کی پابندی کو بھی تقلید کہسکتے ہین غرض یہ ہے کہ تقلید مشترک ہے نقل اوتارنے مین خواہ تو وہ شخص واحد کی ہو اور خواہ قومی اور ملکی رواج کی ہو۔ اسکے سوا تقلید اور میلان تقلید مبدا ہے رسم ورواج کا یعنی نقل اوتارنے ہی کی خواہش کی وجہ سے کسی فعل یا ترک کا رواج اور رسم پڑجاتی ہے ایک خفیف سا فرق تقلید اور رسم ورواج کی پابندی مین اور یہی ہے کہ اکثر اون رسمون اور رواجون کی پابندی کو تقلید کہتے ہین جبکہ کوئی رواج مذہبی خیالات کی بنا پر قایم ہوا ہو۔ غرض ہماری اس قدر تشریح سے صرف یہ ہے کہ تقلید اور رسم ورواج کی پابندی حقیقت مین ایک ہین۔

رسم ورواج سے بے پروائی گوکہ رسم ورواج کیسا ہی انسانی خیالات پر محیط ہو مگر ایسے اشخاص ہر زمانہ مین ہوتے ہین جنہون نے رسم ورواج کی پروانہ کی ہو اور بے دھڑک اپنے خیالات کا اظہار کیا ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے قومی رسم ورواج سے صریح روگردانی کی، ستارون کو معبود تسلیم نہین کیا۔ حضرت موسی علیہ السلام نے فرعون کو خدا تسلیم نہین کیا جادوگری کو ہیچ بتایا۔ جناب خاتم الانبیا رسول کبریا صلی اللہ وسلم نے بت پرستی اور شرک کی قطعی حقارت کی اور عربون کی رسمون کو پسند نہین فرمایا۔ یہ تو انبیا تھے اونسے کم درجہ کے یعنی ریفارمرون کی بھی ایسی مثالین بہت ہین۔ بابو کیشب چندر سین۔ دیانند سرستی۔ مولوی اسمعیل شہید۔ سرسید احمد خان رحمہم اللہ تعالی نے اپنے وقت اور اپنی قومی رسم ورواج کا

بخوبی مقابلہ کیا۔ ڈارون، پارسٹیور، اڈیسن بھی اسی میدان کے مردون مین سے ہین گوکہ انہون نے قومی خیالات کی اصلاح مین کوئی رفارم نہین کیا مگر انکی ذوات بابرکات سے یہ ضرور ثابت ہوگیا ہے کہ خداے تعالی کی قدرت اور حکمت کا میدان ایسا وسیع ہے کہ اوسمین زید وعمر کی تحقیقاتون کی تقلید کا صرف معتقد رہنا حقیقت مین تنگ خیالی اور ایسی گمراہی ہے جو رہنمائی کی شکل وصورت مین نمودار ہوتی ہے۔ گوکہ مسلمانون کے واسطے یہ زمانہ قحط الرجال کا ہے مگر قدما مین سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ ایمہ اربعہ۔ بوعلی سینا۔ امام رازی وغیرہ رحمت اللہ علیہم اجمعین اونہین مویدین من اللہ مین سے تھے جنکے سامنے رسم ورواج کی متابعت کوئی چیز نہ تھی۔

رسم ورواج سے آزادی کیونکر مفید ہوسکتی ہے

اگرچہ اوپر کی مثالین ایسی ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ایک شخص نے کیسا کچھ انقلاب دنیا مین ڈال دیا ہے مگر عام طور سے اس مسئلہ کو دیکھا جاے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ رسم ورواج سے آزادی اوسوقت تک مفید نہین ہوسکتی جب تک کہ قوم کی قوم اپنے آپ کو اس پابندی سے جدا نکرے۔ حیدرآباد اور بمبئی مین ایسے مسلمان جنٹلمین موجود ہین جنہون نے پردہ نسوان کی مخالفت عملاً ثابت کردی ہے اور اونکے خاندان کی لیڈیان بے تکلف باہر نکلتی ہین مگر چونکہ اسوقت تک مسلمان لوگ اس رسم کے قبول کرنے پر آمادہ نہین ہوئے ہین اسلئے چند روشن ضمیرون کی اس عمل کا کچھ اثر نہین ہوا ہے۔ انگریزی تعلیم کی قدر وعزت بہت سے مسلمان جان چکے ہین مگر صرف اس وجہ سے کہ اب تک مسلمانون کی کل قوم نے اسکی ضرورت کو محسوس یا تسلیم نہین کیا ہے کوئی معتد بہ فائدہ ابتک مسلمانون کی قوم کو حاصل نہین ہوسکا ہے۔ مصلحون اور ریفارمرون حتی کہ انبیاؤن کو بھی کامیابی جب ہی ہوئی ہے جبکہ قوم کی قوم نئی باتون کے کرنے پر آمادہ ہوگئی ہے۔ اگر ایسا نہین ہوا ہے تو کامیابی بھی نہین ہوئی۔ حضرت عیسی علیہ السلام اپنی امت کو اپنی زندگی مین کچھ فائدہ نہین پہنچا سکے کیونکہ کسی نے اونکا کہنا نہین مانا تھا۔

رسم ورواج کی مخالفت مین ایک غلطی

یہ غلطی ہے کہ انسان رسم ورواج کا قاطبتاً دشمن ہوجائے اور اسپر آمادہ ہوجائے کہ وہ کسی رواج کو بھی نہین مانیگا کیونکہ بڑے بڑے مصلحان دنیا کے افعال سے اسکی مثالین ملتی ہین کہ انہون نے پرانی رسمون مین سے بہت سی باتون کو جائز رکھا ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام کے بعد دو انبیاء صاحب شریعت یعنی حضرت داودؑ اور حضرت عیسی علیہم السلام نے حقیقت مین دین موسوی کی اطاعت کی ہے اور دین مسیحی دراصل دین موسوی کا دوسرا نام ہے۔ جناب خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیون کی بہت سی رسمون کو پسند فرمایا۔ مسئلہ میراث جیسا کہ شریعت غرا مین ہے وہ بعینہ وہی ہے جو زمانہ جاہلیت مین تھا۔ ہمارے زمانہ مین جس قدر رسوم ورواجات ہین۔ اونمین گوکہ بہت سے لایق ترک واصلاح ہین لیکن ایسے رسم ورواج بھی ہین جنکی خوبی کو تسلیم نکرنا صرف ایک ضد ہے۔ اصل امر یہ ہے کہ رسم پرستی کے بہنور سے تو ضرور نجات پا جانا چاہیے لیکن اُسکی ساتھ دشمنی نہین کرنی چاہیے یعنی رسوم ورواجات مین اگر ایسے عادات شامل ہون جنپر عمل کرنا اب بھی ضرور ہے اور زمانہ روان کے حالات کے مناسب ہے تو اونکو جائز رکھنا چاہیے۔ لیکن ہان اگر خلاف مصلحت اور بے سود ہین تو فوراً اونکو ٹھوکر ماردینی چاہیے۔ ازدواج کے واسطے اس امر کی ابتک قطعی ضرورت ہے کہ اوسمین کچھ لوگ شریک کیے جائین اور جہانتک ممکن ہو عزیز وقریب یا جان

پہچان والے اشخاص شامل ہون کیونکہ اس عمل کے ترک
کرنے سے بڑے بڑے فسادون کے برپا ہونیکا خوف ہے
عقیقہ یا ختنہ وغیرہ کے موقعون پر بھی دوستون کے جمع کرنے
سے سرور اور انبساط ہوتا ہے لیکن جو طریقے ان رسمون کے
ساتھ برتے جاتے ہین وہ نہ صرف فضول بلکہ مہلک ہین -
سب سے اول جسکا لحاظ رکھنا قطعی لازم اور ضرور ہے وہ یہ ہو
کہ تمام تقریبون مین اوسی قدر خرچ ہو جسکے مہیا کرنے کے
اوپر کوئی شخص بآسانی اور بغیر دیگر مصارف ضروری ولابدی مین
تنگی اوٹھائی قادر ہوسکتا ہو - یہ خیالات کہ تقریبون مین اگر
بلایا جاے تو کل خاندان بلایا جاے یا اگر کوئی نہ بلایا جاے
تو وہ اور دوسرے اوسکے شاکی ہون یا آنکہ خود کوئی ان
باتون کی پروا کرے، اس بنا پر قابل حقارت ہین کہ اسکی
وجہ سے ہر ایک شخص زیادہ مصارف پر گویا کہ مجبور کیا جاتا ہے
حالانکہ عام حالت مسلمانون کی اسکی مقتضی نہین ہے - جو اہل
دولت مسلمان ہین اور جنکو اس قسم کے بارون کا اوٹھانا
بآسانی ممکن ہے اونکو بھی اپنی قوم کی بہتری کے واسطے
رسم ورواج کے طور پر خرچ کرنے مین بالکل کمی کرنی چاہیے
کیونکہ یہ امر انسانی خصایل مین سے ہے کہ ہر کوئی اپنی حقارت
کو ناپسند کرتا ہے پس اگر یہ رواج جاری رہے کہ تقریبون مین
مال دار لوگ خوب صرف کرین تو وہ لوگ بھی جنکے پاس دولت
کم ہے اس بات کے دکھانے کے واسطے کہ ہم مفلس
نہین ہین زائد خرچ کرنے پر آمادہ ہون گے اور اپنے آپ کو
تباہ کرینگے - اس مضمون مین ہم چونکہ رسم ورواج پر ایک اصولی
بحث کرنا چاہتے ہین اسواسطے مسلمانون کی قابل اصلاح
رسمون کو جدا جدا کرکے بوضاحت بیان نہین کرینگے اور مذکورہ
شادی بیاہ کے متعلق ایک مجمل بیان صرف مثال کے طور پر

کردیا گیا ہے مگر ہان یہ امر کہدینا ضرور ہے کہ مسلمان اپنے
رواجون کی پرستش کے سبب سے گویا کہ مرض دق مین
مبتلا ہو رہے ہین اور ایک عجیب آفت یہ ہے کہ جو لوگ
کہ پرانی رسمون کی قید سے بظاہر آزاد ہوتے ہوئے نظر
آتے ہین وہ بھی ایسی باتین نکالتے ہین جو نہ تو کسی طرح
پر قابل پسند ہین اور نہ اونمین سواے خرابی کے کوئی نفع
ہے اور زیادہ تر خرابی یہ ہے کہ ہر ایک جدید رسم
مین وہ پھر ایسے ہی پھنس جاتے ہین جسطرح کہ پرانی رسمونین
اندھے ہو رہے تھے - مسلمانون کے واسطے دور رہنما ایسے
موجود ہین کہ اونکو کسی لیڈر اور ریفارمر کی ضرورت نہین ہے
مذہبی ارشادات کے واسطے کتاب اللہ کافی ووافی اور دنیوی
معاشرت کے واسطے انگریزی سوسائٹی کا بہترین اور خوشترین
نمونہ موجود ہے، انگریزون کا چال چلن، انگریزون کا تمدن
انسان کو انسان بنا دینے کے واسطے مکمل اوستاد ہے
کوئی قوم دنیا مین انگریزون سے بہتر خوش گزران نہین ہے
یہ خیال کہ مذہب اسلام شایستگی کا سد راہ ہے
بالکل غلط ہے - ارشاد محمدی بہ نسبت اون نصایح کے جو
انجیل اور دیگر مذاہب کی مقدس کتابون مین پائے جاتے
ہین بہت سادہ اور سلیس ہے اور فطرت انسانی کے بالکل
موافق ہے اور جبکہ عرب کے جاہل اور خانہ بدوش قومون کی
سمجھ مین آسکا ہے تو اب بھی ہم اوسکو بخوبی سمجھ سکتے ہین اسکی
ضرورت نہین ہے کہ علم دین کو برہمنون اور پنڈتون کی مانند
صرف بڑے عمامہ والے مولویون کے اوپر منحصر کردین -
رہے انگریزی سوشیل رواجات اون کا فایدہ بھی اوسی وقت
ہوسکتا ہے جبکہ اونکی کامل تقلید کیجائے - ورنہ صرف
اون چند باتون کی تقلید کرلینے سے جنسے مصارف

توڑ ہ جاتے ہین اور آمدنی نہین بڑہتی کچھہ حاصل نہین ہے بلکہ اور بدبختی ہے۔ بلاشبہ انگریزی لباس خوشنما لباس ہے۔ انگریزی سوسائٹی مین زندگی کے بسر کرنے کا طریقہ خوشترین اور بہترین طریقون مین سے ہے میل جول اور خانہ داری و معاشرت مین عورتون اور مردون کا درجہ نہایت پاکیزگی اور دوراندیشی سے اوسمین قایم کیا گیا ہے لیکن اوسکے ساتھہ اونکی سی علم دوستی پیدا ہونی چاہیے اونکی سی کمائی کے ڈہنگ اختیار کرنے چاہئین اور اونکے سی بچی تلی اور آمدنی کے حسب حال خرچ کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے اور اونکی طرح اولاد کی تعلیم سب پر مقدم سمجھنی چاہیئے۔ مسلمانون مین قومی دولت بڑہنے کی سب سے اشد اور اول ضرورت ہے پس اس بارہ مین انگریزون کی تقلید کرنی لازم ہے۔ اولاد کے ساتھہ اس جہوٹی محبت کو نہین برتنا چاہیے کہ چاہے شہ پڑہین یا خراب ہون مگر آنکھ کے سامنے سے اوجہل نہ ہون اور چاہے چہپر پر پہوس نہ ہو مگر گہر سے باہر قدم نہ جاوے۔ خدا کی زمین وسیع ہے ریلون آگ بوٹون کے ذریعہ سے کل دنیا بمنزلہ ایک ملک کے ہوگئی ہے اور ایک ملک بمنزلہ ایک شہر کے چلو پہرو اور دیکھو کہ زمانہ مین کیا ہو رہا ہے۔ انگریزون کی تقلید جب قومی مین کرو ہزارون غریب مسلمانون کے بچے جو المااس کے مکڑے اور خاک مین آلودہ ہین اونکی تعلیم مین دہیان لگاؤ انگریزون کی سی صفائی اور راست بازی سیکھو سازشون اور جہوٹی فریب وہ حرکات کو ترک کرو۔ اب اگر تمہارے رواجون مین کچھہ خوشنما باتین شامل ہین تو بلاشبہ اونکو جاری رکھو یہ سب کچھہ کرو مگر کسی رسم پر یا کسی رواج پر صرف اس بنا پر عمل نکرو کہ ایسا رواج ہے بلکہ جب کبھی کسی رواج مین نقص پایا جاوے اوسکی اصلاح کر لو اور برا ثابت ہو تو ترک کر دو اور ایک مرتبہ تم غلطی کر جاؤ تو اس بات سے شرماؤ نہین کہ ہمنے اول تو یون کہا یا کیا تھا بلکہ اوسکے ثابت ہوجانے پر فوراً دوسرا وہ راستہ اختیار کرلو جو صحیح ثابت ہوجاوے۔

رسم ورواج کے پابندون اور اونکی تقلید نکرنے والون کی مثال سرو کے درخت کی سی ہے۔ اوسکی وہ شاخ جو برابر اونچی ہوتی چلی جاتی ہے وہ وہی شاخ ہے کہ جو رسم ورواج کی پابندی سے آزاد ہے۔ باقی اودہر اودہر کی شاخین جو ایک حد تک ترقی کرنے کے بعد ٹہس ہوکر رہ جاتی ہین، وہ رسم ورواج کی پابندی والے فرقون کی مثال ہین۔ دنیا کی تاریخ مین وہی قوم آگے بڑہ گئی ہے جس نے پرانی اور مضر رسمون کو خیرباد کہدیا ہے۔ خانہ بدوش اور صحرانورد قومین جس طرح سپیرے، کنجر، وغیرہ ہین اون اشخاص اور خاندانون کا بقیہ ہین جنہون نے پرانی رسمون کو نہین چہوڑا تھا۔ دنیا آگے کو نکل گئی ہے۔ سرو کی آزاد شاخ بہت اونچی ہوگئی ہے مگر جو قومین رواج کی پابند تہین وہ وہین کی وہین ہین جہان پر انکے اجداد کے اجداد تھے۔ دنیا کے اندر یوروپین اور غیر یوروپین قومین اور ہندوستان کے اندر ہندو اور مسلمان قومین ایک زندہ تاریخ موجود ہے۔ اہل یورپ پرانے رواجون کو توڑکر کیسے اونچے ہوگئے ہین اور اب ہونہار ہندو تجارت مین دولت مین کیسے آگے نکلے جا رہے ہین صرف اس وجہہ سے کہ اونمین پرانی رواجون کی عزت کم ہوتی جاتی ہے۔ ہان البتہ مسلمانونکا یہ فخر کہ ہم تو کوئی نئی بات نہین کرینگے اونکو قعر مذلت مین ڈالے ہوئے ہے۔

بعض قومی اور ملکی رسمین

جس طرح دنیا مین کوئی کلیہ ایسا نہین ہے جو استثنا سے خالی ہو اسیطرح رسم ورواج کا حال ہے

یعنی بعض بعض رواج ایسے ہوتے ہین جنکی لطافت اور خوبی
اوسی قدر نمایان ہوتی جاتی ہے جس قدر کہ وہ پرانے ہوتے
جائین اور اونکے برتے جانے سے قومی زندگی معلوم ہوتی
ہے اور قومی اتحاد و ارتباط مین ترقی ہوتی ہے اور سکون
و پژمردگی پیدا نہین ہونے پاتی یا آنکہ ملک کی آب و ہوا
اور موسم کی اقتضا کی بنا پر فرحت انگیز اور مسرت بخش
ہوتی ہین۔ مثلاً شب برات مین آتش بازی چھڑانا ہندوستان
کے اندر اہل اسلام کی ایک قومی رسم ہے۔ جو لوگ تعزیہ
داری کرتے ہین اونکے واسطے تعزیہ بنانا اور اوسکی رسوم
مین اہتمام و شرکت کرنا ضرور ایک ایسی عادت ہے جس سے
خیالات اور قواے باطنی کو حرکت ہوتی ہے اور سال بھر کی
کاہلی اور خاموشی رفع ہو جاتی ہے۔ مشاعرون کے جلسے
جو ہر روز مرتے جاتے ہین زندہ کیے جانے کے لایق ہین
عیدون مین نماز کے بعد گلے ملنا گو کہ ایک فضول سی
بات ہے مگر بطور ایک قومی رواج کے اچھا معلوم ہوتا ہے
میلاد شریف کے مجلسون کو زیب و زینت سے آراستہ کرنا
سرور کائنات کی پیدایش کے تذکرہ کے وقت دست بستہ
تعظیماً کھڑا ہو جانا۔ روزون کی افطاری کو اہتمام سے مہیا
کرنا۔ تراویحون کے واسطے خاص اہتمام کرنا اوسمین قرآن مجید
کا ختم کرانا یہ سب نہایت لطیف قومی رسمین ہین جنکو ضرور
زندہ رکھنا چاہیے۔ ہمارے حصہ ملک کی آب و ہوا کی بنا پر
برسات کا موسم ایک ایسا موسم ہے جسمین خاص خاص
دلفریب رسمین ہمیشہ سے چلی آتی ہین۔ اساڑہ کے مہینہ مین
جبکہ اچھی طرح چند مینہ برس جائین کوری کوری ناندون مین
مختلف جنس کے آمون کا بھیگا ہونا۔ اپنے احباب کا
اوسکے چارون طرف جمع ہونا اور اگر بھول مین کسی کے ہاتھ
سے گٹھلی دوسری پر جا پڑے تو اوسپر قہقہہ اوڑنا ضرور
روح کو تازگی دیتا ہے اور غم کو غلط کرتا ہے۔ ملکی رسمون کی سوا
قرابت صہریہ[۵۱] کے بعض رشتہ دارون مین باہم ہنسی و
دل لگی کی باتین اور مزاح اکثر خوشگوار معلوم ہوتا ہے لیکن
افسوس ہے کہ مسلمانون کی نالایقی اور بے حمیتی کے سبب سے
ان رسمون کے گرمجوشی کم ہو گئی ہے اور خوف زائد کم ہونیکا
ہے۔ کیا ہم اپنے نئی تعلیم یافتہ نوجوانون اور دیگر ملکی خیر خواہون
سے یہ امید نہین کرسکتے کہ وہ قوم مین زندہ دلی قایم رکھنے کے
واسطے ان رسمون کی تائید کرین؟

(اسمعیل)

ایک شریفانہ زندگی

ایک دوست نے ذیل کے حالات کا ہمسے تذکرہ کیا۔
چونکہ یہ ایک زندہ اور شریف اور نیز مدبرانہ زندگی کا نمونہ تھا
اسواسطے میری گزارش پر انہون نے اسکو قلم بند کر دیا ہے
یہ کوئی خیالی قصہ نہین ہے بلکہ ذمہ داری کیجاتی ہے کہ یہ کل
حالات واقعی ہین۔ ہان البتہ نام سب بدل دیے گیے ہین
امید ہے کہ یہ دلچسپی سے پڑھے جاینگے۔ (اسمعیل)

میرا نام ہادی ہے مین ۱۸۹۵ء بمقام گڑھوال ایک عدالت مین
بہ عہدہ کلرک متعین تھا۔ مین اوسی ضلع گڑھوال (متصل نینی تال)
مین میری ملاقات مسٹر اسٹریٹ اور اونکی بیوی سے ہوئی۔

[۵۱] قرابت صہریہ اون رشتہ دارون کو کہتے ہین جو ازدواج کے
ذریعہ سے پیدا ہو جاتی ہین۔ مثلاً سالے بہنوئے۔ ہم زلف سسر داماد
میان بیوی وغیرہ۔ چونکہ اردو مین کوئی خاص لفظ اس کے واسطے معین
نہین ہے اسواسطے ہمنے اصل عربی کا لفظ اختیار کیا ہے۔

مسٹر اسٹریٹ دراصل باشندہ ایک گانون واقعہ اسکاٹلینڈ کے تھے اور اونکی بیوی بھی غالباً اوسی گانون کی یا اوسکے متصل کسی دوسرے گانون کی رہنے والی تھین مسٹر اسٹریٹ فوج مین ادنی سپاہی مقرر ہوکر ہندوستان آئے اور اون کی بیوی بھی اونکے ساتھ ہندوستان آئین۔ ہندوستان مین پہونچکر بموجب قواعد فوج کے مسٹر اسٹریٹ کو اجازت مدرسہ جنگلات مین پڑہنے کی ملگئی اور بعد پاس ہونے کے اونکے خدمات سول ڈپارٹمنٹ کو منتقل ہوگئین اور اونکو رفتہ رفتہ وہ عہدہ ملا جبکہ وہ افسر ضلع یا افسر جنگلات گڑہوال مقرر ہوئے۔ مگر اونکو بعض بعض فوجی حقوق بھی حاصل تھے منجملہ اونکے ایک یہ تھا کہ جب کبھی مسٹر اسٹریٹ رخصت لیکر ولایت جانا چاہتے تو اونکے اور اونکی بیوی بچون کے واسطے انتظام سفر بلاخرچ گورنمنٹ کو کرنا پڑتا۔ میری شناسائی جو درجۂ اتحاد پر پہونچ گئی اوسکا سبب یہ ہے کہ میرے پاس ایک دوست (جو اوس محکمہ مین نوکر تھے اپنے دو گھوڑے بہ ایام رخصت چھوڑ گیے تھے۔ گھوڑے بیکار کھڑے رہتے تھے اور مینے یہ حال دیکھکر کہ مسٹر اسٹریٹ کے پاس صرف دو گھوڑے ہین اور اونکو جنگلات گڑہوال مین پھرنا پڑتا ہے اپنے دوست کو لکھا کہ اگر وہ اجازت دین تو گھوڑے جو میرے پاس بیکار کھڑے ہین کبھی کبھی مسٹر اسٹریٹ کو عاریتاً دیدیا کرون اون دوست نے بہ خوشی اجازت بھیجدی اور مینے یہ حال اجازت و گھوڑون کے استعمال کا مسٹر اسٹریٹ سے کہدیا۔ اور گو مسٹر اسٹریٹ کو گھوڑون کی ضرورت کبھی نہین پڑی مگر اوس روز سے اونکا برتاؤ میرے ساتھ اس قسم کا ہوگیا کہ وہ ہمیشہ شکرگزار معلوم ہوئے۔

افسوس ہے کہ میرا اونکا ساتھ گڑہوال کا دو ایک ماہ مین ختم ہوگیا۔ کیونکہ مسٹر اسٹریٹ نے چھہ ماہ کی رخصت فرلو ولایت جانے کی حاصل کی اور جب مینے بوجہ بے تکلفی دریافت کیا کہ ولایت کیون جاتے ہو اوسوقت اونکی بیوی (مسز اسٹریٹ) نے بیان کیا کہ ہمکو بچون کی تعلیم کی فکر ہے۔ مین گھبرایا اور اون سے کہا کہ آپکا بڑا بچہ پانچ برس کا اور دوسرا صرف تین برس کا ہے۔ ابھی سے اونکی تعلیم کا تردد کیا ہے مسز اسٹریٹ نے کہا کہ مجکو یہ بات پسند نہین کہ ہندوستانی دایہ یا خدمتگار کی صحبت مین بچے رہین۔ انکی صحبت مین یہ عیب ہے کہ بچے اپنی عمر سے زیادہ باتین سیکھ جاتے ہین مینے بیوقوفی سے کہا یہ تو اور اچھی بات ہے کہ بچے اپنی عمر سے زیادہ باتین سیکھ جائین اونہون نے کہا یہ بڑی خوفناک اور اخلاق کو خراب کرنے والی بات ہے کہ ہندوستانی بچے جن باتون کی اصلیت سے بوجہ کم عمری واقف نہین ہوتے اون باتون کو زبان سے حالت غصہ مین استعمال کرتے ہین اور بچے مجبور ہین وہ اون الفاظ کی نقل کرتے ہین جو ادنی ملازمون کی زبان سے سنتے ہین۔

اوسوقت مین سمجھا کہ مسز اسٹریٹ کا مطلب گالیون سے ہے جو ادنی درجہ کے ملازم استعمال کرتے ہین یا اون جھوٹے قصون سے ہے جو خوف یا خوشی بڑہانے کے واسطے خدمتگار وغیرہ بیان کیا کرتے ہین۔

اوسی زمانہ مین میرے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا اور اوسکی پیدایش کا حال مسز اسٹریٹ کو معلوم ہوا۔ بچون کی نگہداشت وغیرہ کی بابت جو کچھہ ہدایتین اونہون نے فرمائین وہ اونکی سچی دوستی کی دلیل ہین۔

یہ بات ظاہر کرنا ضرور ہے کہ جسوقت مسٹر اسٹریٹ نے اپنے بچون کو ولایت لیجانا چاہا اونکی تنخواہ ماہواری صرف ڈیڑہ سو روپیہ ماہوار تھی کیونکہ زمانۂ رخصت مین بہت اونکو کچھہ نہ ملتا تھا۔ اور حالت رخصت مین بڑا ایک خسارہ تھا مینے ازراہ بے تکلفی مسز اسٹریٹ سے پوچھا

مین "تو آپ صرف بچون کی تعلیم کی غرض سے یہ سفر اور یہ خسارہ (بہتہ) گوارا کرتی ہین"

مسز اسٹریٹ "کیا یہ کچھ کم معاوضہ ہے کہ بچون کی تعلیم کی بنیاد پڑ جائے اور پھر یہ بات ہے کہ مین بچونکی موجودگی مین اپنے خاوند کی خدمت پورے طور پر نہین کر سکتی۔ جب بچے نہ ہونگے تو مین سفر مین ساتھ رہا کرونگی اور صحت بخش غذا وقت مناسب پر حسب اطمینان خود تیار رکھا کرونگی"

غرضکہ دونون میان بیوی اور دونون بچے ولایت کو چلے گیے اور اوسکے بعد کبھی کبھی بذریعہ خط کتابت کے مجکو اون کے حالات معلوم ہوئے۔

دسمبر ۱۹۰۸ء کی تعطیل مین مجکو ڈیرہ دون جانا پڑا جہانکہ مسٹر اسٹریٹ بعد واپسی ولایت متعین ہوئے تہے۔ چنانچہ مکان تلاش کر کے قریب ۹ بجے صبح مین اونکے بنگلہ پر پہونچا۔ مسز اسٹریٹ موجود تھین۔ بعد معمول سلام شوق کے بچون کا ذکر آیا۔ مسز اسٹریٹ فوراً تصویر اوٹھا لائین اور کہا "یہچانتے ہو" "دیکھو ایکسے تندرست ہین۔ ہر ہفتہ خط مفصل آتا ہے یہ تصویر بھی ابھی آئی رہے"

مین - یہ بتایئے کہ ابتداً آپنے بچون کو کس طرح جدا کیا؟

مسز اسٹریٹ ہمنے بچونکو ایک رشتہ دار کے ہان رکہا ہے اوس رشتہ دار کے خود دو بچے ہم عمر ہمارے بچونکے ہین اولاً ہم اوس رشتہ دار کے گہر معہ بچون کے مقیم ہوئے اور قصداً ہم دن کے وقت بچون سے جدا رہتے تہے۔ پھر چوتھے پانچوین روز ہمنے بچونکو علیحدہ مکان مین سلایا مگر علی الصباح وہان خود پہونچ گیے ایک ہفتہ اس طرح گزرا تو ہم بچون کو چھوڑکر ایک قریب کے گانون مین جاکر مقیم ہوئے۔ دن کو ہم میان بی بی اپنے بچونکے گانون مین رہتے تھے اور شبکو اپنے گانون مین چلے آتے تہے مگر آتے وقت ہم بچون سے گڈبای (رخصتی سلام) نہین کہتے تہے کہ مبادا بچے سمجھ جائین کہ ہم جدا ہوتے ہین اگرچہ بچے بوجہ ناواقفیت اصلیت کے ہماری پروا نہین کرتے تھے اور دن مین بہت کم ہمارے پاس آتے تھے۔

مین "تو مسز اسٹریٹ! پھر آپ روز روز کیون جاتی تھین اور خواہ مخواہ بچونکو یاد اپنی دلاتی تہین"

مسز اسٹریٹ "اول تو خود ہمارا دل دکھتا تھا کہ بچون سے جدا ہونگے۔ دوسرے یہ بات بھی جانچنی تھی کہ جس خاندان مین بچونکو چھوڑا ہے اوسکی حالت واقعی ایسی عمدہ ہی جیسی کہ سنتی تہی"

مین "بالآخر آپ بچون سے کس طرح رخصت ہوئین"

مسز اسٹریٹ "یہ بیان ابھی دردناک معلوم ہوتا ہے ہمنے یہ طریقہ اختیار کیا کہ دو دو تین تین روز اور پھر ہفتہ بعد بچون کے پاس جانے لگے اور رفتہ رفتہ اونکو بھول جانے پر اور خود صبر کرنے پر آمادہ ہوئے۔ آخر روز جب ہم ہندوستان کو واپس ہوئے تو ۹ بجے شب کو ہم بچون کے کمرہ مین پہونچے وہ سوتے تھے اور حالت خواب مین ہمنے اونکے بوسے رخصتی لیے اور چلے آئے اونکو جگایا نہین۔ اور جب تک اونکی حالت کا پہلا خط ہمکو نہین ملا ہم میان بی بی اونکی جدائی سے بہت ملول رہے مگر کیا کرین بچونکا بھی توحق ہمارے اوپر ہے کہ ہم اونکی آیندہ زندگی کے درست کرنے کی فکر کرین"

مین "اوسکے واسطے وقت کافی تھا ابھی تو آپکے بچے گویا شیرخوار تھے"

مسز اسٹریٹ - نہین! بچپن مین بلکہ قبل اسکے کہ بچے بولنا اور چیزون کا پہچاننا شروع کرین اونکی تربیت ایسی کرنی چاہیئے کہ وہ صحیح خیال کرنے کے خوگر ہون اور اونکی تربیت زمانہ شیرخوارگی سے شروع کرنی چاہیئے جس قدر اول تربیت شروع ہوگی اوسی قدر آیندہ جاکر مان باپ کو کم فکر کرنی پڑیگی اور بچے خود اپنا راستہ

تلاش کرینگے ؟؟

مین ”افسوس ہے کہ میرا بچہ مرگیا اور بیوی بھی۔ ورنہ مین آپکی تقلید کرتا۔“

مسز اسٹریٹ ”اب تو از اندازاً دو سال تمہاری بیوی کو مرے ہوگئے دوسری شادی کیون نہین کرتے ؟ اگر دیر کروگی تو اولاد کی تعلیم وتربیت مین مشکل ہوگی ،،

مین ”میری پہلی بیوی اس قدر عمدہ تھی کہ مجکو اپنے قومی دستور کی وجہ سے خوف ہے کہ شاید اوس قدر عمدہ نہ ملی تو بڑا رنج ہوگا کیونکہ تم جانتی ہو ہماری قوم مین شادی بواسطہ دیگر اشخاص اور بسا اوقات ایسے اشخاص کی قرار پاتی ہے جو لڑکی (دولہن) کی حال سے بالکل ناواقف ہوتے ہین اور خاوند کو بلا ذاتی وتقفیت حالت وصورت اپنی بیوی کے شادی کرنی پڑتی ہے ۔“

مسز اسٹریٹ ”تمہارا مطلب اس سے رواج پردہ کی مشکلات کا ہے ؟“

مین ۔ جی ہان !

مسز اسٹریٹ ”حقیقتاً وہ لوگ بڑی ہمت کے ہین جو بلا جانچنے ایک دوسرے کے حالات کے صرف سماعی حالات پر شادی کرلیتے ہین ۔“

مین ”کیا کیا جاوے قومی رواج چھوٹ نہین سکتا مگر اس رواج مین اگر ایک برائی ہے تو فائدے متعدد ہین ۔ خاندان مین بدمزگی پیدا نہین ہوتی ۔

مسز اسٹریٹ ”مسلمان مرد کچھہ تعریف کے مستحق نہین اگر بدمزگی پیدا نہ ہو بلکہ جہانتک مینے مردونکو دیکھا ہے اور عورتون کے حال سنے ہین مسلمان عورتین قابل تعریف ہین جو انتہا درجہ کے حلم اور صبر کو انتہا درجہ کی فرمان برداری سے ملا کر اپنے شوہرون کے عیوب کا تذکرہ تک نہین کرتین ۔ اگر مابین شوہر اور زوجہ کے مصالحت قائم ہے تو مسلمان عورت کی فیاضی خیال کی وجہ سے نہ کہ شوہر کی پارسائی اور پاکبازی سے ۔“

مین ۔ غالباً آپ مجکو مستثنیٰ کرتی ہین ۔

مسز اسٹریٹ ۔ آپکے اول تو بی بی نہین پھر بی بی کے دل کا حال معلوم کرنا مشکل ۔

مین ۔ (اس مسئلہ سے اور اس بحث سے بچنے کی غرض سے) ۔ مسٹر اسٹریٹ کب واپس آئین گے ۔

مسز اسٹریٹ ۔ کیا پوچھتے ہو نو بجے حاضری کا وقت ہے اور کبھی ۱۱ بجے اور بعض دفعہ ۱۲ بجے واپس آتے ہین مجکو انتظار کرنا پڑتا ہے ۔ مجھسے یہ نہین ہوسکتا کہ بلا اونکے کھانے پر بیٹھ جاؤن ۔

مین ۔ مسٹر اسٹریٹ سے کب ملاقات ہوگی ؟

مسز اسٹریٹ ۔ آپ ۷ بجے شام کو آئین وہ اوسوقت ضرور ہونگے ۔

مین ۔ ۷ بجے تو مجکو دوسری جگھہ کھانا کھانا ہے ۔

مسز اسٹریٹ ۔ ہم ۷ بجے ۷۔۸ بجے ۸ بجے ۱۰ بجے تک آپکا انتظار کرینگے ضرور آنا میرا خاوند تمسے ملنے کا بہت مشتاق ہے ۔

غرضکہ ٹھیک آٹھ بجے رات کے مین مسٹر اسٹریٹ کے بنگلہ پر پہونچا تو میان بیوی منتظر تھے ۔ باہر برآمدہ مین اکھٹے ہوئے تھے

مسٹر اسٹریٹ (معمولی سلام کے بعد) ہادی تم بالکل بھول گئے کس قدر اشتیاق تمہارے ملنے کا تھا ۔

معمولی باتون کے بعد مسٹر اسٹریٹ نے گرد وحوال کے ذکر شروع کیے اور اوس اثنا مین مسز اسٹریٹ بعد استفسار کو کوا اپنا کرائین

مین ”مسز اسٹریٹ تم کیون تکلیف کرتی ہو مین مدد کو حاضر ہون ۔

مسز اسٹریٹ ۔ ہادی ! جب سے بچون کو ولایت چھوڑ آئی ہون کم وبیش تین سو روپیہ ماہوار ایکسچینج ملا کر بچونکو بابتہ اخراجات تعلیم وخوراک وپارچہ وتحفہ تحائف بھیجنا پڑتا ہے لہذا ہمکو بڑی کفایت شعاری سے بسر کرنی پڑتی ہے مثلاً مین صرف ایک ملازم رکھتی ہون باقی سب کام اپنے ہاتھ سے کرتی ہون مسٹر اسٹریٹ کے ساتھ سفر مین خود جاتی ہون نوکر کی بابت [illegible] اپنی مرضی کے

موافق اونکے کہانے اور کام کاج کی فکر کرتی ہون پہر انہین بچون کی اخراجات کی وجہ سے مین یہان کسی سے ملنے نہین گئی اس اسٹیشن مین ہمکو آئے ہوئے آٹھہ ماہ ہوئے مگر ہمنے ملاقاتی پیدا نہین کئے۔ اول تو سبب یہ ہے کہ سوسائٹی مین میل جول قائم رکہنے کی وسعت نہین کیونکہ بچون کو تین سو روپیہ بہیجنے کے بعد کرایہ بنگلہ للعہ اور دو گہوڑون کا خرچ ہمسائیر دینا پڑتا ہے اور ہم مشکل سے بقیہ تنخواہ وبہتہ مین گذر کر سکتے ہین۔ دوسرے مین چاہتی ہون کہ جو وقت سوسیٹی کے میل جول مین صرف ہو وہ مین اپنے خاوند کی خدمتگذاری مین بسر کرون کبہی کبہی خیال آتا ہے کہ سوسیٹی کو ترک نہ کرنا چاہیئے مگر بادی! ضرور ہوگا کہ مجکو دو ایک نوکر زیادہ کرنے پڑینگے اور پہر اونکا خرچ ایک طرف اور اونکی نگرانی کا درد سر دوسری طرف۔ زندگی دشوار ہوجائیگی۔

مین۔ تو آپ یہان کسی سے ملتی جلتی نہین ہین؟

مسز اسٹریٹ۔ کیتی تو ہون۔ اگر ملون تو خرچ کہان سے آوے اس عرصہ مین ہم اور مسٹر اسٹریٹ اور خود مسز اسٹریٹ کو کوا پیتے جاتے ہین اور ۹ بجتے ہین، مینے پیالی رکہدی۔

مین۔ تو مین رخصت ہوتا ہون خدا نے چاہا تو پرسون یکم جنوری کو نوروز کی مبارکباد دینے آؤنگا۔

مسز اسٹریٹ۔ ہان ضرور آئیے عرصہ سے کوئی دوست مبارکباد دینے نہین آیا۔ جب مین جوان تہی تو میرے چاہنے والے نوروز کی رات ۱۲ بجے میرے مکان پر آکر چلایا کرتے تہے اور کہا کرتے تہے کہ نارنگی اور روٹی اور نیم برشت مچھلی نئے سال کی غرض سے لائے ہین تم جانتے ہو ۳۱ دسمبر اور یکم جنوری کے مابین جو رات ہوتی ہے اوس رات کو ۱۲ بجے گرجاؤن کے گہنٹے بجنے شروع ہوجاتے ہین تاکہ عوام کو معلوم ہوجائے کہ ایک سال ختم ہوا اور دوسرا شروع ہوا اوسوقت ۱۲ بجے رات کو میرے چاہنے والے میرے مکان پر جمع ہوجاتے تہے۔

مین "مسز اسٹریٹ! مین اس خواہش کی تعمیل نہین کرسکتا۔ اگر مسٹر اسٹریٹ (جو برابر بیٹہے تہے) اجازت بہی دین تو بہی پہاڑی ملک مین ۱۲ بجے رات کو مین نکلنے کی جرأت نہ کرونگا۔ معاف کیجئے (مسٹر اسٹریٹ اور اونکی بیوی قہقہہ لگاتی ہین)

مسز اسٹریٹ (جلدی سے جاکر ایک تصویر اوٹھا لائین اور مجکو دکہا کر کہا) یہ انکی (مسٹر اسٹریٹ کے) بڑے بہائی کی تصویر ہے دیکہو ان سے زیادہ قدآور خوبصورت ہے اور گو بیس سال سے ملک جاوا مین ہے مگر چہرہ پر شکن نہین پڑی "

مین "مسز اسٹریٹ تصویر مین چہرہ کی شکن نہ ظاہر ہونا یہ اوستادی تصویر کہینچنے والے کی ہے "

مسز اسٹریٹ۔ اچہا یہ تو مانتے ہو کہ ان سے (مسٹر اسٹریٹ) توی ہیکل اور قدآور ہین۔ دیکہو یہی میرے عاشق تہے اور سب سے پہلے یہ نوروز کی رات کو میرے مکان پر جاکر چلایا کرتے تہے مگر دیکہو مین قد وقامت اور صورت پر فریفتہ نہین ہوئی ان کا دل (اپنے شوہر کی طرف اشارہ کرکے) دل بہت اچہا تہا لہذا سب چاہنے والون پر مینے انکو ترجیح دی اور اسکا مجکو فخر ہے کہ مینے بہت اچہا انتخاب کیا "

نوٹ ۔ اسکے بعد جو کچہہ باتین مسٹر اسٹریٹ یا اونکی بیوی نے کین مجکو یاد نہین کیونکہ میرا ذہن اسطرف منتقل ہوگیا کہ انگریزونکا زمانہ تجویز شادی (کورٹ شپ) اس قدر پاکبازی کے ساتہہ بسر ہوتا ہے۔ اوسکا ذکر غیر قوم کے آدمی سے اور بالمواجہ اپنے شوہر کے کرنا دلیل اوسکے بے عیب ہونے کی ہے۔ اور مین بالآخر وہان سے رخصت ہوا اور اب اپنے اہل قوم کی آگاہی کے واسطے یہ مکالمہ واقعی لکہتا ہون اس امید سے کہ بچون کی تعلیم وتربیت

کی اہمیت اور رسم ورواج شادی کی مضرت ومنفعت پر غور کرین۔

(ہادی)

تفاخر بیجا

مسلمانون کی تباہی کے اسباب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ سبب اونکی بربادی اور تباہی کا یہ ہے کہ بیجا فخر کرنے کی اونہین بہت زیادہ عادت پڑگئی ہے اور اسیوجہ اونہین طرح طرح کے عیوب پیدا ہوجاتے ہین اور اونکو نقصانات دنیوی اور دینی پہونچتے ہین۔

"آدمی را بچشم حال نگر" ایک پرانا مقولہ ہے جو آب زر سے لکھنے کے لایق ہے مگر ہمارے مسلمان بہائی سوا اسکے کہ "پدرم سلطان بود" کہا کرین اور پرانے افسانون کو یاد کرکے کبہی ترکون کی شجاعت، کبہی عربون کی فصاحت، کبہی یونانیونکی حکمت پر ناز کرین خود یہ کوشش کبہی نہین کرتے کہ اپنی اصلاح کرین اور اپنے کو اس قابل بنائین کہ اون نامور باپون کے اولاد کہنے مین غیر قومون کو ہنسنے کا موقع نہ ملے "ذکر تونگری در مفلسی و ذکر جوانی در پیری" ہمیشہ معیوب معلوم ہوتا ہے لیکن ہماری قوم نے اس عیب کو ہنر سمجہ لیا ہے۔ اس سے جو نقصانات قوم کو پہونچ رہے ہین وہ نہایت غور کے قابل ہین اول یہ کہ ہماری قوم مین صرف اس خیال خام سے کہ ہم بڑے باپ کے بیٹے ہین محنت کی عادت لڑکون سے جاتی رہتی ہے اور وہ پڑہنے لکھنے مین دوسری قومون کے بچون سے پیچہے رہتے ہین اور جس کامیابی سے امتحانات پاس کرنا چاہیئے، وہ نہین کرسکتے۔ بحالت ناکامیابی ہزارون حیلے پیدا کرلئے جاتے ہین۔ کوئی کہتا ہے "ریاضی سے طبیعت مناسب نہین"، کوئی کہتا ہے "انگریزی کے پرچے سخت تہے"، وغیرہ وغیرہا مگر اصل سبب ناکامیابی کا یہی ہوتا ہے کہ وہ شروع سے محنت نہین کرتے۔

دوسرے جب بچپن کا زمانہ ختم ہوا اور زندگی کا ذمہ دار وقت آیا اوسوقت بھی تفاخر بیجا سے ہماری قوم کے لوگون کو نقصان پہونچتا ہے لیاقت اور قابلیت مین تو وہ دوسری قومون کے برابر نہین ہوتے مگر نوکری اون سے بہتر چاہتے ہین ہر لڑکے کا ابتدائی شوق یہی ہوتا ہے کہ اکبارگی فلک الافلاک پر پہونچ جائے اور اگر اتفاق سے چہوٹی نوکری قبول کرلی تو اپنے افسر کو ترقی کے لیے اس قدر تنگ کرتا ہے کہ وہ عاجز ہوجاتا ہے اور پہر مسلمانون کو اپنی ماتحتی مین مشکل سے لینا پسند کرتا ہے۔

تیسرے اسی تفاخر بیجا کی بدولت مسلمانون کو خوش پوشاکی کا اس قدر شوق ہوگیا ہے کہ اونکی آمدنی کا بڑا حصہ منچسٹر کی نذر ہورہا ہے۔ غریب سے غریب آدمی کو بھی ہماری قوم مین یہ خبط ہے کہ پوشاک مین وہ کسی طرح امراسے کم نہ رہین۔ پانچروپیہ ماہوار کے آدمی کو بہی مینے دو روپیہ گز کی بانات اور ایک ایک روپیہ کی ٹوپی پہنے ہوئے دیکہا ہے حالانکہ وہی روپیہ جو اسطرح بیجا صرف ہوا اور بہت سے ضروری کامون مین صرف ہوسکتا تہا۔ میرا منشا یہ نہین کہ مسلمان بہائی کثیف اور ذلیل کپڑے پہنین۔ ہر شخص کو صاف اور خوشنما لباس پہننا ضروری ہے مگر قیمتی لباس پہننا ضروری نہین ہے جب کافی روپیہ موجود نہو تو موٹا اور کم قیمت کپڑا بہی صفائی سے پہنا جاسکتا ہے۔

چوتہے۔ مسلمانون مین علاوہ خوش پوشاکی کے تفاخر بیجا کی بدولت ہزارون فضول خرچیان آگئین۔ وہ ہمیشہ یہی کوشش

کرتے ہین کہ کسیکو یہ ظاہر نہو کہ وہ خوشحال اور متمول نہین ہین۔ شادی بیاہ مین فضول خرچی کا اصلی سبب یہی ہے۔ جس دہوم دہام سے اوس حالت مین مراسم ادا ہوتے آئے ہین جبکہ دولت موجود تھی، اوسی حالت اور اوسی دہوم دہام سے اب بھی کرنا چاہتے ہین جبکہ افلاس کی بدولت نان جوین بھی میسر نہین ہوتی اسیطرح سلمان ریل مین عموماً اپنی حیثیت سے زیادہ درجہ مین سفر کرتے ہین سرکاری چندون مین اپنی حالت سے زیادہ چندہ لکھتے ہین۔ مکانات اپنی مقدرت سے اچھے بناتے ہین۔ اور ضرورت سے زیادہ آراستہ رکھتے ہین۔ یہ نہین سمجھتے کہ ظاہری نشو ونما بہت دن نہین رہتی اور اصلی حالت جب کھلتی ہے تو اوس سے زیادہ شرمندہ کرتی ہے، اگر آدمی پہلے ہی اپنے کو متوسط حالت مین رکھتا۔

بے زری کوئی جرم نہین ہے پس کوئی وجہ نہین کہ آدمی محض دوسرون پر اظہار تمول کے لئے اپنی چادر سے زیادہ پیر پھیلاوے اور وہ دولت جو احتیاط اور کفایت شعاری کی حالت مین عمر بہر روٹی دال کے لیے کافی ہوتی، فضول خرچی سے جلد صرف کرڈالے اور خود اور اپنے بال بچونکو بربادی اور تباہی کے ایام بد دکھلاوے۔ یہ سچ ہے کہ دنیا ظاہر پرست ہے اور عوام الناس کی نگاہ مین اوس آدمی کی وقعت نہین ہوتی جو اپنے لباس سے اپنے تمول کا اظہار نکرتا ہو۔ لیکن یہ بھی مسئلہ ہے کہ سوا اپنی دولت کے دوسرے کا تمول کسی کے کام نہین آتا۔ اگر ظاہر پرست لوگ چار سے موٹے کپڑون کو بہ نگاہ حقارت دیکھین تو دیکھنے دو مگر وہ ذلت اور تباہی جو فضول خرچی اور تفاخر بیجا کی بدولت پہونچتی ہے، اوس سے تو بچے رہوگے۔

میرے خیال مین یہ ایک قسم کی بزدلی ہے کہ انسان اپنی حالت موجودہ کو شکر و صبر کے ساتھ برداشت نکرے اور اصلی حالت سے زیادہ لوگون پر جھوٹا اثر اپنی دولت کا ڈالی بزدلی نہین بلکہ یہ ایک قسم کی دغا ہے۔ اور ہر شخص کو محض ظاہری نمایش کے لئے ایسے افعال سے پرہیز کرنا چاہیئے جو اخلاق اور مذہب دونون کی رو سے معیوب اور دنیوی اعتبار سے نقصان رسان ہون۔

(عزیز الدین احمد)

اسراف

(فخری)[۱] کی لڑکی (حلمی) کے ہاتھ سے مکان کی کھڑکی کا ایک آئینہ کیا ٹوٹا گھر بھر سر پر اوٹھا لیا ایک طرف تو بچہ سہم گیا دوسری طرف گھر کی عورتین اور پیرڑوس کے آدمی آکر جمع ہوگئے۔ سب زن و مرد (فخری) کے غیظ و غضب کی تسکین دینے کے واسطے طرح طرح کی باتین کرتے تھے۔ کوئی کہتا تھا اس قسم کے واقعات کبھی کبھی بہتری کے واسطے بشارت ہوتے ہین کوئی کہتا تھا کہ ایسی شکست ریختون سے نقدی کا سرکیولیشن ہوتا ہے ملک کو فایدہ ہوتا ہے تجارت کی ترقی ہوتی ہے اگر آئینے نہ ٹوٹا کرین تو آئینہ کے کارخانے والون کا دوالہ نکل جائے۔ ایک بولا کہ شیشہ لگانے والے کو بلاؤ ٹوٹا آئینہ نکال لے اور نیا لگادے۔ کھڑکی مین پرانے کی جگہ نیا شیشہ لگ جائیگا اور آئینہ ساز دس آنہ کے پیسے لیکر بچے اور گھر کی مالک کو دعا بھی دیگا۔ غرض جسکی سمجھ مین جو آتا وہ کہتا تھا لیکن (فخری) کے چہرے اور آنکھون سے غصہ کی سرخی کم نہ ہوتی تھی

[۱] یہ مضمون دیفنزینہ نثون لگسے لیا گیا ہے جو ایک لڑکی بسگرین ہے

وہ سب کو ڈانٹتا تھا کہ تم سب لوگ تو باتین بناتے ہو ایک پیسہ بھی بیجا خرچ ہونے سے دل دکھنا چاہیئے بچے اسی طرح تو خراب ہوتے ہین اور بڑے ہو کر مسرف ہو جاتے ہین اور مال کے بیجا خرچ ہونے پر اونکا دل نہین دکھتا - یہ دس آنہ کے پیسے آئینہ کی درستی مین بالکل اکارت جائینگے اگر یہ پیسے (جلمی) کی پوٹ کی درستی مین خرچ ہوتے تو ٹھکانے سے لگتے، اوسکا پوٹ بھی نیا ہو جاتا اور تجارت مین ترقی بھی ہوتی اور روپیہ کا سرکیولیشن بھی موقع پر ہوتا اگر اس دس آنہ کی کتاب خریدی جاتی تو بھی ایک دوسری ضرورت رفع ہو جاتی، شیشہ بھی کھڑکی مین لگا ہوتا اور دوسرا کام بھی نکل گیا ہوتا - اب جو دس آنے اس ٹوٹے آئینہ کی جگہ دوسرے آئینے کے لگانے مین خرچ ہونگے وہ صرف میری ہی تحصیل مین سے کم نہ ہونگے بلکہ قومی سرمایہ مین اسی قدر کمی ہو جائیگی !! اسراف ایسی خراب عادت ہے جس سے نہ صرف مسرف کم بختی مین آجاتا ہے بلکہ خاندان اور ملک بھی تباہ ہو جاتا ہے۔

(اسمعیل)

کیا کنعان حضرت نوح کا سگا بیٹا تھا؟

ظاہر ہے کہ ہمارے علماء نے قرآن کی تفسیر و نمین ایسے ایسے بے سروپا افسانے درج کیے ہین جنکو دیکھکر مخالفین اسلام مذہب اسلام پر (جس سے زیادہ صاف اور پاکیزہ تو کوئی دوسرا مذہب ہے، نہ اوسکے اصول سے زیادہ کسی اور مذہب کے اصول قرین عقل ہین) قہقہے مارتے ہین ان افسانو نمین سے ایک طوفان نوح کا قصہ بھی ہے - اگر صرف اسی قصہ کے ہر پہلو کو عقل و تحقیق کی عینک لگا کر دیکھا جاوے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مبالغہ آمیز اور خلاف عقل باتین اسمین کس قدر شامل کر کے تنکے کو پہاڑ بنایا گیا ہے - چونکہ مینے مصمم ارادہ کر لیا ہو کہ صرف اس ایک قصہ مین جس قدر خلاف عقل باتین ہین پہلے اونکی قلعی کھولون بعدہ ہر قصہ پر کچھ لکھون - اسلیے اس وقت مین صرف اس امر کی تحقیقات کرتا ہون کہ یہ جو ہماری بڑی بڑی ضخیم تفاسیر مین لکھا ہے کہ حضرت نوح کا ایک چوتھا سگا بیٹا بھی کنعان نام تھا جو طوفان مین غرق ہو گیا - یہ کہانتک صحیح ہے

اللہ تعالی سورہ ہود مین فرماتا ہے ونادی نوح ابنہ و کان فی معزل یبنی ارکب معنا و لا تکن مع الکافرین قال ساوی الی جبل یعصمنی من الماء قال لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم وحال بینہما الموج فکان من المغرقین ترجمہ - اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ کنارے ہو رہا تھا کہ اے بیٹے میرے ساتھ سوار ہو اور کافرونکے ساتھ مت ہو (اس نے) کہا مین پہاڑ پر چڑھ جاونگا جو مجھکو پانی سے بچالیگا (نوح) نے کہا کہ خدا کے حکم سے کوئی آجکے دن بچانیوالا نہین ہے مگر جسپر وہ رحم کرے اور آگئی دونون کے بیچ مین موج پس رہ گیا (وہ) ڈوبنے والونمین - پھر اوسی سورۃ مین فرماتا ہے ونادی نوح ربہ فقال رب ان ابنی من اھلی و ان وعدک الحق و انت احکم الحاکمین قال یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم انی اعظک ان تکون من الجاھلین ترجمہ اور پکارا نوح نے اپنے رب کو پھر کہا اے رب میرا بیٹا میرے گھر والونمین سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو حاکمون کا حاکم ہے (خدا نے) فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والونمین سے نہین ہے اوسکے کام ناکارہ ہین تو مجھسے مت پوچھ جو تجھے معلوم نہین ہین تجھکو نصیحت کرتا ہون جاہلونمین (داخل) ہو کے

(اگرچہ قرآن مین کوئی ایسی آیت نہین ہے جس سے صاف صاف

کیا کنعان حضرت نوح کا سگا بیٹا تھا؟

معلوم ہوسکے کہ حضرت نوح کے کتنے سگے بیٹے تھے اور اون مین
سے کتنے غرق ہونے سے بچے گر سورۂ عنکبوت کی آیت
فانجیناہ واصحاب السفینۃ اور سورۂ صافات کی
آیت۔ ونجیناہ واھلہ من الکرب العظیم اور سورۂ ہود
کی آیت حتی اذا جاء امرنا و فار التنور قلنا احمل
فیھا من کل زوجین اثنین واھلک اور ایسی ہی دیگر آیات کی
تفاسیر مین یہ بات بلا اختلاف مان لیگئی ہے اور توریت سے
بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نوح کے کل تین بیٹے تھے
یعنی حام۔سام۔یافث۔جو کشتی مین موجود تھے اور صدمۂ طوفان
سے محفوظ رہے۔ مگر بعض لوگ (سورۂ ہود کے) دونون آیات
منقولہ بالا سے خیال کرتے ہین کہ سوائے اُن تین بیٹونکے
جنکا ذکر توریت مین ہے حضرت نوح کا ایک چوتھا بیٹا بھی تھا
جسکا نام کنعان تھا اور جو کافرون کے ساتھ طوفان مین غرق
ہوگیا لیکن یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ سوائے سام حام اور
یافث کے چوتھا کوئی سگا بیٹا حضرت نوح کا نہ تھا اور کنعان
اونکا ربیب تھا یعنی اونکی ایک بیوی کا بیٹا پہلے شوہر سے
قائن کی نسل سے تھا اور غالباً اسی بیوی کا نام نعمہ تھا جیسا کہ
توریت کی کتاب پیدایش باب ۴ ورس ۲۲ سے ظاہر ہے
اور چونکہ ربیب بھی بیٹا کہا جاتا ہے اسلیے اگر اوسکو حضرت نوح
نے اپنا بیٹا کہا تو اس سے وہ اونکا سگا بیٹا کیونکر ثابت ہو جاویگا
غالباً وہ لوگ جو کنعان کو حضرت نوح کا سگا بیٹا سمجھے ہوئے ہین
اونکے دماغ مین سعدی کا شعر ؎

پسر نوح با بدان بنشست + خاندان نبوتش گم شد

گونج رہا ہے میرے اس لکھنے پر سخت متعجب ہونگے لیکن جب وہ
میرے دلائل کو (جو حضرت امیر المومنین علی اور جناب امام محمد
بن باقر اور حضرت حسن بصری وغیرہ جیسے جلیل القدر بزرگان دین کا
مذہب ہے) نظر انصاف اور غور سے دیکھینگے تو مجھے یقین
ہے کہ اونکو کنعان کے ربیب حضرت نوح یا یون کہو کہ حضرت
نوح کی بیوی کا بیٹا ہونے مین کوئی شبہ باقی نہ رہے گا۔

قاضی ناصر الدین بیضاوی اپنی تفسیر بیضاوی کی جلد اول
صفحہ (۳۱۶) مین فرماتے ہین ونادی نوح ابنہ کنعان
وقرء علی ابنھا وکان ربیبہ اور تفسیر مدارک صفحہ (۲۰۵)
مین ہے وقیل کان ابن امراءتہ پھر صفحہ (۲۱۳) مین
ان ابنی من اھلی کی تفسیر مین ہے۔ وکان ربیبا لہ
فھو بعض اھلہ۔ اور امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر
جلد سوم صفحہ (۶۶۰) مین لکھا ہے انہ کان ابن امرأتہ وھو قول
محمد بن علی الباقر وقول الحسن البصری ویروی ان
علیا رضی اللہ عنہ قرأ ونادی نوح ابنھا والضمیر
لامراتہ وقرأ محمد بن علی الباقر وعروۃ بن الزبیر ابنہ بفتح الھاء یرید ان
ابنھا الا انھما اکتفیا بالفتحۃ عن الالف وقال قتادۃ سالت الحسن
عنہ فقال واللہ ما کان ابنہ فقلت ان اللہ حکی عنہ انہ قال ان ابنی من اھلی
انت تقول ما کان ابنہ فقال لم یقل انہ منی ولکنہ قال من اھلی وھذا یدل علی قولی
یعنی وہ (کنعان) نوح کی بیوی کا بیٹا تھا اور یہ قول محمد بن علی الباقر
اور حسن بصری کا ہے اور روایت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ و
محمد بن علی الباقر اور عروہ بن زبیر اس آیت مین جو ضمیر مذکر کی
ہے اور وہ نوح کی طرف راجع ہے اوسکو مونث کی ضمیر پڑھتے
تھے تا کہ حضرت نوح کی بیوی کی طرف راجع ہو اور قتادہ نے
کہا کہ خدا نے تو نوح کا قول یون بیان فرمایا ہے کہ نوح نے کہا
کہ میرا بیٹا میرے خاندان مین سے ہے اور تم کہتے ہو کہ وہ
نوح کا بیٹا ہی نہ تھا۔ حسن بصری نے کہا کہ حضرت نوح نے یہ نہین
کہا کہ وہ میرا سگا بیٹا ہے بلکہ کہا میرے خاندان کا بیٹا ہے
اور یہ کہنا اونکا اس امر کی دلیل ہے جو مین کہتا ہون۔

پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ کنعان ہرگز ہرگز حضرت نوح کا بیٹا نہ تھا بلکہ اونکا ربیب یعنی اونکی بیوی کا بیٹا تھا۔ علاوہ برین اگر وہ فی الواقع حضرت نوح کا سگا بیٹا ہوتا تو توریت مین جہان حضرت نوح کے اور بیٹون کا ذکر ہے بالضرور اوسکا بھی ذکر ہوتا۔ فاعلموا ایہا الاخوان ولا تکونوا من الغافلین

(محمد عبد الحق)

کیا زوجۂ نوح طوفان مین غرق ہوئی تھی؟

خدا اون کہانیونکو کسی مسلمانون کو نہ دکہائے نہ سنائے جو تفسیرونمین بہری ہوئی ہین کیونکہ اکثر اونمین سے محض بے بنیاد اور خلاف عقل ہین۔ احادیث صحیحہ سے بہت ہی کم قصص و اخبار کا ہونا پایا جاتا ہے اور جو شخص علم و عقل دونون رکہتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اکثر قصے اور کہانیان جو تفسیرونمین درج ہین بوجہ بے سر و پا ہونے کے امیر حمزہ کی داستان یا بوستان خیال کے قصون سے زیادہ وقعت نہین رکہتے منجملہ اون نامعتبر کہانیون کے جنکے ہماری تفسیرونمین انبار لگے پڑے ہین حضرت نوح کی بیوی کے طوفان مین غرق ہو جانیکا بھی ایک قصہ ہے اور جس آیت سے لوگون کو یہ خیال پیدا ہوا ہے وہ یہ ہے۔

اللہ تعالی سورۂ تحریم مین فرماتا ہے ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امرأت نوح و امرأت لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتہما فلم یغنیا عنہما من اللہ شیئا وقیل ادخلا النار مع الداخلین یعنی اللہ نے بتائی ایک کہاوت منکرونکے واسطے عورت نوح اور عورت لوط کے گہر مین تہین دونون ایک دو نیک بندون کے ہمارے بندون مین سے پہر اون سے چوری کی پہر وہ کام نہ آئے اونکو اللہ کے ہاتہ سے کچھ بھی اور حکم ہوا کہ جاؤ دوزخ مین ساتہ جانیوالونکے۔ پس یہی ایک آیت ہے جس سے لوگون نے خیال کیا کہ حضرت نوح کی بیوی بھی صدمۂ طوفان سے محفوظ نہ رہی لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے بچند وجوہ۔ اول یہ کہ آیت ہذا کے الفاظ بہت صاف ہین اور کوئی لفظ ایسا نہین ہے جس سے حضرت نوح کی بیوی کا غرق ہونا ظاہر ہوتا ہو یون تو بوجہ شدت وہم خلاف واقع مطلب لگا لینے کا ہر شخص کو اختیار ہے۔ دوم یہ کہ اس آیت مین دو عورتونکا ذکر ہے اور ہر جگہ اللہ تعالی نے تثنیہ کا صیغہ استعمال فرمایا ہے اور دونونکے حق مین بصیغۂ تثنیہ ایک ہی حکم دیا ہے۔ یعنی ادخلا النار مع الداخلین۔ پس اگر اس سے زوجۂ نوح کا غرق ہونا ثابت ہوگا تو ضرور زوجۂ لوط کا بھی ڈوبنا ظاہر ہوگا۔ و لم یقل بہ احد۔ کیونکہ کوئی وجہ نہین ہے کہ دو آدمیون کے حق مین بصیغۂ تثنیہ ایک ہی لفظ کہا جائے مگر دونون کے متعلق دو متفرق حکم مانے جاوین۔ سوم یہ کہ آیات قرآنی سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نوح کی بیوی کشتی مین سوار تہی اور وہ ہر طرح صدمۂ طوفان سے محفوظ رہی چنانچہ اللہ تعالی سورۂ ہود مین فرماتا ہے۔ حتی اذا جاء امرنا و فار التنور قلنا احمل فیہا من کل زوجین اثنین و اہلک یعنی یہانتک کہ جب میرا حکم پہونچا اور طلوع ہوئی فجر دیا یہ کہ اہلی زین کہا مینے لادلے اسمین ہر قسم سے جوڑا دو ہرا اور اپنے گہر کے لوگ اس آیت مین جو لفظ اہلک واقع ہے اوسکی تفسیر مین قاضی ناصر الدین بیضاوی اپنی تفسیر کی جلد اول صفحہ ۴۲۸ مین لکہتے ہین۔ و المراد امرأتہ و بنوہ و نساءہم۔ یعنی اہلک سے مراد نوح کی بیوی اور نوح کے بیٹے اور اونکی بیویان ہین اور تفسیر جلالین صفحہ ۴۰۸ مین ہے واہلک ای زوجتہ و اولادہ اور امام رازی نے تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۷۵۸ مین اہلک۔ کی تفسیر مین لکہا ہے کانوا ثمانیۃ نوح علیہ السلام و زوجتہ و ثلاثۃ ابنائہ وہو سام و حام و یافث و لکل واحد منہم زوجۃ اور پہر اللہ تعالی سورۂ مومنون مین فرماتا ہے فاذا جاء امرنا و

فار التنور فاسلک فیہا من کل زوجین اثنین واہلک
اس آیت مین بھی لفظ اہلک موجود ہے جسکے معنی تفسیر مدارک
جلد ۲ صفحہ ۷۳ مین یون لکھے ہین واہلک - ونساءک واولادک
اور تفسیر جلالین صفحہ ۲۴۲ مین ہے واہلک - ای زوجتہ واولادہ
چہارم یہ کہ تفسیر کبیر مین ہے قال ابن عباس رضی اللہ عنہ
کان فی السفینۃ نوح وامرأتہ وثلث بنین سام و
حام ویافث وثلثۃ نسوۃ لھم یعنی حضرت ابن عباس نے
فرمایا کہ کشتی مین نوح اور اونکی بیوی اور تینون بیٹے سام وحام ویافث
اور اونکی بیویان تھین - پنجم یہ کہ - توریت (عبرانی) کتاب پیدائش
باب ۶ ورس ۱۸ مین ہے - کہ حقیمتی ابیت بریتی اتخ وبات
ال ہتبۃ اتہ وبنیخ واشتخ ونشی بنیخ اتخ - یعنی - اور قایم کرونگا
مین اپنے عہد کو ساتھ تیرے اور آوے طرف کشتی کے تو اور بیٹے
تیرے اور عورت تیری اور عورتین بیٹون تیرے کی ساتھ تیرے
اور باب ۷ ورس ۷ مین ہے ویبوء نح وبناو واشتو ونشی بنا
و اتو ال ہتبۃ مفنی می ہمبول - یعنی - اور آیا نوح اور بیٹے اوسکے
اور عورت اوسکی اور عورتین بیٹون اوسکے کی ساتھ اوسکے کشتی مین
بیچہ پانی طوفان کے - اور باب ۷ ورس ۱۳ مین ہے بعصم
ہیوم ہزہ بانح وشم وحم ویفث بنی نح واشت نح وشلشت
نشی بنا اتہ ال ہتبۃ - یعنی - بیچ اوسدن کے آیا نوح اور سام
و حام ویافث بیٹے نوح کے اور عورت نوح کی اور تین عورتین بیٹون اوسکی
کی ساتھ اونکی کشتی مین - اور باب ۸ ورس ۱۶ مین ہے -
می من ہتبۃ اتہ واشتخ وبنیخ ونشی بنیخ اتخ - یعنی
(خدا نے نوح سے کہا) نکل کشتی سے تو اور عورت تیری اور بیٹے تیرے
اور عورتین بیٹون تیرے کی ساتھ تیرے - پس جبکہ قرآن و توریت
اور مفسرین کے اقوال سے بلا اختلاف حضرت نوح کی بیوی کا کشتی
مین سوار ہنا ثابت ہوتا ہے تو پھر سورۂ تحریم کی آیت سے اوسکے

غرق ہونے پر یقین کرنا سخت غلطی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے
کہ قیل ادخلا النار مع الداخلین سے غرق ہونا
مراد نہین ہے بلکہ کچھ اور ہی مراد ہے - اور وہ کیا ہے ؟
عذاب آخرت - یہ جو مینے کہا وہ میری ذاتی راے نہین ہے
بلکہ ہم اسکی تائید مین نہایت قوی اور معتبر دلیل اپنے پاس
رکھتے ہین - اس سے تو کوئی بھی انکار نہین کرسکتا کہ پہلا
طبقہ مفسرین کا طبقہ صحابہ ہے جسمین خلفاء اربعہ اور حضرت ابن مسعود اور
حضرت ابن عباس اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور
ابو موسیٰ اشعری اور عبداللہ بن زبیر اور انس بن مالک
اور ابوہریرہ اور جابر اور عبداللہ بن عمر - ہین رضی اللہ تعالیٰ
عنہم مگران سب مین بالاتفاق حضرت ابن عباس کا درجہ
تفسیر مین بڑھا ہوا ہے اور یہ بہت بڑے مفسر مانے جاتے
ہین اور ان کا لقب ترجمان القرآن ہے - اب دیکھنا چاہیے
کہ اس آیت کے تفسیر مین وہ کیا فرماتے ہین - تفسیر ابن عباس
صفحہ ۲۴۴ مین ہے - وقیل ادخلا النار فی
الاخرۃ مع الداخلین فی النار اور ایسا ہے تفسیر
مدارک جلد ۲ صفحہ ۲۹۴ - اور تفسیر بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۳۱۷
مین بھی ہے صرف لفظ کا فرق ہے یعنی حضرت ابن عباس کی
تفسیر مین فی الاخرۃ لکھا ہے اور ان دونو مین یوم القیامۃ
مندرج ہے - اس جگہ ایک شبہہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ جب
یہ امر متفقہ ہے کہ کشتی مین وہی لوگ سوار کرائے گئے تھے
جو حضرت نوح پر ایمان لائے تھے تو یقینی اونکی بیوی بھی مومن ہوگی
پھر اللہ تعالیٰ نے اسقدر اوسکی مذمت کیون بیان فرمائی اور دخول نار کا
حکم کیون اوسکے حق مین صادر فرمایا اوسکا جواب یہ ہے کہ ہمارے
یہان کی کتابون سے ثابت ہے کہ حضرت نوح کی دو بیویان تھین
جنمین سے ایک کافرہ تھی پس اوسکی نسبت اللہ تعالیٰ نے

ادخلا النار - فرمایا ہے نہ اوسکی نسبت جو مومن تھی

کیا کافر خداکی مخلوق نہین ہوسکتا؟

(محمد عبد الحق)

اگرچہ یورپ کے عیسائی مورخ اور مصنف اکثر مسلمانون پر اور مذہب اسلام پر اپنی تصنیفات مین عجیب وغریب اعتراض کیا کرتے ہین مگر اس سے زیادہ حیرت انگیز اعتراض شاید اور کوئی نہ ہوگا جو مسٹر پامر نے اپنی کتاب "ہارون الرشید" مین کیا ہو۔ مسٹر پامر عربی زبان اور لٹریچر کے نہایت مستند عالم خیال کیے گیے ہین اور ہم بھی اس بات کا اقرار کرتے ہین کہ وہ ایسے ہی مستند عالم ہین - انہون نے کتاب مذکور کے صفحہ (۲۰۲) مین تحریر فرمایا ہے کہ "خلیفہ ہارون رشید کے خوشامدی درباریون نے یہ بات اسکے ذہن نشین کر دی تھی کہ کافر خداکی مخلوق نہین کہا جاسکتا - ہارون رشید ہی کا یہ خیال نہ تھا بلکہ اُس زمانہ کے تمام مسلمانونکو اور ہمارے زمانہ کے بعض مسلمانون کو اس بات پر پورا یقین ہے"

ہمکو مسٹر پامر کی اس تحریر پر نہایت تعجب اور افسوس ہے۔ تعجب اس لئے ہے کہ مسٹر پامر جیسا فاضل اور عربی زبان کا مستند اور مسلم الثبوت عالم ایسا تحریر کرتا ہے۔ کیا وہ قرآن مجید کی آیتون سے ناواقف رہا جسمین بار بار خداکو تمام انسانون کا۔ حیوانون کا درختون اور پتھرون کا بلکہ آسمان اور زمین کا اور اُن کے درمیان کی کل چیزون کا خالق بیان کیا گیا ہے۔ اور کیا وہ ایک آیت بھی ایسی دکھا سکتا ہے جس مین بیان کیا گیا ہو کہ کافر خداکی مخلوق نہین ہین - کافرون کا مخلوق ہونا تو ایک طرف۔ قرآن مجید مین تو عام طور پر جابجا یہ مذکور ہوا ہے کہ کفر اور ایمان - گمراہی اور ہدایت دونون خداکی طرف سے اور اسکی پیدا کی ہوئی ہین کیا کوئی مسلمان تیرہ صدیون کے دراز عرصہ مین ایسا پایا جاسکتا ہے جو مسلمان ہوکر قرآن کی ایک ایک آیت بلکہ ایک ایک حرف پر ایمان نہ رکھتا ہو اگر یہ قرآن مین نہین ہے تو یہ کیا کوئی حدیث مسٹر پامر کو یاد ہوگی جسمین یہ کہا گیا ہو کہ کافر خداکی مخلوق نہین ہوسکتا۔ اگر حدیث مین بھی یہ مضمون نہین ہے تو کیا خلفاء راشدین کا کوئی عمل اس افترا کے ثبوت مین بیان ہوسکتا ہے۔ اس سے بھی قطع نظر کرکے ہم یہ سوال کرتے ہین کہ کیا ہارون رشید نے جسکی سوانح عمری پر مسٹر پامر جیسے فاضل اور عربی دان شخص نے قلم اُٹھایا ہے یہ بات کبھی زبان سے نکالی ہے ؟ اور کیا اسکے ثبوت مین کسی عربی تاریخ کا حوالہ دیا جاسکتا ہے ہمکو حیرت پر حیرت ہوتی ہے جبکہ ہم یہ دیکھتے ہین کہ یہی فاضل مصنف اپنی اسی کتاب کے صفحہ (۲۲۳) مین اس امر کا اقرار کرتا ہی کہ ہارون رشید مذہبی احکام کا نہایت سخت پابند اور قرآن وحدیث کا نہایت متبع تھا جب قرآن وحدیث مین اور آثار واخبار مین کوئی شہادت اس خیال کی موجود نہین ہے تو یہ کونسا مذہبی حکم تھا جسپر ہارون رشید کو یقین آیا ہوگا۔ بفرض محال اگر اس بات کو مان لیا جائے کہ ہارون رشید کا یا اُسکے درباریونکا یا اس زمانہ کے عام مسلمانون کا یہ خیال تھا تو وہ کونسے واقعات ہین جن سے پایا جاتا ہے کہ اِس پابند مذہب خلیفہ نے یا اُسکے درباریون نے یا اسکے عہد کے مسلمانون نے عیسائیون یا یہودیون یا مجوسیون کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور اُن کے ساتھ سختی ظلم اور تعصب کا برتاؤ کیا۔ ہمکو تو کوئی واقعہ ایسا نہین ملا - برخلاف اِسکے جب ہم نے اس کتاب کی ورق گردانی کی تو ہمکو یہ دیکھکر اور بھی حیرت ہوئی کہ مسٹر پامر نے بجائے اِسکے کہ ہارون کے ظلم وستم کا کوئی ایسا واقعہ تحریر کیا ہو جس سے اس خیال کی تائید ہوسکے، یہ لکھا ہے کہ اُس نے وہ عمدہ احکام جو حضرت عمر فاروق نے ذمیون یعنی غیر مذہب والون کی نسبت جاری کیے تھے از سر نو زندہ کیے بلکہ اُن کے حقوق کی آزادی کو زیادہ وسعت دینے کے لیے چند شرطین

کیا کافر خدا کی مخلوق نہین ہو سکتا

اور ٹرہائین - پھر ایک مقام پر لکھا ہے کہ ایک بار وہ ایک عیسائی خانقاہ مین دن بھر ٹھہرا کیونکہ عیسائیون نے اُسکو دعوت دی تھی اور اُس نے دعوت قبول کی تھی - چلتے ہوئے اُس نے ایک ہزار دینار جو ہماری وقت کے حساب کے بموجب (۵۰۰) پونڈ کے برابر ہوتے ہین عیسائیون کو بطور انعام عطا کئے - خانقاہ کے متعلق جو باغات یا زراعتی زمینین تھین اُن کا لگان سات سال کے لئے بالکل معاف کر دیا - اسی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی عہد حکومت مین عیسائی رعایا کی مذہبی رسوم یا عمارات یا مکانات مین مداخلت اور اُنکی گرجاؤن اور خانقاہون سے کسی قسم کا تعرض نہین کیا جاتا تھا - کیا ایسا ہونا ممکن ہے کہ مسٹر پامر کے قلم سے یہ واقعات نکلے ہون اور اُنکو اشاعتی تصنیف مین بھر بھول گئے ہون - اگر ممکن نہین ہے تو کیون اس فاضل اور محقق اور انصاف پسند شخص نے ایسا لکھنے کی جرأت کی اور کیون ہارون رشید اور اِسکے درباریون اور اُس زمانہ کے تمام مسلمانون پر بیجا اتہام لگایا - اُن کی طرف سے تو ہمکو اس بات کا بھی اطمینان ہے کہ وہ جبرئیل اور بختشوع وغیرہ عیسائی حکیمون کے حالات سے بھی واقف ہونگے جو ہارون رشید کی درباریون مین داخل تھے اور نہایت جاہ و حشمت اور عزت و اعتبار کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے -

اِس زمانہ کے مسلمانون کی نسبت تو ایسا اتہام لگانا اور بھی بیجا ہے کیونکہ مذہب اسلام کے تمام عقائد اور اصول اور مسائل جسطرح ہر مسلمان کے حافظہ مین محفوظ ہین اسی طرح وہ کتابین جن مین یہ عقائد و اصول و مسائل درج ہین پریس کی برکت سے اسقدر کثرت سے موجود ہو گئے ہین کہ ہر مسلمان گھر مین ایک کافی ذخیرہ مذہبی تعلیم اور مذہبی ہدایت کا موجود ہے - شاید وہ بعض مسلمان جو کافر کو مخلوق الٰہی تصور نہین کرتے مسٹر پامر ہی کے عالم خیال مین موجود ہونگے ورنہ پانچون براعظم مین سے کسی براعظم مین تو ایسے مسلمان موجود نہین ہین -

مسٹر گریسی جو زمانہ حال کا مشہور یوروپین مورخ ہے مسلمانون کی شریعت کی نسبت ایک مقام پر لکھتا ہے کہ "مسلمانون کی شریعت مین یہ حکم ہے کہ اگر ایک عیسائی کو گیارہ مسلمان قتل کر ڈالین تو گیارہ کے گیارہ مسلمان قتل کیے جائینگے - گیارہ کی جگہ اگر ایک ہزار ایک مسلمان بھی ایک عیسائی کو قتل کر دین تو بھی سب کو پھانسی دی جائیگی - بموجب شریعت اسلام کے عیسائی رعایا کی جان و مال ہر طرح محفوظ رکھی جاتی ہے اور اُنکو اپنے مذہبی احکام کی بجا آوری مین پوری آزادی ہے" کیا مسٹر پامر اس مسئلہ سے جسکو مسٹر گریسی نے لکھا ہے ناواقف ہین حالانکہ بہ نسبت مسٹر گریسی کے وہ بدرجہا زیادہ عالم اور عربی زبان کے مستند فاضل شمار کیے جاتے ہین -

(مصباح الدین)

امدادی فنڈ کی کتابین اور ناولین

غریب اور محتاج مسلمان بچون کو انٹرنس تک تعلیم دلانے کیواسطے وظائف قائم کرنے کی غرض سے ایک مختصر فنڈ جمع کرنیکا قصد ہے اور اس غرض کے حاصل کرنے کیواسطے ایسی کتابین چھاپی جائین گی جو کارآمد اور دلچسپ بھی ہون اور جنکے جلد فروخت ہو جانے کی توقع ہو - منجملہ ان کے بعض کتابین اور ناولین ماہوار شایع ہوا کرین گی اور باقی کتابین مناسب اوقات پر شایع ہوتی رہین گی -

ماہواری دو جز جو شایع ہوا کرینگے - ان مین سے ایک جزو ناولون کا ہوگا اور ایک جز و ایسی کتاب کا ہوا کریگا جو مشہور مسلمانون کی بایگرفی - یا علم اخلاق یا کاروبار خانگی کے متعلق ہو - اسی کے ساتھ اس منشاء سے کہ اُردو مین بالکل جدید مال کا اضافہ ہو جائے -

نیز اس منشاء سے اوس کا ذخیرہ بغیر زائد مصارف کے جمع ہوسکتا ہے - راقم نے ترکی زبان کے ناولون کا ترجمہ شروع کردیا ہے اور قسطنطنیہ کے مشہور ناول نویسون کی ناولین منگالی ہین اور منگائی جاتی رہین گی جنکی بابت ہمارا خیال ہے کہ وہ نہایت دلچسپی سے پڑہی جاینگی یہ ناولین اور کتابین جسقدر فروخت ہونگی اُن کی آمدنی مین سے صرف راس المال مجرا لیا جائیگا اور باقی جسقدر روپیہ بچے گا وہ مسلمان غریب بچون کی تعلیم کے فنڈ کے نام سے کسی بنک غالباً بنک آف بنگال مین داخل کردیا جایا کریگا - اور محتاج بچونکو پڑہانا بھی فوراً ہی شروع کردیا جائیگا یہ حالات کہ کتنی آمدنی ہوئی - کتنا خرچ ہوا - روپیہ کہان پر جمع ہے اور کون کون بچے پڑہائے جارہے ہین وغیرہ وغیرہ مفصل طور پر چھاپ کر سالانہ یا ششماہی پرشایع کیے جاتے رہین گے -

باوجود اسکے قیمت ان موقت الشیوع اجزا کی معمولی رکھی گئی ہے اور دو قیمتین باعتبار کاغذ کے مقرر کی گئی ہین - یعنی مبلغ ایک روپیہ بارہ آنے (سولہ پونڈ والے) چکنے کاغذ کی بابت اور مبلغ ایکروپیہ نو آنے سیرامپوری کاغذ کی بابت مگر محصول ڈاک ہر حالت مین خریدار کے ذمہ ہوگا - ان قیمتون مین ۱۸ - ۲۲ - کی تقطیع پر سال بھر مین چوبیس جز (ٹائیٹل پیج) کے علاوہ دے جائینگے یعنی دو جز ماہوار شایع ہونگے -

محصولڈاک کا حال یہ ہے کہ اوہ آنہ ماہوار کے حساب سے چھہ آنہ سالانہ ہوتے ہین - لیکن اسمین کفایت ممکن ہے - اسطرح پر کہ (۱۶ پونڈ والا) چکنے کاغذ کے دو جز کا وزن معہ ٹائیٹل اور لفافہ وغیرہ کے قریباً تین تولہ کے ہوگا - اور سیرامپوری کاغذ کا وزن قریب ڈہائی تولہ کے ہوگا موجودہ حالت محصولڈاک کی یہ ہے کہ دس تولہ تک کے پمفلٹ کا محصول اوہ آنہ ہوتا ہے - پس اگر کسی شہر یا قصبہ کے چند بزرگ چند کاپیان یکجا خریدین تو محصولڈاک مین کفایت ممکن ہے - یا اگر بجائے ماہواری کے سہ ماہی پر طلب کی جائین تو بھی محصولڈاک مین کفایت ہوسکتی ہے اسکے سوا ایک جا خریدارون کیواسطے ہم پانچ فیصدی کمیشن دینگے یعنی (۱۹) کاپیونکی خرید پر ایک کاپی بلاقیمت دیجائے گی -

جو حضرات ہمارا رسالہ معارف خریدتے ہین اُن سے اسکا محصولڈاک نہین لیا جائیگا - قیمت یا تو نقد پیشگی لیجائے گی اور یا پہلے دو جز ویلیو پی ایبل روانہ کیے جاوین گے -

علم اور انسان دوست حضرات اگر اس قسم کی کوئی ناول یا تصنیف یا ترجمہ عطا کرینگے جو بظاہر جلد بک جانیوالا ہوگا - اوسکو بھی اس فنڈ کی مدمین ہم چھاپین گے اور شکرگذاری سے اونکا نام نامی ظاہر کیا جائے گا - کافی درخواستین آجانے پر یکم اپریل <u>۱۸۹۹ء</u> کو پہلے اجزا شایع ہونگے -

خریداری کی درخواستین خواہ بنام راقم خواہ مولوی وحید الدین صاحب سلیم کے نام دفتر معارف علیگڈہ کے پتہ سے آنی چاہئین درخواستون مین قسم کاغذ کو صاف طور پر لکھنا چاہیئے -

راقم آثم - حاجی محمد اسمعیل خان - علیگڈہ -

معارف کا انعامی سوال

تین انعام ایک ہی مضمون پر

انعام درجہ اول ﷲ۵ انعام درجہ دوم ﷲ۵ انعام درجہ سوم ﷲ۵
جوابی مضامین ۳۱ مارچ سنہ ۱۸۹۹ء تک پہنچ جانے چاہئین۔
سوال (الف) تعلیم کی کون کون سی شاخین ہین جنکا حاصل کرنا غریب مسلمانون کے واسطے زمانہ حال مین زیادہ مفید اور زیادہ کار آمد ہے اور ہر شاخ مین کس درجہ تک تعلیم پانا انکے واسطے کافی ہے؟
(ب) وہ کون سے طریقے ہین جنکے ذریعے سے غریب مسلمان آسانی اور کثرت کے ساتھ تجویز کردہ شاخون مین تعلیم پا سکتے ہین۔
تشریح۔ اس سوال مین "غریب مسلمان" سے وہ مسلمان نیچے مراد ہین جنکے خاندانون مین پڑھنے لکھنے کا رواج رہا ہے لیکن فی الحقیقت اُن کے والدین کسی قسم کی تعلیم دینے کا اُن کے لیے بندوبست نہین کر سکتے۔

شرایط

(۱) جواب مدلل اور مفصل دینا چاہیئے (۲) جو تدابیر بیان کی جائین وہ ممکن التعمیل، آسان تر اور قابل نفاذ ہون (۳) جواب کم سے کم فلسکیپ کے پچاس صفحہ پر ہونا چاہیئے (۴) زیادہ سے زیادہ ۳۱ مارچ سنہ ۱۸۹۹ء تک جواب مضامین کا حاجی محمد اسمٰعیل خان کے پاس مقام علیگڈہ ڈگی والی کوٹھی کے پتہ پر پہنچ جانا چاہیئے۔
جوابون کے وصول ہو جانے کے بعد اپریل اور مئی مین ایک کمیٹی اُن پر غور کریگی اور قابل انعام مضامین کو انتخاب کریگی اور اُنپر نمبر دیگی یعنی یہ قرار دیگی کہ کس کو اول درجہ کا (ﷲ۵) کا۔ کس کو دوم درجہ کا (ﷲ۵) کا اور کس کو سوم درجہ کا (ﷲ۵) کا انعام ملنا چاہیئے جن صاحبون کے مضامین لایق انعام قرار پائینگے اُن کو ۳۱ مئی سنہ ۱۸۹۹ء تک انعامات روانہ کر دیے جائینگے اور جون سنہ ۱۸۹۹ء کے "معارف" مین انعام یافتہ حضرات کے نام ظاہر کیے جائینگے اور اصلی مضامین یا اُن کا خلاصہ جون سنہ ۱۸۹۹ء و مابعد کے معارف کے پرچون مین بحسب گنجایش درج کیا جائیگا اِسکے متعلق جمیع خط و کتابت بنام حاجی محمد اسمٰعیل خان مقام علیگڈہ ڈگی والی کوٹھی کے پتہ سے ہونی چاہیئے۔

چھپ کر تیار ہے

زندہ مصنفین اُردو

یعنی انگریزی مین مولانا خواجہ الطاف حسین حالی شمس العلما مولانا حافظ نذیر احمد دہلوی شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد مولوی عبد الحلیم شرر اور پنڈت رتن ناتھ سرشار کی تصانیف پر ایک غائر نظر جس مین شیخ عبد القادر اڈیٹر "پنجاب ابزرور" کے چھ لکچرون کا مجموعہ ہے۔ قیمت عہ علاوہ محصولڈاک۔ یہ دلچسپ کتاب منیجر "پنجاب ابزرور" لاہور کے پتہ پر مل سکتی ہے۔

معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ

اڈیٹران { حاجی محمد اسمعیل خان
مولوی وحید الدین سلیم

جلد ۱	یکم اپریل سنہ ۱۸۹۹ع	نمبر ۱

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک .... للعہ	قیمت فی پرچہ نمونہ ۵ر

مقام اشاعت علیگڑھ دفتر معارف

مطبع مفید عام آگرہ مین باہتمام محمد قادر علیخان صوفی چھپا

مقاصد اور قواعد

۱- یہ دو جز کا ماہوار علمی رسالہ جو "معارف" کے نام سے موسوم ہوگا ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو علیگڈہ سے شایع ہوا کریگا۔

۲- اس رسالہ کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے اُردو زبان کے علم ادب کا دائرہ وسیع ہو اور اسمین ہر قسم کے علمی فلسفی۔ اخلاقی۔ مذہبی۔ تمدنی اور تاریخی مضامین لکھے جائین انگریزی۔ عربی اور ترکی زبانون کی نایاب کتابون اور اخبارات اور رسالون سے ہر قسم کے مفید دلچسپ اور پاکیزہ مضامین ترجمہ کیے جائین تاکہ مسلمانون مین روشن ضمیری عمدہ تربیت اور تہذیب کی اشاعت ہو۔

۳- یہ ضرور نہین کہ ہر پرچہ مین ہر قسم کے مضامین شامل ہوا کرینگے بلکہ ان اقسام کے مضامین یکے بعد دیگرے شایع کیے جائین گے۔

۴- بالفعل اس رسالہ کے دو اڈیٹر قرار دیے گیے ہین۔

ا- حاجی محمد اسمعیل خان۔

ب- مولوی وحید الدین سلیم۔

۵- ملک کے مشہور اور اعلی درجہ کے انشا پردازون اور مضمون نگارون کی خدمت مین درخواست کیجاتی ہے کہ وہ اپنے بیش بہا مضامین سے ہماری مدد کرین جن بزرگون کے نام ہمکو معلوم نہین ہین اگر مہربانی سے وہ خود یا اُن کے احباب اُن کے نام و نشان سے ہمکو مطلع کرینگے تو ہم اُن کی خدمت مین بھی درخواست کرینگے کہ وہ بھی اس رسالہ کو اپنی قیمتی تحریرون سے امداد پہنچائین جو حضرات کسی مضمون مین اپنا نام ظاہر کرنا نہین چاہین گے اونکا نام ظاہر نہین کیا جائیگا۔

۶- اس رسالہ کی قیمت سالانہ مع محصول ڈاک (للعہ) ہے جو نقد قیمت بھیجنے یا ویلیو پی ایبل کی درخواست کرنے سے خریدارون کی خدمت بیجا جائیگا ششماہی سے کم کی درخواست منظور نہوگی۔ نمونہ کے پرچہ کے لیے پانچ آنہ کے ٹکٹ آنے ضرور ہین۔ قیمت ہر حال مین پیشگی نقد یا بطور ویلیو کے وصول کیجائیگی اور قیمت رسالہ کی کسی حال مین کم نہین ہو سکتی۔ رسالہ کے متعلق تمام خط وکتابت **مولوی وحید الدین سلیم** کے نام ہونی چاہیئے اور اُن ہی کے نام قیمت آنی چاہیئے جواب طلب امور کے لیے آدہ آنہ کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا ضروری ہے۔

۷- جو بزرگ اس رسالہ کی خریداری منظور فرمائین اون سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنا نام اور ٹائیٹل اور پتہ صاف لفظون مین تحریر فرمائین گے۔

۸- حضرات خریداران **معارف** سے امید ہے کہ اپنے پتہ کی تبدیلی سے وقتاً فوقتاً دفتر معارف کو مطلع فرماتے رہین گے۔

۹- اگر کوئی پرچہ ڈاک مین گم ہو جاے تو تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر اطلاع دینے پر ملیگا ورنہ قیمت بھیجکر طلب فرمائین۔

۱۰- جو حضرات مضامین واسطے درج رسالہ مرحمت فرمائین وہ خوشخط و صاف لکھکر بھیجین تاکہ طبع مین آسانی ہو اور کوئی غلطی نہ رہجاے۔

۱۱- پتہ مولوی وحید الدین سلیم کا علیگڈہ دفتر رسالہ معارف ہے

وہ شگفتہ ہوکر ہماری طرف پھول پھل پھینکتی ہے ہم ہل کی نوک سے اسکی تن خراشی کرتے ہین وہ اسکے عوض مین ہماری تن پروری کے لیے اناج و غلہ عنایت کرتی ہے - ہم کدال پھاوڑے لیکر اسکی چھاتی مین گہرے گہرے گھاو ڈالتے ہین وہ اسکے معاوضہ مین ہم کو آبِ شیرین پلاتی ہے اور سیم و زر و جواہر مرحمت کرتی ہے ہم اسکو پامال کرتے ہین وہ ہمکو نہال کرتی ہے - ہم اسکے اندر سنگ ریزی کرتے ہین وہ اسکے بدلے مین ہمارے مکانون کو مستحکم کرتی ہے - وہ حسن اخلاق کا یہ نمونہ دکھا کر ہم کو سکھاتی ہے کہ تم اپنے اخلاق ایسے بناؤ کہ جو تم پر جور و ستم کرین اُسپر تم لطف و کرم کرو - یہی بات سارے حسن اخلاق کی جڑ ہے - جس سے اور تمام اخلاق درست ہوجاتے ہین - وہ اپنے خاک کے پتلے کو ایک اور ہنر بھی بتلاتی ہے کہ جیسے مین خود اپنے عمل سے چیزون کی ایسی صورت شکل بدل دیتی ہون کہ وہ اپنے اصل ہیئت سے کچھہ مشابہت نہین رکھتین ایسی ہی تو بھی اپنی محنت صنعت اور حکمت سے چیزون کی صورت ایسی بدل دیا کر کہ وہ اصل شکل سے بہت کم مشابہت رکھین پھر اُنکو اپنے کام مین لایا کر - زمین بنولے سے روئی پیدا کرتی ہے جو روئی سے کچھہ مماثلت نہین رکھتا آدمی روئی سے کپڑا ایسا بناتا ہے جو روئی سے بہت کم مشابہت رکھتا ہے - اُسکی یہ ساری عنایتین ہمارے حال پر ہین مگر ہم کو بڑی شکایت اس سے یہ ہے کہ وہ ہم کو اپنا اصل حال کچھہ نہین بتاتی - نہ اپنی اولاد کی عمر بتائے نہ اپنی پوری شکل صورت کسی آدمی کو دکھائے - نہ اپنے سکون اور حرکت پر مطلع کرے نہ اجرام فلکی سے اپنا رشتہ ناتہ سے آگاہ کرے یہی باتین ہین جنکے دریافت کرنے کا آدمی کو ہمیشہ سے شوق رہا ہے - اگر زمین آدمی ہوتی تو اسکے چہرہ مہرہ کے خط و خال سے پہچان جاتے کہ وہ

لڑکی ہے، جوان ہے یا بڑھیا ہے - مگر وہ تو ایسی چیز ہے کہ اُسکا حسن سدا بہار اور نت نیا ہے - جتنی عمر بڑھتی ہے اتنا ہی اسکا جوبن نکھرتا ہے - غرض چہرہ سے کسی طرح اسکی عمر ٹھیک صحیح نہین معلوم ہوتی - بعض قیاسات و تجربات ہین کہ اُن سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ اسکی عمر اتنے برسون سے زیادہ ہے بنگال مین سندربن مین ہر سال پانی کی طغیانی سے جو ایک پپڑی جم جاتی ہے - ایسی پپڑیان ۳۵ ہزار جمی ہوئی دریافت ہوئی ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قطعہ زمین اپنی اس حالت مین ۳۵ ہزار برس سے موجود ہے - پھر اسکے آگے پتا نہین چلتا غرض مدتہاے دراز سے زمین کی ولادت کی تفتیش اور تجسس مین کب سے ہے حکما اٹکل ٹوئی مارتے رہے ہین مگر کچھہ پتا نہین لگتا زمین کی ولادت کے باب مین ہزارون متضاد بیانات ہین توریت کے اول ہی باب مین ولادت زمین کا بیان کیا گیا ہے جو ان لوگون کے یقین کیلئے کافی دلیل ہے جو اسکو کلام الٰہی مانتے ہین - مگر حکما اپنے علم و حکمت کے آگے اس کلام الٰہی کی حقیقت کچھہ نہین سمجھتے انہین سے تو ہر ایک کے دماغ مین یہ نخوت سمائی ہوئی ہے کہ مین اس کلام الٰہی سے کہین بہتر زمین کی ولادت کی حقیقت بتا سکتا ہون - اب مین ان حکما کے اقوال اور مسائل کو بیان کرتا ہون جس سے پڑھنے والے کہین افسانہ کا لطف اٹھائینگے - کہین معمون کے حل کرنے مین پریشان ہونگے ۔

ایک قدیمی حکما کے فرقہ نے یہ مسئلہ قایم کیا کہ زمین اور کل نظام عالم خود اپنا ہی خالق ہے - کسی دوسرے نے اسکو نہین پیدا کیا - اس مسئلہ کی حمایت مین زنوفانیز سب پر سبقت لے گیا اور ایک یونانی قوم نے اور سٹرے بو اور ایک قسم حکمای یونان نے اسکو تسلیم کیا - ایسے ہی فیثاغورث نے اپنا

مشہور مسئلہ اجزای لایتجزی (ایسے جز جنکے جز نہ ہو سکین) کا ایجاد کیا اور انمین سے دو دو تین تین کو ملا کر نظام عددی بنایا اور اپنے مقدس اربعہ سے دنیا کے پیدا ہونے کی توضیح کی اور آفرینش عالم کے اور علم موسیقی اور علم اخلاق کے اصول کی تشریح کی۔ اور حکمانے مربعون مثلثون۔ مکعبون۔ مخروطون۔ کرون اور آٹھہ دس۔ بارہ بیس اضلاع کے مجسمون کیطرف توجہ کی بعض اور حکمائے عناصر کے مسائل پر توجہ کی کہ زمین اور جو چیزین اسکے ساتھہ اندر اور باہر ہین وہ خاک۔ باد۔ آب۔ آتش سے بنتی ہین جنکے بنانے مین ایک پانچوین عنصر غیر بادی آکاش نے مدد کی ہے حکیم موس کوس نے مسئلہ اجزاء لایتجزی کو بڑی رونق دی اور پھر اسکو دیمقراطیس نے زندہ کیا جسکا نام عربی کتابون مین بہت آتا ہے اور جسکی یاد ہمکو ہنساتی ہے۔ پھر اسکو اپی کیورس نے ترقی دی۔ وہ نیک آدمیون کا بادشاہ کہلاتا تہا۔ پھر زمانہ حال مین ڈالٹن کا نیز نے اسکی تجدید کی مین ان تحقیقاتون کے جھگڑے مین نہین پڑتا کہ زمین جن اجزا لایتجزی سے مرکب ہوئی تھی وہ حادث تھے یا قدیم۔ وہ ذی روح تھے یا غیر ذی روح۔ دہریون کی جو خدا کو نہین مانتے تھے یہ راے تھی کہ انکا اجتماع خود بخود ہوا ہے موحدون کی راے یہ تھی کہ انکو عقل اول نے ترتیب دیا ہے ان دو باتون مین سے کہ زمین ایک مٹی کا ڈھیر بیجان ہے یا اس مین کوئی روح ہے حکما کے جم غفیر کی راے یہ تھی کہ زمین مین روح یا نفس ہے اور اس گروہ کا سرگروہ افلاطون تہا اس حکیم نے شہوات جسمانی پر اپنے فلسفہ کا ٹھنڈا پانی ڈالا اور لذائذ روحانی کا عشق پیدا کیا۔ یہ مسئلہ اسکے خیالی جزیرہ مین چلا مگر نفس الامری واقعات کے ٹاپو مین اسکو کسی نے قدم نہین رکھنے دیا بعض شاعرون کے نزدیک قافیہ بھی ان حکما کے مسائل سے کم نہین مانے گئے۔ ایک شاعر ہی سی اوڈ ہے جو تمام عالم کی پیدایش تناسل و توالد سے بتاتا ہے اُس کی راے یہ ہے کہ زمین شب کے بیضۂ عظیم سے پیدا ہوئی ہے آکاش مین رات بڑی بھرتی تہی آسمانی سانڈ نے سینگون سے اسکے انڈے کو توڑ دیا جس سے زمین پیدا ہوئی نیز ہیسٹا نے زمین کے مسئلہ مین اس انڈے کی صحیح صحیح ساخت اور صورت کو بتایا ہے کہ وہ قاز کے انڈے کے مشابہ تہا۔

ہمارے پڑھنے والون کو اس بات کے سننے سے بڑی خوشی حاصل ہوگی کہ پہلے زمانہ مین بڑے بڑے دقیقہ رس حکماء مصری۔ کالڈی۔ ایرانی۔ یونانی۔ اور رومی نے اس عجیب پرند کے انڈے کے کڑکنے پر اور اسکی کڑک کی آواز سننے پر بڑے بڑے حاشیے چڑھاے ہین اور اسرار بتائے ہین جو ایک حکیم سے دوسرے حکیم تک سینہ بسینہ چلے آئے ہین۔

یہ مسائل تو ہمنے بڑے بڑے حکیمون کے بیان کئے ہین ان سے کم درجہ کے عالمون کی راے بہی سننے کے قابل ہے برہمن اپنے شاستر کی کتابون سے یہ کہانیاں سنتے ہین کہ شیو نے بڑے سور کی صورت مین اوتار لیا اور اتاہ پانی مین کودا اور اسکے اندر سے زمین کو اپنی تھوتھنی پر اٹھالایا۔ پھر اُس سے ایک زبردست کچھوا اور سانپ پیدا ہوا شیو نے کچھوے کی پیٹھہ پر سانپ کو سیدھا کھڑا کیا اور سانپ کے سر پر زمین کو رکھدیا۔

کانگو کے حبشی حکما بالاتفاق یہ راے رکہتے ہین کہ باستثنا انکے ملک کی ساری زمین کو فرشتون نے بنایا اور اونکے ملک کو خاص خدا نے خود اپنے ہاتھ سے بنایا کہ اسکو شرف اور ملکون پر حاصل ہو اور اس ملک کے لئے باشندون کے پیدا کرنے کے واسطے خدا نے آدم کو بنایا۔ خدا کو اُسکا حسن بہت بہایا اسکے

چھرہ پر پیار سے ایسا ہاتھہ پہیرا کہ چھرہ ہموار ہوگیا جسکے سبب سے آدمی کی اور اسکی تمام اولاد کی ناک چپٹی ہوگئی -

موہادک کے حکما کہتے ہین کہ آسمان سے ایک حاملہ عورت نیچے گری یہان سب جگہ پانی ہی پانی تہا اسلئے کچھوے نے اس عورت کو پیٹھہ پر بٹھالیا وہ اسپر بیٹھی اپنے ہاتھون سے تیرتی پھری کہ اوسکا وضع حمل ہوا زمین نے جنم لیا - جسکے سبب سے وہ پانی سے اوپر ہوگئی آفرینش زمین کے باب مین اسی طرح کے بہت سے اقوال اور مسائل حکما کے ہین - وہ جن باتون کی تفصیل و تشریح کرتے تہے انسے خود جاہل تھے اور اس اپنی جہالت کے پردہ ڈہکا رہنے کیلئے اونہون نے بجبوری اپنے مسائل کے بیان کرنے کا شیوہ یہ اختیار کیا کہ مشکل معمون مین انکو بیان کیا جو کسی کے عقل مین نہ آئے - ان باتون کی تحقیقات کے میدان مین حکمار قدم رکہنے کو جہان عقل انسانی سنگسار ہوتی ہے اپنی بڑی بہادری سمجھتے ہین اور جانتے ہین کہ یہی ہماری جرات اور شجاعت یادگار روزگار رہیگی - مگر وہ اونکی جہالت کی یادگار بنتی ہے - حکمای متقدمین کی جہالت کا اظہار حکمای متوسطین نے کیا اور حکمای متوسطین کی نادانی کو حکمای متاخرین نے آشکار کیا زمانہ حال کے حکما و متاخرین اب ایسی باتون کی تحقیقات مین جنکا ادراک طاقت بشری سے باہر ہے اجتناب کرتے ہین کیونکہ انکو تجربہ ہو چکا ہے کہ پہلے حکیمون کی ایسی تحقیقات کے اندر کیسی غلطی کہلی ہے اور اونکی کیسی خاک اوڑی مگر پھر بھی یہ انسان کی طبیعت کا اقتضاء ہے کہ وہ اپنے حد نادانی سے بخوبی آگاہ نہین ہوتا - اب ہم ان حکما کی رائین بھی آفرینش زمین کے باب مین نقل کرتے ہین جو پہلے حکما کے قایم مقام ہوئے ہین - انکے مسائل پہلے حکماو کیطرح مجمل و مشکل معمے نہین ہین سمجھہ مین آتے ہین مگر ہنوز دہلی دور ہے - معلوم نہین ہوتا کہ وہ اصل حقیقت کے نزدیک زیادہ پہنچے یا اور دور ہوگئے - اول ہم نفون اعظم کا ذکر کرتے ہین جسکا قیاس یہ ہے کہ یہ کرہ زمین اصل مین مایع آتشی تہا جو جرم آفتابی سے دمدار ستارہ کی رگڑ سے اس طرح جدا ہوا تہا جیسے کہ چقماق اور لوہے سے شعلہ جدا ہوتا ہے - اول اسکے گرد بڑے بھاری بخارات تھے - جو ایک وقت کے گذرنے پر سرد ہوتے گئے اور وہ اپنی کثافت کے موافق زمین پانی - ہوا بنتے گئے - اور پہر اونکے مرکز سوزان کے گرد اپنے ثقل کے موافق ترتیب ہوتی گئی یعنی زمین سب سے نیچے رہی - اسپر پانی رہا پانی کے اوپر ہوا -

ہٹن صاحب اسکے برخلاف یہ کہتے ہین کہ ابتدا مین پانی ہی کو غلبہ تہا اور اب بہی یہ خوف ہے کہ آب باران اور دریاؤن اور پہاڑون کی سیلون کا زور زمین کو دہوکر اور ڈہوکر سمندر مین لیجاکر ملادیگا یعنی زمین تحلیل ہوکر سمندر مین الوپ ہوجائیگی کیا عمدہ خیال ہے سبحان اللہ جاہلون کو ڈراتا ہے عاقلون کو ہنساتا ہے "بریں عقل و دانش بباید گریست"

ایک بڑے ذہین حکیم ویٹسن کا آفرینش زمین کے باب مین ایک مسئلہ ہے جو کسی قدر دلچسپی سے خالی نہین اس مین ذہانت پائی جاتی ہے اسکا قیاس یہ ہے کہ زمین اصل مین ایک دمدار ستارہ غیر منتظم تہا جو انسان کی آبادی کے لیے منتخب کیا گیا وہ اپنے مدار غیر مرکزی سے سرکا اور اس نے آفتاب کے گرد گردش کی - فی الحال جو اسکی باقاعدہ حرکت ہے وہ حاصل کی - اور اس تبدیل سمت سے اسکے اجزاء کے قوام مین جو ابتری تھی وہ جاتی رہی اور منتظمہ حالت پیدا ہوگئی - اس حکیم نے اسپر اور اضافہ یہ کیا کہ طوفان نوح کا ظہور اس سبب سے بتایا کہ ایک اور دمدار ستارہ کی آبی دم نے اس دمدار ستارہ کو جو اب زمین کی صورت بن گیا

ترقی کی حالت مین دیکھہ کر حسد کے سبب سے گستاخانہ سلام
کیا جس سے طوفانِ عظیم برپا ہوا۔ غرض یہ افسوس کے قابل
واقعہ اس بات کو بتاتا ہے کہ اجرام علوی مین بھی باہم آتش
حسد مشتعل ہوتی ہے اور یہی آگ ان مین بدنظمیان اور ابتری
پیدا کرتی ہے۔ غرض زمین اور آسمان دونون پر حسد ایک آفت
برپا کرتا ہے یہان شاعرون نے زمین پر آسمان سے بلائین اتارین
حکما نے آسمان پر بلائین حسد کے ہاتھہ سے نازل کین آفرنیش
زمین کے باب مین برنٹ صاحب اور ووڈورڈ اور وائٹ ہرسٹ
نے دلچسپ مسئلے طرح طرح کے گھڑے ہین مجھے اپنے اوپر افسوس
آئیگا کہ مین اُنکے بیان کرنے مین اپنا وقت ضائع کرون مگر یہان
مشہور صرف ڈاکٹر ڈارون صاحب کا مسئلہ بیان کرتا ہون وہ
تہیبیا کے رہنے والے تھے اور شاعری اور دانشمندی مین نامو
تھے اور اپنے استوار و متین تحقیقاتون مین نیک نہاد سادہ
لوحی رکھتے تھے۔ انکی آتش خیالی نے یہ مسئلہ آفرنیش زمین
کے لیے تصنیف کیا کہ آکاش مین کوئی جرم عظیم دفعتہً ایسا پارہ پارہ
ہوکر اڑا جیسے کہ بارود کا پیپہ اُڑتا ہے اور اس اڑنے مین اس نے
آفتاب کو اڑایا اور آفتاب نے اپنے تشنج سے اسی طرح زمین کو اڑایا
غرض اس اڑنے کے سلسلے سے تمام اجرام فلکی پیدا ہو گئے اور
اسی نے انکے حرکات کو منتظم کردیا۔

ان حکما کا بیان ایسا مربوط ہوتا ہے کہ کہین اس مین لغزش
نہین معلوم ہوتی۔ جاہلون کو اسپر یقین ہوجاتا ہے اور وہ جانتے
ہین کہ آفرنیش زمین کا مسئلہ کوئی دشوار مسئلہ نہین ہے جیساکہ
اُنکے ذہن مین پہلے سے تھا۔ ہم نے بہت سے حکیمون کی اس
ذہانت کو بیان کیا ہے جو انسون نے زمین کے پیدا کرنے کے اندر
خرچ کی ہے۔ اس مین شک نہین کہ اگر کوئی حکیم ایک اچھے
دمدار ستارہ کو اپنے اختیار مین کرتا اور آکاش کی دوکان لگاتا
تو وہ زمین کو اور زمین سے بھی زیادہ عمدہ سیارہ کو آسانی سے پیدا کرلیتا۔

دمدار ستارے اور خلقت کے حق مین تو نحس اکبر مشہور
ہین مگر حکما کے حق مین سعد اکبر ہی ہین یہ خدا کا بڑا فضل و کرم انکے
حال پر ہے کہ اُس نے ان دمدار ستارون کو پیدا کردیا ہے جنکے
سبب سے زمین پر جو حادثاتِ عظیم واقع ہوتے ہین اُنکے
اسباب بتاتے ہین وہ دمدار ستارون کو اپنا معاون بنا لیتے
ہین اور ان نورانی اجسام سے اپنے عقل و ذہانت کے نور کو
چمکاتے ہین۔ ایک گنواری مثل مشہور ہے دو فقیر گھوڑے کی
پیٹھہ پر (شاہ فرید شکر گنج) یہ ضرب المثل بالکل ان حکما پر صادق
آتی ہے۔ ایک حکیم دمدار ستارہ کے گھوڑے کو تیز رفتاری
سے سرپٹ دوڑاتا ہے اور آفتاب سے اسکو بھڑا کر اس سے
ٹکراتا ہے اور ایک ٹکڑا اڑاتا ہے اسی کو زمین بتاتا ہے۔
دوسرا اپنے دمدار ستارہ کے اسپ تازی کو باربرداری کا جانور
بناتا ہے نرم چال سے چلاتا ہے اور آفتاب کے لیے خوراک اور
اِیندھن پیٹھہ پر لاد کے باقاعدہ پہنچاتا ہے۔

تیسرا آتشی مزاج اپنے دمدار ستارہ کو دنیا مین بم کے گولہ کی
طرح پھینکتا ہے اور میگزین کے بارود کی طرح اڑا کر دہشت و تہلکہ
خلقت مین پیدا کرتا ہے۔ چوتھا زمین اور اہل زمین پر یہ عنایت
کرتا ہے کہ ایک نہ ایک دن میرا دمدار ستارہ اپنی دم اس دنیا کو
مارےگا اور پانی مین طوفان عظیم پیدا کریگا۔ غرض خدا نے حکیمون کے
ہاتھہ مین دمدار ستارون کی دُم دیدی ہے جو انکے مسائل
نظری گھڑنے مین بڑے کام آتے ہین اب مین نے آفرنیش
زمین کے باب مین جو مسائل عظیم تھے وہ بیان کردئے ہین
اُنمین جو جسکو پسند ہو وہ آزادانہ اختیار کرے مین اسکا مانع نہین

وہ بڑے بڑے عالمون اور فاضلون اور حکیمون کے خیالات
ہین جو یکسان استحقاق رکھتے ہین کہ مانے جائین ہمیشہ سے
یہ چلا آتا ہے کہ ایک گروہ فلسفیون کا اس سے پہلے فلسفیون
کے اقوال اور مسائل کو رد کرتا ہے اور اونکی بالکل بیخ کنی
کرکے اپنی ڈیڑہ اینٹ کی مسجد جماتا ہے اور اسپر اتراتا ہے
کہ مین نے کوئی بڑی عالیشان مستحکم عمارت بنائی ہے مگر چاہ
کن را چاہ درپیش آیندہ نسل یہ عمارت بھی اسی طرح مسمار
ہوجاتی ہے کہ جیسے کہ پہلے ہوئی تھی - اب علم و ذہانت کے
بڑے کام یہ رہ گئے ہین کہ لاحقین اپنے سے متقدمین اور
سابقین کی اغلاط اور مہملات کو بیان کرین - پس یہ مسائل
صابن کے بلبلے ہین جنسے سائنس کے بڑے لڑکے کہیلتے ہین
اور دل بہلاتے ہین اور سادہ لوح جاہل گنوار گھڑے انکی
تعریف کرتے ہین اور ان دانشمند حکیمون کے مہملات کا نام
حکمت رکھتے ہین - سقراط کی یہ رائے سچ ہے کہ حکما ایک قسم
کے دیوانون کا نام ہے جو شراب نہین پیتے اور ان باتون کے
دریافت کرنے مین کوشش کرتے ہین جو کسی طرح سمجھہ مین نہین
آتین - اگر کوئی بات سمجھہ مین آجاے تو وہ اس لایق نہین ہوتی
کہ اسکو یہ بیان کرسکین کہ ہم نے اسکو منکشف کیا ہے جب تک
کہ یہ سب حکما آپس مین کسی بات پر متفق ہون ہم کو مناسب ہے
کہ ہم اسی بات پر یقین کرین جو حضرت موسی کی توریت مین لکھی
ہے کہ خدا نے زمین کو پیدا کیا خدا نے کچھہ نہین بتایا کہ مین نے
اسکو کیونکر پیدا کیا اوس نے تو معدوم سے موجود کیا جسکی کوئی
مثال دنیا مین نہین ہے کہ کیونکر معدوم سے کوئی چیز موجود ہوئی
ہے - دنیا مین ایک موجودات سے دوسرے موجودات بنتی
ہے - حکما خواہ متقدمین ہون یا متوسطین یا متاخرین - جب
اُنکے سر مین تخیر دماغ سے یہ جنون پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے عقل
و ذہن کے گھوڑون کو ان اسرار کے انکشاف کے میدان مین
دوڑاتے ہین جنکا ادراک قدرت بشری سے باہر ہوتا ہے
تو وہ ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گرتے ہین اور مجمل و مہمل معمے گھڑتے
ہین نہ جنکو وہ خود سمجھتے ہین نہ کوئی اور سمجھتا ہے - باقی آیندہ

ذکاالله

اسلام اور فنون لطیفہ

یورپ نے صدیون کے بعد اس بات کو معلوم کیا کہ اسلام
نے تمدن پر عموماً اور سائنس پر خصوصاً کیا اثر ڈالا ہے مین نے
اس لیے یورپ کا نام لیا کہ ہماری قوم کے لوگ تو ایک گھری
اور لمبی نیند سے اب اوٹھنے شروع ہوے ہین اور اگرچہ انہین
اپنی گذشتہ عظمت وشان کا تھوڑا سا علم ہوگیا ہے تاہم ابھی
تک وہ اس بات کا اندازہ کرنیکے قابل نہین ہوے کہ کیسا
عظیم الشان ورثہ انہون نے دوسرون کے ہاتھہ مین جانے دیا
لیکن اس امر کے آثار نمایان ہین کہ اب اچھے دن آنے والے
ہین - گذشتہ حالات سے زیادہ واقفیت پیدا کرنیکی خواہش
موجود ہے یعنی اس بات کی تحقیقات کا شوق پیدا ہوگیا ہے
کہ کیون اسلام جس نے ازمنہ مظلمہ مین مشعل تہذیب روشن کر رکھی
تھی اب اس قابل بھی نہین رہا کہ دوسرون کی روشنی سے فائدہ
اوٹھاوے سید امیر علی اور سید علی بلگرامی جیسے
بزرگون نے مختلف طریقون سے اس مضمون پر روشنی ڈالی
ہے اور یہ ناممکن ہے کہ اونکی محنتین آیندہ زمانہ مین جلد بارآور
نہ ہون -
گو کہ عموماً یہ امر بطور یقین کے تسلیم کیا جاتا ہے کہ اسلام

اسلام اور فنون لطیفہ

نے فنون لطیفہ کی ترقی کو روکا - مگر حقیقت مین اس خیال سے بڑہکر کوئی غلطی نہین ہوسکتی - اسلام نے مصوری کے ایک خاص طریقہ یعنی جسم انسانی کی بجنسہ تصویر اوتارنے کی ترقی کو ضرور روکا یہان اس امر پر بحث کرنی ضرور نہین کہ کیون اسلام نے یہ نقصان اپنے اوپر خود گوارا کیا - اور یہی کہنا کافی ہے کہ بانی اسلام کی نظرون کے سامنے مصر و یونان اور روما کی اور نیز ایران تاثیرون کی مثالین موجود ہونگی جو اونکے دیوتاؤن اور بہادرون کی مورتونکی پرستش نے اونکے اخلاق پر ڈالی ہین - جب کہ اس زمانہ مین بیکڑون برس کی ہدایتون اور نصیحتون کے بعد بہ مشکل مسلمانون کو اولیاء اللہ کے مزارون اور اونکی یادگارون کی پرستش سے باز رکہنا مشکل ہے تو مثال کے طور پر خیال کرو کہ اس زمانہ مین اگر انہین پیغمبر اسلام اور ابتدائی حامیان اسلام کی تصویرین بنانے اور رکہنے کی اجازت دیجاتی تو اونکو مذہب مقدس کے خالص عقائد پر قایم رکہنا کسقدر دشوار ہوتا - مین اس بات سے بہی بحث نہ کرونگا کہ آیا یہ امتناعی حکم قطعی تصور کرنا چاہیے یا قوم کی اخلاقی اور دماغی ترقی کے مطابق اس مین کچہ تبدیلی کی گنجایش ہے - میرے نزدیک اسلام اصولاً ایسا مذہب ہے جو اول تو اپنے تئین اون لوگون کی دماغی قابلیت اور گردوپیش کے حالات کے مطابق کرلیتا ہے جو اوسے قبول کرتے ہین اور بعد مین اونکی دماغی اور اخلاقی سطح کو بلند کرتا ہے - فی الحقیقت اسلام ایک ترقی پذیر مذہب ہے اور ایک بڑی حد تک مسلمانون کی ناکامیون کا سراغ اگر مل سکتا ہے تو اسی اصول کے نظرانداز کرنے مین یہ امر بہت کچھ قرین قیاس ہے کہ اگر یہ اصول اتفاقاً نظرانداز نہ کیا جاتا اور اس طرح اسلام ایک نا ترقی پذیر مذہب نہ بنا لیا جاتا تو کم سے کم بعض قومین تو اس بات کو محسوس کرنے

لگتین کہ بت تراشی اور مصوری سے پیغمبر اسلام کی تعلیم پر کوئی مضر اثر نہین پڑتا - اور یہ تو یقینی ہے کہ فنون لطیفہ کی ان شاخون مین بہی وہ ایسی ہی شہرت حاصل کرتے جیسی کہ فن تعمیر مین یہ امر سلاطین اندلس کے آخری دور کی چند تصاویر اور بت تراشی کے نمونون سے جو ابہی تک باقی ہین بوضاحت معلوم ہوتا ہے - اندلس کے عربون نے سطح کی آرایش کے فن کو اسقدر اوج کمال پر پہونچا دیا تہا کہ آج کے دن تک فنون لطیفہ کی اس شاخ مین اونکا طریقہ نمونہ سمجہا جاتا ہے - اس امر مین انہین ہندسہ کے شوق اور رنگون کے تمیز کرنیکی طبعی قابلیت نے مدد دی جس مین زمانہ حال کی کوئی قوم اون سے نہین بڑہی - فی الواقع مجھکو یہ یقین ہے کہ آرایش کا یہ طریقہ جو اونہون نے ایجاد کیا اور اوسکو کمال پر پہونچایا اوسکے اختیار کرنے پر وہ اس لیے مجبور تہے کہ آرایش کے لیے مذہباً زندہ چیزون کی شکلین نہین کہینچ سکتے تہے - اول اول انہون نے اپنے تئین ہندسی شکلون مین اور اون نباتی شکلون مین جو نیچر کے مطابق نہین بنائی جاتی تہین بلکہ اونکی بنیاد وہ اپنے ہی تخیل پر رکہتے تہے اور خوشنویسی کے فن مین جسکا ہر زمانہ مین مسلمانون کو بیحد شوق رہا ہے محدود رکہا - اسکے بعد پرندون اور جانورون کی شکلین (اور یہ بہی نیچر کے مطابق نہ ہوتی تہین بلکہ انکی بنیاد بہی نباتی شکلون کی طرح محض تخیل پر ہوتی تہی) داخل کی گئین یہ وہ زمانہ ہے جب کہ الحمرا کے قصر الاسد مین عجیب اور خاص طرز کے شیر تراش کر بنائے گئے - اس کل زمانہ مین مصوری بالکل ترک نہین کی گئی تہی بلکہ اس بات پر یقین کرنیکے وجوہ ہین کہ ذی روح اشخاص کی تصویر کہینچنے مین کچہ کچہ کمال پیدا کیا گیا تہا اور یہ حالت ہمیشہ سے مصوری کے اعلیٰ تر درجون کے حاصل کرنیکے لیے بمنزلہ ایک سیڑہی کے رہی ہے - اس وجہ سے اصلی

کی مصوری کے درجہ پر پہونچنے کے لیے ایریل پرس پکٹو[۵] اور لی نیر پرس پکٹو مین تھوڑی سی مہارت حاصل کرنیکی ضرورت تھی۔ اور عرب ہی (جنھین ریاضیات سے عشق تھا۔ جو حسن کی تمیز کر سکتے تھے اور جو مذہبی تعصبات سے آزاد تھے) وہ لوگ تھے جو ایسا کر سکتے تھے مگر افسوس ایسا نہ ہونے پایا۔

فنون لطیفہ سے عموماً مصوری۔ اور بت تراشی اور تعمیر مراد لی جاتی ہے۔ لیکن یہ اصطلاح بہت غیر محدود ہے اور اگرچہ روما اور یونان کے کمال کے زمانہ مین یہ اصطلاح مصوری اور بت تراشی اور اعلیٰ درجہ کی تعمیر مین محدود تھی۔ مگر زمانۂ حال مین اسکے معنی زیادہ وسیع ہوگئے ہین۔ مین ذیل کی سطرون مین اس اصطلاح کو اوسکے محدود مفہوم مین استعمال کرونگا مثلاً مین مصوری مین رنگین گلکاری کو اور بت تراشی مین منبت کاری کو شامل نہین کرتا بلکہ مین مصوری اور بت تراشی سے زندہ شکلون اور قدرتی شکلون کی ہوبہو نقلین اُتارنا مراد لیتا ہون۔ اگر اس موقعہ پر قبل اس بحث کے کہ اسلام نے انپر کیا اثر ڈالا، اختصار کے ساتھہ فنون لطیفہ کی ان تین شاخون کی خصوصیات کو بیان کیا جائے اور یہ دکھایا جائے کہ ان مین ایک کو دوسرے سے کیا تعلق ہے تو نامناسب نہ ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ ان تینون مین تخیل کی ضرورت ہے اور مختلف طریقون پر یہ تخیل کا اظہار ہین۔ مصوری مین اسے رنگ اور خطوط سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور بت تراشی مین مجسم شکل سے۔ تعمیر درحقیقت ان سے بہت مختلف ہے اور اگر یونانی تعمیر کی حالت اپنے زمانہ کمال مین خاص قسم کی نہ ہوتی تو غالباً یہ باقی دو کے ساتھہ شمار نہ کی جاتی تعمیر نہ صرف کسی شخص کے تخیل کا اظہار ہے بلکہ اُس مین سودمندی کا خیال بھی شامل ہونا چاہیئے۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی قوم تہذیب کی بہت بلند سطح پر پہونچ جائے اور مصوری اور بت تراشی مین کچھہ بہت کام نہ کرے مگر یہ ممکن نہین کہ ایک خاص ڈہنگ کا طرز تعمیر نہ ایجاد کرے جو اوسی سے مخصوص ہو۔ اس کی شہادت اسلام کی مختلف قومون مین بخوبی ملتی ہے مصوری اور بت تراشی تعمیر کی خادمہ کہی جاتی ہین مسلمانون نے انکو بالکل چھوڑ دیا۔ پھر بھی اونکے فن تعمیر کو اتنا نقصان نہین پہونچا جتنی کہ امید کی جا سکتی ہے بلکہ جیسا کہ سطحی آرایش کے نمونون سے ظاہر ہوتا ہے اس ممانعت نے انہین مجبور کیا کہ اپنی طاقت اور قوت کو اُن چیزون پر جنکی انہین اجازت تھی مجتمع کردین اور نتایج مین انہین کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ یہ خیال نکرنا چاہیئے کہ عملاً مصوری اور بت تراشی سے روکدیے جانے سے مسلمانون کو کوئی نقصان نہین پہونچا اُنہین قریباً اتنا ہی نقصان پہونچا جتنا اوس وقت پہونچتا کہ وہ شاعری سے روکدیئے جاتے انہین اُس وجدانی مسرت کے حاصل کرنیکا موقع نہین ملا جو ایک شخص کے دل مین پیدا ہوتی ہے جبکہ وہ مثلاً مشہور مصور رفائیل[۵] کے ہاتھہ کی کھینچی ہوئی

[۵] اٹلی کا نہایت مشہور نقاش جو ۱۴۸۳ء مین پیدا ہوا اور ۱۵۲۰ء مین مرگیا۔ قدرتی چیزون کی ہوبہو تصویر کھینچنے مین اسکو عجیب ملکہ حاصل تھا اسکی قبر پر یہ کتبہ لکھا ہوا ہے کہ جب تک وہ زندہ رہا نیچر کو یہ خوف رہا کہ وہ مجھہ سے کہین بڑہ نہ جائے اب اُسکے مرنے پر ڈرتی ہے کہ وہ کہین آپ ہی نہ مرجائے

[۵] ایریل پرس پکٹو (AurialPersPeetime) مصوری کے اُس فن کو کہتے ہین جس مین کسی چیز کی وسعت کو رنگ کے ہلکا یا گہرا کرنے یا اسکے بعض اطراف کو بعض سے ممتاز کرنے یا اسی قسم کے اور طریقون سے دکہایا جاتا ہے۔ لی نیر پرس پکٹو (LinearPepsPective) مصوری کا وہ فن ہے جسمین کسی چیز کا فاصلہ اس طرح دکھایا جاتا ہے کہ جون جون وہ آنکھہ سے دور ہوتی جائے اُسی قدر چھوٹی ہوتی نظر آئے۔

میڈونا[۵۱] یا ملو[۵۲] کی وینس کو دیکھتا ہے - اور مسلمان اُس انسانیت پیدا کرنے والے اثر سے محروم ہین جو مثلاً میکائل انجیلو[۵۳] کی پائی ٹا[۵۴] یا مشہور لاؤکون[۵۵] سے پیدا ہوتا ہے -

اب مین کل مضمون کا اجمالاً اعادہ کرتا ہون اسلام نے انسانی یا حیوانی تصویر اُتارنے کے طریقہ کو ابتک منع کرنے سے فنون لطیفہ کی پہلی دو شاخون یعنی مصوری اور بت تراشی کو مٹا دیا ہے لیکن خوش قسمتی سے اسکا کوئی بہت مضر اثر تیسری شاخ یعنی فن تعمیر پر نہین پڑا - درحقیقت یہ کہنا غلط نہین ہے کہ بعض حالتون مین اوسکا اثر مفید بھی پڑا - مگر عام طور پر اس امتناعی حکم سے اسلامی دُنیا کو سخت نقصان پہونچا ہے اور اسلام کے ابتدائی زمانہ مین اس حکم کی کیسی ہی ضرورت ہو مگر اب اسکی کچھ حاجت نہین ہے اور جب اسلام کی ترقی کرنیوالی طبیعت پر خیال کیا جاتا ہے - تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امتناعی حکم اب قایم نہ رہنا چاہئے اگرچہ اسمین بہت کچھ شبہہ ہے کہ کبھی بھی اس حکم کے معنی صحیح طور پر لگائے گئے تھے -

(ابراہیم احمدی)

اردو ناگری کی بحث

نمبر (۱)

اضلاع شمال و مغرب و اودہ مین

اضلاع شمال و مغرب و اودہ کے بعض ہندو صاحبون نے جو اڈریس عدالتون مین ناگری حروف جاری کرنیکے باب مین پیش کیا تھا، اُسنے ان اضلاع کے مسلمانون اور اون ہندوؤن کی خیلنگ مین جو فارسی حروف کو ناگری پر ترجیح دیتے ہین کسی قدر تحریک اس امر کی پیدا کر دی ہے کہ اس غیر ضروری اور مردہ مسئلہ پر از سر نو غور کرین اور جو عملی نقصان ناگری حروف کو بجائے فارسی حروف کے جاری کرنے سے ہوگا اوس پر بحث کرین اور اپنی لوکل گورنمنٹ کی خدمت مین مجموعی اڈریس پیش کرین جو دشواریان ناگری جاری ہونکی وجہ سے ہونگی اونسے اوسکو آگاہ کر دین -

اگرچہ اردو زبان ہندوستان کی ہر صوبہ مین بے تکلف بولی اور سمجھی جاتی ہے مگر اضلاع شمال و مغرب و اودہ اور پنجاب مین بالخصوص اُسکے بولنے والے اور سمجھنے والے اور اوسکو فارسی حروف مین لکھنے والے نہایت کثرت سے ہین اور اسمین ہندو اور مسلمان کی کوئی تخصیص نہین ہے - دہلی پنجاب مین سے لکھنؤ اضلاع شمال و مغرب و اودہ مین - انمین سے پہلا شہر ہندوستان کا قدیم دار السلطنت ہے جہان اُردو زبان پیدا ہوئی - دوسرا شہر وہ ہے جہان اُردو نے نشو و نما پائی - ان دونون مرکزون کے

---

۵۱ میڈونا لاطینی لفظ ہے جسکے معنی ہین (ہماری خاتون) اب یہ لفظ حضرت مریم کی تصویرون پر بولا جاتا ہے -

۵۲ ملو مجمع الجزائر یونان کا ایک جزیرہ ہے جہان امیر البحر ڈومانٹ کو وینس کی مورت ۱۸۲۰ء مین ملی تھی جو بعد کو فرانس مین نصب کی گئی - وینس یونانیون مین عشق کی دیوی خیال کی جاتی ہے -

۵۳ یہ اٹلی کا نہایت نامور مصور تھا اور اسکو سنگتراشی اور تعمیر اور شاعری مین بھی کامل قدرت تھی - ۱۴۷۵ء مین پیدا ہوا - ۱۵۶۴ء مین وفات پائی -

۵۴ پائی ٹا وہ تصویر ہے جس مین دکھایا گیا ہے کہ حضرت مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لاش کو گلے سے لگا رہی ہین -

۵۵ لاؤکون پریم کا بیٹا تھا - پریم اور لاؤکون اور پریم کا ایک اور بیٹا یہ تینون نہایت بدقسمت تھے جنکو سانپون نے گھیر کر مار ڈالا تھا - انکی موت کی حالت کی عبرت انگیز تصویر ۱۵۰۶ء مین ملی تھی جو اب پوپ کی محلسرائے ویٹیکن مین موجود ہے - یہ تصویر ایک قصہ سے متعلق ہے جو ورجل شاعر نے بیان کیا ہے -

گو اس زبان کے بولنے اور سمجھنے اور لکھنے والون کا دائرہ نہایت
وسیع ہے اور ہندوستان کا کوئی صوبہ ایسا نہین ہے جہان
بمقابلہ ان دو صوبون کے اردو زبان کے اخبارات اور کتابین
اس کثرت سے شائع ہوتی ہون - پس ان ہر دو صوبجات مین
جہان ہندو اور مسلمان عام طور پر یہی زبان بولتے اور سمجھتے
اور لکھتے اور پڑھتے ہین، ناگری حروف کو ترجیح دینے کی کوئی
وجہ نہین ہے ہماری نزدیک - ان اطراف کے بہت سے ہندوؤن اور
مسلمانون کی عام فیلنگ یہی ہے کہ اس زبان کو اور اسکی
اصلی حروف کو مدرسون اور عدالتون مین جاری رکھا جاے
گو کہ بعض ہندو صاحبون کو غلطی سے اختلاف کرنے کا موقع
مل جائے -

ناگری کے موئدون نے اپنی اڈریس کی دفعہ (۲) مین بیان
کیا ہے کہ جن دلائل سے بہار اور ممالک متوسطہ مین ناگری
حروف عدالتون مین جاری کئے گئے - وہی دلائل اضلاع شمال
و مغرب و اودھ کے لیے بھی قابل تسلیم اور قابل تعمیل ہین مگر
یہ کہنا کسی طرح صحیح نہین ہے - خود ہز آنر نے اسکے جواب مین
فرمایا ہے کہ بہار مین اردو حروف کی جگہہ کیتھی حروف کے جاری
کرنے مین قریباً ایک پشت کا عرصہ خرچ ہوا ہے اور مین اپنے
ذاتی تجربہ سے کہہ سکتا ہون کہ وہ وقت ہر ایک شخص کیواسطے
نہایت تکلیف دہ تہا جب ملک کے اُس حصہ مین جہان
مغلون کے دستور کا بہت کم اثر ہوا ہوا اور جہان سرکاری ملازمت
مین مسلمانون کی تعداد بمقابلہ ہندوؤن کے بہت کم تھی، ایسی
سخت تکلیفون اور مصیبتون کا سامنا ہوا، تو آپ فوراً سمجھہ
سکتے ہین کہ صوبجات متحدہ مین آپ کی تجویز کو نافذ کرنے مین
کسی وقت اور مصیبت پیش آئیگی - ہز آنر نے اپنی اسپیچ مین
یہ بہی فرمایا کہ ان صوبجات مین (۴۷) ملین باشندے آباد ہین
اور بموجب تحقیقات ڈاکٹر گریرسن کے جو ہندوستان کی زبانون
کے سروے پر مامور تھے، اس آبادی مین سے (۴۵) ملین
باشندے ہندی یا ہندی جیسی کوئی زبان بولتے ہین - اُن مین سے
(۳) ملین سے کم باشندے لکھہ پڑھ سکتے ہین اور اس تعداد مین
مسلمانون کی تعداد بہت زیادہ ہے جو اردو بولتے ہین اور فارسی
حروف کو ترجیح دیتے ہین - ہمارے نزدیک ڈاکٹر گریرسن نے
(۴۵) ملین باشندون کی جو زبان قرار دی ہے اُس کا نام ہندی
رکھنا صحیح نہین ہے - اگر وہ اردو زبان کی بناوٹ پر غور کرتے تو
اُنکو معلوم ہوجاتا کہ جسطرح اُسکے افعال اور روابط ہندی بہاشا سے
لیے گیے ہین اور اسماء عربی - فارسی اور بہاشا سے ماخوذ ہین،
اسی طرح اُس زبان مین بھی جسکو وہ ہندی یا ہندی جیسی زبان
کی نام سے موسوم کرتے ہین، افعال اور روابط بہاشا کے اور
اسماء دیگر تمام زبانون کے ہین - اگر کوئی فرق ہے تو وہ صرف اسی
قدر ہے کہ کسی ضلع کی بولی مین عربی اور فارسی الفاظ کی زیادہ آمیزش
ہے اور کسی مین کم یا آنکہ شہرون کی زبان مین ان زبانون کے
الفاظ کثرت سے ہین اور دیہات کی زبان مین کم یا یون کہو کہ پڑھے
لکھون کی زبان مین اس قسم کے الفاظ کی کثرت ہے اور جاہلون
کی زبان مین ان الفاظ کی کمی ہے - اس سے زیادہ کوئی
فرق نہین ہے جسکی بنا پر ان صوبجات کی زبان کو اردو سے
علیحدہ کوئی اور زبان قرار دیجائے اور اُسکا کوئی اور نام رکھا
جائے - بموجب اصول فلالوجی (علم اللسان) کے دو زبانون
کے درمیان اگر گرامر کا بین اختلاف ہے تو انمین سے ہر زبان
مستقل سمجھی جائیگی اور اگر ایسا اختلاف نہین ہے تو ان دونون
زبانون کو ایک ہی زبان کی دو شاخین تصور کرینگے - انگلستان

کی نسبت کون انکار کرسکتا ہے کہ وہان اس سرے سے اُس
سرے تک انگریزی زبان مستعمل ہے حالانکہ اُس ملک کے
ہر ضلع مین ایک دوسرے سے مختلف بولیان بولی جاتی ہین
مگر انکو انگریزی زبان سے علیحدہ کوئی زبان تصور نہین کیا گیا بلکہ وہ
انگریزی ہی کی شاخین قرار دی گیئین ہین انگریزی مین عام زبان
کو لنگوج اور اسکی مختلف شاخون کو جن مین گرامر کا بین اختلاف
نہین پایا جاتا ڈائلکٹ کہتے ہین پس صوبجات متحدہ کی لنگوج
یعنی عام زبان اُردو ہے اور وہ زبانین جنکو ڈاکٹر گریرسن ہندی
یا ہندی جیسی کوئی زبان خیال کرتے ہین اُردو زبان کی ڈائی
لکٹ یعنی مختلف بولیان ہین - شہرون اور شہرون مین پڑھے
لکھون کی زبان جس مین عربی اور فارسی الفاظ کی زیادہ آمیزش
ہے شستہ اور رفتہ اور مہذب اور خالص اُردو سمجھی جاتی ہے
اور دیہات اور قصبات کے جاہلون کی زبان ناشستہ اور
بے محاورہ اور غیر خالص اُردو خیال کی جاتی ہے - ان دونون
قسم کی زبانون مین باعتبار بناوٹ اور صرف ونحو کے کوئی فرق
بین نہین ہے اور اسی لیے وہ علیحدہ اور مستقل زبانین نہین
ہین بلکہ ایک ہی زبان کی دو شاخین ہین جن مین سے ایک
اعلی ہے اور ایک ادنی جب یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا کہ صوبجات
متحدہ کی عام زبان اُردو ہے تو کوئی وجہ نہین ہے کہ ممالک
متوسطہ اور بہار کی نسبت جو دلائل پیش کیے جائین وہ ان
صوبجات کی حالت پر بھی صادق آئین -

ناگری کے مویدون نے اُردو کے حروف کو ترجیح دینے کی ایک
اور وجہ بیان کی ہے - وہ کہتے ہین کہ اضلاع شمال و مغرب و اودھ
کی عدالتون کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنی کارروائی اور بحث صاف
اور عام فہم اُردو مین قلمبند کرین - حالانکہ عدالتون کی موجودہ
کارروائیون مین ایسے الفاظ اور فقرے استعمال کیے جاتے ہین
کہ جن لوگون کو عدالتون سے سابقہ پڑتا ہے، وہ انکو پورے
طور پر نہین سمجھ سکتے - اسکا علاج یہ ہے کہ ناگری حروف عدالتون
مین جاری کردیے جائین جس سے آخر کار عدالتون کی زبان
سے عربی اور فارسی کے وہ تمام الفاظ نکل جائینگے جنکے سمجھنے مین
دشواری پیش آتی ہے اور جو لوگون کی بول چال مین یکسان نہین ہوئے
ہمارے نزدیک ناگری حروف کو عدالتون کی کارروائیون کے
لیے پسند کرنے کی وجہ بہی کافی نہین ہے کیونکہ عدالتون کی
کارروائیان جس زبان مین لکھی جاتی ہین وہ قانونی زبان ہے
قانونی زبان عام بول چال سے ہمیشہ علیحدہ سمجھی جاتی ہے
اور اُسکو وہی لوگ سمجھ سکتے ہین جو اُسکو سمجھنا چاہین اور جنکو اُسکے
سمجھنے کی ضرورت پیش آئے - کسی ملک کے عام آدمی قانونی
یا سیاسی یا علمی زبان کو عام طور پر نہ بول چال مین استعمال کرتے
ہین، نہ اُسکو سمجھ سکتے ہین - جسطرح ہر انگریز انگریزی زبان کی قانونی
اصطلاحات سے واقف ہونے کا مدعی نہین ہوسکتا، اسی طرح
صوبجات متحدہ کا ہر باشندہ اُردو کے قانونی کارروائیون اور
قانونی الفاظ سے آگاہ تصور نہین کیا جاسکتا - یہ امر بھی مسلم ہے
کہ علمی یا قانونی الفاظ اگر عام بول چال سے اخذ کیے جائین تو
اُنکے وہی معنی عام طور پر سمجھے جائینگے جو بول چال مین سمجھے جاتے ہین
نہ کہ وہ معنی جو علما یا واضعان قانون نے قرار دیے ہین - اسی بنا پر یورپ
کے علما اور واضعان قوانین نے علمی اور قانونی الفاظ کا اُن
زبانون سے لینا اختیار کیا ہے جو مُردہ ہوچکی ہین اور جنکے الفاظ
کے اصلی معنی لوگون کے ذہنون اور دماغون مین گردش نہین کرتے
اُردو زبان مین بھی عربی اور فارسی زبانون سے قانونی اور علمی الفاظ
لیے گئے ہین اور یہ زبانین ہندوستان کے کسی صوبہ مین بولی

نہین جاتین - اور اسی لیے اردو زبان کی تمام قانونی اور علمی
الفاظ سے وہی مراد لی جاتی ہے جو علما اور واضعان قانون
نے مراد لی ہے - پس ہر شخص جو عدالتون کی کارروائیون اور
اُنکے الفاظ کو سمجھنا چاہے سمجھ سکتا ہے اور ٹھیک وہی معنی
سمجھ سکتا ہے جو عدالتون یا واضعانِ قانون نے قرار دے
ہین - اگر عدالتون کی زبان وہی زبان ہو جو جاہلون یا پڑھے لکھون
کی عام بول چال ہے تو قانونی کارروائیون کے سمجھنے مین نہایت
پیچیدگی اور دقت پیش آئیگی - اُردو زبان مین تمام قوانین مروجہ
ہندوستان کا ترجمہ ہو چکا ہے اور قانونی اصطلاحین مقرر
ہو چکی ہین - پُرانی ہندی بھاشا جسکے زندہ کرنے کا خیال چند
صاحبون کو منظور ہے نہ اتنی وسیع ہے، نہ اتنی نازک اور
بلیغ ہے کہ قانون کی باریکیون اور عدالتون کی موشگافیون کو
کماحقہ ادا کر سکے اور اگر سنسکرت کی مدد سے اُسکا دائرہ وسیع کیا
جائے تو جدید اصطلاحون کے قایم کرنے سے عدالتون اور
ان لوگون کو جنکو عدالتون سے سابقہ پڑتا ہے - عام اس سے
کہ وہ ہندو ہون یا مسلمان نہایت تکلیف اور مصیبت کا سامنا
کرنا ہوگا - اگر یہ کہا جائے کہ ناگری حروف کے جاری کرنے
مین بھی وہی عربی اور فارسی کی قانونی اصطلاحات قایم رکھی جائینگی
جو اس وقت تک قایم ہو چکی ہین مگر عام زبان جس مین مقدمات
کی مثلین مرتب کیجاتی ہین اب کی نسبت زیادہ سہل اور زیادہ عام
فہم ہو جائیگی تو یہ خیال بھی صحیح نہین ہے - کیونکہ عربی اور فارسی
الفاظ کو کثرت سے استعمال کرنے والے زیادہ تر وہی لوگ ہین
جو تعلیم یافتہ اور مہذب ہین اور وہ اُس حالت مین بھی ایسے
الفاظ اور فقرے استعمال کرینگے جو اُنکی لیاقت اور علمی قابلیت
کو بتائین - اُنکے لئے اگر کوئی حکم امتناعی اُس وقت جاری ہو سکتا
ہے تو اسوقت بھی ویسا ہی حکم جاری کیا جا سکتا ہے - مگر اسمین ذرا بھی شک نہین
ہے کہ اگر عربی اور فارسی کے قانونی الفاظ ناگری حروف مین لکھے جائینگے تو اُن
حروف کیلئے جو سمیٹک زبانون سے مخصوص ہین (مثلاً ث - ح
ذ - ص - ض - ط - ظ - ع - غ - ق - نئی علامتین اور نئے حروف ناگری مین
ایجاد کرنے پڑینگے حالانکہ ناگری کی نسبت دعویٰ کیا گیا ہے
کہ وہ اُن تمام آوازون کو ادا کرتی ہے جو انسان کے گلے سے نکلتی
ممکن ہین اور اُسکی بنیاد علم سماع پر ہے - اب ہم پوچھتے ہین کہ
اس بے ضرورت ایجاد کی آنے والی مصیبتون اور تکلیفون
سے بچنے کے لیے موجودہ خط کو کیون نہ ترجیح دیجائے؟ اور
اُسکو اپنی مکمل حالت پر کیون نہ قایم رکھا جائے؟ جس سے
آرین اور سمیٹک زبانون کی آوازین برابر ادا ہو سکتی ہین -

اڈریس کی دفعہ (۴) مین بیان کیا گیا ہے کہ ان صوبجات
کے باشندون کی بھاری تعداد فارسی حروف مین لکھے ہوئے
استغاثون - درخواستون اور دستاویزون کو پڑھ نہین سکتے اور
جب عدالتون کے سمن ان حروف مین جاری ہوتے ہین، تو
بہت سے لوگون کو جنکے نام وہ سمن جاری کئے گیے ہین اُنکے
پڑھنے مین دقت ہوتی ہے - ہمارے نزدیک ناگری حروف
کی تائید اس دفعہ سے بھی نہین ہوتی کیونکہ استغاثون - درخواستون
دستاویزون اور سمنون کے پڑھنے کے لیے پڑھا لکھا ہونا ضروری
ہے - خواہ یہ کاغذات فارسی حروف مین ہون یا ناگری حروف
مین - یہ کیونکر ممکن ہے کہ اگر یہ کاغذات ناگری حروف مین لکھے
ہوئے ہون تو اُنکو وہ اشخاص بھی پڑھ سکینگے جو ناگری حروف
مین لکھنا پڑھنا نہین جانتے - پس اس دقت کا علاج یہ نہین ہے
کہ ناگری حروف جاری کئے جائین بلکہ اصلی علاج یہ ہے کہ ہندو
اور مسلمان دونون قومین ملکر تعلیم کو وسعت کے ساتھ جاری

کرنے کی کوشش کرین تاکہ تمام دیہات اور قصبات اور شہرون کے باشندے لکھہ پڑھ کر مہذب اور اپنے حقوق سے آگاہ ہون - اور عدالتی کارروائیون اور قانونی بحثون کو بخوبی سمجھہ سکین -

اڈریس پیش کرنے والون نے اس سے آگے چلکر پروفیسر مانیر ولیمز کا قول نقل کیا ہے کہ فارسی حروف مثل گو رکھہ دہندے کے ہین جنکا پڑہنا ہی مشکل ہے - پھر بیان کیا ہے کہ شکستہ فقرات یا الفاظ کے صحیح پڑہے جانے کی نسبت عدالتون مین شکوک اور تنازعے پیدا ہوتے ہین - یہ کہنا ناممکن ہے کہ تمام مقدمے صحیح طور پر فیصل ہوتے ہین - اگر ایسا ہی فرض کر لیا جائے تاہم اُس تکلیف اور خرچ کی کوئی تلافی نہین ہوتی جو لوگون کو اپنے دعوے کے قایم کرنے یا اپنا ڈفنس پیش کرنے مین برداشت کرنا پڑتا ہے - نہ اس تضیع اوقات وزر کا کوئی معاوضہ ہو سکتا ہے جو ایسے ناقص حروف مین عدالتون کی کارروائیان کرنے مین صرف ہوتا ہے - عام طور پر اردو لکھنے مین وہ علامتین چھوڑ دی جاتی ہین جن سے حروف ایک دوسرے سے امتیاز پیدا کرتے ہین - وہ الفاظ جن کا کوئی حرف ایک قسم کا نہین ہے نہ انکی آواز مین مشابہت ہے کاغذ پر ایک شکل کے نظر آتے ہین - ناگری حروف کی بنیاد علم سماع پر ہے اور ان سقمون سے مبرا ہین - انکو اعلیٰ سے اعلیٰ زبان دانون نے سب سے زیادہ مکمل اور خوش اسلوب ظاہر کیا ہے - جب وہ ایک دفعہ لکھے جاتے ہین تو چھاپہ کی طرح صاف ہوتے ہین اور ایسی معین صورت کے ہوتے ہین کہ اُن سے جو فقرہ مرکب ہو اُسکو وہ شخص بھی لب ولہجہ سے پڑھ سکتا ہے جس کو اسکے معنی کا مطلق خیال نہ ہو - سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ ان حروف سے ان صوبجات کی لوگون کی بڑی تعداد واقف ہے -

اسمین کچھہ شک نہین ہے کہ پروفیسر مانیر ولیمز آرین زبانون کی بہت بڑی عالم ہین مگر انکا قول سمیٹک زبان اور اُسکے حروف کی نسبت قابل سند نہین ہو سکتا - نہ کوئی وجہ اس بات کی یقین کرنے کی ہے کہ وہ سامی خاندان کی کسی زبان سے اور اُسکے حروف سے کماحقہ آگاہ ہونگے - اور کچھہ تعجب نہین ہے کہ یہی وجہ انکے اس قول کی ہو - کہ فارسی حروف مثل گورکھہ دہندے کے ہین اور پڑہے نہین جاتے - پروفیسر گارسن ڈٹاسی جو مشرقی زبانون کے مشہور عالم ہین انھون نے ۹ دسمبر ۱۸۶۹ء کو پیرس (دارالسلطنت فرانس) کے مدرسہ السنہ مشرقیہ مین ایک لکچر اُردو اور ہندی پر دیا تھا - اُسمین وہ بیان کرتے ہین کہ اُردو مین دو قسم کا خط ہوتا ہے - ایک خوش خط - دوسرا شکستہ مگر ہندی مین علاوہ اُن خطون کے جو ایک ہی قسم کی زبانون سے مخصوص ہوتے ہین اور جنکو سنسکرت کے بڑے عالم دیر تک غور کئے بغیر نہین پڑہ سکتے کئی قسم کے خط ہوتے ہین خود ہندؤن کو اپنے خاص تحریر کے پڑہنے مین ایسی ہی دقت معلوم ہوتی ہے کہ گویا وہ ایک غیر زبان کے پڑہنے کیواسطے کوشش کرتے ہین - دیوناگری کا شکستہ خط جسکو ناگری کہتے ہین اور جسکو اردو خط کی جگہہ جاری کرنا بالفعل منظور ہے دیکھو کیسا نفرت کے قابل ہے (دیکھو علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۱۸۷۰ء صفحہ ۱۶۸) کیا یہ قول مستند نہین ہے ؟

عدالتون کے شکستہ خط سے شکوک اور تنازعات کا پیدا ہونا اور اس وجہ سے تمام مقدمات کا صحیح طور پر فیصل نہ ہونا بھی صحیح نہین ہے کیونکہ نہ اڈریس پیش کرنے والون نے اسکی نظیرین بیان کی ہین نہ ہمکو ایسی نظیرین معلوم ہین جنکی بنا پر ہم

ججون کے فیصلون مین شبہ کرسکین شکستہ سے شکستہ خط تہوڑی سی مشق سے بے تکلف پڑہ لیا جاتا ہے اور اسکے جاننے والے ہر عدالت مین موجود ہین - ہم نے کبھی نہین سنا کہ کسی فیصلہ کی اپیل اس بنا پر کی گئی ہو کہ کاغذات مقدمہ مین کوئی لفظ صحیح نہین پڑہا گیا کوئی عبارت کیسی ہی شکستہ خط مین لکھی ہو اسکا سیاق و سباق خود بتا دیتا ہی کہ اُسکے الفاظ کیا ہین اور وہ کس مطلب سے لکھے گئے ہین - ہمکو اس بات کا بہی علم نہین کہ کسی دعوی کے قایم کرنے یا رد کرنے مین جو خرچ فریقین کو برداشت کرنا پڑتا ہی وہ اس بنا پر ہوتا ہے کہ دعوی یا جواب دعوی کے الفاظ صحیح نہین پڑہے گئے - یہ سچ ہے کہ عدالتون کی کارروائی مین جو سرعت اور عجلت درکار ہے اُسکے باعث سے حروف مین امتیاز کی علامتین اکثر چہوڑ دیجاتی ہین اور وہ حروف جنکی آوازون مین مشابہت نہین ہے کاغذ پر ایک شکل کے دکہائی دیتے ہین مگر تہوڑی سی مشق حاصل کرنے اور عبارت کے سیاق و سباق پر ادنی غور کرنے سے تمام الفاظ بآسانی پڑہے جاسکتے ہین - اور جبکہ ناگری حروف بہی بقول پروفیسر گارسن ڈٹاسی کے ایسے ہین جنکو لکھنے والے ہی مشکل سے پڑہ سکتے ہین تو انکو اُردو حروف پر ترجیح دینے کی کوئی وجہ نہین ہے - اُردو زبان کے الفاظ اگر فارسی خط مین مع امتیازی علامتون کے خوشخط لکھی جائین تو اُنکے پڑہنے مین بھی کوئی دقت پیش نہین آتی اور ہر شخص جو پڑہنا جانتا ہے اسطرح پر لکھے ہوئے الفاظ کو بلا خیال انکے معنون کے صحیح پڑہ سکتا ہے اُردو کے شکستہ خط کے پڑہنے مین اگر کوئی دقت ہے تو اس شکستہ ناگری کی نسبت زیادہ نہین ہے جسمین ماترا یعنی علامات امتیازی لکھنے سے چہوٹ گئی ہون - بلکہ ناگری خط شکستہ لکھنے کی حالت مین زیادہ ٹیڑہا اور بیڈہنگا اور بدنما ہوجاتا ہے - یہ دعوی کہ صوبجات متحدہ کے باشندون کی بڑی تعداد ناگری حرفون سے واقف ہے محض بلادلیل ہے - جب تک علم الاعداد کی رو سے دونون قسم کے خط جاننے والون کی تعداد بالمقابلہ نہ دکہائی جائے یہ امر پایۂ ثبوت کو نہین پہونچ سکتا - حالانکہ ہز آنر نے ان صوبجات کے خواندہ اشخاص کی تعداد ۳ مین بیان کی ہے اور فرمایا ہے کہ انمین سے بہی بہت بڑی تعداد مسلمانون کی ہے جو اُردو خط مین لکھنا اور پڑہنا پسند کرتے ہین -

اڈریس کی دفعہ (۶) مین بیان کیا گیا ہے کہ ناگری حروف کی نسبت بعض دفعہ جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حروف شکستہ کے برابر جلد نہین لکھے جاتے - اگر یہ فرض کرلیا جائے تاہم جو وقت شکستہ کے لکھنے سے بچتا ہے اُسکے پڑہنے کی حالت مین پورا ہوجاتا ہے - حالانکہ تہوڑے سے وقت کے نقصان کی جو ناگری لکھنے مین صرف ہوگا بعد مین اسکو بآسانی اور یقینی طور پر پڑہنے سے تلافی ہوجائیگی - ہمارے نزدیک ناگری حروف کی حمایت مین یہ دلیل بہی کافی نہین ہے کیونکہ یہی امر اُردو خط کی نسبت بھی کہا جاسکتا ہے - اگر اُردو خط بہی نوک پلک اور زیر زبر کے ساتھہ دیر سے لکھا جائے تو اُسکے پڑہنے مین بھی آسانی ہوگی اور کوئی لفظ مشتبہ نہین رہیگا -

اڈریس پیش کرنے والون نے ابتدائی تعلیم کے مسئلہ کو بہی چہیڑا ہے - انہون نے ہندوستان کے مختلف صوبجات مین مقابلہ کرکے بتایا ہے کہ سنہ ۷۱-۱۸۷۰ء سے ۹۶-۱۸۹۵ء تک پرائمری اسکولون مین تعلیم پانے والے طلبا کی تعداد مین کسقدر ترقی ہوئی ہے - پہر دکہایا ہے کہ صوبہ بہار مین سنہ ۱۸۸۱ء سے اور صوبہ ممالک متوسط مین سنہ ۱۸۷۲ء سے جبکہ ان

ملکون کی عدالتون مین ناگری حروف جاری ہوئے ابتدائی
تعلیم مین بہت زیادہ ترقی ہوگئی ہے۔اس سے یہ نتیجہ اخذ
کیا ہے کہ اضلاع شمال و مغرب و اودہ و صوبہ پنجاب مین
جہان سرکاری عدالتون اور اسکولون مین اردو زبان اور اردو
خط کا رواج ہے، اس باعث سے ابتدائی تعلیم مین کم ترقی ہوئی
ہے کہ ان صوبون مین دیسی زبان اور دیسی خط کا رواج نہین
ہے حالانکہ وہ اس امر کو فراموش کر گئے ہین کہ ہر صوبہ مین
تعلیم کا آغاز مختلف اوقات مین ہوا ہے اور ہر صوبہ مین
تعلیم کی ترقی یا تنزل کے اسباب مختلف ہین۔ یہ اختلاف
اس باعث سے نہین ہے کہ ایک صوبہ مین دیسی زبان اور
دیسی خط کا اسکولون مین رواج ہے اور دوسرے صوبہ مین
نہین ہے۔ انہین اعداد سے جو خود اڈریس پیش کرنے والون
نے درج کیے ہین، معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی تعلیم مدراس مین
بہ نسبت بمبئی کے سہ چند سے زیادہ اور صوبۂ بنگال مین تقریباً
آٹھہ گنی ترقی کر گئی ہے۔ حالانکہ اڈریس پیش کرنے والے اس
امر کو تسلیم کرتے ہین کہ ان صوبجات مین دیسی زبان اور دیسی خط
کا رواج ابتدا سے ہے۔ اضلاع شمال و مغرب و اودہ اور پنجاب
مین افسران تعلیم نے کبھی اپنی سالانہ رپورٹون مین اس بات
کو تسلیم نہین کیا ہے کہ بہ نسبت دیگر صوبجات ہندوستان کے
انہین ابتدائی تعلیم کا کم ترقی کرنا اس باعث سے ہے کہ سرکاری
اسکولون مین ان صوبون کی دیسی زبان اور دیسی خط کا رواج
نہین ہے حقیقت یہ ہے کہ ان صوبجات مین سلطنت مغلیہ
کا اثر ابھی ایک عرصہ دراز تک قایم رہیگا اور وہ قومین جو ان
صوبون مین آباد ہین اور اپنے قدیم لیاقت کے نشہ مین سرشار
ہین از زمانہ حال کی تعلیم کی ضرورت اور فوائد سے رفتہ رفتہ آگاہ

ہونگی۔ اگر صوبۂ بہار اور ممالک متوسطہ مین جہان ناگری حروف
عدالتون مین جاری کیے گئے ہین، ابتدائی تعلیم کی ترقی کا اندازہ
اس وقت سے نہ کیا جائے جبکہ ناگری حروف کا رواج ہوا بلکہ
اس زمانہ سے کیا جائے جبکہ وہان سررشتہ تعلیم قایم ہوا،
تو یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ جائے گا کہ ناگری حروف کی اجرا سے
پہلے اور بعد کے زمانہ مین ابتدائی تعلیم کی رفتار مین اسی قدر
زیادتی ہوئی ہے جسقدر کہ ہر صوبہ مین بلحاظ مقامی اسباب اور
اقتضائے زمانہ کے ہونی چاہیے۔ پس یہ کہنا کہ اضلاع شمال
و مغرب و اودہ اور پنجاب مین ناگری حروف کے اجرا سے ابتدائی
تعلیم مین ترقی ہو جائیگی۔ صحیح نہین ہے اور نہ یہ نتیجہ نکالنا صحیح
ہے کہ ان صوبون مین دیسی زبان اور دیسی خط کا رواج نہین ہے
اس لیے ابتدائی تعلیم کو تنزل ہوا ہے۔

اردو خط کے ناموزون ہونے کی نسبت بعض صاحبون
نے شمس العلما مولانا سید علی بلگرامی کی کتاب "تمدن عرب"
کے دیباچہ کا حوالہ دیا ہے جس مین انہون نے بیان کیا ہے
کہ اردو زبان آریا خاندان کی زبانون مین سے ہے اور اس کا
خط سامی خاندان کا ہے یہ خط ان آوازون کو جو اردو بولنے
والون کے گلے سے قدرتی طور پر نکلتی ہین بخوبی ادا نہین کرتا۔
بعض آوازون کے لیے تو حروف کثرت سے ہین اور بعض کے
لیے مطلق نہین۔ مثلاً عربی کی (ث) اور (ص) اور (س)
تینون سے اردو مین ایک ہی آواز نکلتی ہے جسکو صرف
(س) سے تعبیر کر سکتے ہین۔ اگرچہ ان عربی الفاظ کے لحاظ
سے جو اردو مین شامل ہو گئے ہین ان حروف کا قایم رکھنا لازمی
ہے لیکن اردو آوازون کے لحاظ سے یہ زاید اور فضول ہین
یعنی اگر کوئی شخص اردو کی عبارت پڑھتا جائے اور دوسرا

اُسکو لکہتا جائے تو جب تک اُسکو ذاتی علم عربی املا کا نہو وہ
صرف سن کر اُن حروف کو صحیح نہین لکہہ سکتا - یہ ایک بڑا عیب
اور بڑا اشکال اُردو خط کا ہے یہی حالت ہے (س) اور (ذ)
اور (ض) اور اسی قسم کے اور حروف کی جو اردو مین ہم آواز ہین
ہماری راے مین ہم آواز حرفون کے لیے ایک حرف
کا قایم رکھنا اور باقی کو خارج کردینا امکان سے خارج ہے - کیونکہ
ان مختلف شکل کے حرفون سے اُن الفاظ کے اشتقاق کا سُراغ
بآسانی مل جاتا ہے جو عربی زبان سے لیے گئے ہین - اگر عربی
زبان کے الفاظ اردو کی فرہنگ مین قریب (۱/۴) کے شامل
نہوتے تو شاید ہماری بہی راے ہوتی لیکن جبکہ ان الفاظ
سے ہماری اُردو زبان کا جزو اعظم تیار ہوتا ہے تو ایسا کرنا زبان کی
ساخت کے لحاظ سے محض نامناسب ہے - ایسا کرنے
سے ایک اور دقت پیدا ہوگی اور وہ یہ ہے کہ بہت سے
مختلف المادہ اور مختلف المعنی الفاظ ایک ہی شکل کے لکہے
جائینگے اور اُنکے درمیان التباس پیدا ہوگا - اور یہ سمجہنا نہایت
مشکل ہوگا کہ وہ اصل مین کیا تہے اور کن معنون کے لحاظ سے
اپنے اپنے موقع پر استعمال کیے گیے ہین - یورپ کی زبانین
عموماً آریا خاندان کی ہین اور آریا خط مین لکہی جاتی ہین - لیکن
اس خط مین ہزارون الفاظ ایسے ہین جنکی املا مین کئی کئی خاموش
حروف شامل ہین جو بولنے مین نہین آتے - یہ خاموش حروف
اُن الفاظ کے اشتقاق کی طرف رہبری کرتے ہین اور اسی لیے
املا مین قایم رکہے گئے ہین - صدہا سال کے بعد اب ناممکن
ہوگیا ہے کہ ان حروف کو اُس خط سے خارج کردیا جائے اور انہین
آوازون کے لیے حروف رہنے دیے جائین جو بولنے مین آتے
ہین - ایک دو شخص کے عمل پر چلانے سے ایسا کرنا ممکن نہین ہے
جب تک کہ یورپ کے تمام ملکون اور قومون کا اتفاق نہو جائے
ان زبانون کے خط مین ایک اور دقت ہے اور وہ یہ ہے کہ
جن حروف کے ذریعہ سے اعراب کا اظہار کیا جاتا ہے، وہ ہمیشہ
اور ہر قوم پر اپنے معین اعراب پر دلالت نہین کرتے بلکہ ہر حرف
سے جو اعراب کی غرض سے لفظ کا جزو بنایا جاتا ہے، کبہی
کوئی اعراب مراد لی جاتی ہے اور کبہی کوئی - ان وجوہ سے ان
زبانون کا حاصل کرنا نہایت دشوار ہوگیا ہے اور جب تک
لکہنے والا لفظ کے پورے اجزا سے جن مین خاموش حروف اور مختلف
التعبیر اعرابی حروف شامل ہین، واقف نہو، بولنے والے کے
منہ سے سنکر اُس لفظ کو نہین لکہہ سکتا - پس جسطرح باوجود السنہ
یورپ کے خط کے قابل اصلاح اور غیر مکمل ہونے کے یہ ناممکن
ہے کہ اُن زندہ زبانون اور انکے زندہ خط کی جگہہ کوئی مردہ
زبان اور اُسکا مُردہ خط (اگرچہ وہ زبان کیسی ہی شستہ اور بلیغ
ہو اور وہ خط کیسا ہی مکمل اور اعلی درجہ کا ہو) جاری کیا جائے،
اسی طرح یہ امر امکان سے خارج ہے کہ اُردو زبان اور اُردو خط
کی جگہہ جو سینکڑون برس سے زندہ اور جاری ہین ایک مردہ زبان
جیسی کہ ہندی زبان ہے اور اُسکا مُردہ خط جیسا کہ ناگری خط
ہے جاری کیا جائے - ایسا کرنا ایک ترقی یافتہ تمدن کو
ہزارون برس پیچہے لیجانا ہوگا -

شمس العلما مولانا سید علی بلگرامی نے اُردو خط کو
مشکل الحصول قرار دیکر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہم مین ناخواندون کی
تعداد اسی لیے زیادہ ہے اور خواندہ اشخاص کی تعداد انہین
مسلمانون مین زیادہ ہے - جنہون نے اپنے تئین اس ناجنس
خط (اُردو خط) کی زنجیر سے چہڑا لیا ہے یعنی سندہ اور بمبئی
اور مشرقی بنگالہ کے مسلمان جو اپنی زبان کو سندہی - گجراتی

اردو ناگری کی بحث

اور بنگالی کے آریا خطون مین لکھتے پڑھتے ہین۔
مگر ہمارے نزدیک یہ نتیجہ نکالنا بھی غلطی سے خالی نہین ہے
اگر خط کی مشکلات اور اُسکا نامکمل ہونا خواندون کی تعداد پر اثر کرتا ہے، تو اس امر کی کیا وجہ ہے کہ یورپ کے ہر ملک نے باوجود خط کے قابل اصلاح اور نامکمل اور مشکل الحصول ہونے کے تعلیم مین وہ ترقی کی ہے جسکی شمال ایشیا کے خواب وخیال مین بھی نہین ہے۔ سندھ۔ گجرات اور مشرقی بنگال کے مسلمان ہین دین اور تجارت کی ضرورت سے آریا خطون کا استعمال کرتے ہین اور یہی حالت شمالی ہندوستان کے مسلمانون کی ہے، جو ہندوون کے ساتھ داد وستد کے تعلقات سے مجبور ہوکر کبھی یا مڑیا یا ناگری کا استعمال کرتے ہین مگر علم حاصل کرنے کی غرض سے وہ کبھی ان خطون کو نہین چھوتے۔ نہ ان خطون کے ذریعہ سے وہ تحصیل علم مین کامیاب ہوسکتے ہین۔
ہمارا دعویٰ ہے کہ اُردو زبان اور اُردو خط ہندوستان کے تمام زبانون اور خطون کی نسبت زیادہ عام فہم اور زیادہ مستعمل ہے اُسمین جس کثرت سے خطوط لکھے اور ڈاکخانون مین ڈالے جاتے ہین اور جس کثرت سے اُسمین اخبارات اور رسالے چھپتے اور شایع ہوتے ہین۔ اور جس کثرت سے اُسمین تصنیفات اور تالیفات ہوچکی ہین اور ہوتی رہتی ہین۔ اُسکی برابری اور ہمسری اس ملک کی کوئی زبان اور کوئی خط نہین کرسکتا۔ ہندوستان کی کسی اور زبان کو یہ شہرت حاصل نہین ہے کہ وہ ہندوستان سے باہر غیر ملکون مین بھی بولی اور سمجھی جاتی ہو۔ اس زبان اور اس خط کو ہندو اور مسلمان دونون استعمال کرتے ہین۔ کسی قوم اور کسی گروہ سے اُسکو خصوصیت نہین ہے۔ نہ وہ کوئی مذہبی زبان ہے جسکو خاص اہل مذہب بولتے اور اسمین لکھتے

پڑھتے ہون۔ بہ نسبت دیگر زبانہاے ہندوستان کے وہ بہت وسیع اور شُستہ و رُفتہ ہے۔ اُسمین ہر قسم کے مطالب ادا ہوسکتے ہین۔ وہ جس خط مین لکھی جاتی ہے، وہ خط سینکڑون برس سے ہندوستان مین مستعمل ہے۔ یہ خط تمام آوازون کو ادا کرتا ہے۔ بشرطیکہ احتیاط سے لکھا جائے۔ ورنہ بے احتیاطی ہر خط کو خراب کرسکتی ہے۔ یہ خط مختصر ہونے کے سبب سے بہت جلد لکھا جاتا ہے۔ اسی بنا پر وہ عدالتون کے لیے نہایت موزون ہے۔ اُردو کا طرز تحریر ہر زبان کی مطابق ہوسکتی ہے کیونکہ وہ سب زبانون سے ملی ہوئی ہے۔ پروفیسر گارسن ڈُتاسی اپنے مضمون مین لکھتے ہین۔ کل ہندوستان مین تمام قصبات اور دیہات کے لوگ اُردو کو سمجھ لیتے ہین، اگرچہ وہان اور زبانین بھی بولی جاتی ہون۔ اور ممالک مغربی وشمالی اور اودھ مین صرف یہی زبان رایج ہے پس کیا وجہ ہے کہ اردو زبان جس مین بہت سے فائدے موجود ہین، ہندی کے جاری کرنے کی غرض سے موقوف کی جاے جس مین بہت سی قباحتین ہین اور جو مدت سے متروک ہے۔ اگر کوئی معقول دلیل پیش کی جائے تو یہ قدیمی بھاکا یعنی ہندی جو اب سنسکرت کے مانند صدہا برس سے متروک الاستعمال ہے، شاید اس لایق ثابت ہو کہ اُسکو از سرِ نو رونق دیجاے، مگر اب تو جو زبانین متروک الاستعمال ہوگئی ہین، وہ ہرگز [illegible] زندہ اور سرسبز نہین ہوسکتین۔ پس ان صورتون مین بلاشبہ اسی زبان کو ترجیح دینی چاہیے۔ جو فی زمانتا رایج ہے (علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ سنہ ۱۸۷۶ء صفحہ ۱۶۸)
پروفیسر ممدوح ایک اور مقام پر لکھتے ہین کہ فارسی حروف کی نسبت جو یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ روزمرہ کے معاملات کے لایق نہین ہین، وہ محض ہیچ ہے۔ کیونکہ اطاعناموں رسیدون

اور پروانون کے قواعد ہر کسی کو معلوم ہین اور اسی وجہ سے کسیکو اُنکے پڑہنے مین دقت نہین ہو سکتی - البتہ اُنکے بدلنے سے ایک قسم کی دقت ہوگی (علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ سنہ ۱۸۷۰ء صفحہ ۱۸۲)

پھر ایک مقام پر تحریر کرتے ہین کہ ہندوستانی زبان کو اس درجہ تک لوگ ضروری جانتے ہین کہ جب مقام نیپلز مین پرانے کالج کی جگہ جس مین بجز زبان چین کے اور کسی زبان کی تعلیم نہین دیجاتی تھی، ایشیاٹک کالج مقرر کرنے کی تجویز کی گئی، تو لوگون کو فوراً ہندوستانی زبان کا خیال آیا - چنانچہ جو کچھہ اس اشتہار مین جو کالج مذکور کے سکرٹری پروفیسر این لاسیلیا نی جاری کیا تھا، اس زبان کی نسبت درج تھا، وہ یہ ہے کہ یہ ہندوستانی زبان جو اُردو بھی کہلاتی ہے، برٹش انڈیا کی عام زبان ہے اور چونکہ یہ زبان عربی اور فارسی اور مغل اور تاتاری زبانون سے مخلوط ہے، اسوجہ سے غالباً اس شایستگی کے زمانہ مین جو گورنمنٹ انگریزی کے رعب داب سے کل ہندوستان مین ترقی پذیر ہے، اسی زبان کا رواج ہوگا (علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ سنہ ۱۸۷۰ء صفحہ ۱۲۶۱)

ایک جگہ لکھتے ہین کہ ڈیلی نیوز کے ایک آرٹیکل مین لکھا ہے کہ اس زبان کو آج کل ہندوستان مین وہ رتبہ حاصل ہے جو فرانسیسی زبان کو یورپ مین - اس ملک مین عام طور پر اسی کا رواج ہے - شہرون اور عدالتون مین اسی کا استعمال ہے ذی علم لوگ اپنی کتابین اور فن موسیقی کے جاننے والے اپنے راگ اسی زبان مین تصنیف کرتے ہین - یہان تک کہ اہل یورپ کے ساتھہ گفتگو کرنے کا ذریعہ بھی یہی زبان ہے - غرضکہ اردو زبان کو بحیثیت ہندی زبان پر فوقیت حاصل ہے (علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ سنہ ۱۸۷۰ء صفحہ ۱۵۴)

اردو زبان کے عمدہ اور وسیع اور عام زبان ہونے کی نسبت ہم اور اقوال بھی درج کر سکتے ہین مگر اس سبب سے کہ اڈریس پیش کرنے والون نے زبان کے بدلنے پر بحث نہین کی بلکہ خط کے بدلنے کی درخواست کی ہے (جس سے مقصود اصلی زبان کا بدلنا بھی ہے) اس لیے ہم اسی قدر اقتباس پر اکتفا کرتے ہین پس اسمین کوئی شبہ نہین ہے کہ یہی زبان اور یہی خط اس قابل ہے کہ شمالی ہندوستان کے مدرسون اور عدالتون مین جاری رکھا جائے اور اسکے بدلنے کی کوشش کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ انگلستان مین قدیم انگلوسکسن یا اٹلی مین قدیم لاطینی زبان کے جاری کرنے کی درخواست کرنا - ہمارے نزدیک کوئی دلیل اسوقت تک قابل اطمینان نہین دی گئی ہے جس سے اُردو زبان کو ہندی زبان پر اور فارسی خط کو ناگری خط پر ترجیح دیجا سکے اور بقول ہز آنر لفٹنٹ گورنر اضلاع شمال و مغرب و اودہ کے کوئی بات اسقدر جلد نہین کرنی چاہیے جو مسلمہ واقعات کے برخلاف ہو اور وہ (۳۰۰) برس کے عمل کو دور کرتی ہو"۔ اگر مسلمان یہ درخواست کرین کہ عربی یا فارسی زبان ہندوستان کی عدالتون مین جاری کی جائے یا ہندو یہ درخواست کرین کہ سنسکرت یا ہندی زبان کو سرکاری زبان تسلیم کیا جائے، تو انمین سے ہر درخواست ناقہمی اور جنون پر دلالت کریگی - اور وہی خواہش صحیح اور دانشمندی پر مبنی ہوگی جو رواج کی تائید مین ہو اور جسکی بنیاد خام خیالی پر نہ ہو -

(رشید احمد سالم)

اردو ناگری کی بحث

نمبر (۲)

صوبہ پنجاب مین

اُردو ہندو و پنجابی ہندی کی بحث کئی دفعہ اب سے پیشتر

اضلاع شمال مغرب و اودھ اور صوبۂ پنجاب مین ایک ساتھ چھیڑی گئی تھی۔ اور اگرچہ اسوقت تک یہ بحث اضلاع شمال مغرب و اودھ ہی مین محدود ہے مگر ممکن ہے کہ پنجاب مین بھی اسکے بعد اسی قسم کی درخواست پیش کی جاسے اسلئے مضمون مندرجہ ذیل کا جو نہایت کاوش اور تحقیقات سے لکھا گیا ہے۔ **معارف** مین درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اگر پنجاب مین یہ بحث دوبارہ زندہ کی گئی تو یہ مضمون خاصکر اہل پنجاب کے لیے مفید ہوگا ورنہ بہت سے دلائل اسمین ایسے ہین جو اضلاع شمال مغرب و اودھ کے لیے بھی کارآمد ہو سکتے ہین۔

(وحید الدین سلیم)

سنہ ۱۸۸۲ء کے ماہ جون مین گورنمنٹ ہند کے حکم سے جو ایجوکیشنل کمیشن مقرر ہوئی تھی جسکے پریسیڈنٹ سر ولیم ہنٹر صاحب بہادر تھے اور **سید احمد خان** بہادر مرحوم بھی جسکے ایک ممبر تھے اوس کمیشن نے بہت لوگون سے متعلقہ امور تعلیم مین شہادتین لی تھین چنانچہ حسب خواہش صاحبان کمیشن مختلف مسائل تعلیمی کی نسبت راقم نے بھی شہادت دی تھی جس طرح کہ اودھ اور اضلاع شمالی مغربی کے بعض صاحبون نے اُردو و ہندی کی آجکل ایک بحث پیدا کی ہے اسی طرح بعض لوگون کی تحریک کے باعث کمیشن نے ایک سوال یہ بھی کیا تھا کہ صوبہ پنجاب کے اسکولون مین جو زبان ہندوستانی یعنی اُردو پڑہائی جاتی ہے آیا یہ مفید اور عام پسند ہے یا نہین چنانچہ کمیشن کا وہ سوال ان الفاظ مین تھا "کیا وہ زبان جو آپ کے صوبہ مین (گورنمنٹ کی طرف سے) تسلیم کی گئی ہے اور آپکے صوبہ کے اسکولون مین پڑہائی جاتی ہے۔ وہان [illegible] ون کی اصلی بولی ہے اور اگر نہین ہے تو کیا آپکے صوبہ کے اسکول اسوجہ سے کم مفید اور کم عام پسند ہین"۔

چونکہ اس سوال نے اس صوبہ کے بعض لوگون کو زبان اُردو کے برخلاف اخبارون وغیرہ مین بہت سا شور و غل کرنیکا موقع دیا اور مختلف پہلوؤن سے اس بحث کو چھیڑا گیا تھا لہذا راقم نے بلحاظ فائدہ اپنے ملک کے ان سب اعتراضون اور امور بحث طلب کو ملحوظ رکھکر اور زبان اُردو کی تائید کو واجب سمجھکر اپنی راے تحریر کی تھی۔ ممکن ہے کہ آجکل جو بحث اس موضوع پر دوبارہ چھیڑی گئی ہے، اُسپر میری تحریر کچھ روشنی ڈال سکے۔ اسلیے ذیل مین اس تحریر کو بتصرف یسیر درج کیا جاتا ہے۔

اس صوبہ (پنجاب) کے موجودہ (پولیٹیکل) حدود کے اندر چند مختلف بولیان ہین جو سواے اون مقامات خاص کے کہ جہان وہ بولی جاتی ہین۔ دوسرے مقامات مین یا تو سمجھ ہی مین نہین آتین یا نہایت مشکل سے سمجھی جا سکتی ہین۔

بادی النظر مین یہ کہنا نہایت آسان ہے کہ گورنمنٹ کو اپنے سکیم آف سٹڈی یعنی کتب تعلیمی مین اون سب متعدد بولیون کو اختیار کر لینا چاہیے جتنی کہ وہ ہین اور یہ راے محض خیالی طور پر بہت اچھی بھی معلوم ہوتی ہے لیکن عملی مشکلات بیشمار ہین کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ (ضلع ضلع کی) تمام بولیان ہر خیال کے لوگون کے خوش کرنیکیلیے سرکاری طریق خواندگی مین داخل کردی جائین میری راے مین بطور واجب یہ امر گورنمنٹ ہی کے لیے ضروری ہے کہ اول وہ ایک ایسی عام فہم زبان منتخب کرلے جسکے ذریعہ سے نہ صرف اس صوبہ کے اضلاع مختلفہ کے باشندے بلکہ اور صوبون کے باشندے بھی اپنے خیالات اور رایون کو کسی اور خاص بولی کی نسبت زیادہ آسانی سے باہم سمجھ سکین اور بعد ازان

اوسکو زبان مسلمہ سرکار قرار دیکر اوسکی ترقی مین کوشش کرے اور اوسکو ذریعہ اوس تعلیم کا قرار دے جو مدارس سرکاری مین بذریعہ ورنیکولر یعنی زبان دیسی کے دی جاتی ہے۔

سلطنت انگریزی نے اپنی حکومت کے زمانہ ابتدائی ہی مین بعد غور کامل زبان ہندوستانی کو ایک ایسی زبان پایا جو خود بخود ترقی کر کے ہندوستان کے مشترکہ اور عام فہم زبان بن گئی ہے جسکو شروع مین اُردو بھی کہتے تھے اور ریختہ بہی اور کئی سو برس ہوئے کہ صوبہ پنجاب کے اوس حصہ (یعنی دہلی مین) پیدا ہوئی تھی جو اب اس صوبہ کا ایک جزو اہم ہے۔ اس زبان کی عام فہم اور سریع الفہم ہونے کی وجہ سے گورنمنٹ نے سرکاری عہدہ دارون کے لیے یہ امر لازمی قرار دیا کہ وہ اس کے سمجھنے اور بولنے کی قابلیت حاصل کرین اور بمرور ایام ضروریات زمانہ کے لحاظ سے پھر اُسکو بجاے فارسی کے سرکاری عدالتون اور دفاتر کی زبان مقرر کیا گیا۔ خصوصاً اضلاع شمالی و مغربی کے لیے اس زبان کو سرکاری سررشتہ تعلیم مین اور سب بولیون سے بہتر ذریعہ تعلیم ورنیکولر کا قرار دیا۔

۱۸۴۹ء مین جبکہ پنجاب مین انگریزی راج قایم ہوا اسی اصول کے مطابق یہ زبان اس صوبہ کے دفاتر اور عدالتون کی زبان قرار دی گئی اور ۱۸۵۶ء مین جبکہ پنجاب مین سررشتہ تعلیم قایم کیا گیا یہی زبان ورنیکولر تعلیم کا ذریعہ قرار دیگئی یہ امر ہر کسی کو معلوم ہے کہ ہندوستان مین انگریزی راج کی ابتدا مدراس کلکتہ اور بمبئی سے ہوئی ہے اور اوس وقت کی اُردو ایسی شستہ اور ترقی یافتہ بھی نہین تھی جیسی کہ اب ہے لیکن اگر یہ ہندوستان کے تمام حصون مین عام کاروبار کی ضرورتون کے پورا کر سکنے کی صفت نرکھتی ہوتی تو صاحبان انگریز کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ مدراس بنگالہ یا گجرات کی بولیون کو چھوڑ کر خواہ مخواہ اس زبان کو اون پر ترجیح دیتے کیونکہ بلحاظ اجنبیت کے اونکو توسب ہی زبانین مساوی تہین اور کسی خاص زبان کی نسبت اونکو کوئی میلان اور طرف داری نہ تہی بلکہ اونکی ابتدائی واقفیت اونہین اطراف کے لوگون سے ہوئی تہی اسلئے اگر ممکن ہوتا تو کسی ایسی ہی اطراف مذکورہ کی بولی کو اپنے دفاتر اور عدالتون اور رعایا کے عام استعمال کے لیے ضرور اختیار کر لیتے اس سے ظاہر ہے کہ اس ملک مین انگریزون نے اردو کو اپنے زور حکومت سے جاری نہین کیا بلکہ خود اردو کے ذاتی زور نے انگریزون کو اوسکے اختیار کرنے پر مجبور کیا کیونکہ اور کوئی لوکل زبان سب ضرورتون کے پورا کرنے کے لیے اونہون نے ایسی کافی اور جامع نہین پائی

ظاہر ہے کہ انگریز ایک دور دراز ملک کے باشندے ہین اور ہندوستانیون کی رسم و رواج، طور وطریق اور عقائد مذہبی سے اونکے رسوم وعقائد اور حالات بہت ہی مختلف ہین۔ پس جبکہ ایسے لوگ جو ہندوستان کی سب بولیون سے جو لوگون کے خیالات کے اظہار کا طبعی ذریعہ ہین بالکل اجنبی ہین۔ اُردو کو بہ آسانی سیکھہ سکتے ہین تو ہندوستان کے مختلف صوبون اور مختلف اضلاع کے باشندون کے لیے جنکے باہم بہت کم فرق ہین اور جو اپنے گوناگون روابط وتعلقات باہمی سے آپس مین وابستہ ہین زبان اُردو ایک ایسی زبان نہین ہے جسکا سیکھہ لینا اون کو مشکل ہو اور پنجاب کے باشندون کے لئے تو اور بہی آسان ہے کیونکہ یہ صوبہ پنجاب کے ایک حصہ کی مادری زبان ہے اور مین خیال کرتا ہون کہ گورنمنٹ کے لیے سب سے بہتر پالیسی یہی ہے کہ اشاعت اُردو کی پاسداری کرے جسکے ذریعہ سے ورنیکولر تعلیم نے اب تک بہت قدر ترقی کی ہے اور جو اپنی غیر محدود گنجایش حصول اصلاح و ترقی کیوجہ سے

آینده ہرطرح کی ترقی اور اصلاح کو جون جون زمانہ گذریگا قبول کرتی رہے گی۔

لفظ پنجابی بولی کا اطلاق محض اون چند اضلاع کی بولی پر ہوسکتا ہے جو لاہور اور امرتسر کے قرب وجوار مین ہین لیکن یہ بولی تمام صوبہ پنجاب اور اوسکے اضلاع محکومہ ومتعلقہ اور دیسی ریاستون متعلقہ پنجاب کی عام زبان نہین ہے مین خود از روی پیدایش پشت ہا پشت سے پنجابی ہون مگر مین "پنجابی" کو یعنی لاہوری وامرتسری بولی کو صوبہ پنجاب کے کسی اور ضلع مثلاً راولپنڈی وملتان ڈیرہ جات وغیرہ کی بولیون پر ترجیح دینے کیلئے کوئی وجہ استحقاق کی نہین پاتا اور صرف میری ہی یہ راے نہین ہے بلکہ اکثر میرے ہم وطنون کی یہی راے ہے مینے پنجاب کے تقریباً تمام اضلاع مین متزل بمتزل سفر کیا ہے اور بعض اضلاع مین تو دو دو تین تین دفعہ جانیکا اتفاق ہوا ہے اور ان سفرون مین مینے ان باتون پر غور کیا ہے کہ ہر ایک ضلع کی بولی خود بخود تبدیل ہورہی ہے اور زبان ہندوستانی غالب ہوتی جاتی ہے اردو نہ صرف لوگون کی باہمی کارروائیون کے لیے آسان تر ذریعہ ہے بلکہ ورنی کولر تعلیم کے لیے بھی اور سب بولیون سے بہتر ہے۔

یہ امر بدیہی اور ناقابل انکار ہے کہ خود لاہور اور امرتسر کے وہ رہنے والے بھی جنہون نے یا تو کسیقدر تعلیم پائی ہے یا مہذب لوگون کی صحبتون مین اوٹھنے بیٹھنے کے عادی ہین اپنی مادری بولی کی نسبت اردو مین بات چیت کرنا زیادہ پسند کرتے ہین یہانتک کہ انپڑھ پنجابی سپاہی جو تقریباً ہندوستان کے تمام صوبون کی پولیس اور گورنمنٹ کی ہندوستانی فوج مین بھرتی ہین اپنی دیہاتی بولیون کی نسبت اردو مین گفتگو کرنا زیادہ پسند کرتے ہین اور اسکی اصل وجہہ یہ ہے کہ یہ ہر دو قسم کے لوگ شایستہ تر زبان مین گفتگو کرنے کو اپنی تہذیب اور شایستگی کی علامت سمجھتے ہین اس زمانہ تک مینے اردو کے خلاف مین کبھی کوئی شکایت نہین سُنی اور نہ کبھی یہ سنا کہ عام طور پر لوگ لاہور اور امرتسر کی زبان کو ورنی کولر تعلیم مین داخل کرنیکے لیے اردو پر ترجیح دیتے ہین کیونکہ اردو ہی ایک ایسی زبان ہے جو کہ آجکل اس صوبہ کے اس سرے سے اوس سرے تک عموماً بولی جاتی ہے یا کم از کم سمجھی جاتی ہے۔ یا سوائے فارسی حروف کے (جن مین اردو لکھی جاتی ہے) بعض اور قسم کے حروف (یعنی ہندی یا گورمکھی وغیرہ) کو اختیار کرنا پسند کرتے ہین۔

باستثناے بعض امور اتفاقیہ مخالفت اتحاد کے جنکو بعض خودغرض لوگون نے کبھی کبھی ایجاد کیا ہے پنجاب کے مسلمانون مین (جنکی تعداد اور سب پنجابی اقوام سے بحیثیت مجموعی زیادہ ہے) اور ہندوؤن مین برادرانہ محبت واتحاد رہا ہے اور اس صوبہ کی تمام مختلف بولیون مین عربی اور فارسی کے الفاظ جو اردو کی روح روان ہین اور جن سے زبان اردو اور پرانی زبان پرکرت مین ایک تمیز قایم ہوئی ہے قائمی سررشتہ تعلیم کے وقت سے پہلی ہے دراصل بکثرت پائیجاتی ہین یہانتک کہ سکھ مذہب کی مقدس کتابون مین جو پنجاب مین اب سے صدیون پہلے لکھی گئی تہین مثلاً دونون گرنتھ صاحبون مین نہ صرف عربی اور فارسی کے الفاظ بلاتکلف استعمال کیے گیے ہین بلکہ وہ مشہور حقانی نظم جسکو بحر طویل کہتے ہین اور جو گرو بابا نانک صاحب کی تصنیف سے ہے ساری ہی فارسی زبان مین ہے اور نیز چند فارسی کی نظمین جو دسوین گورو گوبند سنگھ صاحب نے لکھی ہین اونکی مقدس گرنتھ کا ایک جزو ہین۔ اسوقت تک لفظ دربار صاحب (امرتسر کو ہر ہندو صاحب کے لیے) نشان

صاحب۔ گرنتھہ صاحب بونگہ (بنگاہ) رہراس (رہ راست) اردہس (عرضداشت) وغیرہ صحیح الاستعمال یا غلط الاستعمال فارسی وعربی ہی کے الفاظ ہین جو سکھہ صاحبونکی مذہبی اصطلاحون مین ہمیشہ بولے جاتے ہین اس امر کی بنا کہ ہندوستان کے باشندے عربی وفارسی کے الفاظ کو غیر زبان کے الفاظ خیال نہین کرتے (بلکہ برخلاف اسکے کئی سو برس سے اپنے ہی زبان کے لفظ سمجھتے ہین) پنجاب کے موصوف الذکر گرو صاحبان ہی کے زمانہ سے شروع نہین ہوئی کیونکہ اون سے پہلے اور اون سے بعد ہندوستان کے اور حصون مین بھی دوسرے ہندو علماء دین نے مثل کبیر جی اور بابا تلسی داس وغیرہ کے ان لفظون کو اپنی مقدس کتابون مین عموماً استعمال کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ لفظون کے اختلاط پر ہی منحصر ہے صدہا برس سے خود زبان فارسی ہی اس صوبہ کی سرکاری اور خانگی کامون مین متواتر استعمال ہوتی رہی ہے یہان تک کہ مہاراجہ رنجیت سنگہ کی قومی حکومت کے زمانہ مین بھی کل معاملات سلطنت کے کاروبار زبان وحروف فارسی ہی مین طے ہوتے تھے اور نیز دنیاوی تعلیم جو علاوہ مکاتب مسجدی کے قصبات ودیہات کے مکتبون اور معزز ہندون اور مسلمانون کے گھرون وغیرہ مقامون مین دیجاتی تھی فارسی کے سوا اور کسی زبان مین نہین تھی۔ حالانکہ اگر باعتبار جوش مذہبی کے دیکھا جاوے تو حال یہ تھا کہ جس زبان مین مہاراجہ ممدوح کی حکومت نے نشو ونما پایا تھا وہ زمانہ ایسا تھا کہ برخلاف پسندیدہ وعظ وتلقین اور راوس مسلک صلح کل کے جسکی تعلیم بابا نانک صاحب نے کی تھی بعض سکھہ ریڈرون (مثلاً بندا بیراگی وغیرہ) کی غلطیون اور چال ڈھال سے اور زوال یافتہ مغلیہ سلطنت کے بعض حاکمون کے نامناسب فسر انگیز حرکات وافعال سے سکھونکی طبیعتین

کو ترقی دے اور پہیلاوے اور اگر مغربی سائنس اور ...یونکا اردو زبان ہی مین ترجمہ کیا جائے اور تمام ملک ...لیا جاوے تو ایسی حالت مین ہندوستان کے ایک صوبہ ...ے دوسرے صوبہ کے باشندون کی محنتون اور ...سے بہت آسانی سے مستفید ہونگے۔ بخلاف موجودہ ...کے جبکہ زبان اور حروف کے اختلاف کیوجہ سے مثلاً احاطہ ...گون کی کوششین بجائے اسکے کہ وہ کسی غیر ضلع کے ...ن کو فائدہ پہنچا سکین اسقدر محدود ہین کہ انکو بھی تین ...بانون مین تقسیم کرنا پڑتا ہے یعنی سندہی۔ مرہٹی۔ گجراتی ...سے بنگالی ترجمے اور تصنیفات بھی اوس احاطہ سے ...آمد نہین ہین پس میرے نزدیک سوائے اردو یا ...کے کوئی زبان ایسی نہین ہے جسمین اگر علوم وفنون ...تصنیف وتالیف کی جاوے تو وہ ہندوستان کے ...کے باشندون کو یکسان طور پر فائدہ پہونچا سکے۔ گورنمنٹ ...ہے کہ اردو زبان کی اس عالمگیر خاصیت سے فائدہ ...ر ہندوستان کے مختلف الجنس باشندون کو تربیت ...لیے (اگر وہ کوئی زبان عام اختیار کرنی چاہئے) یا اردو ...تیار کرے۔

...رہ بالا طریقہ اختیار کرنے سے علم ہی کو ترقی نہ ہوگی بلکہ ...یستگی اور تجارت اور تمام معاملات مین ترقی ہوگی زبان ...اختلاف تجارتی مطالب مین ایک بڑی رکاوٹ ہے ...ب چٹھی یا پارسل زبان گورمکھی یا ہندی بھاشا مین تحریر ...اور پنجاب کی دار الخلافہ لاہور یا امرتسر سے مدراس ...یا کلکتہ کو روانہ کیجاوے۔ توکیا یہ چٹھی وہان پڑہی ...نہین ہرگز نہین۔

ساتھہ خط وکتابت کرنے اور باہمی کارروائی کا عام اور بہتر اور آسان ذریعہ خیال کرتے ہین۔ ریاست پٹیالہ کی سررشتہ تعلیم مین سنسکرت گورمکھی فارسی انگریزی اور اُردو کی تعلیم کے لیے ضروری عملہ اور سب سامان موجود ہے لیکن جسطرح بہت کم مسلمان عربی کی جماعت مین داخل ہوتے ہین اوسی طرح سنسکرت اور گورمکھی پڑہنے والے بھی کم ہوتے ہین صرف چند برہمن سنسکرت کے اور چند بھائی جی گورمکھی کی جماعتون مین ہوتے ہین اور وہ بھی اکثر صرف اسیقدر تعلیم حاصل کرتے ہین جس سے وہ رسوم متعلقہ مذہب اداکرنیکے قابل ہوجائین جو اونکے حصول عزت اور معاش کا ذریعہ ہین حالانکہ اسکالرشپ و وظایف وغیرہ دیگر تعلیم گورمکھی وسنسکرت کے لیے سرکار کی طرف سے طلبا کو ترغیب بھی دلائی جاتی ہے لیکن بااینہمہ سب لوگ عموماً اُردو اور فارسی اور انگریزی پڑہنا اختیار کرتے ہین جیساکہ نقشہ مندرجہ ذیل سے ظاہر ہے جس سے اون طلبا کی تعداد معلوم ہوتی ہے جو ۱۴۶۷۴۲۳ کی کل مردم شماری اور ۵۰۰۰ ہزار طلباء مین سے گذشتہ دس سال مین سنسکرت عربی اور گورمکھی کی جماعتون مین پڑہتے تہے۔

سنین	کالج			مدارس بیرونی		
	سنسکرت	عربی	گورمکھی	سنسکرت	عربی	گورمکھی
۱۹۲۹	۸۸	ـ	۰	۱۲۲	۰	[illegible]
۱۹۳۰	۹۶	۸	۸	۳۹۵	۰	[illegible]
۱۹۳۱	۸۳	۷	۰	نامعلوم	نامعلوم	نامعلوم
۱۹۳۲	۶۸	۸	۱۰	"	"	"
۱۹۳۳	۶۹	۹	۱۶	"	"	"
۱۹۳۴	۷۸	۱۱	۱۰	"	"	"
۱۹۳۵	۶۰	۲۳	۱۵	"	"	"
۱۹۳۶	۶۴	۲۰	۱۴	۴۷۹	"	"
۱۹۳۷	۶۳	۳۲	۱۳	۴۶۹	"	"
۱۹۳۸	۵۳	۱۲	۱۳	۵۶۳	"	"

اگرچہ کسی زبان کو مذہبی زبان نہین کہا جاسکتا (کیونکہ دنیا کے تمام ممالک مین تمام مذاہب کے بانی قومون سے پیدا ہوئے ہین جو پہلے ہی سے اپنے اپنے دیس کی بولی بولتی تہین) مگر تاہم چند زبانون کی نسبت عام معنون مین یہ کہا جاسکتا ہے کہ اِن کو مذہب سے کسیقدر تعلق ہے لیکن ہندوستانی زبان ہندوستانکے کسی فرقہ کی ملکیت نہین ہے۔ یہ زبان سنسکرت، عربی اور فارسی اور انگریزی زبانون کا ایک خودرو مرکب ہے اور اسی وجہ سے یہ زبان ہندوون مسلمانون اور عیسائیون کے ساتھہ یکسان تعلق رکہتی ہے اور ان سب کے عام استعمال کے لیے یکسان کارآمد ہے علاوہ ازین یہ زبان (جیساکہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے) محض ہندوستان ہی کے مختلف اضلاع کے باشندون کے لیے آپسمین گفتگو کرنے اور کاروبار چلانیکا ذریعہ نہین ہے بلکہ جب کبھی ہندوستان کے کسی ضلع کا کوئی شخص یورپ یا امریکہ یا افریقہ یا کسی دیگر ایشیائی ملک کے کسی باشندے سے ملتا ہے تو وہ لوگ بھی اپنے دیس کی زبان مین گفتگو نہین کرتے بلکہ اُردو زبان مین بات چیت کرتے ہین پس اگر عام تعلیم کے لیے ایک ایسے وسیع اور مکمل ذریعہ کو (جو صرف پنجاب مین ہی خودبخود نہین پہیلا بلکہ ہندوستان کے اندر اور باہر تمام مقامات مین پہیل رہا ہے) چہوڑکر بجاے اوسکے کسی جدید اور محدود ذریعہ کو اختیار کرلیا جاوے تو یہ کارروائی ورنیکلر تعلیم کو جڑ سے اوکھاڑ دیگی اور ہندوستان کی قومون مین کسی قسم کی ترقی نہ ہونے دیگی۔

گورنمنٹ کے تمام ضوابط اور قوانین کی جلدین اُردو زبان مین ترجمہ ہوچکی ہین اور شمالی ہند مین تمام سرکاری دفترون کی کارروائی اُردو زبان مین ہی ہوتی ہے اور دیگر اضلاع اور مقامات مین بھی مختلف ریاستون کی عدالتون اور کچہریون کے کام اُردو زبان

اور فارسی حروف مین ہوتے ہین جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حاکم اور محکوم دونون اپنے کاروبار کو اس زبان مین بسہولت سرانجام کر سکتے ہین - اور علاوہ ازین صوبہ پنجاب ممالک مغربی و شمالی اور بہار اور نیز بنگال مین سرکار اور رعایا کی کوشش سے مغربی سائنس اور لٹریچر کی اسقدر کتابون کا اس زبان مین ترجمہ ہوگیا ہے کہ اب غالباً سائنس کی کوئی کتاب ایسی نہین رہی ہوگی جسکا ان صوبجات مین کہین ترجمہ نہ کیا جا چکا ہو -

علاوہ ازین ہندؤن مسلمانون اور عیسائیون کی بہت سی مذہبی کتابین ایسی ہین جو یا تو اسی زبان مین تصنیف ہوئی ہین یا اُن کا اس زبان مین ترجمہ کیا گیا ہے اور مشرقی سائنس اور لٹریچر کی بہت سی کتابون کا بھی اس زبان مین ترجمہ کیا جا چکا ہے - ان سب کا مفصلاً بیان کرنا اس مضمون کو بیفائدہ طوالت دیتا ہے لیکن اگر کوئی شخص ان سے واقفیت حاصل کرنی چاہے تو وہ ہر ایک سوسائٹی و کتب خانہ اور ورنیکلر پریس مین اور ان تمام مدارس مین جو گورنمنٹ کے متعلق ہین اور اُن مین جو گورنمنٹ کے متعلق نہین ہین اور ہندوستان کے تمام سررشتہ ہاے تعلیم مین متذکرہ بالا کتب کو ملاحظہ کرنیکے لیے جا سکتا ہے - میرے نزدیک اس تکلیف کے معاوضہ مین بہت کچھ فائدہ حاصل ہوگا -

اس صوبہ کے تمام اخبار اور رسالے تعداد مین ۲۳۵ ہین جنمین ۲۳۳ - اُردو کے ایک ناگری کا اور ایک گورمکھی کا ہے اور اگر ان موخرالذکر اخبارون کی عبارت طرز بیان اور الفاظ کو سرسری نظر سے بھی دیکھا جاوے تو ظاہر ہو جاویگا کہ اُن کا قیام بھی اُردو ہی کے الفاظ پر منحصر ہے -

میرے نزدیک اب وہ وقت آگیا ہے کہ گورنمنٹ کو چاہیے اسکے کہ وہ بحث و مباحثہ کرنے سے اُردو کی رواج کو کم کرنے چاہیے کہ وہ اس زبان کو ترقی دے اور پھیلاوے اور اگر مغربی سائنس اور لٹریچر کی کتابونکا اُردو زبان ہی مین ترجمہ کیا جاے اور تمام ملک مین شایع کیا جاوے تو ایسی حالت مین ہندوستان کے ایک صوبہ کے باشندے دوسرے صوبہ کے باشندون کی محنتون اور کوششون سے بہت آسانی سے مستفید ہونگے - بخلاف موجودہ حالات کے جبکہ زبان اور حروف کے اختلاف کیوجہ سے مثلاً احاطہ بمبئی کے لوگون کی کوششین بجاے اسکے کہ وہ کسی غیر ضلع کے باشندون کو فائدہ پہنچا سکین اسقدر محدود ہین کہ انکو بھی تین اندرونی زبانون مین تقسیم کرنا پڑتا ہے یعنی سندہی - مرہٹی - گجراتی اسی طرح سے بنگالی ترجمے اور تصنیفات بھی اوس احاطہ سے باہر کچھہ کارآمد نہین ہین پس میرے نزدیک سواے اُردو یا ہندوستانی کے کوئی زبان ایسی نہین ہے جسمین اگر علوم و فنون کا ترجمہ ہو یا تصنیف و تالیف کی جاے تو وہ ہندوستان کے تمام صوبون کے باشندون کو یکسان طور پر فائدہ پہونچا سکے - گورنمنٹ کا فرض ہے کہ اُردو زبان کی اس عالمگیر خاصیت سے فائدہ اُٹھاے اور ہندوستان کے مختلف الجنس باشندون کو تربیت دینے کے لیے (اگر وہ کوئی زبان عام اختیار کرنی چاہتی ہے) یا اُردو زبان کو اختیار کرے -

مذکورہ بالا طریقہ اختیار کرنے سے علم ہی کو ترقی نہ ہوگی بلکہ تمدن و شایستگی اور تجارت اور تمام معاملات مین ترقی ہوگی زبان اور حروف کا اختلاف تجارتی مطالب مین ایک بڑی رکاوٹ ہے مثلاً اگر ایک چٹھی یا پارسل زبان گورمکھی یا ہندی بھاشا مین تحریر کیجاوے اور پنجاب کی دارالخلافہ لاہور یا امرتسر سے مدراس گجرات پونا یا کلکتہ کو روانہ کیجاوے - تو کیا یہ چٹھی وہان پڑھی جاویگی؟ نہین ہرگز نہین -

جو اخبار اور رسالے ہندوستان مین شایع ہوتے ہین اگرچہ وہ بہت سے نقصون سے خالی نہین ہین تاہم وہ تمام ہندوستان مین عام واقفیت کے حصول اور ترقی خیالات کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہین - لیکن ایسے اخبارات سے جو ایک مقامی زبان اور حروف مین چھپتے ہین (مثلاً گورکھی یا بنگالی یا ہندی وغیرہ مین صرف اوسی مقام کے لوگون کو فائدہ پہنچ سکتا ہے بخلاف اسکے اُردو اخبارات سے خواہ وہ سندہ مدراس بمبئی یا کلکتہ مین ہی شایع کیون نہ ہوتے ہون تمام ملک کو فائدہ پہنچتا ہے - اس مقام پر یہ بھی ذکر کرنا مناسب ہے کہ اُردو اخبارات کا ایسے مقامات سے نکلنا جہانکہ مقامی بولیان اور حروف گورنمنٹ کے دفاتر مین مستعمل ہین اس امر کا ایک دوسرا ثبوت ہے کہ ہندوستان کی عام زبان اُردو ہے ویسی اخبارات کی مندرجہ ذیل فہرست مجکو پریس کمشنر نے عطا کی تھی -

نمبرشمار	زبان	تعداد اخبارات	مقام اشاعت اور کیفیت
۱	اُردو	۹۳	پنجاب - ممالک مغربی وشمالی - اودہ - راجپوتانہ - وسط ہند - بہار - بنگال - مدراس بمبئی - سندہ - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام احاطہ جات اور اضلاع مین اُردو اخبار شایع ہوتے ہین - مین چند دیگر اُردو اخبارات سے واقف ہون جنکے نام پریس کمشنر کی فہرست مین درج نہین ہین
۲	اُردو اور ہندی	۶	اس سے ظاہر ہے کہ ہندی کسی اور زبان بنگالی وغیرہ کی نسبت اُردو زبان سے زیادہ تر تعلق رکھتی ہے -
۳	عربی	۱	- - - - - - -
۴	ہندی	۱۴	ان مین سے ۳ کلکتہ مین ۲ - پٹنہ مین ایک الموڑہ مین - ایک علی گڈہ مین ۲ - لاہور مین - ۲ - ریاست اودے پور مین - ایک بنارس مین - اور ایک الہ آباد مین شایع ہوتا ہے - مدراس بمبئی - سندہ یا وسط ہند وغیرہ مین کوئی ہندی اخبار شایع نہین ہوتا -
۵	گورکھی	۱	صرف لاہور مین -
۶	بنگالی	۳۹	ان مین سے ۳۸ بنگال مین اور ایک مرادآباد مین شایع ہوتا ہے -
۷	انگریزی اور مرہٹی	۸	یہ اخبار صرف احاطہ بمبئی مین چھپتے ہین
۸	مرہٹی	۴۷	
۹	انگریزی اور گجراتی	۳	
۱۰	گجراتی	۳۶	
۱۱	تامل	۹	صرف مدراس مین -
۱۲	تیلگو	۹	
۱۳	میلاگالم	۲	صرف کوچین مین -
۱۴	اسامی	۱	شب ساگر مین -
۱۵	اُوریا	۴	پوراسہ مین -
۱۶	کناری	۱	دہیواڑ مین -

وہ اشخاص جو اس رائے کے مخالف ہین یہ بیان کرتے ہین کہ جب یورپ مین انگریزی جرمن فرنچ وغیرہ بہت سی زبانین مستعمل ہین تو ہندوستان مین بھی تعلیم کے لیے مختلف زبانین استعمال کیجا سکتی ہین - میرے نزدیک یہ اُنکی غلطی ہے کیونکہ یورپ مین مختلف قومین آباد ہین اور ہر ایک قوم کا تمدنی تجارتی اور ملکی انتظام بالکل علیحدہ ہے

بخلاف اسکے ہندوستان ایک ہی سلطنت ہے اور اسکے مختلف اضلاع کے لوگ کسیقدر اختلاف کے ساتھہ سب ایک ہی قوم کے ہین جب کسی ملک مین کوئی شایستہ یا اعلی گورنمنٹ نہ ہو اور وہان کے لوگ فن چھاپہ سے ناواقف ہون اور خط وکتابت آمد و رفت اور سفر وغیرہ کے ذرایع مین ہی کچھہ سہولت نہ ہو تو یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اوس ملک کے بہت سے ٹکڑے اور انمین مختلف بولیان ہوجایا کرتی ہین جنمین متذکرہ بالا وجوہات سے کوئی تبدیلی واقع نہین ہوتی - لیکن اگر ان تمام رکاوٹون کو رفع کردیا جاوے تو بتدریج تمام بولیان ملکر ایک زبان بننے لگتی ہے - یہ حال صرف پنجاب ہی کا نہین بلکہ اس صدی کے اندر تمام ہندوستان مین ایک عظیم الشان تبدیلی واقع ہوگئی ہے خصوصاً تہوڑے ہی عرصہ سے اسکے تمام صوبجات مین آمد و رفت کے بہت ہی آسان ذرایع بہم پہنچگئے ہین اور امید کامل ہے کہ آیندہ تیس سال کے عرصہ مین سڑکون ڈاکخانون اگن بوٹون اور چھاپہ خانون وغیرہ کے پہلنے سے اس ملک کی موجودہ حالت اور ہندوستانی زبان سکے رواج مین ایک عجیب نمایان ترقی ہوگی - پس ایسی حالتون مین اس سوال مین (کہ نہ صرف پنجاب مین بلکہ تمام ہندوستان مین کسی عام زبان کو اختیار کرنا چاہیئے یا کسی خاص مقامی بولی کو قایم رکہنا چاہیئے) یورپ کی نظیر دینی مناسب نہین ہے بلکہ سلطنت برطانیہ کی نظیر دینی چاہئے جہان گذشتہ زمانہ مین مختلف ریاستین آیرلینڈ اسکاٹلینڈ اور ویلز وغیرہ علیحدہ علیحدہ بولیان استعمال کرتی تہین لیکن اب برطانیہ کی تمام متحدہ صوبون مین عام تعلیم کے لیے انگریزی زبان کو استعمال کیا جاتا ہے پس اسیطرح ہندوستانی صوبون مین ہی اردو زبان کو استعمال کرنا چاہیئے - اور اسی کو عام تعلیم کا ذریعہ تسلیم کرنا چاہیئے -

اگرچہ ہندوستان کے لوگون کو تعلیم اور تربیت دینے کا انگریزی زبان ایک نہایت عمدہ ذریعہ ہے مگر یہ ایک ناممکن امر ہے کہ بائیس کرور سے زیادہ آدمی جو ہندوستان مین آباد ہین سب کے سب انگریزی پڑہنا اور لکہنا سیکہہ جاوین - اس لیے یہ مناسب ہے کہ کسی ایسی عام زبان کو اختیار کرلیا جاوے جو مختلف مقامی بولیون کی موجودگی مین بہی تمام صوبون مین بولی اور سمجھی جاوے اور جو مغربی سائیس اور خیالات کو پہیلانے مین انگریزی زبان کے معاون اور مددگار بنے - میرے نزدیک ایسی زبان صرف اردو ہے جو تمام پنجاب اور شمالی ہند کے لیے ضروری خیال کیجا سکتی ہے -

بعض اشخاص جو ہندی بہاشا کو اردو زبان پر ترجیح دیتے ہین وہ ایسی غلطی کررہے ہین جیسی کہ مسلمانون نے اس صدی کے شروع مین کی - اس قوم نے کچھہ تو مذہبی خیالات کی سبب سے اور کچھہ اسوجہ سے کہ وہ فارسی اور عربی زبان کو مکمل سمجھتے تہے اور اپنی مذہبی اور دنیاوی کارروائیون کے لیے ان زبانون کو کافی خیال کرتے تہے انگریزی زبان کو چہوا تک نہین - اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ اسی تنگ حالت مین ہوگئے کہ آخرکار مجبوراً انہین اپنی بیوقوفی کو ماننا پڑا اور اوسکی تلافی کے لیے کوشش کرنے لگے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہزارون سال سے ہندوستان مین دو زبانین مستعمل ہوتی رہی ہین یعنی ایک غالب اور دوسرے اسکے معاون - تاریخ اور خود ہر دو الفاظ (پراکرت اور سنسکرت) سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان سنسکرت باوجود اپنے تمام کمالات کے کبہی ہندوستان کی عام زبان نہین ہوئی مگر پراکرت بیشک عام زبان تہی اور یہ زبان اردو زبان کی طرح اسوقت پیدا ہوئی جبکہ وسط ایشیا کے فاتح آریا لوگ ہندوستان کے اصلی باشندون سے ل جل گئے - درحقیقت یہ زبان اسوقت کی اردو تہی اور اردو ہی کیطرح چند وجوہات سے مختلف اضلاع مین اوسکی مختلف شکلین ہوگئی تہین اسکے بعد جب مسلمان فاتحون نے جو انہین آریون کی نسل اور خاندان سے تہے اس ملک کو زیر کرلیا تو زبان پراکرت مین فاتحی

اور عربی زبانون کے الفاظ ملگئے اور ایک نیا مرکب تیار ہوگیا۔ جیسا کہ آجکل انگریزی الفاظ اردو مین شامل ہو رہے ہین اسمین کچھ شک نہین کہ رسمون اور رواجون کا تبدیل ہونا اور زبانون کا استعمال اور انکی ترقی اور اُن کا تنزل ایسے قوانین پر منحصر ہے جو گورنمنٹ کے اختیار سے بالکل باہر ہین اور غیر حکومت کا کچھ اثر نہین پڑتا اسکی کیا وجہ ہے کہ ہندوستانی زبان مین فارسی اور عربی کے تو بیشمار الفاظ داخل ہوگئے مگر ترکی زبان کے بہت ہی کم الفاظ دخل پا سکے۔ اگرچہ ہندوستان کے حکمران خاندان تقریباً تمام ترکی نسل کے تھے مگر ترکی زبان فارسی کی طرح تمام سلطنت مین کچہریون کی زبان کبھی نہین ہوئی۔ فارسی زبان اسوقت ایسے زور پر تھی کہ اگر کسی بادشاہ نے کوئی کتاب ترکی زبان مین تصنیف بھی کی تو اسکے بیٹے یا پوتے نے اسکا فارسی زبان مین ترجمہ کرادیا۔ میرے نزدیک اسکی وجہ یہ ہے کہ جسطرح ایک قوم خاص لیاقتون کے سبب سے کسی دوسری قوم پر غالب آجاتی ہے اور اُس سے بڑھ جاتی ہے اور مغلوب قوم باوجود اپنی تمام کوششون کے غالب قوم کی ترقی کو نہین روک سکتی اسی طرح ایک زبان زیادہ تر مفید ہونیکے سبب سے دوسری زبان پر سبقت لیجاتی ہے۔

سنسکرت اور فارسی دو بہنین تھین وہ قومین جو عربی اور فارسی بولتی تہین ہندوستان کے نزدیک ہی بود و باش رکھتی تہین چونکہ اس زمانہ مین عربی زبان نہایت ترقی پر تھی اور اسمین علمی تحقیقات اور علمی اصطلاحات موجود تھین اور علوم و فنون مین بہت ترقی کرگئی تھی اسلیئے یہ زبان فارسی زبان پر ہمگئی۔ ہم کہہ سکتے ہین کہ عربی اپنے زمانہ مین سب زبانون پر غالب تھی۔ اور فارسی اسکی معاون تھی پراکرت جسکو بھاشا بھی کہتے ہین اسمین غیر زبان کے الفاظ جذب کرنے کی قابلیت موجود تھی اسلیئے فارسی اور عربی کے الفاظ اسمین داخل ہوگئے۔ چونکہ ترکی زبان مین یہ قابلیت نہ تھی اور وہ پنجابی زبان کیطرح صرف ایک کمزور دہقانی بولی تھی اسلیئے اس زبان نے باوجودیکہ یہ ایک زبردست اور حکمران قوم کی مادری زبان تھی کچھ زور نہین پکڑا۔

آجکل انگریزی زبان ہندوستان کی تمام بولیون پر غالب آرہی ہے جسکا سبب انگریزی حکومت نہین ہے بلکہ اس زبان ہی کی اعلیٰ قابلیت ہے۔

یہ ایک صحیح امر ہے کہ وہ عروج جو اُردو زبان کو آجکل میسر ہے مسلمان بادشاہون کی بدولت اسے حاصل نہین ہوا۔ انکے عہد حکومت مین یہ زبان کبھی کچہریون مین رائج نہین ہوئی بلکہ مسلمانون کی حکومت اور انکے علوم اور زبان کے زوال کے ساتھہ ہی ساتھہ اس زبان مین ترقی ہوتی گئی اور اس صدی مین جبکہ خاندان مغلیہ کا چراغ بالکل گل ہوگیا ہے اُردو زبان اعلیٰ درجہ کی ترقی پر پہنچ گئی ہے۔

سنسکرت اپنے زمانہ مین ایک نہایت صاف و شستہ اور عمدہ زبان تھی اور ہندوستان کے دیگر کم درجہ کی بولیون پر جنکو اس زبان سے بہت کچھ فائدہ پہنچتا تھا غالب آگئی تھی مگر اب عرصہ ہوا کہ مردہ زبان ہوگئی ہے اور چند دیندار اور پارسا پنڈتون کے سوا ہندوستان کے تمام لوگ اس زبان سے بالکل ناواقف ہین اسکے بعد کچھ عرصہ تک عربی زبان غالب رہی اور فارسی اوسکی معاون رہی وہ وقت بھی گذر گیا۔ اب ہندوستان مین انگریزی زبان کی حکومت ہے اور اُردو اُسکی معاون ہے اور مجھے یقین ہے کہ انگریزی زبان صرف ہندوستان ہی کی زبانون پر غالب نہین آئی بلکہ دیگر ممالک کی زبانون پر بھی اسکا رعب پہیلتا جاتا ہے۔

آجکل اون تمام ترجمون اور رسالون اور اخبارون مین جو ٹرکی مصر اور ایران مین شایع ہوتے ہین انگریزی سائنس اور لٹریچر کے بہت سے اصطلاحی الفاظ شامل ہوتے ہین اور ہندوستانیون کی طرح اُن ممالک کے باشندے بھی طرز بیان اور اظہار خیالات

مین انگریزون کی تقلید کرتے ہین - اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ زبان
سنسکرت کو مُردہ ہوئے تو کئی صدیان ہو چکی ہین عربی اور فارسی
زبانین جو ابھی تک زندہ ہین اور جنکو وہ کروڑ ہا لوگ جو ہندوستان
کے گرد و نواح مین آباد ہین ابھی تک بولتے ہین اور جنکے درمیان
حاکم اور محکوم دونون مسلمان ہین ان زبانون کے بولنے والے اپنی
زبانون مین ایک ایسی قوم کی زبان کے الفاظ کیون خود بخود داخل
کرتے جاتے ہین جو انکی نسل اور مذہب سے کچھہ تعلق نہین رکھتے
اور بغیر داخل کرنے ایسے الفاظ کے کیون اپنی زبانون کو ناکافی اور
ناکمل خیال کرتے ہین اور جسطرح ہندی بھاشا کے حامی عربی اور
فارسی الفاظ سے اپنا پیچھا چھڑانا چاہیئے ہین اہل فارس کیون
اس امر کی کوشش نہین کرتے کہ تمام غیر زبانون کی اصطلاحات
انکی زبانون سے نکال دیجاوین اور فارسی کی مردہ زبانون پہلوی
اور دری مین پھر جان ڈالی جاوے اور عرب کے باشندے اور
انکے حاکم کیون اسبات کی کوشش نہین کرتے کہ اونکی بولی ویسی
ہی خالص اور بے لوث رہے جیسی کہ بدویون کی عربی زبان ہے
اور اس زبان مین غیر زبانون کے الفاظ کی آمیزش اور ضروری تبدیلیان
نہونے پاوین یہ ایک ناممکن امر ہے کہ پنجاب سندہ - بمبئی اور
مدراس کے باشندے اپنے گرد و نواح کی اون قومون سے جو کہ عربی
اور فارسی بولتی ہین قطع تعلق کر دین اور یہ بھی ممکن نہین کہ ہندوستانی
زبان سے فارسی اور اُردو کے الفاظ نکال دئے جاوین یا انگریزی کے
نئے الفاظ کو اس مین داخل ہونے سے رد کیا جاوے یا مردہ
سنسکرت کے الفاظ کو از سر نو استعمال کرنے لگین اسی اُمید پر کہ
ہم بھی وہ ہی فائدے حاصل کرینگے جو زبان پراکرت کو زمانہ گذشتہ
مین زبان سنسکرت سے حاصل ہوئے تھے پس ملک کی بہبودی
اس امر کی مقتضی ہے کہ ہم زمانہ کی قدرتی ترقی کے قدم بقدم
چلین اور وقت کی ضرورت کے موافق آگے بڑھتے جائین اور ہرگز
پیچھے نہ ہٹین یعنی ہمکو چاہیئے کہ ہم ہندوستانی یا اُردو زبان کی قدرتی
ترقی مین خلل انداز نہ ہون بلکہ برخلاف اسکے اُسکو آگے کو ڈہکیلیں ہین
ایسا کرنے سے ہندوستان صرف اپنے ہی ترجمون اور مصنفون کی
محنتون سے فائدہ نہین اٹھائیگا بلکہ گرد و نواح کے ممالک کے
ساتھہ متذکرہ بالا تعلق ہونیکی وجہ سے انکے ترجمون اور تصنیفات
سے بھی اسکو فائدہ پہنچیگا -

جو کچھہ کہ اب تک مین بیان کر چکا ہون میرے نزدیک اس امر کے
ظاہر کرنیکے لیے کافی ہے کہ مین اُردو زبان کو جو فارسی حروف مین لکھی جاے
کیون ترجیح دیتا ہون مگر اس بات پر ایک اعتراض اس بنا پر کیا گیا ہے کہ فارسی
حروف کی نسبت ناگری حروف زیادہ ترعجلت اور صحت کیساتھہ لکھے پڑھے جاتے
ہین - مین اس اعتراض کو ایک لایق ہندو جنٹلمین کے الفاظ سے جنھون نے
اُردو زبان کی حمایت مین ایک مضمون لکھا ہے رد کرنا چاہتا ہون مین
اس مضمون کو حتی الامکان اختصار کے ساتھہ بیان کرونگا - یہ جنٹلمین
صوبہ پنجاب مین ایک جلیل القدر جوڈیشل عہدہ پر ممتاز ہین اور کلکتہ
یونیورسٹی کے ایم - اے بھی ہین - یہ راے صرف انہین کی نہین ہے بلکہ
اور بہت سے لایق و فایق ہندو شرفا بھی جن سے مجکو اس باب مین گفتگو
کرنیکا موقع ملا ہے یہی راے دیتے ہین - حروف کی نسبت وہ لکھتے
ہین کہ ہندی کے طرفدار بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہین کہ اُردو زیادہ ترعجلت
کے ساتھہ لکھی جاتی ہے کیونکہ فارسی الفاظ کے لکھنے مین ہم حروف کی
پوری شکل کو استعمال نہین کرتے بلکہ انکی علامات کھلے جلے طور پر
استعمال کرتے ہین جو انگریزی کے شارٹ ہینڈ (مختصر نویسی) کے مشابہ
ہوتا ہے اور اسی سبب سے یہ حروف بہت ہی کم وقت اور جگہہ لیتے ہین
اب رہا اُن کا پڑھنا ہم قبول کرتے ہین کہ حروف فارسی حروف ہندی کی نسبت زیادہ
دقت سے پڑھے جاتے ہین مگر چونکہ اُردو کے الفاظ اکثر حروف کی

علامات سے مرکب ہونے کے باعث کم جگہہ لیتے ہین اسلیئے ایک ہی دفعہ نظر ڈالنے سے وہ فوراً سمجھہ مین آجاتے ہین اور اگر کوئی پورا حروف بہی لکھا ہوا ہے تو وہ بہی جدا ہونے کے سبب سے دیگر حروف کے ساتھہ جلد پڑہ لیا جاتا ہے پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندی کی نسبت اُردو پڑہتے ہین اکثر کم وقت خرچ ہوتا ہے اور چونکہ ناگری مین الفاظ علیحدہ علیحدہ اور پورے حروف کے بنے ہوتے ہین اس لیے انکو صاف اور علیحدہ علیحدہ لکھنے مین اُردو حروف کو نقطون اور حرکتون کے ساتھہ لکھنے کی نسبت زیادہ دیر لگتی ہے ہندی کے طرفدار بہی اس قسم کی اُردو کی تحریر کو جسمین نقاط اور حرکات احتیاط سے لکہی جائین ہندی کی تحریر سے زیادہ صاف مانتے ہین۔

مین ہندی زبان سے بہی واقف ہون اور پنجابی اور بنگالی زبان کو جب تک کہ مینے انکو اچہی طرح سے نہ سیکھہ لیا مین بالکل نہین پڑہ سکتا تہا چونکہ مجکو پہلے ہندی زبان سے واقفیت تہی اسلیے مین ان زبانون کے پڑہنے مین اکثر غلطی کرجاتا تہا خاصکر اُس وقت جبکہ کوئی تحریر جلدی کی لکہی ہوتی تہی حالانکہ مین اُنکے حروف تہجی پر اچہی طرح سے حاوی ہوگیا تہا اسکی وجہ یہ ہے کہ متذکرہ بالا تینون اقسام کے حروف تہجی مین بہت سے حروف ایسے ہین جو اگرچہ مختلف نامون سے پکارے جاتے ہین اور مختلف آوازین پیدا کرتے ہین مگر شکل اور صورت مین تقریباً یکسان بہی ہین۔

دوسری دلیل جو زبان ہندی کو ترجیح دینے کے لیے پیش کیجاتی ہے یہ ہے کہ اسکے حروف تہجی مین اُردو کے حروف تہجی کی نسبت زیادہ حروف ہین لیکن اگر مخالف دلائل پر بہی غور کیا جاوے کہ اسکے بعض حروف ایسی آوازین پیدا کرتے ہین جو بہت ہی کم مستعمل ہین اور بعض مرکب حروف ہین جنکی آوازون مین ایک اجنبی شخص بالکل تمیز نہین کرسکتا تو ایسے حروف کا عدم اور وجود برابر ہے اور یہ دعوے بہی کہ اُردو کی نسبت ہندی کا سیکہنا زیادہ تر آسان ہے بالکل فضول اور باطل ہے۔

ہندی کے حامی یہ بہی شکایت کرتے ہین کہ اُردو زبان مین کوئی سُر و حرکت نہین ہے۔ یہ انکی غلطی ہے کیونکہ اُردو زبان کے اونچے سُر یا حروف علت (و ا ی) ہین اور چہوٹے سُر یا حرکات (زیر۔ زبر۔ پیش) ہین اور باقی ماندہ ہندی کے سُر و مختلف سُرون اور بیجنون (حروف صحیح) سے مرکب ہین اور انکو اُردو مین مقابل کے مرکب حروف سے ظاہر کیا جاتا ہے مثلاً رِی۔ سری وغیرہ مگر ہندی حروف ظ۔ ض۔ ز۔ غ۔ خ۔ ق وغیرہ حروف کی آواز بالکل نہین پیدا کرسکتے۔ اور اُسوقت کے لحاظ سے جو حرکات لکہنے مین صرف ہوتا ہے اُردو لکہنے مین ہندی کو اُسکے سُرون کے ساتھہ لکہنے کی نسبت کبھی بہی زیادہ وقت نہین صرف ہوتا اور اسیلیے ہندی زبان کو اُردو زبان پر کچہہ فوقیت حاصل نہین ہے مین اب گورنمنٹ پنجاب کے معزز عہدہ دارون کی رائین درج کرتا ہون جو انہون نے مختلف اوقات مین اُردو۔ ہندی اور گورمکہی کی نسبت ظاہر کین وہ رائے جو سر رابرٹ اجرٹن صاحب نے ہندوستان سے رخصت ہوتے وقت انجمن پنجاب کے ایک بڑے جلسہ مین ظاہر کی تہی ذیل مین درج کیجاتی ہے (دیکہو صفحہ ۲۷ فقرہ ۱۸۔ سالانہ رپورٹ انجمن پنجاب بابت ۸۲-۱۸۸۱ء)

سر آر اجرٹن صاحب بیان کرتے ہین کہ ایک عرضداشت انکے پاس پہنچی جسمین عرضی دہندگان نے یہ خواہش ظاہر کی تہی کہ دیگر دیسی زبانون کی جگہہ ہندی بہاشہ کو قایم کردیا جاوے بابو نوبین چندر نے یہ ظاہر کیا کہ بہاشا پرچارنی سبہا کی لفظ ہندی بہاشا سے اہل پنجاب کی بولی حروف ناگری مین لکہی ہوئی مراد لی ہے سر آر اجرٹن صاحب نے جواب دیا۔ ہندی پنجاب کے لوگون کی زبان نہین ہے اور رای مول سنگہہ صاحب نے اس رائے کی تائید کی اور کہا کہ پنجابی زبان

کی نسبت ہندی زبان زیادہ ترمشکل ہے۔

خلاصہ اسپیچ سرچارلس ایچسن صاحب بجواب عرضداشت پیشکردہ ممبران سنگہ سبھا لاہور۔ ..... تاہم اگر سکہ قوم کا ہندوستان کی دیگر قومون سے مقابلہ کیا جاوے تو پرایمری تعلیم کا موجودہ انتظام سکھون کے حق مین زیادہ تر غیر مفید معلوم نہین ہوتا۔ گورنمنٹ اور امدادی پرائمری مدارس مین مسلمان ۱/۴ اور ہندو ۱/۱۳۴ اور سکہ ۱/۱۷ ہین۔

تمام ہندوستان کی آبادی مین سکہ لوگ تقریباً ۶ فیصدی ہین مگر پرایمری مدارس مین سکھون کے لڑکے ۸ فیصدی ہین۔

مین امید کرتا ہون آپ لوگ یہ نہین خیال کرینگے کہ مین پنجابی زبان کو ابتدائی تعلیم کے قابل نہین سمجھتا اگر مین یہ کہون کہ اس صوبہ مین جہانکہ مختلف قومین آباد ہین اور بہت سی بولیان مستعمل ہین طریقہ تعلیم کو ایسا بنانا ناممکن ہے کہ تمام قومون کے لوگ اپنی اپنی بولیان سیکہہ سکین۔

عام تعلیم ضرور اُردو زبان مین ہونی چاہیئے یہی رائے اوس مشہور و معروف مدبر کی تھی جو کہ اس صوبہ کا پہلا لفٹنٹ گورنر تہا اور جسکو تمام قومون کے لوگ ابتک یاد کرتے ہین اور جسکو سکہہ قوم سے خصوصاً محبت تھی لارڈ لارنس صاحب نے اپنی ایک ابتدائی رپورٹ مین تحریر فرمایا ہے کہ فی الحال جو بڑا مقصد کہ ہم حاصل کرنا چاہتے ہین وہ یہہ کہ ابتدائی تعلیم اُردو زبان مین دیجاوے اور سب سے پہلا کام یہ ہے کہ عام لوگون کو ہمارے علوم کے آسان اور ابتدائی اصول اُنہین کی زبان مین سکہاے جائین۔ اس زمانہ مین جبکہ ترجمون کا عام رواج ہے یہ کام ہونا ممکن ہے۔

صوبہ پنجاب کے لیے ورنیکیولر کتابون کا ذخیرہ قایم کرنے مین حتی الامکان کوشش کیجاویگی جو زبان کہ عام طور پر زیادہ استعمال کی جائیگی وہ اردو زبان ہی اس زبانکا استعمال تمام قومون مین عجلت کے ساتھہ پہیلتا جاتا ہے اور یہ زبان لنگوا فرنیکا سے (جو یورپ کی عام اور مشترک زبان تھی) زیادہ مستعمل ہوتی جاتی ہے یہ بڑی خوش نصیبی ہے کہ صوبہ پنجاب مین اس زبان کو صفائی کے ساتھہ استعمال کرنا بہت آسان ہے مین خیال کرتا ہون اور تم میرے ساتھہ اسمین اتفاق کروگے کہ ابتدائی مدارس مین آجکل بجاے اُردو کے پنجابی یا ہندی زبان کو قایم کرنا ناممکن ہے اور نہ ایسی کسی تبدیلی کے لوگ زیادہ تر خواستگار ہین۔

سرشتہ تعلیم ڈایرکٹر نے مجھے اس امر کی اطلاع دی ہے کہ اون بیشمار درخواستون مین جو جدید اسکولون کے قایم کرنیکے لیے متواتر اونکے پاس پہونچتی رہتی ہین ایسی ایک عرضی کا پہونچنا بھی انکو یاد نہین ہے جسمین اُردو کی تعلیم سے ناراضگی ظاہر کی گئی ہو یا جسمین یہ خواہش ہو کہ بجاے اسکے پنجابی قایم کردیجاوے سکھون کو اُردو کی تعلیم سے مبرا کرنا انکے حق مین مضر ہوگا کیونکہ اُردو کی تعلیم بغیر آگے بڑہنا اور مڈل اور ہائی اسکول مین تعلیم پانا ناممکن ہے یہ لوگ ایک عمدہ وسیع اور ہر روزہ ترقی پذیر لٹریچر سے محروم رہجاوینگے اور دنیاوی کاروبار مین اپنے ہم وطن لوگون کے مقابلہ مین نقصان اُٹہاوینگے۔

صاحبو مجھے اندیشہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مین تمہاری اس درخواست کو منظور کرلون تو مین یقینی نہین بلکہ ایک مشتبہ اور مشکوک فائدہ تمکو پہونچاؤنگا۔ اور آیندہ نسل کے لوگ یہ افسوس کرینگے کہ مینے اس درخواست کو کیون نامنظور کیا یہ سمجہہ لینا چاہیئے کہ کسی زبان کا استعمال اور اوسکی ترقی و تنزل کا انحصار اون قوانین پر ہے جو گورنمنٹ کی حد اختیار سے بالکل باہر ہین اور جن پر گورنمنٹ کا زور نہین چلتا۔ خواہ اسکا کچہہ ہی سبب ہو مگر اسمین کچہہ بھی شک نہین

کہ عملاً اُردو تمام تعلیم یافتہ قومون کی زبان ہے (پنجاب مین تو ضرور ہی ہے) مثلاً منجملہ ۳۱۳ ورنیکیولر اخبارات کے جو پنجاب مین شایع ہوتے ہین ایک پنجابی زبان کا ایک فارسی کا اور ایک ہندی کا ہے اور باقی تیس جن مین کہ ہولکیان ریاستون کے اخبار بھی شامل ہین (جہان اگر ممکن ہوتا تو ضرور پنجابی زبان ہی پسند کیجاتی) تمام اُردو زبان کے ہین مگر با اینہمہ مجھے اسکا بھی کوئی سبب معلوم نہین ہوتا کہ جب اُردو زبان کے ساتھہ پنجابی زبان کی بھی ضرورت ہو تو پھر دیہاتی مدارس سے پنجابی زبان کو کیون خارج کیا جاوے زنانہ مدارس اور اورنٹیل کالج مین تو اس زبان کی تعلیم دی جاتی ہے اور اگر کسان لوگ بالعموم اور صاف طور سے اسکی خواہش ظاہر کرین تو چند منتخب مدارس مین بھی اسکی تعلیم کا انتظام کیا جا سکتا ہے - اگر پنجابی زبان کی تعلیم کے لیے کوئی پرائیویٹ مدرسہ قایم کیا جاوے تو مثل دیگر امدادی اسکولون کے یہ مدرسہ بھی امداد کا مستحق ہو سکتا ہے -

قریب بیس سال کے ہوئے کہ ۱۸۶۲ء مین سر رابرٹ منٹگمری کے عہد حکومت مین پنجاب کے جوڈیشل کمشنر نے سرکاری دفترون اور محکمون کی زبان کے متعلق ایک سوال پیش کیا تھا اور اس موقع پر تمام کمشنرون اور چند مشہور اور لایق ڈپٹی کمشنرون سے رائین طلب کی گئین تھین اور آخر کار ان آراکو تمام جوڈیشل افسرون کی آگاہی اور ہدایت کے لیے شایع کیا گیا تھا جن کا خلاصہ اس مضمون کے آخر مین شامل کیا جاتا ہے -

اس مضمون کے متعلق اس صوبہ کے ان تمام اگزیکٹو عہدہ دارون کی رائین میری رائے سے مطابقت رکھتی ہین جن مین لارڈ لارنس سر آر منٹگمری سر آر اجرٹن اور سر چارلس اچیسن وغیرہ اعلی عہدہ دارون کی آراکو اسوجہ سے نقل نہین کرتا کہ یہ گورنمنٹ کے اعلی حکام کی رائین ہین بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ اون اشخاص کی آراہین جو گورنمنٹ کے نہایت لایق غیر متعصب اور تجربہ کار عہدہ دار تھے اور اس صوبہ کی بہبودی کے ذمہ دار سمجھے جاتے تھے اور جنکو پنجاب کے معاملات سے پوری واقفیت ہونے کے سبب سے ابھی آراکو صحیح بنیاد پر قایم کرنے کا خاص موقع حاصل تھا - مین نیز آنریبل راجہ شیو پرشاد صاحب سی - ایس - آئی کی اُردو گرامر کے دوسرے اڈیشن کے ۱۸ سے ۹۵ تک صفحات کا حوالہ دیتا ہون جو الہ آباد کے گورنمنٹ پریس مین ۱۸۷۵ء مین چھپی جس مین انہون نے بیان کیا ہے کہ ہندوستان کے قدیم زبان مین سنسکرت الفاظ کے ملنے سے اور ہر صوبہ کی آب وہوا سے تغیر ہو جانے سے مختلف قسم کی پراکرت بولیان پیدا ہوئین - مسلمانون کی حکومت مین پراکرت کے ساتھہ عربی فارسی الفاظ کے شامل ہونے سے اردو پیدا ہوئی اب اسمین انگریزی الفاظ شامل ہو رہے ہین - یہ الفاظ ہماری زبان مین بمنزلہ عنصر کے ہو گئے ہین - ممکن نہین ہے کہ ہم ان الفاظ کو ترک کرین اور قدیم زبان کے الفاظ انکی جگہہ جاری کرین - انگلستان مین الفرڈ کے زمانہ کی انگریزی اور ایران مین کیخسرو کی زمانہ کی فارسی کا جاری کرنا جس طرح ناممکن ہے اسیطرح اردو کی جگہہ کوئی اور قدیم زبان قایم نہین ہو سکتی - اسکے بعد مین ممالک مغربی و شمالی گورنمنٹ کی چٹھی نمبری ۱۷۵ مورخہ ۱۲ - جون ۱۸۶۶ء بنام ڈایرکٹر سررشتہ تعلیم کی تیسری دفعہ کا حوالہ دیتا ہون جو اس گرامر کے دوسرے انگریزی دیباچہ مین درج ہے جس مین لکھا ہے کہ "اس سوال کے حل کرنے مین دو اور باتون کا خیال رکھنا چاہیئے آپ اپنے تجربہ سے یہ بیان کرتے ہین کہ جماعت مین آواز بلند پڑھنے سے اُردو کی کتاب یا اخبار کو سنسکرت کلاس کے طلبا زیادہ جلد سمجھہ جاتے ہین بہ نسبت اسکے کہ فارسی کلاس کے طلباء ہندی کی کسی کتاب کو سمجھہ سکین غالباً اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اول حالت مین تمام مشکل الفاظ ایک زنا

زبان سے لئے ہوئے ہین اور دوسری حالت مین ایک مردہ زبان سے فارسی زبان کی اصطلاحات اکثر بول چال مین استعمال ہوتی ہین اور سنسکرت زبان کے الفاظ چند پنڈتون کی سوسایٹی کے سوا اور کسی جگہہ سننے مین نہین آتے اگر ہر دو قسم کی زیادہ تر مشہور اور علمی اصطلاحات کو دیکھا جاوے تو یہ دلیل کسیقدر قوی معلوم ہوگی"
یہ ذکر کرنا بہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ راجہ صاحب نے اپنی تمام عمر سررشتہ تعلیم ہی مین بسر کی ہے چونکہ وہ زبان سنسکرت کے عالم اور فاضل تھے اسلیئے وہ ہندی زبان کو بہت پسند کرتے ہین اور بڑے پکے ہندو ہین - متذکرہ بالا چٹھی کو بڑے فخر اور خوشی کے ساتھہ اس سررشتہ کے لیے نیگنا کارٹا بتلاتے ہین انکے الفاظ یہ ہین
"ممالک مغربی و شمالی گورنمنٹ کی چٹھی نمبری ۵ ۱۷ مورخہ ۱۳ اجون ۱۸۷۲ء بنام ڈایرکٹر صاحب سررشتہ تعلیم کو یہ سررشتہ بمنزلہ میگنا کارٹا کے خیال کریگا جو لڑائی کہ مین ۱۸۶۸ء سے جبکہ مینے اپنا لکچر (کچھہ بیان اپنی زبان کا) دیا تھا لڑ رہا تھا اب فتح ہوگئی ہے اور زبان قایم کردیگئی ہے -
اون دانا اور تجربہ کار انگریز عہدہ دارون اور عالی اور تربیت یافتہ ہندو خیر خواہی کی آراء جو تعلیم سے بہت کچھہ تعلق رکہتے تھے اسبات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہین کہ صوبہ پنجاب اور شمالی ہند مین اُردو زبان قایم رہنی چاہیئے اور انمین سے کوئی رائے کسی طرفدار یا متعصب شخص کی رائے نہین خیال کیجاسکتی -
ان وجہات سے مین عام تعلیم کے لیے ہندوستانی زبان کو فارسی حروف مین ترجیح دیتا ہون مگر اس سے میری یہ مراد نہین ہے کہ ان قومون یا فرقون کو جو مذہبی یا خانگی تعلیم کے خیال سے گورمکھی یا دیو ناگری حروف مین تعلیم پانا چاہتے ہون یا اپنی تعلیم کو بڑا انگریزی درجہ تک ہی رکہنا پسند کرتے ہون کسی امداد کے دینے سے انکار کیا جاوے میرے ناقص خیال کے نزدیک ہندوستانی زبان کا عام رواج پاجانا اور فارسی حروف کا ہر دلعزیز بنجانا متذکرہ بالا بیان سے بخوبی ظاہر ہے لیکن اگر یہ فرض کرلیا جاوے کہ کسی قوم کے لوگ ان حروف کو کسیقدر کم پسند کرتے ہین (گو جہانتک کہ مین دیکہتا ہون ایسی حالت نہین ہے) تو ان لوگون کو یہ سمجھہ لینا چاہیئے کہ جس طرح انگریزی زبان اور اوسکے حروف کو ہندوستانی زبان سے کچھہ بہی تعلق نہین ہے مگر محض مفید اور ضروری ہونے کی وجہہ سے یہ اب اسقدر عام پسند ہوگئے ہین کہ تمام سمجھہ دار ہندو اور مسلمان تہ دل سے انکی ترقی چاہتے ہین اسی طرح ہندوستانی زبان اور فارسی حروف بہی تمام ہندوستان کے عام استعمال کے لیے مفید اور ضروری ہین -
اکثر کلٹو عہدہ داران پنجاب کی آرا کا خلاصہ جس کا حوالہ اوپر دیاگیا حسب ذیل ہے -

مسٹر بی-ایس میول صاحب کمشنر دہلی-	دہلی حصار اور ریاستہاے اس روسے ستلج مین کچہریون کی زبان بیشک اُردو ہونی چاہیئے -

ضلع لاہور اور امرتسر اور ریاستہاے ان روی ستلج مین بہی ایسا ہی ہونا چاہیئے پنجابی اُردو زبان کی صرف ایک دہقانی بولی ہے اگر جاہل اشخاص سے گفتگو کرتے وقت اُردو مین سے فارسی کے بڑے بڑے الفاظ کو نکالدیا جاوے تو یہ زبان پنجاب کے تمام لوگون کی سمجھہ مین آسکتی ہے -
اگر پنجابی کو پنجاب کی کچہریون کی زبان بنالیا جاوے تو ہمارا انتظام تعلیم سراسر بیہودہ ہوجائے گا - ہم یہان کے لوگون کو اُردو کا لکھنا پڑہنا سکہلاتے ہین نہ کہ پنجابی کا علاوہ ازین کوئی ایسی تجویز کرنا جس سے گورمکھی مین جو کہ تحریری پنجابی تھی جان ڈالی جاوے ایک پولیٹیکل غلطی ہوگی -

اضلاع ملتان اور راولپنڈی کے لیے اُردو مفید ہو گی۔ ڈیرہ جات اور پشاور کے لیے بھی کوئی دہقانی بولی کافی نہین ہو گی بلکہ ان اضلاع مین بھی براعظم ہند کے لنگوا فرینکا اُردو کو جو ہماری سرحدی رعایا مین روز بروز زیادہ مستعمل ہوتی جاتی ہے اختیار کرنا نہایت عمدہ ہے۔

مسٹر ہیسٹنہ صاحب کمشنر حصار

جیساکہ جوڈیشل کمشنر نے تجویز کیا ہے کچہری کی ورنیکلر اس عام مستعمل زبان کے موافق ہونی چاہیے جو اس صوبہ کی مختلف حصول مین بخوبی رائج ہے ضلع حصار کیلیے اگرچہ سرسہ مین اور ریاست پٹیالہ کی اون حدود جو سرسہ اور حصار مین واقع ہین پنجابی کا عام استعمال ہے کچہریون کی ورنیکلر اُردو ہونی چاہیے۔

کرنل سر ایچ بی ایڈوارڈس صاحب کمشنر ریاستہاے این روی ستلج

تمام پنجاب اور اوسکے علاقجات مین سواے پشاور اور اضلاع کوہاٹ کے کچہریون کی زبان اُردو ہونی چاہیے پنجابی ڈیرہ جاتی اور ملتانی بھی اوسی درجہ کی بولیان ہین جس درجہ کی یورکشایر یا سومرسٹ شایر کی ربانین ہین جسطرح انگلستان کا قانون اس بات کا مقتضی نہین کہ ان بولیون مین شہادت تحریر کی جائے اسیطرح ہندوستان کا قانون بھی اس امر پر مجبور نہین کرتا کہ ان بولیون مین اظہارات قلمبند کیے جائین۔

پشاور اور کوہاٹ مین جاہل لوگ عموماً پشتو بولتے ہین اور وہ اشخاص جو لکھے پڑھے ہین اور بہت سے ناخواندہ شخص بھی فارسی زبان مین گفتگو کرتے ہین۔

سر ایچ ایڈورڈس صاحب نے ۱۸۵۳ع مین اول پشاور کی کمشنری کا چارج لیا اوسوقت وہان کی کچہریون کی زبان فارسی تھی اور ایڈورڈس صاحب نے دو وجوہات سے اسے تبدیل کر دیا۔

اول جوڈیشل کارروائیون کے لیے فارسی نہایت مشتبہ اور اُردو نہایت صحیح زبان ہے دویم ہمارے اضلاع کے لوگون مین جلدی میل جول ہونے سے ایک پولیٹیکل فائدہ حاصل ہو گا اس حکم نے بہت بڑا نتیجہ پیدا کیا ہے لیکن ضابطہ فوجداری کے لحاظ سے اب تک بھی پشاور اور کوہاٹ کی زبان اُردو نہین ہوئی اسواسطے ہمکو فارسی زبان ہی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

ضلع ہزارہ مین سکھون کے مدت دراز کے قبضہ نے پشتو زبان کو قریب قریب نیست و نابود کر دیا ہے اور اسجگہہ ناقص اُردو بولی جاتی ہے پس ایسی جگہہ کچہریون کی زبان عمدہ اُردو ہونی چاہیے اگر پشتو پنجابی۔ ملتانی یا کسی اور بگڑی ہوئی بولی کو شہادت کی زبان قرار دیا جاوے تو جوڈیشل کمشنر کے پاس اپیلون کا ہونا اور دیسی زبان مین سرکلرون کا جاری کرنا بالکل بند ہو جائیگا۔ اور اس صوبہ کی ایک صاف اور عمدہ زبان ہونیکی امید بالکل قطع ہو جاویگی۔

کرنل لیک صاحب کمشنر ریاستہاے آن روے ستلج۔

اس قسمت کے میدانون مین پنجابی بولی جاتی ہے اور پہاڑ کی بولیان مختلف ہین اور انکی بہت سی اقسام ہین یہانتک کہ ایک شخص جو کانگڑہ کی گرد نواح کی بولی سے بخوبی واقف ہو لاہول سپٹی اور کلو کے لوگون سے بالکل گفتگو نہین کر سکتا۔ اگر شہادتون کو انگلستان کے مختلف اضلاع کی بولیون مین تحریر کیا جاوے تو لوگ اسکی نسبت کیا کہینگے۔

پنجاب کے مختلف اضلاع مین مختلف بولیان قایم رکھنے سے بہت سے اعتراضات پیدا ہوتے ہین خصوصاً ایسے انتظام کی حالت مین جبکہ اپیل بکثرت ہو سکتی ہین برخلاف اسکے تمام صوبہ مین کچہریون کی ایک زبان ہونے سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہین وہ ظاہر ہین پشاور اور ڈیرہ جات مین شاید فارسی کی ضرورت پڑے۔

کپتان انفسٹن صاحب ڈپٹی کمشنر جالندھر۔

اس تمام صوبہ مین کچہریون کی زبان اُردو ہونی چاہیئے یہ زبان تمام صوبہ مین سمجھی جاتی ہے اور تمام دیہاتی مدارس مین اسکی تعلیم ہوتی ہے اور یہ زبان جدید نسل کی تعلیم یافتہ قومون کی ورنیکلر بنتی جاتی ہے۔

کچہریون مین مختلف بولیان استعمال کرنے سے نصف موجودہ عملہ موقوف کرنا پڑیگا اور ایک ضلع کے دفتر کی کارروائی اور تحریر دوسرے ضلع مین جاکر بالکل نہین سمجھی جاویگی اس سے عام لوگون کے کام مین بڑی دقت نمایان ہوگی اور اسکے عوض مین کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا

مسٹر فورستہ صاحب کمشنر لاہور۔

کچہریون کی ورنیکلر سے صرف شہادتون کا اندراج ہی مراد نہین بلکہ اس سے دفاتر کی کارروائی اور احکامات وغیرہ کا تحریر کرنا بھی مراد ہے۔ یہ حکم دینا کہ لاہور مین ورنیکلر احکامات کے لیے صرف پنجابی ہی استعمال کیجایا کرے ایک بڑی دقت پیدا کریگا۔

سب سے عمدہ تجویز یہ ہے کہ شہادت دہندہ کی شہادت اوسکے الفاظ اور اُردو حروف مین لکھی جایا کرے اور احکامات اور کچہری کارروائی وغیرہ کے لیے عموماً اُردو استعمال کی جایا کرے۔

کرنل ہملٹن صاحب کمشنر ملتان۔

پشاور اور سرحدی اضلاع مین غالباً فارسی زبان مستعمل ہوگی الحاق کے تھوڑے عرصہ بعد اُردو کو حکماً کچہری کی زبان بنالیا گیا نتیجہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تجویز نہایت عمدہ تھی۔

قسمت ملتان مین پنجابی کبھی تحریری زبان نہین تھی اس قسمت مین شاید کوئی ایسا آدمی نہین ملیگا جو پنجابی زبان کو صحت کے ساتھہ کسی خط مین لکھہ سکے عرصہ بارہ سال سے اُردو کچہریون کی زبان ہے تمام مدارس مین اس زبان کی تعلیم دیجاتی ہے اور تمام کاروبار مین بجائے فارسی کے یہی زبان استعمال ہونے لگی ہے۔ اب کوئی تبدیلی مناسب نہوگی۔

کپتان میکسویل صاحب ڈپٹی کمشنر گوگیرہ۔

پنجابی کوئی زبان نہین بلکہ ایک بولی ہے۔ ضلع گوگیرہ مین اسکو کچہری کی زبان بنادینا ایسا ہی ہے جیسا کہ سومرسٹ شایر کی دہقانی بولی کو انگلستان کی کچہریوں کی زبان قرار دیدینا۔

دوم پنجابی ایک کرخت اور لاطائل بولی ہے اور مطلب کے باریک فرق اور منطقی خیالات کو صحت کے ساتھہ نہین ظاہر کرسکتی جس کی قانونی کارروائیون مین اشد ضرورت ہے۔

سوم پنجابی زبان کے استعمال کی کچھہ بھی ضرورت نہین ہے کیونکہ عموماً لوگ صاف اُردو کو اچھی طرح سمجھہ سکتے ہین۔

چہارم کچہریون کی زبان قرار دینے کے لیے پنجابی کسی ایک نمونہ یا درجہ کی نہین ہے راوی اور ستلج کی قومون کی بولیون مین بڑا فرق ہے اُردو ہمارے مدارس مین پڑہائی جاتی ہے اور چند سال سے وہ بہت زیادہ پھیلتی جاتی ہے اور تجارت کے بڑہنے اور سفر کے زیادہ تر سہل ہونے سے اس زبان مین بہت کچھہ ترقی ہوئی ہے۔

پنجابی فارسی حروف مین لکھی نہین جاسکتی اور اُسکو ناگری حروف مین لکھنے سے بہت سے اعتراضات پیدا ہوتے ہین۔

کرنل ہیجبر صاحب کمشنر ڈیرہ جات

اس قسمت کے مختلف اضلاع مین مختلف بولیان مستعمل ہین عام لوگونکے استعمال کیلیے کسی ایک بولی کو انتخاب کرنا بڑی ابتری پیدا کریگا۔

پنجابی مختلف اضلاع مین مختلف ہے نیز یہ بولی سرکاری دفاتر کے قابل نہین ہے اُردو ایک اعلیٰ درجہ کی زبان سمجھی گئی ہے اور تمام لوگ اسکو سمجھتے ہین ہمارے مدارس کے لیے یہ ایک تجویز شدہ زبان ہے جو ترقی کہ اس نے حاصل کی ہے اسمین خلل انداز نہ ہونا چاہیئے۔ دفاتر مین مقامی محاورات کو معہ اونکے اُردو ترجمہ کے

اضلاع ملتان اور راولپنڈی کے لیے اُردو مفید ہوگی۔ ڈیرہ جات اور پشاور کے لیے بھی کوئی دہقانی بولی کافی نہین ہوگی بلکہ ان اضلاع مین جو بر اعظم ہند کے لنگوا فرینکا اُردو کو جو ہماری سرحدی رعایا مین روز بروز زیادہ مستعمل ہوتی جاتی ہے اختیار کرنا نہایت عمدہ ہے۔

مسٹر میستہ صاحب کمشنر حصار

جیسا کہ جوڈیشل کمشنر نے تجویز کیا ہے کچہری کی زبان بجائے اس عام مستعمل زبان کے موافق ہونی چاہیے جو اس صوبہ کی مختلف حصوں مین بخوبی رائج ہے ضلع حصار کیلیے اگرچہ اسمین اور ریاست پٹیالہ کے اون حدود جو اسکے اور حصار مین واقع مین پنجابی کا عام استعمال ہے کچہریون کی زبان بجائے اُردو ہونی چاہیے۔

کرنل سر جی بی ایڈورڈس صاحب کمشنر ریاستہاے این رود ستلج

تمام پنجاب اور اوسکے علاقجات مین سواے پشاور اور اضلاع کوہاٹ کے کچہریون کی زبان اُردو ہونی چاہیے پنجابی ڈیرہ جاتی اور ملتانی بھی اوسی درجہ کی بولیان ہین جس درجہ کی یورکشایر یا سومرسٹ شایر کی زبانین ہین۔ جسطرح انگلستان کا قانون اس بات کا مقتضی نہین کہ ان بولیون مین شہادت تحریر کی جاے اسیطرح ہندوستان کا قانون بھی اس امر پر مجبور نہین کرتا کہ ان بولیون مین اظہارات قلمبند کیے جائین۔

پشاور اور کوہاٹ مین جاہل لوگ عموماً پشتو بولتے ہین اور وہ اشخاص جو لکھے پڑھے ہین اور بہت سے ناخواندہ شخص بھی فارسی زبان مین گفتگو کرتے ہین۔

سر ایچ ایڈورڈس صاحب نے ۱۸۵۳ء مین اول پشاور کی کمشنری کا چارج لیا اوسوقت وہان کی کچہریون کی زبان فارسی تھی اور ایڈورڈس صاحب نے دو وجوہات سے اسے تبدیل کر دیا۔

اول جوڈیشل کارروائیون کے لیے فارسی نہایت مشتبہ اور اُردو نہایت صحیح زبان ہے دویم ہمارے اضلاع کے لوگون مین جلدی میل جول ہونے سے ایک پولیٹیکل فائدہ حاصل ہوگا اس حکم نے بہت بڑا نتیجہ پیدا کیا ہے لیکن ضابطہ فوجداری کے لحاظ سے اب تک بھی پشاور اور کوہاٹ کی زبان اُردو نہین ہوئی اسواسطے ہمکو فارسی زبان ہی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

ضلع ہزارہ مین سکھون کے مدت دراز کے قبضہ نے پشتو زبان کو قریب قریب نیست و نابود کر دیا ہے اور اسجگہہ ناقص اُردو بولی جاتی ہے پس ایسی جگہہ کچہریون کی زبان عمدہ اُردو ہونی چاہیے اگر پشتو پنجابی۔ ملتانی یا کسی اور بگڑی ہوئی بولی کو شہادت کی زبان قرار دیا جاوے تو جوڈیشل کمشنر کے پاس اپیلون کا ہونا اور دیسی زبان مین سرکلرون کا جاری کرنا بالکل بند ہو جائیگا۔ اور اس صوبہ کی ایک صاف اور عمدہ زبان ہونیکی امید بالکل قطع ہو جاویگی۔

کرنل لیک صاحب کمشنر ریاستہاے آن روے ستلج۔

اس قسمت کے میدانون مین پنجابی بولی جاتی ہے اور پہاڑ کی بولیان مختلف ہین اور انکی بہت سی اقسام ہین یہانتک کہ ایک شخص جو کانگڑہ کی گرد نواح کی بولی سے بخوبی واقف ہوا ہو لاہول سپٹی اور کلو کے لوگون سے بالکل گفتگو نہین کر سکتا۔ اگر شہادتون کو انگلستان کے مختلف اضلاع کی بولیون مین تحریر کیا جاوے تو لوگ اسکی نسبت کیا کہینگے۔

پنجاب کے مختلف اضلاع مین مختلف بولیان قایم رکھنے سے بہت سے اعتراضات پیدا ہوتے ہین خصوصاً ایسے انتظام کی حالت مین جبکہ اپیل بکثرت ہو سکتی ہین برخلاف اسکے تمام صوبہ مین کچہریون کی ایک زبان ہونے سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہین وہ ظاہر ہین پشاور اور ڈیرہ جات مین شاید فارسی کی ضرورت پڑے۔

کپتان انفسٹن صاحب ڈپٹی کمشنر جالندہر — اس تمام صوبہ مین کچہریون کی زبان اُردو ہونی چاہیئے یہ زبان تمام صوبہ مین سمجھی جاتی ہے اور تمام دیہاتی مدارس مین اسکی تعلیم ہوتی ہے اور یہ زبان جدید نسل کی تعلیم یافتہ قومون کی ورنیکلر بنتی جاتی ہے۔

کچہریون مین مختلف بولیان استعمال کرنے سے نصف موجودہ عملہ موقوف کرنا پڑیگا اور ایک ضلع کے دفتر کی کارروائی اور تحریر دوسرے ضلع مین جاکر بالکل نہین سمجھی جاویگی اس سے عام لوگون کے کام مین بڑی دقت نمایان ہوگی اور اسکے عوض مین کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا

مسٹر فورستہ صاحب کمشنر لاہور۔ — کچہریون کی ورنیکلر سے صرف شہادتون کا اندراج ہی مراد نہین بلکہ اس سے دفاتر کی کارروائی اور احکامات وغیرہ کا تحریر کرنا بھی مراد ہے۔ یہ حکم دیناکہ لاہور مین ورنیکلر احکامات کے لیے صرف پنجابی ہی استعمال کیجایا کرے باعث بڑی دقت پیدا کریگا۔

سب سے عمدہ تجویز یہ ہے کہ شہادت دہندہ کی شہادت اسکے الفاظ اور اُردو حروف مین لکھی جایا کرے اور احکامات اور کچہری کارروائی وغیرہ کے لیے عموماً اُردو استعمال کی جایا کرے۔

کرنل ہملٹن صاحب کمشنر ملتان۔ — پشاور اور سرحدی اضلاع مین غالباً فارسی زبان مستعمل ہوگی الحاق کے تہوڑے عرصہ بعد اُردو کو حکماً کچہری کی زبان بنالیا گیا نتیجہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تجویز نہایت عمدہ تہی۔

قسمت ملتان مین پنجابی کبھی تحریری زبان نہین تہی اس قسمت مین شاید کوئی ایسا آدمی نہین ملیگا جو پنجابی زبان کو صحت کے ساتھ کسی خط مین لکھ سکے عرصہ بارہ سال سے اُردو کچہریون کی زبان ہے تمام مدارس مین اس زبان کی تعلیم دیجاتی ہے اور تمام کاروبار مین بجاے فارسی کے یہ ہی زبان استعمال ہونے لگی ہے۔ اب کوئی تبدیلی مناسب نہوگی۔

کپتان میکسویل صاحب ڈپٹی کمشنر گوگیرہ۔ — پنجابی کوئی زبان نہین بلکہ ایک بولی ہے۔ ضلع گوگیرہ مین اسکو کچہری کی زبان بنادینا ایسا ہی ہے جیساکہ سومرسٹ شایر کی دہقانی بولی کو انگلستان کی کچہریوں کی زبان قرار دیدینا۔

دوم پنجابی ایک کرخت اور لاطائل بولی ہے اور مطلب کے باریک فرق اور منطقی خیالات کو صحت کے ساتھہ نہین ظاہر کرسکتی جس کی قانونی کارروائیون مین اشد ضرورت ہے۔

سوم پنجابی زبان کے استعمال کی کچہہ بھی ضرورت نہین ہے کیونکہ عموماً لوگ صاف اُردو کو اچھی طرح سمجھہ سکتے ہین۔

چہارم کچہریون کی زبان قرار دینے کے لیے پنجابی کسی ایک نمونہ یا درجہ کی نہین ہے راوی اور ستلج کی قومون کی بولیون مین بڑا فرق ہے اُردو ہمارے مدارس مین پڑہائی جاتی ہے اور چند سال سے وہ بہت زیادہ پہیلتی جاتی ہے اور تجارت کے بڑہنے اور سفر کے زیادہ تر سہل ہونے سے اس زبان مین بہت کچہہ ترقی ہوئی ہے۔

پنجابی فارسی حروف مین لکھی نہین جاسکتی اور اسکو ناگری حروف مین لکھنے سے بہت سے اعتراضات پیدا ہوتے ہین۔

کرنل بیجر صاحب کمشنر ڈیرہ جات — اس قسمت کے مختلف اضلاع مین مختلف بولیان مستعمل ہین عام لوگونکو استعمال کیلیے کسی ایک بولی کو انتخاب کرنا بڑی ابتری پیدا کریگا۔

پنجابی مختلف اضلاع مین مختلف ہے نیز یہ بولی سرکاری دفاتر کے قابل نہین ہے اُردو ایک اعلیٰ درجہ کی زبان سمجھی گئی ہے اور تمام لوگ اسکو سمجھتے ہین ہمارے مدارس کے لیے یہ ایک تجویز شدہ زبان ہے جو ترقی کہ اس نے حاصل کی ہے اسمین خلل انداز نہ ہونا چاہیئے۔ دفاتر مین مقامی محاورات کو معہ اونکے اُردو ترجمہ کے

کرنا چاہیئے اظہار پڑھتے وقت اس اظہار کا اظہار دہندہ کی زبان مین ترجمہ کر دینا چاہیئے اور بجائے اسکے کہ کسی ایک مترجم کا اعتبار کیا جاوے اوسی مقام کے دو یا تین اشخاص کو بلاکر اس ترجمہ مین مدد لینی چاہیئے یہ لوگ اکثر کچہریون ہی مین ملجایا کرتے ہین

کرنل ٹیلر صاحب کمشنر پشاور — قسمت پشاور کے ہر سہ اضلاع مین کچہریون کی ورنیکلر اُردو ہونی چاہیئے اس زبان نے ضلع کوہاٹ اور پشاور مین بہت ترقی کی ہے اور اسکی ایک بہت آسان بولی ہزارہ مین بولی جاتی ہے -

پشتو کچہریون کے قابل نہین ہے پشتو اور اُردو کے درمیان ایک تیسری زبان فارسی ہے ایسے بہت ہی کم آدمی ملتے ہین جو پشتو لکھہ سکتے ہون اور اگر اسی مطلب کے لیے لوگ اس زبان کو پڑہین تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اُردو زبان پہلنے سے رہجاویگی اور تہذیب اور درستی اخلاق کی ترقی بند ہوجاویگی -

مسٹر برانڈریتھ صاحب کمشنر راولپنڈی — اُردو کی جگہہ پنجابی قایم کرنے سے کچہہ فائدہ نہوگا اور اگر ایسا ہو تو یہ ایک کم درجہ کی کارروائی ہوگی تمام تعلیم یافتہ قومون کی زبان اُردو ہے اور قانون مین وہ عام مستعمل زبان ہے تعلیم یافتہ قومون کی زبان مراد لینی چاہیئے -

ہمیشہ شہادت دہندہ کے اصلی الفاظ ہی کو درج کرنیکی ضرورت نہین ہے (اگرچہ بعض اوقات ایسی بہی ضرورت پڑتی ہے) کوڈ کی جس دفعہ کا منشاء یہ ہے کہ شہادت کو عموماً بیان کی شکل مین تحریر کرنا چاہیئے اوسی دفعہ سے یہ بہی ظاہر ہوتا ہے کہ اظہارات مین اول سے آخر تک اصلی الفاظ کو درج کرنیکی ضرورت نہین ہے

کوڈ کی ۲۷۹ دفعہ کی روسی فیصلہ کا ترجمہ اکثر اُردو زبان ہی مین ہونا چاہیئے - اگر مقدمات کی کارروائیون مین پنجابی یا کسی اور بولی کو استعمال کرلیا جاوے تو ہمکو کچہریون مین ایک تیسری زبان کو داخل کرنا پڑیگا -

آجکل جب اظہارات کو اُردو زبان مین تحریر کیا جاتا ہے تو آسان الفاظ اور بعض اوقات دہقانی بولیون کے الفاظ اور فقرے بہی حسب ضرورت درج کردئے جاتے ہین اور جب اظہارات شہادت دہندہ کو پڑہکر سنائے جاتے ہین تو وہ انکو فوراً سمجہہ جاتا ہے اور صرف یہی ہمارا مقصود ہے -

دوسرے اُردو زبان اور پنجابی بولی مین اتنا ہی فرق ہے جسقدر کہ انگریزی زبان اور لنکاشایر اور یورک شایر کی بولیون مین فرق ہے حالانکہ لنکاشایر یا یورک شایر کی بولیون کو ان اضلاع کے دفاتر مین استعمال کئے جانے پر زور نہین دیا جاسکتا -

علاوہ اسکے ہمارے مدارس مین اُردو زبان کی تعلیم دیجاتی ہے اور گورنمنٹ کے تعلیمی انتظام کی یہ منشاء ہے کہ اس زبانکے استعمال کو ترقی دیجاوے

کپتان فلر صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم — دہلی لاہور ملتان اور پشاور مین مختلف دہقانی بولیان ہین یعنی وہ ایک ہی زبان کی مختلف اشکال ہین اور علیحدہ علیحدہ زبانین ہین -

(محمد حسین)

امدادی فنڈ کی کتابین اور ناولین

غریب اور محتاج مسلمان بچون کو انٹرنس تک تعلیم دلانے کے واسطے وظائف قایم کرنے کی غرض سے ایک مختصر فنڈ جمع کرنے کا قصد ہے اور اس غرض کے حاصل کرنے کے واسطے ایسی کتابین چھاپی جائینگی جو کارآمد اور دلچسپ بھی ہون اور جنکے جلد فروخت ہوجانے کی توقع ہو۔ منجملہ ان کے بعض کتابین اور ناولین ماہوار شایع ہوا کرینگی اور باقی کتابین مناسب اوقات پر شایع ہوتی رہین گی۔

ماہواری دو جزو جو شایع ہوا کرینگے۔ ان مین سے ایک جزو ناولون کا ہوگا اور ایک جزو ایسی کتاب کا ہوا کریگا جو مشہور مسلمانون کی بایگرفی۔ یا علم اخلاق یا کاروبار خانگی کے متعلق ہو۔ اسی کے ساتھ اس منشاء سے کہ اُردو مین بالکل جدید مال کا اضافہ ہوجاے نیز اس منشاء سے اوس کا ذخیرہ بغیر زائد مصارف کے جمع ہوسکتا ہے۔ راقم نے ترکی زبان کے ناولون کا ترجمہ شروع کردیا ہے اور قسطنطنیہ کے مشہور ناول نویسون کی ناولین منگالی ہین اور منگائی جاتی رہین گی جنکی بابت ہمارا خیال ہے کہ وہ نہایت دلچسپی سے پڑہی جاینگی۔

یہ ناولین اور کتابین جسقدر فروخت ہونگی اُن کی آمدنی مین سے صرف راس المال مجرا لیا جائیگا اور باقی جسقدر روپیہ بچے گا وہ مسلمان غریب بچون کی تعلیم کے فنڈ کے نام سے کسی بنک غالباً بنک آف بنگال مین داخل کردیا جایا کریگا۔ اور محتاج بچون کو پڑہانا بھی فوراً ہی شروع کردیا جائیگا۔

یہ حالات کہ کتنی آمدنی ہوئی۔ کتنا خرچ ہوا۔ روپیہ کہان پر جمع ہے اور کون کون بچے پڑہاے جارہے ہین وغیرہ وغیرہ مفصل طور پر چھاپ کر سالانہ یا ششماہی پرشایع کیے جاتے رہین گے۔

باوجود اسکے قیمت ان موقت الشیوع اجزا کی معمولی رکھی گئی ہے اور دو قیمتین باعتبار کاغذ کے مقرر کی گئی ہین۔ یعنی مبلغ ایک روپیہ بارہ آنے (سولہ پونڈ والے) چکنے کاغذ کی بابت اور مبلغ ایک روپیہ نو آنے سیرامپوری کاغذ کی بابت مگر محصول ڈاک ہر حالت مین خریدار کے ذمہ ہوگا۔ ان قیمتون مین ۱۸-۲۲ کی تقطیع پر سال بھر مین چوبیس جزو (ٹائیٹل پیج) کے علاوہ دے جاینگے یعنی دو جزو ماہوار شایع ہونگے۔

محصول ڈاک کا حال یہ ہے کہ دو آنہ ماہوار کے حساب سے چھ آنہ سالانہ ہوتے ہین۔ لیکن اس مین کفایت ممکن ہے اس طرح پر کہ (سولہ پونڈ والا) چکنے کاغذ کے دو جزو کا وزن معہ ٹائیٹل اور لفافہ وغیرہ کے قریب تین تولہ کے ہوگا اور سیرامپوری کاغذ کا وزن قریب ڈہائی تولہ کے ہوگا۔

موجودہ حالت محصول ڈاک کی یہ ہے کہ دس تولہ تک کے پمفلٹ کا محصول آدہ آنہ ہوتا ہے۔ پس اگر کسی شہر یا قصبہ

کی چند بزرگ چند کاپیان یکجا خریدین تو محصولڈاک مین کفایت ممکن ہے۔ یا اگر یکجا ماہواری کے سہ ماہی پر طلب کی جائین تو بھی محصول ڈاک مین کفایت ہو سکتی ہے اسکے سوا ایک جا خریدارون کے واسطے ہم پانچ فیصدی کمیشن دینگے یعنی (۱۹) کاپیون کی خرید پر ایک کاپی بلا قیمت دیجاے گی۔

جو حضرات ہمارا رسالہ معارف خریدتے ہین اُن سے اسکا محصول ڈاک نہین لیا جائیگا۔ قیمت یا تو نقد پیشگی لیجاے گی اور یا پہلے دو جزو ویلیو پی ایبل روانہ کیے جاوینگے۔

علم اور انسان دوست حضرات اگر اس قسم کی کوئی ناول یا تصنیف یا ترجمہ عطا کرینگے جو بقاعدہ ہر جلد بک جانیوالا ہوگا۔ اوسکو بھی اس فنڈ کی مدمین ہم چھاپین گے اور شکرگذاری سے اونکا نام نامی ظاہر کیا جائیگا۔ کافی درخواستین آجانے پر یکم اپریل ۱۸۹۹ء کو پہلے اجزا شایع ہونگے۔

خریداری کی درخواستین خواہ بنام راقم خواہ مولوی وحید الدین صاحب سلیم کے نام دفتر معارف علیگڈہ کے پتہ سے آنی چاہئین درخواستون مین قسم کاغذ کو صاف طور پر لکھنا چاہیئے۔

راقم آثم۔ حاجی محمد اسمٰعیل خان۔ علیگڈہ۔

چھپ کر تیار ہے

زندہ مصنفین اُردو

یعنی انگریزی مین مولانا خواجہ الطاف حسین حالی۔ شمس العلما مولانا حافظ نذیر احمد دہلوی۔ شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد مولوی عبد الحلیم شرر اور پنڈت رتن ناتھ سرشار کی تصانیف پر ایک غائر نظر جس مین شیخ عبد القادر اڈیٹر پنجاب آبزرور کے چھ لکچرون کا مجموعہ ہے قیمت عہ علاوہ محصول ڈاک یہ دلچسپ کتاب منیجر پنجاب آبزرور لاہور کے پتہ پر ملسکتی ہے۔

معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ

اڈیٹران { حاجی محمد اسمٰعیل خان
مولوی وحید الدین سلیم }

جلد ا	یکم مئی سنہ ۱۸۹۹ء	نمبر ۱۱

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ... للعہ	قیمت فی پرچہ نمونہ ...... ۵ ر

مطبع مفید عام آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخان صوفی چھپا

اطلاع

امدادی فنڈ کے متعلق ماہواری کتابین اور ناول

ہم نے جن کتابون اور ناولون کے ماہواری جاری کرنیکا اشتہار دیا تھا اونکی درخواستین اسقدر کم آئین کہ اونکی بناپر کوئی ماہواری اہتمام نہین ہوسکتا۔ لیکن تاہم امدادی فنڈ کے متعلق ہم کو کام کرنا ہے اسواسطے ہم اوسکے متعلق کتابین وقتاً فوقتاً شایع کرینگے۔ دو کتابین جنکا اشتہار اس پرچہ مین ہے زیر طبع ہین۔ ہز اکسیلنسی ڈاکٹر احمد مدحت افندی کے ناولون کا ترجمہ جو ہم نے شروع کیا ہے وہ عنقریب چھاپہ مین جانے والا ہے۔ اس فنڈ کی آمدنی وخرچ کا حال جسکے ظاہر کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا بجاے ماہواری رسالون مین چھاپے جانے کے معارف مین اور پیسہ اخبار مین چھاپا جائیگا۔

جن حضرات نے اس سلسلہ کی خریداری کی درخواست کی تہی وہ ہم سے دریافت فرما رہے ہین کہ یکم اپریل گذر گئی پہلا پرچہ کیون نہین جاری ہوا، اسواسطے یہ چند اطلاعی سطرین لکھہ دی گئی ہین۔ راقم آثم (اسمعیل)

الفاروق۔ حضرت عمر فاروق کی مفصل سوانح عمری جسکے اول حصہ مین عہد فاروقی کے تمام واقعات ملکی وجنگی اور تمام ذاتی حالات زندگی درج ہین۔ دوسرے حصہ مین ان تمام انتظامات کی تشریح ہے جنکے باعث سے عہد فاروقی ممتاز ہے اور ان تمام کمالات وفضائل کا بیان ہے جو حضرت عمر کی ذات مین موجود تھے۔ یہ بے نظیر کتاب شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کی برسون کی محنت اور کاوش کا نتیجہ ہے اور دو قسم کے کاغذ پر چھاپی گئی ہے۔

قیمت قسم اول غیر مجلد صہ قیمت قسم دوم غیر مجلد ہے ر ۔ مصنف ممدوح سے اعظم گڈہ کے پتہ پر مل سکتی ہے۔

معارف کا انعامی سوال۔ مذکورہ بالا عنوان کے انعامی سوال پر غور کرنے کیواسطے حضرات ذیل کی کمیٹی مقرر ہوئی ہے۔ ۱۔ جناب قاضی عزیز الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر علیگڈہ۔ ۲۔ جناب مولوی محمد حبیب الرحمان خان صاحب رئیس حبیب گنج۔ ۳۔ جناب محمد مزمل اللہ خان صاحب رئیس بھیکم پور۔ ۴۔ جناب مولوی وحید الدین صاحب سلیم۔ ۵۔ راقم۔ انعامی سوال کے جواب مین چونکہ صرف دو تحریرین وصول ہوئی ہین، اسواسطے کمیٹی نے یہ تجویز کیا کہ جواب کی میعاد کو اور وسعت دیجاے اور یہ قرار دیا جاے کہ ۱۔ آخر جون ۱۹۰۸ع تک جوابون کے آنے کی میعاد قایم ہو۔ ۲۔ اونپر آخر اگست ۱۹۰۸ع تک غور کیا جاے۔ ۳۔ لایق انعام مضمونون کی بابت ۳۱۔ اگست تک مقررہ انعام روانہ کردیا جاے۔ ۴۔ یہ بہی قرار دیا گیا ہے کہ بجاے پچاس صفحہ فلس کیپ کے لازمی قید کی جگہہ کم سے کم تیس صفحے رکھے جائین یعنی جواب انعامی سوال کا کم سے کم تیس صفحون پر کافی تصور کیا جائیگا۔ امید ہے کہ خیرخواہان قوم اس ضروری سوال پر مزید توجہ فرمائینگے اور اس میعاد کے اندر اپنے خیالات کو قلمبند کرکے راقم کے پاس بہیجینگے جن صاحبون کو انعام کرنے کی پروا نہین ہے ان سے بہی التجا کی جاتی ہے کہ وہ بہی اس مسئلہ کے حل پر توجہ کرکے ضرور کچہہ لکھین اور راقم کے پاس اوسکو بہیجکر ممنون فرمائین۔
(خاکسار اسمعیل)

معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ

جلد ۱ یکم مئی ۱۸۹۹ء نمبر ۱۱

ماہ مئی

مئی کا مہینہ ایک ایسا فرخندہ اور قومی مہینا برٹش ایمپایر کے واسطے ہے جسکی خصوصیت کسی ایک ذات یا خاندان یا مذہب کے اشخاص کیواسطے نہین ہے بلکہ تمام وہ لوگ جو حضور قیصرہ ہند کے ظل حمایت مین رہتے ہین اون سب کا خیال اس مبارک مہینہ مین ایک معین سمت کی طرف رجوع ہوتا ہے یعنی یہ کہ یہ مہینہ وہی مہینہ ہے جس مین ہر گریشس مجسٹی کوئین وکٹوریا قیصرہ ہند پیدا ہوئی ہین۔

بلا شبہ ہر ایک رعیت کا یہ مقدس فرض ہے کہ وہ اوس بادشاہ کی عزت اور اطاعت کرے اور اوس بادشاہ کی خوشیون مین اظہار انبساط کرے جسکے ملک مین بستی اور رہتی ہو علی الخصوص جبکہ حاکم بادشاہ ایسا شہنشاہ ہو جس طرح پر کہ حضور قیصرہ ہند کوئین وکٹوریا ہین یعنی جسکی سلطنت ایسی وسیع ہو کہ کرۂ زمین کی گولائی کو گھیرے ہوئے ہو اور جسکا رعب ایسا ہو کہ روے زمین کے تمام بادشاہ شہنشاہ تک اوسکی گورنمنٹ سے دشمنی کرنے کو اپنی شامت جانتے ہون اور اوس سے دوستی رکھنی باعث اطمینان تصور کرتے ہون اور پھر باوجود اس قدرت وعظمت کے اوسنے اپنی کل رعیت کے ساتھ یکسان

اور نفرت افزا نہ برتاؤ کرتے ہیں۔ ہم لوگ بھائی ہیں۔ اور جسکی تمام قلمرو میں کل مذاہب باعتماد اپنے مذہبی فرائض کو آزادی اور بےخوفی سے ادا کر رہے ہوں اور جسکی قلمرو میں تعلیم کا سیلاب جاری ہو۔ پس مبارک ہے وہ رعایا جو حضور قیصرہ ہند دامت ظلہا کے ملک میں آباد ہے اور اوسکا مقدس فرض ہے کہ وہ مئی کے مہینہ کو ایک خوشی کا مہینا تصور کرے اور اوسکی یوم پیدائش کو قومی عید کا دن تصور کرے اور اوس میں خوشیاں منائے۔

حضور قیصرہ دامت ... مئی کی چوبیسویں تاریخ کو ۱۸۱۹ء میں بمقام کنسنگٹن پیلیس (لندن) روشنی بخش عالم ہوئی ہیں۔ جس دن اونکی تمام قلمرو میں بلکہ کرہ ارض کے ہر طرف سرکاری طور سے اظہار خوشی کیا جاتا ہے۔ گورنران اور قایم مقامان حضور قیصرہ داس روز لیوی کا دربار منعقد کرتے ہیں۔ جہان جہان توپ خانہ ہے وہان پر توپون کی شاہی سلامی سر ہوتی ہے۔ ممالک غیر مین سفراے عظام شہنشاہی کے مکانون پر پارٹیان مجتمع کیجاتی ہین۔ جنگی جہاز رنگ برنگ کے پھریرون سے سجائے جاتے ہین اور اونکے نشان بردار آگ بوٹون سے شاہی سلامی کی شلکین داغی جاتی ہین۔ غرض کہ تمام دنیا خبردار ہو جاتی ہے کہ یہ دن ایک بڑی عظمت اور شان کا دن ہے اور یہ دن تمام برٹش سبجکٹ کیواسطے یکسان خوشی اور فخر کا دن ہے۔ پس ایسی قومی فرض اور اظہار شکر اور احسان مندی کے واسطے ہم نے اپنے نہایت ناچیز پرچہ کو اس عالیشان مہینہ مین خاص اہتمام سے نکالا ہے۔ اُمید ہے کہ ناظرین جاہی اس ناچیز قومی خدمت کو بہ نظر پسندیدگی ملاحظہ فرمائینگے اور گو کہ ہمارے اس خیال کی مثال بعینہٖ ویسی ہے جسطرح پر زبان زد ہے کہ ایک بڑھیا کچھ سُوت لیکر حضرت یوسف علیہ السلام کی خریداری کے واسطے پہنچی تھی۔ مگر چونکہ یہ ہمارے مقدس اور پاک مذہب کا فرض ہے کہ ہم اپنے بادشاہ کی اطاعت اور اوسکی شکرگذاری کرین۔ اسواسطے اس مین کوتاہی کرنا صرف ایک قومی خدمت سے چشم پوشی نہین بلکہ مذہبی ارشادات سے بھی قاصر رہنا تھا۔ فرمایا ہے جناب رسالتمآب علیہ افضل التحیات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان السلطان ظل اللہ فی الارض۔ یاوی الیہ کل مظلوم من عبادہ فاذا عدل کان لہ الاجر وعلی الرعیۃ الشکر۔

(اسمٰعیل)

حالات سسلی

(۳)

سسلی کی حالت رومیون کی زمانہ مین

جبکہ سسلی کی سرزمین ان دو مختلف قومون (قرطاجنی-یونانی) مین منقسم تھی جو باری باری سے اپنا گوشہ بجاتی رہتی تھین تو اسوقت تماشاگاہ عالم کے پردون کے اندر ہی اندر کچھ اور سامان ہو رہا تھا - ایک نئی زبردست طاقت جو اب تک بالکل نسیاً منسیاً خیال کیجاتی تھی دنیا کے اسٹیج پر نمودار ہوئی جس نے بہت جلد ان تمام اقوام کو جو اسوقت دنیا مین اپنا اپنا پارٹ لے رہی تھین اسٹیج پر سے ہٹادیا اور تاریخ عالم مین ایک ایسی عظیم الشان یادگار قایم کی جس سے تاریخ نے ایک نیا جنم لیا اور اب بجاے قرون قدیمہ کے تاریخ قرون متوسطہ مین آگئی - یہ نئی قوم جو اب پیدا ہوئی رومن قوم تھی -

[رومن قوم کی ابتدائی حالت] رومن قوم کے قدیم حالات کے بارے مین وہی بیہودہ اور دور از کار روایتین بیان کی گئی ہین جو قریب قریب ہر قوم کی ابتدائی حالت کی نسبت لکھی گئی ہین - اور جن کو زمانۂ حال کی تحقیق نے بالکل لغو قرار دیدیا ہے -

غرضکہ جو کچھ اب تک ثابت ہوا ہے اسکے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہین کہ اس موقع پر جہان اب روما آباد ہے پہلے مختلف قبائل بستے تھے جنھون نے رفتہ رفتہ امتداد زمانہ کے باعث آخر ایک قوم کی صورت اختیار کرلی اور جیسا کہ قدیم اقوام مین دیکھا گیا ہے ان مین بھی چند ایسے عالی دماغ اور مدبر حاکم ہوگذرے جنھون نے اسکی ابتدائی حالت کو بہت جلد ترقی دیدی اور آخرکار ایک ریاست قایم کی جو روما کے نام سے مشہور ہوئی - تھوڑے ہی عرصہ کے بعد روما کی سلطنت نے ۵۰۹ء قبل مسیح مین جمہوری صورت اختیار کرلی اور اس نے ان تمام مختلف قبائل کو جو جزیرہ نماے اٹلی مین بستے تھے ایک ایک کرکے زیر کرنا شروع کردیا اور آخر بہت سے تنازعون اور خون ریزیون کے بعد ۲۶۵ء قبل مسیح مین سارے ملک اٹلی پر رومیون کی جمہوری سلطنت کا پھریرا اڑنے لگا - اور گمنامی کے پردہ سے نکل کر اسکا شمار بھی دنیا کی

جانشینی کی صلاحیت رکھتا ہو اور ملک کی روز افزوں بدنظمی اور تباہی کا انسداد کر سکے۔ بدقسمتی یہ تھی کہ یہ نئی اور قرطاجنیوں نے بھی خلاف معاہدہ سرقوسا کے معاملات میں دست اندازی شروع کی۔ [illegible] کہ رومی سلطنت بھی اس میں مداخلت نہ کرے۔ چنانچہ اسنے قنصل مرسلیوس کو بھیجا تاکہ وہ سرقوسا کی ریاست پر رومی سلطنت کی طرف سے قبضہ کر لے۔ اب سرقوسا کے خاتمہ کا وقت آپہونچا اور باشندگان سرقوسا نے بھی جب تک دم میں دم رہا اپنی آزادی قایم رکھنے کی کوشش کی۔ مگر یہ تمام کوششیں بے کار گئیں اور آخر کار انہیں اپنی آزادی جسکے بچانے کے لیے انہوں نے یونان اور قرطاجنہ سے مقابلہ کیا تھا اور انہیں سخت شکستیں دی تھیں رومن قوم کے سپرد کر دینی پڑی اور اس طرح پر سسلی کی خود مختاری کا زمانہ ختم ہوگیا اور سارے جزیرہ پر ۲۱۲ سنہ قبل مسیح میں بلاشرکت غیرے رومی سلطنت جمہوری ہی کا قبضہ نظر آنے لگا۔

رومیوں کا اقوام مفتوحہ سے سلوک

وہ عظیم الشان ترقی جسکی بدولت رومیوں نے اپنی سے پہلی گذری ہوئی قوموں کو پس پشت ڈالدیا اور اپنے بعد آنے والوں کے لیے قابل تقلید نمونہ بنگئے ان کا کارتھیج (قرطاجنہ) مقدونیہ - یونان - فرانس - نیز دیگر اس زمانے کے قوی سے قوی طاقتوں کو مغلوب کرنا - اپنی خاص نوآبادیاں بسانی اور وہاں جا کر بسنے والوں کو خاص خاص حقوق کا عطا کرنا جسکے مفید نتایج کو یورپ آج تک تسلیم کرتا بلکہ اُس پر مضبوطی سے عمل کرتا رہا ہے - اُن بے نظیر قوانین و انتظامات کا وضع کرنا جو اپنے بنانے والوں کی عالی دماغی کے شاہد ہیں اور جن پر آج سارے یورپ کے انتظامات و قوانین کی بنیاد رکھی گئی ہے ! یہ سب باتیں گو فی الواقع نہایت ہی دلکش اور ہماری قوم کی توجہ کے قابل ہیں مگر ان پر بحث کرنی ہمارے مقصود سے خارج ہے اور اُسی شخص کا کام ہو سکتا ہے جو رومیوں کی تاریخ لکھے - ہم یہاں صرف رومیوں کے اپنے مفتوحہ اقوام کے ساتھ طرز عمل کا ذکر کرتے ہیں جس سے بالفعل ہم کو تعلق ہے -

رومن قوم کا سلوک اپنی مفتوحہ اقوام کے ساتھ مختلف قسم کا رہا کیا ہے اور جو سلوک ایک قوم کے ساتھ کیا گیا ہے اُسکو دوسری قوم کے سلوک کے ساتھ ذرا بھی مناسبت نہیں - کہیں اُس نے

مفتوح قوم کو بالکل تباہ و قمع اور دنیا سے نابود کر دیا جیسے کارتھیج والون کے ساتھ کیا گیا - اور کہین انہین
غلام بنا لیا گیا کہ جسکی نسبت یورپ نے اسلام و مسلمانون کو بہت کچھ الزام دیے ہین - بعض کو ایک حد تک
آزادی دی گئی اور شاذ و نادر کسی قوم کو خود رومن قوم کے حقوق بھی دیدیے گئے - غرضکہ اس نے بالکل
مختلف طریقے برتے جسکی نسبت ایک مورخ (مصنف تاریخ قدیم) یہ لکھتا ہے "دو مفتوحہ قومون کے ساتھ رومیون
کے اس مختلف طریقے طرز عمل کی نسبت پورے پورے وجوہات اب تک درست طور پر معلوم نہین ہوئی
ہین - ظنی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جن قومون نے اُس سے سخت مقابلہ کیا تھا اور اطاعت قبول کر لینے
کے بعد پھر بغاوت کی تھی اور اُسکے مخالفین سے ساز باز کر لیا تھا ان سے اُس نے سخت برتاؤ کیا اور ان کے
لیے سخت قوانین مقرر کیے" گو یہ رائے ایک حد تک بہت ہی درست ہے مگر اصل یہ ہے کہ رومن قوم
کے مدبر اس امر کو اچھی طرح سے جانتے تھے کہ رومن سلطنت کا قیام اُسی وقت تک رہ سکتا ہے جب تک
اقوام مفتوحہ اُبھرنے نہ پائین مگر ساتھ ہی رومن قوم سے راضی بھی رہین اِس اصول کو مد نظر رکھکر اُس نے
حسب تقاضائے وقت اور قوم مفتوح کے مناسب عمل کیا - قرطاجنی چونکہ روم کے سخت دشمن تھے اور انکے
زندہ باقی رہنے سے ہر وقت کا خطرہ لگا رہتا تھا لہذا وہ بالکل تباہ و برباد کر دیے گئے - یونانیون سے
چونکہ اس بات کی تسلی تھی کہ اُن کی باہمی رقابتین انہین اس قدر اُبھرنے ہی نہین دینگی کہ وہ رومن قوم کے
سامنے آئین لہذا انہین آزادی دیدی گئی جس سے خود رومیون کا ذاتی نفع تھا - نہ اُس کی قومین چونکہ
بالکل وحشیانہ حالت مین تھین لہذا وہ غلام بنا لی گئین - غرضکہ اُس نے انہین اصولون کو مد نظر رکھکر ہر قوم
مفتوح کے ساتھ سلوک کیا اور یہی وجہ رومیون کی دیرینہ کامیابی کی بھی ہوئی جیسا کہ اب مان لیا گیا ہے -

سسلی کی حالت رومن قوم کے زمانہ مین - اب ہم کو سسلی کی حالت پر غور کرنا ہے - جب معاہدہ کے مطابق قرطاجنیون نے سسلی کو خالی کر دیا اور اس کا انتظام اس طرح پر کر دیا گیا جو پہلے بیان ہو چکا ہے تو اس مین بہت سے رومن نژاد باشندے آن کر مقیم ہو گئے جنہین (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) اپنے پہلے حقوق و امتیازات حاصل رہتے تھے - ان لوگون کی بیاد ....

قایم ہوگئین اور اسی طرح پر بہت جلد سسلی مین ہر طرف رومی ہی رومی نظر آنے لگے۔

رومن قوم کے غلام اوران کی حالت

ان رومیون نے اپنی ماتحت زراعت وغیرہ کے کام ان قابل رحم اور مظلوم انسانون سے لیے جو رومن قوم کے طفیل سے ذلیل طور پر غلام بنا لیے گیے تہے۔ جیسا کہ بیان ہوچکا ہے۔ رومن قوم نے اس نفرت انگیز غلامی کے اصول کو پہلے پہل دنیا مین رائج کیا۔ یہی غلامی کا مسئلہ ہے جس پر مسلمانون کی نسبت یورپ نے بہت کچہہ واویلا مچایا ہے اور بڑے بڑے الزام لگائے ہین۔ مسلمانون کی غلامی جس پر غلامی کا اطلاق کیا جاتا ہے ایسی نہین تہی کیونکہ جس عمدہ حالت مین مسلمانون کے غلام رہتے تہے اور جس طرح پر وہ بہت جلد غلامی کی قید سے آزاد ہو جاتے اور انکا ذی رتبہ ہو جاتا تہا جو اُن کے مالکون کا تہا۔ اسکا اعتراف خود یورپ کے محققین بہی کرنے لگے ہین اور اس کا ثبوت اس سے عمدہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمانون کی تاریخ مین غلامی کی وجہ سے کوئی بغاوت نہین ہوئی غلامی کی جو خراب تصویر یورپ نے اپنی ذہن مین کہینچ لی ہے (کہ غلام وہ ہین جو زنجیرون مین جکڑے ہون۔ غذا کی جگہ چابک کہا رہے ہون۔ مکان کے عوض تہ خانون مین محبوس ہون۔ اتنی بہی ان کی وقعت نہ کیجاتی ہو جو ایک بلی اور کتے کی کیجاتی ہے اور اسی طرح کے وہ سارے تصورات جو نہایت ہی رنگ آمیز ہین۔ حد درجہ کے مشرقی مبالغون کے ساتہہ یورپ کے خیال مین متمکن ہین) یہ تصویر مسلمانون کی غلامی کی نہین بلکہ وہ بغیر کسی مبالغہ کے رومن قوم کی غلامی پر صادق آتی ہے۔ جو خود یورپ کے رہنے والے ہین۔ اور جن کے قوانین کا ہر وقت راگ گایا جاتا ہے اور ان کے بعد ہر ترقی کرنے والی قوم کو خواہ مخواہ کہینچ تان کر انہی کا مقلد اور ان ہی کے خیالات سے مستفید بتایا جاتا ہے۔ بیشک وہ سارے الزامات جو غلامی کی نسبت ہو سکتے ہین رومن قوم کی غلامی پر کیے جا سکتے ہین۔ یہ غریب بالکل حیوانات کی طرح رکہے جاتے تہے اور ان کو کسی قسم کا حق حاصل نہین تہا۔ اور سب سے بڑہکر یہ کہ اس نفرت انگیز ذلت بار غلامی سے نکلنے کے لیے کوئی ذریعہ رکہا نہین گیا تہا۔ سارڈینیا اور کورسکا کی بغاوت فرو کرنے کے بعد وہان کے باشندون سے جس قسم کا برتاؤ کیا گیا ایک وحشی سے وحشی قوم بہی اس سے زیادہ نہین کر سکتی۔ تاریخ قدیم کا عیسائی

مصنف اسکوان الفاظ مین بیان کرتا ہے وہ جزیرے لوٹ لیے گئے - جس قدر مال تہا وہ سب چہین لیا
گیا - تمام باشندے غلام بناکر بیچ دیے گئے جسکی وجہ سے روما مین غلامون کی اس قدر کثرت ہوگئی
تھی کہ وہ سا ری چیزون سے حقیر ترین چیز خیال کیے جاتے تھے چنانچہ یہ مقولہ ضرب المثل ہوگیا تھا
دو سارڈینی سے زیادہ حقیر - یہی غلامی کا طریقہ تھا جسکی بدولت رومی سلطنت کو آیندہ چلکر بڑی بڑی
مشکلات پیش آئین - یسائیون کی تاریخ کے برخلاف رومیون کے تاریخ مین جو ہر وقت اور ہر مقام پر غلامون
کی شورشین و بغاوتین کی بیسیون نظیرین ملتی ہین - اسکی وجہ یہی تھی کہ رومیون کا طرز عمل غلامون کے ساتھ
نہایت بُرا اور نفرت انگیز تھا - چنانچہ سسلی مین بھی یہی حالت نظر آئیگی -

غلامون کی پہلی بغاوت سسلی مین -

جب رومی سسلی مین غلامون سے نفرت انگیز کام نفرت انگیز طریقہ سے
لینے لگے اور وہ ہولناک مظالم اُن پر توڑے گئے جن سے تہذیب
شرماتی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ وہ ایک آتش فشان مادہ کی صورت مین نمودار ہو چنانچہ ۱۳۴ قبل
مسیح مین جبکہ جزیرہ مین غلامون کی تعداد حد سے بڑہ گئی تو اب اس مادہ کے مشتعل ہونے کا وقت آگیا -
اور یونس نامی ایک غلام نے جو سوریا (شام) سے گرفتار ہو کر آیا تھا اس آتش فشان مادہ کو چہیڑ دیا اور
رومی سلطنت کے برخلاف بغاوت شروع ہوگئی - یونس کے اُٹھہ کھڑے ہونے کی دیر تھی کہ ہزارون
غلام جو مرنے مارنے پر مستعد تھے اور صرف سہارا ڈہونڈہ رہے تھے یونس کے جہنڈے کے نیچے
فوراً جمع ہوگئے - اور بیان کیا گیا ہے کہ ان غلامون کی تعداد تقریباً دو لاکہہ تھی جو بلا شبہ درست ہوگی
یہ بھی کہا گیا ہے کہ یونس نے اپنی کامیابی کی غرض سے نبوت کا بھی دعوی کیا تھا - خیر جو کچھہ ہو یہ خوفناک
بغاوت کچھہ اس زور سے مشتعل ہوئی کہ رومی سلطنت کو بھی بہت کچھہ اپنی طاقت اسکے فرو کرنے مین صرف
کرنی پڑی - سب سے پہلے ایک رومی قواعد دان فوج بہیجی گئی مگر ان غلامون نے جو زندگی سے بیزار تہے
کچھہ ایسی بہادری دکہائی کہ رومیون کے چہکے چہوٹ گئے اور روم سلطنت کو اور بہت سی فوج بہیجنی
پڑی - جب غلامون نے اس نئی مدد کو آئی ہوئی فوج کو بھی مشکل مین ڈالدیا تو پہر تیسری دفعہ بہت بڑی جرار
فوج روما سے روانہ ہوئی - اس دفعہ کسی قدر رومیون نے کامیابی حاصل کی اور دس ہزار کے قریب

غلام رومیون کی تہذیب وتمدن کے قربانی ہو گئے مگر غلامون کی پُرجوش طاقتین ابھی سرد نہین ہوئین
اب چوتھی دفعہ رومی سلطنت کا مشہور جنرل پرپلیوس بھیجا گیا جس نے حد درجہ کی خون ریزی کے بعد
فتح حاصل کی - غلامون کی ثابت قدمی کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ جب تک دو لاکھ مظلوم
غلامون کی جماعت مین سے پورے ایک لاکھ نوے ہزار کی قربانی نہ ہو چکی اس وقت تک مقابلہ
سے مونہہ نہین موڑا اور آخر کار جب رومیون کی جابر فوج کے سامنے ان کے قدم نہ جم سکے تو مجبور ہو کر
پہاڑون مین بھاگ گئے - یہ بچے ہوے ایک ہزار غلام بھی آخر اس دنیا سے جس مین اب ان کے
لیے کوئی آسایش باقی نہ رہی تھی رخصت کر دیے گئے اور اس طرح سخت سے سخت خونریزیون کے بعد
جس مین دو لاکھ غلام رومیون کے تیغ ستم سے موت کے گھاٹ اتارے گیے یہ غلامون کی ہر طرح
سے جائز بغاوت فرو ہو سکی - اور اس طرح سے رومی سلطنت کو پہلے پہل مفسدہ اور بیجا قانون قدرت
کے توڑنے کا ثمرہ دیکھنا پڑا - مگر کیا اسی قدر سزا اسکو بھگتنی پڑی؟ نہین بلکہ بہت ہی جلد اُس کو اس سے
بھی زیادہ سخت آفت مین مبتلا ہونا تھا -

غلامون کی دوسری بغاوت سسلی مین

گذشتہ بغاوت فرو کرنے کے وقت ان چند رومیون کو بھی جنھون نے غلام بنانا [illegible] غلام بنا لیا گیا تھا - اور جب سنٹ (رومیون کی پارلیمنٹ) نے
ان کا مرافعہ نامنظور کر دیا تو اسکا نتیجہ بھی ہوا (جو ہونا چاہیے تھا) کہ انھون نے بغاوت کر دی اور اس
طرح اٹلی سے بہت جلد سسلی مین یہ بغاوت پھیل گئی - اس دفعہ ان کے دو سالار دو شخص تھے - ایک
تو اتھینیون تھا جس نے یونس کی طرح عام طور پر لوگون کو اپنا معتقد بنانے اور کامیابی حاصل کرنے کے
لیے وحی آنے کا دعویٰ کیا اور یہ ظاہر کیا تھا کہ مجھے الہام ہو چکا ہے جس سے ضرور مجھے سلطنت مل جائیگی
دوسرا سپہ سالار ترلیفون تھا جو شام کا رہنے والا تھا -

اب کی دفعہ ان کی بغاوت پہلی بغاوت سے زیادہ سخت تھی اور جزیرہ کے ایک بڑے حصہ پر ان کا
قبضہ بھی ہو گیا اور انھون نے غلہ اور میوہ جات کو جسکی پیداوار کے لیے سسلی اُس زمانے مین بہت ہی
مشہور تھی باہر لیجانا موقوف کر دیا - رومی سلطنت کے لیے یہ بہت ہی نازک وقت تھا - خود رومیون مین

خاصہ اور عامہ کے دو فرقے ہو گئے تھے۔ اس سے پہلے روما میں فقیرون کی بغاوت ہو چکی تھی۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ وحشی قومون سے سخت مقابلہ اسکو درپیش تھا۔ بااین ہمہ اس نے بغاوت فرو کرنیکے لیے سنہ [illegible] قبل مسیح مین چودہ ہزار فوج بھیجی۔ اس فوج کو بھی وہی پہلی بغاوت کی سی حالت پیش آئی اور بالآخر سنہ ۹۹ قبل مسیح مین متعدد فوجون کے ناکام رہنے اور پانچ سال کی متواتر خونریزیون کے بعد جب ماریوس رومیون کا مشہور جنرل جس نے وحشی اقوام کو شکست دی تھی اور رومیون کی حالت کو سنبھال لیا تھا اس بغاوت کے فرو کرنیکے لیے بھیجا گیا تو اس بغاوت کا خاتمہ ہوا۔

اس بغاوت کے بعد پھر کوئی بغاوت سسلی مین نہین ہوئی اور اسطرح سسلی اب بغیر کسی خرخشہ کے ایک رومن کالونی (نو آبادی) تھی جسکو زراعت کے لحاظ سے ایک عمدہ رتبہ حاصل تھا۔ اور یہی حالت اسوقت تک قایم رہی جب تک کہ رومن قوم کا ستارہ غروب نہ ہو گیا۔ وہ تمام واقعات جو رومن سلطنت پر گذرے یعنی جمہوری سلطنت کا شہنشاہی ہو جانا اسکا دار السلطنت روما سے قسطنطنیہ کو بدل جانا عیسوی مذہب قبول کرنا یہ سب تفصیلین ہمارے مضمون سے خارج ہین مگر سلسلہ بیان کے لحاظ سے ایک اجمالی خاکہ کھینچ دینا ضروری ہے۔

رومن سلطنت کی بربادی سنہ [illegible] قبل مسیح مین وہ مشہور شخص سیزر پیدا ہوا جس نے آخر کار رومن جمہوری سلطنت کے عوض رومن شہنشاہی کی بنیاد ڈالی اور اسکے مار ڈالے جانیکے بعد جو کچھ کسر اسمین باقی رہگئی تھی اسکو اغسطس نے پورا کر دیا اور اب رومن شہنشاہی قایم ہو گئی۔ مگر بہت جلد اس مین تنزل آنا شروع ہو گیا تھا جسکی اصلاح قسطنطین نے سنہ ۳۳۰ء مین کی۔ اس شہنشاہ نے عیسوی مذہب قبول کیا اور اس طرح ایک عظیم الشان تغیر رومیون کی حالت مین پیدا ہو گیا۔ اسی نے روما کے عوض قسطنطنیہ کو جو اسی کا بسایا ہوا تھا بلحاظ موقع کے عمدہ ہونے کے دار السلطنت بنایا قاعدے کے مطابق اب پھر زوال آنا شروع ہو گیا تھا مگر تھیوڈوشیس کی سرگرمی و مستعدی سے جو سنہ [illegible] مین تخت نشین ہوا چند روز کے لیے پھر حالت سنبھل گئی۔ تھیوڈوشیس نے اس خیال سے کہ ایسی عظیم الشان سلطنت کے لیے ایک شہنشاہ کافی نہین ہو سکتا اور ایک شخص واحد سے پوری نگرانی نہین ہو سکتی رومن سلطنت

کے دو ٹکڑے کر دئے - ایک مملکت شرقیہ جس کا مستقر قسطنطنیہ تھا - اس پر اس نے اپنے لڑکے ارکادیوس کو والی بنایا اور دوسری مملکت غربیہ جس کا دارالسلطنت روما قرار دیا گیا - اور اسکی عنان حکومت اپنے دوسرے لڑکے ہنوریس کو دی -

مگر اس تقسیم سے اس عظیم الشان انحطاط کا جو اب دن بدن ہو رہا تھا، کچھ بھی انسداد نہ ہوا بلکہ اس تقسیم سے اور بھی جلد جلد تنزل ہونے لگا - اقوام وحشیہ کو جو اپنے متواتر حملوں سے رومن سلطنت کی ہڈی پسلی توڑ رہے تھے، اپنے مقاصد میں اور زیادہ کامیابی ہوگئی - شرقی مملکت تو خیر جوں توں سنبھلی رہی (جس سے ہم کو یہاں بحث نہیں ہے) مگر غربی سلطنت کا بہت ہی جلد یعنی تھیوڈوسیس کے مرنے کے ۸۱ سال بعد اس سبب سے کہ وحشی اقوام کے پے در پے حملوں کے باعث سلطنت دن بدن ضعیف ہو رہی تھی، خاتمہ ہو گیا - اور وحشی اقوام نے ٹھیک اسی طرح جیسا کہ تاتاری سیلاب نے بغداد کی اسلامی خلافت کو دنیا سے ناپید کر دیا ۴۷۶ء میں اس رومن سلطنت کو بھی جس نے نہایت ہی حیرت انگیز اور عظیم الشان ترقی کی تھی، اسی فنا کے تاریک غار میں ڈھکیل دیا جس میں اس نے اپنے عروج اور اقبال کے دورہ میں بیسیوں بڑی بڑی سلطنتیں غارت کی تھیں -

(محمد مرتضیٰ)

حضور ملکۂ معظمہ قیصرۂ ہند

ہر ملک کے باشندہ کا یہ فرض ہے کہ اپنے پادشاہ کے حالات سے بخوبی واقف ہو اور پادشاہ کا یہ فرض ہے کہ اپنی رعایا کے حالات سے آگاہی حاصل کرے - ہماری قیصرۂ ہند جو سات ہزار میل کے فاصلہ پر بیٹھے رہتی ہیں - اور جنکو ہم اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے - اپنی کل رعایا میں ہندوستانی رعایا کو بہت عزیز رکھتی ہیں اور ہماری زبان اور ہمارے حالات سے پوری واقفیت حاصل کرنے کو ایک ہندوستانی سکرٹری مقرر کیا ہے - اور باوجود کثرت مشاغل اس عمر میں اردو اچھی طرح سیکھ لی ہے - یہ امر قدرتی ہے کہ ہم لوگوں کو اپنی مادر مہربان حضور قیصرۂ ہند کے حالات سے دلچسپی ہو اس لیے ہم مختصر طور پر

ہر مجسٹی کے حالات لکھنے کی عزت حاصل کرتا ہون -

ہماری حضور قیصرۂ ہند ڈیوک آف کنٹ کی جو شاہ ولیم چہارم کے فرزند چہارم تھے صاحبزادی ہین
۲۴ مئی ۱۸۱۹ء کو ایوان کنسنگٹن مین بمقام لندن پیدا ہوئین اور جو نام اونکی والدہ ماجدہ کا تھا یعنی
وکٹوریا وہی نام شاہزادی کا رکھا گیا - قیصرۂ ہند کی عمر صرف چھہ مہینہ کی تھی جب اون کے پدر نامور نے
سفر آخرت اختیار کیا - دم واپسین کے وقت ڈیوک آف کنٹ کی زبان سے یہی الفاظ جاری تھے -
"میری لڑکی کو اچھی طرح رکھنا یہ ایک روز ملکۂ انگلستان ہوگی" -

قیصرۂ ہند کی والدہ گو انگلستان مین محض اجنبی تھین کیونکہ اون کا وطن مادری جرمن مین تھا -
لیکن اپنے شوہر عالی وقار کے آخری الفاظ یاد کر کے اونھون نے مضبوط ارادہ کیا کہ شاہزادی کو انگلستان
ہی مین رکھین اور وہین اوسکا نشو و نما ہو - تمام عمر ملکہ معظمہ کی والدہ نے سوا اپنی اکلوتی لڑکی کی تعلیم و تربیت
کے دوسرا کام نکیا اور ہر وقت اسی فکر مین اونکی بسر ہوتی تھی کہ دنیا کی کوئی صفت ایسی نہ بچا رہے جو اونکی
نو نہال مین نہو - ہمارے ملک مین امرا کے لڑکے ہر وقت جوجی مین آتا ہے کیا کرتے ہین اور نوکرون کی
صحبت مین رہتے ہین جن سے طرح طرح کی بری عادتین وہ سیکھتے ہین کتابون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا
ہے کہ قیصرۂ ہند کا زمانۂ طفولیت بالکل عجیب و غریب تھا اور اونکی تربیت بالکل دوسرے طریقہ سے ہوئی -

ہر روز صبح کو ساڑھے آٹھہ بجے شاہزادی کو اپنی والدہ کے ساتھہ میز پر حاضری ملتی تھی - بعد حاضری
کے ایک گھنٹہ کے واسطے شاہزادی ہوا خوری کو پیدل بھیجی جاتی تھین - دس بجے سے بارہ بجے تک
پڑھتی تھین - دو بجے تک کھلونون اور گڑیون سے دل بہلاتی تھین - دو بجے بہت سادہ قسم کا کھانا کھاتی تھین
اور چار بجے تک پھر پڑھتی تھین - بعد چار بجے کے گاڑی پر سوار ہو کر ہوا خوری کو تشریف لیجاتی تھین - کپڑے
ہمیشہ خوش قطع اور صاف پہنتی تھین گو وہ قیمتی ہی ہوتے تھے - لڑکپن مین زیورات کبھی نہین پہنے - نو بجے شب کو
ہمیشہ آرامگاہ مین اپنی ماں کے ساتھہ تشریف لیجاتی تھین -

"ڈچس آف کنٹ نے ملکۂ معظمہ کو لڑکپن ہی مین نہایت اعلیٰ تعلیم دلائی اور راستبازی و متانت
اور خوف خدا سکھایا جس سے ہمیشہ ملکۂ معظمہ کو نفرت رہی - ایک کتاب مین درج ہے کہ ملکۂ معظمہ

جب سات برس کی تھین ایک نیلام مین تشریف لے گئین اور بہت سی چیزین خریدین جب سب خرید چکین
اور قیمت ادا کر چکین - اوس وقت خیال آیا کہ ایک بکس اور خریدنا ہے - سوداگر نے ہر چند کہا کہ لیتی جائیے قیمت
پیچھے سے بھیج دیجئے گا مگر شاہزادی نے نہین خریدا اور یہ کہا کہ وہ آیندہ مہینہ مین جب مجھے خرچ ملیگا مین آکر لیجاؤنگی
قرض بہت بری چیز ہے"۔

چودہ برس کی عمر تک ملکہ معظمہ تمام یورپین زبانین سیکھتی رہین اور جس ذہانت اور محنت سے اونہون نے
علم حاصل کیا اوسکی خاص شہرت تھی۔

۲۰ جون ۱۸۳۷ء کو جب جناب ممدوحہ کی عمر اٹھارہ برس کی تھی دفعتاً آدھی رات کو ولیم چہارم کا انتقال
ہوگیا چونکہ سواے شاہزادی وکٹوریا کے اور کوئی وارث نہ تھا جناب ممدوحہ رونق افزاے تخت انگلستان
ہوئین - وزیر اعظم انگلستان اوس وقت لارڈ ملبورن تھے - اونہون نے فوراً لارڈ چیمبرلین اور بشپ
کنٹربری کو روانہ کیا کہ حضور ممدوحہ کو شاہ ولیم کے انتقال کی خبر دین - پانچ بجے صبح کو یہ امرا پہونچے اور [illegible] شب
کے کپڑون مین قیصرۂ ہند باہر نکل آئین اور اپنے عم معظم کے انتقال کی خبر سنکر سخت افسوس کیا آرچ بشپ
صاحب سے مخاطب ہوکر پہلی بات یہ کہی کہ آپ دعا کیجئے کہ خداوند کریم اتنی بڑی ذمہ داری اوٹھانے کی
مجھے طاقت دے گا - اوسی روز نو بجے وزیر اعظم حاضر ہوئے - اور دیگر امراے سلطنت نے دست مبارک
کا مطابق مراسم قدیم کے بوسہ لیا - دوسرے روز تخت نشین ہوئین - اور جناب قیصرۂ ہند کے نام سے
اعلان شاہی جاری ہوا -

۱۸۴۰ء مین جناب ممدوحہ کی پرنس البرٹ کے ساتھ شادی ہوئی - اس موقع پر یہ تذکرہ
کے لایق ہے کہ انگریزون مین ہمیشہ شادی کا پیغام مرد کی طرف سے عورت کو دیا جاتا ہے - لیکن پرنس البرٹ
بوجہ مرتبہ شاہی کے ملکہ معظمہ سے استدعا نکر سکے اور حضور ممدوحہ نے خود خواہش اپنی ظاہر فرمائی چونکہ
لڑکپن سے جناب ممدوحہ اور پرنس البرٹ مین بیحد محبت تھی - پارلیمنٹ نے اس شادی کو اس شرط پر
منظور کیا کہ حضور ملکہ معظمہ اپنی خدمات شاہنشاہی بدستور انجام دیتی رہین - اس شادی سے جناب ممدوحہ
کی حسب ذیل شاہزادگان و شاہزادیان پیدا ہوئین -

۱- شاہزادی وکٹوریا- ولادت ۲۱- نومبر ۱۸۴۰ء- جنکی شادی شہنشاہ جرمن سے ہوئی آج کل جو شہنشاہ جرمن ہین وہ ہماری قیصرۂ ہند کے نواسے ہین-

۲- حضور پرنس آف ویلز- ولادت ۹- نومبر ۱۸۴۱ء-

۳- شاہزادی الس- ولادت ۲۵- اپریل ۱۸۴۳ء-

۴- ڈیوک آف ایڈنبرا- ولادت ۶- اگست ۱۸۴۴ء- ان کی شادی شہنشاہ روس کی ہمشیرہ سے ہوئی-

۵- شاہزادی کرسٹیانا- ولادت ۲۵- مئی ۱۸۴۶ء-

۶- شاہزادی لوئس- ولادت ۲۵- مارچ ۱۸۴۸ء- ان کی شادی مارکوئس آف لارن سے ہوئی-

۷- شاہزادہ ڈیوک آف کناٹ- ولادت یکم مئی ۱۸۵۰ء-

۸- ڈیوک آف البنی- ولادت ۷- اپریل ۱۸۵۳ء-

۹- شاہزادی بٹرک ولادت ۱۴- اپریل ۱۸۵۷ء-

۱۸۶۱ء مین جناب قیصرۂ ہند کی والدہ ماجدہ نے انتقال فرمایا اور گو اون کی عمر پچہتر برس کی تھی لیکن ملکۂ معظمہ کو اونکے انتقال سے نہایت صدمہ ہوا- اوسی سال دسمبر مین جناب ممدوحہ کو اپنے شوہر عالی وقار سے فراق دائمی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا- پرنس البرٹ کے انتقال کا حضور قیصرۂ ہند کو بہت ہی سخت صدمہ ہوا لیکن نہایت بہادری اور استقلال سے برداشت کیا اور ہمیشہ مرضی الہی پر شاکر رہین-

جناب ممدوحہ نہایت رحیم اور غربا پرور اور مسکین نواز ہین غربا کی مصیبت مین ہمیشہ سچی ہمدردی فرماتی ہین- پرنس البرٹ کے انتقال کے چند روز بعد کوئلہ کی کان مین دو سو مزدور مر گئے- ملکۂ معظمہ نے فوراً اونکی بیواؤن سے ہمدردی کا اظہار کیا اور ڈہائی ہزار روپیہ اونکی مدد کے لیے بہیجا-

پرنس البرٹ یعنی حضور قیصرۂ ہند کے شوہر مرحوم کے انتقال کے بعد دو دفعہ ہی سخت حادثے خاندان شاہی مین ہوئے جنہون نے حضور قیصرۂ ہند کو بہت ہی صدمہ پہونچایا- ۱۸۸۴ء مین ڈیوک آف البنی کا جو سب سے چہوٹے صاحبزادے تہے انتقال ہوا- اور جنوری ۱۸۹۲ء مین ڈیوک آف کلارنس یعنی پرنس آف ویلز کے صاحبزادے کا انتقال ہوا- جو صدمہ قیصرۂ ہند کو ہوا وہ بہت ہی نیچرل تہا-

گر چہ پیر نود سالہ بود بیجے نیست
این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد

بہر حال اپنی قدیم استقلال اور خداداد صبر سے بفضل خدا یہ صدمے بھی جناب ممدوحہ نے برداشت کیے اور ہمیشہ اپنی رعایا کی پرورش مدنظر رکھی۔ پچھلے ساٹھ برس میں ہمارے ملک ہندوستان کو جناب ممدوحہ کے زیر سایۂ عاطفت جو فواید پہونچے ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں مختصر واقعات درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو بذریعۂ اعلان شاہی جناب ممدوحہ نے عنان حکومت ہندوستان اپنے دست مبارک میں لی اور یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو جب لارڈ لٹن وایسرائے ہند تھے خطاب قیصرۂ ہند قبول فرمایا۔

جب سے جناب ممدوحہ فرمانروا سے ہند ہوئیں تمام ملک میں جا بجا یونیورسٹیاں قایم ہوئیں طبی کالج اور مدرسے کھولے گئے۔ اسپتال بنوائے گئے۔ اور صفائی کا خاص انتظام ہوا۔ بڑے بڑے شہروں میں صاف پانی مہیا کیا گیا۔ زراعت اور تجارت میں تعجب خیز ترقی ہوئی۔ آبپاشی کیواسطے ہزارہا میل نہریں موجود ہو گئیں۔

جب قیصرۂ ہند نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی ہندوستان میں نہ کہیں سڑکیں تھیں نہ ریل تھی اور نہ تار تھا اب دس لاکھ میل سڑک اور بارہ ہزار میل ریل موجود ہے۔ بڑے بڑے دریاؤں پر پل بند ہے ہیں جہازوں کی آسانی اور کثرت سے جو سفر برسوں اور مہینوں میں طے ہوتے تھے اب نہایت آرام اور عجلت سے طے پاتے ہیں۔ تمام ملک میں ہر قسم کی کلیں لگا دی گئی ہیں ایسا کوئی چیز ایسی نہیں جو ہندوستان میں مہیا نہ ہو۔ ڈاک خانہ اور تار کا انتظام جیسا عمدہ ہندوستان میں ہے کبھی اس ملک کو نصیب نہ ہوا تھا۔ تعلیم کی برکتوں سے یہ تمام ملک متفید ہوا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ (۱۴۰۰۰۰) کالج اور مدرسے کل ملک میں [illegible] جن میں [illegible] لاکھ لڑکے تعلیم پاتے ہیں۔

انتظام ملک کی تعریف لکھنے کی مجھے ضرورت نہین کیونکہ ہر شخص کے دل پر شکرگذاری کے ساتھہ
اوسکا اثر نمایان ہے - ہندو مسلمان اور عیسائی - بہ نہایت آزادی اور آرام سے اپنے مذہبی فرایض
ادا کرتے مین اور بھائی بھائی کی طرح ملک مین بسر کرتے ہین - دو برس ہوئے کہ جب ہندوستان مین قحط
پڑا تھا جیسے ہی قیصرہ ہند کو خبر ہوئی دلی ہمدردی کا اظہار کیا اور اپنے افسرون کو حکم دیا کہ ایک آدمی
بھی بھوک سے مرنے نہ پاوے - فوراً خزانہ شاہی کھول دیا اور تمام ملک مین رفاہ عام کے کام جاری ہوگئے
محتاج خانے قایم ہوئے اور شرفا کے گھرون پر روپیہ پہونچایا گیا - الغرض قحط کے زمانہ مین ہمارے
صوبہ مین جناب آنریبل انٹنی مکڈانل صاحب بہادر جی - سی - ایس - آئی - لفٹننٹ گورنر کی زیرنگرانی اور
دیگر مقامات پر دیگر حکام کی سرپرستی سے جو پرورش رعایا کی ہوئی اوس نے ہندوستانیون کے دلون
پر یہ امر نقش کر دیا کہ برٹش گورنمنٹ اسلئے ہندوستان مین نہین ہے کہ ٹکس وصول کرے اور روپیہ
لیجاے بلکہ اسواسطے ہے کہ ہمارے دکھ درد مین شریک ہو اور مصیبت مین ہماری جانین بچائے
حضور قیصرہ کی زندگی ہندوستان کے ساتھہ جو ہمدردی ہے وہ اکثر مواقع پر خاص طور سے ظاہر ہوئی
ہے اور اسمین ذرا شک نہین کہ جناب ممدوحہ کی ذات پاک نہ صرف ہندوستان کے لیے بلکہ
کل دنیا کے لیے نہایت بابرکت ہے - ہم مسلمانون کو جناب ممدوحہ سے خاص محبت کا ایک
سبب یہ بھی ہے کہ [illegible] سلاطین حضور کی زیر حکومت اور تابع فرمان ہین کسی مسلمان بادشاہ کی بھی اسقدر
مسلمان رعایا نہین ہے - اسلئے نہایت دلی جوش کے ساتھہ ہمکو اپنی مادر مہربان کی تندرستی اور
سلامتی کے لیے دعا کرنی چاہیے - خداوند کریم بہت دنون تک اون کا سایہ ہمارے سرون پر
قایم رکھے جنکے عہد مین ہم بآرام اور آزادی سے اور باطمینان اور سرسبزی سے بسر
کرتے ہین - آمین -

(عزیز الدین احمد)

Ideas

بے اعتنائی کرنا ایک شیل کا ظاہر کرنا اس وجہ سے اور بھی ضروری سمجھتا ہون کہ انکی جانب سے چشم پوشی یا
خطرہ ہے ۔ میں اپنے بزرگان قوم سے امید کرتا ہے کہ اگر یہ خیالات مستحسن ہیں تو وہ ہمیں مدد
دینگے ورنہ انکا تدارک کرینگے یہ خیالات ایسے نہیں ہیں کہ ابھی تک انکی کسی کو خبر نہ ہوئی ہو لیکن
انکی طرف سے جو بے پروائی ظاہر کی جاتی ہے اُسنے مجھے اس بات پر مائل کیا کہ انکا اعادہ کرکے
انپر توجہ دلاؤن ۔

یہ عام شکایت ہے اور غالباً ایک حد تک صحیح بھی ہے کہ آجکل کے نوجوان رسم ازدواج
شادی سے عام طور پر بددلی ظاہر کرتے ہیں ۔ ایسی بددلی قابل ملامت ہے ۔ اس نئے مسلمانون کے
بہت سے شریف خاندانون میں شدید بے پروائی سے بیان کہ والدین اپنے نئے تعلیم یافتہ لڑکے
کی شادی کرینگے خواہ شمند ہیں اور [illegible] جاسکے کہ اس حال میں کہ تجویز کو بطیب خاطر منظور کرے
ہر طریقہ سے یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ بچا رہے ۔ لیکن جسقدر یہ بددلی عام ہے تعجب کی بات ہے
کہ اس کے نتائج اسقدر عام نہیں ہیں ۔ باوجود ان تمام مخالفتوں کے جو نئے تعلیم یافتہ اس معاملہ میں
اپنے والدین سے کرتے ہیں انکی شادیاں کردی جاتی ہیں ۔ اور میں دیکھتا ہون کہ وہ اپنی متاہل زندگی
اسطرح گذار دیتے ہیں جس طرح ایک معزز اور شریف آدمی کو گذارنی چاہیے ۔ وہ اپنے معاشرتی فرائض
کے ادا کرنے میں حتی الوسع کوتاہی نہیں کرتے اور اپنی بیویون سے بدسلوکیون کے ملزم قرار نہیں دیے
جاتے ۔ ایسی حالت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ بددلی اسقدر عام ہے تو والدین کا کہنا کیون
مانا جاتا ہے؟ ۔ بجز متاہل حالت میں کیون تنفر کے برعکس کیفیت ظاہر کی جاتی ہے؟ کیون اپنی
بیویون [illegible] سے یہ نئے تعلیم یافتہ شوہر بیزار نہیں ہو جاتے؟ یہ سوالات نہایت معقول
ہیں اور شاید اسی قسم کے سوالات نے والدین کے یہ ذہن نشین کردیا ہے کہ عام طور پر شادی سے
انکا [illegible] شرم کی وجہ سے کیا جاتا ہے ۔ ورنہ عورتون کا محاورہ استعمال کرینگی اگر اجازت ہو تو کیفیت
ہوتی ہے کہ من بھاوے اور منڈیا ہلاوے ۔ ان باتون کی وجہ سے والدین اس بددلی کی مطلق پروا
نہیں کرتے ۔ لیکن اس کو ظاہری بددلی خیال کرنا سخت غلطی ہے ۔ اور اسکی طرف توجہ نکرنا آخرکار ہماری

سوسائٹی مین ضرور کچھ عرصہ کے بعد بُرے نتائج پیدا کریگا- اگر اس زمانہ کے نوجوان باوجود اس تمام
اظہار بددلی کے والدین کی اطاعت کرتے ہین اور شادی ہو جانے کے بعد اپنی بیویون سے نفرت
نہین کرتے تو اسکا باعث یہ نہین قرار دینا چاہیئے کہ وہ اصل مین بددل نہین ہین - اور جیسا اس اظہار
بددلی کی تحریک سے - مین اُنکے خیالات سے اچھی طرح واقف ہون اور مین بلاخوف تردید کہہ سکتا ہون
کہ آجکل کے کُل تعلیم یافتہ نوجوان موجودہ طریقۂ شادی کو سخت قابل اصلاح تصور کرتے ہین -
وہ جوہان اونکے والدین کہتے ہین شادی کر لیتے ہین محض اس وجہ سے کہ وہ اپنے والدین
کی خوشی کو اپنی ذاتی خوشی پر تقدم رکھتے ہین - اور شادی کے بعد بیوی سے بدسلوکی نہین کرتے
محض اسلئے کہ یہ شخص عمر بھر کے لیے اونکے سپرد کر دیا گیا ہے اور اسے تکلیف اور رنج پہونچانا خلاف
شرافت اور بعید از انسانیت خیال کرتے ہین - مگر کسی چیز سے نفرت نہ ظاہر کرنے اور رغبت کرنے
مین بہت بڑا فرق ہے - کیا کوئی سچے دل سے کہہ سکتا ہے کہ یہ نئے نوجوان اپنی بیویون سے اس
درجہ محبت کرتے ہین جسے عشق کے نام سے پکار سکین - کیونکہ اگر تاہل زندگی مین عشق نہین
تو کچھ بھی نہین -

مگر اب تک یہ نہ معلوم ہوا کہ آخر شادی کے متعلق ان نوجوانونکی تمنائین اور آرزوئین کیا ہین ؟
اور آجکل کا نوجوان (جس نے اپنے بزرگون کو اسقدر حیران کر رکھا ہے) چاہتا کیا ہے ؟ اس کا جواب
یہ ہے کہ اس زمانہ کا ہر ایک تعلیم یافتہ نوجوان شادی سے پہلے یہ پُرلطف خواب دیکھتا ہے کہ اوسکی
شریک رنج و راحت اوسکے برابر یا اوس سے کچھ ہی کم تعلیم یافتہ ہے - وہ گھر کی ملکہ ہے جسکی
سلطنت مین قدم رکھتے ہی اوسے اپنی تکالیف کو بھول جانا چاہیے یا یہ اُمید رکھنی چاہیے کہ وہ
بھلا دی جائینگی - یہ ملکہ سلف ریسپکٹ کے معنی اچھی طرح جانتی ہے - وہ یہ جانتی ہے کہ
خاوند اوسکی عزت کرے گا اور وہ خاوند کی - اوس کی سوسائٹی اسقدر پُرلطف ہے کہ اپنے خاوند
کو باوجود تمام سوسائٹیون مین شریک ہونے کے اپنی ہی جانب کھینچتی ہے -
یہ تو ہر ایک نوجوان کا خواب ہے جو وہ شادی ہونے سے پہلے دیکھتا ہے - مگر شادی ہونیکے

بعد واقعات سامنے آتے ہیں اور وہ بدنصیب یہ دیکھتا ہے کہ تعلیم یافتہ ہونا تو درکنار جہالت
[illegible] طرح ملا اور خادمہ میں سوائے لباس اور صورت کے کوئی فرق نہیں - دونوں کے خیالات
ایک ہی درجہ پر ہیں اور اس لئے وہ خادمہ کے شوہر پر رشک کرتا ہے کہ وہاں تو کم سے کم خیالات
میں تو اسقدر عظیم فرق نہیں ہے - گو وہ خود مصیبت کا مارا ہے اپنی تکالیف کا بوجھ لیکر آتا ہے
تو وہ یہ امید نہ رکھنی چاہیے کہ یہ بوجھ ہلکا کیا جائیگا - بلکہ اسکو اپنی بیوی سے واقعی اور خیالی
تکالیف کا طومار سننے کے لیے طیار رہنا چاہیے - بیوی کو شریک رنج و راحت کہا جاتا ہے اور
اس امر کی تصدیق اوسکو اس طرح ہوتی ہے کہ اوسکا رنج دوگنا کر دیا جاتا ہے اور راحت [illegible] بلکہ
اس سے بھی عدم شرکت لازم نہیں آتی -

نہایت ٹھیک کہا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو اپنی گھر کی اور بیوی کی سوسائٹی کا لطف اوٹھانا منظور
ہے تو اپنے خیالات، اپنی لیاقت اور اپنی تعلیم کو ڈیوڑھی پر چھوڑ جانا چاہیے مگر میں نے یہ اعتراض
سُنا ہے کہ ہمارے بزرگ بھی تو آخر انہیں خیالات اور اسی قسم کی عورتوں سے بیاہے جاتے
تھے - وہ شادی سے کیوں اسقدر متنفر نہ تھے؟ وہ کیوں اپنی بیویوں سے محبت اور [illegible]
محبت کرتے تھے؟ اونکی بیویاں بھی اونکے برابر تعلیم یافتہ ہرگز نہ ہوتی تھیں - اسپر بھی وہ لوگ ازدواج
سے اجتناب نہیں کرتے تھے - نئی روشنی کا نوجوان اسکے جواب میں یہ کہتا ہے اور میرے خیال میں
ٹھیک کہتا ہے کہ آجکل کی اور گذشتہ زمانہ کی عورتوں کی حالت تو بالکل یکساں ہے مگر مردوں
کی حالت میں بڑا فرق ہو گیا ہے مادیات خیالات میں ایک عظیم الشان تبدیلی پیدا ہو گئی ہے اور
اسی تغیر خیالات سے یہ ساری [illegible] پیدا ہوا ہے - گذشتہ زمانہ کے موجود تعلیم یافتہ ہوتے تھے لیکن
اپنی بیویوں سے تعلیم یافتہ ہونے کی توقع نہیں رکھتے تھے - آجکل کا نوجوان اپنی بیوی کو اوسی دماغی
اور علمی سطح پر دیکھنا چاہتا ہے جسپر کہ وہ خود ہے - پرانے زمانہ کا نوجوان عمدہ متاہل زندگی کے یہ معنی
نہیں سمجھتا تھا کہ اپنی بیوی سے ہر دقیق معاملہ میں مشورہ لے اور اوسکی رائے کو غور سے سنے آجکل
کا نوجوان آرزومند ہے کہ اوسے ایسی صاحب الرائے بیوی ملے جو اوسکی مشیر ہو - پہلے عورتوں کے

فرایض بچے پالنے اور کہانا پکانے سے زیادہ نہ سمجھے جاتے تھے - اب اون سے بہتر اور اعلی تر
فرایض کی امید کی جاتی ہے - علاوہ ازین پہلے اگر شوہر کو اپنی بیوی سے زیادہ خوشی حاصل نہین ہوتی
تھی تو شوہر کے لیے عقد ثانی کا دروازہ کہلا ہوتا تہا - آج کل کا نوجوان اگر گناہ نہین تو سب سے بڑہکر
ظلم اسے سمجھتا ہے کہ ایک بیوی کی موجودگی مین دوسری عورت سے تعلقات زن و شو قایم کئے
جائین اس زمانہ کے نوجوانون پر یہ الزام بہی لگایا جاتا ہے کہ وہ یورپ کے طرز کی کورٹ شپ کو اپنی
سوسائٹی مین داخل کرنا چاہتے ہین - شاید یہ الزام صحیح ہو لیکن میرے خیال مین وہ جانتے ہین
کہ کورٹ شپ اور انتخاب کا طریقہ یورپ کی شادیون اور نکاحون کو اتنا عمدہ نہین کرتا جتنا مرد او عورت کا ہم
خیال ہونا - حسن سے بہی عشق پیدا ہو سکتا ہے لیکن وہ محبت جو عمر بہر قایم رہتی ہے اور جو امتداد زمانہ
سے بجاے تنزل کے ترقی کرتی جاتی ہے صرف اتحاد خیالات سے پیدا ہوتی ہے -
انگلستان کے مشہور ناول نویس ڈکنس نے اپنے مشہور ناول ڈیوڈ کاپر فیلڈ مین اس امر کو نہایت
خوبی سے دکہایا ہے -

ناظرین یہ خیال کرینگے کہ یہ مضمون شادیون سے اتنا متعلق نہین ہے جتنا تعلیم نسوان سے
مگر مین یہ عرض کرون گا کہ یہ ایک اتفاق ہے کہ تعلیم نسوان سے وہ اصلاح ہو سکتی ہے جیسے آجکل کے
نوجوان چاہتے ہین - ورنہ اس مضمون کو تعلیم سے کوئی تعلق نہین ہے - نئے تعلیم یافتہ اپنے بیویون
کو اپنا ہم خیال کرنا چاہتے ہین - اسکی دو ترکیبین ہین - ایک تو یہی کہ عورتون کو انہین کی طرح تعلیم
دی جاے اور وہ اوس درجہ پر پہونچا دی جائین جسپر کہ آجکل کے مرد ہین - دوسری ترکیب
یہ ہے کہ مردون سے تعلیم چہین لی جاے اور وہ اوس درجہ پر لاڈ اے جائین جسپر کہ اسوقت
عورتین ہین ، کیونکہ اتحاد خیالات انہین دو ترکیبون سے ممکن ہے -

چند اور باتین ہین جنکی وجہ سے بعض نوجوان شادی کرنے سے ہچکچاتے ہین - بعض یہ خیال
کرتے ہین کہ جب تک مرد اس قابل نہو کہ وہ بیوی اور بچون کا خرچ اس طرح اوٹھا سکے کہ انہین معقول
آرام ملے اور بچون کو اعلی درجہ کی تعلیم ہو سکے اوسوقت تک اوسے شادی کرنیکا کوئی حق حاصل

نہین ہے -

بعض اوقات تک شادی کرنا گناہ سمجھتے ہین جب تک کہ انہین کسی سے عشق نہو اور وہ عشق دوسری جانب سے قبول بھی کیا جائے - اوسکے لیے بے پردگی کی ضرورت ہے جو ایک علیحدہ بحث ہے -

لیکن اصلی اور سب سے عام اور میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل ہمدردی خیال جو نوجوانون کو ازدواج کی طرف بخوشی مائل ہونے سے روکتا ہے وہ یہ ہے کہ مردون اور عورتون کی سوسائٹیون مین تباین خیالات نہایت عظیم ہے -

آخر مین مین پھر اس بات پر خیال رجوع کرانا چاہتا ہون کہ موجودہ حالت کی طرف سے بے پروائی نہین کرنی چاہیے - اگر ایک نوجوان والدین کا کہنا مان لیتے ہین تو یہ خیال نہین کرنا چاہیے کہ ہمیشہ وہ ایسا کرتے رہین گے - اس سوشیل خطرہ کی طرف سے آنکھ بند کر لینے سے خراب نتائج پیدا ہونگے سوسائٹی کو ایکایک ایسا صدمہ پہونچیگا کہ اوس سے سنبھلنا مشکل ہوگا - اگر یہی حالت قایم رہی تو جوانون کی سوشیل بغاوت یقینی ہے - ادنیٰ درجہ کی مسلمان لڑکیان بمقابلہ شرفا کے زیادہ تعلیم پا رہی ہین اور کسکو معلوم ہے کہ شریف اور نوجوان تعلیم یافتہ مسلمانون کے دماغ مین کیا ہے - اسکے علاج کے دو طریقے بیان کر چکا ہون - لڑکیون کو تعلیم نہ دینا یا لڑکیون کو تعلیم دینا اور یہ ہمارے بزرگون کے ہاتھ مین ہے کہ جس طریقہ کو چاہین اختیار کرین -

(سجاد حیدر)

عرب کی تصنیفات اور یورپ کی فیاضی

(مقدمہ)

نہ فکر [illegible] نہ اندیشہ عدو دارم — شکایت خود و با خویش گفتگو دارم

[illegible] شعر [illegible] چہ [illegible] — قدم بجانب دیر و بکعبہ رو دارم

گزشت قافلهٔ قوم تشنه از لب بحر | عجب که من هوس باده و سبو دارم
بیان درد دل از لب نمی تواند شد | خراش سینه تراشیده پیش او دارم
کسی که دل نهد از سنگ پیش من آرید | زحال قوم سخن گفتن آرزو دارم

ایک زمانہ وہ تھا جبکہ اسلامی دنیا کی اجتماعی قوۃ، وسیع اقتدار، مکمل نظام اور اُسکے علمی فیاضیون کی تیز پرنور شعاعون نے تمام قریب و بعید اطراف و جوانب کے حصون کو روشن کر دیا تھا، وہ ایک ایسا آفتاب تھا جسکی روشنی ایک بڑے زور و طاقت کے ساتھ سمندر کی موجون، پہاڑون کی چوٹیون اور معمور ملکون کی در و دیوار اور کنگرون کو اپنے حلقۂ اثر مین کھینچتی جاتی تھی۔ سیّارۂ زمین جو چاند کی طرح کوئی مردہ جرم نہ تھا اوسکے اقتباس نور سے جگمگا اوٹھا تھا، علوم و صنائع، ادبیہ اور فلسفیہ کی پرانی روشنیان جو دنیا کے مختلف مقامات مین اپنی غیر مستقل ہلکی جھلک سے، ساتھ کہین کہین نظر آتی تھین، شہاب ثاقب کی طرح جسکو ٹوٹا ہوا تارہ کہتے ہین اور وہ مثل ایک مشتعل شعلے کے آسمان سے زمین کی طرف آتا ہوا معلوم ہوتا ہے، اسلام کی علمی روشنی کے آگے حقیقی خاک پر گر کر سرد و گل ہوتی جاتی تھین، جس طرح آتش فشان پہاڑون کی کریٹر Crator (منہ) سے ارپشن Eruption (خروج مادہ) کے وقت ایک رقیق مادہ جسکو موجودہ اصطلاح مین (لاوا) کہتے ہین مثل سیلاب نکلکر بہنے لگتا ہے اور سرد ہو کر معمولی پتھر اور چٹان بنجاتا ہے، اوسی طرح اون مشتعل علمی مادون کا حال تھا جو وقتاً فوقتاً اسلام کی علمی روشنی سے دیکر اور مجلکر اوسکی سطح پر ایک باریک پرت کی صورت مین منجمد ہو گئی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ یہ حالت کچھ مدت تک قایم نہ رہی اور دوسرا دور شروع ہوا یہ وہ زمانہ آیا کہ جسقدر جلد اوس نے اپنے مستعجل ترقی کے ساتھ تمام اقوام دنیا کی نگاہون کو خیرہ کر دیا تھا، اوسی قدر جلد اوسکا میلان تنزل و انحطاط کی طرف ہونے لگا خیر یہ تو ایک ہونے والی بات تھی ہو گئی مگر تعجب اور سخت تعجب تو یہ ہے!!! کہ باوجود موجودہ تنزل کے اب بھی دنیا کے معمورون مین اسلام کی آبادی بکثرت پھیلی ہوئی ہے۔ ایشیا، افریقہ اور یورپ یہان تک کہ ویسٹ انڈیا Westindia (یعنی امریکہ) مین بھی اسلامی صورتین چلتی پھرتی سڑکون اور بازارون مین دکھلائی

رہتی ہین لیکن یہ ایک نگاہ اور یہ ایک مقام تنزل و انحطاط کا پیمانہ برابر ہے ۔

وہ آبادیان جنکو بوقت اسلامی ممالک ہونے کا فخر حاصل ہے اور جہان اس گئی گزری
حالت پر بھی بسلسلہ زندگی ایک کامل طاقت اور کام کرنے والی ایک ہولی اسپرٹ Holyspirit
اسباب زندگی موجود ہے ۔ نہین بھی افراد قوم کی ترقی علوم و تہذیب کے ذرائع ایک بھاری
پتھر کے نیچے دبے ہوئے ہین بلکہ موجودہ زمانہ کا عملی تجربہ ثابت کر رہا ہے کہ جو اسلامی نسلین غیر
اقوام کی زیر سایہ بستی ہین اور جنکی عزت ، دولت ، طاقت اور علمی و عملی ترقی کے ذرائع اجنبی طاقتون کی
آبیاری سے نشو و نما پاتے ہین وہ بہ نسبت اسلامی ممالک کے باشندون کے ترقی علوم و تہذیب کا
زیادہ پارٹ part لے سکتے ہین اونکے لیے امن و آزادی کی راہین بہت زیادہ وسیع ہین مگر یہان
ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور پوچھنے والا پوچھ سکتا ہے کہ جہاں ان اسلامی نسلون نے جنکی رفتار
ترقی سے پیشتر اسباب مہیا ہوتی ہین اور اس امن و آزادی سے جو انکو نصیب کی گئی ہے اور دوسرے
وسائل ترقی سے جو ایک کامیاب [illegible] رہنما کی طرح اونکے آگے آگے رہتے ہین کیا فائدہ اوٹھایا ؟
جواب ملتا ہے کہ کچھ نہین !!!

اس موقع پر ہم کو لطیفہ برٹش حکمداری پر نظر ڈالنا چاہیے جسکے وسیع اقتدار نے دنیا کے
ایک بڑے حصہ کو گھیر لیا ہے [illegible] جسکے دائرہ حکومت سے چوبیس گھنٹے مین ایک لمحہ کو آفتاب غروب
نہین ہوتا ۔ اس سلطنت کے حال سے زیادہ بحث کرنا اس سبب سے بھی موزون ہے کہ
ہم ایشیاٹک مجسٹی کوئین وکٹوریہ [illegible] ایسی فرمانروا ہین جنکی سلطنت مین تمام دنیا کی سلطنتون سے
زیادہ مسلمان آباد ہین اور علیا حضرت ملکہ معظمہ اوسپر اظہار فخر و مسرت بھی فرماتی ہین جیسا کہ ہمارے
وائسرائے سابق نواب گورنر جنرل رائٹ آنریبل لارڈ جارج کرزن نے بھی اپنی اسپیچ مین اوسکو ظاہر کیا
ہے اور نیز اسوجہ سے بھی کہ ہندوستان جس سے ہمکو اسوقت بحث ہے اور جسمین ہم متوطن ہین
[illegible] اسی سلطنت برطانیہ کا ایک جزو اعظم ہے اور امن و آزادی کے لحاظ سے کامل نظیر اور
بے نظیر مثال ہے ۔

دو جدا جدا فرقے ہین جیسے شیعی اور سنی یا مقلد اور غیر مقلد کا فرق **فاعتبروا یا اولی الابصار!!**

ادہر تو قوم (جس نے اقبال مندی کی چہاتیون سے دودہ پیا تہا، اقبال مندی ہی کی ظل عاطفت مین پرورش پائی تہی۔ اور اقبال مندی ہی کی ذریعہ سے تعزز، تحشم اور دولت سب کچہہ پایا تہا) جب وہ حالت نہ رہی تو زمانہ نے اوٹہ پہیرنے اوسکو عمدہ محکوم بنا رہنے کا سبق دیا، تعلیم انگریزی کی ترغیب دی، دنیاوی ضرورتون نے قوم کو اپنی طرف کہینچا، اور یہ انقلاب (جس سے بالعموم طبائع مانوس نہ تہین اور نہ تو لوگون کے دماغون مین بہارستان فارس اور صحراے عرب کے خوش گوار نسیم چکر کہا رہے تہے) علما نے دیکہا کہ اول تہدید و تنبیہ سے کام لیا اور قوم کو باز رکہنا چاہا مگر زمانہ کی رفتار کو کون روک سکتا ہے، اور پیش آنے والی ضرورتون کو کون ہٹا سکتا ہے، اونکی یہ تدبیر کچہہ بکار آمد ثابت نہین ہوئی، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دوسرے سے تنفر بڑہتا گیا اور اس کشاکش مین دینی و دنیاوی اصلاحات دونون کا خاتمہ ہو گیا، رہے علوم و فنون، اونکی حالت کچہہ اس سے بہی زیادہ دردناک ہے۔

وہ اسلام جو تمام دنیا کے علوم و فنون کا سرچشمہ تہا، ہندوستان مین اگر اپنی آب پاشی سے کچہہ ملک کی زمینون کو سیراب نہ کر سکا، تو پہر رفتہ رفتہ خشک ہو گیا بالخصوص خاندان تیموریہ کے دامن دولت پر یہ بہت بڑا دہبہ ہے کہ حکومت نے آپس کی خانہ جنگیون اور عشرت پرستیون کے ہاتہون علمی خزائن کو رائگان جانے دیا اور اوسکی کچہہ سرپرستی نہین کی؛

ہندوستان اگر کسی کا ممنون ہے تو وہ علم و فضل کے چشم و چراغ یعنی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح کے خاندان کا جس نے سرزمین ہند مین علم کا بیج بویا جو کچہہ عرصہ تک بڑہا، پہلا پہولا، پہر خزان کے دستبرد سے پامال ہو گیا؛

اوس وقت مین ہی اور اوسکے بعد بہی ہند کی خاک پاک سے بہت سے سربرآوردہ مثل شاہ عبدالعزیز صاحب۔ شاہ عبدالقادر صاحب۔ مولوی اسمعیل شہید۔ مولوی فضل امام صاحب میرزا مظہر جان جانان صاحب۔ شاہ غلام رسول صاحب۔ بحر العلوم وغیرہ اوٹہے، جنہون نے اپنے اپنے وقت مین شہرت بہی پائی۔ مجالس مذاکرہ اور مناظرہ کو بہی گرم کیا لیکن زمانہ کی رفتار اور

اسکے بعد واجب کی تین قسمین بتائی ہین۔

(ا) واجب طبعی جو طبعی میلان کی اقتضا سے واجب قرار پائے۔

(ب) واجب عقلی جسے عقل انسانی واجب سمجھے۔

(ج) واجب شرعی جسکو مذہب یا شرع نے واجب ٹھیرایا ہو۔

پھر نہایت عمدگی سے ثابت کیا ہے کہ بابرکت حکومت کی اطاعت طبعاً اور عقلاً اور شرعاً واجب ہے۔اس دعوے کو ثابت کرنے کے بعد جو بطور مقدمہ اور تمہید کے تھا اس بات پر نہایت مفصل اور مدلل طور سے بحث کی ہے کہ حضور ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند کی حکومت مین وہ تمام باتین پائی جاتی ہین جو ملک کی آبادی و رونق۔ سرسبزی و شادابی۔ امن وامان اور تہذیب و تعلیم کی ترقی کا باعث ہوتی ہین۔اس لیے یہ حکومت ایک بابرکت حکومت ہے۔ اب کتاب کا مطالعہ کرنے والا اس نتیجہ پر آسانی سے پہونچ جاتا ہے کہ حضور عالیہ کی گورنمنٹ کی اطاعت کرنا ہر شخص پر طبعاً اور عقلاً اور شرعاً واجب ہے۔مصنف نے اس بحث کا جس عمدگی سے فیصلہ کیا ہے اور جس خوبی سے استدلال کیا ہے اور جس لطافت سے نتیجہ نکالا ہے، اُسکے لحاظ سے انکی محنت اور کوشش ہزار تحسین و آفرین کے قابل ہے۔اور اسمین ذرا بھی شک نہین ہے کہ ایسی کتابون کا شایع ہونا ملک کے لیے نہایت مفید اور برکت کا باعث ہے۔ہم مصنف کی اس محنت کے دل سے شکرگزار ہین اور امید کرتے ہین کہ اہل ملک اُنکی اس قومی اور ملکی خدمت کی داد دینگے کتاب کی قیمت ۲ر ہے اور خود مصنف سے ملسکتی ہے

نغمۂ قیصری

یہ ایک قصیدہ (۲۰۴) اشعار کا ہے جس مین مولوی محمد سعید مدرس عربی ایم بی ہائی اسکول دہلی نے نہایت عمدگی اور خوبی سے ہندوستان مین انگریزی حکومت کی موجودہ شان و شوکت اور اس سے پیشتر کی تاریک حالت کی تصویر کھینچی ہے۔اور اُن تمام علمی اور عملی ترقیون کا سمان دکھایا ہے جو حضور ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند کے عہد معدلت مہد مین ہندوستان کو نصیب ہوئین۔یہ قصیدہ نہایت عمدہ کاغذ پر دو جُز مین چھاپا گیا ہے اور مصنف سے ۲ر قیمت بھیجنے پر مل سکتا ہے۔

جدید تصانیف

(زیر طبع)

علیگڈھ سیریز کے نمبر (۲) و (۳) راقم کی تصنیف سے مطبع مفید عام آگرہ مین زیر طبع ہین - یہ دونون کتابین امدادی فنڈ کے متعلق چھاپی گئی ہین - **نمبر ۲** - (تربیت الدجاج) یعنی مرغیون کے پالنے کے فن مین جو سوائے ذاتی اور دوسرے واقفکارون کے تجربون کے، انگریزی ترکی اور اردو کتابون کو پڑھ کر ہندوستانیون کے مذاق کے موافق بنائی اور لکھی گئی ہے - اسکی ابتدا مین مرغی پالنے کے شغلی اور مالی فواید کو بیان کیا گیا ہے باقی فصلون مین اس فن کے متعلق تمام قدیم و جدید تحقیقاتون مین سے ضروری اور عملی کارآمد امور و نکات بیان کیے گیے ہین - ایسی جامع کتاب غالباً کسی دوسری زبان مین موجود نہوگی - ہر ایک شایق اور غیر شایق امیر و ہر ایک اوس شخص کے پاس جو مرغیون کو تجارت کیواسطے پالنا چاہتا ہے - اور ہوٹلون اور کلبون کے خانساماؤن کے پاس اس کتاب کی ایک ایک کاپی ضرور موجود ہونی چاہیے - انگریزی پڑھے ہوئے ہندوستانی اور اردو پڑھتے ہوئے صاحب لوگون کیواسطے بہتر ہے کہ بجائے انگریزی کی کتاب کے اس کتاب کو خریدین - کتاب تربیت الدجاج مین یہ فصلین ہین -

ابتدا - ضروری گذارش - مقصد - اقسام مرغیون کے - ڈربے یا مکان - [illegible] مرغیان - نسلون کی حفاظت - دو غلے بچے - عمدہ نسل - مرغیون کا انتخاب - انڈے مین نر یا مادہ پہچاننا - فربہی - انڈے - انڈونکا انتخاب - مان کا انتخاب - کتنے انڈے ہونے چاہیئن - بیٹھنے والی مرغی - نگہداشت انڈون کی - انڈون کی جانچ - انڈا کیسا ہے - بچہ نکلنا - بچون کی پرورش - دوبارہ بچے نکلوانا - کڑک دور کرنا - انڈون کا روانہ کرنا - دور سے آئے ہوئے انڈے محفوظ انڈے - حفظ صحت - معالجہ - متفرقات - تیتر - فیل مرغ - لیط - یادداشت - آلات - مفید تحقیقاتین بعض اصطلاحین - **نمبر ۳** - (لمعات الاسلام) یہ ایک مجموعہ احادیث شریفہ کا ہے جو راقم نے انتخاب و جمع کیا ہے - اس مجموعہ مین ڈھائی سو کے قریب ایسی احادیث داخل کی گئی ہین جو روزمرہ کی زندگی کے متعلق ہین - مقصد اس سے یہ ہے کہ ہر ایک شخص اپنے افعال و کردار کو سنت نبوی کے مطابق کر سکے اور اس ذریعہ سے وہ تفریق کم ہو جائے جو مسلمانون مین بوجہ عدم واقفیت ایک سیدھی راہ کو بڑھتی جاتی ہے - ہر ایک حدیث کے نیچے بامحاورہ اردو ترجمہ اسکا لکھ دیا گیا ہے اور جہان تشریح کی ضرورت محسوس ہوئی ہے وہان پر شرح کر دی گئی ہے ایک مختصر دیباچہ بھی لکھا گیا ہے - اون والدین و مربیون سے جو اپنی اولاد کو تعلیم دلاتے ہین مصروف ہین خاصکر سفارش کیجاتی ہے کہ ایک ایک کاپی اسکی خریدین اور اپنے بچون اور طالب علمون کو بالضرور پڑھائین یا مطالعہ کرنے کی ہدایت کرین - اسکے سوا ہر ایک دیندار - ہر ایک دنیادار - ہر ایک تاجر - ہر ایک ڈپلومیٹ - ہر ایک اخبار نویس - ہر ایک مضمون نگار - اور اون تعلیم یافتون مین سے ہر ایک کو جو اسلام کی اصل اور سوشیل ہدایات سے بوجہ اپنی بدقسمتی

کے ناواقف ہین، ایک ایک جلد اسکی اپنے مطالعہ مین رکھنا نہ صرف لازم بلکہ الزم ہے - پاس شدہ اہل اسلام طلباء کو انعام مین دئے جانے کے واسطے یہ مجموعہ نہایت ہی موزون ہے - یہ کتاب بھی زیر طبع ہے - غالباً دو مہینے کے اندر یہ دونون کتابین چھپکر تیار ہوجائینگی - قیمت اونکی آیندہ پرچہ مین ظاہر کی جائے گی -

راقم اثم (اسمعیل اڈیٹر معارف)

تصنیفات حاجی محمد اسمعیل خان صاحب

جو دفتر معارف سے مل سکتی ہین

گذشتہ اور موجودہ زمانے کے مسلمان - اس کتاب مین نہایت دلچسپ طور پر اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ زمانۂ گذشتہ کے مسلمانون نے کس وجہ سے ترقی کی اور زمانۂ حال کے مسلمانون نے کس وجہ سے تنزل کیا - اسمین عہد نبوت کے تاریخی واقعات بطور استدلال کے پیش کیے گیے ہین - قیمت ۵/

جوش مذہبی - اس کتاب مین اس بات پر بحث کی گئی ہے کہ مذہبی جذبہ جو ہر مسلمان مین موجود ہونا چاہیے اُس سے زمانہ گذشتہ کے مسلمانون نے کیا کام لیا تھا اور زمانہ حال کے مسلمانون نے اُس سے کیا کام لیا - اور بتایا ہی کہ کیونکر اس عمدہ قوت سے عمدہ کام لیے جاسکتے ہین - اس مین بھی قرن اول کے بہت سے دلچسپ تاریخی واقعات درج کیے گیے ہین - قیمت ۱/

مجموعہ مضامین سوشل - (۱۶) مضامین جو زمانہ حال کے مسلمانون کی اصلاح معاشرت اور تہذیب اخلاق کے متعلق وقتاً فوقتاً لکھے گیے ہین قیمت ۴/

فلاح دارین - (۳۶) مضامین جو مسلمان طالب علمون کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم و تربیت کے لیے لکھے گیے ہین - اسی غرض سے یہ کتاب نہایت جلی اور واضح خط مین دبیز کاغذ پر چھاپی گئی ہے اور اس قابل ہے کہ مسلمان بچون کے درس مین داخل کی جائے قیمت ۴/

محصول ڈاک ہر حالت مین بذمہ خریدار ہے -

چھپ کر تیار ہے

زندہ مصنفین اُردو یعنی انگریزی مین مولانا خواجہ الطاف حسین حالی - شمس العلما مولانا حافظ نذیر احمد دہلوی شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد مولوی عبد الحلیم شرر اور پنڈت رتن ناتھ سرشار کی تصانیف پر ایک غائر نظر جس مین شیخ عبد القادر اڈیٹر دی پنجاب ابزرور کے چھ لکچرون کا مجموعہ ہے قیمت ۸/ علاوہ محصول ڈاک یہ دلچسپ کتاب منیجر دی پنجاب ابزرور لاہور کے پتہ پر مل سکتی ہے -

جدید تصانیف

(زیر طبع)

علیگڈھ سیریز کے نمبر (۲) و (۳) راقم کی تصنیف سے مطبع مفید عام آگرہ مین زیر طبع ہین - یہ دونون کتابین امدادی فنڈ کے متعلق چھاپی گئی ہین - نمبر ۲ (تربیت الدجاج) یعنی مرغیون کے پالنے کے فن مین جو سوائے ذاتی اور دوسرے واقف کارون کے تجربون کے انگریزی - ترکی اور اُردو کتابون کو پڑھکر ہندوستانیون کے مذاق کے موافق بنائی اور لکھی گئی ہے - اسکی ابتدا مین مرغی پالنے کے شغلی اور مالی فوائد کو بیان کیا گیا ہے - باقی فصلون مین اس فن کے متعلق تمام قدیم و جدید تحقیقات مین سے ضروری اور عملی کارآمد امور و نکات بیان کیے گیے ہین - ایسی جامع کتاب غالبًا کسی دوسری زبان مین موجود نہوگی - ہر ایک شایق و غیر شایق امیر اور ہر ایک اس شخص کے پاس جو مرغیون کو تجارت کیواسطے پالنا چاہتا ہے - اور ہوٹلون اور کلبون کے خانساماؤن کے پاس اس کتاب کی ایک ایک کاپی ضرور موجود ہونی چاہیے - انگریزی پڑھے ہوئے ہندوستانی امرا و دیگر پڑھے ہوئے صاحب لوگون کیواسطے بہتر ہے کہ بجاے انگریزی کی کتاب کے اس کتاب کو خریدین - کتاب تربیت الدجاج مین یہ فصلین ہین -

ابتدا - ضروری گذارش - مقصد - اقسام مرغیون کے - ڈربے یا مسکن - میدانون مین مرغیان - نسلون کی حفاظت و دوغلے بچے - عمدہ نسل مرغیون کا انتخاب - انڈے مین نر ہے یا مادہ پہچاننا - [illegible] انڈے - انڈے دینے والی کا انتخاب - ماں کا انتخاب - کتنے انڈے ہونے چاہئین - بیٹھنے والی مرغی - نگہداشت انڈون کی - انڈون کی جانچ - انڈا کیسا ہے - بچے نکلنا - بچون کی پرورش - دوبارہ بچے نکلوانا - کڑکی دور کرنا - انڈون کا روانہ کرنا - دور سے آئے ہوئے انڈے - محفوظ انڈے - حفظ صحت - معالجہ - متفرقات - تیتر - فیل مرغ - بط - یادداشت - آلات - ضمیمہ - تحقیقات بعض اصطلاحین - **نمبر ۳** (لمعات الاسلام) یہ ایک مجموعہ احادیث شریفہ کا ہے جو راقم نے انتخاب جمع کیا ہے - اس مجموعہ مین ڈہائی سو کے قریب ایسی احادیث داخل کی گئی ہین جو روزمرہ کی زندگی کے متعلق ہین - مقصد اس سے یہ ہے کہ ہر ایک شخص اپنے افعال و کردار کو سنت نبوی کے مطابق کرسکے اور اس [illegible] سے وہ تفریق کم ہوجاے جو مسلمانون مین بوجہ عدم واقفیت ایک سیدھی راہ کے بڑھتی جاتی ہے - ہر ایک حدیث کے نیچے بامحاورہ اُردو ترجمہ اوسکا لکھدیا گیا ہے - اور جہان تشریح کی ضرورت محسوس ہوئی ہے - وہان تشریح کردی گئی ہے - ایک مختصر دیباچہ بھی لکھا گیا ہے - ان والدین وغیرہ سے جو اپنی اولاد کو تعلیم دلانے مین مصروف ہین - نہایت سفارش کیجاتی ہے کہ ایک ایک کاپی اسکی خریدین اور اپنے بچون اور طالب علمون کو یاد کرنے یا مطالعہ کرنے کی ہدایت کرین - اسکے سوا ہر ایک دیندار - ہر ایک دنیادار - ہر ایک تاجر - ہر ایک ڈپلومیٹ - ہر ایک اخبار نویس - ہر ایک مضمون نگار - اور ان تعلیم یافتون مین سے ہر ایک کو جو اسلام کی عام سوشیل ہدایات سے بوجہ اپنی بدقسمتی کے ناواقف ہین - ایک ایک جلد اسکی اپنے مطالعہ مین رکھنا نہ صرف لازم بلکہ الزم ہے - پاس شدہ اہل اسلام طلبا کو انعام مین دے جانے کے واسطے یہ مجموعہ نہایت ہی موزون ہے - یہ کتاب بھی زیر طبع ہے غالبًا دو مہینے کے اندر یہ دونون کتابین چھپکر تیار ہو جائینگی - قیمت اونکی آیندہ پرچہ مین ظاہر کی جائے گی -

راقم آثم اسمعیل اڈیٹر معارف

معارف

ایک ماہوار علمی رسالہ

جلد ۱	یکم جون ۱۸۹۹ء	نمبر ۱۲

مرثیہ جدید

ہمارے مخدوم و مکرم خان بہادر مولوی سید علی محمد شاد رئیس و آنریری مجسٹریٹ پٹنہ عظیم آباد نے جو بنگال اور بہار کے نامور شاعر اور مصنف ہین ہماری درخواست پر ایک جدید مرثیہ مین سے جو ابتک چھاپا نہین گیا اور جو انکے کلام فصاحت انتیام کا عمدہ اور پاکیزہ نمونہ ہے چند مختلف مقامات سے انتقاد کرکے عنایت کیے ہین جنکو ہم نہایت فخر و ناز کے ساتھ معارف مین تقریب ماہ محرم شایع کرتے ہین اور امید کرتے ہین کہ ناظرین اس مرثیہ کی شاعرانہ خوبیون کے علاوہ اس خصوصیت پر بھی غور فرمائینگے کہ ان تاریخی واقعات سے جو اس مرثیہ مین نظم کیے گیے ہین کسقدر اخلاقی تعلیم حاصل ہوسکتی ہے اور اسمین جناب امام علیہ السلام کی صبر استقلال حق پرستی ہمدردی قومی شجاعت و جلادت کی کیسی صحیح تصویر کھینچی گئی ہے۔ (وحید الدین سلیم)

صبح عاشور

جب ہو چکا سافر شب کا تمام — آمد کی شاہ شرق کی پہیلی خبر تمام
اٹھا حجاب [illegible] دو تمام — بہار نسیم صبح نے دیوار و در تمام
شہرہ ہوا غرب و شرق و جنوب و شمال مین — آئینہ بندیان ہوئین دشت و جبال مین

وہ شور آمد آمد سلطان کج کلاہ — اٹھ اٹھ کے زر لٹاتے تھے ذرے میان راہ
نیزے کرن کے ٹیکے بڑہی نور کی سپاہ — مجرا لگا رنے لگا بڑہ کر نقیب ماہ
پھیلی ہوئی تھی بن کی ضیا کوہ تک — تھی چاندنی بچھی ہوئی میدان سے دور تک

وہ نیل گون فلک تو وہ نور رخ سحر — لکھی ہوئی تھی آیت واللیل والقمر
بیچون نے شفق سے ہو کھینچا فلک پہ سر — لٹوا دیا خزانہ لعل و گہر
کثرت جو مال و زر کی ہوئی تنگ ہو گیا — آخر خزانہ دار فلک [illegible] ہو گیا

وہ گرمیون کی صبح وہ جھونکے ہوا کے سرد — وہ دشت وہ درخت وہ سب ہی جگہ [illegible]

لایا عراق میں ابھی الفت کا تقاضا / یا حق کا، یا تمہاری مروت کا تقاضا

گر کر چکے تھے پہلے ہی تم بیعتِ یزید / پھر کیوں مرے بلانے کی تاکید تھی مزید
سوچو تو پھر ذرا کہ یہ بیعت ہے گر جدید / منشا ہے اسکا یہ کہ جفائیں کرو شدید
عصیاں ہے ظلم، عاقبت اسکی خراب ہے / کرتے ہو تم گناہ تمہیں اضطراب ہے

اے وائے میں کہ یہ دلیلے تم پہ ہو عذاب / آگاہ ہو طمع نے کیا ہے تمہیں خراب
رہ رہ کے ہو رہا ہے یہی دل کو پیچ و تاب / اس وقت سوجھتی نہیں تم کو رہِ صواب
میں حق پہ ہوں یہ حق نہیں [illegible] / سوچو گے اس کے بعد تو کچھ بن نہ آئے گا

شرمائے کیوں ہو خط مجھے لکھی تھیں یا نہیں؟ / کہہ دو کہ یوں ہے کہ بلایا تھا یا نہیں؟
آیا حسین سبطِ رسولِ خدا نہیں؟ / دھوکا ہے سب طمع کا تمہاری خطا نہیں
بچے تڑپتے ہیں تمہیں کیونکر پسند ہے! / پانی کی اصل کیا ہے مگر وہ بھی بند ہے

تم یہ نہ جاننا کہ مجھے اس سے ہے ہراس / یا یہ جو کہہ رہا ہوں وہ سب ہیں کلامِ یاس
ہمت جمع ہر طرح سے بفضلِ خدا ہے پاس / جو کچھ میں کہہ رہا ہوں فقط ہے تمہارا پاس
باطل جو ہو بلند تو ہر اک فریب ہے / آگاہ ہو یہ فتح تمہاری شکست ہے

یہ زار نالیاں نہیں اظہارِ حال ہے / اپنا نہیں زیادہ تمہارا خیال ہے
حق سے مجھے پھرائے یہ کس کی مجال ہے / آخر حسین بھی اسدِ حق کا لال ہے
جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ گفتار کسکی ہے؟ / دیکھو تو پھر تو یہ تلوار کسکی ہے

مکروہِ طبعِ اہلِ مروت ہے گو کہ جنگ / نوبت یہ آئے جب تو ہو کس طرح درنگ
لڑنے میں دلکو تم نہ سمجھنا کچھ ننگ / بس لے دیا کہ مجھکو زیادہ کرو نہ تنگ
ہے اسطرح کا ہمیں یوں ہی گر گریز / ممکن نہیں یہ بات کہ ہم بے لڑے رہیں

گو مجھ کو کبریا نے دیا ہر طرح کا زور / ہے شیر بھی ہماری شجاعت کے آگے مور
بہرام گور ذرّت سے لرزاں میانِ گور / دنیا تو کیا ہے عرش تلک اب تو کا ہے شور
یوں تو میں آسماں کو ہو کا دوں زمیں تلک / قبضہ ہے فرض مجھ پہ لڑوں گا وہیں تلک

معلوم ہے کہ موت سے ہرگز نہیں مفر / پھر موت ہے ہزار برس بھی جیوں اگر
اس نفسِ لابقا کیلئے قصہ مختصر / ہیہات! ایا مجھ سے دینِ محمد کا ہو ضرر
بچے بھی قتل ہوں تو شکایت نہیں مجھے / حق کے سوا کسی کی رعایت نہیں مجھے

یہ کہہ کے محجوب ہوئے جو شہِ آسماں وقار / تیر آئے فوجِ ظلم و شقاوت سے بے شمار
حضرت نے کھینچ لیں تیغیں کئی ہزار / کثرت سے زخم کی تنِ اقدس ہوا فگار
یاد آگئی شجاعتِ ارثی زعیم کو / آخر کہاں تلک غضب آیا حلیم کو

وہ تیغِ سرشگاف وہ شوکت حسین کی / وہ دبدبہ وہ چاند سی صورت حسین کی
وہ رعب وہ شکوہ وہ صولت حسین کی / وہ شیرِ حق کی طرح جلالت حسین کی
اس دن تھا کیا نصیب علی کے نشان کو / قدسی درود پڑھتے تھے مولا کی شان کو

یہ تیغ سب کو دیکھ کے یہ حسنِ لاجواب / چھپن برس کی عمر میں پلٹا ہے پھر شباب
رخسار سرخ ہیں کہ شفق رنگ آفتاب / ماتھا ہے یا کہ طورِ تجلی ہے بے نقاب
مطلوبِ خاص کیوں نہ ہو کل کائنات کا / سچ ہے کہ آئینہ ہے یہی حسنِ ذات کا

قدسی درود بھیج کے کہتے ہیں برملا / وَجَّهْتُ لِلَّذِي فَطَرَ الْأَرْضَ وَالسَّمَا
آتی ہے چار سمت سے مولا کو یہ صدا / اے کعبۂ مرادِ دو عالم! ترے فدا
اس حسنِ بے بدل کا اثر انس و جان پہ ہے / حیرت سے آیۂ فتبارک زبان پہ ہے

آنکھیں حضور کی ہیں کہ جامِ ہے مراد / کرتے ہیں جن پہ جان تصدق خوش اعتقاد
کیونکر بھلا نہ چشم کا ہو مرتبہ زیاد / حسن آفریں نے ان پہ بنایا ہے آپ صاد

وہ اس کی آب و تاب چمکتی ہوئی رہ نہ
خم وہ نئی گردن کو ہو جس طرح سے پیچ و تاب
تھی آب مین چمک جو نہیا سکے گھاٹ پر

تھا جلوہ گر ہلال کے پردہ مین آفتاب
جوہر تھے یا کہ نور کے دریا مین تھے حباب
گویا چراغ جلتے تھے دریا کے گھاٹ پر

شکل خیال دل مین سمائی نکل گئی
رہرون کو شکل مرگ دکھائی نکل گئی
تھا جو ہر و بیع لطف نیا اسکی چالین

مہمان سا رہے تن مین در آئی نکل گئی
جس سمت راہ جسم مین پائی نکل گئی
مچھلی تڑپتی پھرتی تھی لہرون کے جال مین

اللہ رے ذوالجناح کی اُس روز ترکتاز
تیزی سے اسکی گرد تھے شاہین شاہباز
نوک تھی ہمات پہ جو پڑ رہی اسکی چال تھی

با اینکہ اعتدال سے افزون نہ تھا مجاز
سرعت مین شوخیون مین تگ و دو مین امتیاز
سب دو جہا ون اسکے برصینہ کیا مجال تھی

رفرف کا ذوالجناح پہ ہوتا ہی اشتباہ
ملے کی جو جز طریق ہدایت کی اسنے راہ
رستہ جو کفر و دین کا کسی جا اُلجھ گیا

سرعت پہ چوڑ بند کی ترکیب ہے گواہ
سکار یون کی چال سمجھتا ہے یہ گناہ
جب اس کا پاؤن پیچ مین آیا سلجھ گیا

کرتا ہے ترکتاز بہت ادہم قلم
اسکندری دکھائے کہ ہو لاکھ پا ادم
افزون ہزار کوس سے ایک ایک گام ہے

توصیف ذوالجناح کا میدان نہین ہے کم
مرکب کو جب ہے عجز تو کیا کرسکین گے ہم
اوسکی تو کیا کہ خود مری تحریر کی تمام ہے

گل رنگ و عطر بو و تن جملہ غنچہ گوش
باطل سے انحراف حق آگاہ و حق نیوش
کیا منہ جو نکلے پھر کسی بے پیر کی صدا

شیرین ادا و لیلی طناز و سرخ پوش
نام جہاد سنتے ہی آ جاتا جسکو جوش
نتھنون سے صاف آتی تھی تکبیر کی صدا

چاہے ہی تو نہ تو آنہ سکے اسکی راہ پر
سہنیز اسکے واسطے عنقا کا نام ہے
یون ہی برائے نام دہن مین لگام ہے
چال اسکی فی المثل حکما کا خیال ہے

جب تو پہ صاعقہ سے بنے گرد لگاہ پر
چابک کا ذکر سامنے اسکے حرام ہے
اک قاعدہ سے تیز روی اسکا کام ہے
ان تیزیون کے ساتھ عجب اعتدال ہے

(علی محمد شاد)

آثار العجم

(۳)

کوہ بیستون

طاق بستان کے جغرافیہ مین بیستون کا نقشہ چھوٹے پیمانہ پر الفاظ مین ہم کھینچ چکے ہین۔ لہذا اس موقع پر یہ بیان کردینا کافی ہے کہ بیستون اور اوسکی سرِ آوردہ پہاڑیون کو آثار قدیمہ سے کسقدر تعلق ہے۔

پہلا نقش
یادگار
ملکہ سمیر امیس

تاریخ عالم مین ہر قوم کے ملکی استقلال اور سلطنت کے عروج و اقبال کی ایک کسوٹی اس کی "زبان" بھی ہے یعنی جب تک سلطنت قایم رہتی ہے اس کے ذخیرہ مین ہر علم و فن کی تصنیفات ملتی ہین۔ اور تمام الفاظ اپنے موقع اور محل پر قایم رہتے ہین۔ لیکن زوال سلطنت پر زبان بھی مردہ ہوجاتی ہے۔ جو الفاظ حد سے زیادہ منہ لگے ہوتے ہین اونکی یہ نوبت ہوجاتی ہے کہ کوئی وسڑی کو نہین پوچھتا ؟ اور قلم بھی اُسکے لکھنے سے منہ پھیر لیتا ہے۔ اسکی زندہ مثال سنسکرت اور قدیم فارسی زبان ہے۔ غرض اس جملہ معترضہ سے یہ ہے کہ کوہ بیستون یا کوہ فرہاد کا قدیم نام "شاسان" یا ساسانیان کہلاتا تھا جسکے معنے آج لغت مین نہین ملتے۔ قوم آوارہ وطن ہوکر خدا جانے کہان سے کہان پہنچی۔ اب کس سے پوچھین ؟

انگریزی سیاح ہمدان سے سفر کرے تو ۱۰ میل مسافت طے کرنے
پر وہ کوہ قسمہ اد سے جاملیگا - اب اُس مین اگرچہ وہ مقناطیسی اثر
باقی نہین رہا جو اگلے زمانہ مین تہا - تاہم چند قیدیون کے بت باقی ہین
جنکے حال پر آنسو بہانے کو کبھی کبھی اہل فرنگ یا بلندہمت پارسی جانکلتے
ہین - کوہ بیستون کے نیچے شفاف پانی کی ایک نہر جاری ہے -
جسکا نام معہ آب گماسئی ہے Gomassi-aub
(رود کرکو) KURtoo کی ایک شاخ ہے جو کرمان شاہ
کے قریب ہے) اور دامن کوہ کا تمام سبزہ زار اسی پانی سے ہرا بہرا
رہتا ہے - آب گماسی سے عبور کرنے کے بعد سیاح کا گذر ایک
پہاڑی پر ہوتا ہے - جسکا طول ۵۰ پچاس فٹ اور ارتفاع چالیس ۴۰ فٹ ہے
اور اُسکے سامنے ایک قطعہ اراضی بشکل تختہ مسطح واقع ہے جسکی
نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس جگہہ ملکہ سیمیرامس[1] کا باغ مع اس کے
اسٹیچو کے تہا -

انگریزی اور فرانسیسی زبان مین جو سفرنامے ایران کے
لکہے گئے ہین یا جا اور تصنیفات آثار قدیمہ کے ہین - اُنمین کوئی
ٹوٹی ہوئی تصویر بہی ملکہ سیمیرامس کی نظر نہین آتی - جس سے تاریخی
نتایج نکالے جاوین اور یقین کر لیا جاسے کہ بیشک یہ وہی جگہہ ہے جسکو
بادیہ نشین قبائل ملکہ سیمیرامس سے موسوم کرتے ہین - لیکن سرکر
پورٹر صاحب Sir KerPorter تحریر فرماتے ہین کہ ملک
اسیریا کی ملکہ سیمیرامس اپنے دارالسلطنت بابل سے ہمدان کو جاتی
تہی - اور جب وہ شہر میڈیا مین کوہ بہستان کے قریب پہنچی تو پانی کے
قدرتی چشمے اور کوہستانی منظر دیکہکر شیفتہ ہو گئی اور ۱۲ میل کے دور
مین ایک باغ تیار کرایا - اور اس کو اپنے دیوتا مشتری یا جوپٹر کے
نام نذر کر دیا - بعدہ باغ سے متصل ایک دوسری پہاڑی کے
نیچے (جسکا ارتفاع آدہ میل تہا) اپنا اسٹیچو تیار کرایا اور وہ بہی اس
شان سے کہ اردلی مین ایک سو سوار ہمراہ رکاب ہین - اور ایک پتہر

[1] سیمیرامس ملک اسیریا کی خود مختار ملکہ تہی - مورخین کے قیاس کے
مطابق یہی وہ ملک ہے جسمین سب سے پہلے سلطنت وحکومت کی بنا
قایم ہوئی - مگر چونکہ ترقی کی رفتار سست تہی اور ابتداءً طرز حکومت
آوارہ قومون کے سردارون کے مشابہ تہا اسلئے مصر کے مقابلہ مین
اسیریا کی تاریخی شہرت دیر مین ہوئی نینوس بن بلوس و عادل کے عہد
سلطنت مین بابلستان (ایران) مفتوح ہوکر - اسیریا کی حکومت مین
داخل ہوا اور سیمیرامس اسی نامور شہنشاہ کی بیگم تہی - (تذکرۃ المشاہیر
مصنفہ مولوی عوتوالانصار پرنس ...) ملکہ سیمیرامس کی ابتدائی
تاریخ نورجہان بیگم کے حالات سے بعض واقعات مین مشابہ ہے -
اسکا باپ پیشوا اسکے مذہب کا تہا - جب یہ بڑی ہوئی تو ایران کے کسی
فوجی سپاہی سے اسکی شادی کر دی گئی - لیکن مثل شیر افگن جب نینوس
کی فوج نے خراسان پر حملہ کیا تو کسی موقع پر سیمیرامس اور نینوس کی آنکہین
لڑگئین اور شاہانہ اشارون مین معاملات طے ہو گئے - اور

بذریعہ نامہ و پیام کے قلعہ کے اندر بیٹہے ہی بیٹہے نینوس کو وہ تدبیرین
بتائین کہ ناقابل فتح قلعے قبضہ مین آگئے - بعد فتحیابی کے اس کار
گزاری کے صلہ مین یا حسن و عشق کے صدقہ مین وہ بادشاہ بیگم ہو کر بابل
کی حکمران بن گئی - نکاح کے بعد ایک مدت تک سیمیرامس عیش و طرب
کے جلسون مین مصروف رہی - جب وہ ایک لڑکے کی ماں ہو گئی اور
شہزادہ نینیاس پیدا ہوا - تب اسنے شوہر سے درخواست کی
کہ صرف پانچ دن کے لیے سلطنت میرے سپرد کر دی جائے بعد ختم
میعاد مجہے کوئی واسطہ نہ ہوگا - چنانچہ فرط محبت سے بیگم کی درخواست
منظور ہو گئی - ملکہ نے اس قلیل دور حکومت مین یہ کیا کہ تمام خزانہ فوج
و رعایا کو تقسیم کر کے اُنہین اپنا بنا لیا - اور اُن کی مدد سے نینوس کو گرفتار
کر کے قتل کرا دیا - اور خود بلا شرکت غیری حکمرانی کرنے لگی -
اسکے پہلے شوہر سوؔل کو نینوس نے قتل کرا دیا تہا کیونکہ اسنے
خوشی سے سیمیرامس کو طلاق دینا منظور نہین کیا تہا -

یہ کتبہ لگایا کہ "اسباب کے بنڈل اور گھوڑون کے پالان تلے اوپر رکھہ کر ملکہ سیمیرامس نے اس پہاڑ کے بالائی حصہ کی سیر کی" مورخ مذکور نے جو کچھہ ملکہ سیمیرامس کی یادگار کے متعلق لکھا ہے ممکن ہے کہ صحیح ہو، لیکن صحت واقعہ مین اس وجہ سے شبہ پڑتا ہے کہ باوجود کثرت عجائبات کے ایک دو مجسمے ہی دامن کوہ مین نہین پائے جاتے حالانکہ اکثر مقامات پر شاہان عجم کی اس قسم کی یادگارین پہاڑ تراش کر بنائی گئی ہین جو آجتک بحال خود قائم ہین جسکی تصدیق خود بیستون کے دوسرے نقش سے ہوتی ہے البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ ملکہ مذکور نے اس جگہہ صرف باغ لگایا ہو اور اُس مین آگے چلکر یارون نے رنگ برنگ کی گلکاریان کردی ہون - اس مین کوئی شک نہین کہ باغ و چمن وغیرہ ایسی چیزین ہین جنکو گردش لیل و نہار تھوڑی ہی مدت مین بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینکدیتی ہے اور وراثت ملکیت کی ساری نزاعین طے ہوجاتی ہین - کیا خوب فرماتے ہین مولانا - حالی -

کبک و قمری مین ہے جھگڑا کہ چمن کس کا ہے
کل بتادیگی خزان یہ کہ وطن کس کا ہے
فیصلہ گردش دوران نے کیا ہے سو بار
مرو کس کا ہے بدخشان و ختن کس کا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۷) اس ملکہ نے ایک کرور سوار اور ۳ کرور پیادہ کی جمعیت سے ہندوستان پر حملہ کیا - مگر پنجاب مین (جہان سب سے پہلی فوجین اتری تھین) ملکہ کو مختلف اسباب سے شکست ہوئی اور ناکامیاب واپس ہوئی - ہندوستان مین اسوقت راجہ کشن کی حکومت تہی جس نے میدان کارزار مین خود ملکہ کا مقابلہ کیا تہا اور اسکی تلوار کے دو تہپڑے بہی ملکہ کے چہرہ پر لگے تہے اس لڑائی مین بہت سی فوج راستہ مین تباہ ہوئی کچھہ بسبب ٹوٹ جانے پل کے دریا کے نذر ہوئی - اور بہت کچھہ لڑائی مین ضائع ہوئی - دار السلطنت بابل مین صرف ایک تہائی فوج سلامت پہنچی اخیر زمانہ مین اسکو اپنے بیٹے نے نیاس سے ناجائز محبت کا خیال پیدا ہوا - اور جب وہ خیال عشق کے درجہ پر پہنچا تو رسوائی سے محفوظ رہنے کی غرض سے نی نیاس نے اپنی ماں کا خنجر سے کام تمام کیا - ملکہ سیمیرامس نے ۴۲ برس حکومت کی - جو حضرت آدم علیہ السلام سے اسکا عہد سلطنت ۲۹۴۸ برس بعد اور ۲۰۱۷ برس قبل حضرت مسیح کے سمجھنا چاہیئے (بروایت مورخین یونان) اسکے عہد حکومت مین بابل (عراق کے مدائن سبعہ مین فرات کے شرقی جانب واقع تہا - اور نہایت قدیم شہر تہا) عروج پر تہا - وہ اگرچہ آل نمرود اور شاہان کنعان کا مدتون دار الحکومت رہا مگر اعلیٰ درجہ تک ترقی اسکے عہد مین ہوئی - چونکہ دریائے فرات شہر کے اندر ہوکر گذرتا تہا اور ایک جانب سے دوسری جانب لوگون کو کشتی پر جانا پڑتا تہا - لہذا ملکہ مذکور نے ایک نہایت عظیم الشان اور دقیق الصنعت پل تیار کرایا اور شاید دنیا مین یہ سب سے پہلا پل تہا جو تعمیر ہوا اس پل کے آثار کسیقدر ہنوز باقی ہین انتخاب از ناسخ التواریخ جلد اول صفحہ ۱۴۰ - ۱۴۲ - گنج دانش صفحہ ۸۰ تاریخ بابل ....

اس نقش کے متعلق ضروری تصویر صفحہ آیندہ پر دیکھو

...نقش
...داریوش
...فتح اور باغیوں
...گرفتاری—

اس نقش میں کل چودہ تصویریں ہیں کہ جو آج تک
بحال خود قایم ہیں اور نقش داریوش یا دراِیس
(DARIUS) کے نام سے مشہور ہیں
قبل اسکے کہ تصاویر کی تاریخی حالت بیان کی
جائے سب سے پہلے اوس تصویر کا ذکر کرنا مناسب ہے جو بصورت
انسان ہوا میں پرواز کی حالت میں ہے اس قسم کی تصویریں تخت
جمشید و نقش رستم (آیندہ نمبروں میں انشاءاللہ اونکی تفصیل
لکھی جائے گی) میں بھی پائی جاتی ہیں قدمانے کوئی خیال
ان کی متعلق ظاہر نہیں کیا ہے۔ مگر زمانہ حال کے سیاحوں
نے اس نقش کو روح (بعض نے فرشتہ لکھا ہے) سے
تشبیہ دی ہے اور یہ خیال دکھلایا ہے کہ وہ روح جو انسان
کے ساتھ جنم لیتی ہے انسان کے مرنے کے بعد اس سے
جدا ہو جاتی ہے اور وقت مفارقت قالب انسانی کے وہ
نہایت ہنسی خوشی سے رخصت ہوتی ہے۔ مسٹر ڈبلیو۔ اوزلی
اور نواب مالکم صاحب مورخ ایران نے بھی اس قسم کی تاویلیں کرکے
مذہب زردشت کی فضیلت دکھلائی ہے بہرحال قیاس کو بڑی وسعت
ہے۔ ہر شخص کچھ نہ کچھ رائے دے سکتا ہے۔ لیکن ہمارا
یہ خیال ہے کہ یہ تصویر کوئی مذہبی علامت ہے۔
ہیرودوٹس[1] مورخ یونان کا یہ خیال ہے کہ یہ شکل فرشتہ کی
نہیں ہے کیونکہ مجوسیوں میں فرشتوں کا مطلق خیال نہ تھا نہ وہ
اس کے مفہوم سے واقف تھے مجوسیوں نے یہ نقوش اسیریا
والوں سے سیکھے ہیں اور بغیر کسی خیال کے اسکی تقلید کی ہے

اس تصویر کے نیچے نو قیدیوں کی تصویریں ہیں جنکی
شکلیں کسی ہوئی ہیں۔ اور گلے میں ایک زنجیر پڑی ہوئی ہے
جسمیں سب جکڑے ہوئے ہیں۔ اسکے بعد تین تصویریں ہیں
جنمیں ایک خود بادشاہ داریوش (دارائے اول ایران)
ہے اور دو اسکے خاص سوار ہیں جنہوں نے میدان کارزار
میں بڑی بہادری دکھلائی تھی۔ داریوش کا دایاں پاؤں ایک
شخص کے سینہ پر رکھا ہوا ہے جو مثل مُردوں کے زمین
پر پڑا ہوا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بادشاہ
سے بہ لجاجت و منت کچھ عرض کر رہا ہے۔
تاریخ و جغرافیہ کی کتابوں سے وجہ اس یادگار قایم کرنیکی
یہ پائی جاتی ہے کہ ۵۲۱ قبل مسیح میں جب داریوش تخت
نشین ہوا۔ تو اطراف سلطنت میں جابجا بغاوتیں شروع ہوگئیں
اور انکو یہاں تک طول ہوا کہ چھ برس کی مسلسل لڑائیوں کے
بعد یہ فتنہ فرو ہوا۔ اور تمام باغی گرفتار ہوکر دارالسلطنت میں آئے
داریوش جسکے سینہ پر سوار ہے وہ ان باغیوں کا سردار تھا جسکا
نام ماجیان گماٹس (Magia n-gamates)
تھا یہ وہ شخص تھا جسکے اشارہ سے تمام ملک میں غدر ہو جاتا
تھا۔ داریوش کو اسکی جانب سے اسقدر غصہ تھا کہ میدان جنگ
سے جب اسکی نعش آئی تو یہ اس کے سینہ پر سوار ہو گیا اور
فتح کی یادگار میں کوہ بیستون میں یہ نقش بنایا گیا۔
تصاویر کے دونوں طرف چھوٹی بڑی لوحوں پر خط میخی (اس
خط کا عمدہ نمونہ کسی مضمون میں دکھلایا جائے گا) میں تاریخی
واقعات کندہ ہیں جسکے بعض فقروں کا ترجمہ ذیل میں لکھا جاتا
ہے۔ اگرچہ مضمون خشک ہے۔ مگر جن بزرگوں کو عجم کی قدیم
تاریخ سے شوق ہے اُن کے لیے فایدہ سے خالی نہیں
ہے۔

[1] ہیرودوٹس یونان کا نہایت نامور سیاح اور مورخ گذرا ہے
اسکا سفرنامہ فرنچ سے (اردو) میں (دو مجلدوں) ایک ترکی عالم نے
ترجمہ کرکے حال میں شایع کیا ہے۔ تاریخ عجم کے متعلق بھی اس میں
بڑا سرمایہ ہے۔

ترجمہ الواح خط میخی مترجمہ راولنسن صاحب سابق کانسل بغداد حال صدر انجمن مجلس جغرافیہ لندن۔

(۱) مین داریوش ہون۔ جو شاہنشاہون کا شاہنشاہ ہے۔ اور میرا شجرہ النسب یہ ہے۔ داریوش بن وشتاسپ بن ارشام بن اریارامن بن چاپیشس بن ہاکہامنش۔

(۲) مجھکو ہاکہامنش (اخامنیسیان) اس لیے کہتے ہین کہ مین کبھی مغلوب نہین ہوا ہون۔

(۳) میرے خاندان مین مجھ سے پہلے آٹھ تاجدار حکمران رہ چکے ہین مین اس سلسلہ کا نوان حکمران ہون۔ مجھے اورمزد (ہرمزد) نے سلطنت بخشی ہے اور اسکی مہربانی سے مین بادشاہ ہون۔

(۴) ہرمزد کی مہربانی سے میرے قبضۂ حکومت مین حسب ذیل ممالک ہین۔

پارسا، اوجہا، بابیروش، اشرا، اوپایا، مدایا، سپاردا، یونا، مذکورہ بالا شہر ساحل کے کنارے واقع ہین۔ ارمنا، کاتاپاتوکا، پارثوا، زرانا، ہاروا، اوا، رازسیا، باکتارشی، سغدا، ساکا، ثاتاگوش، ہارا، اوانش، ماکا۔

(۵) جو صوبے میرے حکومت مین ہین وہ مجھکو خراج ادا کرتے ہین

سلہ (جرنل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۱۰ مین شجرہ حسب ذیل ہے)
(یہ تغیر ایرانی اور انگریزی لہجہ کا معلوم ہوتا ہے)

(۱) داریوش	Darius
(۲) ہستاسپس	Hystaspes
(۳) ارسامیس	Arsames
(۴) اریارامنیس	Arecaramnes
(۵) تیشپیس	Tispes
(۶) اخامنیسیان	Achxmenes

اور میرے احکام کو مانتے ہین۔ مین دینداروں کی پرورش اور محافظت کرتا ہون اور لامذہبون کو سزا دیتا ہون۔

(۶) جب مین بابیرون مین تہا اسوقت شہر پارسا، اوجہا، مادا، اشرا، ارمنیا، پارثوا، مارکوشس، ثاتاگوشس، ساکا مین غدر ہوگیا۔

(۷) مارتیا نے پارس مین اور فراوارتس نے مادا مین غدر کردیا اور وہان کے حکمران بن گئے۔ لیکن دونون جگہہ کی فوج نہین بگڑی تہی مین نے انکو بسرداری وفادار تاشمن کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ ہرمزد کی مدد سے باغیون کو شکست ہوئی مہینہ اناماکا کی چھٹی تاریخ کو یہ فتح میسر ہوئی۔ اور مین نے فوج کو حکم دیا کہ وہ مادا کے شہر کاپادا مین قیام کرے۔

ان ہنگامون کے بعد مین نے اپنے سردار دادارشش کو ارمنستان مین روانہ کیا اور حکم دیا کہ اگر باغی میری اطاعت نکرین تو قتل کردیے جاوین۔ باغیون نے میری فوج کا مقابلہ کیا مگر ہرمزد نے انکو مغلوب کیا۔ یہ واقعہ چھٹی تاریخ مہینہ ثاإداہرا کا ہے۔

(۹) ایک شخص نے اسکارتیا مین غدر کیا اور بادشاہی کا دعوی کرنے لگا مین نے پارسا اور مادا سے فوجین مقابلہ کو روانہ کین۔ باغی گرفتار ہوکر سامنے حاضر آیا مین نے ناک اور کان کٹوا کر شہر اربرا مین اسکو پہانسی دیدی۔

تمام لوحون مین ۴۸۲ سطرین ہین۔ اگر بقیہ فقرون کا پورا ترجمہ کردیا جائے تو نصف جز مین ہوسکتا ہے۔ مگر سوائے اسکے اور کوئی خاص تاریخی واقعہ نہین ہے کہ فلان مقام پر فلان باغی سے مقابلہ ہوا۔ اور شاہی فوج نے اسکو مغلوب کردیا۔ لہذا اسقدر نمونہ از خروارے کافی ہے۔

سلہ شائقین کو جغرافیہ عالم جلد دوم گنج دانش تفصیلی حالات کے لیے دیکھنا چاہیئے۔

خلاصہ ان فسانہ جنگیوں کا یہ ہے کہ نو شخصوں نے مختلف صوبوں
میں بغاوت کی تھی اور آخر کار وہ سب گرفتار ہو گئے اور داریوش
کو فتح نصیب ہوئی۔ تفصیل انکے نامون کی یہ ہے۔

(۱) گوماتس پسر سائیرس باردیس Cyrus, Bardius
(۲) اترینس (سوسیانہ) Atrenes
(۳) نادی ٹبیرس (بابیلان) Naditubirus
(۴) مارٹی اس (سوسیانہ) Marteus
(۵) فراورٹیس (میڈین) Phraortes
(۶) سیٹراتاچی میس (سگارشیہ) Setratuelmeus
(۷) فراڈٹس (مارجیانہ) یہ تلفظ غیر (۵)
(۸) ویسڈاٹیس Viesdatus
(۹) اراکس (ارمینیہ) Aracus

اس مضمون کے متعلق حتی الوسع کوئی واقعہ فروگذاشت نہیں ہوا
صرف داریوش کے متعلق یہ لکھنا باقی ہے کہ اسکی نسبت
بعض افسانہ نویسوں کے کیا خیالات ہیں۔ ایک گروہ کا یہ قول ہے
کہ داریوش حقیقت میں لہراسپ کیانی کا نام ہے۔ دوسرا کہتا
ہے کہ یہ یادگار گشتاسپ کی ہے تیسرا کہتا ہے کہ بہمن کی تصویر
ہے مگر قول فیصل یہ ہے کہ یہ نقش نہ لہراسپ سے متعلق ہے نہ
گشتاسپ اور خسرو سے کیونکہ ان سلاطین کے عہد میں آتش پرستی
پورے اوج پر تھی جہاں کہیں ان کیانیوں کی یادگاریں ہیں
وہاں مجمرہ آتش دان ضرور ہوتا ہے۔ اور سکون پر آتشکدون
کی تصویریں ہوتی ہیں۔ اس نقش میں کوئی علامت مذہب
آتش پرستی کی نہیں ہے بہر حال یہ داریوش یونانی ہے
جسنے مجم کو فتح کر کے تمام ممالک ایران پر قبضہ کر لیا تھا۔

(محمد عبد الرزاق)

ترقی اور شائستگی

آجکل[۱] ہماری زمانے میں ترقی اور شائستگی پر فخر کیا جاتا ہے اور کہا
جاتا ہے کہ یہ زمانہ ترقی اور شائستگی کا ہے تاریخ کے پہلی دوروں
میں اس زمانے کی نظیر نہیں ملتی مگر دنیا کی ترقی کا یہ حال ہے
کہ وہ ہمیشہ سے متواتر جاری نہیں رہی بلکہ بعض قوموں اور ملکوں
نے ایک مدت دراز تک برابر ترقی کی اسکے بعد اون کا تعلق
ہوا اور شائستگی اُن سے کافور ہو گئی۔ ہمپر فرض ہے کہ ہم
شائستگی اور ترقی کی اصلی بنیاد پر غور کریں اور سوچیں کہ آیا ترقی
ہمیشہ متواتر اور متصل جاری رہے گی یا کبھی تنزل کی حالت پیش
آئیگی اور کبھی ترقی کی اور کیا ہمکو منتظر رہنا چاہیے کہ وہ ملک جو
آجکل شائستگی کے معراج پر پہونچ گئے ہیں کسی زمانے میں اونکے
اقبال کا ستارہ غروب ہوگا اور اون کو تنزل اور انقلاب کا
اوسی طرح جولان گاہ بننا پڑیگا۔ جیسا کہ دنیا کی اکثر سلطنتیں
گذشتہ زمانے میں کمال عروج اور ترقی کے بعد نہایت پستی
اور ذلت کی حالت تک پہونچ گئیں اور اسکی بہت سی مثالیں تاریخ
میں موجود ہیں۔ در حقیقت شائستگی اور ترقی کی بنیاد پر غور کرنا ایک
نہایت مہتم بالشان مسئلہ ہے اور جو لوگ نوع انسان کی بہبودی
اور ترقی کو حد کمال پر پہونچانا چاہتے ہیں اُنکے لیے اس مسئلہ پر
بحث کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس مسئلہ میں ضرور ہے کہ
ترقی اور تنزل دونوں کے اسباب پر غور کیا جائے کیونکہ اگر
ترقی کے اسباب پر غور کریں اور تنزل کے اسباب سے تعرض [illegible]

[۱] یہ مضمون جو مارتن یونیورسٹی [illegible] علوم عقلیہ تاریخ [illegible] کی
کے ایک اجلاس میں پڑھا گیا تھا اسکے [illegible]
[illegible] مختلف رسالے سے ترجمہ کیا گیا ہے

کی لطافت تھی جس بنیاد پر اس گروہ علماء کا یہ خیال ہے کہ اگر
نوع انسان کی کوئی اور نسل مصر مین جاکر آباد ہوتی تو اوسکو بھی وہی ترقی
اور شائستگی حاصل ہوگی جو اوس سے پہلے مصر کی دیگر اقوام کو حاصل ہو چکی
ہے کیونکہ اونکے نزدیک ترقی اور شائستگی کے اسباب ایسے الگ
تھلگ اور آزاد ہین جنمین انسان اپنے عمل سے ذرا دخل نہین دے
سکتا یہی رائے اونکی بابل فنیشیا اور یونان کے باشندون
کی نسبت ہے اور وہ کہتے ہین کہ یونانیون اور فنیشیا کے
باشندون نے تجارت کے ذریعہ سے اس لیے دولتمندی حاصل
کی کہ فن تجارت کے لحاظ سے اونکے ملک نہایت عمدہ موقع پر واقع
ہوئے تھے پس جسطرح مصریون نے علوم فنون مین ترقی کی اسی
طرح یونانیون اور فنیشیا والون نے تجارت مین علم امتیاز
بلند کیا اور ان تمام ترقیون کا پہلا اور قوی باعث وہی موقع کی عمدگی
یا دیگر بیرونی حالات ہین اس مین کچھ شک نہین کہ اس رائے مین
کچھ نہ کچھ صداقت کی جھلک پائی جاتی ہے مگر یہ رائے سرتاپا صحیح نہین
ہے کیونکہ اس رائے کے حامیون نے انسان کی عقلی قوتون
سے بالکل قطع نظر کی ہے یا اون کو دوسرے درجہ پر اور کسی قدر
بیکار اور بے اثر قرار دیا ہے یا یہ تسلیم کیا ہے کہ جب تک وہ تمام حالات
جنکا ذکر ہوا اپنا اثر نہ کر لین انسان کی عقلی قوتین بیکار رہتی ہین ہم
اسباب کا انکار نہین کرتے کہ دولتمندی ترقی کے لیے اکثر مفید
ثابت ہوئی ہے اور علوم و فنون اور تمام پیشون مین کمال حاصل
کرنے کے لیے مال کی سخت ضرورت ہے لیکن یہ کہنا کہ دولتمندی ہی
پہلا سبب قومون اور ملکون کی ترقی کا ہے ہمارے نزدیک صحیح
نہین ہے اور اوسکے باطل ہونے کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ اگر یہ
دعوی صحیح ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وسط افریقہ اور جنوبی
امریکہ کی بعض قومین بے انتہا ترقی کی حالت مین ہون کیونکہ زمین کی
سرسبزی اور زرخیزی کے باعث سے تھوڑی سی محنت مین انکے لیے

بہت سا سامان زندگی تیار ہو جاتا ہے مگر یہ بات بالکل حقیقت
کے برخلاف ہے کیونکہ یہ قومین اب تک جہالت اور وحشت کی حالت
مین ہین اور اونہون نے زمانہ گذشتہ مین ترقی کا ایک قدم
بھی آگے نہین بڑھایا بلکہ شاید اس زمانے مین بہ نسبت زمانہ گذشتہ
کے وہ زیادہ پستی اور تنزل کی حالت مین ہین۔ اسکے سوا
دنیا کی بعض دوسری قومین ایسی ہین جنکی ملک پر کبھی سرسبزی
کا وقت نہین آیا اور جہان بجائے فیاض ہونیکے نہایت بخیل
ہے اونکو اپنی زندگی کی ضروریات کا مہیا کرنا گویا اپنے تئین سخت
محنت اور مشقت مین مبتلا کرنا ہے۔ باوجود اسکے ان قومون نے
بے حد ترقی کی ہے۔ بلکہ ہم مجمل طور پر یہ کہہ سکتے ہین کہ دنیا کے
وہ ملک جو ہمارے زمانے مین شائستگی اور ترقی کے لحاظ سے
نہایت عروج پر ہین ایسی سرزمین پر آباد ہین جو کچھ بہت سرسبز نہین
ہے۔ زمین کی سرسبزی پر اور اوسکو بنیاد ترقی قرار دینے پر جو
اعتراض ہو سکتا ہے وہ تمام دیگر قدرتی اور طبعی اسباب پر بھی
وارد ہو سکتا ہے اور ہم کہہ سکتے ہین کہ یہ قدرتی اور طبعی اسباب
معاون اسباب ہین اصلی اسباب نہین ہین پس ہر ایک رائے
جو شائستگی اور ترقی کے باب مین دیجائے اور جسمین انسان
کی عقلی قوتون کو مہمل اور بے اثر مانا جائے اور اون کو طبعی قوتون
سے کمتر درجہ کا تسلیم کیا جائے ہمارے نزدیک بالکل باطل ہے
اور اسکا ثابت کرنا ممکن نہین ہے۔ یہی حال اُن لوگون کی رائے
کا ہے جو کہتے ہین کہ عقلی قوتین انسان کے بیرونی حالات کا
نتیجہ ہین یہ رائے بھی اسلیے غلط ہے کہ ہمکو نوع انسان کی تاریخ
سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان قوتون نے مختلف آب و
ہوا اور مختلف حالات مین نشو و نما پایا ہے ہم تسلیم کرتے ہین کہ عقلی
قوتون اور شائستگی کی ترقی پر ان تمام امور کا اثر پڑتا ہے مگر یہ امور
ترقی کی اصلی بنیاد نہین ہو سکتے۔

علما کا دوسرا گروہ یہ رائے دیتا ہے کہ نوع انسان کی ترقی عمدہ طرز
حکومت پر منحصر ہے جو عام انسانون کے حالات کے موافق ہو۔
اس گروہ نے یہ دلیل بیان کی ہے کہ جس ملک مین حسن انتظام
نہین ہے اور جہان عمدہ طرز حکومت نہین ہے وہان نوع انسان
کی بہبودی اور ترقی ناممکن ہے اور انکا تنزل کی حالت مین رہنا
ضروری ہے جیسا کہ ہم افریقہ کی بربری قومون اور وحشی باشندون
مین دیکھتے ہین۔ اگر ہم چند منٹ کے لیے فرض کرلین کہ یورپ کے
ملکون سے انکا نظم حکومت اور نظام سیاست گم ہوجائے اور اُن
مین ایسا انقلاب ہوجائے جس سے احکام و قوانین کا عدم اور
وجود برابر ہو اور اُن مین کوئی قانون باقی نہ رہے تو اس حالت مین ضرور ہے
کہ یہ تمام ملک اپنی موجودہ حالت سے پیچھے ہٹتے جائین اور ایک
مدت کے بعد رفتہ رفتہ اون کا بالکل تنزل ہوجائے اور وہ وحشت
اور جہالت کے جولانگاہ بن جائین اور انکا تمدن غارت ہوجائے
کیونکہ شائستگی اور علوم فنون مین ترقی کرنے کے لیے امن و امان
کی ضرورت ہے تاکہ اہل ملک فارغ البالی اور دلجمعی سے ان چیزون
کی طرف متوجہ ہون اور کوشش اور محنت سے اُن مین ترقی کرین
اور کامیاب ہون اور یہ سچ بھی ہے کیونکہ وحشت اور جہالت کی حالت
مین ضروری ہے کہ ہر انسان اپنے ہمسایہ سے خایف ہو اور
اوسکو اس بات کا مقدور نہ ہو کہ لڑائی یا شکار کے سوا کسی اور بات
مین بے فکری سے مشغول ہوسکے۔ ایسی حالت مین جنگ و جدل کا
برپا ہونا ضروری ہے کیونکہ ہر شخص اپنے دشمن کے حملے کو روکنا اور
ظالم کی قوت کا مقابلہ کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ اگر وہ تحصیل علم کا ارادہ
کرے تو اوسکو ذرا بھی فرصت نہین ہے اور اگر کسی پیشہ کی طرف
متوجہ ہو تو اوسکی خوبی اور عمدگی مین ترقی کرنا ناممکن ہے اگر وہ کوئی
نفیس اور نادر چیز اپنی صنعت سے پیدا کرے تو اوسکے مخالف طمع
سے اوس پر حملہ کرتے ہین۔ اور اوس سے چھین لے جاتے ہین

نہ کوئی حکومت ہے جو اُن سے بازپرس کرے اور نہ کوئی قانون ہے
جو انکی حمایت کرے پس جہان کہین عمدہ انتظام نہین ہے ترقی
نہین ہوتی۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ نوع انسان کی ترقی کے لیے
عمدہ انتظام کا ہونا ضروری بات ہے ہم اس رائے سے انکار نہین
کرتے مگر ہمارے نزدیک اس سے یہ لازم نہین آتا کہ عمدہ انتظام ترقی
کا اصلی باعث ہے یا اسی بنیاد پر انسانی شائستگی کی عمارت اوٹھائی
جاتی ہے بلکہ نوع انسان کی ترقی عمدہ نظم حکومت کا باعث ہے
اور جون جون وہ ترقی کرتے جاتے ہین، اون کے قوانین کی درستی
اور اصلاح ہوتی جاتی ہے۔ اور اگر کسی سبب سے انقلاب حالت ہوجائے
تو وہ وحشت اور جہالت کیطرف عود کرتے ہین اب تک یہ بات
ثابت نہین ہوئی ہے کہ لڑائیان اور ملکی انقلاب ترقی سے روکتے
ہین کیونکہ ہمارے پاس تاریخ کی بہت سی مثالین موجود ہین جن سے
معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی سختی اور مصیبت کے زمانے مین ترقی اور
شائستگی کا ہونا ممکن ہے سب سے عمدہ مثال ایتھنز (دار السلطنت
یونان) کی ہے جسمین پانچوین صدی قبل مسیح کے آخر مین نہایت شدید
خانہ جنگیان برپا تھین اور فتنہ و فساد کے شعلے تمام ملک پر محیط ہوگئے
تھے باوجود اسکے اس ملک نے علم و فلسفہ اور فنون مین انہین لڑائیون
اور انقلابون کے زمانے مین نہایت اعلیٰ درجہ کی ترقی اور شہرت
حاصل کی۔ اسی زمانے مین سقراط اور افلاطون جیسے بڑے بڑے
حکیم پیدا ہوئے اور سوفوکلیس اور یوریپیڈیز جیسے شعرا نے
شہرت پائی اور فیدیاس یونان کا پہلا مصور اور پیرکلیس
یونان کا اعلیٰ مدبر یہ دونون بھی اسی وقت مین نمایان ہوئے اور
یہ سب کے سب یونان کے بڑے بڑے مشاہیر مین ہین جن سے
پہلے یونانیون نے عقل کی جودت اور اُن علوم و فنون مین جن کو
اونہون نے خاص توجہ کی، اُن کی نسبت کچھ بھی زیادہ فضیلت
حاصل نہین کی تھی اور یہ سب مین جنگ و جدل اور

ملکی ہنگامے اور اضطراب کے زمانے مین ظاہر اور مشہور ہوئے۔
تاہم ہمارا یہ خیال نہین کہ یہ جنگ وجدل اور ملکی ہنگامے ان مشاہیر
کے ظہور کا باعث ہین بلکہ ہم صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ
ان لوگون کا ایسے حالات مین ظاہر اور مشہور ہونا اسبابات کی دلیل
ہے کہ ترقی سیاسی اور ملکی حالات پر منحصر نہین ہے بلکہ اگر عقلین بیدار
ہون تو بغیر سیاست کے بھی ترقی ممکن ہے۔ پس ترقی کا اصل اصول عقل
ہے اور نظام سیاست کو اوسمین کچھہ دخل نہین ہے۔ جہان کہین
عقلین بیدار ہونگی فوراً ترقی شروع ہو جائیگی اگرچہ نظام سیاسی
اوسکے برخلاف ہو۔ اگر کوئی قوم اپنی نظام سیاسی اور طرز حکومت
کی شکایت کرے اور یہ دعوی کرے کہ وہ اونکی تمدنی اور علمی ترقی
کے درمیان مین حائل ہے تو اس سے سمجھنا چاہیئے کہ اوس
قوم مین ترقی کی استعداد اور قابلیت ہی موجود نہین ہے۔ وہ
اپنی ذات سے ترقی کرنے کی کوشش نہین کرتے بلکہ خارجی اسباب
سے اوسکو حاصل کرنا چاہتے ہین۔ حقیقی ترقی انسان مین
طبعی طور پر پیدا ہوتی ہے وہ کیسے دینے سے حاصل نہین ہو سکتی
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو قوم ترقی کرنی چاہتی ہے وہ ہر حالت
مین کرسکتی ہے، خواہ نظام سیاسی کی کچھہ ہی کیفیت ہو اور طرز
حکومت کسی قسم کا ہو۔ ہمکو معلوم ہے کہ جرمن فرانس انگلستان
اور یونائیٹڈ اسٹیٹس مین باوجود مختلف قوانین اور مختلف نظام
سیاست ہین تاہم اُن ملکون مین اعلیٰ درجہ کی ترقی برابر ہے
اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ترقی محض حکومت کی امداد پر منحصر نہین ہے
ہان حکومت کی امداد قوم کی ترقی کو تیز رفتار کرسکتی ہے کیونکہ اگر
علوم و فنون اور صنعت و حرفت والے اہل حکومت کی امداد پر بھروسہ
کرکے بیٹھ رہین اور پوری کوشش نکرین تو ہرگز ترقی نہین کرسکتے
پس اصلی ترقی اندر سے پیدا ہوتی ہے۔ کہین باہر سے نہین
آتی اور ذاتی کوشش پر منحصر ہے حکومت کی امداد پر موقوف نہین ہے

یہان تک ہم نے وہ آرا بیان کی ہین جو ترقی کے خارجی اسباب
پر مبنی ہین۔ اب ہم چاہتے ہین کہ ترقی کے اندرونی اسباب بیان
کرین۔ بعض علما کی رائے ہے کہ ترقی کی بنا صرف عقل پر ہے
یعنی انسان کی ترقی کے اسکے سوا کوئی معنی نہین ہین کہ اوسکی
عقلی قوتون مین ترقی ہو کیونکہ یہی قوتین تمام انسانی امور پر مسلط ہین
پس جہان کہین علم کی کافی اشاعت ہوگی وہان ترقی نمودار
ہوگی اور جس جگہ جہالت طاری ہوگی وہین تنزل اور پستی نظر
آئیگی غرضکہ عقل کے سوا کوئی چیز ترقی کی بنیاد نہین ہو سکتی۔
اور اوس کا نشو و نما اور اوسکی حفاظت صرف توسیع علم پر منحصر ہے
ہمارے نزدیک یہ رائے اُن تمام رایون کی نسبت زیادہ قوی
ہے جنکو ہم پہلے بیان کرچکے ہین کیونکہ انسانی ترقی مین عقل کے
موثر ہونے سے انکار نہین ہو سکتا یہ امر ظاہر ہے کہ جس ملک
یا قوم مین ترقی پائی جاتی ہے، اوس مین علم و عقل کی بھی ترقی اور
وسعت ہے اور جہان علم ناقص اور عقل ساکت ہے، وہان
ترقی بھی نہین ہے پس ضرور ہے کہ ترقی کے اصلی اسباب صرف
عقل یا اوسکے متعلقات مین تلاش کئے جائین اس بات کے ثابت
کرنے مین کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہین ہے کیونکہ تمام لوگون
کے نزدیک مسلم ہے کہ اصلی ترقی علمی اختراعات و اکتشافات
پر منحصر ہے اور آئندہ صدیون مین کسی ایسی ترقی کی امید نہین کیجاتی
جو علمی اختراعات و اکتشافات کے سوا کسی دوسرے طریقے
سے ہو سکے۔ یہان ایک نہایت مہتم بالشان اور غور طلب سوال
پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آیا ترقی صرف وسعت عقل پر
منحصر ہے یا عقل اور اخلاق پر؟ بعض لوگ کہتے ہین کہ
اخلاق کو ترقی کے ساتھہ کچھہ تعلق نہین ہے۔ بلکہ اخلاقی خیالات
ترقی کے روکنے والے ہین۔ پس اگر ہم ترقی کرنا چاہین تو ضرور ہے
کہ اخلاق و آداب کو الگ و شمار کھین اور علم کو مذہب سے بالکل

جدا کردین - وہ اسبات کے بھی قایل ہین کہ ان دونون کے ملنے
سے ہمیشہ برا نتیجہ پیدا ہوتا ہے - ان سب باتون سے بڑھکر
وہ یہ بھی فرماتے ہین کہ جب علم کمال کے درجہ کو پہونچتا ہے تو مذہب
کافور ہوجاتا ہے کیونکہ مذہب کی بنیاد توہم اور جہالت پر ہے
لیکن بعض لوگ انہین سے یہ بھی کہتے ہین کہ اخلاق و آداب
کا وجود تو واقعی ہے اور ترقی مین انکو دخل ہی ہے مگر نہ وہ زیادہ
مسلم بالشان ہین نہ انسانی ترقی مین انکو کچھ بہت دخل ہے
غرضکہ ترقی کا اصل اصول علم ہے جسکی کوئی انتہا نہین اور نہ انسانی
ترقی کی کوئی انتہا ہے جب تک کہ اس کی عقل مین علمی جوت
پیدا ہوتی چلی جائے -

اس مقام پر ایک اور سوال پیش آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آیا ممکن
ہے کہ عقل اس درجہ تک ترقی کر جائے کہ نیچر کے تمام بھیدون
کو دریافت کرے اور انسان کے تمام عقلی اور روحانی مشکلات کو حل
کرے اور اس بات کو ثابت کر دے کہ اصول اخلاق کی کوئی بنیاد
سوائے عقل کے نہین یعنی انسان مین اور خود نیچر مین کوئی چیز ایسی
نہین ہے جسکو عقل دریافت نہ کر سکتی ہو - حقیقت یہ ہی ایک گروہ
کی رائے ہے اور اس رائے کے ماننے والون نے گذشتہ
زمانہ مین علم کیساتھ ترقی کے بابت جانے اور زمانہ حال مین ایسی
باتون کے دریافت ہونے سے استدلال کیا ہے جنکا دریافت
ہونا قدیم زمانہ کے لوگ محال سمجھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ انہین
باتون سے ایک ایسی قوت کا وجود ثابت ہوتا ہے جو نیچر سے بالاتر
ہے حالانکہ اس زمانہ مین ثابت ہوگیا ہے کہ وہ سب طبعی اور نیچرل
امور ہین اور انسان کو یہ قدرت ہے کہ نیچر کے تمام عقدون کو حل کرے
اور اسکو مسخر کرکے جس طرح چاہے کام مین لائے - یہ گروہ دعوی کرتا
ہے کہ اگر عقل انسانی برابر ترقی کرتی رہی اور تحقیق اور امتحان مین
سرگرم رہی تو نیچر کے پردے مین کوئی چیز ایسی نہین رہے گی جو دریافت
نہ ہوجائے اور جس سے تاریکی کا نقاب نہ اٹھ جائے - لیکن جب ہم
ذرا غور کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ علم بجائے اسکے کہ اسبات کا قایل
ہو کہ عقل انسانی ہر چیز کو دریافت کر سکتی ہے، یہ بیان کرتا ہے کہ
کہ عقل کی ترقی ایک حد تک ہوسکتی ہے اس حد سے آگے وہ تجاوز
نہین کر سکتی اور وہ بلند آواز سے پکارتا ہے کہ کائنات مین بہت
قدرت کے اسرار ہین جنکو محض عقلی قوتون کی مدد سے دریافت کرنا
ناممکن ہے منجملہ ان اسرار کے ایک راز زندگی کا ہے - پہلے زمانہ
مین خیال کرتے تھے کہ زندگی تمام حالات مین مادے سے پیدا
ہوجاتی ہے اور ان حالات یا زندگی کی شرطون کا دریافت کرنا
ممکن ہے اور انسان کو قدرت ہے کہ وہ ضروری شرطون کیساتھ مادے
کو ترکیب اور ترتیب دیکر زندگی پیدا کر سکے اور اس سے یہ نتیجہ
نکالا جاتا تھا کہ انسان اور غیر انسان کی زندگی خاص وسائل کے
عمل مین لانے سے بیحد زمانہ تک پایدار اور باقی رہ سکتی ہے لیکن
زمانہ حال مین سائنس نے اس دعوی کو بالکل باطل کر دیا ہے اور
یہ ثابت کر دیا ہے کہ نہ زندگی کا پیدا کرنا ممکن ہے نہ بیحد زمانے
تک اوس کا باقی رکھنا بلکہ موت نیچر کا ایک قانون ہے کہ عقل
انسانی کسی حد تک ترقی کر جائے وہ قانون ٹوٹ نہین سکتا - انہین
مین سے ایک بھید ان قوتون کا ہے جو کسی ذی حیات اور ذی
عقل مخلوق کے ارادے سے پیدا نہین ہوتین - زمانہ حال مین
سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ انکی حقیقت کا دریافت کرنا
ناممکن ہے پہلے زمانہ مین خیال کرتے تھے کہ انسان نیچر کی قوتون
کیطرح جدید قوتین پیدا کر سکتا ہے - مثلاً ایک ایسی کل ایجاد کر سکتا ہے
جو قوت کو پیدا کرتی رہے اور وہ کل اپنی ذات سے خود بخود ہمیشہ حرکت
کرتی رہے یا اوس وقت تک کام کرتی رہے جب تک کہ وہ کل معطل اور بیکار ہوجائے
گھسجائے - زمانے مین علما سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ نیچر کی
قوتین محدود اندازے کی ہین - نہ وہ بڑھ سکتی ہین نہ گھٹ سکتی ہین

محبت نہین رکھتی یا اوسکو ظالم سمجھتی ہے اور ایسا موقع تلاش کرتی رہتی
ہے کہ اپنی حاکمون پر خروج کرے اور بغاوت کے ہنگامے برپا کرے
مگر وہ رعیت جو حکومت کو اخلاقی بنیاد پر مبنی سمجھتی ہے، اوسپر واجب ہے
کہ حکومت کی اطاعت کرے کیونکہ وہ ایک حق ہے جو اونکی گردن پر
ہے۔ ایسی رعیت مین انتظام اور جزو حکومت خیال کیجاتی ہے
اور اوسکے لیے ترقی کرنا ممکن ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے
کہ کسی ملک کے باشندون مین انتظام کے قایم رکھنے کے واسطے
ضروری ہے کہ اون کو اخلاقی اور مذہبی اصولون کی تعلیم دیجاے۔
جس ملک کے باشندے ان اصولون کو فراموش کردین۔ وہ ملک
بہت جلد انقلاب اور ہنگامے کا میدان بن جاتا ہے اور اوسمین
پایدار ترقی نہین ہوسکتی۔

ہمنے جو بیان کیا کہ شائستگی اور انتظام کیلیے اخلاقی اور مذہبی اصولون
کی تعلیم دینا ضروری ہے، اسپر بعض لوگ کہتے ہین کہ مذہبی تعلیم کی کوئی
ضرورت نہین ہے۔ صرف اخلاقی تعلیم کافی ہے۔ مذہب حکومت
مین خلل ڈالتا ہے اور اوسکو فتنہ وفساد کا جولان گاہ بنادیتا ہے
یہ اعتراض اوسی حالت مین صحیح ہوسکتا ہے جبکہ ہم یہ فرض کرلین
کہ مذہب سے مراد کوئی خاص ملت ہے لیکن جب مذہب سے خدا کی وجود
آخرت کی زندگی، انسان کے مکلف ہونے اور اوسکی قابل جزا وسزا
ہونے کا اعتقاد مراد ہو تو اسمین کچھ شک نہین ہے کہ مذہب حکومت
کا بازو۔ شائستگی کا رہنما اور ترقی کا مددگار ہے کیونکہ اگر مذہب کے احکام
اخلاق کو مدد نہ دین تو ان مین کوئی قوت باقی نہین رہتی جس سے
وہ لوگون پر اپنا اثر ڈال سکین کیونکہ انسان بہ نسبت اخلاق
کے فتنہ وفساد کی طرف زیادہ مائل ہے۔ پس ایک ایسی چیز کی ضرورت
ہے جو انسان کو اصول اخلاق کی پابندی پر مجبور کرے اور وہ
چیز مذہب ہے۔

انسان کی تاریخ مین بہت سی مثالین ہین جو اس بات پر شہادت
دیتی ہین کہ مذہبی امور مین خلل پڑنے کے بعد سیاست اور تمدن
کو زوال ہوتا رہا ہے اور جب تک کوئی اصلاح کرنے والا پیدا نہوا
وہ تنزل برابر جاری رہا ہے۔ سب سے بڑی مثال یہودیون کی قوم
کی ہے۔ جو اوس وقت تک برابر کامیابی کے ساتھ ترقی کرتی رہی
جب تک کہ اونکا عمل اپنے مذہب پر اور اوسکے ربانی اصولون
پر رہا لیکن جب اونکے مذہب مین خلل پیدا ہوا تو وہ قوم ترقی کی بلندی سے
نیچے آرہی اور آخر کار ہلاک ہوگئی یہی حال رومیون کی قوم کا ہوا جن کا دین
باوجود بت پرستی پر مبنی ہونے کے خدا کے وجود کی تعلیم دیتا تھا
اور خدائی احکام کو انسانون مین جاری کرنا چاہتا تھا۔ اس
لحاظ سے کہہ سکتے ہین کہ رومیون مین اخلاقی اصول کی بنیاد مذہبی
تھی اور جب تک کہ وہ اپنے معبودون سے ڈرتے رہے، اون
کی زندگی کچھ پابند رہی اور اونکی حکومت فتنہ وفساد سے محفوظ
رہی اور وہ برابر شائستگی مین عروج کرتے رہے مگر آخر کار اونکی اخلاق
بگڑ گئے، اُن کا مذہب فاسد ہوگیا۔ اور حکما نے ثابت کردیا کہ
اونکا مذہب وہمی اور خیالی ہے اور اوسکی کوئی اصلی بنیاد نہین ہے
اور علما اور قوم کے بہت سے افراد کافر اور بیدین ہوگئے ہین
اس حالت کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت مین انقلاب پیدا ہوگیا اور وہ قوم
جسنے اپنی قوت اور شان وشوکت اور ترقی مین اپنے سے
پہلے لوگون کو پیچھے چھوڑ دیا تھا، تنزل اور پستی کی حالت مین
آگئی۔ یہ دلیل اس دعوی کے ثابت کرنے کیلیے کافی ہے
کہ انسان کی ترقی علمی اور عقلی ترقی کے ساتھ اخلاقی اصولون کی
پابندی پر مبنی ہے۔

(رشید احمد سالم)

دوران خون

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے
(غالب)

دنیا ترقی کی دوڑ میں ہے - یہ ایک ایسا امر ہے جسکی تصدیق کے لیے دلائل کی ضرورت نہیں ہے - دنیا کے اخبار میں سے انسان کی حالت اور بھی زیادہ اس بات کی تصدیق کرتی ہے - جب آدم نے دنیا میں قدم رکھا اُس وقت کا خیال کرو - پھر اوس وقت کی سادگی پر غور کرو - پھر انیسویں صدی کی تمدن سے اُس وقت کی حالت کا مقابلہ کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ اب انسان زمین سے آسمان پر بلکہ فرش سے عرش پر پہونچ گیا ہے - انسان کی ہر چیز بدل گئی ہے اور بدل رہی ہے - اور بدلتی رہے گی - یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسمیں شک کرنے کی گنجایش نہیں ہے انسان کی معلومات کا دایرہ وسیع ہو گیا ہے بیشمار تجربات اور مشاہدات کا خزانہ اوسکے پاس جمع ہو گیا ہے - ہر ترقی یافتہ قوم کوشش کرتی ہے کہ دوسری قوموں سے ترقی کی شاہراہ میں آگے نکل جائے جس قوم میں تنزل ہے - اوسکو ذرا بھی خیال نہیں آتا کہ اور قوموں کی کیا حالت ہے اور اوسکی کیا حالت ہے - بعینہ یہی حال ہماری قوم کا ہے جنکا وہی باوا آدم اور وہی زمین آسمان ہے جو پہلے تھا - نہ اون کو دنیا کے آگے نکل جانے کی خبر ہے نہ قوموں کی ترقی پر رشک آتا ہے اونکی علمی ترقی ایک حد تک ہوئی اور ہو کر رہ گئی - آنکے علم ہیئت میں وہی سات آسمان اور سات زمینیں ہیں - آسمان زمین کے گرد چکر کھاتی ہیں ستارے اونہیں آسمانوں میں جڑے ہیں - سطح و ہے کے تو سے بیچ نہیں - اون کے علم کیمیا کا مدار سونا چاندی بنانے اور اسفل دہات کو اعلیٰ میں تبدیل کرنے پر ہے - یہی حال اُنکی علم تشریح اور طب کا ہے - تشریح تو وہی ہے جو بوعلی سینا کے زمانہ میں تھی - اوس سے ایک انچ آگے نہیں بڑھی - طب میں وہی چار عنصر اور چار خلط کا اصول جاری ہے جس سے سردی - گرمی - تری اور خشکی کی تقسیم مزاجوں کی بیماریوں - اور دواؤں میں رائج ہو گئی ہے - ڈاکٹروں اور یونانی طبیبوں کے درمیان آج تک بہت سے اہم مسائل مختلف فیہ ہیں جنکا فیصلہ نہیں ہوا - ہر ایک علم کے ایسے اختلافی مسائل پر نظر ڈالنا اور انمیں محاکمہ کرنا کہ وہ قدیم اصول پر صحیح ہیں یا جدید اصول پر ایک اہم کام ہے - نہ اس وقت اور اس مضمون میں اون پر بحث کرنے کی ضرورت ہے - ہم اپنے اس آرٹیکل میں صرف ایک مسئلہ پر نظر ڈالنی اور طرفین کے دلائل کی جانچ کرنی چاہتے ہیں اور وہ مسئلہ دوران خون کا ہے - حاشا و کلا ہم کو یہ منظور نہیں ہے کہ ہم بیجا طور پر قدما کی اور اُنکے اصول کی ہنسی اڑائیں اور خواہ مخواہ جدید باتوں کی تعریف کریں بلکہ ایک حقیقت کا جتلانا مقصود ہے اور بس -

عام انسانوں میں بھی جنھوں نے طب نہیں پڑھی - یہ ایک عام خیال ہے کہ انسان کے جسم میں خون دورہ کرتا ہے مگر یونانی طبیب اور ڈاکٹر آجتک اس امر پر متفق نہیں ہیں کہ دوران خون کی کیا کیفیت ہے اور کس طرح پر یہ دورہ عمل میں آتا ہے پہلے ہم یونانی مذہب کے مطابق دوران خون کا ذکر کرتے ہیں - اطبا یونانی نے دوران خون کے دو مبدا قرار دیے ہیں ایک دل جو خون شریانی - (یعنی سرخ خون) کا مبداء ہے - اور دوسرا جگر جو خون وریدی (یا نیلے خون) کا مبدا ہے - دل سے خون واسطے شرائین کے جسم کے مختلف حصوں میں پہونچتا ہے اور جگر سے بواسطے اوردہ کے - مقام پر دل اور جگر اور اسکے متعلق رگوں

صاف ثابت ہوتا ہے کہ خون جو ہاتھ سے کٹ رہے کو جا رہا ہے
اُرک گیا۔

(۳) وریدوں جو گرہیں ظاہر ہو جاتی ہیں یہ خاص توجہ کے لائق ہیں
ہر ایک ورید کے اندر کیطرف جھلی کے کیسے لگے ہیں جنکو زوایہ
ہلالی کہتے ہیں۔ اگر خون اپنے معمولی رستے پر (یعنی اعضا سے
دل کیطرف) چلے تو یہ زوائد مزاحمت نہیں کرتے۔ لیکن اگر اس کے
خلاف رستے پر خون کو چلانا چاہو تو یہ کیسے پہول کر رگ کو بند کر دیتے
ہیں۔ اور خون کا رستہ بالکل مسدود ہو جاتا ہے جس سے صاف
ظاہر ہے کہ جگر سے بازوں اور ٹانگوں کیطرف خون نہیں آسکتا۔
خاصکر ورود کے وسیلے سے پہنچنا تو نا ممکن ہے۔

(۴) اس کے علاوہ ہم یہ بتا چکے ہیں۔ اور یونانی حکما بھی اس کو مانتے
ہیں کہ کسی عضو کو خون نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ ورید عروق شعریہ
پر منقسم نہ ہو مگر ورید اجوف تو تمام خون دل کے داہنے اُذن میں ڈالدیتی
ہے۔ اور منشعب نہیں ہوتی پھر دل کو غذا کیونکر پہنچتی ہے ؟

(۵) دل کے اُذن راست میں سے ایک وریدی رگ کر اور دل ہی کے
جسم میں متفرق ہو کر عروق شعری پر منقسم ہوتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے
کہ اس کے ذریعہ سے دل کو غذا پہنچتی ہے۔ تو بھی ٹھیک نہیں ہے
کیونکہ اس ورید کے منہ پر ایک زائدہ لگا ہے۔ جس کے باعث سے
اُذن کا خون ورید میں نہیں جا سکتا مگر ورید کا خون اُذن راست میں
آسکتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ ورید اذن راست میں خون لاتی
ہے اور وہاں سے خون لے نہیں جاتی اس حالت میں بھی دل کی
غذا پہنچانے کا سامان مفقود ہو گیا۔

(۶) اس کے علاوہ دل کی بائیں جانب تو وہ دھڑا دھڑ خون روانہ
کر رہی ہے مگر اُسطرف خون پہنچانے کا کوئی وسیلہ معلوم نہیں ہوتا۔
اگر کوئی رگ ایسی ہو کہ جو تنہ ورید قلبی تو منشعب ہو گئی اور اس کے علاوہ
کوئی ورید دل کے جسم میں نہیں ہے) جو آجکل کی غور و بین سے
بھی چھپی رہی ہو اور متقدمین کی آنکھوں نے اُسے دیکھ لیا ہو تو بھی
وہ ایسی تنگ ہوگی کہ ۱/۱۰۰ انسٹ میں نو سیر بچہ تو کیا تو تے خون بھی
اس سے نہیں گذر سکیگا۔

(۷) ایک اعتراض یہ ہے کہ ورید اجوف پاؤں سے شروع ہو کر جگر میں سے
گذرتی ہوئی دل تک پہونچتی ہے اور پاؤں سے لیکر دل تک اسمیں
مختلف شاخیں ملتی گئی ہیں۔ اسی لیے اجوف کا حجم بڑھتا گیا ہے
حتی کہ دل کے پاس وہ جسقدر موٹی ہے اسقدر موٹی اور کسی جگہ نہیں
ہے۔ اگر جگر اسکا مبدا ہوتا تو جگر کے پاس اسکا حجم سب سے بڑا
ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ جگر سے لیکر دل تک پہونچنے میں (بقول یونانی
حکما) اس میں سے بہت سی شاخیں نکلی ہیں اسلیے اسکا حجم
کم ہو جانا چاہیئے تھا۔

(۸) پھر یہ کہ اجوف اپنا خزانہ اُذن قلب میں انڈیل دیتی ہے۔ وہاں
سے خون بطن راست قلب میں جاتا ہے اور وہاں سے ورید
شریانی، پھیپڑے کو خون پہونچاتی ہے۔ یہ دل کا تعلق اس ورید
میں کیوں رکھا گیا۔ اجوف سے ایک شاخ سیدھے پھیپڑے
کو جانی چاہیئے تھی جیسا کہ اور تمام جسم میں ہوتا ہے۔
اسکے علاوہ اور کئی اعتراض ہیں جو ناظرین کو خود بخود سوجھ گئے ہونگے
اور انکا تذکرہ خالی از طوالت نہوگا۔ مجھے بارہا یہ کوشش کی کہ یونانی
طریق پر کسی طرح دوران خون ممکن معلوم ہو۔ مگر ہم ہمیشہ ناکام رہے۔
بہت سے پرانے پرانے طبیبوں سے پوچھا مگر کوئی بھی تشفی
نہ کر سکا۔ کسی نے یہ کہا کہ خون بواسطہ شرائین رجعت قہقری کرتا ہے
مگر اسکا بطلان ہم اوپر کر چکے ہیں۔ ایک بڑے معزز اور معمر عالم
حکیم نے کئی دن کے غور کے بعد یہ فرمایا کہ میری رائے میں خون میں ایک
قسم کی حرکت ہے جیسی کہ کھولتے پانی میں ہوا کرتی ہے لیکن
اس حرکت کے لیئے تو محض حرارت قلب کافی ہے۔ پھر دل کی حرکت
کس غرض کے لیے ہے۔ پس تو یہ معمہ ہے کہ یہ بزرگ اُن

اسلاف کے اقوال کو ہی بھول گئے ہین جنکے یہ پیرو کھلاتے ہین
حکیم افلاطون کہتا ہے کہ "دل تمام عروق دموی کا مرکز ہے - اور
خون کا منبع ہے جو ہر وقت دوران مین رہتا ہے - خون گوشت
کے لیے غذا ہے - تغذیہ کے لیے جسم مین باغ کی طرح نہرین بنائی
گئی ہین تاکہ خون دل سے تمام جسم کو پہونچتا رہے"
ان الفاظ سے خون کی محض حرکت ہی نہین بلکہ حرکت معہ نقل مکان
ثابت ہو رہی ہے - مگر بیچارے حکیم ہین کہ وہی مرغ کی ایک ٹانگ
کہے جاتے ہین -
جب کسی طبیب و حکیم سے مطلب نہ نکلا تو مجبوراً ہمین انگریزی تشریح
اور فزیالوجی (علم افعال الاعضا) کی طرف رجوع کرنا پڑا - اور جو کچھ
ہمنے ان سے سیکھا ہے وہ ہی نذر ناظرین کرتے ہین - اب
ناظرین خود فیصلہ کرلین کہ کون سا قول زیادہ صحیح ہے -
(۱) نئی تحقیقات کا بانی مسٹر ہاروے تھا جس نے سب سے
پہلے دوران خون کو بالوضاحت بیان کیا اوسکے قول کے مطابق
دل سے بواسطہ شرائین تمام جسم کو خون پہونچتا ہے اور بواسطہ اوردہ
دل مین واپس آجاتا ہے -
(۲) جو خون بواسطہ شرائین جسم کو جاتا ہے اسمین آکسیجن گاس
زیادہ ہوتی ہے - جب یہ خون بواسطہ عروق شعری جسم مین تقسیم
ہوتا ہے تو آکسیجن جسم مین حرارت پیدا کرنے کے لیے خرچ ہو جاتی
ہے اور خون کے دیگر اجزا بھی جزو جسم ہو جاتے ہین - جنکے
عوض مین کاربانک ایسڈ گاس اور دیگر فضلات خون مین مل
جاتے ہین - اسلیے خون کا رنگ نیلگون ہو جاتا ہے -
(۳) جب خون اسطرح اپنا کام کر چکتا ہے تو عروق شعری
کے وسیلے سے اوردہ مین داخل ہو کر دل کے اذن راست
مین واپس آجاتا ہے -
(۴) دوران کو زیادہ اچھی طرح سے سمجھنے کے لیے ناظرین کو چاہیے
کہ دل اور عروق کی جو تشریح ہم اوپر بیان کر آئے ہین - اسپر ایک
دفعہ پھر نظر ڈال لین اسکے بعد ذیل کی سطور کو پڑھین -
فرض کرو کہ اجوف صاعدہ نے وریدی خون دل کے اذن راست
مین ڈالا - جب اذن راست سکڑتا ہے تو یہ خون پھاٹک کر بطن
راست مین چلا جاتا ہے - پھر بطن راست سکڑتا ہے - اب
خون چاہتا ہے کہ پھر اذن راست مین لوٹ جائے مگر اذن
راست سے بطن راست کو جو رستہ ہے اسمین زوائد لگے
ہوے ہین اس لیے خون لوٹ نہین سکتا اور وریدِ شریانی مین داخل ہو کر
پھیپھڑے کو چلا جاتا ہے - جہان کاربانک ایسڈ گاس خون
سے جدا ہوتی ہے - اور آکسیجن مل جاتی ہے - اب خون
کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے - نیلاہٹ جاتی رہتی ہے - پھر شریان
وریدی اسکو پھیپھڑے مین سے جمع کر کے دل کے اذن چپ مین
لا ڈالتی ہے - اذن چپ اس سرخ خون کو بطن چپ مین داخل
کرتا ہے اور بطن چپ بذریعہ اورطی تمام جسم کو یہی سرخ خون پہونچاتا
ہے - جسم سے یہ خون جمع ہو کر پھر اجوف کے ذریعہ دل مین پہونچکر
از سرنو دورہ شروع کرتا ہے -
اب ناظرین غور کرین کہ وہ تمام اعتراض جو ہمنے یونانی حکیمون کے
نظام خون پر کیے ہین رفع ہو گئے ہین -
(۱) رجعت قہقری جسم مین کہین نہین ہے -
(۲) ایک شریان مین دو حرکتین ہی ایک وقت مین موجود
نہین ہین -
(۳) اوردہ کے زوائد بلا بھی کوئی مزاحمت نہین کرتے -
(۴) اسکے علاوہ ایک اور اعتراض جسکا ذکر ہمنے پہلے نہین کیا رفع
ہو گیا ہے - یعنی دل کے بطن راست سے جو رگ پھیپھڑے کو خون
لیجاتی ہے - اسکو یونانیون نے ورید مانا ہے - اور چونکہ اسکا جسم
شریان کے مشابہ (یعنی مضبوط اور موٹا) ہے اسلیے اسکا

کھینچی گئی ہے۔ مصنف نے اسکو ذیل کے چار عنوانون مین تقسیم
کیا ہے۔
(اول) طلب علم۔ (دوم) حق پسندی و راست گوئی (سوم) اختلافات
واتفاق (چہارم) حسنِ معاش۔

پہلے عنوان کی ذیل مین مصنف نے ثابت کیا ہے کہ افلاس
کی حالت مین بھی ہمارے بزرگ علم کی تلاش سے باز نہین آتے تھے
وہ ہزارون میل خشکی وتری کا سفر کرتے تھے اور اسی دُھن مین دور
دراز ملکون مین جا نکلتے تھے۔ چھاپہ کے نہ ہونے سے کتابین بہت
کم ملتی تہین اور انکی قیمت بھی گران ہتی، اسلیے عام طور پر وہ درسی کتابین
اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ کوئی مصیبت اور کوئی سختی انکو اس دلچسپ
مشغلہ سے نہین ہٹا سکتی ہتی۔ وہ پوری توجہ اور سرگرمی سے اپنے
کام مین مشغول رہتے تھے۔ اُن کا حافظہ نہایت قوی تہا۔ انکو اپنی
کتابون پر اسقدر بہروسا نہین ہوتا تہا جسقدر اپنی یاد پر۔ وہ نہ کبھی علم کی
طلب سے اُکتاتے تھے۔ نہ انکی طبیعت اُسکی تلاش سے سیر ہوتی
ہتی۔ جو لوگ صاحب مقدور تھے وہ تعلیم مین روپیہ خرچ کرنے سے
کبھی دریغ نہین کرتے تھے۔ عام مسلمانون مین تعلیم نہایت کثرت سے
پہیلی ہوئی ہتی۔ غریب وامیر۔ مرد اور عورت سب اسی دُھن مین مصروف
تھے اور کوئی گہر علم کے چرچے سے خالی نہ تہا۔

دوسرے عنوان کو ذیل مین دکہایا ہے کہ علما حکام وقت کے
سامنے حق گوئی سے دامن نہ پہیرتے تھے بحث مین اپنے معاصرین
کی مجلس مین اپنی غلطی تسلیم کرنے اور حق بات کے مان لینے مین
انکو ذرا دریغ نہ تہا۔ نہ انہین حسد اور رقابت کا جوش تہا۔ نہ وہ ایک
دوسرے کی فضیلت سے چشم پوشی کرتے تھے۔ انمین رعونت
اور خود پسندی کی بو تک نہ تہی۔

تیسرے عنوان کو اس تمہید سے شروع کیا ہے کہ بزرگان سلف
مذہبی جہگڑون اور نزاعون کو تباہی اور بربادی کا باعث خیال کرتے
تھے۔ پہر بتایا ہے کہ اختلاف رائے اور مخالفت مین کیا فرق
ہے جن مین سے ایک ہمارے لیے رحمت ہے۔ اور ایک
سراپا زحمت۔ اختلاف رائے صحابہ کرام کے زمانہ سے شروع ہو گیا
تہا۔ مگر انہین مخالفت اور منافرت نام کو نہ تہی۔ مدت دراز تک
علمائے اہل سنت وجماعت کا برتاؤ مخالف عقیدہ علما کے ساتھ
یہ رہا کہ اُن سے علم دین کے سیکھنے مین دریغ نہین کرتے تھے۔
اور انکے فضل وکمال کو دل سے تسلیم کرتے تھے اُنکے ساتھ ادب
اور تعظیم سے پیش آتے تھے۔ مگر جب مذہبی نزاع کا دروازہ
کہل گیا۔ تو آخر کار خود علمائے اہل سنت وجماعت باہم ایکدوسرے
کے مخالف ہو گئے۔ اور رفتہ رفتہ اُنکے اخلاق فاسد ہو گئے
اور اُن مین پہوٹ۔ نفاق۔ تعصب اور حسد کی آگ بہڑک اُٹھی۔

چوتھے عنوان کے ذیل مین بتایا ہے کہ زمانۂ سلف کے علما اپنی
مدد آپ کرتے تھے اور علم کو ذریعۂ معاش قرار نہین دیتے تھے۔
بلکہ تجارت۔ حرفت۔ ملازمت وغیرہ مختلف پیشون مین مشغول رہکر
محنت اور مشقت سے اپنی روزی کماتے تھے انکو دنیا اور دولت دنیا
سے نفرت نہ تہی۔ بلکہ انمین بہت سے علما ایسے تھے جن
پر امیر کبیر کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ وہ سلاطین کی ساتھ تعلق پیدا
کرنے کو ننگ وعار کا باعث نہین سمجھتے تھے۔ بلکہ اُن کا یہ تعلق
سلاطین کی اصلاح طبیعت اور قوم کی حمایت کی نظر سے نہایت
مفید ثابت ہوا۔ وہ ایسی پاکیزہ اخلاق اور عمدہ صفات رکھتے تھے
کہ غیر مذہب والے بھی انکی تعظیم وتکریم کرتے تھے اور انکو ہر قوم مین
عام مقبولیت حاصل تہی۔ ہر فرقہ اور ہر مذہب کے لوگ اُن سے
محبت رکھتے تھے۔ اور اُن کی ساتھ ادب سے پیش آتے تھے
اس عنوان کے خاتمہ پر ثابت کیا ہے۔ کہ ان باطنی خوبیون کے
علاوہ زمانہ سلف کے علما لباس اور جسم کی صفائی اور پاکیزگی
کا بھی خیال رکھتے تھے۔ جسمانی ریاضت سے بھی انکو دریغ نہ تہا۔

معارف

مین

تجارتی اشتہارات چھپوانیکا قاعدہ

۱- چونکہ یہ رسالہ عموماً ہندوستان کے بڑے بڑے لوگون کے پاس جاتا ہے اس لیے اشتہار کا بہترین ذریعہ ہے۔

۲- علیحدہ چھپے ہوئے اشتہارات جو تقسیم کرائے جاتے ہین یا وہ اشتہارات جو اخبارون مین چھپوائے جاتے ہین ایک دفعہ پڑھنے کے بعد یا بغیر پڑھے عموماً پھینکدیے جاتے ہین۔ مگر جو اشتہارات معارف مین چھپوائے جائین وہ ضایع نہین ہوسکتے کیونکہ اسکی سالانہ جلدین بندھوا کر رکھی جاتی ہین۔

۳- اشتہارات کے صفحہ کا ہر کالم (۲۸) سطر کا تصور کیا گیا ہے

۴- جس میعاد کے لیے اشتہار چھپوایا جائے اسکی اُجرت ہر حال مین پیشگی ارسال فرمانی چاہیے۔

۵- ربع کالم یا اس سے کم مقدار کے اشتہار پر اُجرت ۲ر فی سطر لیجائیگی۔

۶- علیحدہ چھپے ہوئے اشتہارات آٹھ آنہ فیصدی کے حساب سے رسالہ کے ساتھ تقسیم ہوسکتے ہین۔

نقشہ اُجرت اشتہار

مقدار اشتہار	ایک مہینہ	تین مہینے	چھ مہینے	ایک سال
پورا صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ایک کالم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف کالم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ربع کالم	۱۳ر	[illegible]	[illegible]	[illegible]

جو حضرات اپنے اشتہارات کا مضمون واسطے درج رسالہ روانہ فرمائین وہ بہت خوشخط وصاف لکھکر بھیجین تاکہ اوس کے پڑھنے لکھنے مین مطبع مین سہولیت وآسانی رہے اور کوئی غلطی واقع نہو۔

الفاروق

یعنی حضرت عمر فاروق کی نہایت مفصل سوانح عمری

مصنفہ

شبلی نعمانی پروفیسر مدرسۃ العلوم علیگڈھ یہ کتاب جسکا ملک مین مدت سے چرچا تھا۔ نہایت اہتمام سے عمدہ کاغذ پر چھپکر طیار ہوئی ہے۔

اس کتاب کی خوبیون کو نہایت اختصار کے ساتھ حسب ذیل بیان کیا جاسکتا ہے۔

(۱) حضرت عمر کی تمام اُن واقعات کو جنمین اکثر مورخین مختلف البیان ہین۔ نہایت تحقیق کے ساتھ طے کیا ہے۔

(۲) حضرت عمر کے متعلق جو مسائل آجتک معرکۃ الآرا رہے ہین انکو بالکل جداگانہ تحقیق اور نئی طرز سے حل کیا ہے۔

حضرت عمر کی تمام قسم کے انتظامات۔ ملکی۔ مالی۔ عدالتی فوجی۔ تعلیمی۔ وغیرہ وغیرہ کو الگ الگ عنوان سے لکھا ہے کہ ہر عنوان بجائے خود ایک رسالہ ہے۔

(۳) حضرت عمر کی حیثیت اجتہاد اور محدثیت اور فقہ پر نہایت مفصل بحث کی ہے۔

(۴) حضرت عمر کی ذاتی کمالات واخلاق وعادات کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔

ضخامت کتاب قریباً ۵۵۰ صفحہ قیمت قسم اول لوح طلائی مجلد [illegible] قسم دوم [illegible] ہے۔

درخواستین مصنف کے پاس اعظم گڈھ کے پتہ سے آئین۔ زیادہ جلدون کے خریدار کے ساتھ رعایت کیجائیگی۔

تصنیفات حاجی محمد اسمٰعیل خان صاحب

دفتر رسالہ ... مل سکتی ہین

گذشتہ اور موجودہ زمانے کے مسلمان

اس کتاب مین نہایت دلچسپ طور پر اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ زمانہ گذشتہ کے مسلمانون نے کس وجہ سے ترقی کی تھی اور زمانہ حال کے مسلمانون نے کس وجہ سے تنزل کیا۔ اسمین عہد نبوت کے تاریخی واقعات بطور استدلال کے پیش کئے گئے ہین قیمت ۵/

جوشش مذہبی

اس کتاب مین اس بات پر بحث کی گئی ہے۔ کہ مذہبی جذبہ جو ہر مسلمان مین موجود ہونا چاہیئے۔ اُس سے گذشتہ کے مسلمانون نے کیا کام لیا تھا۔ اور زمانہ حال کے مسلمانون نے اوس سے کیا کام لیا۔ اور کیا لینا ہے کہ کیونکر اس عمدہ قوت سے عمدہ کام لیے جا سکتے ہین۔ اس مین بھی قرن اول کے بہت سے دلچسپ تاریخی واقعات درج کیے گئے ہین۔ قیمت ۷/

مجموعہ مضامین سوشل

(۱۰۱) مضامین جو زمانہ حال کے مسلمانون کی اصلاح معاشرت اور تہذیب اخلاق کے متعلق وقتاً فوقتاً لکھے گیے ہین قیمت ۱۲/

فلاح دارین

(۳۶) مضامین جو مسلمان طالب علمون کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم و تربیت کے لیے لکھے گئے ہین۔ اسی غرض سے یہ کتاب نہایت جلی اور واضح خط مین دبیز کاغذ پر چھاپی گئی ہے۔ اور اس قابل ہے کہ اسلامی بچون کے درس مین داخل کیجاے قیمت ۱۲/

ایک نئی کتاب

ترکون کے کھانون پر

ترک میک لری"

اڈیٹران معارف نے ارادہ کیا ہے کہ "علیگڈھ سیریز" کے نام سے مفید اور دلچسپ کتابون کا ایک سلسلہ تیار کیا جاے یہ اس سلسلہ کی پہلی کتاب ہے جو حال مین ترکی زبان سے حاجی محمد اسمٰعیل خان صاحب نے ترجمہ کی ہے اس کتاب مین ترکون کے ہر قسم کے کھانے اور انکے تیار کرنے کی ترکیبین درج ہین۔ اس مضمون کی کوئی کتاب ابتک ہندوستان مین شائع نہین ہوئی قیمت ۱۲/ محصول ڈاک ہر حال مین بذمہ خریدار ہے۔